عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادرِ روزگار،
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلیدِ مثنوی

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

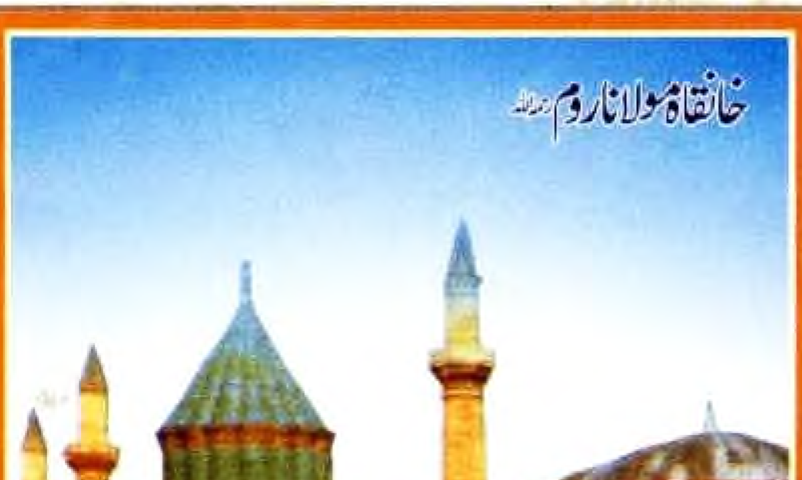

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

الربع الاول من الدفتر الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہ حسام الدین کہ نور انجم ست	طالب آغاز سفر پنجم ست
شاہ حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں	پانچویں کتاب کے شروع (کرنیکے) طالب ہیں
اے ضیاء الحق حسام الدین راد	اوستادان صفا را اوستاد
اے سخی ضیاء الحق حسام الدین!	(آپ) اہل باطن کے استادوں کے استاد ہیں
گر نبودے خلق محجوب و کثیف	ور نبودے حلقہا تنگ و ضعیف
اگر مخلوق محجوب اور کثیف نہ ہوتی	اگر گلے تنگ اور کمزور نہ ہوتے
در مدیحت داد معنیٰ دادمے	غیر ایں منطق لبے نکشادمے
تو میں آپ کی تعریف کا حق ادا کر دیتا	اس گفتگو کے علاوہ لب کشائی نہ کرتا
لیک لقمہ باز آن صعوہ نیست	چارہ اکنوں آب و روغن کردنیست
لیکن باز کا لقمہ ممولے کی ملکیت نہیں ہے	اب تدبیر، پانی اور تیل کرنا ہے
مدح تو حیف است با زندانیاں	گویم اندر مجمع روحانیاں
قیدیوں سے تیری تعریف کرنا ظلم ہے	روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا
شرح تو غبن است با اہل جہاں	ہمچو راز عشق دارم در نہاں
دنیا داروں سے آپ کی تشریح کرنا، ٹوٹا ہے	عشق کے راز کی طرح دل میں رکھتا ہوں
مدح تعریف است و تخریق حجاب	فارغ است از مدح و تعریف آفتاب
تعریف کرنا پچھوانا اور (جہالت کے) پردے کو چاک کرنا ہے	سورج، تعریف اور پچھوانے سے بے نیاز ہے
مادح خورشید مداح خود است	کہ دو چشمم روشن و نامرمدست
سورج کی تعریف کرنے والا اپنی تعریف کرنے والا ہے	کہ میری دونوں آنکھیں روشن اور تندرست ہیں
ذم خورشید جہاں ذم خود ست	کہ دو چشمم کور و تاریک و بدست
دنیا کے سورج کی مذمت کرنا، اپنی مذمت ہے	کہ میری دونوں آنکھیں اندھی اور بے نور اور بری ہیں
تو ببخشا بر کسے کاندر جہاں	شد حسود آفتاب کامراں
آپ اس کو معاف کر دیجئے جو دنیا میں	کامیاب سورج کا حاسد ہے

تاندش پوشید ہیچ از دید ہا	وز طراوت دادن بوسیدہا
اس کو کوئی آنکھوں سے چھپا سکتا ہے؟	اور بوسیدہ چیزوں کے تازہ بخشنے کو
یاز نور بیحدش تانند کاست	یا بدفع جاہ او تانند خاست
یا اس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں	یا اس کے رتبہ کو ہٹانے کے لئے وہ کھڑے ہو سکتے ہیں
ہر کسے کو حاسد گیہاں بود	آں حسد خود مرگ جاویداں بود
جو شخص عالم کا حاسد ہو	وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے
قدر تو بگذشت از درک عقول	عقل اندر شرح تو شد بوالفضول
آپ کا مرتبہ عقلوں کے ادراک سے بالا ہے	آپ کی شرح کرنے میں عقل، بکواسی ہے
گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں	عاجزانہ جنبشے باید دراں
اگرچہ عقل بیان سے عاجز ہے	اس میں عاجزانہ (ہی) حرکت کرنی چاہئے
ان شیئاً کلہ، لایدرک	اعلموا ان کلہ لا یترک
وہ چیز جو پوری حاصل نہیں کی جا سکتی	جان لو وہ سب نہیں چھوڑی جاتی
گرچہ نتواں خورد طوفان سحاب	کے تواں کردن بترک خورد آب
اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا	(لیکن) پانی پینا کب چھوڑا جا سکتا ہے؟
آب دریا را اگر نتواں کشید	ہم بقدر تشنگی باید چشید
دریا کا (پورا) پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا	پیاس کی بقدر ہی چکھ لینا چاہئے
راز را گرمی نیاری درمیاں	ذکرہارا تازہ کن از قشر آں
اگر تو راز کو درمیان میں نہیں لا سکتا ہے	اس کے چھلکے سے یادوں کو تازہ کر لے
نطقہا نسبت بتو قشر ست لیک	پیش دیگر فہما مغز ست نیک
آپ کے اعتبار سے (ہماری) باتیں اگرچہ چھلکا ہیں لیکن	دوسروں کی سمجھ کے لئے اچھا گودا ہے
آسمان نسبت بعرش آمد فرود	ورنہ بس عالیست پیش خاک تود
آسمان عرش کے اعتبار سے نیچا ہے	ورنہ خاک کے تودے کے اعتبار سے بہت بلند ہے
من بگویم وصف تو تارہ برند	پیش ازاں کز فوت آں حسرت خورند
میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہنمائی حاصل کرلیں	اس سے پہلے کہ وہ اس کے فوت ہونے سے حسرت کریں

نور حقی و بحق جذاب جاں	خلق در ظلمات وہم اندو گماں
آپ اللہ کا نور ہیں اور جان کو خدا کی طرف کھینچنے والے ہیں	لوگ وہم اور گمان کی اندھیریوں میں ہیں
شرط تعظیم است تا آں نور خوش	گرددایں بیدیدگاں را سرمہ کش
تعظیم شرط ہے تاکہ وہ عمدہ نور	ان اندھوں کے لئے سرمہ لگانے والا بن جائے
نور یابد مستعد تیز کوش	کو نباشد عاشق ظلمت چو موش
سخت کوشش کرنے والا مستعد نور حاصل کرتا ہے	جو چوہے کی طرح اندھیرے کا عاشق نہ ہو
نور میکش اے حریف تیز کوش	گر نۂ چوں موش در ظلمت موش
اے سخت کوشش کرنے والے دوست! نور حاصل کر لے	اگر تو چوہے کی طرح نہیں ہے اندھیرے کی کوشش نہ کر
سست چشمانے کہ شب جولاں کنند	کے طواف مشعل ایماں کنند
کمزور آنکھوں والے جو رات کو گھومتے ہیں	وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟
نکتہائے مشکل باریک شد	بند طبعے کوز دیں تاریک شد
مشکل باریک نکتے بن گئے	طبیعت کا بند کیونکہ وہ دین سے تاریک ہے
تابرآرا ید ہنر راتار و پود	چشم در خورشید نتواند کشود
جب تک کہ وہ ہنر کا تانا بانا نہ سنوار لے	سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا
ہمچو نخلے بر نیارد شاخہا	کردہ موشا نہ زمیں سوراخہا
وہ کھجور کے درخت کی طرح شاخیں نہیں نکال سکتا	جس نے چوہے کی طرح زمین کو سوراخ سوراخ کر رکھا ہے

شرح حبیبی

شاہ حسام الدین جو کہ ہدایت واضاءت عالم میں نور ستارگان کے مشابہ ہیں اور جس طرح ستاروں کا نور مسافرین دنیا کی رہنمائی کرتا اور عالم اجسام کو روشن کرتا ہے۔ یوں ہی وہ مسافرین آخرت کی رہنمائی کرتے اور ارواح کو منور کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ دفتر پنجم شروع کیا جائے۔ بنا بریں میں اس دفتر کو شروع کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے دانائے اور صفائے باطن کے استادوں کے استاد ضیاء الحق حسام الدین اگر مخلوق حقائق ومعارف سے محجوب اور غلبۂ جسمانیت سے کثیف نہ ہوتی اور خلقہائے افہام مردم" تنگ اور کمزور نہ ہوتے تو میں آپ کی تعریف میں کما حقہٗ مضامین عالیہ بیان کرتا اور سطحی گفتگو کے سوا اور نہایت دقیق گفتگو کرتا۔ لیکن کیا کہئے کہ مخاطبین اس کے اہل نہیں اور قاعدہ ہے کہ باز کی غذا مولے کو نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے مجبوراً سرسری تحسین پر اکتفا کرتا ہوں اور چونکہ محبوسین عالم ناسوت کے

سامنے آپ کی تعریف ظلم ہے کیونکہ یہ تعریف بے محل ہے اس لئے میں آپ کی تعریف ان لوگوں کے مجمع میں کروں گا جن پر روح غالب ہے اور چونکہ اہل ناسوت کے سامنے آپ کی تعریف کرنا ایک قسم کا خسارہ ہے کیونکہ وہ اس کے قدر دان نہیں یا یوں کہو کہ ان کے سامنے تعریف کرنا ان کو نقصان پہنچانا ہے کیونکہ وہ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے غلط فہمی میں پڑ جائیں گے۔ لہذا میں اس کو ان سے اس اہتمام سے مخفی کرتا ہوں جس سے راز فحش کو مخفی کیا جاتا ہے۔ نیز اس تعریف نہ کرنے کی ایک دوسری وجہ بھی ہے وہ یہ کہ مدح کا حاصل ممدوح کی خوبیوں کو ظاہر کر کے لوگوں کو ان سے آگاہ کرنا اور پردۂ اخفأ جوان پر پڑا ہوا ہے اسے پھاڑنا ہے اور پ کے اوصاف اس قدر واضح ہیں کہ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ اس لئے آپ مدح اور تعریف سے مستغنی ہیں۔ جس طرح کہ آفتاب ان سے مستغنی ہے۔ اس پر اگر یہ کہا جائے کہ دیگر دفاتر میں جو اس کی تعریف کی گئی ہے نیز خود اسی مقام پر جو اس کی تعریف کی جائے وہ کس لئے ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعریف اس کی تعریف نہیں بلکہ خود اپنی تعریف ہے کیونکہ اگر کوئی آفتاب کی تعریف کرے تو یہ آفتاب کی تعریف نہ ہوگی بلکہ خود اپنی تعریف ہوگی کہ میری آنکھیں روشن اور مرض سے پاک ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی آفتاب کی ملامت کرے تو یہ اس کی مذمت نہ ہوگی بلکہ خود اپنی مذمت ہوگی۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں اندھا ہوں اور میری آنکھوں میں نور نہیں اور میری آنکھیں اچھی نہیں ہیں۔ پس ایسا شخص جو کہ آفتاب کا دشمن ہو اور اس پر حسد کرے تم کو اس پر رحم کرنا چاہئے کیونکہ وہ اسے کسی طرح بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اچھا تمہیں بتلاؤ کیا وہ اسے لوگوں کی نظروں سے یا خراب اشیاء کو تر و تازہ کرنے سے غائب کر سکتا ہے؟ یا اس کے نور بے حد کو کم کر سکتا ہے؟ یا اس کے عالی شان رتبہ کو دور کرنے پر آمادہ کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پس ایسا شخص جو آفتاب پر حسد کرنے کے ضمن میں تمام عالم پر حسد کرتا ہے کیونکہ اس کا فائدہ عالم کی طرف راجع ہے۔ اس کا حسد خود اس کے لئے موت دائمہ ہوتا ہے اور محسود کا اس سے کچھ ضرر نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ ضرور قابل رحم ہے۔

خیر یہ مضمون تو اضطراری تھا۔ اب ہم اصل مقصود کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا رتبہ عالی ادراک عقول سے بالاتر ہے اور آپ کی حالت کی تفصیل کرنے میں عقل بے ہودہ ہے یہ صحیح ہے لیکن ایسی حالت میں تعریف کو بالکل چھوڑ بھی نہ دینا چاہئے۔ کیونکہ عقل تفصیل اوصاف سے عاجز ہے مگر تاہم عاجزانہ حرکت کی ضرورت ہے اس لئے کہ جو چیز کل نہیں ہو سکتی۔ اس کو بالکل نہیں چھوڑ دیا جاتا۔ دیکھو ابر کا کل پانی نہیں پیا جا سکتا لیکن پانی پینا بالکل نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور اگر دریا کا کل پانی نہیں پیا جا سکتا تو پیاس کی مقدار ضرور پینا چاہئے۔

بنابریں اگر ہم آپ کے اسرار کو نہ بیان کر سکیں تو ہمیں چاہئے کہ آپ کے معمولی اوصاف بیان کر کے عقول کو تازہ کریں۔ کیونکہ ہمارے بیانات گو آپ کے اعتبار سے معمولی ہیں لیکن دوسری افہام کے لئے وہی عمدہ مغز بر ہیں۔ چنانچہ آسمان عرش سے تو ضرور پست ہے مگر زمین کے لئے بہت اونچا ہے۔ اس بنا پر مجھے چاہئے کہ قبل اس کے کہ لوگوں کو آپ کی وصف کے فوت ہونے سے حسرت ہو میں آپ کے اوصاف بیان کروں تا کہ ان کو گونہ آپ کی اوصاف پر اطلاع ہو جائے اچھا سنو! آپ سرتاپا نور خدا اور ارواح کو کھینچ کر خدا سے ملانے والے ہیں اور مخلوق اوہام و ظنون کی تاریکیوں میں محبوس ہے۔

اب خطاب کا رخ بدل کر فرماتے ہیں کہ لوگو! یہ ضرور ہے کہ وہ ارواح کو کھینچ کر خدا سے ملا دیتے ہیں مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آدمی کے دل میں ان کی عظمت ہو۔ جب یہ شرط پائی جائے گی اس وقت وہ نور اندھوں کو آنکھوں میں سرمہ لگا کر ان کو حق بین بنا دے گا۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ وصول الی اللہ کے لئے جدوجہد بھی کرے کیونکہ نور باطن عادۃً اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اس کے حاصل کرنے کے لئے مستعد ہو اور پوری کوشش کرے اور چوہے کی طرح ظلمت ناسوت پر عاشق نہ ہو۔ پس اے عاقل شخص تو وصول نور کی شرائط جمع کر کے نور حاصل کر۔ اور اگر تو موش صفت نہیں ہے تو ظلمت ناسوت میں مت کوشش کر۔ بلکہ اس سے باہر نکل کر نور حاصل کر۔ ہم نے موش صفت نہ ہونے اور مستعد ہونے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ جو لوگ اپنی چشم بصیرت کو ارتکاب معاصی سے کمزور کر چکے ہیں اور اس لئے وہ نور ایمان حقیقی سے متوحش ہو کر ظلمت معاصی میں سرگرداں ہیں۔ یہ لوگ مشعل ایمان حقیقی کے پاس سر پھینک سکتے ہیں۔

نیز یہ بھی یاد رکھو کہ علوم دینیہ کے مشکل اور دقیق مسائل میں۔ طبیعت کے لئے جو دین سے اندھی ہے بیٹری بن جاتے ہیں کیونکہ جب تک اسے کمال علم کا تانا بانا سنوارتے رہتی ہے۔ اس وقت تک وہ آفتاب دین کے دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکتی اور وہ درخت کی طرح زمین سے شاخیں نہیں نکالتی۔ بلکہ چوہے کی طرح زمین کے اندر ہی سوراخ کرتی ہے۔ یعنی ناسوت ہی میں منہمک رہتی ہے اور اس سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتی اس سے ہمیشہ محروم رہتی ہے۔

اس مقام پر چونکہ مولانا نے موانع وصول الی الحق کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ لہذا آئندہ اس کی کافی طور پر تفصیل بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

تفسیر فخذاربعةً من الطیر فصرھن الیک

پس "پکڑ لے چار پرندے پھر ان کو اپنی طرف بلا" کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصف ست ایں بشر را دل فشار	چار میخ عقل گشتہ ایں چہار
یہ چار وصف انسان کے دل کو نچوڑنے والے ہیں	یہ چاروں عقل کی چار میخ ہیں
تو خلیل وقتی اے خورشید ہش	ایں چہار اطیار رہزن را بکش
اے ہوش کے سورج! تو خلیل دوراں ہے	ان چار ڈاکو پرندوں کو مار ڈال
زانکہ ہر مرغے ازینہا زاغ وش	ہست عقل عاقلان نرا دیدہ کش
اس لئے کہ ان میں سے ہر زاغ صفت پرند	عقلمندوں کی عقل کی آنکھ نکال لینے والا ہے
چار وصف تن چو مرغان خلیلؑ	بسمل ایشاں دہد جانرا سبیل
جسم کے چار اوصاف (حضرت) خلیل کے پرندوں کی طرح ہیں	ان کا قربان کرنا جان کو راستہ عطا کرتا ہے
اے خلیل اندر اخلاص نیک و بد	سر ببرشاں تارہد پاہا زسد
اے خلیل! اچھے اور برے کو نجات دلانے کے لئے	ان کا سر قلم کر دے تاکہ پاؤں بندش سے نجات پا جائیں

کل توئی و جملہ گاں اجزائے تو	برکشا کہ ہست پاشاں پائے تو
تو مجموعہ ہے اور سب تیرے اجزاء ہیں	کھولدے کہ ان کا پاؤں تیرا پاؤں ہے
از تو عالم روح زارے میشود	پشت صد لشکر سوارے میشود
آپ کی وجہ سے دنیا روح زار بنتی ہے	ایک سوار سو لشکروں کی مدد بن جاتا ہے
زانکہ ایں تن شد مقام چار خو	نام شاں شد چار مرغ فتنہ جو
کیونکہ یہ جسم چار عادتوں کا مقام ہے	ان کا نام فتنہ کے جویاں چار پرندٔ پڑ گیا ہے
خلق راگر زندگی خواہی ابد	سر ببر ایں چار مرغ شوم و بد
اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں	ان بدبخت اور بدٔ چار پرندوں کا سر قلم کر دیجئے
باز شاں زندہ کن از نوع دگر	کہ نباشد بعد ازاں زیشاں ضرر
پھر ان کو دوسری طرح سے زندہ کر دیجئے	کیونکہ اس کے بعد ان سے نقصان نہ پہنچے گا
چار مرغ معنوی راہزن	کردہ اند اندر دل خلقاں وطن
باطنی چار ڈاکو پرندوں نے	لوگوں کے دل کے اندر وطن بنا لیا ہے
چوں امیر جملۂ دلہا شوی	اندریں دُوراں خلیفہ حق توئی
جب آپ تمام دلوں کے حاکم بن جائیں گے	(پھر) اس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں
سر ببر ایں چار مرغ زندہ را	سرمدی کن خلق نا پائندہ را
ان چار زندہ پرندوں کا سر قلم کر دیجئے	فانی لوگوں کو دائمی بنا دیجئے
بط و طاؤس ست داغست و خروش	ایں مثال چار مرغ اندر نفوس
بطخ اور مور ہے کوا ہے اور مرغا ہے	نفسوں میں یہ چار پرندوں کی طرح ہیں
بط حرص است و خروس آں شہوتست	جاہ چوں طاؤس و زاغ آں منیت ست
حرص بطخ ہے اور شہوت مرغا ہے	رتبہ مور کی طرح ہۓ آرزو نفس کا کوا ہے
منیتش آنکہ بود امید ساز	طامع تا بید یا عمر دراز
اس کی آرزو یہ امید بندھاتی ہے	ہمیشگی کا لالچی یا دراز عمر (کا لالچی)
بط حرص آمد کہ نولش در زمیں	در ترو در خشک میجوید دفیں
حرص بطخ ہے کہ اس کی چونچ زمین میں ہے	تر اور خشک میں دفینہ ڈھونڈتی ہے

یک زماں نبود معطل آں گلو	نشنود از حکم جز امر کلوا
اس کا حلق تھوڑی دیر کے لئے (بھی) معطل نہیں ہوتا	وہ "کھاؤ" کے سوا کوئی حکم نہیں سنتی ہے
ہمچو یغماچی کہ خانہ میکند	زود زود انبان خود پر میکند
اس لٹیرے کی طرح جو گھر کو کھودتا ہے	جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے
اندر انباں می فشارد نیک و بد	دانہائے در و حبات نخود
اچھا' برا تھیلے میں ٹھونستا ہے	موتی کے دانے اور چنے کے دانے
تامبادا باغئ آید دگر	میفشارد در جوال او خشک و تر
ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آ جائے	وہ بورے میں خشک و تر ٹھونستا ہے
وقت تنگ' فرصت اندک' او مخوف	در بغل زد ہرچہ زوتر بیوقوف
وقت تنگ ہے' فرصت تھوڑی ہے وہ ڈرا ہوا ہے	بے تامل جو کچھ ہے اس نے بغیر سمجھے بوجھے بغل میں دبالیا ہے
اعتمادش نیست بر سلطان خویش	کہ مبادا باغئ آید بہ پیش
اس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے	(اس بارے میں) ایسا نہ ہو کہ کوئی لٹیرا آ جائے
لیک مومن ز اعتماد آں حیات	میکند غارت بمہل و با انات
لیکن مومن اس (اخروی) زندگی کے بھروسہ پر	لوٹتا ہے' تامل اور توقف سے
ایمن است از فوت واز باغی کہ او	می شناسد قہر شہ رابر عدو
وہ محرومی اور لٹیرے سے مطمئن ہے کیونکہ وہ	دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے
وایمن ست از خواجہ تاشان دگر	کہ نیایندش مزاحم صرفہ بر
اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے	کہ اس سے مزاحمت کرنے والے فائدہ مند نہ ہوں گے
عدل شہ را دید در ضبط حشم	کہ نیارد کرد کس برکس ستم
خادموں کے معاملہ میں اس نے بادشاہ کے انصاف کو دیکھا ہے	کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے
لاجرم نشتابد و ساکن بود	از فوات حظ خود ایمن بود
لامحالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے	اپنے حصہ کے فوت ہونے سے مطمئن ہو تا ہے
پس تانی دارد و صبر و شکیب	چشم سیر و موثر ست و پاک جیب
پس وہ آہستہ روی اور صبر و شکیب اختیار کرتا ہے	سیر چشم ہے (دوسروں کو) ترجیح دینے والا ہے پاک دل ہے

کیں تأنی پر تو رحماں بود	واں شتاب از ہزۂ شیطاں بود
کیونکہ یہ آہستہ روی اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے	اور وہ جلد بازی شیطانی حرکت ہے
زانکہ شیطانش بترساندز فقر	بارگیر صبر را بکشد بعقر
کیونکہ شیطان اس کو افلاس سے ڈراتا ہے	صبر کا بوجھ اٹھانے والے کا پاؤں کاٹ ڈالتا ہے
از نبی بشنو کہ شیطاں در وعید	میکند تہدیدت از فقر شدید
قرآن سے سن کہ شیطان دھمکانے میں	تجھے سخت افلاس سے ڈراتا ہے
تا خوری زشت و بری زشت ازشتاب	نے مروت نے تأنی نے ثواب
تاکہ تو جلدی میں برا کھائے ' برا کمائے	نہ انسانیت نہ آہستہ روی نہ ثواب
لاجرم کافر خورد در ہفت بطن	دین ودل باریک ولاغر زفت بطن
لا محالہ کافر سات پیٹ کا کھاتا ہے	دین اور دل کمزور اور لاغر ہے' پیٹ بھاری ہے

شرح حبیبی

آدمی کے اندر چار اوصاف ہیں جو دل کو تکلیف دیتے ہیں اور وہ چاروں عقل کے لئے شکنجہ ہیں۔ پس اے صاحب عقل تاباں! تم اپنے وقت کے عقیل ہو تم کو چاہئے کہ ان چاروں راہزن پرندوں کو مار ڈالو۔ کیونکہ ان میں ہر جانور کوے کی طرح عقلاء کی عقلوں کی آنکھیں نکال لیتا ہے۔ اور یہ چاروں اوصاف جسمانی جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ مثل ابراہیم خلیل اللہ کے جانوروں کے ہیں جن کو انہوں نے بحکم سبحانہٗ احیاء موتےٰ کے مشاہدہ کے لئے ذبح کیا تھا اور ان کا ذبح ہوجانا روح کو وصول الی الحق کا راستہ دیتا ہے۔ پس اے خلیل وقت تم بھلے برے غرضکہ سب لوگوں کو ان کے پنجے سے چھڑانے کے لئے ان کا سر اڑادو تاکہ لوگوں کے پاؤں اس مانع سے چھوٹ جائیں جو ان کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے ہیں تم کو اوروں کے پاؤں ضرور کھولنے چاہئیں تاکہ لوگوں کے پاؤں گویا کہ تمہارے ہی پاؤں ہیں۔ اس لئے کہ تم کل یعنی متبوع ہو اور سب تمہارے اجزاء یعنی تابع۔ تمہارے ایسا کرنے سے عالم پر روحانیت کا غلبہ ہوگا اور عالم روح زار بھاگے گا اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ ایک سوار لشکروں کو سنبھال لیتا ہے۔ چونکہ جسم میں چار خصلتیں جاگزیں ہیں۔ جس کو چار فتنہ جو جانور کہتے ہیں اور جنہوں نے مخلوق کو تباہ کر رکھا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر تم مخلوق کو ہمیشہ کے لئے زندہ کرنا چاہتے ہو تو اول ان برے اور منحوس چاروں جانوروں کے سر اڑادو۔ اور ان کو پھر دوسری طرح یوں زندہ کردو کہ یہ مطیع نفس نہ رہیں۔ اور نقصان نہ پہنچا سکیں۔ بلکہ اس بقاء بعد الفنا کے بعد مطیع عقل ہوجائیں۔ میں سر اڑانے کے لئے تم سے اس لئے کہتا ہوں کہ ان چار راہزن جانوروں نے لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا ہے اور ان کو نقصان پہنچا رہے ہیں جبکہ تم ان جانوروں کو مار کر تمام دلوں پر مسلط اور ان میں متصرف

ہو جاؤ گے۔ اس وقت تم خلیفہ حق ہو گے۔ بایں معنیٰ کہ اس وقت اس خلافت کا پورے طور پر ظہور ہو گا۔

پس ان چاروں زندہ جانوروں کا سر اڑا دو۔ اور مخلوق فانی کو حیات ابدی عطا کر کے اس کو دائم البقاء کر دو۔

فائدہ:۔ ان اشعار میں یا تو خطاب خاص شیخ حسام الدین کو ہے۔ کما ہو الظاہر الیاق یا مطلقاً مرشد کامل کو۔ یا ہر شخص کو۔ فتدبر)

اب ان چاروں جانوروں کی تفصیل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار جانوروں کو مارا تھا۔ وہ یہ تھے بطخ' مور' کوا' مرغا۔ یہ چاروں جانوران چار معنوی جانوروں کے مشابہ ہیں۔ جو نفوس میں گھر کئے ہوئے ہیں۔ اور وہ جانور یہ ہیں۔ حرص' شہوت' جاہ' طول امل۔ پس بط شبیہ حرص ہے اور مرغا شبیہ شہوت' مور شبیہ جاہ اور کوا شبیہ طول امل۔ آدمی کی طول امل کی یہ کیفیت ہے کہ خواہ مخواہ امیدیں تراشتا ہے اور دنیا میں ہمیشہ رہنا یا کم از کم ایک عرصہ دراز تک رہنا چاہتا ہے۔ اس لئے اس کی اس طول امل کو کوے سے مناسبت ہے کہ وہ دراز عمر ہوتا ہے۔ حرص بطخ ہے کیونکہ وہ زمین میں منہ دیئے ہوئے بر و بحر میں خزانہ ڈھونڈتی پھرتی ہے اور اس کا حلق ایک دم بیکار نہیں رہتا۔ اور وہ حکم کلوا کے سوا کوئی اور حکم سنتی ہی نہیں۔ اس کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے لٹیرا جو کہ دوسروں کے گھر اجاڑتا ہے۔ اور جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے اور جو کچھ برا بھلا اسے ملتا ہے خواہ موتی ہوں یا چنے سب کو بلا امتیاز تھیلے میں ٹھونس لیتا ہے۔ اور بدیں خیال کہ مبادا کوئی اور باغی آ کر شریک ہو جائے تر و خشک سب کو گون میں بھر لیتا ہے۔ اس کی نظر میں وقت تنگ ہوتا ہے۔ فرحت کم ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی خوف زدہ بھی ہوتا ہے اس لئے جو کچھ ہی ملتا ہے بدوں اس کو دیکھے اپنی بغل میں دبا لیتا ہے۔ اس کو اپنے بادشاہ پر اعتماد نہیں ہوتا اور وہ ڈرتا ہے کہ مبادا کوئی باغی آ جائے اور میرا مال چھین لے یا کم از کم اس میں شریک ہو جائے۔ یہ تو حالت اہل دنیا کی تھی کہ وہ حق سبحانہ پر اعتماد نہ ہونے اور دنیا کو سطحی نظر بنانے کے سبب اسی میں منہمک اور اسی کی تحصیل میں مشغول ہیں۔ لیکن کامل الایمان لوگ اپنی حیات کے اعتماد پر صبر و سکون کے ساتھ سامان دنیوی حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ قبل از استکمال رزق مر جائے اور رزق کے فوت ہو جانے اور باغی سے مامون ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ' میرے دشمنوں پر غالب ہیں۔ وہ ہرگز ان کو موقع نہیں دے سکتے۔ کہ میرا حصہ اڑا لیں اور وہ اس سے بے کھٹکے ہے۔ کہ میرے ہم مشرب مومنین میرے مزاحم ہو کر خود مال اڑا لیں گے غرضکہ نہ اسے دشمنوں سے ڈر ہے نہ دوستوں سے اندیشہ۔ اس لئے اطمینان کے ساتھ رزق مقدر حاصل کرتا ہے اور جو کہ وہ انتظام رعایا کے بارہ میں بادشاہ کا عدل دیکھتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا اس لئے وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے کام لیتا ہے اور اپنے حصہ کے فوت ہونے سے بے کھٹکے ہوتا ہے۔ وہ نہایت تحمل اور صبر سے کام لیتا ہے اور نہایت سیر چشم اور صاحب ایثار اور پاکباز ہوتا ہے۔

تحمل کو وہ اس لئے اختیار کرتا ہے کہ تحمل پر تو ہے حق سبحانہ کا۔ اور عجلت کو اس لئے چھوڑتا ہے کہ عجلت اثر ہے تحریک شیطان کا۔ کیونکہ شیطان فقر کی دھمکی دیتا ہے اور اس طرح اس پر اسپ صبر کی کونچیں کاٹ کر اسے فنا کر دیتا ہے۔ باور نہ ہو تو قرآن سے سن لو کہ وہ کہتا ہے۔ الشیطان یعدکم الفقر یعنی شیطان تمہیں فقر کی دھمکی دیتا

ہے۔ اور مقصود اس دھمکی سے یہ ہے کہ تم ڈر کے مارے تحصیل دنیا میں عجلت کرو اور جلدی میں تمہیں بھلے برے کی تمیز نہ رہے۔ اس لئے تم کھاؤ بھی برا اور کماؤ بھی برا۔ نہ تم میں انسانیت رہے نہ صبر وتحمل اور نہ تمہیں ثواب ملے۔ یہی وجہ ہے کہ کافر بحکم حدیث سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں۔ کیونکہ وہ شیطان کا پورا محکوم ہوتا ہے اس لئے وہ اندھا دھند پیٹ بھر لیتا ہے اور مومن اس کا محکوم نہیں ہوتا اس لئے سوچ سمجھ کر کھاتا ہے۔ اب مولانا کافر کی سات آنتوں میں کھانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

در سبب ورود ایں حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ
الکافر یاکل فی سبعة امعاء والمؤمن یاکل فی معیً واحد

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے

کافراں مہمان پیغمبر شدند	وقت شام ایشاں بہ مسجد آمدند
کافر پیغمبرؐ کے مہمان ہوئے	شام کے وقت وہ مسجد (نبوی) میں آ گئے
کآمدیم اے شاہ ما اینجا فنق	اے تو مہماں دار سکان افق
کہ اے شاہ! ہم اس جگہ مہمان (بن کر) آئے ہیں	اے وہ کہ آپ جہان کے رہنے والوں کے مہمان ہیں
بینوائیم ورسیده ماز دور	ہیں بیفشاں برسر ما فضل و نور
ہم بے سروسامان ہیں اور دور سے آئے ہیں	ہاں ہمارے سروں پر مہربانی اور نور چھڑک دیجئے
رو بیاراں کرد آں سلطان راد	دستگیر جملہ شاہان و عباد
اس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رخ کیا	جو تمام بادشاہوں اور غلاموں کا دستگیر ہے
گفت اے یاران من قسمت کنید	کہ شما پر از من و خوئے منید
فرمایا' اے میرے دوستو! تقسیم کر لو	کیونکہ تم میری (محبت) اور عادت سے بھرے ہوئے ہو
پر بود اجسام ہر لشکر ز شاہ	زاں زنندے تیغ بر اعدائے جاہ
ہر لشکر کے جسم بادشاہ سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں	اسی لئے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چلاتے ہیں
تو بخشم شہ زنی آں تیغ را	ورنہ بر اخواں چہ خشم آید ترا
تو بادشاہ کے غصہ کی وجہ سے تلوار چلاتا ہے	ورنہ بھائیوں پر تجھے کیا غصہ آئے؟
بر برادر بے گناہے میزنی	عکس خشم شاہ گرز دہ منی
بلاقصور بھائی پر تو مارتا ہے	بادشاہ کے غصہ کے زیر اثر دس سیر کا گرز

شہ یکے جانست لشکر پر ازو	روح چوں آبست ویں اجسام جو
بادشاہ ایک جان ہے لشکر اس سے بھرا ہوا ہے	روح پانی کی طرح ہے اور یہ جسم نہر (کی طرح) ہیں
آب روح شاہ گر شیریں بود	جملہ جو ہا پرز آب خوش شود
اگر بادشاہ کی روح کا پانی میٹھا ہوتا ہے	ساری نہریں میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں
کہ رعیت دین شہ دارند و بس	اینچنیں فرمود سلطان عبس
کیونکہ رعایا فقط بادشاہ کا دین رکھتی ہے	(سورہ) عبس کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے
ہر یکے یارے یکے مہماں گزید	درمیاں بدیک شکم زفت و عنید
ہر دوست نے ایک مہمان منتخب کر لیا	ان میں ایک پیٹو اور سرکش تھا
جسم ضخمے داشت کس او را نبرد	ماند در مسجد چو اندر جام درد
بھاری جسم رکھتا تھا اس کو کوئی نہ لے گیا	وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں تلچھٹ
مصطفیٰؐ بردش چو ماند از ہمہ	ہفت بز بد شیردہ اندر رمہ
جب وہ سب سے رہ گیا، مصطفیٰؐ اس کو لے گئے	گلے میں سات بکریاں دودھ والی تھیں
کہ مقیم خانہ بودندے بزاں	بہر دوشیدن برائے وقت خواں
جو بکریاں گھر پر رکی ہوئی تھیں	دستر خوان کے وقت دہنے کے لئے
نان و آش و شیر آں ہرہفت بز	خورد آں بو قحط عوج ابن غز
روٹی اور سالن اور ان ساتوں بکریوں کا دودھ	وہ قحط زدہ، عوج، غز کا بیٹا کھا گیا
جملہ اہل بیت خشم آلو شدند	کہ ہمہ در شیر بز طامع بدند
تمام گھر والے غصہ میں بھر گئے	کہ سب بکریوں کے دودھ کے امیدوار تھے
معدہ طبلے خوار ہمچو طبل کرد	قسم ہژدہ آدمی تنہا بخورد
پیٹو نے معدہ ڈھول کی طرح کر لیا	اٹھارہ آدمیوں کا حصہ تنہا کھا گیا
وقت خفتن رفت و در حجرہ نشست	پس کنیزک از غضب در را بہ بست
سوتے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا	لونڈی نے غصہ سے دروازہ بند کر دیا
از بروں زنجیر در را در فگند	کہ ازو بد خشمگین و دردمند
باہر سے دروازے کی زنجیر لگا دی	کیونکہ وہ اس سے غصہ میں اور رنجیدہ تھی

گبر را از نیم شب تا صبحدم	بس تقاضا آمد و درد شکم
کافر کو آدھی رات سے صبح تک	بہت تقاضا اور پیٹ میں درد ہوا
از فراش خویش سوئے در شتافت	دست بردر چوں نہاد او بستہ یافت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا	جب دروازہ پر ہاتھ رکھا اس کو بند پایا
در کشادن حیلہ کرد آں حیلہ ساز	نوع نوع و خود نشد آں بند باز
اس مکار نے دروازہ کھولنے کی تدبیر کی	طرح طرح (لیکن) وہ دروازہ نہ کھلا
شد تقاضا بر تقاضا خانہ تنگ	ماند او حیران و بیدرمان و دنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گھر تنگ ہو گیا	وہ حیران اور پریشان اور لاچار ہو گیا
حیلۂ کرد و بخواب اندر خزید	خویشتن درخواب در ویرانہ دید
اس نے تدبیر کی اور نیند میں مبتلا ہو گیا	اس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ میں دیکھا
زانکہ ویرانہ بد اندر خاطرش	شد بخواب اندر ہمانجا منظرش
کیونکہ اس کے باطن میں ویرانہ تھا	خواب میں بھی اس کی اسی جگہ نظر پڑی
خویش در ویرانۂ خالی چو دید	او چناں محتاج اندر دم برید
جب اس نے اپنے آپ کو خالی ویرانہ میں دیکھا	اس ایسے ضرورتمند نے فوراً ہگ دیا
گشت بیدار و بدید آں جامہ خواب	پرحدث دیوانہ شد از اضطراب
بیدار ہوا اور اس نے سونے کا بستر دیکھا	نجاست سے بھرا ہوا پریشانی سے دیوانہ ہوگیا
زاند رون او برآمد صد خروش	زیں چنیں رسوائی بے خاک پوش
اس کے دل سے سینکڑوں آہیں نکلیں	مٹی میں نہ چھپنے والی ایسی رسوائی سے
گفت خوابم بد تر از بیداریم	کار نیکم بد تر از بدکاریم
بولا میرا سونا میری بیداری سے بدتر ہے	میری نیکی میری بدکاری سے (بھی) بری ہے
بانگ می زد وا ثبورا واثبور	آنچناں کہ کافراں روز نشور
ہائے ہلاکت ہائے ہلاکت کا شور کرتا تھا	جس طرح کافر حشر کے دن (کریں گے)
منتظر کہ کے شود ایں شب بسر	تا برآید از کشادن بانگ در
اس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہو گی	تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے

تا گزیرد او چو تیرے از کماں	تانہ بیند ہیچکس او را چناں
تاکہ وہ کمان سے تیر کی طرح بھاگ جائے	تاکہ اس کو کوئی اس حالت میں نہ دیکھے
قصہ بسیار است کوتہ میکنم	باز شد آں در رہید از درد و غم
قصہ بہت ہے میں مختصر کرتا ہوں	دروازہ کھلا اس کو درد و غم سے نجات ملی

شرح حبیبی

کچھ کافر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں مہمان ہوئے اور شام کے وقت مسجد نبوی میں آئے اور آکر عرض کیا آپ تمام عالم کے مہربان ہیں کیونکہ جس کسی کو جو کچھ ملتا ہے آپ ہی کے طفیل میں ملتا ہے۔ہم بھی آپ کے مہمان ہیں ہم مفلس ہیں اور دور سے آ رہے ہیں۔آپ ہم پر عنایت اور نور برسایئے! یہ سن کر وہ شاہ اور تمام بادشاہوں اور دیگر بندوں کے دستگیر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ صاحبو! ان کو تقسیم کرلو کیونکہ تم مجھ سے اور میری خصلت سے پر ہو۔اس لئے تم کو اس سے گرانی نہیں ہوسکتی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہر لشکر بادشاہ سے پر ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ سلطان کے دشمنوں کی تلواریں مارتے ہیں اور تم اپنے بھائیوں کے تلوار مارتے ہو۔بادشاہ ہی کے غصہ سے مارتے ہو ورنہ اپنے بھائیوں پر تمہیں کبھی غصہ آ سکتا ہے؟ اور تم اپنے بھائیوں کے بدوں اس کے کہ انہوں نے تمہارا کوئی قصور کیا ہو۔بادشاہ کے غصہ کے عکس سے تلوار مارتے ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ بادشاہ ایک جہان ہے اور لشکر اس سے پر ہے اور بادشاہ کی روح بمنزلہ پانی کے ہے اور سپاہیوں کے اجسام بمنزلہ نہروں کے۔

فائدہ: مقصود اس سے یہ نہیں ہے کہ بادشاہ کی روح حقیقتاً فوج میں حلول کئے ہے۔بلکہ مراد یہ ہے کہ لشکری بادشاہ کے خیالات سے متاثر ہوتے ہیں۔

یہ بھی وجہ ہے کہ اگر آب روح شاہ شیریں ہوتا ہے تو تمام ندیاں شیریں ہوتی ہیں اور اگر شور ہوتا ہے تو وہ بھی شور ہوتی ہیں۔یعنی بادشاہ اگر اچھا ہوتا ہے تو رعایا بھی اچھی ہوتی ہے اور اگر برا ہوتا ہے تو رعایا بھی بری ہوتی ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الناس علیٰ دین ملوکھم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔اب سنو کہ ہر ایک صحابی نے ایک ایک مہمان بانٹ لیا۔ان میں ایک مہمان بڑے پیٹ والا کافر تھا چونکہ اس کا جسم بہت بڑا تھا اس لئے اسے کوئی نہ لے گیا اور وہ مسجد میں یوں رہ گیا جیسے جام شراب میں تلچھٹ۔پس جبکہ وہ سب سے بچ رہا تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان پر لے آئے۔آپ کے گلہ میں سات بکریاں تھیں جو کہ دودھ دیتی تھیں اور مکان پر اس غرض سے موجود تھیں کہ کھانے کے وقت ان کا دودھ نکال لیا جائے۔پس وہ شب بھوکا شبیہ عوج بن عنق تمام کھانا کھا گیا اور تمام بکریوں کا دودھ پی گیا۔ چونکہ تمام گھر والے دودھ کے طمع میں تھے اور اس نے کسی کے لئے ہی نہ چھوڑا۔اس لئے سب کو اس پر غصہ آیا۔ القصہ! اس بسیار خور نے اپنے معدہ کو ڈھول سا بنالیا اور اٹھارہ آدمیوں کا کھانا اکیلا کھا گیا۔جب سونے کا وقت آیا تو

حجرہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ غصہ کے سبب سے ایک لونڈی نے آ کر آگے سے دروازہ بند کر دیا اور باہر سے زنجیر لگا دی کیونکہ وہ اس پر بہت غصہ تھی اور اس سے اسے تکلیف پہنچی تھی۔ اور اس کافر کو آدھی رات سے صبح تک قضائے حاجت کی سخت ضرورت محسوس ہوتی رہی اور پیٹ میں درد بھی رہا۔ اسی اثنا میں وہ اپنے بستر سے اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑا جب دروازہ کو ہاتھ لگایا تو اسے بند پایا اس چالاک نے دروازہ کھولنے کے لئے طرح طرح سے تدبیریں کیں مگر دروازہ نہ کھلا۔ اس کو قضائے حاجت کا تقاضے پر تقاضا ہوتا تھا ادھر مکان تنگ تھا اس لئے وہ سخت پریشان اور بے چارہ حیران تھا بالآخر وہ کسی تدبیر سے سو گیا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں جو کہ بیداری میں اسے جنگل کا بہت خیال تھا کیونکہ اسے قضائے حاجت کی ضرورت تھی اس لئے خواب میں بھی اسے وہی نظر پڑا۔

القصہ:۔ جب اس نے اپنے کو سنسان جنگل میں دیکھا تو اسے ضرورت تو تھی ہی فوراً پاخانہ پھر دیا۔ جب آنکھ کھلی تو اس نے کروٹوں کو گوہ میں لتھڑا ہوا پایا۔ یہ دیکھ کر فرط اضطراب سے دیوانہ ہو گیا اور اس رسوائی کے سبب جس کو خاک بھی نہیں دبا سکتی تھی اس کے دل میں آہیں نکلتی تھیں اور کہتا تھا کہ میرا سونا تو جاگنے سے بھی برا نکلا اور جس کام کو میں اچھا جانتا تھا وہ تو اس سے بھی برا نکلا جس کو میں برا سمجھتا تھا۔ الغرض وہ ارے میں تباہ ہو گیا۔ ارے میں برباد ہو گیا کے یوں نعرے مارتا تھا۔ جیسے کافر قیامت میں نعرہ لگائیں گے اور منتظر تھا کہ کب یہ رات ختم ہو کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے تا کہ میں یوں سٹک جاؤں جیسے کمان سے تیر۔ تا کہ کوئی شخص مجھے اس حالت میں نہ دیکھے خیر قصہ تو لمبا ہے مگر میں اسے مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اللہ اللہ کر کے دروازہ کھلا اور وہ اس تکلیف اور غم سے چھوٹ گیا۔

در حجرہ کشادن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر مہمان خود و خود را پنہاں کردن تا او خیال در کشانیدہ را نہ بیند و خجل نشود و گستاخ بیروں رود

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لئے حجرے کے دروازے کھولنا اور اپنے آپ کو چھپا لینا تا کہ وہ دروازہ کھولنے والے کی پرچھائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ ہو اور بے دھڑک باہر چلا جائے

مصطفیٰؐ صبح آمد و در را کشاد	صبح آں گمراہ را او راہ داد
صبح کو مصطفیٰؐ آئے اور دروازہ کھولا	صبح کو اس گمراہ کو انہوں نے راستہ دیدیا
در کشاد و گشت پنہاں مصطفیٰؐ	تا نگردد شرمسار آں مبتلا
دروازہ کھولا اور مصطفیٰؐ چھپ گئے	تا کہ وہ مصیبت کا مارا شرمندہ نہ ہو
تا بروں آید رود گستاخ او	تا نہ بیند در کشا را پشت و رو
تا کہ وہ باہر آ جائے اور بے دھڑک چلا جائے	تا کہ دروازہ کھولنے والے کی پشت اور چہرے کو نہ دیکھے
یا نہاں شد در پس دیوار یا	از ویش پوشید دامان خدا
یا تو دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا	ان کو اس سے خدا کے دامن نے چھپا لیا

صبغۃ اللہ گاہ پوشیدہ کند	پردۂ بیچوں براں ناظر تند
اللہ (تعالیٰ) کا رنگ کبھی چھپاتا ہے	بے کیفیت کا پردہ دیکھنے والے پر پڑ جاتا ہے
تانہ بیند خصم را پہلوئے خویش	قدرت یزداں ازیں بیش ست بیش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے	اللہ (تعالیٰ) کی قدرت بیش از بیش ہے
مصطفیؐ می دید احوال شبش	لیک مانع بود فرمان ربش
مصطفیؐ اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے	لیکن ان کے لئے اللہ (تعالیٰ) کا حکم مانع تھا
تاکہ پیش از خیط بکشاید رہے	تانیفتد زاں فضیحت در چہے
تاکہ (صبح کے) دھاگے سے پہلے وہ راستہ کھول دیں	تاکہ وہ اس رسوائی سے کنویں میں نہ گرے
لیک حکمت بود و امر آسماں	تابہ بیند خویشتن را او چناں
لیکن مصلحت تھی اور آسمان کا حکم	کہ وہ اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھ لے
بس عداوتہا کہ آں یاری بود	بس خرابیہا کہ معماری بود
بہت سی عداوتیں ہوتی ہیں کہ وہ دوستی ہوتی ہیں	بہت سی بربادیاں ہوتی ہیں کہ وہ آبادی ہوتی ہیں
چونکہ کافر باب را بکشادہ دید	نرم نرمک از کمیں بیروں دوید
جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا	گھات سے آہستہ آہستہ باہر بھاگ گیا
جامہ خواب پرحدث را یک فضول	قاصدا آورد در پیش رسولؐ
سنے ہوئے کپڑے کو ایک سادہ لوح	جان بوجھ کر آنحضورؐ کے سامنے لے آیا
کہ چنیں کردست مہمانت بہیں	خندۂ زد رحمۃ للعالمیں
کہ دیکھئے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے	جہانوں کی رحمت مسکرا دیئے
کہ بیار آں مطہرہ اینجا بہ پیش	تا بشویم جملہ را بادست خویش
کہ وہ لوٹا سامنے لے آ	تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھو دوں
ہر کسے می جست کز بہر خدا	جان ما و جسم ما قرباں ترا
ہر شخص دوڑا کہ خدا کے لئے	ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان ہے
مابشوئیم ایں حدث را تو بہل	کار دستست ایں نمط نہ کار دل
اس گندگی کو ہم دھو دیں گے آپ رہنے دیں	یہ ہاتھ کا کام ہے نہ کہ دل کا

اے لعمرک مر ترا حق عمر خواند	پس خلیفہ کرد و بر کرسی نشاند
اے تیری جان کی قسم (والے) تجھے اللہ نے عمر کہا	پھر قائم مقام بنایا اور کرسی پر بٹھایا
ما برای خدمت تو میزییم	چوں تو خدمت می کنی پس ما کیئیم
ہم آپ کی خدمت کے لئے زندہ ہیں	جب آپ خدمت کریں تو پھر ہم کیا ہیں؟
گفت آں دانم ولیک ایں ساعت ست	کہ دریں شستن بخویشم حکمت ست
فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے	کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے
منتظر بودند کیں قول نبیؐ ست	تا پدید آید کہ ایں اسرار چیست
وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبیؐ کا فرمان ہے	یہاں تک کہ معلوم ہو کہ یہ کیا راز ہے؟
او بجد می شست آں احداث را	خاص زامر حق نہ تقلید و ریا
وہ ان نجاستوں کو کوشش سے دھوتے تھے	خاص اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے نہ کہ تقلید اور ریا سے
کہ دلش میگفت کیں را تو بشو	کاندر اینجا ہست حکمت تو بتو
ان کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کو آپ خود دھوئیں	کہ اس جگہ اس میں تہ بہ تہ حکمتیں ہیں

شرح حبیبی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے اور دروازہ کھولا اور صبح کو اس کافر کو نکلنے کا راستہ دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے دروازہ کھولا اور خود چھپ گئے تا کہ وہ مصیبت زدہ شرمندہ نہ ہو اور بے تکلف باہر آ جائے اور وہ دروازہ کھولنے والے کا چہرہ یا ہیئت نہ دیکھے جس سے وہ شرمندہ ہو۔ اب آپ کے اختفاء کی دو صورتیں ہیں یا تو آپ دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا آپ ظاہر رہے مگر دامن حق سبحانہ نے اس سے آپ کو چھپا لیا یعنی چونکہ آپ خدا کے رنگ میں رنگے ہوئے اور اس کی صفات سے متصف تھے اور حق سبحانہ کی ایک صفت بطون وخفا بھی ہے۔ اس لئے آپ مخفی ہو گئے ہوں گے کیونکہ کبھی رنگ خدا ہی منصبغ کو چھپا لیتا ہے اور بے کیف پردہ دیکھنے والے کی آنکھوں پر ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے مخالف کو اپنے پہلو میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ تم اس کو بعید نہ سمجھنا۔ اس لئے کہ حق سبحانہ کی قدرت اس سے بے انتہا زائد ہے۔ پس ایسا کرنا اس کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں۔

القصہ:۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رات کی حالت کو باعلام الٰہی دیکھ رہے تھے۔ مگر حکم الٰہی آپ کو دروازہ کھولنے سے مانع تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ صبح سے پیشتر دروازہ کھول دیں تا کہ صبح کو رسوائی کے سبب وہ کنوئیں میں نہ ڈوب مرے مگر حکمت حق سبحانہ اور امر الٰہی یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے کو رسوا دیکھے۔ اس لئے نہ کھول سکے۔

فائدہ:۔ میرے نزدیک تا کہ پیش از خبط الخ کی تقدیر او میخواست کہ پیش از خبط الخ ہے۔ ولم احصل ما قال

المحشون۔ گو آپ کا یہ فعل بظاہر مخالفت تھا مگر نتیجہ اس کا بہتر تھا اور کچھ مستبعد نہیں۔ کیونکہ بہت سی عداوتیں ایسی ہوتی ہیں جو مآل کے لحاظ سے دوستی ہوتی ہیں اور بہت سی ویرانیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا انجام تعمیر ہوتا ہے۔ لہذا وہ عداوتیں اور ویرانیاں قابل قدر ہوتی ہیں نہ کہ قابل ناگواری۔

الغرض:۔ جب اس کافر نے دروازہ کھلا دیکھا تو دبے دبے پاؤں حجرہ سے باہر بھاگ گیا جب وہ نکل گیا اور کوئی شخص اندر پہنچا تو وہ اس گوہ میں لتھڑے ہوئے کپڑے کو بالقصد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لایا اور کہا کہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضور کے مہمان نے یہ حرکت کی ہے۔ رحمت للعالمین نے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور فرمایا کہ لوٹا لاؤ۔ ہم خود اپنے ہاتھ سے اسے دھوئیں گے۔ یہ سن کر یہ شخص دوڑا اور عرض کیا کہ آپ پر ہماری جانیں اور ہمارے جسم قربان ہوں برائے خدا آپ رہنے دیجئے۔ اس نجاست کو ہم دھوئیں گے۔ ہم بمنزلہ ہاتھ کے ہیں اور آپ بمنزلہ دل کے۔ یہ کام ہاتھ کا ہے نہ کہ دل کا۔

حق سبحانہٗ نے آپ کو یعنی آپ کی حیات کو اپنی حیات کہا ہے۔ اس بناء پر آپ کو اپنا خلیفہ کر کے خلد میں اپنی جگہ کرسی پر بٹھلایا ہے یعنی بجائے لعمری کے لعمرک کہا ہے۔

پس یہ کام آپ کے شایان شان نہیں ہے ہم تو آپ ہی کی خدمت کے لئے جیتے ہیں۔ پس جب آپ کام کریں گے تو ہم کس مرض کی دوا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہی جانتا ہوں لیکن یہ ایک ایسا وقت ہے جس میں میرے اس کو اپنے ہاتھ سے دھونے میں ایک خاص مصلحت ہے جو تمہارے دھونے پر مرتب نہ ہوگی۔ اس لئے میں اسے خود دھوتا ہوں۔ لوگ منتظر تھے اور جانتے تھے کہ کہیں جلدی سے ظاہر ہو کہ یہ کیا بھید ہے کیونکہ یہ نبی کا قول ہے جو غلط نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کوئی بھید ضرور ظاہر ہوگا۔

غرضکہ آپ نے اسے خوب مل مل کے دھورہے تھے اور یہ بحکم حق سبحانہ تھا نہ تو کسی رسم کی پابندی کی بناء پر اور نہ دکھاوے کے لئے۔ امرحق ہم نے اس لئے کہا ہے کہ خود بخود آپ کا دل متقاضی تھا کہ اسے آپ خود دھوئیں کیونکہ اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔

سبب رجوع کردن آں مہمان بخانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دراں ساعت کہ نہالین ملوث اورا بدست مبارک خودمی شست وخجل شدن او وجامہ چاک کردن ونوحہ کردن او برخود و برحال خود و مسلمان شدن

اس مہمان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اس وقت واپس آنے کا سبب جس وقت کہ وہ سنے ہوئے نہالچوں کو اپنے دست مبارک سے دھورہے تھے اور اس کا اپنے اوپر اور اپنی حالت پر شرمندہ ہونا اور کپڑے پھاڑنا اور رونا اور مسلمان ہوجانا

کافرک را ہیکلے بد یادگار	یا وہ دید آنرا وگشت او بیقرار
اس حقیر کافر کے پاس ایک یادگار مورتی تھی	اس نے اس کو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا

گفت آں حجرہ کہ شب جا داشتم	ہیکل آنجا بے خبر بگذاشتم
کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات قیام کیا تھا	لاعلمی میں مورتی اس جگہ چھوڑ آیا ہوں
گرچہ شرمیں بود شرمش حرص برد	حرص اژدرہاست نے چیزیست خرد
اگرچہ وہ شرمندہ تھا (لیکن) لالچ نے اس کی شرمندگی ختم کر دی	حرص اژدہائے چھوٹی چیز نہیں ہے
از پئے ہیکل شتاب اندر دویذ	در وثاق مصطفیٰ آں را بدید
مورتی کی خاطر جلدی سے اندر گھس گیا	مصطفیٰ کے حجرے میں اس کو دیکھا
کاں یداللہ آں حدث را ہم بخود	خوش ہمی شوید کہ دورش چشم بد
کہ وہ اللہ کے ہاتھ اس نجاست کو خود	بہت اچھی طرح دھو رہے ہیں خدا ان کو نظر بد سے بچائے
ہیکلش از یاد رفت و شد پدید	اندر و شورے گریباں را درید
مورتی اس کے حافظہ سے نکل گئی اور پیدا ہو گیا	اس کے اندر ایک شور (تھا جس نے) اس کے گریبان کو پھاڑ ڈالا
میزد او دو دست را بر رو و سر	کلہ را میکوفت بر دیوار و در
وہ دھتر منہ اور سر پر مارتا تھا	سر کو در و دیوار سے ٹکراتا تھا
آنچناں کہ خوں زبینی و سرش	شد روان و رحم کرد آں مہترش
اس طرح کہ اس کی ناک اور سر سے خون	بہہ پڑا اور ان بزرگوار نے اس پر رحم کیا
نعرہا زد خلق جمع آمد برو	گبر گویاں ایہا الناس احذرو
اس نے نعرے مارے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے	کافر کہتا تھا اے لوگو! ڈرو
میزد او بر سر کہ اے بے عقل سر	میزد او بر سینہ کاے بے نور بر
وہ سر پیٹتا تھا کہ اے بے عقل سر!	وہ سینہ کوٹتا تھا کہ اے بے نور جسم!
سجدہ میکرد او کہ اے کل زمیں	شرمسارست از تو ایں جزو مہیں
وہ سجدہ کرتا تھا کہ اے عالم کے مجموعے!	یہ ذلیل جزو آپ سے شرمندہ ہے
تو کہ کلی خاضع امر وئی	من کہ جزوم ظالم و لد و غوی
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اس کے حکم پر جھکے ہوئے ہیں	میں جو کہ جزو ہو ظالم اور سرکش اور گمراہ ہوں
تو کہ کلی خوار و لرزانی زحق	من کہ جزوم در خلاف و در سبق
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اللہ (تعالیٰ) سے خوار اور اللہ سے لرزاں ہیں	میں جو کہ جزو ہوں خلاف اور سرکشی میں ہوں

ہر زماں میکرد رو بر آسماں	کہ ندارم روی ایں قبلہ جہاں
ہر آن آسمان کی طرف منہ کرتا	کہ اس قبلہ عالم کے سامنے میرا منہ نہیں ہے
چوں زحد بیروں بلرزید و طپید	مصطفیٰؐ اش در کنار خود کشید
جب وہ حد سے زیادہ لرزا اور تڑپا	مصطفیٰؐ نے اس کو اپنی بغل میں لے لیا
ساکنش کرد و بسے بنواختش	دیدہ اش بکشاد و دادا شناختش
اس کو سکون دلایا اور اس کو بہت نوازا	اس کی آنکھیں کھولیں اور انہوں نے اس کو پہچان عطا کی
تا نگرید ابر کے خندد چمن	تا نگرید طفل کے جوشد لبن
جب تک ابر نہیں روتا ہے چمن کب مسکراتا ہے؟	جب تک بچہ روتا نہیں ہے دودھ کب جوش مارتا ہے؟
طفل یک روزہ ہمیداند طریق	کہ بگریم تارسد دایہ شفیق
ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جانتا ہے	کہ میں رو پڑوں تاکہ مہربان دایہ آ جائے
تو نمی دانی کہ دایہ دائیگاں	کم دہد بے گریہ شیر او رائیگاں
تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ	خواہ مخواہ بے روئے دودھ نہیں دیتی ہے
گفت ولیبکوا کثیراً گوش دار	تا بریزد شیر فضل کردگار
"اور چاہئے وہ بہت روئیں" کے قول کو یاد رکھ	تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت دودھ بہا دے
گریۂ ابرست و سوز آفتاب	استن دنیا ہمیں دو رشتہ تاب
ابر کا رونا ہے اور سورج کی جلن	دنیا کے ستون یہی دو رشتے چمکانے والے ہیں
گر نبودے سوز مہر و اشک ابر	کے شدے اجسام ما زفت وسطبر
اگر سورج کی جلن اور ابر کے آنسو نہ ہوتے	ہمارے جسم موٹے اور بھاری کب ہوتے
کے بدے معمور ایں ہر چار فصل	گر نبودے ایں تف وایں گریہ اصل
یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں؟	اگر یہ جلن اور رونا بنیاد نہ بنتا
سوز مہر و گریۂ ابر جہاں	چوں ہمیدارد جہاں در خوش دہاں
دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا سوز	جبکہ دنیا کو خوش عیش بناتا ہے
آفتاب عقل را در سوز دار	چشم را چوں ابر اشک افروز دار
عقل کے سورج کو شورش میں رکھ	آنکھوں کو ابر کی طرح آنسو بہانے والی رکھ

چشم گریان بایدت چوں طفل خورد	کم خور آں نانرا کہ نان آب تو برد
تجھے چھوٹے بچہ کی طرح رونے والی آنکھیں درکار ہیں	وہ روٹی نہ کھا جو تیری عزت کو برباد کر دے
تن چو بابرگست روز و شب ازاں	شاخ جاں در برگ ریزست و خزاں
جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ	جان کی شاخ پت جھڑ اور خزاں میں ہے
برگ تن بے برگی جانست زود	ایں بباید کاستن آں را فزود
جسم کی سبزی، جان کا پت جھڑ ہے، جلد	اس کو گھٹانا، اس کو بڑھانا چاہئے
اقرضوا اللہ قرض دہ زیں برگ تن	تا بروید در عوض در دل چمن
اللہ (تعالیٰ) کو قرض دو اس جسم کی توانائی میں سے قرض دے	تاکہ بدلے میں دل میں چمن اگے
قرض دہ کم کن ازیں لقمہ تنت	تانماید وجہ لا عین رأت
قرض دے اپنے جسم کے لقمے کو کم کر	تاکہ جس کو آنکھ نے نہیں دیکھا وہ منہ دکھائے
تن زسرگیں خویش چوں خالی کند	پرز مشک و در اجلالی کند
جب تو جسم کو اپنے پاخانے سے خالی کر لے گا	اجلال کے موتی اور مشک سے بھر لے گا
زیں پلیدی برہد و پاکی برد	از یطہر کم تن او بر خورد
اس ناپاکی سے نجات پا جائے گا اور پاکی حاصل کر لے گا	"وہ تمہیں پاک کرتا ہے" اس کا جسم پھل کھائے گا
دیو میترساندت کیں ہیں و ہیں	زیں پشیماں گردی و گردی حزیں
شیطان تجھے ڈراتا ہے کہ ہائیں ہائیں	اس سے تو شرمندہ ہو گا اور غمگین بنے گا
گر گدازی زیں ہوسہا تو بدن	پس پشیمان و غمیں خواہی شدن
اگر تو ان ہوسوں سے بدن کو گھلائے گا	تو شرمندہ اور غمگین ہو گا
ایں بخور گرم ست و داروی مزاج	واں بیاشام از پئے نفع و علاج
یہ کھا لے گرم ہے اور مزاج کی دوا ہے	اور نفع و علاج کے لئے وہ پی لے
ہم بدیں نیت کہ ایں تن مرکبست	آنچہ خو کردست آنش اصوبست
نیز اس نیت سے کہ یہ جس پر سواری ہے	جس کی اس کو عادت ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے
ہیں مگرداں خو کہ پیش آید خلل	در دماغ و دل بزاید صد علل
خبردار! عادت نہ بدل نقصان ہو گا	دل اور دماغ میں سینکڑوں بیماریاں پیدا ہوں گی

ایں چنیں تہدید ہا آں دیودوں	آرد و بر خلق خواند صد فسوں
اس طرح کی دھمکیاں وہ کمینہ ' شیطان	دیتا ہے اور لوگوں پر سینکڑوں منتر پڑھتا ہے
خویش جالینوس سازد در دوا	تا فریبد نفس بیمار ترا
اپنے آپ کو دوا میں جالینوس بناتا ہے	تاکہ تیرے بیمار نفس کو فریب دے
کیں ترا سودست از درد و غمی	گفت آدمؑ را ہمی در گندمی
کہ یہ درد اور غم تیرے لئے مفید ہے	گیہوں کے بارے میں آدمؑ سے یہی کہا
پیش آرد ہی ہے وہیہات را	در لویشہ پیچد او لبہات را
ہائے ہائے اور افسوس کو پیش کرتا ہے	تیرے ہونٹوں کو ڈوری سے باندھ دیتا ہے
ہمچو لبہائے فرس در وقت نعل	تا نماید سنگ کمتر را چو لعل
جیسا کہ نعل (بندی) کے وقت گھوڑے کے ہونٹ	تاکہ کمتر پتھر کو لعل (بنا کر) دکھا دے
گوشہایت گیرد و چوں گوش اسپ	میکشاند سوی حرص و سوی کسب
تیرے کان پکڑتا ہے اور گھوڑے کے کان کی طرح	حرص اور کمائی کی جانب کھینچتا ہے
برزند برپات نعلے ز اشتباہ	کہ بمانی توز درد آں ز راہ
تیرے پاؤں میں شبہ کا نال جڑ دیتا ہے	کہ تو اس کی تکلیف سے راستے سے رک جاتا ہے
نعل او ہست آں تردد در دو کار	ایں کنم یا آں کنم ہیں ہوشدار
اس کا نعل، دو کاموں میں تردد ہے	یہ کروں یا وہ کروں خبردار! ہوشیار رہ
آں بکن کہ ہست مختار نبیؐ	آں مکن کہ کرد مجنون و صبی
وہ کر جو نبیؐ کا پسندیدہ ہے	وہ نہ کر جو پاگل اور بچے نے کیا
حفت الجنۃ بچہ محفوف گشت	بالمکارہ کہ ازو افزود گشت
''جنت کو ڈھانپ دیا گیا ہے'' کاہے سے ڈھانپا گیا ہے؟	ناپسندیدہ چیزوں سے، جن کو اس نے بڑھا رکھا ہے
صد فسوں دارد ز حیلت و زدہا	کاں کند در سلہ گرہست اژدہا
مکر اور حیلے کے سینکڑوں منتر رکھتا ہے	کہ ٹوکری میں ڈال دیتا ہے خواہ اژدہا ہو
گر بود آب رواں بر بنددش	ور بود حبر زماں برخندش
اگر بہتا پانی ہو اس کو روک دیتا ہے	اگر عالم زمانہ ہو اس کا مذاق اڑاتا ہے

گر بود کوہے چو کہ بر بایدش	دست برد خویشتن بنمایدش
اگر پہاڑ ہو اس کو تنکے کی طرح اڑا دیتا ہے	اپنے غلبہ کی اس پر نمائش کرتا ہے
عقل را با عقل یارے یار کن	امرھم شوریٰ بخوان و کارکن
عقل کو کسی دوست کی عقل کا دوست بنا	''ان کا معاملہ باہمی مشورہ ہے'' کو پڑھ اور کام کر

شرح حبیبی

اس کافر کے پاس ایک ہیکل (تعویذ) جو بطور یادگار کے تھا وہ گم ہو گیا۔ اور اس کے گم ہو جانے کے سبب اسے بے چینی لاحق ہوئی اس نے اپنے دل میں کہا کہ جس حجرہ میں میں شب گزار رہا تھا شاید اس میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہاں سے چل کر لانا چاہئے۔ گو وہ شرمندہ تھا مگر اس کی شرم کو اس کے حرص نے کھو دیا۔ یہ حرص ایک اژدہا ہے کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اس سے خدا بچائے۔

الغرض! وہ اس ہیکل کی خاطر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر دوڑا ہوا آیا۔ وہاں آ کر آپ کو دیکھا کہ آپ کا ہاتھ جس کو حق سبحانہ نے یداللہ فرمایا ہے۔ ہذا ھوالمراد ولا تلتفت الی ما قال بحرالعلوم)

چشم بد دور اس نجاست کو خود بغایت بے تکلف دھو رہا ہے۔ یہ واقعہ دیکھ کر وہ ہیکل کو تو بھول گیا اور اس کے اندر جوش اعتقاد سے ایک شورش پیدا ہوئی۔ اور اس نے اس شورش سے اپنا گریبان چاک کر ڈالا وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ اور سر پیٹتا تھا۔ اور سر کو دیوار سے یوں ٹکراتا تھا کہ اس کے ناک اور سر سے خون جاری تھا یہ دیکھ کر سید البشر کو اس پر ترس آیا وہ بہت کچھ ہاہو کر رہا تھا۔ جس سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کو سنبھالنے لگے مگر وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھ سے الگ رہیں اور سر پھوڑنے دو۔ وہ اپنا سر پیٹتا تھا اور کہتا تھا کہ اے بے عقل سر! تو توڑ ڈالنے کے ہی قابل ہے اور سینہ کو تا تھا اور کہتا تھا کہ اے بے نور سینہ! تو پھاڑ ڈالنے کے قابل ہے وہ سجدہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کل زمین۔ تیرا یہ ذلیل جزو تجھ سے شرمندہ ہے کیونکہ تو جو کہ کل ہے۔ حق سبحانہ کے حکم کے ساتھ سرفگندہ ہے اور میں کہ تیرا جزو ہوں ظالم اور جھگڑالو۔ اور گمراہ ہوں جو کہ تیرے لئے موجب ننگ ہے اور تو جو کہ کل ہے یہ خدا کے سامنے ذلیل اور اس کے خوف سے لرزاں ہے۔ لیکن میں کج مزاج ہوں۔ اس کا مخالف اور اس کی حدود سے بڑھ جانے والا ہوں۔ وہ آسمان کی طرف منہ کئے ہوئے تھا اور کہتا تھا کہ میں اس قبلہ جہاں کو نہ میں منہ دکھلانے کے قابل ہوں (زمین کو قبلہ جہاں اس لئے کہا کہ وہ مرکز عالم ہے۔ وقال المحشون المراد من کل الارض ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و من الارض ہو۔ العالم ولیس کذلک کما لا یخفی علی من لہ ذوق سلیم)

الغرض: جب کہ اس کا اضطراب اور بے قراری حد سے گزر گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی آغوش میں لے لیا اور اس کو تسکین دی اور بہت کچھ نوازا۔ اس کی آنکھیں کھول دیں اور اسے معرفت حق سبحانہٗ سے مالا مال کر دیا یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور رونے کی خوبی اور اس کی ضرورت

بیان فرما کر اور اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ رونا اپنے اندر ثمرات عجیبہ رکھتا ہے۔ دیکھو جب تک ابر نہ روئے چمن کیسے کھل سکتا ہے اور بچہ جب تک نہ روئے دایہ کا دودھ کیسے جوش میں آ سکتا ہے غضب کی بات ہے کہ ایک دن کا بچہ تو مانگنے کا طریق جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے رونا چاہئے تا کہ دایہ شفیق ہو کر مجھے دودھ پلائے مگر تم نہیں جانتے کہ مربی میرے یعنی حق سبحانہٗ۔ اپنی خاص نعمتوں سے بدوں روئے اور بیٹھے بٹھلائے بہت کم کسی کو بہرہ ور کرتے ہیں۔ تم حق سبحانہ کا ارشاد ولیبکوا کثیرا اُس لو۔ اور خوب روؤ تا کہ عنایت حق کا دودھ تم پر برس پڑے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ آیت میں ولیبکوا کثیراً سے طلب گریہ مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے توبیخ و تقریع منافقین مقصود ہے۔ مگر مولانا علیٰ سبیل الاعتبار یا بناء علی المشہور یہ کہ تفسیر کی ہے جیسا کہ اس کی عادت ہے)۔ دیکھو! گریہ ابر اور سوز آفتاب یہ دو بٹی ہوئی ڈوری ہی عالم کا ستون ہیں جس پر بقائے عالم کا مدار ہے کیونکہ اگر سوز آفتاب اور گریہ ابر نہ ہو تو ہمارے اجسام موٹے تازہ نہیں ہو سکتے۔ اور ہم بھوکوں مر جائیں اور اگر گرمیٔ آفتاب اور گریۂ ابر نہ ہو تو یہ چاروں فصلیں جو ہماری حیات کا مدار ہیں وجود میں نہیں آ سکتیں اور جب ہم زندہ نہیں رہ سکتے تو عالم قائم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ان کا وجود انسان کے وجود کے تابع ہے۔ بس جب اصل نہ رہے گا تابع ہی نہ رہے گا۔ پس جبکہ معلوم ہو گیا کہ سوز مہر اور گریۂ ابر ایسی عظیم الشان چیزیں ہیں کہ ان پر بقاء عالم کا مدار ہے تو تم کو چاہئے کہ اپنے آفتاب عقل کو تاباں رکھو۔ تا کہ اس کی حرارت یعنی اثر سے تمہاری حالت درست ہو۔ اور اپنی آنکھ کو ابر کی طرح گریاں رکھو۔ تم کو رونے والی آنکھ کی یوں ہی ضرورت ہے۔ جیسے چھوٹے بچے کی۔ کیونکہ جس طرح اسے رو کر دایہ سے دودھ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ بس ہم کو رونا چاہئے اور روٹی کم کھانا چاہئے یعنی تنعم میں نہ رہنا چاہئے بلکہ مجاہدہ و ریاضت کرنی چاہئے۔ کیونکہ روٹی (تنعم) تم کو حق سبحانہٗ کے نزدیک بے وقعت کرتی ہے اور چونکہ تنعم کے سبب تمہارا نفس ہمیشہ برابر ارہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہاری شاخ جان پت جھڑ اور خزاں میں مبتلا ہے یعنی خراب وخستہ حالت میں ہے۔ یاد رکھو! کہ جس قدر نفس کی حالت ٹھیک ہوگی اسی قدر روح کی حالت خراب ہوگی۔ پس تم کو چاہئے کہ فوراً نفس کو گھٹاؤ اور روح کو بڑھاؤ۔

حق سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اقرضوا اللہ قرضاً حسناً اور یہ امر اپنے اطلاق سے جس طرح انفاق مال کو شامل ہے۔ یوں ہی صرف نفس کو بھی شامل ہے۔ پس تم کو سامان نفس کی خدا کی راہ میں صرف کرنا چاہئے۔ تا کہ اس کے عوض میں تمہارے دل میں گلشن معارف پیدا ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ حق سبحانہ کو قرض دو۔ اور نفس کی غذا کم کر کے اس کو خدا کی راہ میں صرف کرو۔ تا کہ اس کے صلہ میں تمہارے سامنے وہ نعمتیں جلوہ گر ہوں۔ جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی شخص کے دل میں ان کا تصور آیا۔

پس جب کہ اس طریق سے نفس صفات ذمیمہ سے جو کہ مثل گوبر کے ہیں پاک صاف ہو جاوے گا اور امارہ سے مطمئنہ ہو جائے گا اس وقت وہ صفات حمیدہ سے جو کہ بمنزلہ مشک اور بیش قدر موتیوں کے ہیں مالا مال ہوگا اور اس نجاست سے طہارت پا کر پاک صاف ہو جائے گا اور حق سبحانہ تم پر باران رحمت برسائیں گے جس سے تمہارا نفس تطہیر حق سبحانہ سے متمتع ہوگا اور نجاست شیطانی تم سے دور ہوگی۔

فیہ اشارۃ الیٰ قولہ تبارک و تعالیٰ و ینزل علیکم من السمآء مآء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطٰن.

فائدہ:۔ واضح رہے کہ مولانا کے کلام میں جہاں کسی تن کو فنا کرنے اور اس کو گھٹانے کا حکم ہے۔ وہاں نفس مراد ہے کیونکہ جسم کو کمزور کرنا مقصود شرعی نہیں بلکہ نفس کو مارنا مقصود ہے۔ پس اگر نفس کو جائز راحت پہنچائی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے) اب مولانا تن پروری کے منشا کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم جو نفس پروری میں مشغول ہو اور اس کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم کو شیطان ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو خبردار! تنعم میں کمی نہ کرنا ورنہ تم پشیمان اور مغموم ہوگے اور اگر تم نفس کو اس کی خواہشات سے روک کر اسے کمزور کرو گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم پشیمان اور مغموم ہوگے۔ پس تم یہ کھاؤ کیونکہ یہ مزاج کی مصلح دوا ہے اور یہ پیو کہ اس سے تم کو نفع ہوگا اور تمہاری مرض کا علاج ہو جائے گا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

غرضکہ وہ تنعم ہی میں مصروف رکھتا ہے اور وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے وہ باقی رہنا ضروری ہے ۔پس اس کو باقی رکھنا چاہئے اور جن چیزوں کا یہ عادی ہے وہ اس کو دینی چاہئیں کیونکہ یہ ہی اس کے لئے بہتر ہے۔

دیکھو! عادت کو نہ چھوڑنا ورنہ نقصان ہوگا اور دل و دماغ میں سینکڑوں بیماریاں اٹھاؤ گے۔ غرضکہ وہ کمینہ شیطان سینکڑوں حیلے کرتا ہے اور مخلوق پر سینکڑوں منتر پھونکتا ہے وہ اپنے آپ کو علاج میں جالینوس بنالیتا ہے تا کہ تمہارے نفس بیمار کو دھوکہ دے اور اسے خواہشات لایعنی پر آمادہ کرے اور کہتا ہے کہ یہ شے تم کو تکلیف اور رنج سے فائدہ بخشے گی تم کو اسے حاصل کرنا چاہئے اس کم بخت نے آدم علیہ السلام کو بھی گیہوں کے متعلق یہ ہی کہہ کر دھوکہ دیا تھا۔ غرضکہ وہ بہت کچھ تحذیر کرتا ہے اور اس طرح تمہارے منہ میں ہانٹی دے کر تمہیں اپنے قابو میں کر لیتا ہے جس طرح کہ نعل لگانے کے وقت گھوڑوں کو ڈھانٹی دے کر قابو میں کر لیتے ہیں تا آنکہ وہ ایک نہایت حقیر چیز کو تمہاری نظر میں نہایت وقیع کر دیتا ہے اور وہ تمہارے منہ کان پکڑ لیتا ہے جس طرح گھوڑے کے کان پکڑ لیتے ہیں اور اس طرح اپنے قابو میں کر کے وہ تمہیں حرص اور کسب غیر ضروری کی طرف متوجہ کرتا ہے اور تمہارے پاؤں میں شبہ کی ایسے نعل ٹھوک دیتا ہے جس کی تکلیف سے تم راہ راست پر نہیں چل سکتے اور وہ یہ ہے کہ جس اچھے کام کا تم ارادہ کرتے ہو وہ اس میں نقصان سمجھا کر تمہیں مذبذب کر دیتا ہے اور تم کہتے ہو کہ یہ کام کروں یا اس کے خلاف۔ پس تم کو خیال رکھنا چاہئے اور وہ کام کرنا چاہئے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ ہے اور وہ نہ کرنا جو بچے اور دیوانہ یعنی اہل دنیا بے عقلی کرتے ہیں یہ مسلم ہے کہ تم کو نفس و شیطان کی مخالفت اور ترک تن پروری سے تکلیف ہو گی مگر تم کو واضح رہے کہ جنت ڈھکی اور گھری ہوئی ہے۔ تم پوچھو گے کہ کن چیزوں سے گھری ہوئی ہے لو ہم بتائے دیتے ہیں ناگوار باتوں سے جن سے کشت عمل میں ترقی ہوتی ہے اور بے حد ثمرات ملتے ہیں۔

پس جبکہ جنت ناگوار باتوں سے گھری ہوئی ہے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے ان کا جھیلنا ضروری ہے ہم پھر کہتے ہیں کہ اس کو چالاکی اور ہوشیاری کے سبب سینکڑوں منتر یاد ہیں۔ جن سے اگر اژدھا ہی ہو تو وہ اسے ٹوکری میں بند کر سکتا ہے اور اگر بہتا ہوا پانی ہو تو وہ اسے روک سکتا ہے اور اگر کوئی علامۂ دہر ہو تو اس پر تحقیراً ہنستا ہے کہ یہ بے چارہ کیا چیز ہے جو مجھ سے بچ سکے گا اور اگر پہاڑ ہی ہو تو اسے سکے کی طرح اڑا دیتا ہے اور اپنی کاریگری کا

اسے مشاہدہ کراتا ہے۔ پس ایسی حالت میں تم کو چاہئے کہ اپنی عقل کو شیخ کامل کی عقل کے ساتھ ملاؤ اور امرھم شوریٰ بینھم جو مومنین کی علامت بیان کی گئی ہے اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرو۔

نواختن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مہمان را و تسکین دادن اورا از اضطراب وگریہ ونوحہ کہ برخود میکرد از خجالت وندامت وآتش نومیدی

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عرب مہمان کو نوازنا اور اس کو اضطراب اور رونے اور اس نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شرمندگی اور ندامت اور ناامیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کر رہا تھا

ایں سخن پایاں ندارد آں عرب	ماند از الطاف آں شہ در عجب
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے وہ عرب	ان شاہ کی مہربانیوں سے تعجب میں رہ گیا
خواست دیوانہ شدن عقلش رمید	دست عقل مصطفیٰ بازش کشید
اس نے دیوانہ بننا چاہا، اس کی عقل بھاگ گئی	(حضرت) مصطفیٰ کی عقل کے ہاتھ نے اس کو پھر کھینچا
گفت ایں سو آبیامد آں چناں	کہ کسے برخیزد از خواب گراں
فرمایا (ادھر آ) وہ اس طرح آیا	کہ جیسے کوئی بھاری نیند سے اٹھے
گفت ایں سودا مکن ہیں باخود آ	کہ ازیں سو ہست باتو کارہا
اس سے فرمایا یہ دیوانگی نہ کر، خبردار! ہوش میں آ جا	کیونکہ اس طرف تجھ سے بہت کام ہیں
آب بر روزد درآمد در سخن	کاے شہید حق شہادت عرضہ کن
اس کے منہ پر پانی چھڑکا، وہ بولا	کہ اے اللہ (تعالیٰ) کے گواہ (کلمۂ) شہادت پیش کیجئے
تا گواہی بدہم و بیروں شوم	سیرم از ہستی دراں ہاموں شوم
تاکہ میں کلمہ شہادت پڑھ لوں اور باہر نکل جاؤں	میں ہستی سے سیر ہو گیا ہوں، اس جنگل میں چلا جاؤں
ما دریں دہلیز قاضی قضا	بہر دعوی الستیم و بلےٰ
ہم قضا کے قاضی کی چوکھٹ پر	الست اور بلیٰ کے دعوے کی وجہ سے ہیں
کہ بلیٰ گفتیم و آں راز امتحاں	فعل و قول ما شہودست و بیاں
کہ ہم نے بلیٰ کہا ہے اور اس کی آزمائش کے لئے	ہمارا قول و فعل گواہ اور بیان ہیں
از چہ در دہلیز قاضی تن زدیم	نے کہ ما بہر گواہی آمدیم
ہم قاضی کی چوکھٹ پر خاموش کیوں ہیں؟	کیا ہم گواہی کیلئے نہیں آئے ہیں

چند در دہلیز قاضی اے گواہ	حبس باشی دہ شہادت از پگاہ
اے گواہ! قاضی کی چوکھٹ پر کب تک	قید رہے گا' صبح سے گواہی دے دے
زاں بخوانندت بدینجا تاکہ تو	آں گواہی بدہی و ناری عتو
انہوں نے تجھے یہاں اس لئے بلایا ہے کہ تو	وہ گواہی دیدے اور سرکشی نہ کرے
از لجاج خویشتن بنشستۂ	اندریں تنگی لب و کف بستۂ
تو اپنے جھگڑالو پن سے بیٹھا ہوا ہے	اس تنگی میں تونے ہونٹ اور ہاتھ باندھ لئے ہیں
تانہ بدہی آں گواہی اے شہید	تو ازیں دہلیز کے خواہی رہید
اے گواہ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا	تو اس چوکھٹ سے کب چھٹے گا؟
یک زماں کاریست بگذارد بتاز	کار کوتہ را مکن بر خود دراز
تھوڑی دیر کا کام ہے' کردے اور بھاگ جا	مختصر کام کو اپنے لئے لمبا نہ کر
خواہ درصد سال وخواہی یکزماں	ایں امانت را گزار و وارہاں
خواہ سو سال میں اور خواہ تھوڑی دیر میں	یہ امانت ادا کردے اور چھوٹ جا

شرح حبیبی

خیر یہ گفتگو تو بے انتہا ہے۔ اب سنو! کہ وہ عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف وعنایات دیکھ کر دنگ رہ گیا اور جوش محبت سے اسے دیوانہ ہوتا اور اس کی عقل رفو چکر ہوتی جاتی۔ لیکن دست عقل مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سنبھالا یعنی آپ نے فرمایا میاں ادھر آؤ۔ اس پر وہ یوں مخمور آیا جیسے کوئی گہری نیند سے اٹھ کر آتا ہو تب آپ نے اس سے کہا کہ اس جنون کو چھوڑ دو اور آپے میں آؤ کیونکہ عالم ہوش میں تمہیں بہت سے کام کرنے ہیں اور اس کے منہ پر چھینٹا دیا اس پر وہ ہوش میں آیا اور کہا کہ اے خدا کے گواہ آپ مجھ پر کلمہ شہادت پیش فرمایئے تاکہ میں گواہی دے کر تنگنائی ہستی سے نکل جاؤں۔ کیونکہ اس سے میرا جی بھر گیا ہے۔ اب میں صحرائے فنا میں پہنچ جاؤں۔ اب مولانا اس شہادت کی تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم قضیۂ الست بربکم اور اس کے جواب بلیٰ کے لئے دہلیز قاضی قضا یعنی عالم ہستی میں آئے ہیں کیونکہ ہم نے سوال الست کے جواب میں جو کہ ہم سے لیا گیا ہے۔ بلیٰ کہا تھا۔ پس اس کے ثبوت کی ضرورت ہے اور ہمارے اقوال وافعال اس کا ثبوت اور اس کے گواہ ہیں۔ جب ہمارے آنے کا یہ مقصد ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم دہلیز قاضی (ہستی) میں خاموش کیوں بیٹھے ہیں اور گواہی کیوں نہیں دیتے کیا ہم گواہی کے لئے نہیں آسکتے تھے۔ ضرور آئے تھے۔ تو پھر یہ خاموشی کیوں ہے اور گواہی کیوں نہیں دی جاتی اور اپنے قول وفعل سے کیوں نہیں ثابت کیا جاتا کہ ہم نے جو اقرار کیا تھا وہ صدق دل سے تھا۔ آخر تم اس دہلیز

میں کب تک رہو گے۔ سویرے سے شہادت دے کر اپنے گھر عالم فنا میں کیوں نہیں چلے جاتے۔ بس سویرے سے گواہی دیدو۔ فضول دیر کیوں کرتے ہو۔ تم کو میاں اس لئے بلایا گیا تھا کہ اپنے دعوے کا ثبوت دو اور سرکشی نہ کرو۔ مگر تم اپنی ضد سے ہاتھ منہ باندھے ہوئے دہلیز میں بیٹھے ہوئے ہو اور نہ قولی شہادت دیتے ہو نہ فعلی۔

یاد رکھو! کہ جب تک تم گواہی نہ دو گے اس وقت تک تم اس دہلیز خودی سے نکل نہیں سکتے۔ ذرا سی دیر کا کام ہے۔ شہادت دیدو اور چلتے ہو اور خواہ مخواہ ذرا سی بات کو طول نہ دو۔

قصہ کوتاہ تم اس امانت کو ادا کر کے اپنا پیچھا چھڑاؤ۔ یہ تمہیں اختیار ہے۔ خواہ برس میں اب کرو یا ذرا سی دیر میں۔ مگر اس کے بدوں پیچھا نہ چھوٹے گا۔

بیان آنکہ نماز و روزہ و حج و ہمہ چیزہای بیرونی گواہیہاست بر نور اندرونی

اس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور ظاہری تمام چیزیں باطنی نور کی گواہ ہیں

ایں نماز و روزہ و حج و جہاد	ہم گواہی دادنست از اعتقاد
یہ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد	بھی عقیدہ پر گواہی دینا ہے
ایں زکوٰۃ و ہدیۂ و ترک حسد	ہم گواہی دادنست از سر خود
یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور حسد نہ کرنا	(بھی) اپنے باطن پر گواہی دینا ہے
خوان و مہمان پے اظہار راست	کاے مہاں ما باشما ہستیم راست
دستر خوان اور مہمانی اس کے اظہار کے لئے ہے	کہ اے بزرگو! ہم تمہارے مخلص ہیں
ہدیہ ہا وار مغان و پیشکش	شد گواہ آنکہ ہستم باتو خوش
ہدیئے اور تحفہ اور نذرانہ	اس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے خوش ہیں
ہر کسے کوشد بمالے یا فسوں	چیست؟ دارم گوہرے دراندروں
جو شخص مال (دینے) یا دعا کی کوشش کرتا ہے	کیا ہے؟ میں باطن میں جوہر رکھتا ہوں
گوہرے دارم ز تقویٰ یا سخا	ایں زکوٰۃ و روزہ بر ہر دو گوا
میں جوہر رکھتا ہوں تقوے کا یا سخاوت کا	یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں
روزہ گوید کرد تقویٰ از حلال	باحرامش داں کہ نبود اتصال
روزہ کہتا ہے کہ اس نے حلال سے پرہیز کیا	سمجھ لے کہ حرام سے اس کا اتصال نہ ہو گا
واں زکوٰتش گفت کو از مال خویش	مید ہد پس چوں بدزدد ز اہل کیش
اس کی زکوٰۃ نے کہا کہ وہ اپنے مال میں سے	دیتا ہے پس تو دینداروں کا کیسے چرائے گا؟

گر بطراری کند پس دو گواہ	جرح شد در محکمہ عدل الٓہ
اگر (کوئی گواہ) زبان درازی کرے گا تو دونوں گواہ	خدا کے انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے
ہست صیاد ار کند دانہ نثار	نے زرحم وجود بل بہر شکار
شکاری ہے اگر دانہ بکھیرتا ہے	رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں بلکہ شکار کرنے کے لئے
ہست گربہ روزہ دار اندر صیام	خفتہ کردہ خویش بہر صید خام
بلی روزہ دار ہے روزوں میں	ناتجربہ کار شکار کیلئے اپنے آپ کو سلائے ہوئے ہے
کردہ بدظن زیں کژی صد قوم را	کردہ بدنام اہل جود و صوم را
اس کجی سے اس نے سینکڑوں قوموں کو بدظن کر دیا	اس نے سخیوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا
فضل حق باایں کہ او کژی تند	عاقبت زیں جملہ پاکش می کند
باوجودیکہ وہ کجی کر رہا ہے اللہ کا کرم	انجام کار ان سب سے اس کو پاک کر دیتا ہے
سبق بردہ رحمتش داں غدر را	دادہ نورے کہ نباشد بدر را
اس کی رحمت سبقت لے گئی اور اس غدار کو	وہ نور عطا کیا جو چودھویں کے چاند میں نہیں ہوتا ہے
کوشش راشستہ حق زیں اختلاط	غسل دادہ رحمت اورازیں خباط
اس خلط ملط سے اللہ (تعالیٰ) نے اس کی کوشش کو دھو دیا	رحمت نے اس کو اس خبطی پن سے غسل دیدیا
تاکہ غفاری او ظاہر شود	سئیات جملہ را غافر شود
تاکہ اس کی غفاری ظاہر ہو جائے	تمام گناہوں کو بخشنے والی بن جائے

شرح

خیر تو یہ نماز وروزہ وحج جس طرح فی نفسہا افعال حسنہ ہیں یوں ہی اعتقاد باطنی کے گواہ ہی ہیں اور جس طرح زکوۃ وہدیہ وتبرک حسد فی ذاتہا افعال حسنہ میں یوں ہی صفت باطنہ پر شاہد بھی ہیں۔ وہذا ھوالمراد ولاتلتفق الی ماقال المحشون فانہم وقعوا فی الخبط فی حل المقام) مثلاً کوئی شخص لوگوں کے سامنے خوان یغما پیش کرتا ہے تو یہ اظہار ہے اس امر کا کہ صاحبو میں تم سے درست ہوں اور کوئی شخص کسی کو ہدیہ یا تحفہ یا نذر دیتا ہے تو یہ اظہار ہے اس بات کا کہ میں تم سے خوش ہوں۔

غرضکہ جو شخص مال سے یا سحر نکالنے سے یا اور کسی طریق سے کوئی عمدہ کوشش کرتا ہے اس کا مدلول کیا ہے۔ یہی کہ میں اپنے باطن میں ایک اعلیٰ صفت رکھتا ہوں۔ مثلاً زکوۃ دیتا ہے یا روزہ رکھتا ہے تو اس کا مدلول یہ ہے کہ میرے اندر تقویٰ یا سخاوت کا جوہر موجود ہے۔ اور یہ دونوں فعل اس جوہر کے گواہ ہیں۔ کیونکہ روزہ کہتا ہے جب اس نے اکل وشرب وجماع سے جوکہ اس کے لئے فی الجملہ حلال تھے اجتناب کیا تو وہ حرام کا ارتکاب نہیں کرسکتا

اورزکوٰۃ کہتی ہے کہ جب اس نے اپنا ملا دیا تو وہ دوسرے لوگوں کا مال نہیں لے سکتا۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سنو! کہ روزہ وزکوٰۃ وغیرہ شہادت مذکورہ ضرور ادا کرتے ہیں مگر یہ شہادت اسی وقت معتبر ہو گی جبکہ یہ افعال خلوص سے کئے جائیں اور اگر چالاکی سے کئے جائیں گے تو محکمہ عدل حق سبحانہ میں ہر دو گواہ محروم ہو جائیں گے اور اگر وہ زکوٰۃ دیتا ہے تو وہ شکاری سمجھا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے اس فعل کا منشاء رحم اور سخاوت نہیں بلکہ اس کو شکار مقصود ہے اور اگر وہ روزہ دار ہے تو اس حالت میں وہ روزہ دار ہی سمجھا جائے گا جس نے اپنے کو احمق شکار کو دام میں لانے کے لئے اپنے کو سوتا بنا رکھا ہے اور اس وقت یہ شخص بجائے اس کے کہ قابل تعریف ہو قابل ملامت ہو گا کہ وہ بدنام کنندہ نکونام چند ہے اور مخلص اہل سخا اور سچے روزہ داروں کو بدنام کرتا ہے۔

اس کی تو یہ حالت ہے مگر حق سبحانہ کا فضل و کرم دیکھو کہ باوجودیکہ وہ ٹیڑھی چال چلتا ہے لیکن حق سبحانہ اپنے فضل سے خواہ اس کے استغفار کی بناء پر یا اور کسی طاعت کی وجہ سے یا محض اپنے فضل سے انجام کار سے تمام برائیوں سے پاک کر دیتے ہیں کیونکہ ان کی رحمت ان کے غضب سے بڑی ہوتی ہے اور اس فریب کو جو کہ اصل میں طاعت ہے وہ نور دیتے ہیں کہ چودھویں رات کے چاند میں بھی وہ نور نہ ہو گا اور اس کے اعمال کو دھو کر آمیزش سیئات سے پاک کر دیتے ہیں اور اس کی رحمت ان کو غسل دے کر ان لغزشوں سے پاک صاف کر دیتی ہے تاکہ اس کی شان غفاری ظاہر ہو اس لئے اس کی تمام برائیوں کو صاف کر دیتا ہے۔ یہاں چونکہ طاعات مطہرہ میں النجاسات الروحانیہ کے نجس اور حق کے پھر اس کو پاک کرنے کا بیان تھا۔ اس لئے مولانا اس مضمون کو توضیح کے لئے آگے پانے کا جو کہ مطہر من النجاسات الجسمانیہ ہے ناپاک ہو جانا اور حق سبحانہ کا پھر اس کو پاک کرنا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

پاک کردن آب ہمہ پلیدی ہا را و باز پاک کردن خدائے تعالیٰ آب را از پلیدی' لاجرم حق تعالیٰ قدوس آمد

پانی کا تمام ناپاکیوں کو پاک کرنا اور پھر اللہ تعالیٰ کا پانی کو ناپاکی سے پاک کرنا لامحالہ اللہ تعالیٰ بہت پاک ثابت ہوا

آب بہر ایں بباریدِ از سماک	تاپلیداں را کند از خبث پاک
پانی ابر سے اس لئے برسایا	تاکہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کر دے
آب چوں بیکار گردد شد نجس	تا چناں شد کاب را رد کرد حس
پانی جب بیکار ہو گیا ناپاک ہو گیا	ایسا ہو گیا کہ پانی کو حس نے رد کر دیا
حق ببردش باز در بحر صواب	تابشستش از کرم آں آب آب
اللہ (تعالیٰ) اس کو دوبارہ درستگی کے سمندر میں لے گیا	یہاں تک کہ اس کے کرم نے پانی کو پانی سے دھو دیا

سال دیگر آمد او دامن کشاں	ہی کجا بودی؟ بدریای خوشاں
وہ دوسرے سال ناز و انداز سے آیا	ہائیں؟ تو کہاں تھا؟ اچھوں کو دریا میں
من نجس زیں جا شدم پاک آمدم	بستدم خلعت سوی خاک آمدم
میں اس جگہ سے ناپاک گیا' پاک آیا ہوں	میں نے شاہی لباس حاصل کیا' زمین کی جانب آ گیا ہوں
ہیں بیائید اے پلیداں سوی من	کہ گرفت از خوی یزداں خوی من
خبردار! اے ناپاکو! میرے پاس آؤ	کیونکہ میری عادت نے اللہ تعالیٰ کی عادت حاصل کر لی ہے
در پذیرم جملۂ زشتیت را	چوں ملک پاکی دہم عفریت را
میں تیری جملہ برائیوں کو قبول کر لیتا ہوں	میں بھوت کو فرشتہ کی سی پاکی عطا کر دیتا ہوں
چوں شوم آلودہ باز آنجا روم	سوئے اصل اصل پاکیہا روم
جب گندہ ہو جاتا ہوں پھر اس جگہ چلا جاتا ہوں	اصل پاکیوں کی اصل کی طرف چلا جاتا ہوں
دلق چوکیں برکنم آنجا زسر	خلعت پاکم دہد بار دگر
وہاں میلی گدڑی سر سے اتار دیتا ہوں	وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عنایت کر دیتا ہے
کار او ایں ست و کار من ہمیں	عالم آر ایست رب العالمیں
اس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے	جہانوں کا پالنے والا' عالم کو سنوارنے والا ہے
گر نبودے ایں پلیدیہائے ما	کے بدے ایں بارنامہ آب را
اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں	پانی کا یہ کارنامہ کب ہوتا؟
کیسہائے زر بدزدید از کسے	میرود ہر سو کہ ہیں کو مفلسے
کسی سے سونے کی تھیلیاں چرائے ہوئے	ہر جانب جاتا ہے کہ ہاں مفلس کہاں ہے؟
تا بریزد برگیاہ رستۂ	تا بشوید روی ہر ناشستۂ
تاکہ اگی ہوئی گھاس پر بہادے	تاکہ ہر نہ دھلے ہوئے کا منہ دھو دے
تا بگیرد بر سر او حمال وار	کشتی بے دست و پا را در بحار
تاکہ بوجھ اٹھانے والے کی طرح سر پر لے لے	سمندروں میں بے دست و پا کشتی کو
صد ہزاراں دارو اندروے نہاں	زانکہ دارو زو بروید در جہاں
اس میں لاکھوں دوائیں پوشیدہ ہیں	کیونکہ دوا دنیا میں اسی سے اگتی ہے

جان ہر دردے دل ہر دانۂ	میرود در جو چو دارو خانۂ
وہ (پانی) ہر درد کی جان اور ہر دانہ کا دل ہے	وہ اس نہر میں چلا جاتا ہے جو دوا خانہ کی طرح ہے
زویتیمان زمیں را پرورش	تشنگان خشک را ازوے روش
زمین کے یتیموں کی اس سے پرورش ہے	خشک پیاسوں کی اس سے رفتار ہے

استعانت خواستن آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن وقبول کردن حق تعالیٰ دعائے آبرا

پانی کا گدلا ہونے کے بعد حضرت حق تعالیٰ سے مدد چاہنا اور اللہ تعالیٰ کا پانی کی دعا کو قبول کرنا

چوں نماند مایہ اش تیرہ شود	ہمچو ما اندر زمیں خیرہ شود
جب اس کا سرمایہ نہیں رہتا وہ مکدر ہو جاتا ہے	ہماری طرح زمین میں حیران ہو جاتا ہے
نالہ از باطن برآرد کاے خدا	آنچہ دادی دادم و ماندم گدا
اندر سے فریاد کرتا ہے کہ اے خدا!	جو کچھ تونے دیا تھا میں نے دیدیا اور میں فقیر ہو گیا
ریختم سرمایہ بر پاک و پلید	اے شہ سرمایہ دہ ھل من مزید
میں نے سرمایہ پاک اور ناپاک پر بہا دیا	اے سرمایہ عطا کرنے والے شاہ! اور زیادہ عطا کر
ابر راگوید ببرجائے خوشش	ہم تو خورشید آ ببالا برکشش
ابر کو حکم فرماتا ہے کہ اس کو اچھی جگہ لے جا	سورج تو بھی آ' اس کو اوپر کھینچ لے
راہہائے مختلف میراندش	تارساند سوئے بحر بیحدش
وہ اس کو مختلف راستوں پر چلاتا ہے	یہاں تک کہ اس کو لامحدود دریا تک پہنچا دیتا ہے
خودغرض زیں آب جان اولیاست	کوغسول تیرگی ہائے شماست
اس پانی سے مقصود اولیاء کی جان ہے	کیونکہ وہ تمہاری تاریکیوں کو دھونے والی ہے
چوں شود تیرہ زغسل اہل فرش	بازگردد سوئے پاکی بخش عرش
جب وہ زمین والوں کو دھونے سے میلی ہو جاتی ہے	عرش کو پاکی بخشنے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہے
باز آرد زاں طرف دامن کشاں	از طہارات محیط او در فشاں
اس جانب سے پھر لاتی ہے دامن پھیلائے ہوئے	وہ موتی برسانے والی محیط کی پاکیزگیوں کو
وز تیمّم وارہاند جملہ را	وز تحری طالبان قبلہ را
سب کو تیمم سے نجات دلاتی ہے	اور قبلہ کے طلبگاروں کو اٹکل کرنے سے

زاختلاط خلق یابد اعتلال	آں سفر جوید کار حنایا بلال
لوگوں میں گھلنے ملنے سے وہ بیماری محسوس کرتی ہے	وہ سفر تلاش کرتی ہے جیسا کہ ''اے بلال ہمیں آرام پہنچا''
اے بلال خوش نوائے خوش صہیل	میذنہ بر روبزن طبل رحیل
اے ، خوش نوا' خوش آواز بلال!	میذنہ پر جا' کوچ کا نقارہ بجا دے
جاں سفر رفت و بدن اندر قیام	وقت رجعت زیں سبب گوید سلام
جان سفر میں چلی گئی اور بدن قیام میں ہے	واپسی کے وقت اسی لئے سلام کرتی ہے
ایں مثل چوں واسطہ ست اندر کلام	واسطہ شرط ست بہر فہم عام
یہ مثال گفتگو میں واسطہ کی طرح ہے	عوام کے سمجھنے کے لئے ' واسطہ ضروری ہے
اندر آتش کے رود بے واسطہ	جز سمندر کورہید از رابطہ
بغیر واسطہ کے آگ میں کب جاتا ہے؟	سوائے سمندر (کیڑے) کے جو واسطہ سے آزاد ہو گیا ہے
واسطہ حمام باید مر ترا	تاز آتش خوش کنی تو طبع را
تیرے لئے حمام کا واسطہ چاہئے	تا کہ تو گرمی سے طبیعت کو خوش کر لے
چوں نتانی شد در آتش چوں خلیلؑ	گشت حمامت رسول آبت دلیل
جبکہ تو خلیل (اللہ) کی طرح آگ میں نہیں جا سکتا ہے	رسول تیرا حمام (اور) پانی تیرا رہنما بنا
سیری از حق ست لیک اہل طبع	کے رسد بے واسطہ ناں در شبع
پیٹ بھرنا اللہ کی جانب سے ہے لیکن طبیعت والا	پیٹ بھرنے کو روٹی کے واسطہ کے بغیر کب پہنچتا ہے؟
لطف از حق ست لیکن اہل تن	در نیابد لطف بے پردہ چمن
لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم والا	چمن کے پردے کے بغیر لطف حاصل نہیں کرتا ہے
چوں نماند واسطہ تن بے جیب	ہمچو موسیٰؑ نور مہ تابد زجیب
جب واسطہ نہیں رہتا' جسم بغیر پردے کے	(حضرت) موسیٰ کی طرح چاند کا نور گریبان میں سے چمکتا ہے

شرح حبیبی

دیکھو پانی آسمان سے اس نے برسایا ہے وہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کرے۔ لیکن جب وہ بیکار اور ناپاک ہو جاتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بوجہ تغیر رائحہ یا طعم یا لون حس اس کو رد کر دیتی ہے تو حق سبحانہ پھر اس کو سمندر میں لے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آب آب یعنی مطہر آب سمندر اپنی سخاوت سے اسے دھو کر

پاک کر دیتا ہے۔ دوسرے سال وہ پھر دامن کشاں آتا ہے۔ لوگ اس سے بزبان حال کہتے ہیں کہ ہیں! تو کہاں تھا تو وہ جواب دیتا ہے کہ اچھے دریا میں۔ میں یہاں سے ناپاک ہو کر گیا تھا اب پاک ہو کر آیا ہوں۔ میں نے خلعت طہارت وتطہیر لے لی ہے اور خاک کی طرف آ گیا ہوں۔ پس اے ناپاکو! تم میری طرف آؤ کیونکہ اب میری طبیعت نے حق سبحانہ کے خلق غفاری سے حصہ لے لیا۔ اب میں تمہاری تمام برائیوں کو قبول کرلوں گا اور اگر شیطان کی طرح بھی کوئی ناپاک ہوگا تو میں اسے فرشتہ کی طرح بنادوں گا اور جب میں پھر ناپاک ہو جاؤں گا تو پھر وہیں لوٹ جاؤں گا۔ جہاں سے آیا تھا اور اس کی طرف چلا جاؤں گا جو تمام پاکیوں کا مبدء ہے۔ یعنی حق سبحانہ کی طرف وہاں جا کر میلی گدڑی سر سے اتار ڈالوں گا اور وہ نئی پاک خلعت پھر عطا فرمائے گا۔

کہ وہ مجھے پاک خلعت دے اور میرا یہی کام کہ میں پھر اس کو ناپاک کردوں۔ خلعت پاک دینا اس کا کام اس لئے ہے کہ وہ پروردگار عالم۔ عالم کو سنوارنے والا اور اس کی خرابیوں کو دور کرنے والا ہے۔ اس پر اگر کوئی یہ کہے کہ جب وہ عالم آراء ہے تو اس نے ناپاکیاں کیوں پیدا کیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں تو پانی کے لئے یہ شان وشوکت جواب ہے کب ہوتی کیونکہ یہ تو ناپاکیوں ہی کے سبب ہے۔ بس جبکہ ناپاکیاں نہ ہوئیں تو یہ شان وشوکت بھی نہ ہوتی اور چونکہ اس کا وجود حق سبحانہ کی ان صفات کے ظہور کی وجہ سے جن کا ظہور اس سے متعلق ہے ضروری تھا اس لئے نجاسات کا وجود بھی ضروری ہوا۔ اب مولانا پانی کے اوصاف بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس نے کسی سے سونے کی تھیلیاں چرالی ہیں یعنی اوصاف نافعہ حق سبحانہ سے حاصل کر لئے ہیں اور ہر طرف ڈھونڈتا پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی مفلس (حاجت مند) ہے کہ میں اسے نفع پہنچاؤں یہاں تک کہ جب وہ کہیں گھاس اگا ہوا دیکھتا ہے تو اس پر وہ اپنی منبع کا منہ کھول دیتا ہے۔ یعنی اسے سیراب کر دیتا ہے اور جہاں کہیں کوئی بے دھلی شے ملتی ہے اسے دھو دیتا ہے نیز وہ حمال کی طرح دریاؤں میں بے دست وپا کشتی کو سر پر اٹھا کر کنارے تک پہنچا دیتا ہے۔ نیز اس میں لاکھوں ادائیں پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ ادویہ نباتیہ وحیوانیہ اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔

غرضکہ وہ ہر تکلیف کی محبوب جان ہے۔ کیونکہ اس سے اس کا ازالہ ہوتا ہے اور ہر دانہ کا دل ہے۔ کیونکہ اس سے اس کی پرورش ہوتی ہے اور وہ ندی میں بہتا ہے جو کہ مثل دواخانہ کے ہے۔ یتیمان زمین (نباتات) اس سے پرورش پاتے ہیں اور تشنگان خشک اس سے سیراب ہوتے ہیں۔ غرض کہ وہ خوب سخاوت کرتا ہے مگر جب اس کا سرمایہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ مکدر ہو جاتا ہے اور ہماری طرح زمین میں آ کر خراب ہو جاتا ہے تو وہ اپنے دل سے نالہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا جو کچھ تو نے دیا تھا وہ سب صرف کر چکا اور اب مفلس رہ گیا۔ میں نے اپنا سرمایہ پاک وناپاک سب پر صرف کیا اور میرے پاس کچھ نہیں بچا۔ اب اے سرمایہ دینے والے خدا اور دیجئے اس پر حق سبحانہ ابر کو حکم دیتے ہیں کہ اسے عمدہ جگہ یعنی دریا میں پہنچا دو اور آفتاب کو حکم دیتے ہیں کہ بذریعہ تبخیر کے اسے اوپر کھینچ لو۔ پس ابر وخورشید اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس طرح سے حق سبحانہ اسے مختلف راستوں میں چلاتے ہیں اور دریا بے حد میں پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں وہ پاک ہوتا ہے اور پاک ہو کر دوسروں کو پاک کرنے آتا ہے اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پانی کی حالت کا بیان تو ختم ہوا۔ مگر تم اس کو مقصود اصلی نہ سمجھنا بلکہ اصلی مقصود اس سے

اولیاء اللہ کی حالت کا بیان ہے جو کہ تمہاری باطنی نجاستوں کو دھوتے ہیں۔ یعنی جب یہ لوگ اہل دنیا کی تطہیر سے فی الجملہ مکدر ہو جاتے ہیں اور ان پر گونہ غفلت طاری ہو جاتی ہے تو مطہر عرش (حق سبحانہ) کی طرف لوٹتے ہیں اور وہاں سے وہ اس بحر بے پایاں (حق سبحانہ) سے طہارت لے کر دامن کشاں اور درفشاں واپس آتے ہیں اور لوگوں کو تیمم سے نجات دیتے ہیں۔ اور طالبان قبلہ کو تحری سے چھڑاتے ہیں (تیمم وتحری سے مراد ایمان تقلیدی ہے اور قبلہ سے حق سبحانہ) تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب آپ کی ارواح لوگوں کے اختلاط کے سبب گونہ مریض ہو جاتی ہیں اور طریان غفلت کے سبب ان کا مزاج اعتدال سے کسی قدر منحرف ہو جاتا ہے تو اس نجاست معنوی سے پاک ہونے کے لئے وہ سفر چاہتی ہیں جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارحنا یا بلال سے اشارہ کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ ای حسن الصوت اور خوش آواز بلال تم منارہ پر جاؤ۔ اور ورح کے عالم بالا کی طرف سفر کا نقارہ بجاؤ۔ یعنی نماز کے لئے جو کہ معراج المومنین ہے۔ اذان دو۔ تا کہ ہم مشاہدہ محبوب حقیقی کے سبب اس تکلیف سے نجات پاویں۔ جو عوام کے اختلاط کے سبب ہماری شان کے موافق مشاہدہ محبوب سے گونہ غافل ہو جانے سے ہمارے روح کو پہنچی ہے اور وہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ روح بسیر معنوی حق سبحانہ، کی طرف چلی جاتی ہے اور بدن کھڑا رہتا ہے اور چونکہ روح رخصت ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب وہ اختتام نماز کے وقت واپس ہوتے ہیں نہ تو سلام کرتی ہے۔ جس طرح کہ آدمی غیبت جسمی کے بعد جب دوبارہ ملتا ہے تو سلام کرتا ہے پس جبکہ وہ تجدید مشاہدہ سے غفلت طاریہ کو زائل کر چکتے ہیں تو پھر لوگوں کی تطہیر میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اس کو ایمان تقلیدی سے ایمان حقیقی تک پہنچاتے ہیں۔ اور مبتلایان ظن وگمان کو یقین سے بہرہ یاب کرتے ہیں اور جب پھر ان کا آئینہ قلب کچھ مکدر ہو جاتا ہے تو اس کدورت کو پھر اسی تدبیر سے زائل کر دیتے ہیں۔ وہکذا۔

رہی یہ بات کہ اس مقصود کو تمثیل کے پیرایہ میں کیوں بیان کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام کے اندر مثال سامع اور مقصود کے درمیان واسطہ ہوتی ہے جو کہ سامع کو مقصود تک پہنچاتی ہے اور عوام کے مقصود کو سمجھنے کے لئے واسطہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان میں یہ قابلیت نہیں ہوتی کہ بلاواسطہ مثال مقصود تک پہنچ جاویں یہ کام خواص کا ہے۔ مثلاً آگ میں جانے کے لئے سمندر کو تو واسطہ کی ضرورت نہیں مگر اور کوئی تو نہیں جا سکتا۔ اس کی آگ سے اپنی طبیعت خوش کرنے کے لئے تو حمام کے واسطہ کی ضرورت ہے۔ نیز جب کوئی حضرت ابراہیمؑ کی طرح بلاواسطہ آگ میں نہ جا سکے تو اس کے لئے حمام ہی رسول ہے۔ اور پانی ہی رہبر ہے۔ یعنی حمام اور پانی ہی کے توسط سے وہ آگ سے مستفید ہو سکتا ہے اور اس کے بغیر نہیں غرضکہ عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ جب تک آدمی اس خاص درجہ تک نہیں پہنچتا جہاں تک پہنچ کر بنا بر عادت الٰہیہ واسطہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس وقت تک واسطہ ضروری ہے مثلاً پیٹ بھرنے والے حق سبحانہ ہیں لیکن آدمی کو بدوں روٹی کے توسط کے سیری نہیں ہوتی۔ علی ہٰذا لطف حق سبحانہ کی جانب سے ہے۔ مگر عادت بدوں توسط چمن وغیرہ کے پابند نفوس کو حاصل نہیں ہو سکتا ہاں جبکہ پردۂ تن اٹھ جاتا ہے اور فیضان بلا حجاب

کے شرط عادی متحقق ہوتی ہے اس وقت وہ حق سبحانہ سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح بلاواسطہ مستفیض ہوتا ہے اور جس طرح اس کو بلاتوسط ماہ وغیرہ حق سبحانہ سے براہ راست نور ملا تھا یوں ہی اس پر بلاتوسط فیضان ہوتا ہے۔

(ہذاہوالمراد ولایلتفت الی ماقال المحشون فانھم اخرجوالکلام من الانسان وقالوا ماقالو)

گواہی دادن فعل وقول بیرونی بر ضمیر ونور اندرونی

بیرونی قول وفعل کا دل اور اندرونی نور پر گواہی دینا

ایں ہنر ہا آب را ہم شاہدست	کاندرونش پرزنور ایزدست
یہ ہنر پانی کے بھی گواہ ہیں	کہ اس کا باطن خدائی نور سے پر ہے
فعل و قول آمد گواہان ضمیر	زیں دوبر باطن تو استدلال گیر
فعل اور قول دل کے گواہ ہیں	ان دونوں سے تو باطن پر دلیل حاصل کر لے
چوں ندارد سیر سرت دردروں	بنگر اندر بول رنجور از بروں
جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کر سکتا ہے	تو بیمار کے پیشاب پر باہر سے غور کر لے
فعل وقول آں بول رنجوراں بود	کہ طبیب جسم را برہاں بود
بیماروں کا قول و فعل وہ پیشاب ہے	جو جسمانی طبیب کے لئے دلیل ہے
واں طبیب روح در جانش رود	وز رہ جاں اندر ایمانش رود
روحانی طبیب اس کی روح میں گھستا ہے	اور روح کے راستہ سے اس کے ایمان میں چلا جاتا ہے
حاجتش نبود بقول و فعل خوب	احذروھم ھم جواسیس القلوب
اس کو اچھے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے	ان سے ڈرو وہ دلوں کے جاسوس ہیں
ایں گواہ فعل وقول از وے بجوی	کو بدریائیست واصل ہمچو جوی
یہ فعل و قول کی گواہی اس میں تلاش کر	جو دریا سے نہر کی طرح ملا ہوا ہے
قول و فعل او گواہ او بود	کو بدریا متصل چوں جو بود
اس کا قول و فعل اس کا گواہ ہوتا ہے	جو نہر کی طرح دریا سے ملا ہوا ہوتا ہے
بنگر اندر فعل او و قول او	تاچہ دارد در ضمیر آں راز جو
اس کے فعل اور اس کے قول کو دیکھ	کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا ہے

نورش اندر مرتبت چندست و چیست	بہر صید او دانہ پاشد یا سخیست
اس کے مرتبہ میں نور کتنا اور کیسا ہے	وہ شکار کے لئے دانہ ڈال رہا ہے یا سخی ہے
گر بود صیاد ازوے دور شو	واں فسون و فعل و قولش کم شنو
اگر وہ شکاری ہے اس سے دور ہو جا	اس کا منتر اور فعل و قول نہ سن
ور بود صدیق دست ازوے مدار	تا رساند مر ترا سوئے بحار
اگر وہ صدیق ہے تو اس سے دستبردار نہ ہو	تاکہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

در بیان آنکہ آں نور خدا خود را از اندرون سر عارف ظاہر کند بر خلقان، بے فعل عارف و بے قول عارف، افزوں باشد ازاں کہ بفعل و قول او ظاہر گردد چنانکہ چوں آفتاب بلند شود بانگ خروس و اعلام موذن و علامات دیگر حاجت نیاید

اس کا بیان کہ وہ خدائی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے فعل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے وہ اس نور سے بڑھا ہوا ہے جو اس کے فعل اور قول سے ظاہر ہو جیسا کہ جب سورج نکلتا ہے تو اس کو مرغے کی اذان اور موذن کے بتانے اور دوسری علامتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

لیک نور سالکے کز حد گذشت	نور او پرشد بیابانہا و دشت
لیکن سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے	اس کے نور سے جنگل اور بیابان پر ہو جاتے ہیں
شاہدیش فارغ آمد از شہود	وز تکلفہای و جانبازی وجود
اس کی گواہی گواہیوں سے بے نیاز ہے	اور جسم کے تکلفات اور جانبازی سے
نروآں گوہر چو بیروں تافتہ است	زیں تسلسہا فراغت یافتہ است
جبکہ اس کے نور کا جوہر باہر چمک گیا ہے	اس کو ان مکاریوں سے نجات مل گئی ہے
پس مجو ازوے گواہ فعل و گفت	کہ ازو ہر دو جہاں چوں گل شگفت
تو اس سے فعل و قول کا گواہ نہ چاہ	کیونکہ دونوں جہان اس کی وجہ سے پھول کی طرح کھلتے ہیں
ایں گواہی چیست؟ اظہار نہاں	خواہ قول و خواہ فعل و غیر آں
یہ گواہی کیا ہے؟ پوشیدہ کو ظاہر کرنا ہے	خواہ وہ (گواہی) قول ہو اور خواہ فعل اور اس کے علاوہ ہو
کہ عرض اظہار سر جوہر ست	وصف باقی ویں عرض بر معبر ست
کیونکہ جوہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے	صفت باقی ہے اور یہ عرض گزرگاہ پر ہے

این نشان زر نماند بر محک	زر بماند نیک نام و بے زشک
کسوٹی پر سونے کا یہ نشان (باقی) نہیں رہتا	سونا نیک نام اور بے شک (باقی) رہتا ہے
ایں صلوٰۃ و ایں جہاد و ایں صیام	ہم نماند جاں بماند نیک نام
یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے	بھی نہ رہیں گے جان نیک نام رہے گی
جاں چنیں افعال و اقوالے نمود	برمحک امر جوہر را بسود
جان نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کئے	جوہر کو امر کی کسوٹی پر گھسا
کاعتقادم راست ست اینک گواہ	لیک ہست اندر گواہاں اشتباہ
کہ میرا عقیدہ درست ہے، یہ گواہ ہے	لیکن گواہوں میں شبہ ہوتا ہے
تزکیہ باید گواہاں را بداں	تزکیہ اش اخلاص و موقوفی بداں
سمجھ لے گواہوں میں عدالت ہونی چاہئے	اس کی عدالت اخلاص اور تیرا اس پر مطلع ہونا ہے
حفظ لفظ اندر گواہ قولی ست	حفظ عہد اندر گواہ فعلی ست
قولی گواہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے	فعلی گواہ میں عہد کی حفاظت ہے
گر گواہ قول کژ گوید رد ست	در گواہ فعل کژ پوید بدست
اگر قولی گواہ ٹیڑھی بات کہے تو رد ہے	اگر فعلی گواہ ٹیڑھا چلے تو بد ہے
قول و فعل بے تناقض بایدت	تا قبول اندر زماں پیش آیدت
بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لئے ضروری ہے	تاکہ زمانہ میں قبولیت تیرے سامنے آئے
سعیکم شتّٰی تناقض اندر ید	روز میدوزید و شب برمیدرید
تمہاری کوششیں مختلف ہیں تم تناقض میں ہو	دن کو سیتے ہو اور رات کو پھاڑتے ہو
پس گواہی با تناقض کہ شنود	یا مگر حلمے کند از لطف خود
تو تناقض کے ساتھ گواہی کون سنتا ہے؟	ہاں اگر اپنی مہربانی سے فیصلہ کر دے،
فعل و قول اظہار سرست و ضمیر	ہر دو پیدا میکند سر ستیر
فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے	دونوں چھپے ہوئے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں
چوں گواہت تزکیہ شد شد قبول	ورنہ محبوس ست اندر مول مول
جب تیرے گواہ کی عدالت ثابت ہوگئی وہ مقبول ہوگیا	ورنہ وہ ٹھہرا رہ ٹھہرا رہ میں پھنسا ہوا ہے

تا تو بستیزی ستیزند اے حروں	فانتظر ھم انھم منتظرون
اے سرکش! جب تک تو جھگڑا کرے گا وہ جھگڑیں گے	پس تو ان کا انتظار کر وہ بھی منتظر ہیں

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا مضمون سابق کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کہا تھا کہ اقوال و افعال صفات باطنیہ پر دلالت کرتے ہیں اور اس مضمون کو ہم نے امثلہ شواہد سے بیان کیا تھا۔

اب سنو کہ جس طرح افعال و اقوال مذکورہ صفات باطنہ مذکورہ پر دلالت کرتے ہیں یوں ہی پانی کی صفات مذکورہ ہی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کا باطن نور حق سبحانہ یعنی اس کی صفت غفاری وجود سے لبریز ہے۔ پس چونکہ اقوال و افعال صفت باطنہ پر شاہد ہیں لہذا تم کو چاہئے کہ ان دونوں سے تم اس کے مصدر کی باطنی حالت معلوم کرو کیونکہ جب تمہارا قلب دوسروں کے اندر رونے کی حالت نہیں معلوم کر سکتا تو اب بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تم قارورہ سے اس کی حالت معلوم کرو۔ لہذا تم کو باہر سے قارورہ دیکھنا چاہئے اور اس ذریعہ سے اس کی حالت معلوم کرنی چاہئے۔

قارورہ جو کہ انسان کے جسم کے لئے احوال باطنہ کو ظاہر کرتا ہے اس سے مراد ہماری اس مقام پر قول و فعل ہے اور مقصود یہ ہے کہ جب تم حالت باطنہ کو کشف سے نہیں معلوم کر سکتے تو اقوال و افعال سے معلوم کرو کیونکہ اس کے معلوم کرنے کا اس کے سوا تمہارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں۔ رہے طبیب روحانی۔ سو ان کو اقوال و افعال کی ضرورت نہیں۔ وہ تو مریض کی جان کے اندر گھس جاتے ہیں اور وہاں سے اس کے ایمان کی تہہ میں پہنچ جاتے ہیں اور معلوم کر لیتے ہیں کہ اس کا ایمان کمال و نقصان کے لحاظ سے کیا رتبہ رکھتا ہے۔

پس تم کو ان لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور ان کے سامنے دلوں کی حفاظت رکھنی چاہئے کیونکہ جواسیس القلوب ہیں مگر یہ صفت ان کی اختیاری اور دائمی نہیں ہے) اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ تم لوگوں کی اندرونی حالت کو ان کے اقوال و افعال سے معلوم کرو یہ علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ ان لوگوں سے متعلق ہے جو صورتا حق سبحانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا کمال ظاہر نہیں ہے خواہ اس لئے کہ ان میں کوئی کمال نہیں یا اس لئے کہ کمال تو ہے مگر اس درجہ کا نہیں کہ خواہ مخواہ ظاہر ہو۔ ایسے لوگوں کے افعال و اقوال سے تم کو ان کی باطنی حالت پر استدلال کرنا چاہئے کیونکہ ایسے لوگوں کا قول و فعل ان کا گواہ ہوتا ہے جو کہ حق سبحانہ کے ساتھ صوری اتصال رکھتے ہیں جس طرح ندی دریا سے صوری اتصال رکھتی ہے۔ پس ایسے لوگوں کے قول و فعل کو ضرور دیکھنا چاہئے تا کہ معلوم ہو کہ اس کی باطنی حالت کیا ہے اور اس کا نور کیسا ہے اور کس قدر ہے۔ اور وہ مکار اپنی ظاہری حالت سے لوگوں کو پھانسنے والا ہے یا واقع میں اچھا شخص ہے جب یہ معلوم کر لو تو اگر وہ شکاری ہو تو اس سے دور رہو اور اس کے افسوں قول و فعل کو ہرگز نہ سنو۔ اور اگر وہ مخلص ہو تو اس سے ہرگز مستغنی نہ ہو۔ بلکہ اس سے مستفیض ہو تا کہ وہ تم کو حق جل شانہ تک پہنچا دے۔

رہے وہ لوگ جو کمال میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اور جن کے برکات و انوار سے جنگل اور بیابان پر ہیں۔ ان کی محبوبیت کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں اور نہ ان کو بناوٹ اور کثرت مجاہدات و ریاضات کی ضرورت ہے چونکہ ان

جواہرات (اہل اللہ) کا نور باہر چمکتا ہے اس لئے ان کو بناوٹوں سے جو کہ عاری عن الکمال کرتے ہیں استغناء حاصل ہے۔ پس ایسے لوگوں سے گواہان قولی وفعلی نہ طلب کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ان سے دونوں جہاں گل کی طرح شگفتہ یعنی ان کے فیض سے سرسبز وشاداب ہیں۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اعمال کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تو الحاد ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ تو یہ مکار ہیں کہ مکاروں کی طرح ان کو بناوٹ کی ضرورت ہو اور نہ یہ خفی الکمال ہیں۔ جس پر اعمال سے استدلال کی حاجت ہو۔ بلکہ ان کا کمال خود ظاہر ہے۔ ایسی حالت میں کچھ ضرورت نہیں کہ ان کے اعمال پر نظر کی جائے گو واقع میں اعمال ہوں گے) یہاں تک مولانا نے اولاً افعال واقوال کا حالت باطنی پر شاہد ہونا بیان کیا۔ اور اس سلسلہ میں متعدد مضامین بیان کئے۔ اب ہر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب افعال واقوال صفت وحالت قلبیہ کے گواہ ہیں۔ تو اب سمجھو کہ اس گواہی کا کیا مقصد ہے۔ اس کا مقصد ایک مخفی امر کا اظہار ہے خواہ وہ گواہ فعل ہو۔ یا قول یا اس کے علاوہ کوئی اور شے۔ کیونکہ سب کی گواہی سے مقصد یہ ہے کہ حالت قلبیہ مخفیہ ظاہر ہو۔ ہم اس مقام پر استطر اداً یہ ہی بتلائے دیتے ہیں کہ وصف مشہود بہ باقی رہتا ہے۔ اور یہ اعراض (افعال واقوال) جو کہ اس کے گواہ ہیں گزر جاتے ہیں۔ لان العرض لا یبقی زمانین دیکھو کسوٹی پر سونے کا نشان قائم نہیں رہتا مگر اس کا کھرا پن ہمیشہ رہتا ہے جس سے وہ ہمیشہ نیک نام اور غیر ملتبس الامر رہتا ہے۔

پس اسی طرح یہ زکوۃ اور جہاد اور روزہ ہی بحالہا باقی نہیں رہتے مگر جان کی صفت حمیدہ باقی رہتی ہے جس سے وہ ہمیشہ نیک نام رہتی ہے جب یہ استطر ادی مضمون ختم ہوا۔ تو اب سمجھنا چاہئے کہ جس وقت جان اس قسم کے کام کرتی ہے تو گویا کہ حکم حق کی کسوٹی پر اپنے کو گھستی ہے اور دعویٰ کرتی ہے کہ میرا اعتقاد الوہیت حق سبحانہ کی نسبت درست ہے اور یہ مذکورہ وغیرہ اس امر کے گواہ ہیں لیکن صرف اتنی بات سے اس کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ گواہوں میں ہنوز شبہ ہے کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے اس لئے ضرورت ہے کہ ان گواہوں کا تزکیہ کیا جائے۔

اور تزکیہ ان کا اخلاص ہے اور اسی تزکیہ کے لئے تم کو روک رکھا ہے کہ گواہوں کا تزکیہ کرا دو اور دہلیز قاضی سے رخصت ہو جاؤ۔ یہ تو عام تزکیہ تھا اور دوسرا تزکیہ خاص ہے جو ہر گواہ سے جداگانہ متعلق ہے۔ مثلاً گواہ قولی کا تزکیہ یہ ہے کہ الفاظ شہادت محفوظ رہیں اور کوئی بات خلاف دعوے زبان سے نہ نکلے اور گواہ فعلی کا تزکیہ یہ ہے کہ جو عہد کیا گیا ہے اس پر قائم رہا جائے اور کوئی کام ایسا نہ کیا جائے جس سے بدعہدی ظاہر ہو۔ یہ تزکیہ بھی ضروری ہے کیونکہ اگر گواہ قولی کوئی بے جا بات کہے گا تو مردود الشہادت ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا اگر گواہ فعلی کوئی ایسا کام کرے گا جو معاہدہ کے خلاف ہے تو برا سمجھا جائے گا اور نامقبول ہو گا پس تمہارے لئے ضرورت ہے کہ تمہارے افعال واقوال میں تناقض نہ ہو۔ تاکہ تم مقبول ہو جاؤ اور تمہاری گواہی مان لی جائے لیکن تمہاری حالت اس کے خلاف ہے اور تمہاری سعی پراگندہ ہے۔ اور تم تناقض میں مبتلا ہو تم دن کو سیتے ہو اور رات کو پھاڑ ڈالتے ہو۔ یعنی کبھی تم اچھے کام کرتے ہو اور کبھی برے۔ ایسی حالت میں تمہاری شہادت ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ شہادت مناقضہ نامقبول ہے اور اس صورت ضابطہ سے تمہاری رہائی کی کوئی سبیل نہیں۔ الا آنکہ حق سبحانہ اپنے فضل کی رو سے فیصلہ کریں اور ضابطہ سے کام نہ لیں۔ اس وقت تم کو نجات ہو سکتی ہے۔

الحاصل:۔ تمہارے اقوال وافعال تمہاری حالت قلبیہ کے مظہر ہیں اور دونوں اس امر مخفی کو ظاہر کرتے

ہیں۔ پس جس وقت ان گواہوں کا تزکیہ ہو جائے گا مقبول ہوں گے۔ ورنہ یہی شہادت ادا کرنے میں توقف کے سبب دہلیز قاضی میں محبوس رہیں گے اور جب تک تم یہی شہادت ادا نہ کرو گے اور اس کے ادا کرنے میں حیلہ و حجت کرو گے اس وقت تک کارکنان قضا بھی تمہارا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ پس تم بھی انتظار کرو وہ بھی منتظر ہیں۔

عرضہ کردن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت را بر مہمان خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کلمۂ شہادت پیش کرنا

ایں سخن پایاں ندارد مصطفیٰؐ	عرضہ کرد ایمان و پذرفت آں فتےٰ
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، مصطفیٰؐ نے	ایمان پیش کر دیا اور اس نوجوان نے قبول کر لیا
آں شہادت را کہ فرخ بودہ ست	بندہائے بستہ را بکشودہ ست
وہ (کلمۂ) شہادت جو بابرکت ہے	جس نے بندھی ہوئی بندشوں کو کھولا ہے
گشت مومن گفت او را مصطفیٰؐ	کامشباں ہم باش تو مہمان ما
وہ مومن بن گیا، اس کو مصطفیٰؐ نے فرمایا	تو آج کی رات بھی ہمارا مہمان رہ
گفت واللہ تا ابد ضیف توأم	ہر کجا باشم بہر جا کہ روم
اس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کے لئے آپ کا مہمان ہوں	جہاں کہیں بھی رہوں، جہاں بھی جاؤں
زندہ کردہ معتق و دربان تو	ایں جہان و آں جہاں برخوان تو
آپ کا زندہ کیا ہوا اور آزاد کیا ہوا اور دربان ہوں	اس جہان میں اور اس جہان میں آپ کے دسترخوان پر ہوں
ہر کہ بگزیند جز ایں بگزیدہ خواں	عاقبت درد گلویش استخواں
جو اس منتخب دستر خوان کے علاوہ منتخب کرے گا	انجام کار ہڈی اس کا گلا پھاڑ دے گی
ہر کہ سوئے غیر خوان تو رود	دیو با اوداں کہ ہم کاسہ بود
جو آپ کے دستر خوان کے غیر کے پاس جائے گا	سمجھ لیجئے، شیطان اس کا ہم پیالہ ہو گا
ہر کہ از ہمسائگی تو رود	دیو بے شکے کہ ہمسایہ اش بود
جو آپ کے پڑوس سے جائے	بیشک شیطان اس کا پڑوسی ہو گا
ور رود بے تو سفر او دور دست	دیو بد ہمراہ و ہم سفرہ ویست
اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے	شیطان اس کا ہمراہی اور شریک دستر خوان ہے
ور نشیند بے تو بر اسپ شریف	حاسد ماہست دیو او را ردیف
اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھوڑے پر بیٹھے	وہ ہمارا حاسد ہے، شیطان اسکے پیچھے سوار ہے

ور بچہ گیرد ازو شہناز او	دیو در نسلش بود انباز او
اگر اس کی نازنین (بیوی) اس سے بچہ جنے	شیطان اس کی نسل میں اس کا شریک ہو گا
در پے شارکہم گفت ست حق	ہم در اموال و در اولاد از سبق
اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں "ان کا شریک ہو جا" فرمایا	مالوں میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے
گفت پیغمبرؐ ز غیب ایں راجلی	در مقامات نوادر با علیؓ
پیغمبرؐ نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا	نادر مقامات میں (حضرت) علیؓ سے
یا رسولؐ اللہ رسالت را تمام	تو نمودی ہمچو شمس بے غمام
اے اللہ کے رسولؐ پوری رسالت کو	آپ نے دکھا دیا بغیر ابر کے سورج کی طرح
ایں کہ تو کردی دوصد مادر نکرد	عیسیٰؑ و افسونش باعاذر نکرد
جو کچھ آپ نے کیا دو سو ماؤں نے نہ کیا	(حضرت) عیسیٰؑ اور ان کی دعا نے عاذر کیساتھ نہ کیا
از تو جانم از اجل نک جان برد	عاذرؑ ارشد زندہ آندم باز مرد
اب میری جان آپ کی وجہ سے موت سے جان بچا لے گئی	عاذر اگر اس وقت زندہ ہوا پھر مر گیا
گشت مہمان رسول آنشب عرب	شیر بزنیمہ خورد و بست لب
عرب اس رات رسولؐ کا مہمان ہو گیا	ایک بکری کا آدھا دودھ پیا اور ہونٹ بند کر لئے
کرد الحاحش بخور شیر و رقاق	گفت گشتم سیر واللہ بے نفاق
آنحضورؐ نے اس سے اصرار کیا کہ دودھ اور روٹی کھا لے	اس نے کہا میرا پیٹ بھر گیا خدا کی قسم ایمانداری سے
ایں تکلف نیست نے ناموس و فن	سیر تر گشتم ازاں کہ دوش من
یہ تکلف نہیں ہے نہ شرم اور مکر	میں اس سے زیادہ پیٹ بھرا ہوں جتنا کہ کل (تھا)
در عجب ماندند جملہ اہل بیت	پر شد ایں قندیل از یکقطرہ زیت
سب گھر والے تعجب میں پڑ گئے	کہ یہ قندیل زیت کے ایک قطرے سے بھر گیا
انچہ قوت مرغ بابیلے بود	سیری معدہ چنیں پیلے بود
جو ابابیل پرند کی خوراک ہو	ایسے ہاتھی کا اس سے پیٹ بھر جائے
فجفجے افتاد اندر مرد و زن	قدر پشہ می خورد آں پیلتن
مرد و زن میں گھس پھس ہونے لگی	یہ ہاتھی جیسے جسم والا مچھر کی بقدر کھاتا ہے

حرص و وہم کافری سرزیر شد	اژدہا از قوت مورے سیر شد
کفر کی حرص اور وہم اوندھا ہو گیا	اژدھا چیونٹی کی خوراک سے سیر ہو گیا
آں گدا چشمی وکفر ازوے برفت	لوت ایمانیش لمتر کرد و زفت
وہ بھکاری پن اور کفر اس سے رخصت ہوا	اس کو ایمان کی عمدہ غذا نے موٹا تازہ کر دیا
آنکہ از جوع البقر او می طپید	ہمچو مریم میوۂ جنت بدید
وہ شخص جو جوع البقر سے تڑپتا تھا	اس نے (حضرت) مریم کی طرح جنت کے پھل دیکھ لئے
میوۂ جنت سوئے چشمش شتافت	معدۂ چوں دوزخش آرام یافت
جنت کے پھل اس کی آنکھ کی جانب دوڑ آئے	اس کے دوزخ جیسے معدہ نے آرام پا لیا
ذات ایماں نعمت ولوتے ست ہول	اے قناعت کردہ از ایماں بقول
ایمان کی حقیقت نعمت اور عظیم لذیذ غذا ہے	اے وہ کہ جس نے ایمان کے بارے میں قول پر اکتفا کرلیا ہے

شرح حبیبی

خیر! یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب سنو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے ایمان پیش کیا اور اس نے اس شہادت توحید ورسالت کو قبول کرلیا جو کہ نہایت مبارک تھی اور جس نے اس کے معنوی بیڑیوں کو کھول کر اسے آزاد کردیا اور اس طرح وہ مومن ہوگیا۔ پس جب کہ وہ مومن ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ تم آج رات ہمارے ہی مہمان ہو۔ اس پر اس نے عرض کیا کہ حضور آج رات کیا۔ اب تو میں ہمیشہ کے لئے جہاں کہیں بھی ہوں اور جس جگہ ہی جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا مہمان ہوں۔ کیونکہ یہ غذائے ایمانی جس سے میں ہمیشہ متغذی رہوں گا۔ آپ ہی کے طفیل سے ہی ہے نیز میں موت روحانی سے آپ ہی کا زندہ کیا ہوا ہوں۔ اور آپ ہی نے مجھے نفس وشیطان کی غلامی سے آزاد کیا ہے اور میں آپ ہی کا درباں وخادم ہوں اور دنیا میں بھی آپ ہی کے دسترخوان پر ہوں اور آخرت میں بھی۔ کیونکہ اس وقت میری اصل غذا غذائے روحانی ہے اور وہ آپ کے طفیل سے ملی ہے اور آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ ایمان ہی کے سبب ملے گا اور ایمان آپ ہی کے فیض سے ملا ہے اس لئے نعماء اخرویہ بھی گویا کہ آپ ہی کی دی ہوئی ہے پس دونوں جہان میں آپ کے دسترخواں پر ثابت ہوگیا۔ (اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندہ کردہ الخ کی تقدیر من زندہ کردہ ومعتق ودربان توام دوریں جہاں ودرآں جہاں برخواں توام ہے۔ فلا نلتفت الی ما قال بحرالعلوم وولی محمد فانہ زل قدمہما فقالا ما قالا) غرضکہ میں آپ ہی کا مہمان ہوں اور آپ ہی کا مہمان رہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ جو شخص اس عمدہ دسترخوان معنوی کو چھوڑ کر دوسرا دسترخواں شیطانی ونفسانی اختیار کرتا ہے انجام کار اس کے گلے میں ہڈی پھنس جاتی ہے اور اس کا گلا پھاڑ ڈالتی ہیں۔ یعنی یہ مہمانی اس کے لئے موجب رنج و

کلفت ہو جاتی ہے اور جو شخص آپ کے دستر خوان معنوی (ہدایت) کو چھوڑ کر دوسرے دستر خوان پر جاتا ہے۔ شیطان اس کا ہم پیالہ ہوتا ہے اور جو شخص آپ کی مجاورت کو چھوڑتا ہے۔ شیطان اس کا ہمسایہ ہوتا ہے اور اگر کوئی آپ کی ہدایت کے بغیر سفر دور دراز اختیار کرتا ہے اور اس کا رفیق اور شریک دستر خوان شیطانی ہوتا ہے اور اگر کوئی آپ (کی ہدایت) کے بغیر گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ اس کا ردیف ہمارا حاسد شیطان ہوتا ہے اور اگر بدوں آپ کی ہدایت کے اس کی بیوی اس سے حاملہ ہوتی ہے تو اس کی نسل میں شیطان شریک ہوتا ہے۔

غرضکہ کہ آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر جو کام بھی کرتا ہے اس میں شیطان کی شرکت ہوتی ہے اور یہ امر بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ حق سبحانہٗ نے اپنے کلام میں وشارکھم فی الاموال والاولاد فرمایا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ تو اس کے مالوں اور ان کی اولاد میں شریک ہو جا۔ اس سے شرکت فی النسل ثابت ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وسلم اس مضمون کو اپنے خاص مقامات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صاف صاف فرمادیا ہے۔ خیر یہ مضمون تو استطراداً تھا۔ اب سنو کہ اس نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھ پر اپنی رسالت کو یوں روشن کر دیا جیسے بے ابر آفتاب اور یہ شفقت جو آپ نے مجھ پر کی سینکڑوں ماؤں نے اپنے بچوں پر نہیں کی اور جو احسان آپ نے مجھ پر کیا ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے افسوں نے عاذر کے ساتھ نہیں کیا۔ کیونکہ آپ نے میری روح کو موت کے پنجے سے ہمیشہ کے لئے چھڑا دیا اور عاذر دعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زندہ ضرور ہوا تھا مگر اس کے بعد مر گیا تھا اس لئے دونوں احسان برابر نہیں ہو سکتے۔

القصہ:۔ وہ عرب اس شب بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان ہوا اور ایک بکری کا آدھا دودھ پی کر منہ بند کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار کیا کہ میاں دودھ روٹی اور کھاؤ تو اس نے کہا بخدا میں غلط نہیں کہتا۔ میں بالکل سیر ہو گیا نہ یہ تکلف ہے اور نہ فقط ناموس کہ لوگ میرے زیادہ کھانے پر طعن کریں گے اور نہ چالاکی بلکہ میں آج کل سے بھی زیادہ سیر ہو گیا ہوں۔ یہ دیکھ کر کہ ایک قطرۂ روغن سے قندیل بھر گیا اور ذرا سی غذا سے اتنا بڑا معدہ پر ہو گیا۔ گھر کے لوگ بہت متعجب ہوئے اور کہا کہ حیرت کی بات ہے کہ جو غذا ابابیل سے چھوٹے جانور کی تھی کہ وہ اتنے بڑے ہاتھی کے معدہ کو پر کر دے اور مردوں اور عورتوں میں کھُس پھُس ہونے لگی کہ ارے ہاتھی کے ڈیل ڈول کا آدمی اور مچھر کی خوراک کھاتا ہے۔

اب سنو کہ کم خوراکی کا سبب کیا تھا جبکہ اس کی یہ تھی کہ حرص اور وہم جو کافروں میں ہوتے ہیں جس کی تفصیل گزر چکی ہے اس سے زائل ہو چکی تھی اور غذائے ایمانی بڑھ گئی تھی اور وہ شخص جو کہ اس سے قبل بھوک کی زیادتی سے بے قرار تھا اس نے مریم علیہا السلام کی طرح میوۂ جنت دیکھ لیا تھا چونکہ میوہ جنت اس کی نظر کے سامنے آ گیا تھا اس لئے اس کا دوزخ کا معدہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ (میوۂ جنت سے یا تو مراد طمانیت ہو یا نور ایمان) بہر حال۔ حاصل یہ ہے کہ غذائے روحانی مل جانے سے اسے غذائے جسمانی کی طرف رغبت نہ رہی تھی کیونکہ وہ اس کی نظر میں بے وقعت ہو گئی تھی اور اس کو اتنی ہی غذا کی ضرورت تھی جس سے حیات وقوت اعمال باقی رہے مگر دل چسپ نہ تھی جو کہ زیادہ کھانے کا باعث ہے اس لئے کم کھانے لگا تھا۔ آگے ان لوگوں پر رد کرتے ہیں جو کہ غذائے ایمانی

کے معنی عن الغذا ءالجسمانی ہونے کے منکر ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہیں حقیقت ایمان تو حاصل نہیں بلکہ زبانی ہی کلمہ پڑھتے ہو تم کیا جانو کہ غذائے ایمانی کے معنی عن الغذا ءالجسمانی ہوتے ہی نہیں اس لئے انکار کرتے ہیں۔

یاد رکھو کہ ایمان بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی غذا ہے۔ اس کے مقابلہ میں غذائے حسی کی کوئی وقعت نہیں۔ پس اس کی بناء پر غذائے حسی سے ایک حد تک مستغنی ہو جانا کچھ بعید نہیں۔

در بیان آنکہ نورے کہ غذائے جان ست غذائے جسم اولیاء میشود تا او ہم یار می شود روح را کہ اسلم شیطانی علیٰ یدی

اس کا بیان کہ وہ نور جو روح کی غذا ہے اولیاء کے جسم کی بھی غذا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بھی روح کا دوست بن جاتا ہے کیونکہ (آنحضور ؐ نے فرمایا ہے) میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لے آیا ہے

گرچہ آں مطعوم جان ست و نظر	جسم را ہم زاں نصیب ست اے پسر
اگرچہ وہ جان اور نظر کی خوراک ہے	اے بیٹا! اس میں جسم کا بھی حصہ ہے
گر نگشتے دیو جسم آں را اکول	اسلم الشیطاں نہ فرمودے رسول
اگر شیطان کا جسم اس کا کھانے والا نہ بنتا	(تو) رسول "شیطان اسلام لے آیا" نہ فرماتے
دیو زاں لوتے کہ مردہ حی شود	تا نیا شامد مسلماں کے شود
شیطان اس غذا کو جس سے مردہ زندہ ہوتا ہے	جب تک نہ پی لیتا' مسلمان کب ہوتا
دیو بر دنیا ست عاشق کور و کر	عشق را عشق دگر برد کمر
شیطان دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے	عشق کی کمر دوسرا عشق (ہی) توڑتا ہے
از نہانخانہ یقیں چوں مے چشد	اندک اندک عشق رخت آنجا کشد
یقین کے دفینہ میں سے جب وہ شراب چکھتا ہے	آہستہ آہستہ عشق اس جگہ پڑاؤ ڈالتا ہے
یا حریص البطن عرج ھکذا	انما المنھاج تبدیل الغذا
اے پیٹ کے لالچی! اس طرح مائل ہو	غذا کی تبدیلی ہی راستہ ہے
یا مریض القلب عرج للعلاج	جملۃ التدبیر تبدیل المزاج
اے دل کے مریض! علاج کی طرف مائل ہو	مکمل تدبیر مزاج کا بدلنا ہے
ایھا المحبوس فی رھن الطعام	سوف تنجو ان تحملت العظام
اے کھانے کی رہن کے قیدی	عنقریب تو نجات پا جائے گا اگر تو نے بڑے (مصائب) برداشت کر لئے

ان فی الجوع طعاماً وافراً	افتقدہ' وارتج یانافراً
بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے	اس کو تلاش کر لے اور امید لگا اے بھاگنے والے
اغتذ بالنور کن مثل البصر	وافق الا ملاک یا خیرالبشر
نور کی غذا حاصل کر' آنکھ جیسا بن جا	اے انسانوں میں سے بہتر! فرشتوں کی موافقت کر
چوں ملک تسبیح حق را کن غذا	تارہی ہمچوں ملائک از اذا
فرشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنا لے	تاکہ تو فرشتوں کی طرح نجات پا جائے
جبرئیلؑ ار سوئے جیفہ کم تند	او بقوت کے زکرگس کم زند
اگرچہ جبرئیلؑ مردار کا رخ نہیں کرتے ہیں	وہ قوت میں گدھ سے کم پرواز کب کرتے ہیں؟
پیل اگرچہ در زمیں آہستہ است	اوز پشہ باز گو چوں رستہ است
ہاتھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے	بتا وہ مچھر سے کب بچا ہے؟
حبذ اخوانے نہادہ در جہاں	لیک از چشم خسیساں بس نہاں
دنیا میں عمدہ خوان رکھا ہوا ہے	لیکن کمینوں کی نگاہ سے بہت چھپا ہوا ہے

ہے اس بات کی اس نے غذائے روحانی کھائی۔

پس ثابت ہوا کہ جسم بھی غذائے روحانی کھا سکتا ہے اور جب وہ غذائے روحانی کھا سکتا ہے تو اس سے غذائے جسمانی میں کمی آ سکتی ہے۔ اور راز اس کا یہ ہے کہ شیطان جسم یعنی نفس دنیا پر عاشق اور اس کی محبت میں اندھا اور بہرہ ہو رہا ہے اور قاعدہ ہے کہ ایک عشق کو دوسرا عشق مضمحل کر دیتا ہے پس جبکہ وہ نہاں خانہ یقین کی شراب چکھ لیتا ہے اور لذت ایمان سے آشنا ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کا عشق دنیا اور اس کی نعمتوں سے غذائے ایمانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور اب وہ غذائے جسمانی کا طالب نہیں رہتا اس طرح غذائے جسمانی میں کمی ہو جاتی ہے۔ (توضیح اس کی یہ ہے کہ جسم کے اندر غذائے جسمانی کے لئے دو قسم کے تقاضے ہیں ایک تقاضائے طبیعت جس کو حق سبحانہ نے جسم میں اس لئے ودیعت رکھا ہے کہ وہ جسم کی اصلاح کرے اور بوقت ضرورت اس کے لئے غذا حاصل کرے جو کہ بدل ما یتحلل ہو کر تغذیہ وتنمیہ اعضاء کرے اور دوسرا تقاضائے نفس جس کا منشا محض حرص' تلذذ وتنعم ہے۔ پس جبکہ نفس غذائے روحانی سے آشنا ہو جاتا ہے تو اس کا تقاضائے غذائے جسمانی مضمحل ہو جاتا ہے اور صرف تقاضا طبیعت باقی رہ جاتا ہے۔ وہ تقاضا بھی اس وقت ختم ہو جاتا ہے جبکہ بقدرت غذا اس کو مل جاتی ہے۔ پس اس طرح غذائے جسمانی میں کمی آ جاتی ہے) پس جبکہ یہ امر ذہن نشین ہو گیا کہ تو اے پیٹ بھرنے کے شائقو! تم کو یوں ہی ترقی کرنی چاہئے اور اپنے نفس کو اولاً ایمان کی چاٹ لگانی چاہئے اور رفتہ رفتہ اسے ترقی دینی چاہئے۔ کیونکہ وصول الی الحق کا صحیح راستہ یہی ہے کہ غذا کو بدلا جائے۔ اور اے مریض القلب لوگو! تم علاج کی

طرف توجہ کرو اور اپنے مزاج کی اصلاح کرو۔ کیونکہ حاصل تمام تدبیروں کا یہی ہے کہ مزاج کو بدلا جائے اور طریق اس کا یہی ہے کہ غذائے جسمانی کو کم کیا جائے اور غذائے روحانی کو بڑھا دیا جائے گو ایسا کرنے میں تم کو زحمتیں پیش آئیں گی۔ مگر اے محبوسین رہن طعام یاد رکھو کہ اگر تم نے ان شدائد کو برداشت کر لیا تو تم ہلاکت ابدی سے بچ جاؤ گے۔ دیکھو بھوکے رہنے سے روح کو بہت بڑی غذا ملتی ہے۔ پس اے غذائے روحانی سے وحشت کرنے والو تم اسے طلب کرو اور اسی کے امیدوار رہو اور غذائے جسمانی کے انہاک کو چھوڑ و تم آنکھ کی مانند ہو جاؤ اور نور سے غذا حاصل کرو اور اس امر میں فرشتوں کے مثل ہو جاؤ اور اس طرح بہتر انسان کہلانے کے مستحق ہو جاؤ اور تم فرشتوں کی طرح تسبیح حق کو اپنی غذا بناؤ تاکہ جس طرح فرشتے نجاسات (ظاہرہ و باطنہ) سے پاک ہیں یونہی تم بھی نجاست (باطنہ) سے پاک ہو جاؤ۔ تم کو شاید یہ خیال ہو کہ غذائے جسمانی کو کم کر دینے سے ہماری قوت گھٹ جائے گی۔ مگر یہ تمہاری غلطی ہے قوت کا مدار کچھ مردار خواری ہی پر نہیں ہے۔

دیکھو! جبرئیل اگر مردار نہیں کھاتے تو وہ قوت میں کرگس سے کم نہیں ہیں جو کہ مردار کھاتا ہے۔ تم اہل اللہ کی آہستہ روی سے ان کے ضعف کا شبہ نہ کرنا اور یہ نہ کہنا کہ اگر ترک غذا سے ضعف نہیں ہوتا تو اس سے ان کی رفتار سست کیوں ہو جاتی ہے اس لئے کہ ہاتھی اگرچہ زمین میں آہستہ چلتا ہے مگر مچھر کے قابو سے باہر ہے جو کہ رناٹے کے ساتھ گھومتا ہے۔

غرضکہ عالم میں حق سبحانہ کا عجیب لنگر جاری ہے۔ مگر افسوس کہ پست ہمت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اس کے اہل نہیں چنانچہ اگر تمام دنیا نعمتوں سے لبریز باغ ہو جائے تو سانپوں اور چوہوں کو کیا ان کی غذا تو خاک ہی رہے گی اور خواہ موسم خزاں ہو یا موسم بہار ان کے حصہ میں تو مٹی ہی ہے۔

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ ارے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا تم اشرف المخلوقات ہو تم سانپوں کی طرح مٹی (غذائے ناسوتی) کیوں کھاتے ہو۔ اس جملہ معترضہ کو بیان فرما کر مضمون سابق کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل دنیا کی حالت ایسی ہے جیسے لکڑی کا یا زمین کا یا گوہ کا کیڑا۔ یا کوا کیونکہ لکڑی کے اندر کیڑا کہتا ہے کہ بھلا ایسے مزیدار غذا کسی کو مل سکتی ہے اور زمین کے اندر کیڑا کہتا ہے کہ دنیا میں بھی کسی نے ایسا حلوا نہیں کھایا جیسا میں کھاتا ہوں اور گوہ کا کیڑا گوہ کے اندر رہتے ہوئے عالم بر میں غذا بجز گوہ کے جانتا ہی نہیں اور کوا نجاست کے سوا اور کوئی غذا نہیں جانتا اور نجاست ہی اس کے لئے عزیز ہے۔

پس یہی حالت اہل دنیا کی ہے کہ وہ غذائے ناسوتی کے علاوہ جانتی ہی نہیں کہ کوئی اور بھی غذا ہے۔ بلکہ وہ انہی کو غذا سمجھتے ہیں۔ کلام کو یہاں تک پہنچا کر اب مولانا مناجات میں مشغول ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

انکار کردن اہل تن غذائے روح را و لرزیدن ایشان بر غذائے خسیس جسمانی

تن پروروں کا روحانی غذا سے انکار کرنا اور ان کا جسمانی تھوڑی غذا سے لرزنا

گر جہاں باغے پر از نعمت شود	قسم موش و مار ہم خاکے بود
اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے	چوہے اور سانپ کا حصہ پھر بھی مٹی ہے

قسم شاں خاکست گردے گر بہار	میر کونی خاک چوں نوشی چومار
ان کا حصہ مٹی ہے خواہ خزاں ہو خواہ بہار	تو جہان کا سردار ہے سانپ کی طرح مٹی کیوں کھاتا ہے
درمیان چوب گوید کرم چوب	مرکرا باشد چنیں حلوائے خوب
لکڑی کا کیڑا لکڑی میں کہتا ہے	ایسا عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے؟
درمیان خاک گوید کرم خورد	ایں چنیں حلوا بعالم کس نخورد
چھوٹا سا کیڑا مٹی میں کہتا ہے	دنیا میں ایسا حلوہ کسی نے نہیں کھایا
کرم سرگیں درمیان آں حدث	در جہاں نقلے نداند جز خبث
گوبر کا کیڑا اس نجاست میں	دنیا میں سوائے نجاست کے کوئی خوراک نہیں جانتا ہے
جز نجاست ہیچ نشناسد کلاغ	شد نجاست مرورا چشم و چراغ
کوا نجاست کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے	نجاست ہی اس کا چشم و چراغ ہے

مناجات

اے خدائے بے نظیر ایثار کن	گوش راچوں حلقہ دادی زیں سخن
اے بے نظیر خدا! عنایت کر دے	جبکہ تونے اس کام کا کان میں حلقہ پہنا دیا ہے
گوش ما گیر و بداں مجلس کشاں	کز رحیقت میخورند ایں سرخوشاں
ہمارا کان پکڑ اور اس مجلس میں کھینچ	کیونکہ یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں
چوں بما بوئے رسانیدی ازیں	سر مبند آں مشک را اے رب دیں
جبکہ تونے ہم تک اس کی خوشبو پہنچا دی ہے	اے دین کے رب اس مشک کو بند نہ کر
از تو نوشند از ذکور و از اناث	بے دریغی در عطا یا مستغاث
مذکر اور مونث تجھ ہی سے پی رہے ہیں	اے فریاد رس! تو عطیات میں بے روک ٹوک ہے
اے دعا ناگفتہ از تو مستجاب	دادہ دل را ہر دمی صد فتح باب
اے وہ کہ نہ مانگی ہوئی دعا بھی تیری جانب سے قبول ہے	تونے ہر لمحہ دل کو سینکڑوں دروازے کی کشادگیاں عطا کی ہیں
چند حرفے نقش کردی از رقوم	سنگہا از عشق اوشد ہمچو موم
تونے حروف میں سے چند حرف تحریر کئے	اس کے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہو گئے

نون ابرو صاد چشم و جیم گوش	بر نوشتی فتنۂ صد عقل و ہوش
ابرو کا نونؔ آنکھ کا صادؔ کان کا جیم	تو نے لکھے ہیں جو سینکڑوں عقل و ہوش کے لئے فتنہ ہیں
زاں حروفت شد خرد باریک ریس	نسخ میکن اے ادیب خوشنویس
تیرے ان حروف سے عقل دقیق النظر ہو گئی	اے خوشنویس ادیب! خوب لکھ
در خور ہر فکر بستہ بر عدم	دمبدم نقش خیال خوش رقم
عدم پر ہر فکر کے مناسب قائم کر دیا ہے	ہر لمحہؔ حسین خیالی نقش
حرفہائے طرفہ بر لوح خیال	بر نوشتہ چشم و ابرو خط و خال
خیال کی تختی پر عجیب حروف	آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے لکھ دیئے ہیں
بر عدم باشم نہ بر موجود مست	زانکہ معشوق عدم وافی ترست
میں عدم کا عاشق ہوں نہ کہ موجود کا	کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ وفادار ہے
عقل را خط خوان آں اشکال کرد	تادہد تدبیرہا رازاں نورد
عقل کو ان شکلوں کا پڑھنے والا بنا دیا	تاکہ ان کے بارے میں تدبیروں کو لپیٹ دے

تشبیہ عقل بجبرئیلؑ ونظر او درغیب مانند نظر جبرئیلؑ درلوح محفوظ

عقل کی (حضرت جبرئیلؑ سے مشابہت اور اس کی نظر کا غیب پر (حضرت) جبرئیلؑ کی طرح رہنا

چوں ملک از لوح محفوظ آں خرد	ہر صباحے درس ہر روزہ برد
عقلؔ فرشتہ کی طرح لوح محفوظ سے	ہر صبح کو ہر دن کا سبق حاصل کر لیتی ہے
برعدم تحریرہا بیں بابیاں	واں سوادش حیرت سودائیاں
عدم میں وہ تحریریں دیکھؔ باوجود بیان کے	ان کی سیاہی دیوانوں کے لئے باعث حیرت ہے
ہر کسے شد بر خیالے ریش گاوؔ	گشتہ در سوائے گنجے گنج گاوؔ
ہر شخص کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے	خزانے کے خیال میں گنج گاوؔ بنا ہوا ہے
از خیالے گشتہ شخصے پر شکوہ	روئے آوردہ بمعدنہائے کوہ
ایک شخص خیال کی وجہ سے پرشکوہ ہے	پہاڑ کی کانوں کی جانب رخ کئے ہوئے ہے
وز خیالے آں دگر با جہد مر	رونہادہ سوئے دریا بہر در
دوسرا ایک خیال کی وجہ سے تلخ کوشش کے ساتھ	موتیوں کے لئے دریا کی جانب رخ کئے ہوئے ہے

وال دگر بہر ترہب در کنشت	واں یکے اندر حریصی سوئے کشت
دوسرا رہبانیت کے لئے گرجا گھر میں ہے	دوسرا حرص میں کھیتی (بازی) کی جانب ہے
از خیال آں رہزن رستہ شدہ	وز خیال ایں مرہم خستہ شدہ
وہ خیال کی وجہ سے بازار کا ڈاکو بنا	اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بنا ہوا ہے
در پری خوانی یکے دل کردہ گم	برنجوم آں دیگرے بنہادہ سم
ایک نے حاضرات میں دل کو گم کر دیا ہے	دوسرے نے ستاروں پر قدم رکھا ہے
آں یکے در کشتی از بہر رباح	آں یکے با فسق و دیگر با صلاح
ایک نفع کے لئے کشتی میں ہے	ایک فسق میں ہے اور دوسرا نیکی میں
ایں روشہا مختلف بیند بروں	زاں خیالات ملون زاندروں
باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں	اندر کے رنگا رنگ خیالات کی وجہ سے
ایں دراں حیراں شدہ کاں بر چہ ست	ہر چشندہ آں دگر را نافی ست
یہ اس میں حیران ہے کہ یہ (خیالات) کس بنا پر ہیں	ہر چکھنے والا دوسرے کا منکر ہے
آں خیالات ارنیند ناموتلف	چوں زبیروں شد روشہا مختلف
اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں	تو بیرونی روشیں کیوں مختلف ہیں
قبلۂ جاں راچو پنہاں کردہ اند	ہر کسے رو جانبے آوردہ اند
چونکہ انہوں نے جان کے قبلہ کو چھپا دیا ہے	ہر شخص ایک جانب کو منہ کئے ہوئے ہے

تمثیل روشہائے مختلف و وہمہائے گوناں گوں باختلاف تحری متحریاں در وقت نماز قبلہ را بوقت تاریکی و تحری غواصاں در قعر بحر

مختلف روشوں اور مختلف قسم کے وہموں کی اندھیرے میں نماز کے وقت قبلہ کی اٹکل کرنے والوں کی اٹکل کے اختلاف سے اور غوطہ زنوں کی سمندر کی تہ میں اٹکل سے مثال

ہمچو قومے کہ تحری میکنند	بر خیال قبلہ ہر سوی تنند
جس طرح لوگ اٹکل کرتے ہیں	قبلہ کے خیال سے ہر جانب کو رخ کرتے ہیں
چونکہ کعبہ رونماید صبح گاہ	کشف گردد کہ گم کردہ ست راہ
جب صبح کو قبلہ رونما ہوتا ہے	واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے غلطی کی ہے

یا چو غواصاں بزیر قعر آب	ہر کسے چیزے ہمی گیرد شتاب
یا جس طرح غوطہ زن پانی کی گہرائی کے نیچے	ہر شخص جلدی سے ایک چیز پکڑ لیتا ہے
برامید گوہر و در ثمیں	تو برہ پر میکنند از آن و ایں
جوہر اور قیمتی موتی کی امید پر	اس اور اس سے تھیلی بھر لیتے ہیں
چوں برآیند از تگ دریائے ژرف	کشف گردد صاحب در شگرف
جب گہرے دریا کی تہہ سے باہر آتے ہیں	عجیب موتی والا واضح ہو جاتا ہے
واں دگر کہ برد مروارید خرد	واں دگر کہ سنگریز و شبہ برد
اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے	اور وہ جس نے پتھری اور پوتھ حاصل کیا ہے
ھٰکذا نبلوھم بالساھرہ	فتنۃً ذات افتضاح قاھرہ
اسی طرح ہم ان کو میدان میں آزمائیں گے	آزمائش میں جو زبردست رسوائی والی ہو گی
ہمچنیں ہر قوم چوں پروانگاں	گرد شمعے پر زناں اندر جہاں
اسی طرح ہر قوم پروانوں کی طرح	دنیا میں ایک شمع کے چاروں طرف پرواز کر رہی ہے
خویشتن بر آتشے برمیزنند	گرد شمع خود طوافے می کنند
اپنے آپ کو ایک آگ پر پھینک رہی ہے	اپنی شمع کے گرد طواف کر رہی ہے
برامید آتش موسیٰ بخت	کز لہیبش سبز و تر گردد درخت
نصیب کے موسیٰ کی آگ کی امید پر	جس کی لپٹ سے درخت زیادہ سرسبز ہو جاتا ہے
فضل آں آتش شنیدہ ہر رمہ	ہر شرر را آں گماں بردہ ہمہ
ہر جماعت نے اس آگ کی فضیلت سن لی ہے	سب نے اس چنگاری کو وہ سمجھا ہے
چوں برآید صبحدم نور خلود	وانماید ہر یکے چہ شمع بود
جب صبح کو ہمیشگی کا نور طلوع کرے گا	ہر شخص دیکھ لے گا کہ کیا شمع تھی
ہر کرا پر سوخت زاں شمع ظفر	بدہدش آں شمع خوش ہفتاد پر
جس کے اس کامیابی کی شمع سے پر جلے ہیں	اس کو وہ شمع ستر اچھے پر دیدے گی
جوق پروانہ دو دیدہ دوختہ	ماند زیر شمع بد پر سوختہ
دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے پروانوں کی جماعت	بری شمع کے نیچے پر جلی ہوئی رہ جائے گی

می طپد اندر پشیمانی و سوز	میکند آہ از ہوائے چشم دوز
وہ سوزش اور شرمندگی میں تڑپے گی	آنکھیں سی دینے والی خواہش نفسانی سے آہ کرے گی
شمع او گوید کہ چوں من سوختم	کے ترا برہانم از سوز و ستم
اس کو شمع کہے گی جبکہ میں جل گئی	میں تجھے سوزش اورستم سے کیسے رہائی دوں
شمع او گریاں کہ من سر سوختہ	چوں کنم من غیر را افروختہ
اس کی شمع روئے گی کہ میں سر جلی	دوسرے کو کیا روشن کروں؟

در تفسیر آیت یا حسرةً علی العباد

"بندوں پر حسرت ہے" آیت کی تفسیر

او ہمی گوید کہ از اشکال تو	غرہ گشتم دیر دیدم حال تو
وہ کہے گا کہ تیری صورت سے	میں دھوکا کھا گیا میں نے تیری حالت دیر میں دیکھی
شمع مردہ بادہ رفتہ' دلربا	غوطہ خورد از ننگ کژ بینی ما
شمع مر کر چلی گئی' دل ربا نے	غوطہ مار لیا' ہماری کج بینی کی ذلت سے
ظلت الارباح خسراً مغرماً	نشتکی شکویٰ الی اللہ العمیٰ
منافع ڈنڈ والا نقصان بن گئے	اندھے پن کا' اللہ سے شکوہ کرتا ہے
حبذا ارواح اخوان ثقات	مسلمات مؤمنات قانتات
ثقہ بھائیوں کی روحیں قابل مبارکباد ہیں	مسلمان ہیں' مومن ہیں' دعا کرنے والی ہیں
ہر کسے روئے بسوئے بردہ اند	واں عزیزاں رو بہ بےسو کردہ اند
ہر شخص نے اک جانب رخ کیا ہے	وہ باعزت ہیں جنھوں نے بے رخ کی جانب رخ کیا ہے
ہر کبوتر می پرد در مذہبے	ویں کبوتر جانب بے جانبے
ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے	یہ کبوتر بے جانب کی جانب پرواز کرتا ہے
ہر عقابے می پرد از جا بجا	ویں عقاباں راست بے جائی سرا
ہر باز ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے	ان بازوں کی سرائے لامکانی ہے
مانہ مرغان ہوا نے خانگی	دانہ ما دانۂ بے دانگی
ہم نہ ہوائی پرند ہیں' نہ پالتو	ہمارا دانہ' بے دانگی کا دانہ ہے

زاں فراخ آمد چنیں روزی ما	کہ دریدن شد قبا دوزی ما
اس لئے ہماری روزی اس قدر فراغ ہے	کہ ہمارا پھاڑنا قبا کو سینا ہے

دربیان آنکہ فرجی راچرا فرجی نام نہادند اول

اس کا بیان کہ شروع میں فرجی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفئے بدرید جبہ در حرج	پیش آمد بعد بدریدن فرج
ایک صوفی نے تنگی میں جبہ پھاڑ ڈالا	پھاڑنے کے بعد اس کو فراخی میسر آ گئی
کردہ نام آں دریدہ فرجی	ایں لقب شد فاش ازاں مردنجی
اس نے اس پھٹے ہوئے (جبہ) کا نام کشادگی والا رکھ دیا	اس برگزیدہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہو گیا
ایں لقب شد فاش وصافش شیخ برد	ماند اندر طبع خلقاں حرف درد
یہ لقب مشہور ہو گیا اور اس کی حقیقت شیخ لے گیا	لوگوں کی طبیعت میں حرف تلچھٹ باقی رہ گئی
ہمچنیں ہر نام صافی داشتہ است	اسم را چوں دردی بگذشتہ است
اسی طرح ہر وہ نام جو صفائی رکھتا تھا	اس نے نام کو تلچھٹ کی طرح چھوڑا
ہر کہ گلخوارست دردی را گرفت	رفت صوفی سوئے صافی ناشگفت
جو مٹی کھانے والا ہے اس نے تلچھٹ لے لی ہے	صوفی صاف کی جانب تعجب کے بغیر چلا گیا
گفت لا بد درد را صافی بود	زیں دلالت دل بصفوت میرود
(صوفی نے) کہا، تلچھٹ کے لئے صفائی لازمی ہے	اس رہنمائی سے دل صافی کی جانب جاتا ہے
درد عسر افتاد صافش یسر او	صاف چوں خرما و دردی بسر او
تنگی تلچھٹ ہے اس کا صاف اس کی کشادگی ہے	صاف خرما کی طرح ہے اور تلچھٹ اس کا کچا ہے
عسر بایسر ست ہیں آیس مباش	راہ داری زیں ممات اندر معاش
تنگی کشادگی کے ساتھ ہے خبردار! مایوس نہ ہو	اس موت سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے
صاف خواہی جبہ بشگاف اے پسر	تا ازاں صفوت بر آری زود سر
اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے جبہ کو پھاڑ دے	تاکہ اس میں سے جلد صفائی ظاہر ہو جائے
ہست صوفی آنکہ شد صفوت طلب	نہ لباس صوف و خیاطی و دب
صوفی وہ ہے جو صفائی کا طالب ہو	نہ کہ اون کا لباس اور سینا اور نقش

صوفی گشتہ بہ پیش ایں لئام	الخیاطۃ واللواطۃ والسلام
ان کمینوں کے لئے صوفی ہونا بن گیا ہے	سینا اور اغلام والسلام
برخیال آں صفا و نام نیک	رنگ پوشیدن نکو باشد و لیک
صفا کے خیال اور بھلے نام کی وجہ سے	رنگین پہننا اچھا ہو گا لیکن
بر خیالش گر روی تا اصل او	ہمچناں کہ گربہ سوئے ناں ببو
اگر اس کے خیال سے تو حقیقت کی طرف جائے	جس طرح کہ بلی خوشبو کے ذریعہ روٹی کی جانب
بوقلاؤوزست اے جویائے عشق	نے زبو یعقوبؑ شد بینائے عشق
اے عشق کے تلاش کرنے والے! بو رہنما ہے	کیا بو کی وجہ سے (حضرت) یعقوبؑ عشق کے بینا نہیں بنے؟
دور باش غیرتت آمد خیال	گرد بر گرد سرا پردہ جلال
(فاسد) خیال تیرے لئے دو شاخہ نیزہ ہے	جلال کے پردے کے اردا گرد ہے
بستہ ہر جوئندہ را کہ راہ نیست	ہر خیالش پیش می آید کہ بیست
جس نے ہر تلاش کرنے والے کو باندھ دیا ہے کہ راستہ نہیں ہے	ہر خیال اس کے سامنے آ جاتا ہے کہ ٹھہر جا
جز مگر آں تیز گوش و تیز ہوش	کش بود از جیش نصرتہاش جوش
سوائے اس تیز کان والے اور تیز ہوش والے کے	جس کو مددوں کے لشکر سے جوش حاصل ہے
بجہد از تخییلہا بے شہ شود	تیر شہ بنماید و بیروں رود
وہ تخیلات سے نکل جاتا ہے بغیر مات کے بن جاتا ہے	شاہی تیر دکھاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے
ہر کہ را در دست تیر شہ بود	راہ یابد تا بمنزل می رود
جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تیر ہو	راستہ پا لیتا ہے منزل تک چلا جاتا ہے

شرح حبیبی

چونکہ اوپر مولانا نے غذائے روحانی کی تفصیل بیان فرمائی تھی اس لئے اب اس کی درخواست کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے خدائے بے نظیر جب کہ تو نے اس گفتگو کو ہمارا حلقہ گوش کیا ہے اور ہمارے کانوں تک پہنچایا ہے تو اب تو بخشش کر اور ہمارا کان پکڑ کر بقسر ہم کو اس مجلس تک پہنچا دے جس میں یہ مست لوگ (اہل اللہ) تیری وہ شراب یعنی شراب ایمانی پیتے ہوں تا کہ ہم کو بھی اس شراب کا کچھ حصہ مل جائے اور جبکہ تو نے اس مشک (ایمان) کی خوشبو ہم تک پہنچائی ہے اور اس کی صفت ہم کو معلوم کرائی ہے تو اب اس کے ڈبہ کو بندمت کر۔ اور اس سے ہم کو مستفید کر کیونکہ

آپ بڑے دینے والے ہیں چنانچہ کیا مذکر کیا مؤنث۔ سب کو آپ بے دریغ دیتے ہیں اور وہ سب آپ ہی کا دیا کھاتے ہیں آپ بے مانگے دیتے ہیں اور قلوب عارفین پر ہر دم علوم و معارف کے سینکڑوں دروازے کھولتے ہیں اور آپ نے کتنے ہی ایسے عمدہ حروف ان کے لوح قلب پر نقش کئے ہیں جن سے سنگین دلوں کا دل ہی موم ہو گیا اور آپ نے ایسے نون ابرو و صاد چشم و جیم گوش (معارف نفیسہ) اس تختی پر لکھے ہیں جنہوں نے سینکڑوں عقل و ہوش کو مفتون کر لیا۔ اور جن سے عقل باریک بین رخصت ہو گئی۔ پس اے خوشنویس ادیب وہ پاکیزہ و ہوش ربا ہمارے لوح قلب پر بھی لکھئے اور جس طرح آپ نے علوم و معارف کو قلوب اہل اللہ پر القاء فرمایا ہے یوں ہمارے قلب پر بھی القا فرمائیے چونکہ مناجات میں تحریر نقوش کا تذکرہ تھا اس لئے مولانا اس تحریر کے متعلق مفصل گفتگو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

کہ حق سبحانہ ہر دم ہر فکر کے مناسب اس کے غیر محسوس لوح پر نفیس نفیس نقوش و صور ذہنیہ منقش فرماتے ہیں اور اس لوح خیال پر عجیب عجیب حروف تحریر فرماتے ہیں جو باوجود نفیس حس میں مشترک ہونے کے چشم و ابرو و خط و خال کی طرح خصوصیات حس میں مختلف ہوتے ہیں۔ میں ان صور غیر محسوسہ کی اس لئے تعریف کرتا ہوں کہ میں غیر محسوس پر عاشق ہوں نہ کہ محسوس پر۔ اس لئے کہ غیر محسوس معشوق میں وفا اور پائیداری زیادہ ہے بہ نسبت محسوس کے۔ وہو ظاہر۔

خیر! یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب ہم اصل مضمون بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے لوح خیال پر صور ذہنیہ مرتسم کیں اور عقل کو ان کا پڑھنے والا اور مدرک بنایا تاکہ وہ ان کو پڑھ کر تدبیرات میں ان کے مناسب تصرف کر سکے۔ اور جس طرح فرشتے لوح محفوظ سے احکام روزانہ معلوم کرتے ہیں یوں ہی وہ اس لوح خیال سے ہر صبح کے وقت ہر روز کا سبق پڑھ لیتے ہیں یعنی ان امور کو معلوم کر لیتے ہیں جو اس کو ہر روز کرتے ہیں (ہر صباحی درس اور ہر روز کے قیود لازمی نہیں کیونکہ نہ یہ ضرور ہے کہ عقلی امور کو صبح ہی کے وقت سوچے اور نہ ہی یہ ضرور ہے کہ ہر روز سوچے اور نہ یہی کہ تمام دن کے کام سوچے پس یہ قیود اتفاقیہ ہیں) تم دیکھو کہ لوح غیر محسوس پر کیسے واضح حروف لکھے ہوئے ہیں۔ جس کی سیاہی کی خوبی سے اہل خیال متحیر اور اس پر فریفتہ ہیں۔ چنانچہ ہر شخص ایک خیال کو لپٹا ہوا ہے اور اس کی بناء پر ایک خزانہ کے عشق میں مبتلا ہو کر اس کے کھوج میں لگا ہوا ہے۔ مثلاً ایک شخص ایک خیال کی شان و شوکت سے متاثر ہو کر پہاڑ کی کانوں میں سونے چاندی کی تلاش میں جاتا ہے۔ دوسرا شخص دوسرے خیال کے سبب پوری کوشش سے موتیوں کی خاطر دریا کی طرف چلا ہے۔ تیسرا شخص راہب بن کر گرجا میں بیٹھا ہے۔ چوتھا حرص کی بناء پر اپنے کسب میں لگا ہے پانچواں محض خیال کی بناء پر لوگوں پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ چھٹا شخص محض خیال کی بناء پر ایک مجروح کا مرہم اور ایک مبتلائے رنج کے لئے موجب راحت ہے۔ ساتواں شخص عملیات پر دل کھوئے ہوئے ہے۔ آٹھواں نجوم پر قدم جمائے ہوئے ہے نواں منافع کے لئے کشتی پر سوار ہے۔ دسواں فسق میں مبتلا ہے گیارہواں نیک ہے۔ پس یہ مختلف روشیں جو عالم بیرونی و اندرونی رنگا رنگ خیالات کے سبب دیکھتا ہے یعنی جو مساعی شتی اس عالم میں ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ اپنے خیالات مختلفہ کا اثر ہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کی روش میں حیران ہے اور کہتا ہے کہ یہ شخص یہ کام کیوں کرتا ہے۔ اس کو یہ نہ کرنا چاہئے بلکہ وہ کرنا چاہئے جو میں کرتا ہوں اور جو شخص جس کام کو اچھا سمجھتا ہے وہ اسی کو مانتا ہے اور دوسرے کے کاموں پر انکار کرتا ہے۔ پس یہ دلیل ہے اختلاف کی کیونکہ اگر خیالات مختلف نہ ہوتے تو روشوں میں یہ تضاد کیوں کر ہوتا۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ لوگ مختلف الخیال ہیں تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس حالت میں ان کی ایسی مثال ہے۔ جیسے سمت قبلہ نامعلوم ہوتی ہے تو تحری کرتے ہیں اور ہر شخص بدیں خیال کہ قبلہ ادھر ہے ایک ایک طرف رخ کر لیتا ہے مگر جب صبح ہو جاتی ہے اور کعبہ ظاہر ہو جاتا ہے تو اس وقت انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون غلطی پر تھا۔ یا مثلاً ہر غوطہ زن پانی کے نیچے کچھ نہ کچھ جلدی سے اٹھالیتا ہے اور بیش بہا موتی کی توقع میں جو کچھ ہاتھ لگتا ہے اس سے توبرہ پر کر لیتا ہے لیکن جب وہ اس گہرے دریا کی تہہ سے باہر آتے ہیں اس وقت وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے جسے بڑا موتی ملا اور وہ بھی جسے چھوٹا موتی ملا اور وہ بھی جسے کنکر اور پوتیہ ملی۔ کیونکہ مطلوب تو ان سے مخفی رہا اور ہر ایک نے اپنے گمان کے موافق اٹھالیا۔ پس جس طرح ظہور صبح کے بعد متحریان قبلہ اور دریا سے نکلنے کے بعد غواصین کا امتحان ہوتا ہے یوں ہی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کا زمین حشر میں زبردست امتحان لیں گے جو بہت سوں کے لئے رسوائی بخش ہوگی کیونکہ اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ جس کو ہم قبلہ و مقصود سمجھے ہوئے تھے وہ حقیقت میں ایسا نہ تھا اور جس کو ہم گوہر شاہوار خیال کرتے تھے وہ گوہر شاہوار نہ تھا۔ نیز جس طرح شب تاریک میں متحریان قبلہ ایک ایک جہت کو قبلہ سمجھے ہوئے ہیں اور غواصین جو کچھ ان کے ہاتھ آتا ہے اس کو موتی سمجھ کر توبرہ میں بھرتے ہیں۔

یوں ہی تمام لوگ پروانوں کی طرح دنیا میں ایک شمع مقصود کے گرد اڑ رہے ہیں اور اس خیال سے اپنے کو آگ سے ٹکراتے اور اپنی شمع مقصود کے گرد طواف کرتے ہیں کہ یہ ہمارے موسائے بخت کی مطلوب آگ ہے۔ جس کے شعلہ سے ہماری امیدوں کے خشک درخت ہرے بھرے ہو جائیں گے ان لوگوں نے حقیقی آتش موسائے بخت (مقصود حقیقی) کی چھوٹی مستی ہے اور ہر شرر کو وہ ہی آگ سمجھ لیا ہے یعنی جس نے جس چیز کے اندر خوبی مشاہدہ کی اس کو مطلوب حقیقی خیال کر کے اس کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے اس لئے جب یہ شب ظلمانی یعنی دنیائے فانی ختم ہوگی اور بوقت صبح قیامت نور بقا جلوہ گر ہوگا۔ اس وقت ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ وہ کیسی شمع تھی۔ جس پر وہ فریفتہ تھا اس وقت بعض کو معلوم ہوگا کہ وہ شمع تھی جس کی طلب کی تھی اور اسی کی طلب میں انہوں نے اپنے قوی جسمانیہ کو صرف کیا تھا۔ ایسے لوگوں کو وہ شمع ظفر (حق سبحانہ) ان سوختہ پروں اور صرف کی ہوئی قوتوں کے معاوضہ میں بکثرت ان سے بہتر پر اور قوی عطا کرے گی۔ اور بہت سے پروانے اندھے ہوں گے۔ جو بری شمعوں کے نیچے پر جلے پڑے ہوں گے یعنی انہوں نے اشیاء غیر مطلوبہ فی نفس الامر کے لئے اپنے قوی کو صرف کیا ہوگا۔ یہ لوگ پشیمانی اور سوز درونے سے تڑپتے ہوں گے اور آنکھ بند کر دینے والے خواہش نفسانی کے ہاتھ سے فریاد کرتے ہوں گے اور ان کی شمعیں بزبان حال کہتی ہوں گی کہ جبکہ ہم خود ہی جلی ہوئی ہیں تو تمہیں جلن سے کیونکر رہائی دے سکتی ہیں اور وہ رو کر کہتی ہوں گی کہ ہمارا سر تو خود ہی جلا ہوا ہے۔ اس لئے ہم خود روشن نہیں ہو سکتیں تو ہم تمہیں کیونکر روشن کر سکتی ہیں یعنی ہم خود ناقص اور عاری عن الکمال ہیں۔ پھر ہم تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

ان کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہوں گے کہ ہمیں تمہارے اشتباہ بالمقصود الحقیقی سے دھوکہ ہوا۔ اور افسوس ہے کہ ناوقت تمہاری حقیقت کھلی۔ کیونکہ شمع گل ہو چکی ہیں شراب ختم ہو چکے ہیں محبوب ہماری غلط بینی کی عار سے

محجوب ہو چکا ہے یعنی اب مطلوب کا ملنا ناممکن ہو گیا ہے اور ہمارے منافع خسران ہو چکے ہیں۔ اس وقت ہم اپنے اندھے پن کی خدا سے شکایت کرتے ہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ بڑے اچھے ہیں ہمارے معتمد بھائیوں۔ اہل اللہ کی روحیں کہ وہ مسلمان اور مومن اور عابد ہیں اور دیگر لوگوں نے تو اپنا رخ ایک ایک جانب کر رکھا ہے مگر وہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہیں جو کہ از جہات ہیں اور دیگر کبوتر۔ ایک ایک خاص سمت میں جا رہے ہیں مگر یہ لوگ اس طرف جا رہے ہیں جس کے لئے کوئی جہت نہیں اور دوسرے تمام عقاب ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑ کر جا رہے ہیں لیکن یہ عقاب ایسی جگہ جا رہے ہیں جو فی الحقیقت کوئی جگہ یا گھر نہیں ہے یعنی عالم غیب کی طرف۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نہ ہوائی جانور ہیں نہ خانگی جو طالب جہت یا مکان ہوں اور ہماری غذا تو عدم الغذا ہے۔ دون الجوع طعام الصدیقین۔ رہی یہ بات کہ اس قدر فراخ ہماری روزی کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری طبیعت تمہارے خلاف ہے کیونکہ دریدن قباء ہمارے حق میں قبادوزی ہے اور جو شے ہمارے لئے موجب فساد ہے وہ ہمارے لئے موجب اصلاح ہے۔ پس جبکہ تمہاری طبیعتوں میں اختلاف ہے تو اس کے آثار میں یہی اختلاف ہوگا۔ پس اور جو چیز تمہاری غذا ہوگی ہماری غذا اس کے خلاف ہوگی۔ پس چونکہ تمہاری غذا دانہ ہے اس لئے ہماری غذا بے دانگی ہوگی۔ چونکہ اوپر قبا چاک کرنے کا ذکر آیا تھا اس لئے مولانا اس سے ایک قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک صوفی کو قبض پیش آیا تھا تو انہوں نے متوحش ہو کر کرتہ پھاڑ ڈالا۔ اس کے پھاڑ ڈالنے کے بعد اس کو بسط ہو گیا اس پر انہوں نے کرتہ کا نام فرجی رکھ لیا اور ان کا رکھا ہوا نام لوگوں میں مشہور ہو گیا۔

القصہ: یہ نام مشہور ہو گیا اور اس کی حقیقت تو شیخ مذکور نے لے لی اور لوگوں کے اندر اس کی صورت اور نام رہ گیا اور کچھ فرجی ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہر ایسے نام سے جو دو چیزوں پر مشتمل تھا جن میں ایک کارآمد اور بمنزلہ حصہ صاف کے تھی یعنی مغز اور دوسری ناکارہ اور بمنزلہ تلچھٹ کے یعنی صورت۔ کارآمد اور صاف شے کو لے لیا اور دوسری شے کو جو کہ بمنزلہ تلچھٹ کے تھی چھوڑ دیا یعنی اس کا مغز لے لیا اور وہ صورت جو کہ بے کار تھی اسے چھوڑ دیا۔

فائدہ:۔ یاد رکھو کہ یہ تجزیہ وہیں ممکن ہے جہاں حقیقت اور مغز بدوں صورت کے پائی جا سکے اور صورت مقصود ہو لیکن جہاں حقیقت و مغز بدوں صورت کے پائے ہی نہ جا سکتے ہوں اور صورت بھی مقصود ہو جیسے صوم و صلوٰۃ وغیرہ امور شرعیہ وہاں یہ تجزیہ ممکن نہیں۔ فافہم ولا تزل)

خیر یہ حالت تو شیخ مذکور کی تھی اب اوروں کی حالت سنو ان میں جو گل خوار تھے انہوں نے تلچھٹ اور صورت غیر مقصودہ کو لے لیا اور جو صوفی تھے انہوں نے حصہ صاف اور مغز لے لیا کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ہر درد کے لئے صاف ہوتا ہے اور درد کی دلالت بر صفا کے سبب اس سے صافی کی طرح ذہن منتقل ہوتا ہے۔ اس بناء پر ان کا ذہن درد سے صاف کی طرف منتقل ہوا۔ اور چونکہ درد بمنزلہ عسر کے تھا اور صاف بمنزلہ یسر کے اور صاف بمنزلہ پختہ چھوہارے کے تھا اور درد بمنزلہ کچے چھوہارے کے۔ اس لئے درد کو چھوڑ دیا اور صاف کو لے لیا۔ آگے مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اول اتنا سمجھ لو کہ ہم لوگوں کی ریاضات و مجاہدات جو حالاً عسر میں مآلاً یسر ہیں۔

پس تم کو تختی حال کو دیکھ کر مایوس نہ ہونا چاہئے اور اس کو اختیار کرنے سے گھبرانا چاہئے۔ کیونکہ تم اس موت (عسر) سے حیات (یسر) تک پہنچو گے جب یہ معلوم ہوگیا تو آپ کہتے ہیں کہ اگر تم کو صفا کی ضرورت ہے تو تم قبائے ہستی کو چاک کرو۔ اس سے تم بجز صفوت سے سر نکالو گے اور صفا تم کو مل جائیگی ایسا کرنے سے تم کو اس طریق کی دشواری مانع ہو سکتی تھی۔ سو اس کو ہم پہلے ہی سے دفع کر چکے ہیں اب کوئی مانع نہ رہا۔ پس تم کو ضرور صفا حاصل کرنی چاہئے کیونکہ صوفی وہ ہے جو طالب صفا ہو۔ اور پشمینہ پہننا گدڑی سینا اعلام کرنا تصوف نہیں ہے مگر کیا کیجئے کہ نااہلوں نے تصوف کو خراب کر دیا ان پاگلوں کے نزدیک حقیقت تصوف صرف اتنا ہے کہ گدڑی کا بنڈل اور رنڈی بازی کر لی۔ اس لئے وہ واقعی حقیقت تصوف کو حاصل نہیں کرنا چاہتے اور عوام بھی ان کی دیکھا دیکھی اسی روش پر چلتے ہیں۔

ہاں تو ہم نے کہا تھا کہ صوفیانہ لباس تصوف نہیں یہ صحیح ہے مگر اس نیت سے کہ اس سے صفا کا خیال رہے۔ بایں طور کہ اس سے تصوف اور صوفیہ کی طرف ذہن منتقل ہو اور ان سے صفا کی طرف اور اس نام نیک کے سبب کہ یہ اہل اللہ کا لباس ہے اگر کوئی رنگین لباس پہنتے تو اچھا ہے مگر اس شرط سے کہ اس خیال ہی پر نہ جم جائے بلکہ اس سے حقیقت کی طرف یونہی ہے جس طرح بلی روٹی کی بو سے روٹی کی طرف۔ یہاں تک ان لوگوں کی اصلاح فرمائی تھی جو لباس صوفیانہ پہنتے تھے اور صوفی نہ تھے اب اس کی اصلاح فرماتے ہیں جو بوجہ حقیقت تصوف حاصل نہ ہونے کے لباس صوفیانہ کو ناپسند کرتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ اے طالب عشق! یہ لباس مطلقاً بے سود نہیں ہے کیونکہ اس سے صورت صفا جس کو بوئے صفا کہنا چاہئے حاصل ہوتا ہے اور جو حقیقت کی طرف رہنما ہوتی ہے دیکھ یعقوب علیہ السلام بوئے یوسف ہی سے تو صاحب عشق ہو گئے تھے۔ یعنی ان کو بوئے مطلوب ہی سے تو مطلوب کا پتہ چلا تھا۔ پس اے بوئے صفا بے سود کیونکر ہو سکتی ہے اور جب وہ بے سود نہیں تو لباس صوفیانہ مطلقاً بے سود کیونکر ہو سکتا ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو کہ جو چیز تم کو خدا تک نہیں پہنچنے دیتی وہ تمہارا خیال غیر اللہ ہے کیونکہ خیالات مذکورہ سراپردۂ جلال رب ذوالجلال کے ارد گرد پہرہ دار ہیں جس کو غیرت خداوندی نے اس لئے قائم کیا ہے کہ وہ ناقابل حضوری لوگوں کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ بنابریں وہ ہر طالب کو یہ کہہ کر رد کرتا ہے کہ ادھر جدھر تم جانا چاہتے ہو راستہ نہیں ہے۔ اور ہر خیال یہی کہتا ہے کہ ٹھہرو آگے نہ جاؤ بجز ان تیز گوش اور تیز ہوش لوگوں (اہل اللہ کے جو جیش تائیدات ربانیہ کے سبب سے جوش میں لڑتے ہوتے ہیں ان کو کوئی خیال نہیں روک سکتا۔ پس یہ لوگ تخیلات سے گزر کر مات سے بچ جاتے ہیں اور تیر شہ کھلا کر باہر نکل جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے پاس تیر شہ ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جس کے پاس تیر شہ ہوتا ہے اس کو راستہ مل جاتا ہے اور وہ حضر شاہی تک پہنچ جاتا ہے۔

فائدہ:۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ زمان قدیم میں یہ قاعدہ تھا تیر پر بادشاہ کا نام لکھا ہوتا تھا پس جو شخص پہرہ والوں کو وہ تیر دکھلا دیتا تھا پہرہ والے اسے نہ روکتے تھے گویا کہ وہ پروانہ شاہی ہوتا تھا۔

پس حاصل یہ ہوا کہ اہل اللہ کے پاس پروانہ شاہی ہوتا ہے یعنی تائید حق اس کے شامل حال ہوتی ہے اس لئے ان کو کوئی خیال نہیں روک ستا۔

فائدہ:۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تیر شہ سے مراد عشق حق سبحانہ مراد ہو۔

فی المناجات

اے قدیم رازدان ذوالمنن	در رہ تو عاجزیم و ممتحن
اے احسانوں والے راز کو جاننے والے قدیم!	تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور مشقت میں ہیں
ایں دل سرگشتہ را تدبیر بخش	ویں کمانہائے دوتو را تیر بخش
اس حیران دل کو تدبیر عنایت کر دے	ان خمیدہ کمانوں کو تیر عنایت کر دے
جرعہ بر ریختی زاں خفیہ جام	بر زمین خاک من کاس الکرام
تونے اس پوشیدہ جام سے گھونٹ گرا دیا ہے	خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے
جست بر زلف ورخ از جرعہ نشاں	خاک را شاہاں ہمی لیسند ازاں
گھونٹ کا نشان زلف اور رخ پر تلاش کیا ہے	اسی وجہ سے شاہ خاک کو چاٹتے ہیں
جرعۂ حسن ست کایں خاکست گش	کہ بصد دل روز وشب می بوسیش
حسن کا گھونٹ ہے کہ یہ خاک بھلی ہے	کہ تو دل و جان سے دن رات اس کو چومتا ہے
جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند	مرترا تا صاف او خود چوں کند
مٹی میں ملا ہوا گھونٹ جبکہ مجنون بنا دیتا ہے	تو تجھے اس کا صاف کیا بنا دے گا؟
ہر کسے پیش کلوخے جامہ چاک	کاں کلوخ از حسن آمد جرعہ ناک
ہر شخص ایک مٹی کے ڈھیلے کے سامنے کپڑے پھاڑے ہوئے ہے	کیونکہ وہ ڈھیلا حسن سے گھونٹ حاصل کئے ہوئے ہے
جرعۂ بر ماہ و خورشید و حمل	جرعۂ برعرش و کرسی و زحل
ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور برج حمل* پر	ایک گھونٹ ہے عرش اورکرسی اور زحل پر
جرعۂ گوئیش اے عجب یا کیمیا	کہ زآسیبش فنا گردد بقا
تعجب ہے تو اس کو گھونٹ کہہ لے یا کیمیا	کہ اس کے اثر سے فنا' بقا بن جاتی ہے
جد طلب آسیب او اے ذوفنوں	لا یمس ذاک الا الطاھرون
اے ہنر مند! اس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے	اس کو نہیں چھو سکتے ہیں مگر پاک لوگ
جرعۂ بر لعل و بر زرد درر	جرعۂ بر خمر و بر نقل و ثمر
ایک گھونٹ ہے لعل اور سونے اور موتیوں پر	ایک گھونٹ ہے شراب اور چبینے اور پھلوں پر

جرعۂ بر روئے خوبان لطاف	تا چگونہ باشد آں رواق صاف
ایک گھونٹ ہے نازک اندام حسینوں کے رخ پر	تو اس چھنے ہوئے اور صاف کا کیا حال ہو گا؟
چوں ہمی مالی زباں را اندریں	چوں شوی چوں بینی آنرا بے زطیں
جبکہ تو اس پر زبان کو ملتا ہے	تو تیرا کیا حال ہو گا جبکہ اس کو بغیر مٹی کے دیکھے گا
چونکہ وقت مرگ آں جرعہ صفا	زیں کلوخ تن بمردن شد جدا
چونکہ موت کے وقت وہ مصفیٰ گھونٹ	جسم کے اس ڈھیلے سے مرنے پر جدا ہو گیا
آنچہ ماند میکنی زودش دفیں	کیں چنیں زشتے ودوں چوں بدقریں
جو رہ گیا اس کو تو جلدی سے دفن کر دیتا ہے	کہ یہ ایسا بدنما اور کم رتبہ کیوں ساتھ تھا؟
جاں چو بے ایں جیفہ بنماید جمال	کے توانم گفت لطف آں وصال
جانؔ جب اس مردار کے بغیر حسن دکھائے گی	اس وصال کا لطف میں کیا کہہ سکتا ہوں
مہ چو بے ایں ابر بنماید ضیا	شرح نتواں کرد ازاں کا رد کیا
چاند جب اس ابر کے بغیر روشنی دکھائے گا	اس معاملہ اور پاکیزگی کی شرح نہیں کی جا سکتی
حبذا آں مطبخ پرنوش وقند	کیں سلاطیں کاسہ لیساں دیند
سبحان اللہؔ وہ کیسا شہد و شکر سے پر مطبخ ہے	کہ یہ شہنشاہ اس کا پیالہ چاٹنے والے ہیں
حبذا آں خرمن صحرائے دیں	کہ بود ہر خرمن آں را خوشہ چیں
وہ دین کے صحراء کا خرمن کیا ہی عمدہ ہے	کہ ہر خرمن اس کا خوشہ چین ہوتا ہے
حبذا دریائے عمر بے غمے	کہ بود زو ہفت دریا شبنمے
بے غم عمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں	کہ اس کے مقابل ساتوں دریا شبنم ہیں
جرعۂ چوں ریخت ساقی الست	برسر ایں شورہ خاک زیر دست
الست کے ساقی نے جب ایک گھونٹ بہایا	اس نچلی بنجر زمین پر
جوش کرد آں خاک وما زاں جوششیم	جرعۂ دیگر کہ بس بے کوششیم
اس خاک نے جوش مارا اور ہم اس سے جوش میں ہیں	(اے خدا) دوسرا گھونٹ کہ ہم بے طاقت ہیں
گر روا بد نالہ کردم از عدم	ور نبود ایں گفتنی نک تن زدم
اگر جائز ہو تو معدوم (گھونٹ) کا نالہ کروں	اور اگر یہ ان کہنی ہے تو میں چپ ہوا

ایں بیان بط حرص منثنی ست	از خلیلؑ آموزکاں بط کشتنی ست
یہ حرص کی اوندھی بط کا بیان ہے	خلیل (اللہ) سے سیکھ لے یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے
ہست در بط غیر ایں بس خیر و شر	ترسم از فوت سخنہائے دگر
بط میں اس کے علاوہ اور بہت سے خیر و شر ہیں	میں دوسری باتوں کے چھوٹ جانے کے خوف سے ڈرتا ہوں

شرح حبیبی

اے قدیم اور راز داں اور صاحب انعامات بیکراں۔ ہم آپ کے راہ میں عاجز اور مصیبت زدہ ہیں۔ پس آپ ہمارے دل سرگشتہ تیہ ضلالت کو چارہ کار اور اس سے نکلنے کی تدبیر سمجھائے اور ان بڑی کمانوں (ہمارے دلہائے کژ) کو تیر (رائے صائب) عطا فرمائے۔ آپ بڑی قدرت والے ہیں چنانچہ آپ نے کمال مخفی کے جام سے جس سے اہل اللہ شراب محبت پیتے ہیں خاک پر جرعہ گرایا اور اس کی چھینٹ زلف رخ حسیناں پر پڑی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ بادشاہ تک انہیں چاٹتے ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جرعہ حسن ہے جس سے یہ خاک اجسام حسیناں اس قدر اچھی ہے کہ تم رات دن اسے چومتے ہو۔ پس تم خیال کرو کہ جب وہ جرعہ حسن جس میں خاک کی آمیزش ہے آدمی کو دیوانہ بنا دیتا ہے تو وہ حسن جو اپنی محوضت اور صرافت پر باقی ہے کیا حالت کرے گا لیکن افسوس کہ لوگوں نے اس حسن کو نظر انداز کر دیا ہے اور ہر ایک شخص اس ڈھیلے پر فدا ہے جو اس حسن سے ایک جرعہ حاصل کئے ہوئے ہے۔ اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر بیان قدرت شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک جرعہ آپ نے چاند اور سورج اور برج حمل پر ڈالا ہے اور ایک جرعہ عرش و کرسی و زحل پر۔

اب مولانا کو جوش ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اسے جرعہ کہا جائے یا کیمیا۔ نہیں اسے تو کیمیا کہنا چاہئے کیونکہ اس میں قلب ماہیت کی خاصیت ہے اور اس کے اثر سے عدم منقلب بوجود ہو جاتا ہے۔ لوگو تم اس عجیب الخاصیت جرعہ کے اثر کو نہایت کوشش سے حاصل کرو۔ تاکہ تمہاری قلب ماہیت ہو جائے اور تم نقصان سے کمال پر پہنچ جاؤ۔ مگر ایسے وہی ہو سکتے ہیں جو نجاسات روحانیہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہوں۔ بس اول تم پاک ہو جاؤ۔

دیکھو ایک جرعہ اس کا لعل اور سونے اور موتیوں پر پڑا ہے اور ایک جرعہ شراب اور نقل اور پھلوں پر پڑا ہے اور ایک جرعہ حسینوں کے چہروں پر پڑا ہے جس سے ان اشیاء کی وہ حالت ہو گئی ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ اب تم غور کرو کہ اس خالص اور خوش آئند شراب کی کیا حالت ہوگی اور جبکہ تم اس جرعہ آمیز مٹی کو زبان سے چاٹتے ہو تو اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب اس کو بلا آمیزش خاک دیکھو گے۔

اور دیکھو جبکہ انتقال کے وقت وہ جرعہ صفا اس جسم خاکی سے طریان موت کے سبب جدا ہو جاتا ہے تو جو کچھ رہ جاتا ہے اس کو تم فوراً دفن کر دیتے ہو اور تعجب سے کہتے ہو کہ ایسی مکروہ اور بری شی کیسے ہم سے مقرون تھی۔ پس جبکہ وہ جرعہ حسن اس قدر مکروہ شے کو اس درجہ محبوب بنا دیتا ہے تو جس وقت وہ جان جہاں بدوں اس جسم مردار کے

جب جلوہ دکھلائے گا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ وصال کس قدر پر لطف ہوگا اور جس وقت وہ چاند بدوں اس امر (جسم) کے اپنی چمک دکھلائے گا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت اس کی کیا شان ہوگی۔

ارے وہ شیرینی وقند سے بھرا ہوا مطبخ جس کے یہ سلاطین (اہل اللہ) کاسہ لیس ہیں۔ یعنی مطبخ جمال حق سبحانہ نہایت عمدہ شے ہے اور خرمن صحرائے دین یعنی کمال جس سے ہر خرمن کمال خوشہ چین ہے نہایت پاکیزہ چیز ہے اور وہ دریائے عمر شبنم یعنی یہ حیات بے غم کمال جس کے سامنے ساتوں سمندر بمنزلہ شبنم کے بے حقیقت ہیں نہایت عجیب شے ہے۔ پس اس سے ضرور متمتع ہونا چاہئے اس کی یہ شان ہے کہ جب ساقی الست (حق سبحانہ) نے اس عاجز اور شورہ خاک کے اوپر اپنے سراسر کمال کا ایک جرعہ ڈالا تو اس خاک کو جوش ہوا اور اس نے ارضیت سے انسانیت تک ترقی کی۔ اور ہم اسی جوش نتیجہ ہیں۔ جب حال یہ ہے تو اے اللہ تو ایک اور جرعہ ڈال دے کیونکہ ہم میں ابھی نقصان موجود ہے اور ہم بہت بے کوشش ہیں تاکہ ہم اس قفس نقص سے نکل کر اوج کمال انسانی پر پہنچ جائیں۔ جب دعا کر چکے تو اب مولانا پر حال غالب ہوا اور خیال ہوا کہ معلوم نہیں کہ ہماری یہ درخواست زیبا ہے یا نازیبا۔ اس سے حق سبحانہ کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اگر میرا یہ فعل مناسب تھا تو اس عدم کوشش کا رونا رو چکا تو قبول فرما اور اگر نامناسب تھا تو معاف کیجئے۔ لیجئے میں خاموش ہوگیا اب آپ کو اختیار ہے جو صادر فرماویں۔ آپ حکیم ہیں ہم آپ کی مصالح میں دخل نہیں دیتے۔ خیر یہ بیان تھا بط حرص کا۔ جو اشیاء ناسوتہ پر راغب ہیں اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ تم کو حضرت خلیل اللہ سے سبق لینا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے۔ بط حرص میں علاوہ مذکورہ بالا اوصاف کے اور بھی بہت سے برے اوصاف ہیں۔ مگر میں ان کو بیان نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اور مضامین ضرور یہ رہ جائیں اسی لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔

صفت طاؤس وطبع او وسبب کشتن ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اورا

مور کی صفت اور اس کا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اس کو مار ڈالنے کا سبب

آمدیم اکنوں بطاؤس دو رنگ	کو کند جلوہ برائے نام و ننگ
اب ہم دوغلے مور (کے ذکر) پر آ گئے	کہ وہ فخر و مباہات کے ذریعہ نمائش کر رہا ہے
ہمت او صید خلق از خیر و شر	وز نتیجہ و فائدہ آں بے خبر
اس کا ارادہ اچھے برے طریقوں پر مخلوق کا شکار کرنا ہے	اور وہ نتیجہ اور فائدے سے بے خبر ہے
بے خبر چوں دام میگیرد شکار	دام را چہ علم از مقصود کار؟
ایسا ہی لاعلم ہے جس طرح جال شکار پھانستا ہے	جال کو کام کے مقصد کا کیا علم؟
دام راچہ ضر و چہ نفع از گرفت	زیں گفت بیہدہ اش دارم شگفت
گرفتار کرنے میں جال کا کیا نفع و نقصان؟	اس کی اس بیہودہ گرفت سے مجھے تعجب ہے

اے برادر دوستاں افراشتی	باد و صد دلداری و بگذاشتی
اے بھائی! تو نے دوستوں کو بلند کیا	سینکڑوں دلداریوں سے اور چھوڑ دیا
کارت ایں بودہ ست از وقت ولاد	صید مردم کردن از دام و داد
پیدائش کے وقت سے تیرا یہی کام رہا ہے	جال اور بخشش کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا
زاں شکار وانبہی باد و بود	دست در کن ہیچ یابی تارو پود
اس شکار اور تگ و دو کی کثرت سے	(جال میں) ہاتھ ڈال کچھ تانا بانا تیرے ہاتھ نہ آئے گا
بیشتر رفت ست و بیگاہ است روز	تو بجد در صید خلقانے ہنوز
دن تو بیشتر چلا گیا اور ناوقت ہو گیا	تو ابھی تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے
آں یکے می گیر وایں می ہل ز دام	ویں دگر را صید می کن چوں لئام
اس ایک کو پکڑ اوراس کو جال میں سے چھوڑ دے	کمینوں کی طرح دوسرے کا شکار کر
باز ایں را می ہل و می جو دگر	اینت لعب کودکان بے خبر
پھر اس کو چھوڑ دوسرے کی تلاش کر	عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے
شب شود در دام تو یک صید نے	دام بر تو جز صداع و قید نے
رات ہو جائے گی تیرے جال میں کوئی شکار نہیں ہے	تیرے لئے جال سوائے دردِ سر اور قید کے کچھ نہیں ہے
پس تو خود را صید میکردی بدام	کہ شدی محبوس و محرومی زکام
تو نے جال سے خود اپنا شکار کر لیا	کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا
در زمانہ صاحب دامے بود؟	ہمچو ما احمق کہ صید خود کند
کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہو گا	ہم جیسا احمق! کہ خود اپنا شکار کر لے؟
چوں شکار خوک آمد صید عام	رنج بیحد لقمہ خوردن زو حرام
عوام کو پھانسنا سور کے شکار کی طرح ہے	مشقت بیحد اور اس میں سے لقمہ کھانا حرام ہے
آنکہ ارزد صید را عشق ست وبس	لیک او کے گنجد اندر دام کس
جو شکار کرنے کے قابل ہے وہ صرف عشق ہے	لیکن وہ کب کسی کے جال میں پھنستا ہے؟
تو مگر آئی و صید او شوی	دام بگذاری بدام او روی
ہاں تو آ اور اس کا شکار بن جا	(اپنا) جال چھوڑ اس کے جال میں گرفتار ہو جا

عشق میگوید بگوشم پست پست	صید بودن خوشتر از صیاد یست
میرے کان میں عشق آہستہ آہستہ کہتا ہے	شکاری بننے سے ' شکار بن جانا بہتر ہے
گوں میکن خویش را و غرہ شو	آفتاب را رہا کن ذرہ شو
اپنے آپ کو بیوقوف بنا لے اور فریفتہ بنجا	سورج بننے کو چھوڑ' ذرہ بن جا
بردرم ساکن شود بیخانہ باش	دعوی شمعی مکن پروانہ باش
میرے دروازے پر پڑ جا' اور بے گھر بن جا	شمع بننے کا دعویٰ نہ کر' پروانہ بن جا
تا بہ بینی چاشنی زندگی	سلطنت بینی نہاں در بندگی
تاکہ تو زندگی کا لطف دیکھے	بادشاہی کو غلامی میں چھپا ہوا دیکھے
نعل بینی باژ گونہ در جہاں	تختہ بندانرا لقب گشتہ شہاں
دنیا میں الٹی نعل بندی دیکھ لے	پھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ ہو گیا ہے
بس طناب اندر گلو و تاج دار	و اندروں قہر خدائے عزوجل
گلے میں سولی کا پھندا اور تاج ہے	اس پر مجمع ہے کہ یہ بادشاہ ہے
ہمچو گور کافراں بیروں حلل	و اندروں قہر خدائے عزو جل
جس طرح کافروں کی قبر' کہ باہر قیمتی کپڑے ہیں	اور اند خدائے عز و جل کا قہر ہے
چوں قبور آں را مجصص کردہ اند	پردۂ پندار پیش آوردہ اند
قبروں کی طرح اس پر پکی چونا کر دیا ہے	گھمنڈ کا پردہ سامنے لٹکا دیا ہے
طبع مسکینت مجصص از ہنر	ہمچو نخل موم بے برگ و ثمر
تیری بیچاری طبیعت ہنر سے آراستہ	موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

شرح

اب ہم منافق طاؤس جاہ کی طرف آتے ہیں جو کہ شہرت اور عزت کے لئے اپنی شان وشوکت ظاہر کرتا ہے اس کی حالت یہ ہے کہ وہ پہلے برے لوگوں کو دام میں لاتا ہے مگر نتیجہ اور فائدہ اپنے فعل کا نہیں جانتا وہ اس طرح نتیجہ سے بے خبر رہ کر شکار کرتا ہے۔ جس طرح کہ جال۔ کیونکہ جال کیا جانے کہ برے جانوروں کو پھانسنے کا کیا مقصد ہے نیز جان کا اس کے پکڑنے سے کیا نفع نقصان۔ کچھ بھی نہیں۔ پس یہی حالت اس طاؤس کی ہے پس اس لغو حرکت پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ کیوں کی جاتی ہے اور یہ لوگ طالبین جاہ باوجود دعویٰ عقل کے لوگوں کے شکار کے کیوں در پے ہیں۔

صاحبو! تم نے بہت سی دلداروں سے دوست کھڑے کئے اور پھر اس کو چھوڑ دیا اور بچپن سے تمہارا یہ ہی کام رہا کہ تم لوگوں کو دوستی کے جال میں پھانستے تھے۔ بھلا اس سے تمہیں کچھ ملا؟ تم یہی کہو گے کہ کچھ نہیں۔ پھر جب یہ حالت ہے تو تم کو چاہئے کہ اس شکار کرنے اور کثرت ساز و سامان سے دست کش ہو جاؤ۔ دیکھو تمہاری عمر کا بہت سا حصہ گزر چکا ہے اور وقت ناوقت ہو گیا ہے مگر ہنوز تم نہایت کوشش کے ساتھ لوگوں کو دام میں لانے میں مشغول ہوئے اور اسے پکڑا اسے چھوڑ۔ اسے پھانس اسے چھوڑ۔ اسے ڈھونڈ۔ غرضکہ عجیب بچوں کا سا کھیل کر رہے ہو۔ تم یاد رکھو کہ جب رات ہو جائے گی یعنی موت آ جائے گی اس وقت تمہاری حالت یہ ہوگی کہ تمہارے جال میں ایک بھی شکار نہ ہو گا یعنی نہ تمہارا کوئی ثنا خواں اور مجلس گرم کرنے والا۔ تمہارا مونس ہوگا نہ غمخوار۔ بلکہ اس رات میں تم تنہا ہو گے اور اپنے کئے کو بھگت رہے ہو گے۔ اور تمہارا جال تمہارے لئے بجز درد سر اور قید کے کچھ نہ ہوگا اور ثابت ہوگا کہ تم دوسروں کو نہیں پھانستے تھے بلکہ خود پھنس رہے تھے کیونکہ تم اس کام میں محبوس ہو گئے اور اصل مقصد سے محروم رہ گئے۔

بھلا عالم میں کوئی ہم سا احمق جال والا ہی ہوگا جو خود اپنا شکار کرے ہرگز نہیں۔ بلکہ صرف ہم ہی احمق ہیں جو خود اپنے کو جال میں پھانس رہے ہیں پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ دوسروں کو جال میں پھانسا اور معتقدین و ثنا خواں پیدا کرنا خود اپنے کو جال میں پھانسا اور سراسر حماقت ہے تو اسے چھوڑنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ عوام کو پھانسنا بالکل ایسا ہے جیسا کہ سور کا شکار کہ اس میں تکلیف تو بے حد ہے۔ مگر اس کا ایک لقمہ کھانا بھی حرام ہے کیونکہ اس پھانسنے میں بجز نقصان کے نفع کچھ بھی نہیں۔ اچھا تو پھر شکار کرنے کی کیا چیز ہے وہ صید عشق ہی ہے اسے شکار کرنا چاہئے لیکن وہ کب کسی کے دام میں آ سکتا ہے اس لئے اس کی صورت یہ ہے کہ تم خود آ کر اس کے دام میں پھنس جاؤ اور اپنے دام صیاد کو چھوڑ کر اس کے جال میں آ جاؤ عشق میرے کان میں چپکے چپکے کہتا ہے کہ صیاد مردم سے صید عشق ہونا بہتر ہے اس لئے تم دنیوی ہوشیاری کو چھوڑ و اور بے وقوف اور بھولے بن کر میرے دام میں آ جاؤ اور عزت و وقعت دنیوی کو چھوڑ کر تذلل و تمسکن اختیار کرو اور گھر بار چھوڑ کر میرے در پر پڑ جاؤ۔ اور مطلوبیت کو چھوڑ کر طالب بن جاؤ تا کہ تمہیں لطف زندگی حاصل ہو اور اس غلامی میں تمہیں سلطنت حاصل ہو جائے تم غور کرو گے تو تمہیں معاملہ برعکس نظر آئے گا اور تم دیکھو گے کہ قیدیوں کو یہاں کے عرف میں بادشاہ کہتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ جن کے گلوں میں علائق دنیا کی رسیاں پڑی ہیں اور سولی پر لٹکے ہوئے ہیں لوگ ان کے گرد جمع ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بادشاہ سلامت ہیں اور ان کی حالت قبور کفار کی سی ہے کہ ظاہر تو نفیس لباسوں سے آراستہ ہیں اور باطن میں قہر حق سبحانہ بھرا ہوا ہے۔ یعنی ان کا دل اخلاق رذیلہ اور نجاسات معنویہ سے پر ہے ان لوگوں نے اپنے ظاہر کو قبور کفار کی طرح آراستہ کر رکھا ہے اور اس طرح اپنے عیوب پر ایک پردہ ڈال دیا ہے جو منشا ہے ان کے غرور اور دعوے اور تعلّی کا۔ یہ تو ان جاہ پرستوں کی حالت تھی جو صرف ظاہری شان و شوکت رکھتے ہیں اور باطن میں کوئی کمال نہیں رکھتے۔ مگر اے صاحب کمال دنیوی! تو اس سے دھوکہ نہ کھانا اور اپنے کو صاحب کمال نہ سمجھنا۔ مانا کہ تیری طبیعت کمال دنیوی سے آراستہ ہے مگر وہ ایسے ہی ہے جیسے موم کا درخت کہ اس پر نہ پتے ہیں نہ پھل۔

در بیان آ نکہ لطف حق راہمہ کس دانند وقہر را نیز ہمہ کس دانند و ہمہ از قہر حق گریزانند وبلطف اوآ ویزانند اما حق تعالیٰ قہر ہارادر لطف پنہاں کردہ ولطفہا رادر قہر پنہاں کردہ نعل باژ گونہ و تلبیس ومکر اللہ بود تااہل تمیز و ینظر بنور اللہ از بے تمیزاں وحالے بیناں وظاہر بیناں جدا شوند کہ لیبلوکم ایکم احسن عملاً

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کو سب جانتے ہیں اور قہر کو بھی سب جانتے ہیں اور سب اس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اس کی مہر سے وابستہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قہر کو مہر میں پوشیدہ کر دیا ہے اور مہر کو قہر میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ الٹی چال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤ تھا تا کہ اہل تمیز اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور حال کو دیکھنے والوں اور ظاہر بینوں سے جدا ہو جائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے

گفت درویشے بدرویشے کہ تو	چوں بدیدی حضرت حق را بگو
ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا تونے	حضرت حق کو کیسا دیکھا بتا
گفت بیچوں دیدم اما بہر قال	بازگویم مختصر آں را مثال
اس نے کہا میں نے بے مثال دیکھا لیکن کہنے کے لئے	اس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں
دیدمش سوئے چپ او آذرے	سوئے دست راست حوض کوثرے
میں نے اس کی بائیں جانب آگ دیکھی	(اور) دائیں جانب حوض کوثر دیکھی
سوئے چپش بس جہاں سوز آتشے	سوئے دست راستش جوئے خوشے
اس کی بائیں سمت جہاں سوز آگ ہے	اس کے دائیں ہاتھ کی جانب عمدہ نہر ہے
سوئے آں آتش گروہے بردہ دست	بہر آں کوثر گروہے شاد و مست
ایک گروہ نے اس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا ہے	ایک گروہ اس نہر کے لئے شاد اور مست ہے
لیک نعل باژ گونہ بود سخت	پیش پائے ہر شقی و نیک بخت
لیکن الٹی چال سخت ہوتی ہے	ہر شقی اور نیک بخت کے لئے
ہرکہ درآتش ہمی رفت و شرر	از میان آب بر میکرد سر
جو آگ اور چنگاریوں میں گیا	اس نے پانی میں سے سر ابھارا
ہرکہ سوئے آب میرفت ازمیاں	او درآتش یافت میشد در زماں
جو آگ کی طرف گیا	وہ فوراً آگ میں پایا گیا

ہر کہ سوئے راست شد و آب زلال	سرز آتش برزد از سوئے شمال
جو دائی جانب اور تیز پانی کی طرف گیا	اس نے بائیں جانب آگ میں سے سر ابھارا
وانکہ شد سوئے شماں آتشیں	سر بروں میکرد از سوئے یمیں
جو آگ والی بائیں جانب گیا	وہ دائیں جانب سے سر ابھارتا ہے
کم کسے بر سر ایں مضمر زدے	لاجرم کم کس دراں آذر شدے
اس پوشیدہ راز سے بہت کم لوگ واقع ہوئے	لامحالہ بہت تھوڑے لوگ اس آگ میں گئے
جز کسے کہ برسرش اقبال ریخت	کورہا کرد آب و در آتش گریخت
سوائے اس شخص کے جس کے سر پر اقبال مندی نازل ہوگئی	کہ اس نے پانی کو چھوڑ دیا اور آگ میں گھس گیا
کردہ ذوق نقد را معبود خلق	لاجرم زیں لعب مغبوں بود خلق
لوگوں نے نقد فائدے کو معبود بنا لیا ہے	لامحالہ اس کھیل سے لوگ ٹوٹے میں ہیں
جوق جوق و صف صف از حرص و شتاب	محترز ز آتش گریزاں سوئے آب
گروہ در گروہ اور صف در صف حرص اور عجلت کی وجہ سے	آگ سے بچنے والے ہیں پانی کی طرف دوڑنے والے ہیں
لاجرم ز آتش برآورد دند سر	اعتبار الاعتبار اے بے خبر
لامحالہ انہوں نے آگ میں سے سر ابھارا	اے بے خبر! عبرت حاصل کر عبرت
بانگ میزد آتش اے گیجان گول	من نیم آتش منم چشمہ قبول
آگ پکارتی ہے اے بے وقوف احمقو!	میں آگ نہیں ہوں میں پسندیدہ چشمہ ہوں
چشم بندی کردہ انداے بےنظر	درمن آو ہیچ مندیش از شرر
اے اندھے! انہوں نے نظر بندی کر دی ہے	مجھ میں آ جا اور چنگاریوں کی فکر نہ کر
اے خلیل اینجا شرار و دود نیست	جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست
اے خلیل! یہاں چنگاری اور دھواں نہیں ہے	سوائے نمرود کے دھوکے اور جادو کے کچھ نہیں ہے
چوں خلیلؑ حق اگر فرزانۂ	آتش آب تست و تو پروانۂ
اگر تو اللہ کے خلیل کی طرح عقلمند ہے	آگ تیرا پانی ہے اور تو پروانہ ہے
جان پروانہ ہمی داردندے	کاے دریغا صد ہزارم پر بدے
پروانہ کی جان پکارتی ہے	کہ کاش میرے ہزاروں پر ہوتے

تاہمی سوزید ز آتش بے اماں	کوری چشم و دل نا محرماں
تاکہ وہ بے اماں آگ سے جل جائے	نامحرموں کی آنکھ اور دل کے اندھے پن کے ہوتے ہوئے
برمن آرد رحم جاہل از خری	من برو رحم آرم از دانشوری
نادان کو گدھے پن سے مجھ پر ترس آتا ہے	میں عقلمندی کی وجہ سے اس پر ترس کھاتا ہوں
خاصہ ایں آتش کہ جان آبہاست	کار پروانہ بعکس کار ماست
خصوصاً وہ آگ جو پانی کی جان ہے	پروانہ کا معاملہ' ہمارے معاملہ کے برعکس ہے
او بہ بیند نور و در نارے رود	دل بہ بیند نار و در نورے شود
وہ نور دیکھتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے	دل آگ دیکھتا ہے اور نور میں پہنچ جاتا ہے
اینچنیں لعب آمد از رب جلیل	تابہ بینی کیست از آل خلیل
رب جلیل کی جانب سے یہی کھیل ہے	تاکہ تو دیکھ لے کہ خلیل کی اولاد میں سے کون ہے
آتشے را شکل آبی دادہ اند	واندر آتش چشمۂ بکشادہ اند
آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے	اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے
ساحرے صحن برنجی رابہ فن	می کند کرمش میان انجمن
جادو گر چاولوں کے طباق کو فن کے ذریعہ	انجمن میں اس کو کیڑے بنا دیتا ہے
خانہ را او پر زکژ دمہا نمود	از دم سحر و خود آں کژدم نبود
گھر کو بچھوؤں سے بھرا ہوا دکھا دیتا ہے	جادو کے اثر سے' حالانکہ وہ بچھو نہیں ہیں
چونکہ جادو می نماید صد چنیں	چوں بود دستان جادو آفریں
جبکہ جادو اس جیسی سینکڑوں باتیں دکھا دیتا ہے	تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیسی ہو گی؟
لاجرم از سحر یزداں قرن قرن	اندر افتادند چوں زن زیر پہن
لامحالہ خدا کے جادو سے گروہ در گروہ	عورتوں کی طرح نیچے چت گرے ہیں
لا جرم از سحر یزداں مرد و زن	رفتہ اندر چاہ جاہ بے رسن
لامحالہ خدا کے جادو سے مرد و زن	پہنچ گئے ہیں ا جاہ کے بے رسی کے کنویں میں
ساحراں شاں بندہ بودند و غلام	اندر افتادند چوں صعوہ بدام
جادو گر ان کے بندے اور غلام تھے	ممولے کی طرح جال میں پھنس گئے

ہیں بخواں قرآں ببیں سحر حلال	سرنگونی مکرہائے کالجبال
آگاہ! قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ	(اور) پہاڑوں جیسے مکروں کے اوندھا ہونے کو
من نیم فرعون کایم سوئے نیل	سوئے آتش میروم ہمچوں خلیلؑ
میں فرعون نہیں ہوں کہ نیل (دریا) کی جانب آؤں	میں خلیل (اللہ) کی طرح آگ کی طرف جاتا ہوں
نیست آتش ہست آں مائے معیں	واں دگر از مکر آب آتشیں
آگ نہیں ہے وہ بہتا پانی ہے	اور دوسرا مکر کی وجہ سے آتشیں پانی ہے
پس نکو گفت آں رسولؐ خوش جواز	ذرہ عقلت بہ از صوم و نماز
اس خوش رفتار رسولؐ نے خوب کہا ہے	تیرے لئے عقل کا ایک ذرہ روزے (اور) نماز سے بہتر ہے
زانکہ عقلت جوہرست ایں دو عرض	ایں دو در تکمیل آں شد مفترض
کیونکہ تیری عقل جوہر ہے یہ دونوں عرض ہیں	یہ دونوں اس کی تکمیل کے لئے فرض کئے گئے ہیں
تا جلا باشد مرآں آئینہ را	کہ صفا آید ز طاعت سینہ را
تاکہ اس آئینہ پر جلا ہو جائے	کیونکہ عبادت سے سینہ میں صفائی آتی ہے
لیک گر آئینہ از بن فاسدست	صیقل آں را دیر باز آرد بدست
لیکن اگر آئینہ اصل سے خراب ہے	اس پر صیقل دیر سے چڑھتی ہے
واگزیں آئینہ کو اکیس است	اندکے صیقل گری اورا بس است
وہ آئینہ لے جو زیادہ ذہین ہے	اس کے لئے تھوڑی صیقل گری کافی ہے

تفاوت عقول دراصل فطرت برخلاف معتزلہ کہ می گویند کہ دراصل عقول جزوی برابر اندرایں افزونی وتفاوت از تعلیم ست وریاضت وتجربہ

عقلوں کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزلہ کے برخلاف کہ وہ کہتے ہیں کہ دراصل شخصی عقلیں برابر ہیں ان میں بڑھوتری اور فرق تعلیم اور ریاضت اور تجربہ کی وجہ سے ہے

ایں تفاوت عقلہا را نیک داں	در مراتب از زمیں تا آسماں
عقلوں کے اس فرق کو خوب سمجھ لے	مرتبوں میں زمین سے آسمان تک
ہست عقلے ہمچو قرص آفتاب	ہست عقلے کمتر از زہرہ وشہاب
ایک عقل سورج کی ٹکیہ کی طرح ہے	ایک عقل زہرہ اور ٹوٹنے والے ستارے سے کم ہے

هست عقلے چوں چراغ سر خوشے	هست عقلے چوں ستارہ آتشے
ایک عقل مست چراغ کی طرح ہے	ایک عقل آگ کے شعلہ کی طرح ہے
زانکہ ابر از پیش او چوں واجهد	نور یزداں بیں خرد ہا بردہد
کیونکہ جب ابر اس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے	وہ عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کرتی ہے
عقلہای خلق عکس عقل او	عقل او مشک ست و عقل خلق بو
مخلوق کی عقلیں اس کی عقل کا عکس ہیں	اس کی عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقل اس کی خوشبو ہے
عقل کل و نفس کل مرد خدا ست	عرش و کرسی رامداں کز وے جدا ست
مرد خدا، عقل کل اور نفس کل ہے	یہ نہ سمجھ کہ عرش اور کرسی اس سے جدا ہے
مظہر حق ست ذات پاک او	زو بجو حق را و از دیگر مجو
اس کی پاک ذات خدا کا مظہر ہے	اس سے اللہ کا طالب بن اور دوسرے سے نہ چاہ
عقل جزوی عقل را بدنام کرد	کام دنیا مرد را بے کام کرد
جزوی عقل نے ، عقل کو بدنام کر دیا ہے	دنیاوی مقصد نے انسان کو ناکام کر دیا ہے
آں ز صیدی حسن صیادے بدید	ویں ز صیادی غم صیدی کشید
اس نے شکار پن سے شکاری کا حسن سیکھا	اس نے شکاری پن سے شکار بن جانے کا غم حاصل کیا
آں ز خدمت ناز مخدومی بیافت	ویں ز مخدومی ز راہ عز بتافت
اس نے خدمت کے ذریعہ مخدوم ہونے کا ناز حاصل کرلیا	اس نے مخدوم بن کر عزت کے راستہ سے منہ موڑ لیا
آں ز فرعونی اسیر آب شد	وز اسیری سبط از ارباب شد
وہ فرعونیت : وجہ سے پانی کا قیدی بن گیا	اور سبطی قیدی ہونے کی وجہ سے آقاؤں میں سے ہوگیا
لعب معکوس ست و فرزیں بند سخت	حیلہ کم کن کار اقبال ست و بخت
الٹا کھیل اور سخت فرزین بند (چال) ہے	تدبیر نہ کر اقبال اور نصیبہ کا معاملہ ہے
بر خیال و حیلہ کم تن تار را	کہ غنی رہ کم دہد مکار را
خیال اور مکر کی بناء پر تانا نہ تن	(اللہ) بے نیاز، مکار کو راستہ نہیں دیتا ہے
مکر کن در راہ نیکو خدمتے	تا نبوت یابی اندر امتے
اچھی خدمت کی راہ میں تدبیر کر	تاکہ تو امت میں (رہ کر) نبوت (کا رتبہ) پالے

مکر کن تا وارہی از مکر خود	مکر کن تا فرد گردی از حسد
تدبیر کر تاکہ تو اپنے مکر سے نجات پا لے	تدبیر کر تاکہ تو حسد سے علیحدہ ہو جائے
مکر کن تا کمتریں بندہ شوی	در کمی افتی خداوندہ شوی
تدبیر کر تاکہ تو ناچیز بندہ بنے	کمی اختیار کرے گا آقا بن جائے گا
روبہی و خدمت اے گرگ کہن	ہیچ بر [illegible] د خداوندی مکن
اے پرانے بھیڑیئے! مکاری اور خدمت	آقائی کے خیال سے کبھی [illegible] کر
لیک چوں پروانہ در آتش بتاز	کیسۂ زر بردو زو پاک باز
لیکن پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا	سونے کی تھیلی نہ سی اور پاک بن جا
زور رابگزار و زاری را بگیر	رحم سوئے زاری آید اے فقیر
زور کو چھوڑ، زاری اختیار کر	اے فقیر! رحم! (خداوندی) عاجزی کی جانب آتا ہے
گر کنی زاری بیابی رحم او	رحم او در زاری خود باز جو
اگر تو عاجزی کرے گا اس کا رحم حاصل کر لے گا	اس کا رحم اپنی عاجزی میں تلاش کر
زاری مضطر کہ تشنہ معنوی ست	زاری سرد ودروغ آن غوی ست
مجبور پیاسے کی عاجزی حقیقی ہے	جھوٹی، ٹھنڈی عاجزی، گمراہ کی ہے
گریۂ اخوان یوسفؑ حیلتست	کاندروں شاں پرزرشک وعلتست
یوسف کے بھائیوں کی عاجزی مکاری ہے	ان کا باطن رشک و بیماری سے پر ہے

شرح

ہم نے اوپر کہا تھا کہ تم اس عالم میں معاملہ برعکس دیکھو گے اب اس کی مزید توضیح سنو۔ ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ نے کہا کہ آپ نے حق سبحانہ کو کس حالت میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے انہیں بے کیف دیکھا کیونکہ وہ کیف سے منزہ ہیں۔ مگر سمجھانے کے لئے بطور تمثیل کہتا ہوں کہ میں نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ ان کے بائیں جانب آگ ہے اور دائیں جانب حوض کوثر اور بائیں ہاتھ کی طرف عالم سوز آگ ہے اور دائیں ہاتھ کی طرف عمدہ نہر۔ سو کچھ لوگ آگ کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور کچھ لوگ حوض کوثر کے شوق میں خوش اور مست ہیں۔ لیکن ان لوگوں میں سے ہر بدبخت اور سعادت مند کے سامنے الٹا معاملہ تھا کیونکہ جو شخص آگ میں جاتا تھا وہ حوض کوثر میں جا کر نکلتا تھا اور جو شخص پانی میں جاتا تھا وہ آگ میں دیکھا جاتا تھا۔ اور

جو شخص دائیں جانب اور آبِ شیریں کی طرف جاتا تھا وہ بائیں طرف آگ میں سے نکلتا تھا۔
اور جو بائیں آگ والی جانب جاتا تھا وہ دائیں طرف نکلتا تھا چونکہ اس راز سربستہ سے بہت کم لوگ واقف ہوتے تھے۔ اس لئے بجز ان لوگوں کے جن کے سر پر خوش اقبالی کا مینہ برس رہا تھا۔ کیونکہ ایسے لوگ پانی کو چھوڑتے تھے اور آگ میں بھاگتے تھے اور منشاء اس کا یہ تھا کہ حق سبحانہ نے نفع عاجل کی چاٹ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی اس لئے خواہ مخواہ لوگ اس تماشہ سے خسارہ میں پڑتے تھے۔ کیونکہ جوق در جوق اور صف بصف لوگ بطمع نفع عاجل آگ سے بچتے تھے اور پانی کی طرف جاتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آگ میں جا کر نکلتے تھے جو کہ سراسر خسارہ تھا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو اس تمثیل سے نصیحت حاصل کرو اور سمجھو کہ یہ تمثیل ہے لذات نفسانیہ اور مکروہات نفسانیہ کی۔ کیونکہ لذات نفسانیہ میں نفع عاجل ہے اور ضرر آجل اور مکروہات نفسانیہ بالعکس ہیں کہ ان میں ضرر عاجل ہے اور نفع آجل۔ بس تم لذات نفسانیہ کو چھوڑ کر مکروہات نفس کو اختیار کرو تا کہ تم کو راحت نصیب ہو اور الٹا کام نہ کرو۔ اس نصیحت کو ختم فرما کر قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان بزرگ نے کہا کہ آگ بزبان حال کہہ رہی تھی کہ اے احمقو میں آگ نہیں کہ تم مجھ سے احتراز کرو بلکہ میں قابل قبول چشمہ ہوں۔ ارے اندھو! قضا و قدر نے بمصلحت امتحان نظر بندی کر رکھی ہے۔ پس تم ہمارے اندر آؤ اور ضرر کا خوف نہ کرو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے مومن یہاں نہ آگ ہے نہ دھواں۔ بلکہ نظر بندی ہے حق سبحانہ کی جو کہ مشابہ ہے طلسم و فریب نمرود سے۔ جو اس نے خلیل علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔
فائدہ:۔ خبر کہ سحر و خدعہ نمرود و نیست کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ سحر اور فریب شیطان ہے واللہ اعلم) پس اگر تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح عاقل ہے تو آگ میں گھس جا۔ اور مکروہات نفس کو اختیار کر لے کیونکہ یہ آگ (مکروہات نفس) ہی تیرے حق میں پانی (موجب آرام) ہے اور تو حقیقت میں اس کا پرانہ اور اس سے نہ بھاگنے والا ہے اور اس پر عاشق اور طالب ہے۔
دیکھو پروانہ آگ پر عاشق ہوتا ہے تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ بزبان حال کہتا ہے کہ اے کاش میرے لاکھوں پر ہوتے تا کہ ان سب کو اس آگ میں جلا دیتا۔ گو نامحرم میری اس لذت سے واقف نہ ہوں اور ان کی چشم بصیرت اور ان کے دل اندھے ہوں۔
ناداں لوگ اپنے گدھے پن سے مجھ پر ترس کھاتے ہیں مگر میں اپنی دانائی سے ان پر رحم کھاتا ہوں اور کہتا ہوں۔ افسوس یہ بے چارے اندھے ہیں اور انہیں میری لذت کی خبر نہیں۔ پس جبکہ اس متعارف آگ کی یہ حالت ہے تو اس آگ کی جو عام پانیوں سے ہزار گونہ بڑھ کر ہے کیا حالت ہوگی۔ اور جب پروانہ کی اس آگ کے لحاظ سے وہ حالت ہے جو مذکور ہوئی تو ہماری اس آگ کے لحاظ سے کیا حالت ہونی چاہئے کہ پروانہ کا معاملہ ہمارے معاملہ کے برعکس ہے۔ چنانچہ وہ اسے نور اور راحت بخش سمجھتا ہے مگر حقیقت میں وہ نار بہت موذی ہوتی ہے اور دل اس آگ (مکروہات نفس) کو آگ یعنی مضر سمجھتا ہے مگر جب اس میں گھستا ہے تو نور میں پہنچ جاتا ہے اور بے حد راحت پاتا ہے۔
اب سنو! کہ حق سبحانہ کے اس تماشہ کا منشا کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ لوگوں کا امتحان لے اور ظاہر ہو جائے کہ کون

گروہ خلیل علیہ السلام سے اور مومن ہے اور کون نہیں۔ اس لئے آگ کو پانی کی شکل عطا کی ہے اور آگ کے اندر چشمۂ آب جاری کیا ہے یعنی راحت کو تکلیف میں مخفی کیا ہے اور تکلیف کو راحت میں۔

شاید یہ مضمون کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور وہ کہے کہ بھلا ایسا کیونکر ہوسکتا ہے تو اس کے لئے ہم کہتے ہیں کہ ایک جادوگر چاولوں سے بھری صحنک کو بھری محفل میں کیڑوں سے پر کر دیتا ہے اور چاولوں کو کیڑے بنا دیتا ہے اور لوگ ان چاولوں کو کیڑے ہی دیکھتے ہیں اور کیڑے ہی سمجھتے ہیں حالانکہ واقع میں وہ چاول ہوتے ہیں اور گھر کو جادو کے زور سے مچھروں سے بھر دیتا ہے حالانکہ وہاں واقع میں مچھر نہیں ہوتے بلکہ محض نظر بندی ہوتی ہے۔

پس جبکہ جادوگر ایسے ایسے سینکڑوں تماشے دکھلا سکتا ہے تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ خود حق سبحانہٗ کا تصرف کیسا ہوگا۔ جس نے جادوگر کو پیدا کیا اور اس میں یہ قوت رکھی۔ پس ثابت ہوا کہ حق سبحانہ کا تصرف نہایت زبردست ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ حق سبحانہ کی نظر بندی سے ہر زمانہ میں سینکڑوں جادوگر (عقلاء مدبرین) چاروں شانے چت گرے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ لاکھوں مرد عورتیں حق سبحانہ کی نظر بندی سے جاہ کے بے پناہ کنوئیں میں گر پڑے ہیں اور باوجودیکہ لاکھوں ساحران کے غلام تھے۔ مگر یوں جال میں پھنس گئے جیسے کمزور مولا۔ اور جادوگروں کی جادوگری نے اس میں کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور حق سبحانہ کے جال سے انہیں نہ بچا سکے۔ تم حق سبحانہ کے اس سحر حلال کا اثر قرآن میں پڑھ لو۔ اور ساحروں کے پہاڑوں کی مانند زبردست جادوؤں کے سرنگوں دیکھ لو۔

خیر! یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو میں تو خلیل علیہ السلام کی طرح آگ کو پسند کرتا ہوں اور اسی میں جاؤں گا۔ میں فرعون نہیں ہوں کہ دریائے نیل میں جاؤں۔ اور ہلاک ہوں کیونکہ جو آگ معلوم ہوتی ہے وہ آگ نہیں بلکہ شیریں پانی ہے اور دوسرا جو پانی معلوم ہوتا ہے وہ پانی نہیں ہے بلکہ تصرف حق سبحانہ سے آگ بہ شکل پانی ہے اور یہ انتخاب اثر ہے میرے عقل سلیم کا اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب فرمایا ہے کہ تھوڑی سی عقل روزہ ونماز سے بہتر ہے کیونکہ عقل جوہر ہے اور یہ دونوں عرض۔ اور یہ دونوں اسی کی تکمیل کے لئے فرض ہوئے ہیں تا کہ ان سے آئینہ عقل کو جلا ہو کیونکہ یہ عبادت ہیں اور عبادت کا خاصہ ہے کہ اس سے صفائے باطن حاصل ہوتی ہے پس لامحالہ ان سے تجلیہ عقل ہوگا۔ پس نماز وروزہ خادم ہوئے اور عقل مخدوم لہذا عقل روزہ ونماز سے بہتر ہوئی۔

اس مقام پر یہ بھی سمجھ لو کہ عبادت کا خاصہ تصفیہ باطن وتجلیہ عقل ضرور ہے مگر اختلاف منفعل سے اس کے اثر میں تفاوت لازم ہے۔ اسی لئے جو آئینہ عقل بدفطرت ہی سے خراب ہوتا ہے وہ صیقل کر کے بہت دیر میں قابو میں آتا ہے اور اس کی اصلاح بہت مشکل سے ہوتی ہے لیکن جو اعلیٰ درجہ کا آئینہ عقل دانا اور سلیم الفطرت ہوتا ہے مگر اس پر غبار جہل وغیرہ پڑا ہوتا ہے وہ بہت جلد صاف ہو جاتا ہے اور اس کے لئے تھوڑی سی ریاضت کافی ہو جاتی ہے اب تم کو جملہ معترضہ کے طور پر سمجھنا چاہئے کہ عقول کے مراتب آپس میں زمین وآسمان کا مثل ہے اور اس تفاوت کو تم کو غور سے سمجھنا چاہئے۔

تفصیل اس تفاوت کی یہ ہے کہ محض عقول تو مثل قرص خورشید ہے اور بعض عقلیں زہرہ ستارہ کی مانند ہیں اور کچھ چراغ روشن کی طرح اور کچھ چراغ مدہم کی طرح۔ جب یہ تفاوت معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ہم نے اوپر کہا

تھا کہ جو آئینہ عقل دانا ہے اس کے لئے تھوڑی سی صیقل گری کافی ہے۔ سو وجہ اس کی یہ ہے کہ ظلمت زنگ اس کی ذات میں نہیں ہوتی۔ بلکہ فی حد ذاتہ تو وہ روشن ہوتا ہے۔ لیکن اس پر پردہ پڑا ہوتا ہے جو اس آفتاب کے لئے بمنزلہ ابر کے ساتر ہوتا ہے پس جب ادنیٰ تحریک سے وہ حجاب مرتفع ہو جاتا ہے اور وہ ابر دور ہو جاتا ہے تو اس کا خدائی نور ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے عقول کی تربیت کرتا ہے۔ جس کی عقل کی حالت نہایت عظیم الشان ہے کہ مخلوق کی عقول گویا کہ اس کا عکس ہیں اور اس کی عقل گویا کہ مشک ہے اور دوسروں کی عقول بو یعنی اس کی عقل متبوع ہے اور دوسروں کی عقول تابع اور یہ شان اہل اللہ کی ہے لہذا یوں کہنا چاہئے کہ عقل کل اور نفس کل اہل اللہ ہیں اور تمام عقول ونفوس ان کے اجزاء بلکہ عرش وکرسی کو بھی ان سے جدا نہ سمجھنا چاہئے بلکہ اس کو بھی انہی کے اجزاء خیال کرنا چاہئے اس لئے کہ لوگ حق سبحانہ کے جملہ صفات کے مظہر تام ہیں اور اشیائے دیگر یا بعض صفات کے مظہر ہیں جیسے عرش وکرسی وغیرہ یا کل صفات کے مگر حجاب کے ساتھ جیسا کہ مجھ میں۔ پس جبکہ ان کی حالت یہ ہے تو تم کو انہی سے حق کو طلب کرنا چاہئے نہ کہ غیر سے۔ کیونکہ جو تعلق ان کو حق سبحانہ سے ہے وہ اور کسی کو نہیں۔

خیر تو اصلی اور حقیقی عقل تو وہی ہے جس کا اوپر بیان ہوا اور عقل دنیاوی حقیقت میں عقل نہیں بلکہ اس نے تو عقل کو بدنام ہی کیا ہے کیونکہ وہ نام میں تو اس کے ساتھ مشارک ہے مگر صفت میں نہیں اس لئے اس کے نقص کو دیکھ کر مطلق عقل کے نقص کا شبہ ہوتا ہے اور مقصد دنیوی نے جو کہ اس عقل دنیوی کا مقتضیٰ ہے آدمی کو ناکام کیا کیونکہ وہ اس میں پھنس کر اپنے اصل مقصد سے دور ہو گیا۔

اس عقل یعنی عقلی مجاز نے تو جسد عشق ہو کر صیادی کا لطف پایا کہ ان کا مطلوب اسے مل گیا اور یہ عقل دنیاوی صیاد مردم ہو کر خود جال میں پھنس گئی اور اس نے تو حق سبحانہ کی اطاعت کر کے ناز مخدومی عالم حاصل کیا۔ اور یہ مخدوم الناس بن کر عزت وشرف حقیقی کی راہ سے منحرف ہو گئی۔

شاید تم کو تعجب ہو کہ خدمت کا نتیجہ مخدومی اور مخدومی کا اثر ذلت کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم اس مضمون کو ایک نظیر سے سمجھاتے ہیں۔

سنو فرعون نے سرکشی کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی میں ڈوب گیا اور سبطی نے حق سبحانہ کی اطاعت کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے سلطنت مل گئی۔ پس یہ الٹا کھیل اور سخت پیچ ہے۔ تم کو چاہئے کہ مخدوم بننے کی تدابیر کو چھوڑ دو اس لئے کہ اس کا تعلق تدبر سے نہیں ہے بلکہ قسمت سے ہے اور تم عقل وتدبر کے اعتماد پر کام نہ کرو کیونکہ اس سے کامیابی ناممکن ہے۔

دیکھو دولت مند لوگ فقیر کا مکر نہیں چلنے دیتے۔ بشرطیکہ انہیں معلوم ہو جائے۔ پس خدائے علیم وخبیر تمہاری چالوں کو نہ چلنے دے گا۔ ہمارا مقصود یہ نہیں کہ بالکل تدبیر چھوڑ دو۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جو تدابیر مخالفت حق سبحانہ کے لئے کی جاتی ہیں ان کو چھوڑ دو اور اطاعت حق سبحانہ کے لئے ضرور تدابیر کرو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم کو ایک ادنیٰ امتی یعنی خود اپنے اندر نبوت یعنی مرتبہ ارشاد ملے گا اور تم باوجود ایک عامی آدمی ہونے کے ولی اللہ ہو جاؤ گے۔

اور یہ تدبیر اس درجہ تک کرو کہ تم کو مرتبہ فنا حاصل ہو جائے اور تم اپنی تدبیر سے چھوٹ جاؤ اور تمہاری شان ہو جائے کہ تمہاری تدبیر خدا کی تدبیر ہو جائے اور بے سمع و بے بصر الخ کے مرتبہ کو پہنچ جاؤ اور یہاں تک تدبیر کرو کہ تم

حسد وغیرا خلاق رذیلہ سے پاک ہو جاؤ اور اس حد تک تدبیر کرو کہ تم حق سبحانہ کے عبد مسکین بن جاؤ اور تم اپنے کو گھٹاؤ تا کہ تم مخدوم ہو جاؤ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اس مقصد کے حاصل کرنے کی غرض سے اطاعت حق سبحانہ کرو کہ مخدوم ہو جاؤ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم پروانہ کی طرح بدوں نتیجہ کے آگ میں گر جاؤ اور حق سبحانہ کی بے غرض اطاعت کرو مگر نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ تم مخدوم ہو جاؤ گے ان دو باتوں میں بہت فرق ہے۔ غور سے سمجھو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ تم زور کو چھوڑ دو اور زاری کو اختیار کرو یعنی تدبیر مخدومی چھوڑ دو اور انقیاد حق سبحانہ اور تذلل و تمسکن اختیار کرو اور اس صورت سے اس کا رحم طلب کرو۔ مگر یہ بھی سمجھ لو۔ انقیاد اور تذلل و تمکسن کی دو صورتیں ہیں ایک خلوص اور صدق دل سے دوسری بناوٹ اور مکر سے اول تو نتیجہ بخش ہے اور ثانی بے نتیجہ اور گمراہ کا فعل ہے۔ دیکھو اخوان یوسف کا یوسف کے گم ہو جانے پر رونا جھوٹ اور فریب ہے کیونکہ ان کا ان کے دل میں حسد اور رشک بھرا ہوا ہے جو مقتضی ہے خوشی کو نہ کہ رونے کو۔ برخلاف یعقوب علیہ السلام کے کہ ان کا رونا دل سے تھا بس یہی حالت تم طاعت کی سمجھو کہ وہ بھی دو قسم پر منقسم ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لہذا تم گریہ مکر نہ اختیار کرو بلکہ گریہ خلوص اختیار کرو۔

حکایت آں اعرابی کہ سگ او از گرسنگی می مرد و انبان او پر نان بود و بر سگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگریست و طپانچہ بر سر و رو میزد و دریغش می آمد کہ لقمۂ نان ازاں انبان بسگ دہد و سوال کردن شخص ازو و جواب شنیدن ازو

اس بدو کا قصہ جس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا اور اس کا تھیلا روٹیوں سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر نوحہ کر رہا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور روتا تھا اور سر اور منہ پر طمانچے مارتا تھا اور اس کو اس میں تامل تھا کہ روٹی کا ٹکڑا تھیلے میں سے کتے کو دے اور ایک شخص کا اس سے سوال کرنا اور اس سے جواب سننا

آں سگے می مرد و گریاں آب عرب	اشک می بارید و میگفت اے کرب
کتا مر رہا تھا اور وہ عرب روتا تھا	آنسو بہاتا تھا اور کہتا تھا ہائے مصیبت
ہیں چہ سازم مر مرا تدبیر چیست	زیں سپس من چوں توانم بے تو زیست
ہائیں کیا کروں میرے لئے کیا چارہ ہے؟	اس کے بعد میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہوں گا؟
سائلے بگذشت و گفت ایں گریہ چیست	نوحۂ و زاری تو از بہر کیست
ایک سائل گزرا اور بولا یہ کیسا رونا ہے؟	تیرا رونا اور گڑگڑانا کس چیز کے لئے ہے
گفت در ملکم سگے بد نیک خو	نک ہمی میرد میان راہ او
اس نے کہا میری ملکیت میں اچھی عادت کا کتا تھا	وہ ابھی سڑک پر مر رہا ہے

روز صیادم بدو شب پاسباں	شیر نر بود او نہ سگ اے پہلواں
وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا	اے نوجوان! وہ کتا نہ تھا نر شیر تھا
تیز چشم و دزد ران و صید گیر	می دویدے در پئے صید او چو تیر
تیز نگاہ والا' چور کو بھگانے والا' شکار کو پکڑنے والا تھا	وہ شکار کے پیچھے تیر کی طرح دوڑتا تھا
صید میکر دے و پاسم داشتے	دزد را نزدیک من نگذاشتے
وہ شکار کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا	چور کو میرے پاس نہ آنے دیتا تھا
قانع و آزاد تند و خصم راں	نیک خو و با وفا و مہرباں
صابر اور آزاد' تیز مزاج اور دشمن کو بھگانے والا تھا	نیک طبیعت اور باوفا اور مہربان تھا
گفت رنجش چیست زخمے خوردہ است	گفت جوع الکلب زارش کردہ است
اس نے کہا اس کو کیا مرض ہوا ہے' زخم لگا ہے؟	اس نے کہا ''جوع الکلب'' نے اس کو بدحال کر دیا ہے
گفت صبرے کن بریں رنج و حرض	صابراں را فضل حق بخشد عوض
اس نے کہا اس رنج اور غم پر صبر کر	اللہ کی مہربانی صبر کرنے والوں کو عوض عطا کرتی ہے
بعد ازاں گفتش کہ اے سالار حر	چیست اندر پشت ایں انبان پر
اس کے بعد اس نے کہا اے آزاد سردار!	کمر پر یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے؟
گفت نان و زاد و لوت دوش من	می کشم از بہر قوت ایں بدن
اس نے کہا کل کی روٹی اور توشہ اور عمدہ کھانا ہے	اس جسم کی خوراک کے لئے اٹھائے ہوئے ہوں
گفت چہ ندہی بداں سگ نان و زاد	گفت تا ایں حد ندارم مہر و داد
اس نے کہا اس کتے کو روٹی اور توشہ کیوں نہیں دیتا ہے	بولا اس حد تک مجھ میں محبت اور بخشش نہیں ہے
دست ناید بے درم در راہ ناں	لیک ہست آب دو دیدہ رائیگاں
راستہ میں روٹی بغیر پیسہ کے نہیں ملتی ہے	لیکن دونوں آنکھوں کے آنسو مفت کے ہیں
گفت خاکت بر سر اے پر باد مشک	کہ لب ناں پیش تو بہتر ز اشک
اس نے کہا اے ہوا سے بھری ہوئی مشک! تیرے سر پر خاک ہو	کہ روٹی کا ٹکڑا تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے
اشک خون است و بغم آبے شدہ	می نیرزد خوں بخاک اے بیہدہ
آنسو خون ہے' جو غم سے پانی بن گیا ہے	اے بیہودہ! خون' خاک کی قیمت کا نہیں ہے

کل خود را خوار کرد او چوں بلیس	پارۂ ایں کل نباشد جز خسیس
اس نے اپنے آپ کو شیطان کی طرح ذلیل کر دیا	اس کل کا جزو ذلیل کے علاوہ کیا ہو گا؟
من غلام آنکہ نفروشد وجود	جز بداں سلطان با افضال و جود
میں اس کا غلام ہوں جو وجود کو نہ فروخت کرے	(کسی کو) مہربانیوں اور سخاوت کے شاہ کے سوا
چوں بگرید آسماں گریاں شود	چوں بنالد چرخ یارب خواں شود
جب وہ رو پڑے تو آسمان رونے لگے	جب وہ فریاد کرے تو آسمان فریادی بن جائے
من غلام آں مس ہمت پرست	کہ بغیر کیمیا نارد شکست
میں اس صاحب ہمت تانبے کا غلام ہوں	جو علاوہ کیمیا کے (کسی کے سامنے) عاجزی نہ دکھا
دست اشکستہ برآور در دعا	سوئے اشکستہ پرد فضل خدا
دعا میں عاجز ہاتھ اٹھا	اللہ (تعالیٰ) کا فضل عاجز کی جانب اڑ کر آتا ہے
گر رہائی بایدت زیں چاہ تنگ	اے برادر رو بر آذر بے درنگ
اگر تجھے اس تنگ کنویں سے رہائی درکار ہے	اے بھائی! بلاتاخیر آگ پر چل پڑ
مکر حق را بین و مکر خود بہل	اے زمکرش مکر مکاراں خجل
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر پر نظر رکھ اپنی تدبیر چھوڑ دے	اس کی تدبیر سے مکاروں کا مکر شرمندہ ہے
چونکہ مکرت شد فنائے مکر رب	برکشائی یک کمینے بوالعجب
جبکہ تیری تدبیر اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر میں فنا ہو گئی	تو ایک عجیب گھات (کی راہ) کشادہ کر لے گا
کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا	تا ابد اندر عروج و ارتقاء
کہ اس گھات کا ادنیٰ (درجہ) بقا ہوتا ہے	ہمیشہ عروج اور ترقی میں
از برائے ایں کمیں سعیے بکن	تا بری بوئے زعلم من لدن
اس گھات کے لئے کوشش کر	تاکہ تجھے علم لدنی کی خوشبو حاصل ہو جائے
گر تو احوال عروج خویش را	نیک دانی نیک باشد مر ترا
اگر تو اپنے عروج کے احوال کو	اچھی طرح سمجھ لے تو تیرے لئے اچھا ہو گا

شرح

اب مولانا گربہ دروغ کی نظیر میں ایک قصہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک کتا جان توڑ رہا تھا اور ایک عرب اس کے

پاس بیٹھا ہوا نالہ وفغاں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ارے میں کیا کروں اور کیا تدبیر کروں کہ تو بچ جائے۔ میں تیرے بغیر کیوں کر جیوں گا۔ اتفاقاً ایک شخص کا ادھر کو گزر ہوا اور کہا کہ یہ رونا کیسا ہے اور یہ تیری گریہ وزاری کس کے لئے ہے اس نے جواب دیا کہ میرے ملک میں ایک کتا تھا جو بہت ہی نیک خصلت تھا وہ راستہ میں مر رہا ہے۔ میں اس کے غم میں روتا ہوں۔ کیونکہ وہ دن کو میرے لئے شکار کرتا تھا اور رات کو پاسبانی کرتا تھا اسے کتا نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ وہ ایک شیر ببر تھا۔ اس کی نظر نہایت تیز تھی چوروں کو بھگاتا تھا۔ شکاری تھا اور شکار کے پیچھے یوں جاتا تھا جیسے تیر جاتا ہے۔ وہ شکار کرتا تھا اور میرا خیال کرتا تھا یعنی خود نہ کھاتا تھا بلکہ میرے لئے محفوظ رکھتا تھا۔ چور کو میرے پاس بھٹکنے نہ دیتا۔ قانع تھا۔ آزاد تھا۔ تیز تھا دشمن کو بھگاتا تھا غرضکہ وہ نیک خصلت اور باوفا اور مہربان تھا اس نے کہا کہ اس کو تکلیف کیا ہے کیا کوئی زخم لگ گیا ہے کہا نہیں۔ بلکہ بھوک نے اسے مار رکھا ہے اس نے یہ خیال کر کے کہ کھانا نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ اس تکلیف اور مرض الموت پر صبر کرو۔ حق سبحانہ تمہیں اس کا بدلہ دیں گے۔ کیونکہ وہ صابروں کو نعم البدل عطا فرماتے ہیں اس کے بعد اسے کچھ شبہ ہوا اور پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے اس نے کہا کہ میں اس میں میرا کل کا کھانا ہے اس کو میں اپنے جسم کے غذا کے لئے لئے جاتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اس کھانے میں سے تم اسے کیوں نہیں دیتے اس نے کہا کہ جناب مجھے اتنی محبت نہیں ہے روٹی تو راہ میں بدوں ٹکوں کے ہاتھ نہ لگے گی اور آنسو مفت ہیں۔ اس لئے بجائے روٹی کے آنسو خرچ کرتا ہوں۔ اس نے کہا او نمائشی اور بناوٹی شخص تیرے سر پر خاک کہ تیرے نزدیک روٹی کا ٹکڑا آنسوؤں سے بہتر ہے ارے نالائق تو آنسو کی حقیقت جانتا ہے کیا ہے؟

سن لو! آنسو وہ خون ہے جو کہ غم سے پانی بن گیا ہے تجھے واضح ہو کہ خون کی قیمت خاک (نان) نہیں ہو سکتی تو نے اس کو بہت سستا بیچ ڈالا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحب گریہ دروغ کی بھی ایسی حالت ہے جیسے اس کتے والے کی۔ اور اس نے اپنے کل کو ذلیل کر لیا کیونکہ اس نے اطاعت حق سبحانہ چھوڑ دی۔ اس لئے اس کے آنسو بھی بے قدر ہو گئے۔ کیونکہ ذلیل کل کا جزو بھی ذلیل ہی ہونا چاہئے۔ پس میں ایسے ذلیل شخص کی کوئی وقعت نہیں کر سکتا۔ میں تو اس شخص کا غلام ہوں جو اپنا وجود سوائے حق جل وعلا شانہ کے جو کہ صاحب افضال وجود میں دوسرے کے ہاتھ نہ بیچے اور خدا کے سوا کسی کا غلام نہ ہو اور جس کے وقعت کی یہ حالت ہو کہ جب وہ روئے تو آسمان بھی رونے لگے اور جب وہ روئے تو آسمان بھی اس کے لئے دست بدعا ہے اور میں اس عالی ہمت تانبے کا غلام ہوں جو بدوں کے کسی چیز سے شکستہ نہ ہو۔ یعنی اس آدمی کو مانتا ہوں جو حق سبحانہ کے سوا کسی کے سامنے اپنے کو ذلیل نہ کرے۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم تذلل اختیار کرو اور اپنے دست تضرع کو دعا کے لئے اٹھاؤ کیونکہ متذلل ومتمکن ہی کی طرف فضل خدا متوجہ ہوتا ہے۔

اور اگر تم کو اس چاہ تنگ ناسوت سے نجات پانے کی خواہش ہے تو بے دھڑک آگ میں گھس جاؤ اور مکروہات نفس کو اختیار کرو۔ اور اے ایسے مدبرو! جن کی تدبیر کے سامنے بڑے بڑے مدبرین کی تدابیر شرمندہ ہیں تم حق سبحانہ کی

تدبیر کو پیش نظر رکھو اور سمجھو کہ اس کے سامنے تمہاری نہ چلے گی۔ اس لئے اپنی تدبیر کو جو اس کے مخالف ہو چھوڑ دو۔ اور وہ تدبیر کرو جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ پس جبکہ تم اس کے تدبیر میں اپنی تدبیر کو فنا کردو گے اور اپنی تدابیر کو اس کی تدبیر کا تابع کردو گے۔ تو وہ تمہارے لئے ایک عجیب کمین گاہ کھول دے گا جس میں سے تم بہت سے بڑے بڑے مقاصد پر فتح مند ہوسکے گے اور جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تم کو بقایا باللہ حاصل ہوگی اور ہمیشہ تم کو عروج اور ترقی روحانی ہوتے رہے گی۔ پس تم اس کمین گاہ کے حاصل کرنے کے لئے سعی کروتا کہ تم کو علمی لدنی اور وہبی حاصل ہو۔

دربیان آنکہ ہیچ چشم بد آدمی راچناں مہلک نیست کہ چشم پسند خویشتن مگر کہ چشم او مبدل شدہ باشد بنور حق کہ یسمع و بی یبصر واز خویشتن او بیخویش شدہ باشد

اس کا بیان کہ آدمی کے لئے کوئی نظر بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ خود پسندی کی نظر ہاں اگر اس کی آنکھ اللہ کے نور سے تبدیل ہوگئی ہو کیونکہ (فرمایا گیا ہے) وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور وہ خود سے بے خود ہوگیا ہو۔

پر طاؤست مبین و پائے بیں	تا کہ سوء العین نکشاید کمیں
اے پاؤسی پر کو نہ دیکھ پاؤں کو دیکھ	تا کہ نظر بد گھات نہ کھولے
کہ بلغزد کوہ از چشم بداں	یزلقونک از نبے برخواں عیاں
کیونکہ بد نظروں سے پہاڑ ہل جاتا ہے	وہ تجھے پھسلا دینگے" قرآن میں صاف پڑھ لے
احمدؐ چوں کوہ لغزید از نظر	درمیان راہ بے گل بے مطر
پہاڑ جیسے احمدؐ نظر سے پھسل گئے	ایسے راستہ میں جو بغیر کیچڑ اور بارش کے تھا
در عجب درماندہ کایں لغزش زچیست	من نہ پندارم کہ ایں حالت تہیست
وہ تعجب میں رہ گئے کہ یہ پھسلن کس چیز سے تھی	میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ (کسی خاص) حال سے خالی ہے
تا بیامد آیت و آگاہ کرد	کاں زچشم بد رسیدت و زنبرد
یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی اور خبردار کر دیا	کہ وہ نظر بد اور خصومت سے ہوئی
گر بدے غیر تو دروم لاشدے	صید چشم و سخرۂ افنا شدے
اگر تیرے سوا کوئی ہوتا فوراً ہلاک ہو جاتا	نظر کا شکار اور فنا کے تابع ہو جاتا
معنی چشم بد آخر بازداں	ان یکاد از چشم بدنیکو بخواں
بالآخر نظر بد کے معنی سمجھ لے	نظر بد کے سلسلہ میں ان یکاد پڑھ لے
لیک آمد عصمتے دامن کشاں	ویں کہ لغزیدی بد از بہر نشاں
لیکن دامن کھینچتی ہوئی حفاظت آ پہنچی	یہ جو آپ پھسلے پہچان کے لئے تھا

عبرتے گیراندراں کہ کن نگاہ	برگ خود عرضہ مکن اے کم زکاہ
عبرت حاصل کر لے اس پہاڑ کو دیکھ	اے تنکے سے کم! اپنی شان نہ دکھا

تفسیر آیت و ان یکاد الذین کفروالیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر و یقولون انه لمجنون و ما ھو الا ذکر للعالمین

اور قریب ہیں کافر کہ تمہیں اپنی نظروں سے پھسلا دیں جبکہ انہوں نے ذکر سنا اور
کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور نہیں ہے وہ مگر جہانوں کا ذکر'' آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دراں وادی کساں	میزنند از چشم بد بر کرگساں
اے اللہ کے رسولؐ! اس وادی میں ایسے لوگ ہیں	جو گدھوں پر نظر بد لگا دیتے ہیں
از نظر شاں کلۂ شیر عریں	واشگافد تا کند آں شیرانیں
ان کی نظر سے جھاڑی کے شیر کی کھوپڑی	پھٹ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ شیر روتا ہے
بر شتر چشم افگند ہمچوں حمام	وانگہاں بفرستد اندر پے غلام
اونٹ پر موت جیسی نظر ڈالتا ہے	اور بعد میں غلام کو بھیج دیتا ہے
کہ برو از پیہ ایں اشتر بخر	بیند اشتر را سقط او راہ در
(کہتا ہے) کہ جا اس اونٹ کی چربی خرید لا	وہ راستہ میں اونٹ کو مردہ دیکھتا ہے
سر بریدہ از مرض آں اشترے	کو بتگ با اسپ میکردے مرے
مرض کی وجہ سے اس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہے	جو دوڑ میں گھوڑے کا مقابلہ کرتا تھا
کز حسد و ز چشم بد بے ہیچ شک	سیر و گردش را بگرداند فلک
بے شبہ حسد اور نظر بد سے	آسمان رفتار اور گردش کو الٹا کر دیتا ہے
آب پنہان ست و دولاب آشکار	لیک در گردش بود آب اصل کار
پانی پوشیدہ ہے اور رہٹ ظاہر ہے	لیکن گردش میں پانی کام کی جڑ ہے
چشم نیکو شد دوائے چشم بد	چشم بدرا لا کند زیر لگد
نظر بد کی دوا اچھی نظر ہے	جو نظر بد کو پاؤں کے نیچے معدوم کر دیتی ہے
سبق رحمت راست وایں از رحمت است	چشم بد محصول قہر و لعنت است
رحمت کو سبقت حاصل ہے اور یہ (خدا کی) رحمت ہے	نظر بد' قہر اور لعنت کا نتیجہ ہے

رحمتش بر قہرش غالب شود	چیرہ زان شد ہر نبی بر خصم خود
اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب آ جاتی ہے	اسی لئے ہر نبی اپنے مخالف پر غالب ہو گیا
کو نتیجہ رحمت ست و ضد او	از نتیجہ قہر بود آں زشت رو
کیونکہ وہ رحمت کا نتیجہ ہے اور اس کی ضد	بدصورت قہر کا نتیجہ ہے
حرص بط یکتاست وایں پنجاہ تاست	حرص شہوت مار و منصب اژدہاست
بطخ کی حرص اکہری اور یہ پچاس گنا ہے	شہوت کی حرص سانپ ہے اور جاہ (کی حرص) اژدہا ہے
حرص بط از شہوت حلق ست و فرج	در ریاست بیست چندانست درج
بطخ کی حرص حلق او شرمگاہ کی شہوت کی وجہ سے ہے	(حب) جاہ میں اس کا بیس گنا داخل ہے
از الوہیت زند در جاہ لاف	طامع شرکت کجا باشد معاف
خدائی کی وجہ سے مرتبہ کی ڈینگیں مارتا ہے	شرک کا لالچی کہاں معاف ہوتا ہے؟
زلت آدمؑ ز اشکم بود و باہ	و آن ابلیس از تکبر بود و جاہ
(حضرت) آدمؑ کی لغزش پیٹ اور باہ کی وجہ سے تھی	اور شیطان کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے تھی
لاجرم اُو زود استغفار کرد	وآں لعیں از توبہ استکبار کرد
لامحالہ انہوں نے جلد توبہ کر لی	اور اس ملعون نے توبہ سے تکبر کیا
حرص حلق و فرج ہم خود بدرگیست	لیک منصب نیست آں اشکستگی ست
حلق اور شرمگاہ کی حرص بھی بد ذاتی ہے	لیکن وہ جاہ نہیں ہے وہ تواضع ہے
بیخ و شاخ ایں ریاست را اگر	باز گویم دفترے باید دگر
جاہ کی جڑ اور شاخ کو اگر	میں بیان کروں (تو) ایک دوسرا دفتر چاہئے
اسپ سرکش را عرب شیطانش خواند	نے ستورے را کہ در مرعیٰ بماند
عرب نے سرکش گھوڑے کو شیطان کہا ہے	نہ کہ اس گھوڑے کو جو چراگاہ میں رہا
شیطنت گردن کشی بد در لغت	مستحق لعنت آمد ایں صفت
شیطنت لغت میں سرکشی ہے	یہ صفت لعنت کی مستحق ہے
صد خورندہ گنجد اندر گرد خواں	دو ریاست جو نگنجد در جہاں
ایک خوان کے گرد سو کھانے والے سما جاتے ہیں	دو سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں سماتے ہیں

آں نخواہد کیں بود بر پشت خاک	تا ملک بکشد پدر را ز اشتراک
وہ نہیں چاہتا کہ یہ روئے زمین پر رہے	شرکت (کے ڈر) سے بادشاہ باپ کو قتل کر دیتا ہے
آں شنید ستی کہ الملک عقیم	قطع خویشی کرد ملکت جو زہیم
تونے یہ سنا ہے کہ سلطنت بانجھ ہے	سلطنت کے طلبگار نے خوف سے اپنائیت کو ختم کر دیا ہے
کہ عقیم است و ورا فرزند نیست	ہمچو آتش با کسش پیوند نیست
کیونکہ وہ بانجھ ہے اور اس کے اولاد نہیں ہے	آگ کی طرح، اس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے
ہرچہ یابد او بسوزد بر درد	چوں نیابد ہیچ خود را میخورد
وہ جس کو پاتی ہے جلا دیتی ہے پھاڑ دیتی ہے	جب کسی کو نہیں پاتی ہے خود کو کھا لیتی ہے
ہیچ شو وارہ تو از دندان او	رحم کم جو از دل سندان او
ناچیز بن جا اس کے دانتوں سے نجات پا جا	اسکے اہرن (جیسے) دل سے رحم نہ تلاش کر
چونکہ گشتی ہیچ، از سنداں مترس	ہر صباح از فقر مطلق گیر درس
جب تو ناچیز بن گیا اہرن سے نہ ڈر	ہر صبح کو فقر مطلق سے سبق حاصل کر لے
ہست الوہیت ردائے ذوالجلال	ہر کہ در پوشد بر او گردد وبال
الوہیت اللہ (تعالیٰ) کی چادر ہے	جو اوڑھتا ہے وہ اس کے لئے وبال بن جاتی ہے
تاج از آن اوست و آن ما کمر	وائے او کز حد خود دارد گذر
تاج اس کی ملکیت ہے اور ہماری ملکیت پیٹی ہے	اس کے لئے تباہی ہے جو اپنی حد سے بڑھے
فتنہ تست ایں پر طاؤسیت	کاشتراکت باید و قدوسیت
تیرا یہ طاؤسی پر تیرے لئے فتنہ ہے	کیونکہ تجھے شرکت اور قدوسیت درکار ہے

شرح حبیبی

اوپر تحصیل عروج روحانی کی ترغیب دی تھی مگر چونہ عروج مذکور کی حالت میں عجب کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے اس کی اصلاح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تم کو عروج روحانی حاصل ہو جائے تو تم کو چاہئے کہ حالات عروج نو کو ٹھیک طور پر جب جانو۔ یعنی اس کو اس طرح نہ جانو کہ اس سے عجب پیدا ہو بلکہ اس طرح جانو کہ عجب نہ پیدا ہو کیونکہ اگر تم اس کو اس طرح جانو گے تو تمہارے لئے شر ہوگا۔

پس جبکہ تم کو یہ دولت حاصل ہو جائے تو تم کو اپنی خوبیوں پر نظر نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ تم کو اپنے عیوب پر

نظر کرنی چاہئے تاکہ تمہیں اپنی نظر نہ ہو جائے اور اس سے تمہارے کمالات کو صدمہ نہ پہنچ جائے کیونکہ نظر بد بہت بری بلا ہے اس سے پہاڑ کو لغزش ہو جاتی ہے۔ آدمی تو کیا چیز ہے۔ تائید کے لئے ان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم پڑھ لو۔ شان نزول اس آیت کا (علی ماروی واللہ اعلم بصحتہ) یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ وقار میں مانند کوہ تھے۔ ان کو اثر نظر بند سے درمیان راہ لغزش ہوئی۔ حالانکہ وہاں کیچڑ تھا اور نہ بارش یہ حالت دیکھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا کہ یہ بے وجہ لغزش کیسی میں نہیں سمجھتا کہ یہ حالت بھید سے خالی ہو۔ بلکہ ضرور اس میں کوئی نہ کوئی راز ہے آخر کار وحی آئی اور آپ کو مطلع کیا کہ یہ صدمہ آپ کو نظر بد اور اس کی مزاحمت سے پہنچا ہے اگر کوئی اور ہوتا تو فوراً فنا ہو جاتا اور چشم بد کا شکار اور منقاد فنا ہو جاتا۔ مگر عصمت وحفظ خداوندی آپہنچی جس نے آپ کو بچالیا اور یہ بات کہ جب عصمت حق سبحانہ تھی تو پھر لغزش ہی کیوں ہوئی سو اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کو اثر نظر بد کا پتہ لگ جائے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس بات سے تم کو نظر بد کی حقیقت معلوم ہونی چاہئے اور چشم بد سے محفوظ رہنے کی آیت ان یکاد الخ کو پڑھنا چاہئے کیونکہ اس میں دفع نظر کی خاصیت ہے اور اس کوہ وقار یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو دیکھ کر اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور تم جو کہ برگ کاہ سے بھی کم وزن ہو تم کو چاہئے کہ اپنے کو صرصر چشم بد کے مقابلہ میں نہ لاؤ۔ خیر یہ مضمون تو بطور جملہ معترضہ کے تھا۔ اب سنو کہ حق سبحان نے فرمایا کہ اے ہمارے رسول اس وادی میں کچھ لوگ موجود ہیں جو بلند پرواز کرگسوں پر بھی اپنی نظر بد کا اثر پہنچاتے ہیں ان کی نظر میں شیران بیشہ کا غول درہم برہم ہو جاتا ہے تا آنکہ وہ شیر رو دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ موت کی طرح اونٹ پر نظر ڈالتے ہیں اس کے بعد اپنے کمال تاثیر کے اعتماد پر اس کے پیچھے آدمی بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں جاؤ اس اونٹ کی چربی خرید لاؤ۔ چنانچہ وہ جاتا ہے اور اونٹ کو راستہ میں پڑا پاتا ہے اور وہ اونٹ جو دوڑ میں گھوڑوں کا مقابلہ کرتا تھا ایک لحظہ میں بیمار ہو کر مر جاتا ہے یا ذبح ہو جاتا ہے کیونکہ نظر بد بری بلا ہے اس میں یہ اثر ہے کہ اس کے ذریعہ سے آسمان کی گردش بدل سکتی ہے (وہو مبالغۃ فی عظیم التاثیر وہذا ہو الصحیح لا ما قال ولی محمد راداً علیہ بالنظر الی قولہ ہیچ مشک وقال ان ہذہ اللفظۃ ینادی باعلی نداء ان المقصود ہو التحقیق۔ لا المبالغۃ)

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اجی کیسی چشم بد۔ موثر تو فی الحقیقت ارادۂ خداوندی ہے چشم بد تو اس کے تابع ہو کر موثر ہے۔ اس لئے یوں کہنا چاہئے کہ پانی (ارادہ الٰہی) مخفی ہے اور پنچکی (چشم بد) ظاہر۔ مگر حرکت میں اصل پانی ہے اور پنچکی کی حرکت تو اس کے تابع (ہذا ہو المراد فلا تلتفت الی ما قال ولی محمد)

جب یہ مضامین استطرادیہ ختم ہو چکے تو ہم پھر ماسبق کی طرف غور کرتے ہیں۔ کہ تم اپنی نظر کو ٹھیک رکھو تاکہ نظر بد سے محفوظ رہو۔ کیونکہ نظر نیک علاج ہے نظر بد کا۔ اور یہ نظر اس نظر بد کو فنا کر دیتی ہے کیونکہ چشم نیک اثر ہے رحمت کا اور چشم بد نتیجہ ہے قہر ولعنت کا۔ اور حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اس بناء پر چشم نیک چشم بد پر غالب ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء اپنے دشمنوں پر غالب ہوتے ہیں کیونکہ انبیاء رحمت سے پیدا ہوتے ہیں اور مخالفین قہر وغضب سے۔ اس لئے انبیاء کو ان پر غالب ہونا چاہئے۔

یہاں سے مقصد اصلی یعنی مذمت جاہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرص جاہ نہایت ہی بد بلا ہے۔ حرص ابط (یعنی حرص کا موزوں جماع) تو ایک ہی درجہ میں خطرناک ہے اور یہ یعنی حرص جاہ اس سے پچاس گونہ بڑھی ہوئی ہے اوران دونوں حرصوں میں وہی سمیت ہے جو سانپ اور اژدھے میں۔ پس حرص شہوت تو بمنزلہ سانپ کے ہے اور حرص منصب و جاہ بمنزلہ اژدھے کے کیونکہ طالب جاہ جاہ کی حالت میں گویا کہ وہ مدعی الوہیت ہوتا ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ بڑائی حق سبحانہ کی صفت ہے اور وہ اسے اپنے ہی ساتھ مختص رکھنا چاہتے ہیں اور کسی کو اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے۔ پس جبکہ کوئی شخص طالب جاہ ہوتا ہے تو وہ اس صفت میں حق سبحانہ کا شریک بننا چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ طالب شرکت قابل درگزر نہیں ہوسکتا۔ الا ان یعفو اللہ عنہ بمنہ وفضلہ) برخلاف حریص شہوت کے کہ وہ عاصی ہے مگر طالب شرکت نہیں۔ اس لئے طالب جاہ کی نسبت سے اس کا جرم بہت کم ہے اور وہ قابل معافی ہے۔ ایک فرق تو یہ تھا دوسرا فرق یہ ہے کہ حب جاہ میں توبہ کا احتمال بعید ہے بہ نسبت حرص شہوات کے۔

چنانچہ دیکھ لو۔ آدم علیہ السلام کی جو لغزش ہوئی تھی اس کا منشا حرص شکم اور حرص شہوت تھی (حرص شکم کا منشا ہونا تو ظاہر ہے رہی حرص شہوت سو اس کے منشا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دانہ گندم آپ نے حضرت حوا کی ترغیب سے کھایا تھا اور جس چیز نے حضرت حوا کی بات مان لینے پر مجبور کیا تھا وہ ان کی محبت تھی اور محبت کا منشاء شہوت تھی۔ پس شہوت کا سبب ہونا ظاہر ہو گیا) اور ابلیس نے جو گناہ کیا تھا اور اس کا منشا تکبر اور حب جاہ تھی اس لئے حضرت آدم علیہ السلام نے تو فوراً ہی توبہ کر لی اور ابلیس نے توبہ کرنے سے بھی تکبر کیا۔ (اور راز اس کا یہ ہے کہ شہوت بطن وفرج سے آدمی سیر ہو جاتا ہے کما ہو الظاہر برخلاف حب جاہ کے کہ اس سے سیری نہیں ہوتی۔ بلکہ جس قدر بھی جاہ ہو آدمی اس سے زیادہ چاہتا ہے پس جبکہ شہوت بطن وفرج سے سیری حاصل ہو جاتی ہے تو آدمی کے عقل پر سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور عقل شناعت ہونے کا ادراک کر کے آدمی کے اندر انفعالی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ برخلاف حب جاہ کے کہ اس سے سیری نہیں ہوتی کہ عقل کے اوپر سے حجاب دور ہو اور وہ اس فعل کی شناعت کا احساس کرے اور اس سے ندامت پیدا ہو)

اس سے معلوم ہوا کہ حرص بطن وفرج بھی بدذاتی ہے مگر وہ جاہ نہیں ہے بلکہ اس کے سبب تذلل ہے کیونکہ وہ شنیع ندامت ہے نہ کہ جاہ۔ اس لئے جس قدر حرص جاہ مذموم ہوگی اس قدر حرص بطن وفرج مذموم نہ ہوگی۔ الغرض جاہ نہایت ہی خطرناک چیز ہے اگر میں اس کا منشاء اورا ی شاخیں بیان کروں تو اس کے لئے ایک دوسرے دفتر کی ضرورت ہے اس لئے مختصر طور پر اس کا بیان کیا گیا ہے۔ اچھا تھوڑی سی تفصیل اس کی اور سن لو۔ دیکھو اسپ سرکش کو عرب شیطان کہتے ہیں مگر اس گھوڑے کو جو حرص بطن کے سبب چراگاہ میں رہ جائے شیطان نہیں کہتے کیونکہ لغت میں شیطنت کے معنی گردن کے ہیں۔

پس یہ صفت سرکش گھوڑے میں تو پائی جاتی ہے اور چراگاہ میں رہ جانے والے گھوڑے میں نہیں پائی جاتی اس لئے وہ لقب شیطان کا مستحق ہے نہ کہ یہ غرضکہ یہ صفت تکبر و تجبر مستحق لعنت ہے کیونکہ یہ صفت نہایت ہی مذموم ہے۔ دیکھو سو کھانے والے (حریص بطن) ایک دستر خوان پر بے تکلف کھانا کھا لیتے ہیں مگر دو طالب ریاست جہاں میں نہیں سماتے اور ایک دوسرے کا زندہ رہنا نہیں چاہتے۔ حتیٰ کہ بیٹا اگر ایک ملک کا بادشاہ ہو اور اس کا باپ دوسرے ملک کا تو تحرز عن الاشتراک کے سبب بیٹا باپ کو مار ڈالتا ہے۔

تم نے سنا ہوگا کہ الملک عقیم یعنی ملک بانجھ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سلطنت تعلق قرابت کو قطع کر دیتی ہے حتیٰ کہ اولاد سے بھی تعلق منقطع کر دیتی ہے اس لئے وہ بانجھ ہے اور اس کے اولاد نہیں اور وہ آگ کی طرح ہے جس کو اس سے علاقہ نہیں۔ بلکہ جو کوئی اس کے سامنے آتا ہے سب کو تہس نہس کر دیتی ہے اور جب کسی کو نہیں پاتی تو پیچ وتاب سے خود اپنے کو کھا جاتی ہے۔

پس اگر تم کو جاہ کے غائلہ سے بچنا منظور ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اسے کم نہ کرو اور خودی کو چھوڑ دو۔ کیونکہ خودی کو قائم رکھ کر اس کی توقع رکھنا کہ جاہ تم پر رحم کرے گا تم کو ضرر نہ پہنچائے گا بالفضول ہے۔ پس تم کو اس دل سخت سے رحم نہ ڈھونڈنا چاہئے لیکن جب کہ تم خودی کو چھوڑ دو گے اس وقت تم کو اس کے سخت اور بے رحم دل سے کوئی خطرہ نہیں۔ پس تم کو ہر روز فقر کامل کا سبق لینا چاہئے اور رفتہ رفتہ فقر کامل حاصل کرنا چاہئے۔ دیکھو خدائی صفت ہے حق سبحانہ کی۔ پس جو کوئی اس کو اپنی صفت بنائے گا تو وہ صفت اس کے لئے وبال جان ہو جائے گا۔ شہنشاہی حق سبحانہ کا حق ہے اور ہمارا کام خدمت واطاعت ہے۔ پس جو شخص اپنی حد سے بڑھ جائے اور شاہی کا طالب ہو اس کی حالت افسوس کے قابل ہے کیونکہ اس سے اس کو سوائے ضرر کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔

یاد رکھو کہ یہ تمہاری شان وشوکت تمہارے لئے بڑے خطرہ کی چیز ہے کیونکہ اس کی بناء پر تم صفت خداوندی میں شرکت چاہتے ہو اور تم کو مخدوم مطاع بننے کی خواہش ہوتی ہے اور تم مصائب سے پاک بننے کے خواہاں ہوتے ہو اور چاہتے ہو کہ بس لوگ ہمارے تنزیہ وتقدیس کیا کریں۔ لہذا اس کو چھوڑنا چاہئے اور تذلل وتمکن اختیار کرنا چاہئے۔

قصۂ آں حکیمے کہ طاؤس را دید کہ پر زیبائے خود را بر می کند بمنقار ومی انداخت و تن خود را گل وزشت میکرد از تعجب طاؤس را پرسید کہ دریغت نمی آید' گفت می آید' اما پیش ما جان از پر عزیز تر است وایں پر عدو جان من ست ازیں جہت بر می کنم

اس دانا کا قصہ جس نے مور کو دیکھا کہ وہ اپنے حسین پروں کو چونچ سے اکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے بدن کو گنجا اور بدنما بنا رہا ہے اس نے تعجب سے مور سے دریافت کیا کہ تجھے افسوس نہیں ہو رہا ہے اس نے کہا ہو رہا ہے لیکن مجھے جان پروں سے زیادہ پیاری ہے اور یہ پر میری جان کے دشمن ہیں اس وجہ سے میں اکھاڑ رہا ہوں

پر خودمی طاؤسے بدشت	یک حکیمے رفتہ بود آنجا بگشت
ایک مور جنگل میں اپنے پر اکھاڑ رہا تھا	ٹہلتا ہوا ایک عقلمند وہاں پہنچ گیا
گفت طاؤسا چنیں پر سنی	بے دریغ از بیخ چوں بر میکنی
اس نے کہا او مور! ایسے بڑھیا پر	تو بلاتامل جڑ سے کیوں اکھاڑ رہا ہے؟
خود دلت چوں مید ہدتا ایں حلل	بر کنی و اندازیش اندر وحل
خود تیرا دل کیسے (اجازت) دیتا ہے؟ کہ یہ لباس	تو اکھاڑتا ہے اور اس کو کیچڑ میں پھینک دیتا ہے

ہر پرت را از عزیزی و پسند	حافظاں درطی مصحف می نہند
گرانقدری اور پسند کی وجہ سے تیر ہر پر کو	حفاظ قرآن کے موڑ میں رکھتے ہیں
بہر تحریک ہوائے سود مند	از پر تو باد بیزن می کنند
مفید ہوا کو چلانے کے لئے	تیرے پروں کا پنکھا بناتے ہیں
اینچہ ناشکری و چہ بیباکی ست	تو نمی دانی کہ نقاشش کیست
یہ کیا ناشکری اور لاپروائی ہے	تو نہیں جانتا کہ اس کا نقاش کون ہے؟
یاہمی دانی و نازے میکنی	قاصداً قطع طرازی میکنی
یا تو جانتا ہے اور ناز دکھا رہا ہے	جان بوجھ کر نقش و نگار کو قطع کر رہا ہے
اے بسا نازا کہ گردد آں گناہ	افگند مربندہ را از چشم شاہ
بہت سے ناز ہیں جو گناہ بن جاتے ہیں	غلام کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں
ناز کردن خوشتر آید از شکر	لیک کم خایش کہ دارد صد خطر
ناز کرنا قند سے زیادہ بھلا لگتا ہے	لیکن اس کو نہ چبا کیونکہ سینکڑوں خطرے رکھتا ہے
ایمن آبادست آں راہ نیاز	ترک نازش گیرد با آں رہ بساز
عاجزی کا راستۂ اطمینان کی جگہ ہے	ناز کرنا چھوڑ دے اور اس راہ سے مانوس ہو جا
اے بسا ناز آوری زد پر و بال	آخرالامر آں براں کس شد وبال
بہت سی ناز آوریوں نے پر و بال نکالے	بالآخر وہ اس شخص پر وبال بنیں
خوبی ناز اردے بفراز دت	بیم و ترس مضمرش بگدازدت
ناز کی خوبی اگر فوراً تجھے اونچا کر دیتی ہے	اس کا چھپا ہوا خوف اور ڈر تجھے پگھلاتا ہے
ویں نیاز ارچہ کہ لاغر میکند	صدر راچوں بدر انور میکند
یہ نیاز اگرچہ تجھے دبلا کرتا ہے	سینہ کو روشن چاند کی طرح بنا دیتا ہے
چوں ز مردہ زندہ بیروں میکشد	ہر کہ مردہ گشت او دارد رشد
چونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) مردے سے زندہ پیدا کرتا ہے	جو مردہ بن گیا وہ ہدایت یافتہ ہے
چوں ز زندہ مردہ بیروں میکند	نفس زندہ سوئے مرگے می تند
جبکہ وہ زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے	زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

مردہ شو تا مخرج الحی الصمد	زندۂ زیں مردہ بیروں آورد
مردہ بن جا تاکہ (اللہ) زندہ کو پیدا کرنیوالا بے نیاز	زندہ کو اس مردے سے پیدا کر دے
دے شوی بینی تو اخراج بہار	لیل گردی بینی ایلاج نہار
تو خزاں بن جا' تو بہار کا پیدا کرنا دیکھے گا	رات بن جا' تو دن کا داخل کرنا دیکھے گا
برمکن آں پر کہ نہ پذیرد رفو	روی مخراش از [illegible] اے خوبرو
پروں کو نہ اکھاڑ کیونکہ ان پر رفو نہ ہو سکے گا	اے حسین! ماتم میں چہرے کو نہ چھیل
آنچناں روی کہ چوں شمس ضحیٰ ست	آنچناں رخ را خراشیدن خطاست
وہ چہرہ جو چاشت کے سورج کی طرح ہے	ایسے چہرے کو چھیلنا غلطی ہے
زخم ناخن برچناں رخ کافریست	کہ رخ مہ در فراق او گریست
ایسے چہرے پر ناخن کا زخم کافری ہے	جس کے فراق میں چاند کا چہرہ رویا ہے
یا نمی بینی تو روی خویش را	ترک کن خوئے لجاج اندیش را
یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہے	جھگڑا کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

شرح

فتنہ تست ایں پر طاؤسیت کی تائید میں مولانا ایک قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک مور جنگل میں اپنے پر اکھیڑ رہا تھا۔ اتفاقاً ایک حکیم بھی گھومتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور کہا کہ ارے مور! یہ عمدہ پر تو یوں بے دریغ کیوں اکھیڑتا ہے ۔ تیرا جی کیسے گوارا کرتا ہے کہ اس قدر عمدہ لباس کو اتار کر کیچڑ میں ڈال دے۔ تجھے ان پروں کی قدر معلوم نہیں۔

اچھا مجھ سے سن یہ وہ باوقعت پر ہیں کہ ان کی گرامی قدر اور پسندیدہ ہونے کے سبب حفاظ ان کو قرآن میں رکھتے ہیں اور ہوا کو حرکت دینے کے لئے لوگ ان کا پنکھا بناتے ہیں۔ پس یہ کیا ناشکری ناسپاسی ہے کہ ایسی نعمت کی قدر نہیں کی جاتی۔ ارے تو جوان کو یوں پامال کرتا ہے تجھے معلوم ہے کہ ان کا نقاش کون ہے۔ اور یہ کس نے بنائے ہیں اگر تو نہیں جانتا تو مجھ سے سن۔ یہ حق سبحانہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ پس جبکہ تو ان کی یوں بے وقعتی کرے گا تو وہ ضرور تجھ پر عتاب کریں گے یا تو جانتا ہے مگر ناز کرتا ہے اگر ایسا ہے تو یاد رکھ کہ بہت سے ناز جرم قرار پا جاتے ہیں اور غلام کو شہنشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں۔ ناز کرنا گو شکر سے زیادہ لذیذ ہے مگر اس میں خطرات بھی بہت ہیں اس لئے اس شکر کو کھانا نہیں چاہئے۔ اور ناز کو اختیار نہیں کرنا چاہئے بلکہ عجز و نیاز اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ پس تو ناز کو چھوڑ اور راہ نیاز اختیار کر۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں صاحبو! بہت ناز کرنے والوں نے بلند

پرواز کی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ بلند پرواز ان کے لئے وبال ہوگئی پس تم کو ناز نہ کرنا چاہئے۔ اور عجز و نیاز اختیار کرنا چاہئے کیونکہ اگر ناز میں خوبی ہے جو کہ تم کو کچھ دیر کے لئے سرفراز کرتی ہے تو اس میں خوف مخفی بھی ہے جو تم کو گھلا دے گا۔ یعنی گو حق سبحانہ بعض اوقات لوگوں کے ناز اٹھا کر ان کو سرفراز فرماتے ہیں مگر یہ ناز برداری دائم نہیں ہے بلکہ کسی کو اس پر عتاب بھی ہو جاتا ہے جو ناز کرنے والوں کو گھلا دیتا ہے اور نیاز اگر چہ خوف اور فکر ناخوشی حق سبحانہ کے سبب لاغر کرتا ہے مگر فائدہ اس میں یہ ہے کہ وہ سینہ کو چودھویں رات کے چاند کی مانند منور کر دیتا ہے۔

دیکھو جبکہ حق سبحانہ کی شان یہ ہے کہ وہ مردہ میں سے زندہ نکالتا ہے تو جو شخص مردہ ہو جائے اور عجز و نیاز اختیار کرے وہ ہی ٹھیک راہ پر ہے کیونکہ حق سبحانہ اس کو اس مردگی کے سبب حیات روحانی عطا فرمائیں گے اور جبکہ وہ زندہ میں سے مردہ نکالتا ہے تو اس کا اثر یہ ہے کہ نفس زندہ موت معنوی پاتا ہے۔

الحاصل موت کا نتیجہ حیات ہے اور حیات کا نتیجہ موت۔ پس تم مردہ ہو جاؤ یعنی اپنی خواہشات کو بالکل چھوڑ دو جن میں سے ناز بھی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مردہ میں سے زندہ نکالنے والا حی ہوا۔ اس مردہ میں سے زندہ نکالے گا یعنی اس مردگی کے سبب تم کو حیات معنوی عطا فرمائے گا اور تم خزاں ہو جاؤ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دیکھو گے کہ حق سبحانہ اس سے بہار پیدا کرتے ہیں اور اگر تم رات اور معراعن الکمال ہو جاؤ گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دیکھو گے کہ حق سبحانہ اس میں دن اور کمال کو داخل کرتے ہیں۔ القصہ تم نقص اور کمی اختیار کرو۔ اس سے تم کو کمال حاصل ہوگا۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو کہ اس حکیم نے مور سے کہا کہ تم اپنے پروں کو نہ اکھیڑو اس لئے کہ پھر اس کی تلافی نہ ہو سکے گی اور ماتم میں اپنا منہ نہ نوچو۔ کیونکہ وہ منہ جو آفتاب چاشت سے زیادہ روشن ہے ایسے منہ کو نوچنا سخت غلطی ہے اور ایسے چہرہ کو نوچنا نہایت ناشکری ہے جس کے فراق میں چاند بھی روتا ہے یا تم کو اپنا چہرہ نظر ہی نہیں آتا جو ایسا کرتے ہو ایسا تو نہیں ہے بلکہ تمہارا اسے نوچنا بنا بر تعنت ہے اس لئے تم خصلت تعنیت کو چھوڑ و اور منہ نوچنے کو ترک کرو۔

در بیان آنکہ صفا و سادگی نفس مطمئنہ از فکرتہا مشوش میشود چنانچہ بر روی آئینہ چیزے نویسی اگر چہ پاک کنی داغے و نقصانے بماند

اس کا بیان کہ افکار سے نفس مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پریشان ہو جاتی ہے جیسا کہ تو آئینہ پر کوئی چیز لکھے اگر چہ تو دھو ڈالے داغ اور نقصان باقی رہ جاتا ہے

روی نفس مطمئنہ در جسد	زخم ناخنہائے فکرت می کشد
جسم میں نفس مطمئنہ کا چہرہ	فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے
فکرت بد ناخن پر زہر داں	میخرا شد در تعمق روی جاں
برے خیال کو زہریلا ناخن سمجھ	غور کرنے کی (صورت) میں وہ جان کا چہرہ زخمی کر دیتا ہے
تا کشاید عقدۂ اشکال را	در حدث کردہ ست زریں بال را
جب تک کہ وہ کسی اشکال کی گرہ کھولتا ہے	اس نے سنہرے بالوں کو ناپاک کر لیا ہے

عقدہ را بکشادہ گیر اے منتہی	عقدۂ سخت ست بر کیسہ تہی
اے انتہا کو پہنچنے والے! فرض کر لے گرہ کھل گئی	(یہ تیری) خالی تھیلی پر سخت گرہ ہے
در کشاد عقدہا گشتی تو پیر	عقدۂ چندے دگر بکشادہ گیر
تو گرہوں کو کھولنے میں بوڑھا ہوگیا	فرض کر لے تونے اور چند گرہیں کھول لیں
عقدۂ کاں برگلوئے ماست سخت	کہ ندانی کہ خسی یا نیک بخت
وہ پھندا جو ہمارے گلے میں ہے سخت ہے	کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بدبخت ہے یا نیک بخت
گر بدانی کہ شقیی یا سعید	آں بود بہتر ز فکر ہر عنید
اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک بخت ہے یا بدبخت	ہر سرکش کے فکر سے بہتر ہے
حل ایں اشکال کن گر آدمی	خرج کن ایں دم اگر صاحب دمی
اگر تو آدمی ہے اس اشکال کو حل کر لے	اگر تجھ میں دم ہے تواس دم کو خرچ کر
حد اعیان و غرض دانستہ گیر	حدخود راداں کہ نبود زیں گزیر
فرض کر لے اعیان اور عرض کی تعریف معلوم ہو گئی	اپنی حقیقت جان لے کہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے
چوں بدانی حدخود زیں حد گریز	تابہ بیحد در رسی اے خاک بیز
جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہوگئی اس تعریف سے گریز کر	اے خاک چھاننے والے! تاکہ تواس ذات تک پہنچ جائے جس کی حقیقت نامعلوم ہے
عمر درمحمول و در موضوع رفت	بے بصیرت عمر درمسموع رفت
محمول اور موضوع (کی تعریف) میں عمر گزر گئی	سنی سنائی باتوں میں بلا بصیرت کے عمر ختم ہو گئی
ہر دلیلے بے نتیجہ و بے اثر	باطل آمد در نتیجہ خود نگر
جو دلیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو	باطل ہے تو خود نتیجہ پر غور کر لے
جز بمصنوعے ندیدی صانعی	بر قیاس اقترانی قانعی
تونے مصنوع کے علاوہ صانع کو نہ دیکھا	تو اقترانی قیاس پر صابر ہو گیا
می فزاید در وسائط فلسفی	از دلائل باز برعکسش صفی
فلسفی واسطوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے	دلائل سے پھر برگزیدہ شخص اس کے برعکس ہے
ایں گریزد از دلیل و از حجیب	از پئے مدلول سر بردہ بجیب
یہ دلیل اور پردے سے گریز کرتا ہے	مدلول کیلئے گریبان میں منہ ڈالے ہوئے

گر دخاں او را دلیل آتشست	بے دخاں مارا دراں آتش خوش ست
اگر اس کے لئے دھواں آگ کی دلیل ہے	اس معاملہ میں بغیر دھویں کے ہمارے لئے آگ بھلی ہے
خاصہ ایں آتش کہ از قرب وولا	از دخاں نزدیک تر آمد بما
خصوصاً یہ آگ کہ قرب اور دوستی کی وجہ سے	ہم سے دھویں سے زیادہ قریب آ گئی ہے
پس سیہ کاری بود رفتن زخواں	بہر تخیلات جاں سوی دخاں
دستر خوان سے چل دینا' بدکاری ہے	دھویں کی جانب' جان کے خیالات کی خاطر

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے نفس مطمئنہ کا چہرہ ناخنہائے افکار لایعنی سے زخمی ہورہا ہے اور تمہارے افکار بیہودہ زہریلے ناخن ہیں جو غور وخوض کی حالت میں تمہارے روح کے صاف چہرہ کو زخمی کرتے ہیں۔ پس تم افکار بیہودہ سے بچو اور اس نفس مطمئنہ اور روح کی سادگی وصفائی کو برباد نہ کرو۔

اس مقام پر نفس کو مطمئنہ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ مولود علی الفطرۃ ہے اور ان تشویشات سے پاک ہے جو تربیت وصحبت سے اسے لاحق ہوتے ہیں۔۱۲ منہ

واضح ہو کہ نفس کے حالات مختلفہ کے لحاظ سے مختلف نام ہیں پس جبکہ وہ طالب لذات تو اس کا نام "امارہ" ہوتا ہے اور جبکہ وہ اس درجہ پر پہنچتا ہے کہ افعال ذمیمہ سے اسے ندامت ہو اور وہ اپنے کو ملامت کرے تو اسے "لوامہ" کہتے ہیں اور جبکہ اس کی یہ حالت ہو کہ ذکر اللہ سے اسے راحت حاصل ہو تو اسے "مطمئنہ" کہتے ہیں اور جبکہ وہ اس سے بھی اوپر ترقی کر جائے اور آمر بخیرات ہو تو اسے "ملہمہ" کہتے ہیں۔ ہکذا قال بحر العلوم وعندی ان الملہمہ ہی المطمئنۃ۔ واللہ اعلم۔

اور تمہاری روح یا نفس مطمئنہ نے عقدات واشکال کو کھولنے کے لئے اور مشکلات کو حل کرنے کے لئے اپنے بیش بہا باز وقوت دراکہ کو گندگی (نجاستہ افکار لایعنی) میں لتھڑا رکھا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اچھا فرض کرو کہ تم نے گرہ کھول لی اور مشکل کو حل کر لیا۔ مگر نتیجہ کیا ہے کیونکہ یہ گرہ خالی تھیلی میں لگی تھی جس کو کھولنے کے بعد تم کو کچھ بھی نہ ملے گا اور محنت اکارت ہو جائے گی۔ پس تم ان عقدوں کے حل کرنے میں کیوں مصروف ہو۔ انہیں چھوڑ دو کیونکہ انہی گرہوں کے کھولنے میں تم بڈھے ہو گئے اور تمہارے ہاتھ کچھ نہ لگا۔

اب فرض کرو کہ تم نے کچھ گرہیں اور کھول لیں مگر نتیجہ کیا ہے اتنی گرہیں کھولنے پر تمہیں کیا مل گیا جو اور گرہوں کے کھولنے پر آمادہ ہو پس تم افکار دنیویہ کو چھوڑ دو اور جو گرہ تمہارے گلے میں لگی ہے یعنی یہ کہ تم شقی ہو یا سعید اور دوزخی ہو یا جنتی اگر تم اسے حل کرو اور جانو کہ تم شقی ہو یا سعید یعنی اپنے نفس کا محاسبہ کرو۔ تو یہ ہر عید کے فکر سے بہتر ہو۔ پس اگر انسان ہو تو اس اشکال کو حل کرو اور اگر تم متکلم ہو تو اس کلام کو جو متعلق بہ سعادت وشقاوت ہے صرف کرو یعنی سعادت وشقاوت کی تحقیق کرو۔ واللہ اعلم۔

اچھا مان لو کہ تم نے جواہر و اعراض کی تعریف جان لی مگر اس کا نتیجہ کیا ہے ہم کو اپنی تعریف جاننی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ میں کیا ہوں اور میری خلقت سے کیا غرض ہے۔ کیونکہ یہ ضروری ہے اور اعیان و اعراض کے جاننے کی ضرورت نہیں اور جب تمہیں اپنی حقیقت معلوم ہو جائے اور تم جان لو کہ تم حق سبحانہ کے ذلیل بندے ہو۔ اور تمہاری تحقیق سے مقصود اطاعت حق سبحانہ ہے تو تم اس حد یعنی اشیاء محدودہ ناسوتہ سے بھاگو۔ اور انہیں چھوڑ دو۔ تا کہ تم حق سبحانہ تک پہنچ جاؤ جو نا محدود ہیں تمہاری عمر موضوع و محمول ہے۔ جھگڑوں میں صرف ہوگئی اور تم کو بصیرت و مشاہدہ حق حاصل نہ ہو سکا بلکہ تمہاری عمر صرف سنی سنائی باتوں میں ضائع ہوگئی۔

دیکھو جس دلیل کا کوئی نتیجہ نہ ہو وہ باطل ہوتی ہے پس جبکہ ان دلائل کا جن میں تم مصروف ہو کوئی نتیجہ نہیں تو اسے چھوڑ دو اور اپنے نتیجہ میں غور کرو کہ آخر تمہارا انجام کیا ہوگا۔

تم نے اب تک صرف مصنوعات کو دیکھا ہے اور صانع کو نہیں دیکھا مگر اب تم کو ایسا نہ کرنا چاہئے اور صانع کو دیکھنا چاہئے۔ نیز تم اب تک دلائل الوہیت پر قناعت کئے رہے ہو۔ مگر اب اسے چھوڑو اور مشاہدہ حاصل کرو۔ تم فلسفی نہ بنو۔ بلکہ برگزیدۂ حق بنو کیونکہ اولذ کر تو حق کو دلائل سے جانتا ہے اور دلیل واسطہ ہوتی ہے طالب و مطلوب کے درمیان اس لئے وہ جس قدر دلائل زیادہ کرتا ہے اتنے ہی وسائط بڑھاتا ہے اور اتنے ہی دلائل اس کے بعد عن الحق پر قائم ہوتے ہیں مگر موخر الذکر ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ مشاہدہ اصطلاحی حاصل کرتا ہے اور وہ دلیل سے جو کہ حجاب اور پردہ ہے۔ بھاگتا ہے اور مراقبہ میں مشغول ہو کر جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر فلسفی اثر سے موثر کو جانتا ہے ہم کو توسط آثار کی حاجت نہیں۔ ہم تو بدوں اثر کے ہی موثر کو جانتے ہیں اور یہ ہی ہم کو پسند ہے اور بالخصوص یہ موثر (حق سبحانہ) جو کہ اپنے قرب و محبت کے بہ نسبت آثار کے ہم کو پسند ہے ہم سے زیادہ قریب ہے پھر اس کے جاننے کے لئے ہم کو آثار کی کیا حاجت ہے کیونکہ بڑی غلطی کی بات ہے کہ آدمی کھانے کو چھوڑ کر تخیلات بےہودہ کی بناء پر دھوئیں کی طرف جائے۔ لہذا ہم آثار پر نظر نہیں کرتے اور مطلوب حقیقی کے مشاہدہ میں مصروف ہیں۔

در بیان قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ لا رھبانیہ فی الاسلام

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کے بیان میں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

زانکہ شرط ایں جہاد آمد عدو	برمکن پر را و دل برکن ازو
کیونکہ اس جہاد کے لئے دشمن ضروری ہے	پروں کو نہ اکھاڑ ان سے دل ہٹا لے
شہوت ار نبود نباشد امتثال	چوں عدو نبود جہاد آمد محال
اگر شہوت نہ ہو تو حکم ماننا نہ ہوا	جب دشمن نہیں ہے تو جہاد ناممکن ہے
خصم چوں نبود چہ حاجت خیل تو	صبر نبود چوں نباشد میل تو
جب دشمن ہی نہیں ہے تیرے لشکر کی کیا ضرورت ہے؟	جب تیرا میلان نہیں ہے تو صبر نہ ہوگا

ہیں مکن خود را خصی رہباں مشو	زانکہ عفت ہست شہوت را گرو
خبردار! اپنے آپ کو خصی نہ کر، راہب نہ بن	کیونکہ عفت شہوت سے وابستہ ہے
بے ہوانہی از ہوا ممکن نبود	غازیی برمردگاں نتواں نمود
بغیر نفسانی خواہش کے اس سے روکنا ممکن نہیں ہے	اپنا مجاہد ہونا مردوں پر نہیں دکھایا جا سکتا
انفقوا گفتست پس کسبے بکن	زانکہ نبود خرج بے دخل کہن
"خرچ کرو" فرمایا ہے تو تو کمائی کر	کیونکہ پہلی آمدنی کے بغیر خرچ نہیں ہو سکتا ہے
گرچہ آدرد انفقوا را مطلق او	تو بخواں کہ اکسبوا ثم انفقوا
اگرچہ اس نے صرف "خرچ کرو" فرمایا ہے	تو پڑھ کماؤ پھر خرچ کرو
ہمچناں چوں شاہ فرمود اصبروا	رغبتے باید کزاں تابی تو او
اسی طرح جب شاہ نے حکم دیا کہ "تم صبر کرو"	تو رغبت درکار ہے، تاکہ تو اس سے منہ موڑے
پس کلوا از بہردام شہوتست	بعدازاں لاتسرفوا آں عفت ست
تو "تم کھاؤ" شہوت کے جال کے لئے ہے	اس کے بعد "تم فضول خرچی نہ کرو" پاکدامنی کے لئے ہے
چونکہ محمول بہ نبود لدیہ	نیست ممکن بود محمول علیہ
جبکہ خبر نہیں ہے، اس کے پاس	مبتداء کا ہونا ناممکن ہے
چونکہ رنج صبر نبود مر ترا	شرط نبود پس فرو ناید جزا
جبکہ تجھے صبر کی تکلیف حاصل نہیں ہے	تو شرط نہ پائی گئی لہذا جزاء موجود نہ ہو گی
حبذا آں شرط وشاداں آں جزا	آں جزائے دلنواز جانفزا
وہ شرط اور جزا کیا ہی خوب ہے	وہ دلنواز، جانفزا جزا

شرح حبیبی

اوپر ہم نے چہرہ کو نہ نوچنے کی تفصیل کی تھی۔ اب ہم پر نہ اکھیڑنے کی شرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اپنے پر نہ اکھیڑو اور قوی شہوانیہ کو تلف مت کرو۔ کیونکہ جس طرح جہاد کی شرط وجود کفار ہے اور جبکہ دشمن ہی نہ ہو تو جہاد محال ہے یوں ہی امتثال احکام الٰہیہ "اصبروا" وغیرہ ہی بدوں خواہش کے ناممکن ہے کیونکہ اگر تمہیں راغبت معاصی نہ ہو تو صبر اور معاصی ناممکن ہے اور جب صبر از معاصی ناممکن ہے تو امر "اصبروا" بھی فضول ہے کیونکہ جب مزاحم ہی نہیں تو مدافعت کیونکر ہو سکتی

ہے اور جب دشمن ہی نہیں تو فوج کی کیا ضرورت ہے۔ پس تم اپنے کو خصی مت کرو کیونکہ عفت و پارسائی موقوف ہے وجود شہوت پر۔ کیونکہ جب خواہش نفسانی ہی نہیں تو اس سے ممانعت بھی نہیں ہوسکتی اور جب ممانعت نہیں ہوسکتی تو امتثال جو کہ عفت ہے وہ بھی ممکن نہ ہوگا کیونکہ معدومات کی مزاحمت نہیں ہوسکتی اور مردوں پر جہاد نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ضرورت ہے وجود شہوت کی اور وہ یہی ایک درجہ میں مطلوب شرعی ہے جو کہ باقتضائے اوامر اصبروا وغیرہ ثابت ہے۔

مثلاً حق سبحانہ نے فرمایا ہے "انفقوا" تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اول کسب کرو کیونکہ کسب آمدنی ہے اور انفاق خرچ اور خرچ بدوں آمدنی سابق کے ناممکن ہے پس گو امر انفقوا مقید بقید اکسبوا نہیں۔ لیکن تم کو یہ قید مدنظر رکھنی چاہئے اور اس کے معنی اکسبوا ثم انفقوا سمجھنے چاہئیں۔ بس یہی حالت اصبروا کی ہے اور اس کے لئے ضرورت ہے رغبت کی جس سے تم اعراض کرو اور جس کو تم ترک کرو یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے کلوا واشربوا ولاتسرفوا فرمایا ہے کیونکہ کلوا واشربوا سے مقصود تو یہ ہے کہ شہوت پیدا ہو اور لاتسرفوا سے مقصود یہ ہے کہ عفت حاصل کرو اس لئے کہ شہوت سبب تکلیف بالعفت ہے۔ پس جبکہ وہ شی ہی نہ ہوگی۔ جس کے سبب سے آدمی کو مکلف بنایا گیا ہے تو آدمی کا مکلّف ہونا ناممکن ہوگا اور جبکہ مشقت صبر نہ ہوگی تو گویا کہ شرط مفقود ہوگی اور جبکہ شرط مفقود ہوگی تو جزا ہی مرتب نہیں ہوسکتی اور فلاح جو کہ مرتب ہے صبر پر کماقال اللہ تعالیٰ. واصبروا و صابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون" حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے سمجھنا چاہئے کہ یہ شرط بھی اچھی ہے اور جزا بھی عمدہ ہے یعنی وہ جزا جو کہ دل نواز اور جانفزا ہے یعنی فلاح و رستگاری۔ پس اسے ضائع نہ کرنا چاہئے۔

دربیان آنکہ ثواب عمل عاشق از حق ہم حق ست وبس جل جلالہٗ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عاشق کے عمل کا ثواب صرف اللہ جل جلالہ ہے

عاشقاں را شادمانی وغم اوست	دست مزد و اجرت خدمت ہم اوست
عاشقوں کی خوشی اور غم وہی ہے	مزدوری اور خدمت کی اجرت وہی ہے
غیر معشوق ار تماشائی بود	عشق نبود ہرزہ سودائی بود
وہ اگر معشوق کے غیر کا تماشائی ہے	عشق نہیں ہے وہ بیہودہ اور دیوانہ ہے
عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت	ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
عشق وہ شعلہ ہے جب وہ روشن ہو گیا	جو کچھ معشوق کے علاوہ ہے سب جل گیا
تیغ لا در قتل غیر حق براند	درنگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
اس نے "لا" کی تلوار اللہ کے سوا پر چلا دی	غور کر لے "لا" کے بعد کیا رہ گیا؟
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت	شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت
"الا اللہ" رہ گیا باقی سب فنا ہوگیا	اے عشق شرکت کو جلانے والے زبردست! تو خوش رہ

خود ہیں او بود اولین و آخریں	شرک جز از دیدۂ احول مبیں
صرف وہی اولین اور آخرین ہو گا	تو بھینگی آنکھ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ
اے عجب حسنے بود جز عکس آں	نیست تن را جنبشے از غیر جاں
تعجب ہے' کوئی حسن اس کے عکس کے سوا ہو	جان کے غیر سے جسم میں حرکت نہیں ہوتی ہے
آں تنے را کہ بود در جاں خلل	خوش نباشد گر بگیری در عسل
جس جسم کی روح میں نقصان ہو	وہ اچھا نہ ہو گا' خواہ تو اس کو شہد میں ڈال دے
ایں کسے داند کہ روزے زندہ بود	از کف ایں جان جاں جامے ربود
یہ وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو کسی دن زندہ رہا ہو	اس جان جاناں کے ہاتھ سے اس نے جام حاصل کیا ہو
وانکہ چشم او ندیدست آں رخاں	پیش او جانست ایں تف دخاں
جس کی آنکھ نے وہ رخسار نہیں دیکھے	اس کے نزدیک یہ دھویں کی سوزش' جان ہے
چوں ندید او عمر عبدالعزیزؒ	پیش او عادل بود حجاج نیز
جس نے (حضرت) عمر (بن) عبدالعزیزؒ کو نہ دیکھا ہو	اسکے نزدیک حجاج بن یوسف بھی عادل ہوگا
چوں ندید او مار موسیٰؑ را ثبات	در حبال السحر پندارد حیات
جب اس نے (حضرت) موسیٰؑ کے سانپ کا ٹکاؤ نہیں دیکھا	وہ جادو کی رسیوں میں زندگی سمجھے گا
مرغ کو ناخوردہ است آب زلال	اندر آب شور دارد پر و بال
جس پرندے نے نیر پانی نہ پیا ہو	وہ کھاری پانی میں اپنے بال و پر (تر) رکھتا ہے
جز بضد ضد را ہمی نتواں شناخت	چوں نہ بیند زخم نشناسد نواخت
ضد کو ضد کے سوا کسی ذریعہ سے شناخت نہیں کیا جا سکتا	جب ظلم کو نہیں دیکھا ہے نوازش کو نہیں پہچان سکتا
لاجرم دنیا مقدم آمدہ است	تا بدانی قدر اقلیم الست
لامحالہ دنیا پہلے آئی ہے	تاکہ تو الست کے جہان کی قدر جان لے
چوں از اینجا وارہی آنجا روی	در شکر خانہ ابد شاکر شوی
جب تو اس جگہ سے نجات پا جائے گا وہاں چلا جائے گا	تو ہمیشگی کے شکر خانہ میں شکر گزار ہو گا
گوئی آنجا خاک را می بیختم	زیں جہان پاک می گریختم
تو کہے گا وہاں میں نے خاک چھانی	میں اس پاک عالم سے بھاگتا تھا

گشتہ بودم قانع از گنجے بمار	شادماں بودم ز گلزارے بخار
میں نے خزانہ کے بدلے سانپ پر بس کی	میں چمن کی بجائے کانٹوں پر خوش تھا
اے دریغا پیش ازیں بودے اجل	تاغذایم کم بدے اندر وحل
ہائے افسوس! اس سے پہلے موت آ جاتی	تاکہ میری خوراک کیچڑ کی نہ ہوتی

دربیان حدیث، ماما ت من یموت الاوتمنیٰ ان یموت قبل ماما ت ان کان براً لیکون الیٰ وصول البراعجل و ان کان فاجراً لیقل فجوره

(اس) حدیث کا بیان کہ ہر مرنے والا یہ ضرور تمنا کرے گا کہ وہ پہلے مرجاتا اگر وہ نیک ہے تو اس لئے کہ جلد بھلائی تک پہنچ جاتا اور اگر بد ہے تو اس لئے کہ اس کی بدکاری کم ہوتی

زیں بفرمودست آں آگہ رسولؐ	کہ ہر آنکہ مردو کرد از تن نزول
اسی لئے باخبر رسولؐ نے فرمایا ہے	کہ جو شخص مرا اور جسم سے جدا ہوا
نبود او را حسرت نقلان و موت	لیک باشد حسرت تقصیر و فوت
اس کو منتقل ہونے اور مرنے پر افسوس نہ ہو گا	لیکن کوتاہی اور فوت ہونے کی حسرت ہو گی
ہر کہ میرد خود تمنا باشدش	کہ بدے زیں پیش نقل مقصدش
جو شخص مرتا ہے خود اس کی تمنا ہوتی ہے	کہ اس کا مقصود کی طرف منتقل ہو جانا اس سے پہلے ہو جاتا
گر بدے بد تا بدی کمتر بدے	ور تقی تا خانہ زو تر آمدے
اگر وہ بد تھا تو اس لئے کہ بدی کم ہوتی	اور متقی تھا تو گھر جلدی آ جاتا
گوید آں بد بیخبر می بودہ ام	دمبدم من پردہ می افزودہ ام
وہ بد کہے گا میں بے خبر تھا	میں نے ہر وقت حجاب بڑھایا
گر ازیں زوتر مرا معبر بدے	ایں حجاب و پردہ ام کمتر بدے
اگر اس سے پہلے ہی میرے لئے راستہ ہوتا	میرا یہ حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا
از حریصی کم دراں روئے قنوع	وز تکبر کم دراں چہرہ خشوع
حرص کی وجہ سے قناعت کے چہرے کو زخمی نہ بنا	اور تکبر سے عاجزی کے چہرے کو زخمی نہ کر
ہمچنیں از بخل کم در روئے جود	وز بلیسی چہرۂ خوب سجود
اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زخمی نہ کر	اور شیطنت سے سجدہ کے حسین چہرے کو

7

بر مکن آں پر خلد آرائے را	بر مکن آں پر رہ پیمائے را
جنت کو آراستہ کرنے والے پر نہ اکھاڑ	راستہ طے کرنے والے پر نہ اکھاڑ

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے جزاء عام کا ذکر فرمایا تھا اب جزاء خاص کی شرح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاح تو جزائے عام تھی اب جزاء خاص سنو عاشقوں کی خوشی اوران کا غم جو کچھ ہے وہی ہے اوران کی مزدوری اوران کی خدمت کا معاوضہ بھی وہی ہے کیونکہ عشاق اپنے مطلوب کے سوا کسی اور چیز پر بھی نظر کریں تو وہ عشق نہ ہوگا بلکہ ابوالہوسی ہو گی اس لئے کہ عشق کی شان تو یہ ہے کہ جب اس کا شعلہ اٹھتا ہے تو معشوق کے سواسب کو بھسم کر دیتا ہے اور حق سبحانہ کے سواسب پر نفی کی تلوار چلا دیتا ہے۔ پس جبکہ اس نے خدا کے سواسب کی نفی کر دی تو اب دیکھ لو۔ کیا رہ گیا کچھ بھی نہیں سب فنا ہو گئے اور صرف حق سبحانہ باقی رہ گئے۔

جب یہ حالت ہے تو اس کے سواعشاق کو اور کوئی شے کیونکر مطلوب ہو سکتی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے عشق شرکت سوز! خوش رہ تیرا کیا کہنا ہے کہ تو نے ذرا سی دیر میں وہ کام کر دیا جو کسی شے سے عمر بھر نہ ہوسکتا تھا اور تو نے عاشق کو کامل موحد بنا دیا۔ یہاں تک تو فنا بالنظر الی العاشق کا بیان تھا۔ اب فرماتے ہیں کہ واقع میں بھی یہ ہوا ہے کہ وہی اول ہے اور وہی آخر۔ یعنی ازلی وابدی وہی ہے اور کوئی نہیں اور جو ازلی وابدی ہے موجود کہلانے کا وہی مستحق ہے اور ممکنات جو کہ محاط اور ممکن ہیں اور اپنے وجود کی حالت میں بھی کوئی مستقل وجود نہیں رکھتیں بلکہ اسی کے پرتو سے موجود ہیں وہ حقیقتاً موجود کہلانے کی مستحق نہیں ہیں کیونکہ یہ وجود جو ان کو حاصل ہے حق سبحانہ کے وجود کے مغائر نہیں ہے بلکہ اسی کے وجود کی طرف منتسب اور اسی سے مکسوب ہے۔ جس طرح کہ نور قمر نور شمس سے مستفاد ہے۔ اس لئے موجود صرف حق سبحانہ ہے اور جو کوئی حق سبحانہ کے سوا ہی کسی کو موجود مانے بایں معنی کہ ان کے وجود کو مستقل جانے یا اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جو موجود مستقل کے ساتھ ہونا چاہئے وہ کثر بین ہے بھلا کہیں اس کے عکس حسین کے سوا ہی کوئی اور کون حسین ہو سکتا ہے اور جسم و جان کے سوا کسی اور شے کو بھی حرکت ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ پس حق سبحانہ کے وجود کے سوا کوئی اور وجود ثابت کرنا سخت غلطی ہے۔ عشاق کی جو حالت ہم نے بیان کی ہے تمہاری سمجھ میں نہ آئے گی اس لئے کہ تم عاشق نہیں۔

مثلاً جس کے مزاج میں اعتدال سے انحراف ہو اور اس کا مزاج فاسد ہو گیا ہو اس کو اگر تم شہد میں ڈبو دو تو اسے مزہ نہیں آ سکتا تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ شہد میں مزہ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس کا سبب وہی انحراف عن الاعتدال اور فساد مزاج ہے۔ بس اس مضمون کو وہی سمجھ سکتا ہے جو کبھی بحیات معنوی زندہ رہ چکا ہو اور حق سبحانہ کے الطاف وعنایات دیکھ چکا ہو۔ اور جس نے حیات معنوی کی صورت ہی نہیں دیکھی وہ نہیں سمجھ سکتا کہ حق سبحانہ جان جان میں ان کا مل جانا ہر دولت کا مل جانا ہے بلکہ وہ تو نفس دخان یعنی روح حیوانی ہی کو جان سمجھتا ہے اور اسی کے ارادے کے مطلوبات اکل وشرب راحت وآرام کی قدر کرتا ہے۔ یہ بے چارہ بھی ایک درجہ میں معذور ہے کیونکہ

اس نے ان کو دیکھا ہی نہیں اس نے تو یہی حالت دیکھی ہے مثلاً جس نے عمر بن عبدالعزیز کو نہ دیکھا ہو وہ حجاج ہی کو عادل سمجھے گا۔ اور جس نے اژدہائے موسیٰ کا استقلال نہیں دیکھا وہ جادو کی رسیوں ہی میں حیات جانے گا اور جس جانور نے شیریں پانی کبھی دیکھا ہی نہیں وہ آب شور ہی میں گرم پڑا رہے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ ایک ضد سے دوسری ضد معلوم ہوتی ہے۔ اور اس نے دوسری ضد دیکھی ہی نہیں تو اسے اس ضد کی حالت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے ۔مثلاً جس کسی کو تکلیف ہی کسی سے نہیں پہنچی اس کو اعزاز و اکرام کی حالت کیا معلوم ہو سکتی ہے۔

بنابریں دنیا کو عالم آخرت پر مقدم کیا گیا ہے تا کہ ہم کو عالم آخرت کی قدر معلوم ہو اور جبکہ تم اس دارالمحن سے چھوٹ کر عالم آخرت میں جاؤ۔ تو شکر خانہ ابدی میں پہنچ کر حق سبحانہ کا شکر ادا کرو اور کہو میں وہاں خاک چھانتا تھا اور اس جہاں پاک سے بھاگتا تھا اور میں سانپ کو لے کر خزانہ سے بے رغبت ہو گیا تھا اور کانٹے کو لے کر اور گلزار کو چھوڑ کر خوش تھا۔

ہائے افسوس مجھے اس سے پہلے موت کیوں نہ آ گئی۔ تا کہ میں اس کیچڑ میں سے غذا کم کھاتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مرتا اور جسم سے چھوٹتا ہے اس کو انتقال اور موت کی حسرت نہیں ہوتی۔ بلکہ موت کی تقصیر اور اس کے اتنے عرصہ تک فوت ہونے کی حسرت ہوتی ہے اور جو شخص مرتا ہے اس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس سے پہلے اس کا مقصود کی طرف انتقال ہو جاتا۔ کیونکہ اگر وہ بد ہے تو اس کی یہ خواہش اس لئے ہوتی ہے کہ بدی کم کرتا اگر وہ نیک ہے تو اس کی یہ تمنا اس لئے ہوتی ہے کہ جلد اپنے گھر واپس آتا۔ اور برا آدمی کہتا ہے کہ میں متحیر تھا اور دمبدم مجھ پر پردہ پڑ رہا تھا۔ پس اگر جلدی میرا اس دنیا سے گزر ہو جاتا تو یہ حجاب اور پردہ کم ہوتے اور مجھے حق سبحانہٗ سے اتنا بعد نہ ہوتا جب مجھے پہلے اور مرے ہوئے لوگوں کی حالت معلوم ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ تو بہرا نہ بن اور حرص نہ کر۔ اور حرص کر کے قناعت کے منہ کو نہ نوچ۔ اور تکبر نہ کر۔ اور تکبر کر کے چہرۂ خشوع کو زخمی نہ کر۔ علیٰ ہذا بخل نہ کر اور بخل کر کے جود و سخا کے منہ کو نہ نوچ اور ابلیس پن نہ کر اور ابلیس پن کر کے سجدہ کر کے منہ کو نہ نوچ اور اپنے خلد آراء اور راہ پیا پروں کو نہ اکھیڑ یعنی قوئ شہوانیہ کو فنا نہ کر۔ خلاصہ یہ ہے کہ تو برائیاں نہ کر اور برائیاں کر کے ان کی اضداد بھلائیوں کو نقصان نہ پہنچا۔ مگر برائیوں کی قوت نہ کھو۔ کیونکہ جو آثار بھلائیوں پر برائیوں کی قوت کے موجود ہونے کی صورت میں مرتب ہوں گے وہ اس صورت میں نہ ہوں گے وہ معدوم ہو جائیں۔

چوں شنید ایں پند وروئے بنگریست	بعد ازاں در نوحہ آمد میگریست
جب اس نے یہ نصیحت سنی اور (ناصح کا) چہرہ دیکھا	اس کے بعد نوحہ شروع کر دیا' رو پڑا
نوحہ و گریہ دراز و درد مند	ہر کہ آنجا بود در گریہ اش فگند
نوحہ اور گریہ دراز اور درد مند تھا	وہاں جو بھی تھا اس کو رلایا دیا
وآنکہ میپرسید پر کندن زچیست	بیجوابے شد پشیماں می گریست
اور جس نے پوچھا تھا کہ پر کیوں نوچتا ہے؟	بغیر جواب (سے) شرمندہ ہو گیا' رونے لگا

کز فضولی من چرا پرسید مش	او ز غم پر بود شورانید مش
کہ بیہودہ پن سے میں نے اس سے کیوں پوچھا؟	وہ غم سے بھرا ہوا تھا میں نے اس کو جوش دلا دیا
می چکید از چشم تر بر خاک آب	اندراں ہر قطرہ مدرج صد جواب
تر آنکھوں سے زمین پر آنسو ٹپک رہے تھے	ہر قطرے میں سینکڑوں جواب درج تھے
می چکید از چشم او گریہ بخاک	خاک گل میں شد ز اشک سہناک
اس کی آنکھ سے مٹی پر آنسو ٹپک رہے تھے	خوفناک آنسوؤں سے مٹی کیچڑ بن گئی
گریۂ با صدق بر جانہا زند	تا کہ چرخ و عرش را گریاں کند
سچائی کے ساتھ رونا روحوں کو متاثر کرتا ہے	حتیٰ کہ آسمان اور عرش کو رلا دیتا ہے
گریۂ بے صدق بے سوزش بود	دیودوں برگریہ اش خنداں شود
بناوٹی رونا بغیر سوزش کا ہوتا ہے	کمینہ شیطان اس کے رونے پر ہنستا ہے
گریۂ بے صدق باشد بیفروغ	آں ندارد چربی مانند دوغ
بناوٹی رونا بے فروغ ہوتا ہے	اس میں چھاچھ کی طرح مکھن نہیں ہوتا ہے
عقل و دلہا بے گمانے عرشیند	در حجاب از نور عرشی میزیند
عقل اور دل بلاشبہ عرشی ہیں	درپردہ عرشی نور کے ذریعہ جیتے ہیں

دربیان آنکہ عقل وروح درآب وگل جسد محبوس اندہمچوں ہاروت وماروت درچاہ بابل

اس کا بیان کہ عقل اور روح جسم کی مٹی، پانی میں اس طرح قیدی ہیں جس طرح کہ ہاروت اور ماروت، بابل کے کنویں میں

ہمچو ہاروت و چو ماروت آں دو پاک	بستہ اند ایں جا بچاہ سہناک
وہ دونوں پاک، ہاروت اور ماروت کی طرح	اس جگہ خوفناک کنویں میں بند ہیں
عالم سفلی و شہوانی درند	اندریں چہ گشتہ انداز جرم بند
وہ عالم سفلی اور شہوانی میں ہیں	جرم کی وجہ سے اس کنویں میں بند ہوگئے ہیں
سحر و ضد سحر را بے اختیار	زیں دو آموزند نیکاں و شرار
جادو اور اس کا توڑ بغیر اختیار کے	نیک اور بد ان دونوں سے سیکھتے ہیں

لیک اول پند بد ہندش کہ ہیں	سحر را از ما میا موز و مچیں
لیکن وہ شروع ہی میں نصیحت کر دیتے ہیں کہ خبردار!	جادو ہم سے نہ سیکھ نہ حاصل کر
ما بیا موزیم ایں سحر اے فلاں	از برائے ابتلا و امتحاں
اے فلاں! ہم یہ جادو سکھاتے ہیں	ابتلاء اور آزمائش کے لئے
کامتحاں را شرط باشد اختیار	اختیارے نبودت بے اقتدار
آزمائش کے لئے اختیار شرط ہے	بغیر قدرت کے تیرے لئے اختیار نہ ہو گا
میلہا ہمچوں سگان خفتہ اند	اندر ایشاں خیر و شر بنفہتہ اند
خواہشات سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں	ان کے اندر خیر اور شر پوشیدہ ہیں
چونکہ قدرت نیست خفتند ایں ردہ	ہمچو ہیزم پارہا و تن زدہ
چونکہ (تجھ میں) قدرت نہیں ہے یہ گروہ سویا ہوا ہے	لکڑی کے ٹکڑوں کی طرح اور چپ ہے
تا کہ مردارے در آید درمیاں	نفخ صور حرص کو بد بر سگاں
یہاں تک کہ کوئی مردار بیچ میں آ جاتا ہے	حرص کے صور کی آواز کتوں کو جھنجھوڑ دیتی ہے
چوں دراں کوچہ خرے مردار شد	صد سگ خفتہ بداں بیدار شد
جب اس گلی میں کوئی گدھا مر جاتا ہے	اس سے سینکڑوں سوئے ہوئے کتے جاگ جاتے ہیں
حرصہائے رفتہ اندر کتم غیب	تاختن آورد سر بر زد ز جیب
غیب کے پردے میں گئی ہوئی حرصیں	حملہ آور ہو گئیں، گریبان سے سر نکالا
موبموئے ہر سگے دنداں شدہ	وز برائے حیلہ دم جنباں شدہ
ہر کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن گیا	اور تدبیر کے لئے دم ہلانے لگا
نیم زیرش حیلہ و بالا غضب	چوں ضعیف آتش کہ اویابد حطب
اس کا آدھا نچلا حصہ حیلہ اور اوپر کا غصہ ہے	جس طرح کمزور آگ جو ایندھن پا لے
شعلہ شعلہ میرسد از لامکاں	میرود دود و لہب تا آسماں
لامکان سے شعلے ہی شعلے آجاتے ہیں	دھواں اور لپٹ آسمان تک جاتی ہے
صد چنیں سگ اندریں تن خفتہ اند	چوں شکارے نیست شاں بنہفتہ اند
ایسے سینکڑوں کتے اس جسم میں سوئے ہوئے ہیں	چونکہ کوئی شکار نہیں ہے، وہ چھپے ہوئے ہیں

یا چو بازانند دیدہ دوختہ	در حجاب از عشق صیدے سوختہ
یا آنکھیں سلے ہوئے بازوں کی طرح ہیں	شکار کے عشق میں در پردہ جلے ہوئے ہیں
تاکلہ برداری و بیند شکار	انگہاں سازد طواف کوہسار
یہاں تک کہ تو ٹوپا ہٹا دے اور وہ شکار دیکھ لے	اس وقت پہاڑ کے چکر کاٹتا ہے
شہوت رنجور ساکن می بود	خاطر او سوئے صحت میرود
بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہے	اس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے
چوں بہ بیند نان وسیب وخرپزہ	در مصاف آید مزہ و خوف بزہ
جب وہ روٹی اور سیب اور خربوزہ دیکھتا ہے	مزا اور بدپرہیزی کا خوف جنگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں
گر بود صبار دیدن سود اوست	آں تہیج طبع سستش رانکوست
اگر وہ صابر ہے تو دیکھنا اس کے لئے مفید ہے	وہ برانگیختگی اس کی ست طبیعت کے لئے بہتر ہے
ورنباشد صبر پس نادیدہ بہ	تیر دور اولٰے زمرد بے زرہ
اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے	بغیر زرہ کے آدمی سے تیر کا دور ہونا بہتر ہے
باز گرد و کن حکایت را تمام	تاچہ گفت اندر جوابش والسلام
واپس ہو اور حکایت کو پورا کر دے	کہ اس (مور) نے اس کے جواب میں کیا کہا' والسلام
بشنوا کنوں توز طاؤس آں جواب	تا بدانی ہر نکوئی را خطاب
اب تو مور سے وہ جواب سن	تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادن طاؤس آں حکیم سائل را

مور کا اس سوال کرنے والے دانا کو جواب دینا

چوں زگریہ فارغ آمد گفت رو	کہ تو رنگ و بوئے را ہستی گرو
جب وہ (مور) رونے سے فارغ ہو گیا اس نے کہا	کہ تو رنگ و بو کا غلام ہے
آں نمی بینی کہ ہر سو صد بلا	سوئے من آید پئے ایں بالہا
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جانب سے سینکڑوں بلائیں	ان پروں کی وجہ سے میری جانب آتی ہیں

اے بسا صیاد بے رحمت مدام	بہر ایں پرہا نہد ہر سوم دام
ہمیشہ بہت سے ناترس شکاری	ان پروں کے لئے میری ہر جانب جال بچھاتے ہیں
چند تیر انداز بہر بالہا	تیر سوئے من کشد اندر ہوا
بہت سے تیر انداز پروں کے لئے	ہوا میں میری جانب تیر چلاتے ہیں
چوں ندارم زور و ضبط خویشتن	زیں قضا و زیں بلا و زیں فتن
جبکہ میں طاقت اور اپنا بچاؤ نہیں رکھتا ہوں	اس قضا اوراس بلا اور ان فتنوں سے
آں بہ آید کہ شوم زشت و کریہ	تا بوم ایمن دریں کہسار و تیہ
یہ مناسب ہے کہ میں بھدا اور ناپسند بن جاؤں	تاکہ میں اس پہاڑ اور جنگل میں محفوظ ہو جاؤں
برکنم پرہائے خود را یک بہ یک	تا نیند از دبدامم ہر کک
میں ایک ایک کر کے اپنے پر نوچتا ہوں	تاکہ کوئی منحوس مجھے جال میں نہ پھانسے
نزد من جاں بہتر از بال و پر ست	جاں بماند باقی و تن ابتر ست
میرے نزدیک جان بال اور پر سے بہتر ہے	جان باقی رہے گی اور جسم ناقص ہے
ایں سلاح عجب من شد اے فتیٰ	عجب آرد معجباں را صد بلا
اے نوجوان! یہ میری خود پسندی کا ہتھیار ہے	خود پسندی خود پسندوں کو سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہے

در بیان آنکہ ہنرہا وزیرکیہا و مال دنیا ہمچو پر طاؤس عدو جان اند

اس کا بیان کہ دنیا کا ہنر اور ذہانتیں اور مال مور کے پروں کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت خام را	کز پئے دانہ نہ بیند دام را
ہنر، ناقص کے لئے ہلاکت ہے	کیونکہ وہ دانہ کی وجہ سے جال کو نہ دیکھے گا
اختیار آں را نکو باشد کہ او	مالک خود باشد اندر اتقوا
اختیار، اس کے لئے بھلا ہوتا ہے جو	"تم تقویٰ اختیار کرو" کے معاملہ میں اپنے آپ پر قابو رکھے
چوں نباشد حفظ و تقویٰ زینہار	دو رکن آلت بیند از اختیار
جب نگہداشت اور تقویٰ نہ ہو، خبردار!	آلہ کو پھینک دے، اختیار کو چھوڑ دے
جلوہ گاہ و اختیارم ایں پر ست	برکنم پر را کہ در قصد سر ست
میری خود نمائی اور اختیار یہ پر ہیں	میں پر نوچ رہا ہوں کیونکہ وہ سر کے درپے ہیں

نیست انگارد پر خود را صبور	تا پرش در نفگند در شر و شور
صابر اپنے (بال و) پر کو نیست سمجھتا ہے	حتیٰ کہ اس کے پر شور و شر میں مبتلا نہیں کرتے ہیں
پس زیانش نیست پر گو بر مکن	گر رسد تیرے بہ پیش آرد مجن
تو اس کو کوئی نقصان نہیں ہے کہدو وہ پر نہ نوچے	اگر کوئی تیر آئے گا' وہ ڈھال سامنے کر دے گا
لیک بر من پر زیبا دشمنے ست	چونکہ از جلوہ گری صبریم نیست
لیکن میرے لئے حسین پر دشمن ہیں	چونکہ خود نمائی سے مجھ میں صبر نہیں ہے
گر بدے صبر و حفاظم راہبر	بر فزودے ز اختیارم کر و فر
اگر صبر اور حفاظت میرے رہبر ہوتے	تو اختیار سے میری کر و فر بڑھا دیتے
ہمچو طفلم یا چو مست اندر فتن	نیست لائق تیغ اندر دست من
میں فتنوں کے سلسلہ میں بچے یا مست کی طرح ہوں	میرے ہاتھ میں تلوار (ہونا) مناسب نہیں ہے
گر مرا عقلے بدستے منزجر	تیغ اندر دست من بودے ظفر
اگر میرے پاس رک جانے والی عقل ہوتی	تو میرے ہاتھ میں تلوار کامیابی ہوتی
عقل باید نوردہ چوں آفتاب	تازند تیغے کہ نبود جز صواب
عقل، سورج کی طرح نور عطا کرنے والی چاہئے	تاکہ ایسی تلوار چلائے جو ٹھیک ہی ہو
چوں ندارم عقل تابان و صلاح	پس چرا در چاہ نندازم سلاح
جبکہ میرے پاس روشن عقل اور نیکی نہیں ہے	تو میں ہتھیار کنویں میں کیوں نہ پھینک دوں؟
درچہ اندازم کنوں تیغ و مجن	کایں سلاح خصم من خواہد شدن
اب میں تلوار اور ڈھال کنویں میں ڈال رہا ہوں	کیونکہ یہ میرے دشمن کے ہتھیار بن جائیں گے
چوں ندارم زور و یاری و سند	تیغ او بستاند و برمن زند
جبکہ میں زور اور مدد اور سہارا نہیں رکھتا ہوں	وہ (دشمن) تلوار چھین لے گا اور مجھ پر چلا دے گا
رغم ایں نفس و قبیحہ خوی را	کو نپوشد رو خراشم روی را
اس بد خصلت نفس کی ذلت کے لئے	جو منہ نہیں چھپاتا ہے میں اپنا منہ نوچ رہا ہوں
تا شود کم ایں جمال و ایں کمال	چوں نماند زد کم افتم در و بال
تاکہ یہ حسن اور یہ کمال کم ہو جائے	جب وہ نہ رہے گا تو میں اس کی وجہ سے وبال میں نہ پھنسوں گا

چوں بدیں نیت خراشم بزہ نیست	کہ بزخم ایں روی را پوشید نیست
جبکہ میں اس نیت سے نوچ رہا ہوں کوئی گناہ نہیں ہے	کیونکہ نوچنے سے اس کے چہرے کی پردہ پوشی ہے
گر دلم خوی ستیری داشتے	روی خوبم جز صفا نفراشتے
اگر میرا دل پردہ پوشی کی عادت رکھتا	تو میرا حسین چہرہ صفائی کو ہی ظاہر کرتا
چوں ندیدم زور وفرہنگ وصلاح	خصم د زود بشکستم سلاح
جبکہ میں نے (اپنے اندر) زور اور سمجھ اور نیکی نہ دیکھی	میں نے دشمن کو دیکھا فوراً ہی اپنے ہتھیار ڈالے
تانگردد تیغ من او را کمال	تانہ گردد خنجرم بر من وبال
تاکہ میری تلوار اس کا کمال نہ بنے	تاکہ میرا خنجر مجھ پر وبال نہ بنے
میگریزم تار گم جنباں بود	کے فرار از خویشتن آساں بود
جب تک میری نبض حرکت کرتی رہے گی میں بھاگتا رہوں گا	لیکن اپنے آپ سے بھاگنا کب آسان ہے؟
آنکہ از غیرے بود او را فرار	چوں ازو ببرید گیرد او قرار
جس شخص کو غیر سے بھاگنا ہو	وہ جب اس سے جدا ہو گیا تو اس کو سکون ہو گیا
منکہ خصمم ہم منم اندر گریز	تا ابد کار من آمد خیز خیز
میں کہ اپنا دشمن خود ہوں بھاگنے میں	ہمیشہ کے لئے میرا کام ہو گا اٹھ اٹھ
نے بہندست ایمن و نے درختن	آنکہ خصم اوست سایہ خویشتن
اس کو نہ ہندوستان میں امن ہے اور نہ ختن میں	جس کا دشمن خود اس کا سایہ ہو

شرح حبیبی

الغرض! جب طاؤس نے ناصح کی یہ نصیحت سنی تو اس نے منہ اٹھا کر ناصح پر ایک نظر ڈالی اور اس کے بعد اس نے رونا شروع کیا۔ اس کی دراز اور درد سے بھری ہوئی نالہ وزاری نے جس قدر لوگ وہاں موجود تھے سب کو رلا دیا۔ اور جس نے سوال کیا تھا کہ تو پر کیوں اکھیڑتا ہے وہ بدوں جواب ہی کے پشیمان تھا کہ میں نے خواہ مخواہ اس سے کیوں پوچھا یہ تو خود ہی غم سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے اسے ناحق جوش دلایا اور بھڑکایا۔ القصہ: مور کی تیز آنکھ سے زمین پر آنسو گر رہے تھے اور اس کے ایک ایک آنسو میں اس سوال کے سو سو جواب موجود تھے۔ اور اس کے آنسو اس قدر کثرت سے گر رہے تھے کہ ان سے زمین میں کیچڑ ہو رہا تھا۔ اس کے رونے کا اثر دوسروں پر کیوں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ گریہ سوزش درد سے ناشی تھا۔

اب تم سمجھو کہ جو لوگ خدا کے لئے صدق دل سے روتے ہیں ان کا اثر دوسروں پر بھی ہوتا ہے حتیٰ کہ ان کا رونا آسمان اور عرش کو رلا دیتا ہے لیکن اگر وہ رونا خلوص اور سوز دل سے نہیں ہوتا تو وہ محض بے اثر ہوتا ہے اور شیطان اس کی اس سعی لا حاصل پر ہنستا ہے اور جو رونا سچے دل سے نہیں ہوتا اس میں نور و برکت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں چھاچھ کی طرح ذہنیت معنویہ نہیں ہوتی جو سبب ہے تنور معنوی کا۔

اچھا اب تم اس شبہ کا جواب سنو جو بادی النظر ہیں اس مقام پر پیدا ہوتا ہے تقدیر شبہ یہ ہے کہ عقل و دل تو لطائف غیبیہ نہیں پھر ان میں عدم خلوص کیونکر آیا اور ان کے گریہ میں تکدر کیسے پیدا ہوا۔ اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ عقل و دل بے شک لطائف غیبیہ ہیں مگر وہ نور غیبی الٰہی سے محجوب ہو کر مصروف تعیش ہیں اس لئے وہ اپنے صرافت پر باقی نہیں رہیں اور ان کے اقتضاءات اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہے یہ وجہ ہے ان کے عدم خلوص کی اور یہ باعث ہے ان کے گریہ کے تکدر کا۔ اس مقام پر چونکہ محجوبیت عقل و دل کا ذکر آ گیا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے اس کے متعلق کسی قدر مفصل مضمون بیان کر دیا جائے۔ سنو یہ دونوں فی نفسہ پاک اور مقدس لطیفے ہاروت و ماروت کی طرح عالم ناسوت کے ہولناک کنوئیں میں مقید ہیں اور عالم سفلی و شہوانی کے اندر موجود ہیں اور بجرم عبدیت اس کنوئیں میں مقید ہیں۔ (عبدیت کو جرم مجازاً و تشبیہاً کہا گیا ہے جس طرح کہ عالم کو کنواں اور دنیا میں پہنچنے کو قید کرنا تشبیہاً کہا گیا ہے اور ولی محمد نے جرم کی تفسیر تعشق بر نفس و متابعت ہوئی سے کی ہے مگر یہ تفسیر صحیح نہیں کیونکہ جرم حبس سے پیشتر صادر نہ ہوا تھا۔ بلکہ حبس کے بعد ہوا ہے۔ پس یہ جرم حبس کا سبب نہیں ہوسکتا۔ اور یہ دونوں اس کنوئیں میں محبوس ہو کر اچھی بری باتیں لوگوں کو سکھلاتے ہیں لیکن اول سیکھنے والے کو حالاً نصیحت کر دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تم ہم سے بری باتیں نہ سیکھو اور یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم یہ کہو کہ اگر ان کا سیکھنا برا ہے تو تم سکھاتے کیوں ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم آزمائش اور امتحان کے لئے سکھلاتے ہیں کیونکہ امتحان کے لئے اختیار شرط ہے اور اختیار بے قدرت کے ممکن نہیں کیونکہ رغبات جو کہ منشأ ہیں صدور افعال اختیاریہ کا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے سوئے ہوئے کتے۔ اور ان کے اندر بھلائیاں اور برائیاں مخفی ہیں پس جبکہ قدرت نہیں ہوتی تو یہ سوئے رہتے ہیں اور ایسے ہوتے ہیں جیسے لکڑی کے کندے اور خاموش ہوتے ہیں اس لئے وہ بھلائیاں اور برائیاں جو ان میں مخفی تھیں ظاہر نہیں ہوسکتیں۔ تا آنکہ کوئی مردار ان کے درمیان آ جاتا ہے یعنی کسی مطلوب پر ان کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے اس وقت حرص صور پھونک کر ان کو جگاتی ہے اور جبکہ گلے میں کوئی گدھا مر جاتا ہے تو سینکڑوں کتے اس سے جاگ جاتے ہیں۔ اور ان کی حرصیں جو پردۂ غیب میں مستور تھیں۔ اس وقت حملہ آور ہوتی ہیں اور اس پردہ سے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کتوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کا بال بال اس مردار کے کھانے کے لئے دانت ہوتا ہے اور حیلہ کے لئے دم ہلاتا ہے اور ان کا نیچے کا حصہ سراسر حیلہ ہوتا ہے اور اوپر کا غضب اور اس طرح وہ سراسر حیلہ و غضب کے پتلے ہوتے ہیں اور ان کی حالت مارے غصہ کے یہ ہوتی

ے کما قیل وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب ۱۲ منہ

ہے جیسے کمزور آگ کو ایندھن مل جائے اور اس کے شعلے غیب سے ظاہر ہو رہے ہوں اور اس کا دھواں اور شعلے آسمان تک پہنچ رہے ہوں۔

الغرض ایسے سینکڑوں کتے (رغبات) بدن کے اندر سو رہے ہیں اور چونکہ شکار (مطلوب) نہیں ہے۔ اس لئے چھپے ہوئے ہیں لیکن جب شکار ہاتھ آ جاتا ہے اور مطلوب پر دسترس ہوتی ہے اس وقت ان کا ظہور ہوتا ہے یا بہ تبدیل عبارت یوں کہو کہ رغبات کی حالت ایسی ہے جیسے آنکھیں سیئے ہوئے باز جو کہ شکار کے عشق میں بھن رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں سے ٹوپی اٹھا دی جاتی ہے اور وہ شکار کو دیکھ لیتے ہیں اس وقت تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ پہاڑوں کا چکر لگاتے ہیں اور شکار کو گرفتار کرنے کے لئے امکانی جدوجہد کرتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ رغبات کی مثال بیمار کی سی ہے کہ بیماری کی حالت میں اس کی خواہشات بالکل دبی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور اس کی طبیعت سراسر صحت کی طرف متوجہ ہوتی ہے مگر جب وہ روٹی، سیب، خربوزہ وغیرہ ماکولات دیکھتا ہے تو اس وقت خواہش کو حرکت ہوتی ہے اور خواہش تلذذ اور خوف بد پرہیزی دونوں کی آپس میں جنگ ہوتی ہے پس اگر بیمار صاحب ہمت ہو اور اپنے کو بد پرہیزی سے روک سکتا ہے تو اس کو ان کے دیکھنے میں فائدہ ہے کیونکہ اس سے طبیعت میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور اس سے اس کو قوت حاصل ہوتی ہے اور اگر تحمل کی قوت کمزور ہے تو اس کا نہ دیکھنا ہی اس کے لئے بہتر ہے، جس طرح کہ بے زرہ شخص سے تیر کا دور رہنا اچھا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

جس وقت مرغوبات ناقابل حصول ہوتی ہیں اس وقت رغبات کو سکون ہوتا ہے اور جس وقت وہ قابل حصول ہوتی ہیں اس وقت ان میں حرکت پیدا ہوتی ہے اب اگر مرغوبات منہی عنہ ہوں اور قوت صبر ہی ہو تو ان کا موجود ہونا اس کے لئے نافع ہے کیونکہ اس سے کف عن المعاصی محقق ہوں گے اور وہ اجر کا مستحق ہوگا اور قوت صبر کو ترقی ہوگی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس قوت سے کام لیا جاتا ہے اس کو قوت ہوتی ہے اور اگر قوت تحمل ضعیف ہے تو اس کا نہ ہونا ہی اس کے لئے بہتر ہے کیونکہ اگر اس صورت میں اجر کا مستحق نہ ہوگا تو معصیت کا مرتکب بھی نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اس مقام پر یہی بتلا دینا ضروری ہے کہ مولانا نے جو معاصی کی موجودگی کو صابر کے حق میں مفید بتلایا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر بلا اختیار ایسی صورت پیش آ جائے کہ اس میں وہ معصیت کا ارتکاب کر سکے اور ایسی صورت میں وہ تحمل سے کام لے تو اس کا نتیجہ اس کے حق میں بہتر ہوگا اور اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی قدرت علی المعصیت حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ قادر ہو کر اس سے بچے۔ مثلاً کسی عورت کو زنا پر اس غرض سے رضامند کرے کہ جب یہ رضامندی ہو جائے گی اور مجھے پوری قدرت حاصل ہو جائے گی تو میں بااختیار خود اس سے بچوں گا اور اجر حاصل کروں گا کیونکہ ایسا کرنے کی نہ اجازت ہے اور نہ یہ مفید ہے بلکہ یہ ایک شیطانی فریب ہے جس سے وہ دینداروں کو دھوکہ دے کر معاصی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

خوب یاد رکھو! خیر اب لوٹنا چاہئے اور حکایت کو ختم کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ طاؤس نے جواب میں کیا کہا۔ اچھا اب طاؤس کا جواب سنو تاکہ تم کو وہ کلام معلوم ہو جو ہر قسم کی بھلائی کو متضمن ہے۔

شرح حبیبی

جب وہ رونے سے فارغ ہوا تو اس نے کہا کہ جایئے اپنا کام کیجئے۔ آپ حقیقت شناس نہیں بلکہ صرف رنگ و بو میں محبوس ہیں اور انہی کو آپ قابل قدر سمجھتے ہیں آپ یہ تو دیکھ رہے ہیں کہ میرا حسن مٹ رہا ہے مگر یہ نہیں دیکھ سکتے کہ سینکڑوں بلائیں مجھ پر انہی پروں کے سبب سے نازل ہوتی ہیں بہت سے بے رحم انہی پروں کے لئے ہر طرف سے میرے لئے جال بچھاتے ہیں اور کتنے ہی تیرانداز انہی پروں کے سبب مجھ پر تیر چلاتے ہیں۔ پس جبکہ میں ان تقدیرات اور مصائب وفتن سے بچنے کی قدرت اور تحمل نہیں رکھتا تو یہی بہتر ہے کہ میں بدصورت ہو جاؤں تا کہ میں اس جنگل اور کہسار میں مامون ہو جاؤں اور میں اپنے پر ایک ایک کر کے اکھیڑتا ہوں تا کہ نالائق لوگ مجھے جال میں نہ پھانسیں۔ کیونکہ میرے نزدیک جان پر وبال سے بہتر ہے کیونکہ جان تو باقی رہنے والی شے ہے اور جسم تو بگڑے ہی گا آج نہ بگڑے گا کل بگڑے گا اس لئے جان کا بچانا ضروری ہے۔

اب میں اس کا راز بتلاتا ہوں کہ پروں کی بدولت مجھ پر آفت کیوں آتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ذریعہ ہیں میرے عجب اور خود بینی کا اور خود بینی خود بینوں کے لئے سینکڑوں بلائیں کھینچ لاتی ہے کیونکہ خود بینی خودنمائی پر آمادہ کرتی ہے اور خودنمائی یا لوگوں کے اندر حرص پیدا کرتی ہے یا حسد اور حرص وحسد دونوں سے آدمی کو ضرر پہنچتا ہے۔ اس لئے خود بینی سے خود بین کو نقصان پہنچتا ہے بنابریں مجھے بھی ضرر ہوتا ہے کیونکہ میری خود بینی سے خودنمائی پیدا ہوتی ہے اور خودنمائی سے لوگوں کو حرص ہوتی ہے اور وہ میرے درپے ہوتے ہیں۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح اس مور کے لیے پر موجب ہلاکت تھے یوں ہی ناقصین کے لئے کمال علمی وعملی مالی وجاہی موجب ہلاکت ہے کیونکہ وہ منافع کی خاطر مضار کو نظرانداز کردیتے ہیں اور گو وہ کمال شرط اختیار ہے اور اختیار محمود ہے اس لئے بھی محمود ہے مگر مقدمہ محمودیت اختیار علی الاطلاق صحیح نہیں بلکہ اختیار اسی کے لئے محمود ہے جو تقویٰ کے بارے میں ضابطہ ہو اور تجنب عن المعاصی پر قدرت رکھتا ہو لیکن جبکہ حفظ نفس اور تقویٰ نہ ہو اس وقت اختیار محمود نہیں ہے لہٰذا سامان معاصی کو دور کرنا چاہئے اور اختیار کو ساقط کرنا چاہئے۔

شرح حبیبی

ہاں! طاؤس نے کہا کہ میرے اختیار یہ عجب کا منشا اور محمل ظہور میرے پر ہیں اس لئے میں ان کو اکھیڑتا ہوں کیونکہ یہ تو میری جان کے درپے ہیں۔ ہاں جو اپنی طبیعت پر قابو رکھتا ہے اس کو یہ مضر نہیں کیونکہ وہ انہیں کالعدم سمجھے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ پر اس کو خرابی (عجب) میں مبتلا نہ کریں گے۔ پس اس کے لئے ان کا ہونا کچھ مضر نہیں۔ اس سے کہنا چاہئے کہ تو پر مت اکھیڑ۔ کیونکہ اس کے پاس تیر بلا کے روکنے کی ڈھال یعنی صبر وتحمل موجود گری سے روکنے پر قادر نہیں۔ اسی لئے کہیں جلوہ گری کرتا ہوں اور لوگ مجھے دیکھ کر للچاتے ہیں اور میرے درپے

ہوتے ہیں۔ ہاں اگر صبر اور نگہداشت طبیعت پر مجھے قدرت ہوتی تو اس اختیار سے جو کہ مجھے عجب کے متعلق حاصل ہے میرے لئے شان وشوکت حاصل ہوتی کیونکہ حفاظت جان کے ساتھ حسن بھی محفوظ رہتا لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ میری حالت ایسی ہے جیسے لڑکا یا مست جو کہ اپنی بے عقلی کے سبب فتنوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت میں تیغ اختیار میرے ہاتھ میں مناسب نہیں ہے۔ ہاں! اگر مجھے عجب سے باز رہنے والی عقل حاصل ہوتی تو تلوار میرے ہاتھ میں موجب فتح ہوتی القصہ! تلوار کو صحیح طور پر کام میں لانے کے لئے ضرورت ہے ایسے عقل کی جو آفتاب کی طرح روشن ہو جو کہ مجھے حاصل نہیں۔ تو جبکہ مجھے عقل روشن اور وصف راستی حاصل نہیں۔ ایسی حالت میں مجھے تلوار (اختیار) کیوں رکھنی چاہئے اور کیوں نہ کنوئیں میں ڈال دینی چاہے۔ پس اب میں ڈھال سنوار کر کنوئیں میں ڈالتا ہوں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کروں گا تو ایک روز یہ میرے دشمن کے ہتھیار ہو جائیں گے۔

اور جبکہ میں قوت صبر اور مدد عقل اور عقل حامی نہیں رکھتا تو وہ مجھ سے تلوار لے لے گا اور میرے مارے گا۔ خلاصہ یہ کہ میرا اختیار متعلق بہ عجب میرے دشمن کا معین ہو کر مجھے ضرر پہنچائے گا۔ اس لئے اس اختیار کو فنا کر دینا لازم ہے۔ پس میں اس بے حیا نفس کی خواہش کے خلاف جو کہ منہ کو نہیں چھپا سکتا منہ نوچتا ہوں تا کہ میرا جمال و کمال کم ہو جائے اور جب وہ نہ رہے تو اس کی بدولت میں مصیبت میں نہ پڑوں۔ پس جبکہ میں اس نیت سے منہ نوچتا ہوں تو کچھ گناہ نہیں کیونکہ مقصود اس سے تغیر خلق اللہ نہیں۔ بلکہ منہ کا چھپانا مقصود ہے ہاں اگر میرا دل کمال کو چھپانے کی خصلت رکھتا تو میرا روئے خوب صفائی بڑھاتا لیکن جب میں اپنے اندر قوت صبر اور عقل وصلاح نہ دیکھی اور دشمن کو دیکھا تو میں نے مجبوراً ہتھیار توڑ ڈالے تا کہ میری تلوار اس کے لیے کمال نہ ہو جائے اور تا کہ میرا خنجر میرے لیے وبال نہ ہو جائے پس چونکہ میرا نفس میرا دشمن ہے اس لئے جب تک میں زندہ رہوں گا اس سے بھاگتا رہوں گا یعنی اس سے بچنے کی تدبیریں کرتا رہوں گا کیونکہ خود اپنے سے بھاگنا کچھ آسان نہیں۔ بلکہ سخت مشکل ہے اس لئے کہ جس کا دشمن اس کا غیر ہو اور اس سے وہ بھاگتا ہو۔ اس کی تو یہ حالت ہے کہ جب اس سے جدا ہو گیا سکون ہو گیا اور بھاگنے کی ضرورت نہ رہی۔ مگر جبکہ میرا نفس ہی دشمن ہے اور میں ہی بھاگ رہا ہوں تو یہ زحمت تو ہمیشہ کے لئے ہے اور ہمیشہ مجھے بھاگنا پڑے گا کیونکہ جس شخص کا دشمن خود اس کا سایہ ہو اس کو نہ ہند میں چین مل سکتا ہے نہ ختن میں نہ کہیں اور اس لئے اسے ہمیشہ بھاگتے رہنے کی ضرورت ہے۔

در صفت آں بیخوداں کہ از شر خود و ہنر خود ایمن شدہ اند کہ فانی اند در بقائے حق سبحانہ ہمچوں ستارگاں کہ فانی اند بروز در نور آفتاب و فانی را خوف آفت و خطر نباشد

ان بیخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہنر سے محفوظ ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بقا میں فانی ہو گئے

جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی میں فانی ہیں اور فانی کیلئے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا ہے

چوں فناش از فقر پیرایہ شود	او محمدؐ وار بے سایہ شود
جبکہ اس کی فنا فقر سے آراستہ ہو جائے	وہ محمدؐ کی طرح بغیر سایہ کا ہو جاتا ہے

فقر فخری را فنا پیرایہ شد	چوں زبانہ شمع او بے سایہ شد
"فقر میرا فخر ہے" کے لئے فنا زینت بنی	شمع کے شعلے کی طرح وہ بے سایہ ہو گیا
شمع چوں گردد زبانہ پا و سر	سایہ را نبود بگرد او گذر
شمع جبکہ سر سے پاؤں تک شعلہ بن گئی	اس کے گرد سایہ کا گذر نہ ہو گا
موم از خویش وز سایہ در گریخت	در شعاع از بہر او کہ شمع ریخت
موم ہستی اور سایہ سے چلا گیا	شعاعوں میں اس کے لئے جس نے شمع بنائی تھی
گفت از بہر فنایت رختم (تختم)	گفت من ہم در فنا بگرختم (بگریختم)
اس نے کہا، میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا ہے	اس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ گیا
ایں شعاع باقی آمد مفترض	نے شعاع شمع فانی عرض
یہ باقی (باللہ) شعاع واقعی ہے	نہ کہ فانی ناپائیدار شمع کی شعاع
شمع چوں درنار شد کلی فنا	نے اثر بینی ز شمع و نے ضیاء
شمع جب آگ میں بالکل فنا ہوگئی	تو نہ شمع کا نشان دیکھے گا نہ روشنی
ہست اندر دفع ظلمت آشکار	آتش صورت بموے پائدار
تاریکی کو رفع کرنے میں واضح ہے	کہ یہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے
بر خلاف موم شمع جسم کاں	تا شود کم گردد افزوں نور جاں
جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیونکہ وہ	جس قدر گھٹے گا، جان کا نور بڑھے گا
ایں شعاع باقی و آں فانیست	شمع جاں را شعلۂ ربانیست
یہ شعاع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے	جان کی شمع کا شعلہ خدائی ہے
ایں زبانہ آتشے چوں نور بود	سایۂ فانی شدن زو دور بود
کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نور ہے	فانی ہونے کا سایہ اس سے دور ہے
ابر را سایہ بیفتد بر زمیں	ماه را سایہ نباشد ہمنشیں
زمین پر ابر کا سایہ پڑتا ہے	سایہ چاند کا ہمنشین نہیں ہوتا ہے
بیخودی بے ابر یست اے نیک خواہ	باشی اندر بیخودی چوں قرص ماه
اے نیک خواہ! بیخودی بے ابر کے ہو جانا ہے	تو بے خودی میں چاند کی طرح ہو گا

باز چوں ابرے بیاید راندۂ	رفت نور از مہ خیالے ماندۂ
پھر جب کوئی چلتا پھرتا ابر آ جاتا ہے	چاند کا نور چلا جاتا ہے (اس کا) ایک خیال رہ جاتا ہے
از حجاب ابر نورش شد ضعیف	چوں ہلالے گشت آں بدر شریف
اس (چاند) کا نور ابر کے پردے کی وجہ سے کمزور ہوگیا	وہ چودھویں کا بزرگ چاند پہلی رات کے چاند کی طرح ہوگیا
مہ خیالے می نماید زابرو گرد	ابر تن مارا خیال اندیش کرد
ابر اور گرد کی وجہ سے چاند ایک خیال معلوم ہونے لگتا ہے	جسم کے ابر نے ہمیں خیال کرنے والا بنا دیا
لطف مہ بنگر کہ ایں ہم لطف اوست	کہ بگفت او ابر ہا مارا عدوست
چاند کی مہربانی دیکھ' یہ بھی اس کی مہربانی ہے	کہ اس نے کہہ دیا کہ ابر ہمارے دشمن ہیں
مہ فراغت دارد از ابرو غبار	بر فراز چرخ دارد مہ مدار
چاند ابر اور غبار سے پاک ہے	چاند کا محور آسمان کی بلندی پر ہے
ابر مارا شد عدو و خصم جاں	کہ کند مہ راز چشم ما نہاں
ابر' ہماری جان کا دشمن اور مخالف ہے	کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھپا دیتا ہے
حور را ایں پردہ زالے میکند	بدر را کم از ہلالے می کند
یہ پردہ حور کو بوڑھی عورت بنا دیتا ہے	چودھویں کے چاند کو پہلی رات کے چاند سے کمتر کر دیتا ہے
ماہ مارا درکنار عز نشاند	دشمن مارا عدوے خویش خواند
چاند نے ہمیں عزت کے پہلو میں بٹھا دیا	ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ دیا
ابر را تابے اگر ہست از مہ است	ہر کہ مہ خواند ابر را او گمرہ است
ابر میں اگر کوئی روشنی ہے تو وہ چاند کی وجہ سے ہے	جو ابر کو چاند کہے' وہ گمراہ ہے
نور مہ برابر چوں منزل شدست	روی تاریکش زمہ مبدل شدست
چاند کا نور چونکہ ابر پر پڑ گیا ہے	اس کا تاریک چہرہ چاند کی وجہ سے تبدیل ہوگیا ہے
گرچہ ہمرنگ مہ است ودولتی ست	اندر ابر آں نور مہ عاریتی ست
(ابر) اگرچہ چاند کا ہمرنگ ہے اور صاحب دولت ہے	(لیکن) ابر میں چاند کا نور عارضی ہے
در قیامت مہر و مہ معزول شد	چشم دراصل ضیاء مشغول شد
قیامت میں چاند اور سورج معزول ہو گئے	آنکھ اصل روشنی میں مشغول ہو گئی

تا بد اند ملک را از مستعار	ویں رباط فانی از دارالقرار
تا کہ ملکیت کی چیز کو مانگی ہوئی سے ممتاز کر لے	اور اس فانی سرائے کو ہیشگی کے گھر سے
دایہ عاریت بود روزے سہ چار	مادرا ما را تو گیر اندر کنار
دایہ تین چار روز کے لئے عارضی ہوتی ہے	اے اماں! تو ہمیں گود میں لے لے
پرمن ابرست و پردست و کثیف	زانعکاس لطف حق شد او لطیف
میرے پر ابر ہیں اور پردہ اور غلیظ ہیں	اللہ کے لطف کے منعکس ہونے سے وہ لطیف بن گئے ہیں
برکنم پر را و لطفش راز راہ	تا بہ بینم حسن مہ را ہم زماہ
میں پروں اور اس کے لطف کو راستہ سے ہٹاتا ہوں	تا کہ میں چاند کا حسن چاند سے دیکھوں
من نخواہم دایہ مادر خوشتر ست	موسیم من دایۂ من مادر ست
میں دایہ نہیں چاہتا اماں بہتر ہے	میں موسیٰ ہوں، میری دایہ ماں ہے
من نخواہم لطف مہ از واسطہ	کہ ہلاک خلق شد ایں رابطہ
میں چاند کا لطف بالواسطہ نہیں چاہتا ہوں	کیونکہ یہ واسطہ لوگوں کے لئے ہلاکت کا سبب بنا ہے
یا مگر ابرے بگیرد خوی ماہ	تا نگردد او حجاب روی ماہ
یا ابر، چاند کی خصلت حاصل کر لے	تا کہ وہ چاند کے چہرے کا پردہ نہ بنے
صورتش بنماید او در وصف لا	ہمچو جسم انبیاء و اولیا
وہ اپنی صورت "لا" کی صفت میں دکھائے	جس طرح کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ہے
آں چناں ابرے نباشد پردہ بند	پردہ در باشد بمعنیٰ سومند
ایسا ابر حجاب نہیں بنتا ہے	حقیقتاً پردے کو چاک کرنے والا (اور) مفید ہوتا ہے
آں چناں کاندر صباح روشنی	قطرہ می بارید و بالا ابرنی
جس طرح کہ روشنی کی صبح میں	بارش ہو اور اوپر ابر نہ ہو
معجز پیغمبری بود آں سقا	گشتہ ابر از محو ہمرنگ سما
وہ سیرابی پیغمبرؐ کا معجزہ تھی	فنا کی وجہ سے ابر آسمان کا ہمرنگ ہو گیا تھا
گشتہ ریزاں قطرہ قطرہ از سما	گفتہ آمد شرح آں در ماجرا
بوندیں آسمان سے ٹپکیں	اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے

بود ابر و رفتہ ازوے خوی ابر	ایں چنیں گردد تن عاشق بصبر
ابر تھا لیکن اس سے ابر کی صفت جاتی رہی	عاشق کا جسم صبر کے ذریعہ ایسا ہی ہو جاتا ہے
تن بود اما تنی گم گشت ازو	گشتہ مبدل رفتہ ازوے رنگ و بو
جسم ہوتا ہے لیکن جسمیت اس سے غائب ہو جاتی ہے	وہ تبدیل ہو گیا اس کا رنگ و بو جاتا رہا
پر پئے غیر ست سر از بہر من	خانۂ سمع و بصر استون تن
پر غیر کے لئے ہیں، سر میرے لئے ہے	(وہ سر) سمع اور بصر کا خانہ ہے (اور) جسم کا ستون ہے
جاں فدا کردن برائے صید غیر	کفر مطلق داں و نومیدی زخیر
دوسرے کے شکار کے لئے جان قربان کرنا	پورا کفر سمجھ اور خیر سے ناامیدی
ہیں مشو چوں قند پیش طوطیاں	بلکہ زہرے شو شو ایمن از زیاں
خبردار ایسا نہ بن جیسے کہ طوطیوں کے سامنے شکر	بلکہ زہر بنجا، نقصان سے محفوظ ہو جا
پاپئے احسنت و شاباش و خطاب	خویشتن مردار کن پیش کلاب
یا احسنت اور شاباش اور خطاب کے لئے	اپنے آپ کو کتوں کے سامنے مردار بنا دے
پس خضرؑ کشتی برائے آں شکست	تا کہ آں کشتی ز غاصب باز رست
خضرؑ نے کشتی اس لئے توڑی	کہ وہ غاصب (بادشاہ) سے بچ گئی
فقر فخری بہر آں آمد سنی	تا ز طماعاں گریزم در غنی
"فقر میرا فخر ہے" اسی لئے بہتر بنا	تاکہ لالچیوں سے (اللہ) غنی کی جانب گریز کروں
گنجہا را در خرابی زاں نہند	تا ز حرص اہل عمراں وارہند
خزانوں کو ویرانے میں اسی لئے رکھتے ہیں	تاکہ آبادی والوں کی حرص سے نجات پا جائیں
پر نتانی کند رو خلوت گزیں	تا نگردی جملہ خرج آن و ایں
تو پر نہیں اکھاڑ سکتا ہے، جا خلوت اختیار کر لے	تاکہ تو اس اور اس کا خرچہ نہ بنے
زانکہ تو ہم لقمۂ ہم لقمہ خوار	آکل و ماکولی اے جاں ہوشدار
کیونکہ تو لقمہ بھی ہے اور لقمہ کھانے والا بھی ہے	اے پیارے ہوش کر! تو کھانے والا اور غذا ہے

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے سایہ کو دشمن فرمایا تھا اور دشمنی سے مراد دشمنی نفس تھی جو سایہ کی طرح غیر منفک ہے۔ اب اس

دشمن سے نجات پانے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس وقت آدمی ترک جاہ کر کے تذلل و تمسکن اختیار کرتا ہے اور اس سے اس کا جسم فنافی الروح سے مزین ہوتا ہے اور غلبہ روحانیت سے اقتضاءات روح حاصل کر لیتا ہے تو وہ یوں ہی سایہ مذکور سے جدا ہو جاتا ہے جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ معروف ہے کما ہوالمشہور۔ اور جس وقت آدمی کا وہ فعر جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فخر فرمایا ہے زیور فنا سے آراستہ ہو جاتا ہے تو آدمی سایہ مذکور سے جدا ہو جاتا ہے۔ جیسے شعلہ شمع سایہ معروف ہے۔

ان دونوں تشبیہوں میں تو مشبہ بہ ابتداءً ہی بے سایہ ہے اب ہم اس مضمون کو ایسی تشبیہ سے سمجھاتے ہیں جس میں مشبہ بہ اول باسایہ ہو اور پھر فنا ہو کر بے سایہ ہو گیا اور کہتے ہیں دیکھو جس وقت موم سر پاؤں تک شعلہ بن جاتا ہے تو اب وہ بے سایہ ہو جاتا ہے اور سایہ اس کے پاس بھی نہیں بھٹک سکتا۔ اس شخص کی خاطر جس نے شمع بنائی تھی اپنی ہستی اور سایہ کو چھوڑ کر۔

شعاع کے اندر پناہ لیتا ہے اور جس وقت کہ شمع گر بزبان حال کہتا ہے کہ میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا تھا تو وہ بزبان حال جواب دیتا ہے کہ میں نے بھی فنا ہونے میں کمی نہیں کی۔ بلکہ میں نے خودی سے بھاگ کر فنا میں پناہ لی ہے۔ پس یہی حالت شمع جسم کی شعلہ روح کے نسبت ہوتی ہے بلکہ اس میں یہ حالت بالاولیٰ ہوتی ہے کیونکہ شعاع روحانی مفروض شعاع باقی ہے نہ کہ شعاع شمع فانی و مثل عرض فی عدم البقاء پس جبکہ شعاع فانی میں یہ خاصیت ہے تو شعاع باقی میں تو بالاولیٰ ہوگی۔

ہم نے شعلہ شمع کو فانی اور نور روح کو باقی اس لئے کہا کہ جب شمع آگ میں بالکل حل ہو جاتی ہے تو نہ شمع کا ہی نشان رہتا ہے نہ نور کا۔ کیونکہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ آتش ظاہر ہے موم کے ساتھ قائم ہو کر دفع ظلمت کرتی ہے پس جب موم ہی نہ رہے گا تو آگ ہی باقی نہ رہے گی۔ برخلاف موم شمع جسم کے کہ وہ جس قدر کم ہوتا ہے اور اس کے اقتضاءات جس قدر مغلوب ہوتے ہیں اتنی ہی نور روح کو ترقی ہوتی ہے۔ پس نور روح شعلہ باقی ہے اور نور شمع شعلہ فانی۔ اور شمع روح کا شعلہ باقی کیوں نہ ہو وہ تو نور ربانی سے مشتعل ہے جس کے لئے فنا ہی نہیں پس جبکہ یہ شعلہ آتش روحانی نور حق سبحانہ ہے تو لامحالہ سایہ فنا اس سے دور ہوگا اور وہ گل ہونے سے مامون ہوگا۔

اب ہم اصل مقصد کو دوسرے عنوان سے سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابر کے لئے سایہ ہوتا ہے چاند کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ خودی ابر ہے اور بے خودی فنا۔ عدم ابر۔ پس جب تم بے خود اور فانی ہو جاؤ گے تو اس وقت تم بے ابر چاند ہو گے۔ اور اس وقت تمہارا سایہ (یعنی نفس) نہ ہوگا جو تمہارا دشمن ہے۔ پس تم خودی کو چھوڑ کر اس دشمن سے بچ سکتے ہو۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مفید باتیں استطرادا بتلا دی جائیں۔ سو کہا جاتا ہے کہ جب چاند پر ابر آ جاتا ہے تو چاند کا نور غائب ہو جاتا ہے اور چاند بمنزلہ خیالی چیز کے ہو جاتا ہے اور پردۂ ابر سے اس کا نور مضمحل ہو جاتا ہے اور بدر بوجہ اضمحلال نور کے بمنزلہ ہلال کے ہو جاتا ہے۔ اور اس ابر وگرد کے سبب وہ بمنزلہ ایک خیال کے ہو جاتا ہے۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ابر تن یعنی غلبہ جسمانیت نے ہم سے

ماہتاب حقیقی کو چھپادیا اور اس کو ہماری نظر میں ایسا کر دیا جیسا خیال۔ مگر ماہتاب حقیقی کی عنایت دیکھو کہ وہ ہم محجوبین سے اپنا کس درجہ ارتباط ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ابر ہائے اجسام ہمارے دشمن ہیں۔ حالانکہ وہ ابر وغبار سے فارغ ہے اور ہماری ربوبیت پر اس کا دورہ ہے جہاں تک ان ابروں کی رسائی نہیں ہوسکتی اور اس لئے وہ ان کی دشمنی سے غیر متاثر ہے۔ بلکہ ابر مذکور ہمارا دشمن جانی ہے کہ ماہتاب حقیقی کو ہم سے پوشیدہ کرتا ہے اور اس حور کی طرح حسین کو ہماری نظر میں بڑھیا کی طرح کریہہ الشکل بنادیتا ہے اور اس بدر کو ہلال سے بھی کم کر دیتا ہے لیکن ماہتاب حقیقی نے ہم کو آغوش عزت میں بٹھلایا اور ہم کو سرفرازی بخشی کہ ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہا جو کہ اس کے کمال کی ذرہ نوازی ہے۔

اس مقام پر یہ بھی بتلا دینا مناسب ہے کہ ممکنات میں جو کچھ بھی کمال ہے وہ پرتو ہے حق سبحانہ کا۔ اور وہ کمال اس کا ذاتی نہیں ہے اس لئے جو کوئی کسی ممکن کو خدا سمجھ جائے وہ گمراہ ہے جیسے آتش پرست ستارہ پرست وغیرہ کیونکہ ممکنات بمنزلہ ابر کے ہیں اور حق سبحانہ بمنزلہ ماہ کے اور ابر میں جو کچھ روشنی ہوتی ہے وہ اس کی ذاتی نہیں ہوتی بلکہ پرتو ہوتا ہے چاند کا۔

ایسی صورت میں اگر کوئی ابر کو چاند کہے اس کی غلطی ہے کیونکہ چاند کا نور ابر پر پڑا ہے اس سے اس کا روئے تاریک منور ہو گیا ہے۔ پس گو وہ برنگ ماہ اور دولت نور سے مالا مال ہو گیا ہے مگر با ایں ہمہ وہ نور اس کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مستعار اور ماہ سے ماخوذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت میں چاند اور سورج سے نور نہیں لیا جائے گا اور آنکھ منبع ضیاء یعنی حق سبحانہ کا نظارہ کرے گی تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ نور ان کی ملک نہ تھا بلکہ مستعار تھا اور وہ معلوم کر لے کہ دنیا سرائے فانی تھی اور آخرت دار البقاء ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ دنیا محل نور مستعار تھی اور آخرت مقام نور اصلی ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اشیاء عام کا حسن عاریتی ہے اور حق سبحانہ کا اصلی۔ پس سالک کی وہ تربیت جو ان اشیاء کے آیات اللہ ہونے کی وجہ سے ہوگی وہ بمنزلہ اس تربیت کے ہوگی جو بذریعہ دایہ کے ہو اور حق سبحانہ کی تربیت بلا واسطہ بمنزلہ اس تربیت کے ہوگی جو بذریعہ ماں کے ہو۔ تو اب مولانا مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دایہ تو دو چار روز کے لئے عاریت ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لئے تو ماں ہی ہوتی ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ اے ماں تو مجھے گود میں لے لے اور دایہ کو چھوڑتا ہوں۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں (ویمکن ان یکون انتقالاً الی قصۃ الطاؤس والاول اقرب بالنظر الی المعنی والثانی اقرب بالنظر الی اللفظ) اور کہتے ہیں کہ بیان بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارے کمالات مستحسنہ عند الخلائق جو کہ بمنزلہ پر طاؤس کے ہیں۔ فی نفسہ ابر اور پردۂ حق سبحانہ اور کثیف ہیں اور حق سبحانہ کے لطف کے عکس سے لطف اور پاکیزہ ہو گئے ہیں۔ پس ہمیں ان پردوں کو اور ان کے لطف کو راستہ سے ہٹانا چاہئے تاکہ ہم ماہتاب حقیقی سے براہ راست حسن کا مشاہدہ کر سکیں ہمیں اس دایہ کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے تو ماں ہی اچھی ہے کیونکہ ہم بمنزلہ موسیٰ کے ہیں جن کے لئے ماں ہی دایہ تھی اس لئے ہماری دایہ بھی ماں ہی ہے۔ ہم لطف ماہ حقیقی کو ابر کے توسط سے نہیں دیکھنا چاہتے کیونکہ وسائط نہایت خطرناک ہیں کہ یہ بہت سے لوگوں کے لئے راہزن ہو گئے ہیں اور وہ انہی وسائط میں مشغول ہو کر رہ گئے ہیں۔

اب مولانا محا بیب وحضرات انبیاء واولیاء کے شبہ کو دفع کرتے ہیں۔ جو اس کلام سے پیدا ہوتا ہے اور کہتے ہیں لیکن وہ ابر جو ماہ کے رنگ میں رنگا گیا ہوتا آ نکہ اس سے صفت حجابیت مسلوب ہوگئی ہو اور وہ اس ماہ کے لئے پردہ نہ بنتا ہو اور صورت اس کی قائم ہو۔ مگر اوصاف معدوم ہوں جیسے انبیاء واولیاء کے اجسام۔ اب ابر اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونہ وہ ماہتاب حقیقی کا پردہ نہیں بنتا۔ بلکہ حقیقت میں وہ مظہر ماہ اور نافع ہے۔ اس ابر کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے روز روشن میں آ سمان سے مینہ برستا تھا اور ابر نہ دکھلائی دیتا تھا یہ بارش پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھی اور ان کے معجزہ سے ابر برنگ آ سمان ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ واقع میں موجود تھا مگر کالمعدوم تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آ سمان سے پانی برس رہا ہے۔

اس کی تفصیل دفتر اول داستان سوال عائشہؓ وآ نحضرتؐ میں (کما قال بحر العلوم) یا دفتر سوم غلام حبشی میں (کما قال ولی محمد) میں بھی گزر چکی ہے سو یہ ابر واقع میں موجود تھا مگر صفت ابریت اس سے سلب ہوگئی تھی کیونکہ وہ آ سمان کو چھپاتا نہ تھا بلکہ آ سمان اس کے ہوتے ہوئے بھی یونہی ظاہر تھا جیسے اس کے عدم کی صورت میں پس یہی حالت عشاق خداوندی کے اجسام کے مجاہدات کی بدولت ہو جاتی ہے کہ وہ جسم ہوتے ہیں مگر صفات وخصائص جسمیہ ان سے جاتی رہتی ہے اور وہ بالکل بدل جاتے ہیں اور اوصاف جسمانیہ ان میں جاتے نہیں رہتے ایسے اجسام راہزن نہیں ہیں۔

یہ مضمون اسطرادی ختم ہوا تو پھر مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ پرکمالات تو اوروں کے لئے ہیں کہ ان سے انہی کو فائدہ ہوتا ہے اور سر خود اپنے لئے کیونکہ وہ گھر ہے سمع وبصر کا اور ستون ہے جسم کا۔ یعنی کمالات جو مدار حیات روحانی ومنافع روحانی ہیں ان کا نفع خود اپنی طرف راجع ہے۔ پس دوسروں کے مقصود کے لئے اپنی جان دیدینا اور کمالات روحانیہ کو کمالات نفسانیہ پر قربان کردینا سراسر ناشکری اور ہر قسم کی بھلائی سے مایوسی کا سبب ہے۔

پس تم کو طوطیوں کے سامنے قند یعنی مرغوب ومطلوب خلائق نہ بننا چاہئے بلکہ زہر اور نامرغوب ہونا چاہئے اور اس طرح نقصان سے بے کھٹکے ہو جانا چاہئے اور اگر تم ایسا نہ کرو اور آ فریں وشاباش اور خطاب عزت کے لئے اپنے کو ان کتوں کے سامنے مردار بناؤ۔ یعنی نام کے لئے اپنے کو لوگوں کو اغراض کے لئے وقف کردو تو تمہیں اختیار ہے۔ ہاں اگر بچنا چاہو تو اس کی صورت وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ اپنے کو نامرغوب اور قابل نفرت خلائق بناؤ۔

دیکھو خضر علیہ السلام نے کشتی کو اس لئے توڑ ڈالا تھا کہ وہ نامرغوب ہو جائے اور بادشاہ غاصب کے پنجہ سے چھوٹ جائے اور بفحوائے حدیث نبوی الفقر فخری فقر ہمارے لئے موجب فخر اس لئے ہے کہ ہم طامعین سے چھوٹ کر غنی (حق سبحانہ) کی پناہ میں چلے جائیں اور خزانوں کو غیر معروف اور اجاڑ مقامات پر اسی لئے رکھتے ہیں کہ آبادی کے لوگوں کی دست بردی سے بچ جائے اور اگر تم پر نہیں اکھیڑ سکتے اور فقر وتذلل وتمکن اختیار نہیں کر سکتے اور اپنے کو نامرغوب خلائق نہیں بنا سکتے تو خلوت اختیار کرو اور لوگوں سے اختلاط کم کرو۔ تا کہ لوگ تمہیں بالکل نہ کھا جائیں۔ کیونکہ جس طرح تم کھانے والے ہو یونہی دوسروں کی غذا بھی ہو۔ پس تم آکل وماکول دونوں ہو اس لئے تم کو ہوشیار رہنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ لوگ تمہیں کھا جائیں اور تم انہی کی اغراض وفوائد کے لئے اپنی جان دیدو۔

در بیان آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول ست ہمچوں آں مرغے کہ قصد صید ملخ میکرد و بصید ملخ مشغول بود و غافل بود از باز گرسنہ کہ از پس قفای او قصد صید او داشت اکنوں اے آدمی صیاد آکل از صیاد و آکل خود ایمن مباش کہ اگر چہ نمی بینی اش بنظر چشم بنظر دلیل وعبرتش می بین تا چشم تیرہ باز شود انشاء اللہ تعالیٰ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کھانے والی اور غذا ہے اس پرندکی طرح جو ٹڈی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور ٹڈی کے شکار میں مشغول ہوتا ہے اور اس بھوکے باز سے غافل ہوتا ہے جو اس کے پس پشت اس کے شکار کر لینے کا ارادہ رکھتا ہے اب اے کھانے والے شکاری انسان اپنے شکاری اور کھانے والے سے مطمئن نہ بن کیونکہ اگر چہ تو اس کو آنکھ کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے دلیل اور عبرت کی نظر سے دیکھ لے تاکہ تیری بے نور آنکھ کھل جائے اگر خدا چاہے

مرغکے اندر شکار کرم بود	گربہ فرصت یافت او را در ربود
ایک چھوٹا سا پرند کیڑے کے شکار میں (مصروف) تھا	بلی کو موقع ملا، وہ اس کو اچک لے گئی
آکل و ماکول بود او بے خبر	در شکار خوذ ز صیاد دگر
وہ کھانے والا اور لقمہ تھا اور بے خبر تھا	اپنے شکار میں، دوسرے شکاری سے
دزد گرچہ در شکار کالہ است	شحنہ با خصمانش در دنبالہ است
چور اگرچہ سامان کے شکار میں (مصروف) ہے	کوتوال مع اس کے دشمنوں کے (اسکے) در پے ہے
عقل او مشغول رخت و قفل در	غافل از شحنہ است و از آہ سحر
اس کی عقل سامان اور دروازے کے قفل میں مشغول ہے	وہ کوتوال اور صبح کی آہ سے بے خبر ہے
او چناں غرق ست در سودائے خود	غافل ست از طالب و جویائے خود
وہ اپنی دھن میں ایسا غرق ہے	کہ اپنے طالب اور جویا سے غافل ہے
گر حشیش آب زلالے میخورد	معدۂ حیوانش در پے میچرد
اگر گھاس نیر پانی پیتی ہے	بعد میں اس کو حیوان کا معدہ چر لیتا ہے
آکل و ماکول آمد آں گیاہ	ہمچنیں ہر ہستی غیر الٰہ
وہ گھاس، کھانے والی اور غذا بن گئی	خدا کے سوا ہر موجود ایسا ہی ہے
وھو یطعمکم ولا یطعم چو اوست	نیست حق ماکول و آکل لحم و پوست
چونکہ وہ تمہیں کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا'' ہے	تو اللہ (تعالیٰ) غذا اور گوشت و پوست کا کھانے والا نہیں ہے

آکل و ماکول کے ایمن بود	ز آکلے کاندر کمیں ساکن بود
کھانے والا اور غذا بن جانے والا کب مطمئن ہوسکتا ہے؟	اس کھانے والے سے جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے
امن ماکولاں جذوب ماتم ست	روبداں درگاہ کو لا یطعم ست
کھائے جانے والوں کو اطمینان رنج کا سبب ہے	اس درگاہ میں جا جو ''کھلایا نہیں جاتا'' ہے
ہر خیالے را خیالے میخورد	فکر آں فکر دگر را می چرد
ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے	اس کا فکر دوسرے فکر کو چر جاتا ہے
تو نتانی کز خیالے وارہی	یا بخسپی تا ازاں بیروں جہی
تو نہیں کر سکتا کہ خیال سے نجات پا جائے	یا سو جائے تاکہ اس سے باہر نکل جائے
فکر زنبورست و آں خواب تو آب	چوں شوی بیدار باز آید ذباب
تیرا خیال شہد کی مکھی ہے اور نیند پانی ہے	جب تو جاگے گا پھر مکھی آ جائے گی
چند زنبور خیالی درپرد	میکشد ایں سوو آنسو می برد
خیال کی بہت سی مکھیاں اڑتی ہیں	ادھر کھینچتی ہیں اور ادھر لے جاتی ہیں
کمترین آکلانست ایں خیال	واں دگرہا راشناسد ذوالجلال
یہ خیال کھا جانے والوں میں سے سب سے چھوٹا ہے	دوسرے (کھانے والوں) کو خدا جانتا ہے
ہیں گریز از جوق اکال غلیظ	سوئے او کہ گفت ہستیمت حفیظ
خبردار! بھاری زیادہ کھانے والوں کی جماعت سے بھاگ	اس کی جانب جس نے فرمادیا ہے ہم تیری حفاظت کرنے والے ہیں
یابسوئے آنکہ اوایں حفظ یافت	گرنتانی سوئے آں حافظ شتافت
یا اس کی جانب، جس نے یہ حفاظت حاصل کر لی ہے	اگر تو اس حفاظت کرنے والے کی جانب نہیں دوڑ سکتا ہے
دست رامسپار جز در دست پیر	حق شدست آں دست اورا دستگیر
شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑا	اس کے ہاتھ کا اللہ تعالیٰ ہاتھ پکڑنے والا بن گیا ہے
پیر عقلت کود کے خوکردہ است	از جوار نفس کاندر پردہ است
تیری عقل کے پیر نے بچکانہ عادت ڈال لی ہے	اس نفس کے پڑوس کی وجہ سے جو پردے میں ہے
عقل کامل را قریں کن با خرد	تاکہ باز آید خرد زاں خوی بد
عقل کامل کو عقل کا ساتھی بنا لے	تاکہ عقل، اس بری عادت سے باز آ جائے

چونکہ دست خود بدست او نہی	پس زدست آکلاں بیروں جہی
جبکہ تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دے گا	تو کھانے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا
دست تو از اہل آں بیعت شود	کہ یداللہ فوق ایدیھم بود
تیرا ہاتھ ان بیعت کرنے والوں میں سے ہو جائے گا	کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے
چوں بدادی دست خود در دست پیر	پیر حکمت کو علیم ست و خبیر
جب تو نے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا	وہ پیر حکمت ہے، کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے
کو نبی وقت خویش ست اے مرید	زانکہ زد نور نبی آید پدید
اے مرید! وہ اپنے وقت کا نبی ہے	کیونکہ اس سے نبی کا نور جھلکتا ہے
در حدیبیہ شدی حاضر بدیں	واں صحابہ بیعتی را ہم قریں
تو اس وجہ سے حدیبیہ میں پہنچ گیا	اور ان بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بھی بن گیا
پس زدہ یار مبشر آمدی	ہمچو زر دہ دہی خالص شدی
تو تو ''عشرہ مبشرہ'' صحابہ میں سے ہو گیا	خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا
تا معیت راست آید زانکہ مرد	با کسے جفت ست کو را دوست کرد
تاکہ (خدا کی) معیت حاصل ہو جائے کیونکہ انسان	اس کا ساتھی ہے جس کو اس نے دوست بنایا ہے
ایں جہان و آں جہاں با او بود	ویں حدیث احمدؐ خوش خوبود
یہ جہان اور وہ جہان اس کے ساتھ ہو گا	یہ خوش خلق، احمدؐ کی حدیث ہے
گفت المرء مع محبوبہ	لا یفک القلب من مطلوبہ
فرمایا ''انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے''	قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے
ہر کجا دام ست و دانہ کم نشیں	روز بوں گیر از زبوں گیراں بہ بیں
جہاں کہیں دانہ اور جال ہے، نہ بیٹھ	جا عاجزوں کو پھنسانے والوں میں سے کسی عاجز کو پھنسانے والے کو دیکھ لے
اے زبوں گیر زبوناں ایں بداں	دست ہم بالای دست ست اے جواں
کہ تیرے ہاتھ کے اوپر بھی ہاتھ ہے اے جوان	اے عاجزوں پر ظلم کرنے والے، یہ سمجھ لے
بگسل آں حبلے کہ حرص ست و حسد	یاد کن فی جیدھا حبل مسد
اس رسی کو توڑ دے جو حرص اور حسد ہے	''اس کے گلے میں مونج کی رسی ہے'' کو یاد کر لے

دل فراز از دام واجب دیده است	دام تو خود بر پرت چفسیده است
دل نے جال سے علیحدگی ضروری سمجھی ہے	تیرا جال خود تیرے پروں پر چپاں ہے
تو زبونی یا زبوں گیر اے عجب	باش تو ترساں ولرزاں در طلب
تعجب ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر ظلم کرنے والا	تو طلب میں ترساں اور لرزاں رہا کر
آکل و ماکولی اے مرغ عجب	ہم تو صید و صید گیر اندر طلب
اے عجیب پرندا! تو کھانے والا اور کھایا ہوا ہے	تو طلب میں شکار بھی ہے اور شکاری بھی
حرص صیادی زصیدے مغفل ست	دلبری میکند کو بیذل ست
شکاری پن کی حرص شکار بن جانے سے غافل کرنے والی ہے	وہ دلبری کر رہا ہے جو خود بیدل ہے
بین ایدی خلفھم سداً مباش	کہ نہ بینی خصم را واں خصم فاش
تو ان میں سے نہ بن جن کے آگے اور پیچھے دیوار ہے	کیونکہ تو دشمن کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ دشمن ظاہر ہے
تو کم از مرغے مباش اندر نشید	بین ایدی خلف عصفورے بدید
تو سیٹی سننے میں پرندے سے کم نہ بن	چڑیا آگے اور پیچھے دیکھتی ہے
کم زعصفورے نہ بنگر کہ آں	بین ایدی خلف چوں بیند عیاں
تو چڑیا سے کم نہیں ہے، دیکھ وہ	آگے اور پیچھے کھلا دیکھ لیتی ہے
چوں بنزد دانہ آید پیش و پس	چند گرداند سرور و آں نفس
جب دانہ کے پاس آتی ہے آگے اور پیچھے	اس وقت سر اور چہرے کو کس قدر گھماتی ہے
کاے عجب پیش و پسم صیاد ہست	تا کشم از بیم او زیں لقمہ دست
کہ کہیں میرے آگے اور پیچھے شکاری تو نہیں ہے؟	تاکہ اس کے ڈر سے اس لقمہ سے ہاتھ کھینچ لوں
تو بہ بیں پس قصۂ فجار را	پیش بنگر مرگ یار و جار را
تو بدکاروں کے قصہ کو پیچھے دیکھ لے	آگے یار اور پڑوسی کے مرنے کو دیکھ لے
کہ ہلاکت دادشاں بے آلتے	او قرین تست در ہر حالتے
کہ ان کو (اللہ تعالٰی) نے بلا آلہ کے ہلاک کر دیا	وہ ہر حالت میں تیرے ساتھ ہے
حق شکنجہ کرد و گرز و دست نیست	پس بداں بے دست حق داور کنیست
اللہ (تعالٰی) نے شکنجہ میں کس دیا اور گرز اور ہاتھ نہیں ہے	تو سمجھ لے اللہ (تعالٰی) بغیر ہاتھ کے سزا دینے والا ہے

آنکہ میگفتے اگر حق ہست کو	در شکنجہ او مقری شد کہ ہو
وہ جو کہتا تھا کہ اگر اللہ ہے تو کہاں ہے؟	شکنجہ میں وہ مقر گیا ہو گیا کہ وہ ہے
وآنکہ میگفت ایں بعیدست وعجیب	اشک میراند وہمیگفت اے قریب
وہ جو کہتا تھا کہ یہ بعید اور عجیب ہے	وہ آنسو بہاتا ہے اور کہتا ہے اے نزدیک
آنکہ جز انکار حق کارش نبود	برد حسرت عاقبت بے ہیچ سود
وہ جس کا کام سوائے اللہ (تعالیٰ) کے انکار کے کچھ نہ تھا	انجام کار بلا فائدہ اس نے حسرت کی
درنگر احوال فرعون و ثمود	قوم لوطؑ وقوم صالحؑ قود ہودؑ
فرعون اور ثمود کے احوال دیکھ لے	قوم لوطؑ اور قود صالحؑ اور قوم ہودؑ کے
حال نمرود ستمگر در نگر	درمآل قوم نوحؑ افگن نظر
ظالم نمرود کی حالت دیکھ لے	قوم نوحؑ کے انجام پر نگاہ ڈال لے
تابدانی حق سمیع ست وعلیم	فارغ ست از ترس وپاک از باک وبیم
تاکہ تو جان لے کہ اللہ (تعالیٰ) سمیع اور علیم ہے	وہ خوف سے بے نیاز ہے اور ڈر اور پروا سے پاک ہے
برکنم من میخ ایں منحوس دام	از پئے کامے نباشم تلخ کام
میں اس منحوس جال کی کھونٹی اکھاڑ رہا ہوں	مقصد کے لئے (تاکہ) میں ناکام نہ ہوں
درخور عقل تو گفتم ایں جواب	فہم کن وز جستجو رو برمتاب
تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دیدیا	سمجھ لے اور جستجو سے منہ نہ موڑ

شرح حبیبی

دیکھو ایک جانور ایک کیڑے کے شکار میں مشغول تھا کہ بلی کو موقع ملا اور اسے اڑا لے گئی وہ جانور آکل بھی تھا اور ماکول بھی۔ مگر اپنے شکار کے شغل میں اپنے شکار سے غافل تھا۔

علیٰ ہذا چور اگر سامان کے شکار کے در پے ہوتا ہے تو کوتوال دیگر۔ دشمنوں سمیت اس کے در پے ہوتا ہے مگر اس کی عقل سامان کے حاصل کرنے اور تالے توڑنے کی فکر میں مشغول ہو کر کوتوال اور مظلوم کی آہ سحر سے غافل ہوتا ہے اور وہ اپنے خیال میں یوں مستغرق ہوتا ہے کہ اسے اس کی فکر نہیں ہوتی کہ کوئی میرے بھی در پے ہے۔

اسی طرح گھاس آب شیریں پیتا ہے مگر بعد کو جانور اسے چرا لیتے ہیں۔ لہٰذا گھاس آکل بھی ہے اور ماکول بھی۔

القصہ: حق سبحانہ کے خلاف جتنی موجودات ہیں سب آکل بھی ہیں اور ماکول بھی۔ لیکن خدا تعالیٰ چونکہ

مصداق **یطعمکم و لا یطعم** ہے لہذا وہ ماکول و آکل اور لحم و پوست جسم اور جسمانی نہیں ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو۔ کہ جو چیز آکل بھی ہے اور ماکول بھی وہ اس آکل سے بے خوف نہیں ہو سکتی جو اس کی گھات میں لگا ہوا ہے کیونکہ وہ اگر بے خوف ہو گی تو لامحالہ اس پر تباہی آئے گی۔ پس اگر تم کو ماکولیت سے بے خوفی کی ضرورت ہے تو درگاہ خداوندی میں پناہ لو۔ جو کہ آکل نہیں ہے۔ اسی طرح تم ماکولیت سے بے خوف ہو سکتے ہو۔ منجملہ کھانے والوں کے ایک خیال بھی ہے کیونکہ ایک خیال دوسرے خیال کو کھا جاتا ہے اور ایک فکر دوسرے فکر کو چٹ کر جاتا ہے۔

اب سنو کہ تم سے نہیں ہو سکتا کہ تم خیال سے بالکل چھوٹ جاؤ اور نہ یہ ہی ہو سکتا ہے کہ جب تک اس خیال سے جدا نہ ہو جاؤ اس وقت تک سو جاؤ۔ ہاں جب وہ خیال جاتا رہے گا اس وقت تم کو نیند آ سکتی ہے لیکن سو کر ہی تم اس سے بالکل نجات نہیں پا سکتے کیونکہ وہ بمنزلہ شہد کی مکھی کے ہے اور نیند بمنزلہ پانی کے اس لئے وہ صرف اس وقت تک جدا رہے گا جب تک نیند باقی رہے اور جس وقت نیند جاتی رہ اور تم جاگ گئے پھر فوراً آ موجود ہوگا۔

غرضکہ یہ خیال کی مکھی ہمیشہ اڑتی رہتی ہے اور کبھی تمہیں ادھر لے جاتی ہے اور کبھی ادھر۔ پس وہ ہمیشہ اس طرح تم کو کھاتی رہتی ہے اور خیال تو ادنیٰ درجہ کا آکل ہے اور آکل اس سے بھی بڑے ہیں جس کو خدائے ذوالجلال جانتا ہے۔ پس ہم کو چاہئے کہ اس زبردست کھانے والی جماعت سے بھاگو۔ اور اس کے پاس پناہ لو۔ جو تمہاری حفاظت کی ذمہ داری کرتا ہے یعنی حق سبحانہ کے پاس اور ماسوی اللہ کو چھوڑ کر بلاواسطہ حق سبحانہ سے تعلق پیدا کر لو۔ اور اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو اس شخص کے پاس پناہ لو جس نے حفاظت حق سبحانہ سے حاصل کر لی ہے اور اس کی حفاظت سے محفوظ ہو گیا ہے یعنی شیخ کامل اور شیخ کامل کے علاوہ اپنے کو کسی کے سپرد نہ کرو کیونکہ اس کے سوا جتنے ہیں سب کھانے والے ہیں اور صرف وہ ہے جو حفاظت کرنے والا ہے کیونکہ حق سبحانہ ہی اس کے مدد و معاون ہیں جو کہ اس کو حفاظت میں مدد دیتے ہیں۔

تم نے اپنی عقل کو شیخ بنا رکھا ہے مگر یاد رکھو کہ وہ طفلانہ حرکات کی خوگر ہے اور یہ بیہودہ حرکات کرتی ہے اس لئے شیخیت اس کو شایاں نہیں ہے۔ پس تم اپنی عقل کے ساتھ عقل کامل یعنی عقل شیخ کو ملاؤ تا کہ تمہاری عقل اس کی صحبت سے خوئے بد یعنی طفلانہ خصائل سے باز آئے۔ دیکھو جبکہ تم اپنے کو شیخ کے سپرد کر دو گے اس وقت تم مردم خواروں سے بچ جاؤ گے اور تمہارا ہاتھ ان مبایعین میں شمار ہوگا جس کی نسبت **ید اللہ فوق ایدیھم** وارد ہوا ہے اور جبکہ تم اپنے ہاتھ اس شیخ کے ہاتھ میں دیدو گے جو کہ دانا ہے اور جو کہ بمنزلہ نبی وقت کے ہے کیونکہ بوجہ نیابت نبی کے نور نبی یعنی نور ہدایت اس سے ظاہر ہوتا ہے تو اس ذریعہ سے تم حدیبیہ میں حاضر ہو جاؤ گے اور صحابہ مبایعین کے ساتھ ہو جاؤ گے اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہو جاؤ گے اور کندن بن جاؤ گے۔ حتیٰ کہ تمہاری صحابہ مذکورین کے ساتھ معیت درست ہو جائے گی کیونکہ ایسا کرنے سے تمہارے اندر ان صحابہ کی محبت پیدا ہو گی اور قاعدہ ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوتا ہے اس جہاں میں بھی اور اس جہاں میں بھی۔ اور یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ حدیث نبوی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ **المرء مع من احبہ** یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس طرح کہ دل اپنے مطلوب کے ساتھ ہوتا ہے اور اس سے جدا نہیں ہوتا اس بناء پر تم ان صحابہ کے ساتھ ہوئے۔

القصہ: جہاں کہیں دام و دانہ اور سامان حرص ہو تم وہاں نہ بیٹھنا کیونکہ وہاں کوئی صیاد ضرور چھپا ہوگا تم جا کر دیکھ لینا ضرور تم کو ملے گا اور گو تم صیاد ہو مگر تم کو واضح ہو کہ تمہارا بھی کوئی صیاد ہے اور تم سے بھی زیادہ کوئی زبردست ہے۔ پس تم دام حرص و حسد کو توڑ دو۔ ورنہ تم بھی پھندے میں آ جاؤ گے یاد رنہ ہو تو **فی جیدیھا حبل من مسد** کو پڑھ لو اور سمجھ لو کہ تم بھی کسی کے پھندے میں ہو۔

اہل دل تمہارے دام سے اوپر حق سبحانہ کو دیکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کا دام تمہارے پروں سے لپٹا ہوا ہے اور تم اس کے قبضہ میں ہو۔ پس تم فکر صید کو چھوڑ دو اور دام حرص و ہوا کو توڑو کیونکہ تم جس طرح صیاد ہو یوں ہی صید بھی ہو۔ پس تمہیں طلب صید میں نہایت احتیاط چاہئے اور ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور ایسا شکار نہ کرنا چاہئے۔ جس سے تم خود پھنس جاؤ۔ دیکھو تم تو آکل بھی ہو اور ماکول بھی اور صید بھی ہو اور صیاد بھی۔ مگر صیادی کی حرص نے تمہیں اپنے صید ہونے سے غافل کر رکھا ہے کیونکہ حرص صیادیت صیدیت سے غافل کر دیتی ہے۔ بنا بریں وہ دلیری کرتا اور لوگوں کو اپنے دام میں لاتا ہے حالانکہ وہ خود بے دل اور دوسرے کے دام میں ہے۔ پس تم ایسا نہ کرو اور **وجعلنا من بین ایدیھم سداً و من خلفھم سداً** کا مصداق نہ ہو کہ باوجود دشمن کے ظاہر ہونے کے اسے نہ دیکھ سکو۔ آخر تو طلب میں جانور سے تو کم نہ ہو۔ دیکھ تو سہی کہ چڑیا بھی آگے پیچھے دیکھ لیتی ہے یونہی تو بھی دیکھ لیا کر۔ اور غور تو کر کہ چڑیا بھی آگے پیچھے دیکھتی ہے اور جب وہ دانہ کے قریب آتی ہے تو کیونکر اس وقت آگے پیچھے سر ہلاتی ہے کہ میرے آگے یا پیچھے کوئی صیاد تو نہیں۔ تا کہ اگر ہو تو میں دانہ سے دست کش ہو جاؤں۔ پس تو چڑیا سے کم نہیں ہے تو بھی آگے پیچھے دیکھ یعنی پیچھے قصہ فجار کو دیکھ کہ اس حرص و ہوا کے سبب ان کی کیا گت بنی اور آگے اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کی موت دیکھ اور جان لے کہ حق تعالیٰ نے ان کو بدوں آلہ کے مار ڈالا یونہی وہ ہر حالت میں تجھ سے ہی مقارن ہے اور تجھے بھی ایک روز یوں ہی مار ڈالے گا۔

خلاصہ یہ کہ تم دنیا میں یوں منہمک نہ ہو کہ تم کو اپنے ضرر کا بھی خیال نہ رہے اور تم خدا سے بھی غافل ہو جاؤ۔ بلکہ تم کو اس سے تعلق پیدا کرنا چاہئے تا کہ وہ تم کو نفع پہنچائے تم یہ خیال نہ کرنا کہ وہ بدوں ہاتھ اور آلہ کے کیسے نفع پہنچا سکتا ہے کیونکہ جس طرح حق سبحانہ نے ان کو بے ہاتھ اور بے آلہ سزا دی ہے یوں ہی وہ بدوں ہاتھ اور آلہ کے نفع بھی پہنچا سکتا ہے۔

پس نہ اسے نفع پہنچانے کے لئے ضرورت ہے آلہ کی اور نہ نقصان پہنچانے کے لئے۔ اور یہ بھی نہ کہنا کہ خدا کا وجود کہاں ہے جس سے تعلق پیدا کیا جائے کیونکہ جو لوگ خدا کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ خدا کہاں ہے جب وہ شکنجہ میں آئے اس وقت ان کو اقرار کرنا پڑا کہ بے شک وہ ہے اور جو کہتے تھے کہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ خدا ہو۔

اور ایک عجیب بات ہے وہ شکنجہ میں آ کر روتے تھے اور کہتے تھے کہ ارے وہ تو بہت قریب ہے اور جن لوگوں کا کام انکار خدا کے سوا کچھ نہ تھا اس کو انجام کار حسرت ہوئی مگر بالکل بے سود۔ تم فرعون اور قوم ثمود اور قوم لوط اور قوم صالح اور قوم ہود کے حالات میں غور کرو اور نمرود کی حالت کو دیکھو اور قوم نوح کے انجام پر نظر ڈالو۔ تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ خدا سمیع بھی ہے اور علیم بھی اور وہ اس قدر زبردست ہے کہ اسے نہ کسی کا ڈر ہے نہ کسی کا خوف۔ کیونکہ جب اس نے زبردست بدکاروں کو سزا دی ہے تو لازم ہے کہ وہ ان کے افعال بد کو دیکھتا ہے اور اقوال ناشائستہ کو سنتا ہے اور ان سے بھی زبردست ہو۔

خیر تو طاؤس نے کہا کہ میں پروں کو جو کہ میرے لئے منحوس حال ہیں جڑ سے اکھیڑتا ہوں کیونکہ ایک مقصد یعنی حسن کے لئے میں اپنی زندگی کو تلخ نہیں کر سکتا یہ جواب میں نے تیری عقل کے مطابق دیا ہے تو اس کو سمجھ لے۔ اور سبب دقیق کا جویاں رہ۔ جس کو میں نے بیان نہیں کیا ہے اور اس سے اعراض مت کر۔

فائدہ:۔ ولی محمد نے کہا ہے کہ سبب دقیق یہ ہے کہ میں بے حجاب جمال حق کا مشاہدہ چاہتا ہوں۔ واللہ اعلم)

سبب کشتن ابراہیم علیہ السلام زاغ را کہ آں اشارہ بقمع کدام صفت بود از صفات مذمومۂ مہلکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوے کو مارنے کا سبب کہ وہ مہلک صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے کی طرف اشارہ تھا

ایں سخن را نیست پایان و فراغ	اے خلیلؑ حق چرا کشتی تو زاغ
اس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے	اے اللہ کے خلیل! آپ نے کوے کو کیوں مارا؟
بہر فرماں، حکمت فرماں چہ بود؟	اند کے ز اسرار آں باید نمود
حکم کی وجہ سے، حکم کی حکمت کیا تھی؟	اس کے رازوں میں سے تھوڑا سا ظاہر کر دیجئے
کاغ کاغ و نعرۂ زاغ سیاہ	دائما باشد بدن را عمر خواہ
کالے کوے کی کائیں کائیں اور شور	ہمیشہ جسم کی عمر کا خواہاں ہے
ہمچو ابلیس از خدای پاک و فرد	تا قیامت عمر تن درخواست کرد
جس طرح شیطان نے خدائے قدوس واحد سے	قیامت تک کے لئے جسم کی عمر کی درخواست کی
گفت انظرنی الیٰ یوم الجزا	کاشکے گفتے کہ تبنا ربنا
اس نے کہا مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے	کاش وہ کہتا کہ اے ہمارے رب ہماری توبہ قبول کر لے
زندگی بے دوست جاں فرسود نست	مرگ حاضر غائب از حق بود نست
بغیر دوست کے زندگی، جان کی تباہی ہے	اللہ (تعالیٰ) سے غائب ہونا، فوری موت ہے
عمر و مرگ ایں ہر دو با حق خوش بود	بے خدا آب حیات آتش بود
زندگی اور موت دونوں خدا کے ساتھ اچھی ہیں	بغیر خدا کے آب حیات، آگ ہے
آں ہم از تاثیر لعنت بود کو	در چناں حضرت ہمی شد عمر جو
یہ بھی لعنت کی تاثیر تھی کہ وہ	ایسے دربار میں عمر کا خواہاں بنا
از خدا غیر خدارا خواستن	ظن افزونی ست کلی کاستن
خدا سے غیر خدا کو مانگنا	بڑھوتری کا گمان اور بالکلیہ گھٹاؤ ہے

خاصہ عمرے غرق در بیگانگی	در حضور شیر روبہ شانگی
خصوصاً وہ عمر جو غیریت میں غرق ہو	شیر کے سامنے لومڑی پن سے
مہلتم افزوں دہ کہ تا کمتر شوم	عمر بیشم دہ کہ تا پس تر روم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں	مجھے زیادہ مہلت دے تاکہ کمتر ہو جاؤں
تاکہ لعنت را نشانہ او بود	بد کسے باشد کہ لعنت جو بود
تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے	بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جویاں ہو
عمر خوش در قرب جاں پروردنست	عمر زاغ از بہر سرگیں خوردنست
اچھی عمر قرب (خداوندی) میں جان کی پرورش ہے	کوے کی عمر گوبر کھانے کے لئے ہے
عمر بیشم دہ کہ تا گہ می خورم	دائم اینم دہ کہ بس بدگوہرم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ گو کھاؤں	مجھے ہمیشہ یہ دے کیونکہ میں بہت بداصل ہوں
گر نہ گہ خوارست آں گندہ دہاں	گویدے کز زاغیم تو وارہاں
اگر وہ گندہ دہن گہ کھانے والا نہ ہوتا	تو کہتا، مجھے کوے پن سے نجات دیدے

مناجات

اے مبدل کردہ خاکے رابزر	خاک دیگر رابکردہ بوالبشر
اے وہ جس نے مٹی کو سونا بنایا	دوسری مٹی کو ابوالبشر بنایا
کار تو تبدیل اعیان و عطا	کارمن سہوست و نسیان و خطا
تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہے	میرا کام سہو اور بھول اور خطا ہے
سہو و نسیاں را مبدل کن بعلم	من ہمہ خلمم مرا کن صبر و حلم
میرے سہو اور بھول کو علم سے تبدیل کر دے	میں مجسم غصہ ہوں، مجھے صبر اور حلم بنا دے
اے کہ خاک شورہ را تو ناں کنی	وے کہ نان مردہ را تو جاں کنی
اے وہ کہ تو شوریلی زمین کو روٹی بنا دیتا ہے	اے وہ! کہ تو مردہ روٹی کو جان بنا دیتا ہے
اے کہ جان خیرہ را رہبر کنی	وے کہ بے رہ را تو پیغمبر کنی
اے وہ کہ تو پراگندہ کو رہبر بنا دیتا ہے	اے وہ! کہ تو راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے

اے کہ خاک تیرہ را تو جاں دہی	عقل و حس و روزی و ایماں دہی
اے وہ کہ تو تاریک مٹی کو جان عطا کر دیتا ہے	عقل اور حس اور روزی اور ایمان دیدیتا ہے
شکر از نے میوہ از چوب آوری	از منی مردہ بت خوب آوری
نے سے شکر اور لکڑی سے پھل پیدا کر دیتا ہے	مردہ منی سے حسین معشوق پیدا کر دیتا ہے
گل زگل صفوت ز دل پیدا کنی	پیہ را بخشی ضیاء و روشنی
مٹی سے پھول، دل میں اخلاص پیدا کر دیتا ہے	چربی کو نور اور روشنی بخش دیتا ہے
میکنی جزو زمیں را آسماں	میفزائی در زمیں از اختراں
تو زمین کے جزو کو آسمان بنا دیتا ہے	ستاروں سے زمین میں افزائش کر دیتا ہے

شرح حبیبی

اچھا یہ گفتگو تو منتہی اور ختم نہ ہوگی۔ اب پوچھنا چاہئے کہ اے خلیل حق ابراہیم علیہ السلام آپ نے کوے کو کیوں ذبح کیا تھا اس کا جواب آپ یہ ہی دیں گے کہ بحکم حق سبحانہ ایسا کیا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ حق سبحانہ کی اس تخصیص میں حکمت کیا تھی۔ ذرا اس تخصیص کے اسرار بیان فرما دیجئے۔ اچھا سنو! وجہ اس کی یہ تھی کہ اس کالے کوے کی کائیں کائیں اور شور و غوغا درخواست ہوتی ہے اس امر کی کہ اس کو عمر دراز عطا کی جائے جس طرح ابلیس نے خدائے پاک و وحدہٗ لاشریک سے قیامت تک حیات جسمانی کی درخواست کی تھی اور کہا تھا کہ مجھے قیامت تک مہلت دیجئے پس چونکہ یہ صفت ابلیسی طول امل رکھتا ہے اس لئے قابل کشتن ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں اے کاش! ابلیس حیات جسمانی کی درخواست نہ کرتا اور بجائے اس کے اپنے قصور کی معافی چاہتا اور توبہ کرتا کیونکہ دوست کے بغیر زندہ رہنا تو مصیبت میں پڑنا ہے اور خدا سے جدا ہو جانا تو فی الحال مرنا ہے اور اگر حق سبحانہ کے ساتھ تعلق ہو تو موت اور زیست دونوں برابر ہیں۔ اور اگر اس سے تعلق نہ ہو تو آب حیات بھی آگ کی طرح مہلک ہے پھر خدا سے قطع تعلق کر کے حیات جسمانی چاہتا جو کہ حکم میں موت کے ہے سراسر حماقت ہے لیکن یہ اثر تھا اس لعنت کا جو اس پر کی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ **ان علیک لعنتی الیٰ یوم الدین** کہ وہ حق سبحانہ جیسے منعم کی جناب میں حیات جسمانی کی درخواست کرتا تھا کیونکہ خدا سے غیر خدا کو مانگنا گو بظاہر طلب زیادتی و نفع ہو مگر حقیقت میں طلب نقصان و ضرر ہے مگر اسے اس لعنت کے اثر سے جو غلط میں کر دیتی ہے۔ محسوس یہ ہوا کہ اول تو مطلق غیر خدا کو مانگنے کی یہ حالت ہے بالخصوص وہ حیات جو حق سبحانہ سے قطع تعلق کے ساتھ ہو اس کو مانگنا اور شیر کے سامنے لومڑی پن کرنا جیسا کہ ابلیس نے کیا یہ تو بالاولیٰ نقصان اور ضرر ہے۔

پس اس نے جو کہا تھا کہ مجھے زیادہ عمر دے یہ درخواست اس لئے تھی کہ وہ جلدی موت روحانی میں مبتلا ہو جائے اور یہ جو کہا تھا کہ مجھے زیادہ مہلت دے اس کے یہ معنی تھے کہ مجھے حیات روحانی کے لحاظ سے قلیل المہلت

کردے اور یہ معاندانہ درخواست اس لئے تھی کہ وہ لعنت کا نشانہ بنے۔

اس سے تم سمجھ لو کہ جو حق سبحانہ سے قطع تعلق کر کے حیات جو ہو اور اس طرح طالب لعنت ہو وہ بہت برا شخص ہے کیونکہ عمدہ زندگی تو یہ ہے کہ حق سبحانہ کے قرب میں جان کو پرورش کرے اور عمر زاغ حیات جسمانی محضہ تو گند کھانے کے لئے ہے کوا جو کہتا ہے کہ مجھے عمر زیادہ دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں گند کھاتا رہوں اور وہ کہتا ہے کہ تو مجھے ہمیشہ گوہ دیئے جا۔ کیونکہ میں بدذات ہوں اور اسی کے قابل ہوں کیونکہ اگر وہ گند خوار اور گندہ ذہن نہ ہوتا تو بجائے زیادتی عمر کی درخواست کے جو ماً لاً گند کھانے کی درخواست ہے وہ یوں کہتا کہ اے اللہ تو مجھے صفت زاغی اور طول امل و گند خواری سے نجات دے۔

اب مولانا مناجات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ ذات جس نے خاک کے ایک حصہ کو سونا بنایا اور دوسرے حصہ کو آدم بنایا۔ اے وہ قادر جو خاک شور کو روٹی بناتا ہے اور اے وہ قادر جو کہ بے جان روٹی کو جان عطا کرتا ہے اور اے وہ قادر جو کہ جان نابینا کو رہبر بناتا ہے اور اے وہ قادر جو کہ گم گشتہ کو پیغمبر بناتا ہے اور کہتا ہے ووجدک ضالاً فھدٰی اور اے وہ قادر جو خاک تیرہ کو جان عطا کرتا ہے اور اسے عقل اور حسن اور روزی اور ایمان عطا کرتا ہے اور گنے سے شکر اور لکڑی سے میوہ پیدا کرتا ہے اور بے جان منی سے خوب صورت معشوق بناتا ہے اور مٹی سے پھول اور دل سے صفا پیدا کرتا ہے اور پھر چشم کو روشنی بخشتا ہے اور جزو زمین کو آسمان کرتا ہے۔ بایں طور کہ زمین سے دھواں اٹھا کر اس کو ایک حد خاص پر قائم کر کے متکاثفہ بنا دیتا ہے اور وہ آسمان میں جاتا ہے۔ کماقال الشیخ الاکبر علیٰ مانقله بحر العلوم.

شرح حبیبی

اور ستاروں کے اثر سے زمین زیادتی کرتی ہے بایں معنیٰ کہ نباتات وغیرہ اگاتا ہے۔ (یا یوں کہو کہ آسمان میں ستارے پیدا کرتا ہے اور آسمان کو زمین کہنا اس بنا پر ہے کہ وہ فانی اور جزو زمین ہے۔ کما قال ولی محمد) تیرا کام تبدیلی اعیان اور بخشش ہے اور میرا کام سہو و نسیان اور غلطی ہے تو میرے سہو و نسیان کو علم سے بدل دے اور میں سراسر غیظ و غضب ہوں تو مجھے سراپا حلم بنا دے۔

ہر کہ سازد زیں جہاں آب حیات	زو ترش از دیگراں آید ممات
جو اس دنیا کو آب حیات بناتا ہے	اس کو دوسروں سے پہلے موت آ جاتی ہے
دیدۂ دل کو بگردوں بنگریست	دیدہ کانجا ہر دمے بینا گریست
جس دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا	اس نے دیکھا ہے کہ وہاں ہر وقت صناعی ہے
قلب اعیان ست و اکسیر محیط	ائتلاف خرقۂ تن بے مخیط
موجودات کی تبدیلی ہے اور عالمگیر اکسیر ہے	جسم کے چیتھڑوں کو بغیر دھاگے کے سینا ہے

تو ازاں روزے کہ در ہست آمدی	آتشے یا خاکے یا بادے بدی
تو جس دن سے وجود میں آیا ہے	آگ یا خاک یا ہوا تھا
گر بداں حالت ترا بودے بقا	کہ رسیدے مر ترا ایں ارتقا
اگر اسی حالت پر تیرا بقا ہوتا	تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوتی؟
از مبدل ہستی اول نماند	ہستی دیگر بجائے او نشاند
تبدیل کرنے والے کی وجہ سے پہلا وجود نہ رہا	اس نے دوسرا وجود اس کی بجائے قائم کر دیا
ہمچنیں تا صد ہزاراں ہستہا	بعد یک دیگر دوم بہ ز ابتدا
اسی طرح لاکھوں وجود تک	ایک دوسرے کے بعد دوسرا پہلے سے بہتر
آں مبدل بیں وسائط را بماں	کز وسائط دور گردی ز اصل آں
اس تبدیل کرنے والے کو دیکھ واسطوں کو چھوڑ	کیونکہ واسطوں سے تو اصل سے دور جائے گا
واسطہ ہر جا فزوں شد وصل جست	واسطہ کم ذوق وصل افزوں ترست
جہاں واسطے زیادہ ہوئے ، وصل جاتا رہا	واسطے کم ہوں تو وصل کا ذوق زیادہ ہوتا ہے
از سبب دانی شود کم حیرتت	حیرتے کہ رہ دہد در حضرتت
اسباب کے جاننے سے تیری حیرت کم ہو جائے گی	وہ حیرت جو دربار تک تیری رہنما ہے
ایں بقاہا از فناہا یافتی	از فنایش رو چرا برتافتی
تونے یہ بقائیں فناؤں سے حاصل کی ہیں	اس کی فنا سے تونے کیوں منہ موڑا ہے
زاں فناہا چہ زیاں بودت کہ تا	بر بقا چفسیدۂ اے بینوا
ان فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ	تو اے بینوا! بقا سے چمٹا ہوا ہے
چوں دوم از اولینت بہتر ست	پس فنا جوی و مبدل را پرست
جبکہ دوسرا (وجود) تیرے لئے پہلے سے بہتر ہے	تو فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنے والے کی عبادت کر
صد ہزاراں حشر دیدی اے عنود	تاکنوں ہر لحظہ از بدو وجود
اے سرکش! تونے لاکھوں حشر دیکھے ہیں	ہر لمحہ وجود کی ابتداء سے اب تک
از جمادی بے خبر سوی نما	وز نما سوئے حیات و ابتلا
بے خبری میں جمادیت سے (نشو) نما کی جانب	اور نما سے زندگی اور آزمائش کی جانب

باز سوئے عقل و تمیزات خوش	باز سوی خارج ایں پنج و شش
پھر اچھی عقل اور تمیز کی جانب	پھر ان (حواس خمسہ) اور شش (جہات) سے باہر کی جانب
تالب بحر ایں نشان پایہاست	پس نشان پا درون بحر لاست
یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے تک ہیں	پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان معدوم ہیں
زانکہ منزلہائے خشکی ز احتیاط	ہست دہ ہاؤ و طنہاؤ رباط
کیونکہ خشکی کے مقامات احاطہ بندی کی وجہ سے	دیہات اور وطن اور سرائے ہیں
باز منزلہائے دریا در وقوف	وقت موجش نے جدا نے روسقوف
پھر دریائی مکانات نگاؤ میں	اس کے تموج کے وقت نہ دیوار ہے نہ چھتیں
نیست پیدا اندراں رہ پاؤ گام	نے نشانست آں منازل را نہ نام
اس راستہ میں نہ پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں	ان گھروں کا نہ نشان ہے نہ نام ہے
ہست صد چنداں میان منزلین	آں طرف کز ایں تا بالائے این
دونوں منزلوں کے درمیان سو گنا فاصلہ ہے	اس جانب مکان سے (لا) مکان کے اوپر تک
در فناہا ایں بقاہا دیدۂ	بر بقائے جسم چوں چفسیدۂ
فناؤں میں تونے یہ بقائیں دیکھی ہیں	جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟
ہیں بدہ اے زاغ ایں جاں باز باش	پیش تبدیل خدا جانباز باش
ہاں! او کوے یہ جان دیدے باز بن جا	خدائی تبدیلی کے سامنے جانباز بن جا
تازہ میگرد کہن را می سپار	کہ ہرامسالت فزونست از سہ پار
تازہ بن جا پرانے کو دے دے	کیونکہ تیرا یہ سال گذشتہ تین سالوں سے بڑھا ہوا ہے
گر نباشی نخل وار ایثار کن	کہنہ بر کہنہ نہ و انبار کن
اگر تو کھجور کی طرح ایثار کرنے والا نہیں ہے	پرانے پر پرانا رکھتا رہ اور جمع کر لے
کہنہ وَ گندیدہ وَ بوسیدہ را	تحفہ میبر بہر ہرنا دیدہ را
پرانے اور گندہ اور سڑے ہوئے کا	ہر ندیدے کے لئے تحفہ لے جا
آنکہ نو دید او خریدار تو نیست	صید حق ست او گرفتار تو نیست
جس نے نیا دیکھا ہے وہ تیرا خریدار نہیں ہے	وہ اللہ (تعالیٰ) کا شکار ہے وہ تجھ میں پھنسا ہوا نہیں ہے

ہر کجا باشند جوق مرغ کور	برتو جمع آیند اے سیلاب شور
جہاں کہیں اندھے پرندوں کا جھرمٹ ہو	اے کھاری پانی! تجھ پر جمع ہو جائے گا
تا فزاید کوری از شور آبہا	زانکہ آب شور افزاید عمیٰ
تاکہ کھاری پانیوں سے اندھا پن بڑھے	کیونکہ کھارا پانی اندھا پن بڑھاتا ہے
اہل دنیا زاں سبب اعمیٰ دل اند	شارب شورابۂ آب و گل اند
دنیا دار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں	(کیونکہ) وہ آب وگل کا کھاری پانی پینے والے ہیں
شور میخور کور می چر در جہاں	چوں نداری آب حیواں درنہاں
دنیا میں کھاری پانی پیتا رہ' اندھے پن سے چرتا رہ	جبکہ تو اندر آب حیات نہیں رکھتا ہے
با چنیں حالت بقا خواہی و زیاد	ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد
اس حالت میں تو بقا اور یادگار چاہتا ہے	تو حبشی کی طرح کالا منہ ہونے پر خوش ہے
در سیاہی رنگ ازاں آسودہ است	کوز زاد و اصل زنگی بودہ است
وہ رنگ کے کالے پن پر اس لئے مطمئن ہے	کیونکہ وہ پیدائش اور اصل سے حبشی ہے
آنکہ ز اول شاہد و خوشرو بود	گر سیہ گردد تدارک جو بود
وہ جو شروع سے معشوق اور خوبصورت ہو	اگر وہ کالا بن جائے تو تدارک کا طالب ہو گا
مرغ پرندہ چو ماند بر زمیں	باشد اندر غصہ و درد و حنیں
اڑنے والا پرندہ جب زمین پر رہ جائے	وہ رنج اور درد اور فغاں میں ہو گا
مرغ خانہ برزمیں خوش میرود	دانہ چیں و شاد و شاطر میدود
پالتو پرند زمین پر خوشی سے چلتا ہے	دانہ چگتا ہوا' اور خوش اور چالاکی سے دوڑتا ہے
زانکہ او از اصل بے پرواز بود	واں دگر پرندہ و پرباز بو
کیونکہ وہ اصل سے بغیر اڑان کے تھا	وہ دوسرا اڑنے والا اور کھلے پروں کا تھا

شرح حبیبی

اب مولانا مناجات سے فارغ ہوکر مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص اس جہاں کو آب حیات کی طرح مرغوب سمجھ لے گا اور اسی کی زندگی کو زندگی مانے گا جیسا کہ ابلیس نے کیا وہ اوروں سے پہلے

مرے گا کیونکہ وہ حالت حیات جسمانی میں بموت روحانی مر جائے گا۔ پس تم کو حیات دنیوی کو مطمح نظر نہ بنانا چاہئے کیونکہ یہ کوئی قابل قدر نہیں ہے بلکہ عالم غیب کو مطمح نظر بنانا چاہئے۔ اس لئے جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہیں جب وہ لوگ اپنی چشم قلب سے اس عالم کو دیکھتے ہیں تو وہاں ان کو عجیب کاریگری نظر آتی ہے اور دیکھتے ہیں کہ وہاں تبدیل ماہیت ہوتی ہے اور اکسیر عام موجود ہے جو قلب ماہیت کرتی ہے اور شگاف تن کو بدوں سئے ہوئے جوڑا جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ عالم ایسا عجیب وغریب ہے تو یہ دل لگانے کے قابل ہے نہ کہ عالم ناسوت۔

تم کو فنا سے کیوں نفرت ہے اور تم کیوں حیات کو پسند کرتے ہو۔ دیکھو جب تم اولاً وجود میں آئے ہو تو اس وقت تم خاک تھے یا بادیا آتش یا آب۔ پس اگر تم کو فنا حاصل نہ ہوتی اور تم اسی حالت پر باقی رہتے۔ تو اس معراج ترقی کیونکر پر پہنچ سکتے تھے جو آج تم کو حاصل ہے کہ انسان ہو۔

پس ثابت ہوا کہ فنا قابل نفرت نہیں۔ بلکہ قابل رغبت ہے۔ قابل نفرت تو اس وقت تھی جبکہ اس کے بعد بقا نہ ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے چنانچہ جب مبدل کے ہستی اول نہیں رہتی تو حق سبحانہ تعالیٰ بجائے اس کے اسے دوسری ہستی عطا فرماتے ہیں اور اس طرح سینکڑوں ہستیاں عطا فرماتے ہیں جس میں سے ہر ایک ہستی سابق سے بہتر ہوتی ہے۔ پس تم کو فنا سے نفرت نہ چاہئے اور ہستیوں میں دل نہ لگانا چاہئے اور حق سبحانہ سے تعلق پیدا کرنا چاہئے مگر تم کو حق سبحانہ سے تعلق نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم ان تغیرات کو اسباب کا نتیجہ سمجھتے ہو لیکن یہ تمہاری غلطی ہے، ہم کو مبدل حقیقی پر نظر کرنی چاہئے اور اسباب کو چھوڑنا چاہئے۔

کیونکہ وسائط میں دل لگانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ان وسائط کے سبب اصل مطلوب سے جدا ہو جاؤ گے اس لئے قاعدہ ہے کہ جتنے وسائط زیادہ ہوں گے اسی قدر اصل مطلوب ہاتھ سے جائے گا اور جس قدر کم ہوں گے اسی قدر لطف وصل زیادہ ہوگا اور جب بالکل نہ ہوں گے تو لذت وصل تام ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تم اسباب میں پھنس جاؤ گے اور ان تغیرات کو اسباب کا نتیجہ سمجھو گے تو اس سے تمہاری حیرت کو مبدل کون ہے جاتی رہے گی اور حیرت ہی تم کو حق سبحانہ تک پہنچا سکتی تھی لہٰذا تم وصول الی الحق سے محروم ہو جاؤ گے پس تم ان اسباب و وسائط کو چھوڑ دو تاکہ تم حیرت میں رہو اور وہ حیرت تمہیں حق سبحانہ تک پہنچا دے ہاں تو ہم کو کہنا یہ ہے کہ جب تم کو بہت سی بقائیں فنا کی بدولت حاصل ہو چکی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ تم فنا فی الحق نہیں چاہتے اور بقا جسم پر عاشق ہو۔

آخر تم سوچو تو کہ تم کو جو پیشتر بہت سی فنائیں حاصل ہو چکی ہیں جس کی تفصیل عنقریب آنے والی ہے ان سے تم کو کیا ضرر ہوا جو تم کو فنا کے نام سے وحشت ہوتی ہے اور بقا کو لپٹ کر رہ گئے ہو جبکہ کوئی ضرر نہ ہوا بلکہ فائدہ ہی ہوا کہ بقائے اول سے بہتر بقا حاصل ہوئی۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا تو ہم کو ہرگز وحشت نہ چاہئے بلکہ طالب فنا ہونا چاہئے اور اس مبدل کی پرستش کرنا چاہئے جو اس قدر منعم ہے کہ بلا استحقاق تم کو یہ نعمتیں دیتا ہے۔

دیکھو جب سے تم وجود میں آئے ہو اس وقت سے لاکھوں مرتبہ فنا ہو کر بقا حاصل کر چکے ہو۔ مثلاً اول تم جماد تھے

جب تمہاری جمادیت فنا ہوئی تو نما حاصل ہوئی اور نمائی صرف فنا ہوئی تو حیوانیت حاصل ہوئی حیوانیت محضہ گئی تو عقل و تمیز حاصل ہوئی اور تم انسان بنے اب اگر تم انسانیت صرفہ سے فنا ہو گئے تو تم کو مزید ترقی ہوگی اور تم لامکان سے وابستہ ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد ہم نہیں کہہ سکتے کہ تم کو کیا کیا ترقیاں ہوں گی کیونکہ قاعدہ ہے کہ لب دریا تک تو پاؤں کے نشان ملتے ہیں مگر دریا میں پاؤں کے نشان نہیں ہوتے۔ نیز خشکی میں تو بنابر احتیاط گاؤں شہر اور سرائیں منزلیں ہوتی ہیں اور دریا میں منزلیں نہیں بن سکتیں کیونکہ اگر کوئی دریا میں مکان بنانا چاہے تو جس وقت موج آئے گی نہ دیواریں رہیں گی نہ چھتیں۔ پس دریا میں نہ نشان قدم ہوتے ہیں اور نہ منزلوں کا نام و نشان ہوتا ہے ہاں اتنا کہے دیتا ہیں کہ اس کی منزلوں میں اتنا فصل ہے جتنا کہ مکان اور لامکان میں۔ خیر تو جب تم کو فناہائے سابق سے ایسی ایسی بقائیں حاصل ہوتی ہیں جن کا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تم بقائے جسم کو کیوں لپٹ کر رہ گئے اور فنا فی مرضیات الحق کیوں نہیں طلب کرتے۔ پس اے زاغ وش اور طالب حیات جسمانی تو اپنی جان حق سبحانہ کے نذر کر دے اور اس کی تبدیلی کے آگے سر جھکا دے اور باز کی طرح مقرب بن جا۔ تو بقائے کہنہ کو اس کے حوالہ کر کے اس سے حیات تازہ لے لے اس لئے کہ تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر جدید حیات گذشتہ حیات سے بہتر ہے۔ اور اگر تو نخل کی طرح ایثار نہیں کرنا چاہتا تو تو جان پرانے پر پرانے لادتا رہ اور ان کا ڈھیر لگا لے اور جو حیات تازہ سے واقف نہ ہو اس کے سامنے وہ بوسیدہ اور سڑی ہوئی اور پرانی تام بقا لے جا اور ان سے کہہ کہ میری اتنی عمر ہے اور اتنی ہی وہی اس کی قدر کریں گے۔

رہے وہ لوگ جن کو حیات تازہ حاصل ہے تو وہ تیری کچھ بھی قدر نہ کریں گے اور تیرے معتقد و مرید نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ تو حق سبحانہ کے دام کے شکار ہیں اور جہاں کہیں اندھے جانور جمع ہوں گے اے سیلاب شور وہی تیری وقعت و قدر کریں گے اور تیرے گرد جمع ہوں گے تا کہ تیرے کھاری پانی سے ان کا اندھا پن اور بڑھے اور تیری طول عمر سے ان کو اور طول عمر کی حرص ہو کیونکہ آب شور سے تو اندھا پن بڑھتا ہے اہل دنیا اسی وجہ سے دل کے اندھے ہیں کہ وہ ناسوت کا کھارا پانی پیتے ہیں یعنی اشیائے ناسوتیہ سے ناجائز طور پر متمتع ہیں۔ ہم ہی ان سے کہتے ہیں کہ کم بختو تم کو آب حیوان عالم غیب تو میسر ہی نہیں تم شور آب ہی پیو۔ اور غذائے شور ہی کھاؤ یہ تو تمہاری حالت ہے کہ کھانے کو غذائے شور ملتی ہے اور پینے کو آب شور۔ جس سے تمہاری نابینائی بڑھتی ہے مگر اس پر بھی تم یہیں رہنا چاہتے ہو؟ اور زنگی کی طرح سیاہ روئی میں خوش ہو مگر تم بھی معذور ہو کیونکہ تم نے عالم غیب کی لذیذ نعمتیں دیکھی نہیں تم ان کو طلب کیسے کر سکتے ہو۔ اور اغذیہ ناسوتیہ کو برا کیونکر سمجھ سکتے ہو ان کو تو برا وہی سمجھ سکتا ہے جس نے وہ نعمتیں دیکھی ہوں اور پھر اتفاق سے وہ محروم ہو گیا ہو۔ مثلاً زنگی سیاہی میں ہی خوش ہوتا ہے اور اسے اس سیاہی کو دور کرنے کی فکر نہیں ہوتی کیونکہ وہ ابتداء ہی سے سیاہ ہوتا ہے برخلاف ایک حسین معشوق کے کہ اگر اس کے دھبہ بھی لگ جاتا ہے تو اسے دور کرنے کی فکر ہوتی ہے۔

نیز پرندہ اگر زمین میں محبوس ہو جاتا ہے تو محزون و مغموم ہوتا ہے اور روتا پیٹتا ہے لیکن مرغی کو زمین سے کوئی وحشت نہیں ہوتی اور وہ مزہ سے چست و چالاک اور خوش و خرم دانہ چگتی رہتی ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ یہ ابتداء ہی سے بے پرواز ہے۔ اس لئے پرواز کی قدر نہیں جانتی اور سابق الذکر رونے والا تھا اس لئے کہ وہ اس کی قدر جانتا تھا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارحموا ثلاثاً عزیز قوم ذل و غنی قوم افتقر، و عالماً یلعب بہ الجھال

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تین شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا باعزت جو ذلیل ہوگیا ہو، کسی قوم کا مالدار جو محتاج ہوگیا ہو، وہ عالم جس کا جاہل مذاق اڑائیں

گفت پیغمبرؐ کہ رحم آرید بد	حال من کان غنیاً فافتقر
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اوپر	اس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہوگیا
والذی کان عزیزاً فاحتقر	اوصفیاً عالماً بین المضر
اور اس پر جو باعزت تھا پھر حقیر ہوگیا ہو	یا منتخب عالم ترشروئی کے درمیان
گفت پیغمبرؐ کہ بر ایں سہ گروہ	رحم آریدار ز سنگید و زکوہ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر	رحم کرو خواہ تم پتھر کے ہو یا پہاڑ کے
آنکہ او بعد از عزیزی خوار شد	واں تونگر ہم کہ بے دینار شد
وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہوگیا ہو	وہ مالدار بھی جو بے زر ہو گیا ہو
واں سوم آں عالمے کاندر جہاں	مبتلا گردد میان ابلہاں
تیرے وہ عالم جو دنیا میں	بے وقوفوں میں مبتلا ہو جائے
زانکہ از عزت بخواری آمدن	ہمچو قطع عضو باشد از بدن
کیونکہ عزت سے ذلت میں آ جانا	جسم سے عضو کٹ جانے کی طرح ہے
عضو گردد مردہ کز تن وا برید	نو بزیدہ جنبد امانے مدید
جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مردہ ہو جاتا ہے	نیا کٹا ہوا تڑپتا ہے لیکن زیادہ دیر نہیں
ہر کہ از جام الست او خورد پار	ہستش امسال آفت رنج و خمار
جس نے گذشتہ سال جام الست سے پیا ہو	اس کو اس سال رنج اور اعضاء شکنی کی مصیبت ہو گی
وانکہ چوں سگ زاصل گہدانی بود	کے مر او را حرص سلطان بود
وہ جو کتے کی طرح اصل سنڈاس کا ہو	اس کو بادشاہت کا لالچ کب ہوتا ہے؟
توبہ او جوید کہ کردہ ست او گناہ	آہ او گوید کہ گم کردہ است راہ
توبہ وہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو	آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ گم کر دیا ہو

شرح حبیبی

اچھا اب بیان بالا کی مزید تائید سنو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ارحموا من کان غنیا فافتقر والذی کان عزیزا فاحتقر وصفیا عالماً بین المضر (یہ مضمون ہے حدیث کا) جس کے معنی یہ ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو اگر تم پتھر اور پہاڑ کے بنے ہوئے ہی ہوتو بھی ان تین شخصوں پر رحم کرو اول وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہوا ہو۔ دوسرے وہ جو دولت مندی کے بعد مفلس ہو گیا ہو۔ تیسرے وہ عالم برگزیدہ جو احمقوں میں پھنس گیا ہو۔ سو آپ نے اس شخص پر رحم کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جو عزت کے بعد ذلیل ہوا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عزت کے بعد ذلت ایسی ہے جیسے کسی عضو کا بدن سے جدا ہو جانا کیونکہ جو عضو تن سے جدا ہو جاتا ہے وہ ہی عزت کے بعد ذلیل ہوتا ہے کہ مردار ہوتا ہے پس جس طرح وہ عضو جو اپنے تن سے جدا ہوتا ہے اس سے جدا ہو کر تڑپتا ہے مگر جب دیر ہو جاتی ہے تو ٹھنڈا ہو جاتا ہے یوں ہی جو شخص عزت کے بعد ذلیل ہوا ہے وہ بھی مضطرب ہوتا ہے مگر ایک عرصہ کے بعد وہ ذلت سے خوگر ہو جاتا ہے اور لطف عزت کو بھول جاتا ہے اور اسے سکون ہو جاتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص شراب عشق الٰہی پیتا ہے اور پھر ایک وقت میں وہ شراب اسے نہیں ملتی وہ ہی بے قرار ہوتا ہے۔ برخلاف اس محجوب کے جو ابتداء ہی ناسوتی اغذیہ کھاتا ہو وہ کیا بادشاہی معنوی اور قرب حق سبحانہ کی آرزو کرے گا اور اس کے نہ ہونے سے اسے کیا تکلیف ہوگی۔ نیز تو بہ وہی کرے گا جس نے گناہ کیا ہو اور گناہ کے سبب وہ ذوق طاعت سے محروم ہو گیا ہو اور جو ذوق طاعت کو چاہتا ہی نہیں وہ کیا توبہ کرے گا۔ علی ہذا۔ آہ وہی کرے گا جس نے راستہ گم کیا ہو۔ اور جو سرے سے بے راہ ہے اور بے راہی کو راہ جانتا ہے وہ کیا آہ کریگا۔ الغرض عمدہ حالت کی وہی قدر کر سکتا ہے جو اس سے آشنا رہا ہو اور جو اس حالت سے آشنا ہی نہ ہو وہ اس کی قدر نہیں کر سکتا۔

قصۂ محبوس شدن آں آہو بچہ در آخر خراں وطعنۂ آں خراں براں غریب گاہ بجنگ گاہ بہ تسخر و مبتلا شدن او بکاہ خشک کہ غذائے او نیست وایں صفت بندۂ خاص خدای ست عزوجل میان اہل دنیا و اہل شہوت کہ الاسلام بدأ غريباً و سيعود غريباً كما بدأ فطوبىٰ للغرباء صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم

ہرن کے بچہ کا گدھوں کے اصطبل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اس پردیسی پر ان گدھوں کا طعنہ زنی کبھی لڑائی سے کبھی مذاق سے اور اس کا خشک گھاس میں مبتلا ہونا کیونکہ وہ اس کی غذا نہیں ہے اور یہی حالت خدائے عزوجل کے خاص بندے کی دنیاداروں اور شہوت پرستوں میں ہے کیونکہ اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور عنقریب اجنبی بن جائے گا جیسا کہ شروع ہوا تو اجنبیوں کے لئے خوشخبری ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے

آہوئے را کرد صیادے شکار	اندر آخر کردش آں بے زینہار
ایک ہرن کا ایک شکاری نے شکار کر لیا	اس بے امان کو اصطبل میں کر دیا

آخرے را پر زگاوان و خراں	جنس آہو کرد چوں استمگراں
اس اصطبل کو جو بیلوں اور گدھوں سے بھرا ہوا تھا	ظالموں کی طرح ہرن کا قید خانہ بنا دیا
آہو از وحشت بہر سو میگریخت	او بہ پیش آں خراں شب کاہ ریخت
ہرن وحشت سے ہر جانب کو بھاگتا تھا	اس (شکاری) نے رات کو گدھوں کے سامنے گھاس ڈال دی
از مجاعت و اشتہا ہر گاؤ و خر	کاہ را میخورد خوشتر از شکر
بھوک اور خواہش سے ہر بیل اور گدھا	گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھاتا تھا
گاہ آہو می دمید از سو بسو	گہ زدود و گرد کہ بیتافت رو
ہرن کبھی ادھر ادھر دوڑتا تھا	کبھی دھویں اور گھاس کی گرد سے منہ موڑتا تھا
ہرکرا با ضد خود بگذاشتند	آں عقوبت را چو مرگ انگاشتند
جس کو اس کی ضد کے ساتھ چھوڑ دیا ہے	اس سزا کو اس نے موت خیال کیا ہے
تا سلیماںؑ گفت کاں ہدہد اگر	ہجر را عذرے نگوید معتبر
یہاں تک کہ (حضرت) سلیمانؑ نے کہا کہ اگر وہ ہد ہد	جدائی کا معتبر عذر نہ بیان کرے
بکشمش یا خود دہم او را عذاب	یک عذاب سخت بیروں از حساب
میں اس کو مار ڈالوں گا یا خود اس کو سزا دوں گا	ایک سخت سزا جو ان گنت ہے
ہاں کدام ست آں عذاب اے معتمد	در قفس بودن بغیر جنس خود
اے معتمد! ہاں وہ سزا کون سی ہے؟	پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ ہونا
زیں بدن اندر عذابی اے پسر	مرغ روحت بستہ با جنس دگر
اے بیٹا! اس جسم سے تو بھی عذاب میں ہے	تیری روح کا پرند دوسری جنس سے وابستہ ہے
روح بازست و طبائع زاغہا	دارد از زاغان تن بس داغہا
روح باز ہے اور مزاج کوے ہیں	وہ جسم کے کوؤں کی وجہ سے بہت زخمی ہے
او بماندہ درمیان شاں زار زار	ہمچو بو بکرے بشہر سبزوار
وہ ان کے درمیان تباہ حال ہے	جس طرح کوئی ابوبکر سبزوار شہر میں

شرح حبیبی

اس قصہ میں چند احتمال ہیں اول یہ کہ اس سے مقصود اہل دنیا کی حالت کے مقابلہ میں جو کہ اب تک بیان

کی گئی تھی اہل اللہ کی حالت دکھلانا ہو اور ظاہر کرنا ہو کہ اہل دنیا تو دنیا پر عاشق ہیں مگر اہل اللہ اس سے متوحش ہیں۔ اور دوم یہ کہ یہ تمثیل ہو اس عالم کی جو نااہلوں میں پھنس گیا ہے۔

جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب حل سنو۔ ایک ہرن کو کسی شکاری نے گرفتار کیا اور اس بے امان نے اس کو آخور میں باندھ دیا۔ وہ آخور جو بیلوں اور گدھوں سے پر تھی اس کو ظالمانہ طور پر اس ہرن کا جیل خانہ بنا دیا جب ہرن وہاں بندھا تو گھبرا کر ہر طرف بھاگنے لگا۔ شکاری نے گدھوں وغیرہ کے سامنے رات کو گھاس ڈالا تو مارے بھوک کے تمام گدھے اور بیل اس کو مزہ لے کر کھانے لگے۔ مگر ہرن کی یہ حالت تھی کہ وہ ادھر ادھر بھاگتا تھا اور گھاس کے گرد اور اس کی بو سے ادھر ادھر نہ مڑتا تھا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جس کو ناجنسوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اس کو موت کی مانند سخت سزا دینی مقصود ہوتی ہے کیونکہ اس سزا کو موت کی مانند سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر ہدہد نے اپنی غیبت کا معقول عذر نہ بیان کیا تو یا میں اسے مار ڈالوں گا یا ایسی سخت سزا دوں گا جو بیان سے باہر ہے۔ وہ سزا کون سی ہے؟ پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ محبوس ہونا۔ تو سلیمان علیہ السلام کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اسے غیر جنس کے ساتھ مقید کر دوں گا۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ غیر جنس کے ساتھ محبوس ہونا موت کی مانند سخت ہے تو تم عبرت پکڑو اور سمجھو کہ تم اس بدن کی بدولت سخت ترین عذاب میں ہو کیونکہ تمہاری روح غیر جنس کے ساتھ محبوس ہے اس لئے کہ روح تو باز اور مقرب بادشاہ حقیقی ہے اور نفوس کوے (پابند اہل) اور وہ ان کووں کی صحبت سے بہت کوفت اٹھا رہی ہے اور ان کے درمیان یوں زار و نزار ہے جیسے شہر سبزوار میں ابوبکر قصہ اس کا حسب ذیل ہے۔

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہر سبزوار را کہ ہمہ اہل او رافضی باشند بجنگ بگرفت ایشاں از کشتن امان خواستند گفت آنگہ اماں ؛ ہم کہ پیش من ازیں شہر یک ابوبکر نامی بیاورید

سلطان محمد خوارزم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے رافضی تھے جنگ کر کے لے لیا' ان لوگوں نے قتل سے امان چاہی اس نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک ابوبکر نامی شخص لے آؤ

شد محمد الپ انغ خوارزم شاہ	در قتال سبزوار پر تباہ
بہادر محمد خوارزم شاہ لگا	تباہی بھرے سبزوار (شہر) کے قتال میں
تنگ شاں آورد لشکر ہائے او	اسپہش افتاد در قتل عدو
اس کے لشکروں نے ان کا محاصرہ کر لیا	اس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے

سجدہ آوردند پیشش کالاماں	حلقہ ماں درگوش کن وانجبش جاں
انہوں نے اس کے سامنے سجدہ کیا کہ امن دے	ہمیں حلقہ بگوش بنا لے جان بخش دے
ہر خراج و ہر صلہ کہ بایدت	آں زما ہر موسمے افزایدت
جو خراج اور جو بدلہ تجھے چاہئے	وہ ہر موسم میں ہماری جانب سے تیرے لئے بڑھ کر ہوگا
جان ما آن تواست اے شیر خو	پیش ما چند ے امانت باش گو
اے شیر دل! ہماری جاں تیری ملکیت ہے	کہہ دے ہمارے پاس کچھ دن امانت میں رہے
گفت نرہانید از من جان خویش	تا نیاریدم ابوبکرے بہ پیش
اس نے کہا تم اپنی جان مجھ سے نہیں چھڑا سکتے ہو	جب تک کہ ایک ابوبکر میرے سامنے حاضر نہ کر دو
تا مرا بوبکر نام از شہر تاں	ہدیہ ناریدا اے رمیدہ امتاں
جب تک کہ ابوبکر نام کا اپنے شہر سے میرے پاس	ہدیہ نہ لاؤ گے اے بگڑی ہوئی قوم!
بدردم تاں ہمچو کشت اے قوم دوں	نے خراج استانم و نے ہم فسوں
اے کمینہ قوم میں کھیتی کی طرح تمہیں کاٹوں گا	نہ خراج لوں گا اور نہ ہی چکنی چپڑی باتیں (سنوں گا)
پس جوال زر کشیدندش براہ	کز چنیں شہرے ابوبکرے مخواہ
تو انہوں نے اشرفیوں کا بورا اس کے سامنے لا ڈالا	کہ ایسے شہر سے ابوبکر نہ مانگ
کے بود بو بکر اندر سبزوار	یا کلوخ خشک اندر جوئبار
ابوبکرؓ سبزوار میں کہاں ہو سکتا ہے؟	یا خشک ڈھیلا نہر میں
رو بتابید از زر و گفت اے مغاں	تا نیاریدم ابو بکر ارمغاں
اشرفیوں سے منہ پھیر لیا اور کہا اے کافرو!	جب تک کہ تم ابوبکر کا تحفہ میرے پاس نہ لاؤ گے
ہیچ سودے نیست کودک نیستم	تا بزر و سیم حیراں بیستم
کوئی فائدہ نہیں ہے، میں بچہ نہیں ہوں	کہ سونے اور چاندی سے حیران رہ جاؤں
تا نیاری سجدہ نہ رہی اے زبوں	گر بہ پیمائی تو مسجد را بکوں
اے حقیر! جب تک تو سجدہ نہ کرے گا (فرض سے) نہ چھٹے گا	خواہ تو مقعد سے (ساری) مسجد کو ناپ ڈالے
منہیاں انگیختند از چپ و راست	کاندریں ویرانہ بوبکرے کجاست
انہوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس دوڑائے	کہ اس ویرانہ میں کوئی ابوبکر کہاں ہے؟

بعد سہ روز و سہ شب کاشتافتند	یک ابوبکرے نزارے یافتند
تین دن اور تین رات کے بعد جبکہ وہ دوڑے پھرے	انہوں نے ایک لاغر ابوبکر پا لیا۔
رہگذر بود و بماندہ از مرض	در یکے گوشہ خرابے پر حرض
مسافر تھا اور مرض کی وجہ سے پڑا رہ گیا تھا	مریض ہو کر' و بازدہ ویرانے' کے ایک گوشہ میں
گوہرے اندر خرابہ بے عرض	خون دل بر رخ فشاندہ از مرض
ویرانہ میں موتی' بے سروسامان	مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چھڑکے ہوئے
خفتہ بود او در یکے کنجے خراب	چوں بدیدندش بگفتندش شتاب
وہ ایک اجڑے ہوئے گوشہ میں سو رہا تھا	جب انہوں نے اس کو دیکھا' فوراً اس سے کہا
خیز کہ سلطاں ترا طالب شدہ است	کز تو خواہد شہر ما از قتل رست
اٹھ' کہ بادشاہ تیرا طالب ہوا ہے	کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہر قتل سے بچ جائے گا
گفت اگر پایم بدے یا مقدمے	خود براہے خود بمقصد رفتمے
اس نے کہا اگر میرے پاؤں' یا چلنا ہوتا	اپنے راستہ پر' اپنی منزل کو چل دیتا
اندریں دشمن کدہ کے ماندمے	سوئے شہر دوستاں میراندمے
میں اس دشمنستان میں کب ٹھہرتا؟	دوستوں کے شہر کی جانب سواری ہانک دیتا
تختۂ مردہ کشاں بفراشتند	بر کتف بوبکر را برداشتند
انہوں نے ایک تابوت اٹھایا	کاندھے پر ابوبکر کو سوار کر لیا
جانب خوارزم شہ جملہ دواں	می کشیدندش کہ تا بیند نشاں
سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے	وہ اس کو لے جا رہے تھے تاکہ وہ نشانی دیکھ لے
سبزوارست ایں جہان و مرد حق	اندریں جا ضائع ست و ممتحق
یہ دنیا سبزوار ہے اور مرد خدا	اس میں رائیگاں اور نیست ہے
ہست آں خوارزم شہ یزداں جلیل	دل ہمی خواہد ازیں قوم ذلیل
وہ خدائے بزرگ (بمنزلہ) خوارزم شاہ کے ہے	اس ذلیل قوم سے دل کا طالب ہے
گفت لاینظر الیٰ تصویر کم	فابتغوا ذا القلب فی تدبیر کم
(رسولؐ نے) فرمایا ہے وہ (خدا) تمہاری صورت کونہیں دیکھتا ہے	پس اپنی تدبیر میں صاحب دل کو تلاش کرو

من ز صاحبدل کنم در تو نظر	نے بنقش و سجدہ و ایثار زر
میں صاحب دل کے ذریعہ تجھ میں نظر کرتا ہوں	نہ کہ صورت اور سجدہ اور عطائے زر کے ذریعہ
تو دل خود را چو دل پنداشتی	جستجوئے اہل دل بگذاشتی
چونکہ تونے اپنے دل کو دل سمجھ لیا ہے	(اس لئے) تونے صاحب دل کی جستجو ترک کر دی ہے
دل کہ گر ہمفصد چوایں ہفت آسماں	اندر او آید شود یا وہ و نہاں
(وہ) دل کہ اگر سات آسمان جیسے سات سو	اس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہو جائیں
ایں چنیں دل ریزہا را دل مگو	سبزوار اندر ابو بکرے مجو
دل کے اس طرح کے ریزوں کو دل نہ کہہ	سبزوار کے اندر ابوبکر کو تلاش نہ کر
صاحب دل آئنہ شش روبود	حق درواز ششجہت ناظر شود
صاحب دل چھ رخا آئینہ ہوتا ہے	اللہ (تعالیٰ) چھ جانب سے اس میں دیکھتا ہے
ہر کہ اندر شش جہت دارد مقر	کے کند در غیر حق یک دم نظر
جو شش جہت میں ٹھکانا رکھتا ہو	وہ تھوڑی دیر کے لئے (بھی) ماسوئی اللہ کو کب دیکھتا ہے؟
گر کند او از برائے او کند	در قبول آرد ہمو باشد سند
اگر وہ (صاحب دل) نظر کرتا ہے اس (اللہ) کے لئے کرتا ہے	اگر قبول کرتا ہے تو وہی سہارا ہوتا ہے
چونکہ او حق را بود در کل حال	برگزیدہ باشد او را ذوالجلال
کیونکہ وہ ہر حالت میں اللہ (تعالیٰ) کے لئے ہوتا ہے	اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے
ہیچ بے او حق بکس ندہد نوال	شمۂ گفتم من از صاحب وصال
اللہ (تعالیٰ) اس کے بغیر کبھی کسی کو عطا نہیں کرتا ہے	میں نے واصل بحق کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیا
موہبت را برکف دستش نہد	وز کفش آں را بمر حوماں دہد
وہ (اللہ تعالیٰ) عطیہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دیتا ہے	اس کی ہتھیلی کے ذریعہ اس کو قابل رحم لوگوں کو دیتا ہے
با کفش دریائے کل را اتصال	ہست بے چون و چگونہ پر کمال
اس کی ہتھیلی کا دریائے کل سے اتصال ہے	وہ ناقابل بیان کمالات سے پر ہے
اتصالے کہ نہ گنجد در کلام	گفتنش تکلیف باشد والسلام
وہ اتصال جو بیان نہیں ہو سکتا ہے	اس کا بیان کرنا تکلف ہے، والسلام

صد جوال زر بیاری اے غنی	حق بگوید دل بیار اے منحنی
اے مالدار! اگر تو سونے کے سو بورے لائے گا	اللہ (تعالیٰ) فرما دے گا اے کبڑے! دل لا
گرز تو راضی ست دل من راضیم	ور ز تو معرض بود اعراضیم
اگر وہ دل تجھ سے راضی ہے میں بھی راضی ہوں	اگر وہ تجھ سے منہ پھیرنے والا ہے میں بھی منہ پھیرنے والا ہوں
ننگرم در تو دراں دل بنگرم	تحفہ او را آر اے جاں بردرم
میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اس کو دیکھتا ہوں	اے جان! میرے در پر اس کا تحفہ لا
با تو او چونست ہستم من چناں	زیر پائے مادراں باشد جناں
تیرے ساتھ وہ جیسا ہے میں ویسا ہی ہوں	جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے
مادر و بابا واصل خلق او ست	اے خنک آنکس کہ دل داند ز پوست
مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے	وہ قابل مبارکباد ہے جس نے دل اور چھلکے میں امتیاز کر لیا
تو بگوئی نک دل آوردم بتو	گویدت ایں دل نیرزد یک طسو
تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لایا ہوں	وہ تجھ سے کہہ دے گا کہ یہ دل ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے
آں دلے آور کہ قطب عالم ست	جان جان جان جان آدمؑ ست
وہ دل لا جو عالم کا قطب ہے	(وہ دل) آدم کی جان کی جان کا محبوب ہے
از برائے آں دل پر نور و بر	ہست آں سلطان دلہا منتظر
اس نیکی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا	دلوں کا بادشاہ منتظر ہے
تو بگردی روز ہا در سبزوار	آنچناں دل را نیابی ز اعتبار
تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھومے گا	از روئے اعتبار تو ایسے دل کو نہ پائے گا
پس دل پژمردۂ بوسیدہ جاں	بر سر تختہ نہی آنسو کشاں
تو ایک مرجھایا ہوا اور بوسیدہ روح والا دل	تابوت میں رکھ کرُ وہاں لے جا
کہ دل آوردم ترا اے شہر یار	بہ ازیں دل نبود اندر سبزوار
کہ اے شاہ! میں تیرے لئے دل لایا ہوں	سبزوار میں اس سے بہتر دل نہیں ہے
گویدت ایں گورخانہ است اے جری	کہ دل مردہ بدیں جا آوری
وہ تجھ سے کہہ دے گا اے بیباک! یہ قبرستان ہے	کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے

رو بیاور آں دلے کو شاہ خوست	کہ امان سبزوار کون ازوست
جا' وہ دل لا' جو شاہانہ مزاج رکھے	کیونکہ دنیا کے سبزوار کو اسی کی وجہ سے امن (حاصل) ہے
گوئی آں دل زیں جہاں پنہاں بود	زانکہ ظلمت با ضیاء ضداں بود
تو کہے گا کہ وہ دل اس دنیا میں مفقود ہے	کیونکہ تاریکی اور نور دو ضد ہیں
دشمنی آں دل از روز الست	سبز وار طبع را میراثی است
ازل سے اس دل کے ساتھ دشمنی	(دنیاوی) طبیعت کی موروثی ہے
زانکہ او باز ست دنیا شہر زاغ	دیدن ناجنس برنا جنس داغ
کیونکہ وہ باز ہے' دنیا کوؤں کا شہر ہے	غیر جنس کو غیر جنس کا دیکھنا داغ ہے
ورکند نرمی نفاقے می کند	زاستمالت ارتفاقے می کند
اگر وہ نرمی کرتا ہے' تو نفاق برت رہا ہے	مائل کر کے' فائدہ حاصل کر رہا ہے
می کند آرے نہ از بہر نیاز	تا کہ ناصح کم کند نصح دراز
ہاں ہاں کہتا ہے نہ کہ نیاز مندی سے	(بلکہ) اس لئے کہ ناصح دراز نصیحت نہ کرے
زانکہ ایں زاغ خس مردار جو	صد ہزاراں مکر دارد تو بتو
کیونکہ یہ کمینہ کوا' مردار کا جویاں	تہ بہ تہ لاکھوں مکر رکھتا ہے
گر پذیرند آں نفاقش وارہید	شد نفاقش عین صدق مستفید
اگر وہ اس کے نفاق کو قبول کرلیں تو اس نے نجات حاصل کرلی	اس کا فائدہ مند نفاق عین سچائی بن گیا
زانکہ آں صاحبدل با کروفر	ہست در بازار ما معیوب خر
کیونکہ وہ شان و شوکت والا صاحب دل	ہمارے بازار میں عیب دار کو (بھی) خرید لینے والا ہے
صاحب دلجو اگر بیجاں نۂ	جنس دل شو گر ضد سلطاں نۂ
صاحب دل کی تلاش کر اگر تو مردہ نہیں ہے	دل کا (ہم) جنس بن جا اگر تو شاہ کا مخالف نہیں ہے
آنکہ زرق او خوش آید مر ترا	او ولی تست نہ خاصہ خدا
جس کا مکر تجھے اچھا لگتا ہے	وہ تیرا ولی ہے' نہ کہ مرد خدا
ہر کہ او برخوی و بر طبع تو زیست	پیش طبع تو ولی ست و نبی ست
ہر وہ جو تیری عادت اور مزاج کے مطابق زندگی گزارتا ہے	تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے

رو ہوا بگذار تا بوی خدا	در مشامت میرسد اے کدخدا
جا نفسانیت کو چھوڑ تاکہ خدائی خوشبو	تیری ناک میں پہنچے اے صاحب خانہ!
رو ہوا رانی دماغت فاسدست	مشک وعنبر پیش مغزت کاسدست
جا نفسانیت کو چھوڑ تاکہ تیری بھلائی ہو	اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھنے والا بن جائے
از ہوا رانی دماغت فاسدست	مشک وعنبر پیش مغزت کاسدست
نفسانیت سے تیرا دماغ خراب ہے	تیرے دماغ کے لئے مشک اور عنبر بے قدر ہے
عاشقی تو برنجاست ہمچو زاغ	بوئے مشکت می نگیرد در دماغ
تو کوے کی طرح نجاست پر عاشق ہے	تیرے دماغ میں مشک کی خوشبو نہیں آتی ہے
حدنداردایں سخن و آہوی ما	میگریزد اندر آخر جا بجا
اس بات کی حد نہیں ہے اور ہمارا ہرن	اصطبل میں جا بجا بھاگ رہا ہے

شرح حبیبی

محمد الپ الغ خوارزم شاہ نے سبزوار پر فوج کشی کی (سبزوار رفضیوں کا شہر تھا) اس کی فوجوں نے باشندگان سبزوار کو تنگ کر دیا اور ان کو خوب قتل کیا۔ بالآخر انہوں نے اطاعت قبول کی اور امان مانگی اور کہا کہ آپ ہماری جان بخشی کیجئے اور ہمیں رعایا بنا لیجئے جس قدر خراج وغیرہ آپ کو درکار ہو۔ ہم دینے کو تیار ہیں اور ہر فصل میں اس سے کچھ زیادہ ہی دیں گے۔ کم نہ کریں گے ہماری جانیں تو آپ ہی کی ہیں گو ہمارے پاس کچھ دنوں کے لئے امانت ہیں۔ خوارزم شاہ نے جواب دیا کہ تم مجھ سے اس وقت اپنی جانیں نہیں بچا سکتے۔ تاوقتیکہ تم ابوبکر کو میرے سامنے نہ لاؤ۔ اور جب تک تم مجھے ابوبکر نامی شخص اپنے شہر سے ہدیۃً نہ دو گے اس وقت تک میں تمہیں کھیتی کی طرح کاٹوں گا۔ نہ تم سے خراج لوں گا اور نہ تمہاری خوشامد سنوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک جوال زر پیش کی اور کہا کہ یہ لے لیجئے۔ اور رافضیوں کے شہر سے ابوبکر نامی شخص نہ مانگئے بھلا سبزوار میں ابوبکر یا ندی میں خشک ڈھیلا کہیں مل سکتے ہیں اس نے سونے کو نامنظور کیا اور کہا کہ مجوسیو جب تک تم ہمیں ابوبکر تحفہ میں نہ دو گے اس وقت ہمیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ میں بچہ نہیں کہ سونے چاندی کو دیکھ کر دنگ ہو جاؤں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ یوں ہی اگر تو مسجد کو سرین سے ناپ دے گا تب بھی رہائی ناممکن ہے۔ تاوقتیکہ تو پورے طور پر منقاد نہ ہو جائے۔ پس تو انقیاد کامل حاصل کر۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ انہوں نے مجبور ہو کر ہر طرف ہرکارے دوڑائے کہ تلاش کرو کہیں ابوبکر نام کوئی شخص ہے یا نہیں۔ آخر تین رات اور تین دن کی کوشش کے بعد ان کو ایک دبلا پتلا ابوبکر مل گیا وہ بے چارہ مسافر اور بیمار تھا اور بیماری کے سبب ایک ویرانہ کے گوشہ میں پڑا تھا۔ اس ویرانہ میں وہ ایک موتی مگر بے سروسامان تھا اور بیماری کے سبب خون دل چہرہ پر بہہ رہا تھا۔ اور ایک گوشہ میں سو رہا تھا۔ انہوں نے پہنچ کر اس

سے کہا کہ جلد چلو تم کو بادشاہ سلامت بلاتے ہیں۔ تم سے ہمارے شہر کو امان مل جاوے گی اور وہ قتل سے بچ جائے گا۔ اس نے کہا کہ اگر میرے پاؤں ہوتے یا میں چل سکتا تو اپنی راہ پر اپنے مقصد ہی کی طرف نہ چلتا۔ اس دشمن کدہ و دفن گڑھ میں کیوں پڑتا۔ میں اپنے دوستوں کے شہر میں نہ جاتا۔ یہ جواب سن کر وہ گئے اور مردے ڈھونے کا تختہ لائے اور اس کو کندھوں پر رکھ کر چلے۔ وہ اسے خوارزم شاہ کی طرف لئے جا رہے تھے۔ تا کہ وہ دیکھ لے کہ میاں ابوبکر ہے یہ تو وہ قصہ تھا جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا۔ اب اس کے مناسب مضمون ارشادی سنو۔ سمجھو کہ جہاں سبزوار اور اہل اللہ اس میں بے قدر اور تباہ اور خوارزم شاہ حق سبحانہ ہیں وہ لوگوں سے دل مانگتے ہیں چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے بلکہ دل کو دیکھتے ہیں۔ پس تم کوشش کر کے دل حاصل کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ صاحب دل کو تلاش کرو۔ کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ میں اصالۃً صاحب دل پر نظر عنایت کرتا ہوں اور اس کے توسط سے تم پر۔ میں تمہاری صورت اور تمہارے اعمال اور زر بخشی کو نہیں دیکھتا۔ لہذا بدوں قلب خاشع حاصل کئے یہ اعمال کارآمد نہیں۔

فائدہ:۔ اس سے کسی کو عصاۃ مومنین کے اعمال بے سود ہونے کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ قلب خاشع کے درجات متفاوت ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی مرتبہ ہر مسلمان کو حاصل ہے پس علی تفاوت مراتب خشوع ان کے اعمال کی مقبولیت ہوں گے)

اب مولانا اس کوتاہی کا منشا بیان فرماتے ہیں۔ جو لوگوں کو طلب اہل دل میں پیش آتی ہے اور فرماتے ہیں کہ تم جو اہل دل کو طلب نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اپنے دل کو دل سمجھے ہوئے ہو اور جانتے ہو کہ دل ہمارے پاس ہے لہذا اس کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں صاحب دل کی تلاش کی ضرورت نہیں لیکن یہ تمہاری غلطی ہے کیونکہ دل وہ ہے کہ اگر سات سوآسمان ہی اس میں آ جائیں تو اس میں گم ہو جائیں اور ان کا پتہ ہی نہ چلے۔ تم ان دل کے ٹکڑوں کو دل نہ کہو اور اس سبزوار (قلوب اہل دنیا) میں ابوبکر (دل) کو تلاش نہ کرو وہ ان میں نہ ملے گا۔

صاحب دل کی تو یہ شان ہے کہ وہ آئینہ شش ہوتا ہے جس میں حق تعالیٰ شش جہت سے ناظر ہوتا ہے (یعنی وہ سراسر مورد عنایات حق سبحانہ ہوتا ہے) اور جو کچھ بھی جہات ستہ عالم میں محصور ہے کسی پر بھی بدوں اس کے واسطہ کے نظر نہیں کرتا۔ بلکہ جس کو وہ رد کرتا ہے اس کو اس کی خاطر رد کرتا ہے اور جس کو قبول کرتا ہے اسی کی خاطر قبول کرتا ہے اور اس قبول کا مدار وہی ہوتا ہے اور چونکہ صاحب دل ہر حالت میں خدا کا ہوتا ہے اس لئے وہ اسے یہ شرف توسط فی الفیض عطا فرماتا ہے اور بدوں اس کے توسط کے کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ یہ تو میں نے اس صاحب وصال کی حالت تقرب کا ذرا سا بیان کیا ہے ورنہ اس کا تقرب تو اس سے کہیں بالاتر ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

اب مضمون سابق سنو اس کی یہ شان ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ واسطہ فی الفیض ہوتا ہے اس لئے گویا کہ حق سبحانہ اولاً عطیہ کو اس کے ہاتھ میں دیتے ہیں اور اس کے بعد ان کے واسطہ سے اوروں کو دیتے ہیں اور اس کے ہاتھ سے حق سبحانہ کو اتصال کامل ہوتا ہے۔ مگر بے کیف اور بے کیف ہے۔ اس لئے کہا کہ جو اتصال احاطہ عقل سے باہر ہو اس کا بیان تکلیف مالایطاق اور ناممکن ہے۔

فائدہ:۔ اہل اللہ کے واسطہ فی الفیض ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ خود متصرف فی العالم ہیں اور سب کچھ وہی دیتے ہیں جیسا کہ اس زمانہ کے مبتدعین کا خیال ہے۔

بلکہ یہ توسط ایسا ہے جیسا کہ آدمی باغ لگاتا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے کانٹے لگاتا ہے اور ان کانٹوں کی یوں ہی تربیت کرتا ہے جیسے درختوں کی پس جس طرح مالک باغ باغ کی خاطر کانٹوں کی تربیت کرتا ہے یوں ہی حق سبحانہ اہل اللہ کی خاطر عالم کی تربیت کرتے ہیں۔ اور جس طرح اس تربیت میں باغ واسطہ ہیں یوں ہی تربیت عالم میں اہل اللہ واسطہ ہیں۔ **فافهم ولا تزل.**

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب مضمون سابق سنو اور جانو کہ حق سبحانہ تم سے دل مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل لاؤ ایسی حالت میں اگر تم سو جوال زر پیش کرو گے تو وہ یہی کہیں گے کہ ہم یہ نہیں چاہتے دل لاؤ اگر وہ تم سے راضی ہوگا تو میں بھی راضی ہوں گا اور اگر وہ تم سے ناخوش ہوگا تو میں بھی ناخوش ہوں۔ ہم تم کو نہیں دیکھتے بلکہ دل کو دیکھتے ہیں لہذا دل کو پیش کرو جو اس کا معاملہ تمہارے ساتھ ہوگا وہی ہمارا معاملہ ہوگا کیونکہ ماؤں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور تمہاری ماں اور تمہارا باپ یعنی تمہارے اصل دل ہے لہذا ہماری جنت رضا کا ملنا موقوف ہے اس کی رضا پر۔

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ ارے مزہ میں ہے وہ شخص جو دل کو غیر دل سے تمیز کرے اور دل کی قدر کرے اور اسے خوش کرے۔ اور ایسا نہ کرے جب کہ لوگ غیر دل کو دل سمجھ جاتے ہیں اس سے فارغ ہو کر۔

مولانا پھر مضمون سابق بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کہ تم سے دل کا مطالبہ ہوتا ہے تو تم بزبان حال جواب دیتے ہو کہ یہ دل حاضر ہے اور اپنے دل کو پیش کرتے ہو۔ اس پر حکم ہوتا ہے کہ یہ دل تو کوڑے کام کا بھی نہیں وہ دل لاؤ جو مدار عالم ہے اور انسان کا جز و اعلیٰ واشرف ہے۔ (ہذا معنی قولہ جان جان جان جان آدم است وفسر بعض المحشیین قولہ جان الاول بقولہ ذات حق وقولہ جان الثانی بقولہ الروح الکلی وقولہ جان الثالث بقولہ الروح الجزئی وقولہ جان الرابع بقولہ القوی الحیوانیہ فیکون معنی البیت ح ہات قلبا ہو القلب للعالم والالہ للقوی الحیوانیہ للروح الجزئی الذی ہو للروح الکلی للانسان وفسادہ اظہر من ان یخفی)

الغرض حق سبحانہ اس پرنور وخبر دل کے منتظر ہیں۔ جس کا اوپر ذکر کیا گیا اور تم روز وشب اپنے سبزوار وجود میں اس دل کو ڈھونڈتے ہو مگر وہ دل نہیں ملتا پس تم اپنا مردہ اور بوسیدہ جان دل نعش پر رکھ کر لاتے ہو اور کہتے ہو کہ لیجئے میں دل لے آیا۔ اس سے بہتر دل میرے سبزوار وجود میں نہیں مل سکتا۔ اس پر حکم ہوتا ہے کہ کیا یہ تکیہ ہے جو دل مردہ یہاں لاتے ہو۔ جاؤ وہ دل لاؤ جو طالب حق ہو اور جو مدار ہو۔ امان سبزوار عالم کا اس پر تم عاجز ہو کر بزبان حال جواب دیتے ہو کہ ایسا دل ہمارے عالم وجود میں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ ہمارا وجود مظلم ہے اور وہ دل روشن اور تاریک وروشن آپس میں متضاد ہیں۔ **والضدان لا یجتمعان**

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کا متضاد ہونا بالکل درست ہے کیونکہ سبزوار نفس معنی دنیا ہمیشہ سے دل کا دشمن ہے کیونکہ وہ باز ہے اور دنیا کو دن کا شہر اور قاعدہ ہے کہ ایک غیر جنس کو دوسری غیر جنس کا دیکھنا ناگوار ہوتا ہے۔ پس اہل نفس اور دنیادار دل کو کہیں پسند نہیں کر سکتے۔ اگر کہیں اہل دنیا اہل دل سے نرمی برتتے ہیں تو وہ نرمی منافقانہ ہوتی ہے۔ اور اس خوشامد سے وہ ایک خاص فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں یعنی چونکہ یہ مردار خوار اور ذلیل کوے اہل دنیا ہزاروں مکر اپنے اندر رکھتے ہیں اس لئے وہ نرمی اس لئے کرتے ہیں تاکہ ناصح نصیحت کم کرے۔ ورنہ وہ براہ نیاز ایسا نہیں کرتے۔ پس اگر یہ حضرات ان لوگوں کو باایں ہمہ نفاق قبول فرما لیتے ہیں تو وہ اس نفاق سے نجات پا جاتے ہیں اور طالب صادق ہو جاتے ہیں اور ان کا نفاق خلوص سے بدل جاتا ہے ورنہ

منافق کے منافق رہتے ہیں اور باایں ہمہ نفاق ان حضرات کا قبول فرمالینا کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ یہ حضرات بڑے کریم النفس ہیں اور اس بازار دنیا میں عیب دار چیزوں کو خرید لیتے ہیں۔ یعنی ناقص کو قبول فرمالیتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر تم مردہ نہیں ہو اور حس رکھتے ہو تو صاحب دل کو تلاش کرو اور اگر تم حق سبحانہ کے دشمن نہیں ہو تو ہم جنس دل ہو اور تضاد کو چھوڑ وہم تمہیں یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ جس کا مکر تمہیں پسند ہو یعنی جس کے افعال و اقوال تمہاری مرضی کے موافق ہوں وہ ولی اللہ نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے نزدیک ولی ہے کیونکہ تمہاری حالت یہ ہے کہ جو شخص تمہاری مرضی کے موافق کام کرے تمہارے نزدیک وہی ولی ہے اور وہی نبی۔ مگر واقع میں ایسا نہیں ہے۔ پس تم دھوکا نہ کھانا اور غیر ولی کو ولی نہ سمجھ لینا۔ اگر تمہیں حقیقی ولی کی ضرورت ہے تو اس کے پہچاننے کا طریق یہ ہے کہ خواہش نفسانی کو چھوڑو۔ تاکہ تمہارے دماغ میں بوئے خدا پہنچ سکے اور تم حقیقی اہل اللہ کو پہچان سکو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ ہوائے نفسانی کو چھوڑو تاکہ تمہیں اس بو کے سونگھنے کی عادت ہو اور وہ بوئے عنبریں تمہاری خوشبو ہو۔ جسے تم سونگھو خواہش نفسانی نے تمہارے دماغ کی تجویز کو خراب کر دیا ہے اس لئے تمہارے دماغ کے نزدیک مشک وعنبر (دینداری) خراب ہو گئے ہیں اور تم کوے کی طرح نجاست دنیا پر عاشق ہو اس لئے بوئے مشک دین تمہارے دماغ کو بھلی نہیں معلوم ہوتی۔

پس تم ترک ہوا سے اپنے دماغ کا مزاج درست کرو۔ تاکہ تم بوئے خدا کو علیٰ ماہی علیہ محسوس کر سکو۔ اور اہل اللہ اور غیر اہل اللہ میں تمیز کر سکو۔ یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی اور ہمارا آہو۔ جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں بے قرار ہے اور آخور میں ادھر ادھر گھبرایا پھرتا ہے۔ ہمیں اس کی خبر لینی چاہئے۔

بقیہ قصہ آہو در آخور خراں

گدھوں کے اصطبل میں ہرن کا بقیہ قصہ

روز با آں آہوی خوش ناف نر	در شکنجہ بود در اصطبل خر
وہ نر عمدہ نافہ والا ہرن بہت دن تک	گدھوں کے اصطبل میں قید میں تھا
مضطرب در نزع چوں ماہی بخشک	در یکے حقہ معذب پشک و مشک
جان کنی میں بے چین تھا جس طرح مچھلی خشکی پر	ایک ڈبیہ میں مینگنی اور مشک عذاب میں ہوتے ہیں
یک خرش گفتے کہ ہاں اے بوالوحوش	طبع شاہاں داری و میراں خموش
ایک گدھا اس سے کہتا ہاں وحشیوں کے ابا	تو شاہوں اور سرداروں کا مزاج رکھتا ہے (اور) خاموش ہے
آں دگر تسخر زدے کز جزر و مد	گوہر آورد ست کے ارزاں دہد
دوسرا مذاق اڑاتا کہ (دریا کے) اتار چڑھاؤ سے	موتی لے آیا ہے، سستا کب دے سکتا ہے؟
واں خرے گفتے کہ با آں نازکی	برسریر شاہ شو تو متکی
ایک گدھا کہتا کہ اس نزاکت کے ہوتے ہوئے	تو شاہی تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ

وان خرے شد تخمہ وز خوردن بماند	پس برسم دعوت آہو را بخواند
ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی اور نہ کھا سکا	تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بلایا
سر چنیں کرد او کہ نے' ردائے فلاں	اشتہایم نیست ہستم ناتواں
اس نے سر ہلایا کہ "نہیں" جا' اے فلاں!	مجھے بھوک نہیں ہے' میں کمزور ہو گیا ہوں
گفت میدانم کہ نازے می کنی	یا ز ناموس احترازے می کنی
اس نے کہا (ہاں) میں جانتا ہوں تو نخرے کر رہا ہے	یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے
گفت با او خور کہ ایں طعمہ تو ہست	کہ ازاں اجزائے تو زندہ نوست
اس نے اس سے کہا کہ تو کھا' یہ تیری خوراک ہے	کیونکہ اس سے تیرے اعضاء زندہ اور تازہ ہیں
مَن الیف مرغزارے بودہ ام	در ظلال و روضہا آسودہ ام
میں جنگل سے مانوس تھا	میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے
گر قضا افگند مارا در عذاب	کے رود آں خود طبع مستطاب
اگر تقدیر نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے	وہ عمدہ عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟
گر گدا گشتم گدا رو کے شوم	ور لباسم کہنہ گردد من نوم
اگر میں فقیر ہوگیا ہوں بے آبرو کب بن سکتا ہوں؟	اگر میرا لباس پرانا ہو جائے میں نیا ہوں
سنبل و لالہ و سپر غم نیز ہم	با ہزاراں ناز و نخوت خوردہ ام
سنبل اور لالہ اور نازبو بھی	میں نے ہزاروں ناز و نخوت سے کھائے ہیں
گفت آرے لاف میزن لاف لاف	در غریبی بس تواں گفتن گزاف
اس نے کہا ہاں گپیں مار' گپیں گپیں	پردیس میں بہت ہی بکواس کی جا سکتی ہے
گفت نافم خود گواہی میدہد	منتے برعود و عنبر مے نہد
اس نے کہا میرا نافہ خود گواہی دے رہا ہے	جو عود اور عنبر پر احسان جتاتا ہے
لیک آں را کہ شنود؟ صاحب مشام	بر خر سرگیں پرست آں شد حرام
لیکن اس کو کون سونگھتا ہے؟ صاحب دماغ	گوبر کے پجاری' گدھے کے لئے وہ حرام ہے
خر گمیز خر ببوید در طریق	مشک چوں غرضہ کنم با ایں فریق
گدھا' راستہ میں گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے	اس جماعت پر میں مشک کیسے پیش کر دوں؟

بہر ایں گفت آں نبی مستجیب	رمز الاسلام فی الدنیا غریب
اسی لئے اس حق کو قبول کرنے والے نبیؐ نے فرمایا ہے	اشارہ اسلام دنیا میں پردیسی ہے
زانکہ خویشانشس ہم از وے میرمند	گرچہ باذاتش ملائک ہمدم اند
کیونکہ اس کے اپنے بھی اس سے بھاگتے ہیں	اگرچہ ملائک اس کی ذات کے ساتھی ہیں
صورتش را جنس می بیند انام	لیک از وے می نیابند آں مشام
لوگ اس کی صورت کو (ہم) جنس سمجھتے ہیں	لیکن اس سے وہ خوشبو حاصل نہیں کرتے ہیں
ہمچو شیرے درمیان نقش گاؤ	دور می بینش ولے او را مکاؤ
شیر جیسا ہے بیل صورت لوگوں میں	اس کو دور سے دیکھ لے اس کی کھود کرید نہ کر
ور بکاوی ترک گاو تن بگو	کہ بدرد گاو را آں شیر خو
اگر تو کریدتا ہے تو جسم کے بیل سے ہاتھ دھو لے	کیونکہ وہ شیر طبیعت بیل کو پھاڑ ڈالے گا
طبع گاوی از سرت بیروں کند	خوی حیوانی زحیواں برکند
وہ تیرے سر میں سے بیل پن نکال دے گا	حیوان سے حیوانی خصلت دور کر دے گا
گاؤ باشی شیر گردی نزد او	گر تو با گاوے خوشی شیری مجو
تو بیل تھا اس کی صحبت میں شیر بن جائے گا	اگر تو بیل پن پر خوش ہے تو شیر پن نہ چاہ

تفسیر انی اریٰ سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف آں گاوان لاغر را خدا بصفت شیران گرسنہ آفریدہ بود تا آں ہفت گاو فربہ را باشتہا می خوردند اگرچہ آں خیالات صورت گاواں در آئینہ خواب بنمودند تو بمعنیٰ شیر بنگر

''بیشک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات لاغر کھا رہی ہیں'' کی تفسیر ان لاغر گایوں کو خدا نے بھوکے شیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا یہاں تک کہ انہوں نے سات موٹی گایوں کو بھوک سے کھالیا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات گایوں کی صورت میں نمودار ہوئے تو حقیقتاً شیر سمجھ

آں عزیزے مصر میدیدے بخواب	چونکہ چشم غیب راشد فتح باب
اس شاہ مصر نے خواب میں دیکھا	چونکہ غیب کی نظر کا دروازہ کھل گیا

ہفت گاو فربۂ بس پرورے	خورد شاں آں ہفت گاو لاغرے
سات موٹی بہت پروردہ گائیں	ان کو سات کمزور گایوں نے کھا لیا
دردروں شیراں بدند آں لاغراں	ورنہ گاواں رانبودے خوراں
وہ کمزور حقیقتاً شیر تھیں	ورنہ گایوں کو کھانے والی نہ ہوتیں
بس بشر آمد بصورت مرد کار	لیک دروے شیر پنہاں مرد خوار
بہت سے بشر ہیں جو کام کرنے والے انسان کی صورت میں ہیں	لیکن ان میں انسان کو فنا کرنے والا شیر پوشیدہ ہے
مرد را خوش و اخورد فردش کند	صاف گردد دردش ار دردش کند
انسان کو کھا جاتا ہے اس کو یکتا بنا دیتا ہے	اس کی تلچھٹ مصفّی ہو جاتی ہے خواہ اس کو تکلیف پہنچائے
زاں یکے درد اوز جملہ درد ہا	وارہد پا برنہد او برسما
اس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے	نجات پا جاتا ہے وہ آسمان پر قدم رکھ دیتا ہے
شاہ گردد واگزارد بندگی	یا بد او درمردگی دل زندگی
بادشاہ بن جاتا ہے غلامی چھوڑ دیتا ہے	وہ فنا میں دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے
گاو تن قربانی شیر خدا ست	گر ترا با او سر صدق و صفا ست
جسم کی گائے شیر خدا کی قربانی ہے	اگر تجھے اس سے صدق و خلوص ہے
ورکشی مہماں ہماں کون خری	گاوتن را خواجہ تاکے پروری
اگر تو مہمان کشی کرے تو تو گدھے کی مقعد ہے	اے خواجہ! تو جسم کی گائے کی کب تک پرورش کریگا؟
گاوتن مردار گردد عاقبت	پس پشیمانی بری اے بد نیت
انجام کار جسم کی گائے مردار ہو جائے گی	اے بدنیت! تو پھر شرمندہ ہو گا

شرح حبیبی

الغرض بہت دنوں تک وہ خوش ناف اور نر ہرن گدھوں کے طویلہ میں مبتلائے عذاب رہا وہ جان کنی کے عذاب میں گرفتار اور یوں بے قرار رہتا۔ جیسے خشکی میں مچھلی کیونکہ ناجنسوں کی صحبت تھی اور ایک ڈبہ میں مینگنی اور مشک کو بند کر کے تکلیف دی جارہی تھی۔ یہ تو تکلیف کی اجمالی وجہ تھی۔

اب تفصیلی وجہ سنو کوئی گدھا تو اسے کہتا تھا کہ آپ بادشاہوں اور امیروں کا سا مزاج رکھتے ہیں جو کہ کم بولتے ہیں اس لئے آپ بھی خاموش ہیں کوئی مذاق سے کہتا تھا کہ جناب آپ تو بحر زخار سے موتی نکال کر لائے ہیں یوں سستے کیوں دیدیں۔

کوئی کہتا تھا کہ جناب اس نزاکت کے ساتھ تو آپ کو تخت شاہی پر بیٹھنا زیبا ہے۔ ہمارا اصطبل آپ کے قابل کب ہے۔ کوئی گدھا جب خوب سیر ہو کر کھا لیتا اور کھانا چھوڑ دیتا۔ تو دعوت کے طور پر ہرن کو بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ آج آپ میرے مہمان ہیں۔ آپ میرے یہاں کھانا کھائیں اس کے جواب میں ہرن سر ہلا دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے بھوک نہیں ہے کیونکہ میری طبیعت مضمحل ہے اس پر وہ جواب دیتا تھا کہ جناب آپ یا تو نخرے کرتے ہیں یا آپ ہماری دعوت کے قبول کرنے کو موجب ننگ سمجھتے ہیں اس لئے احتراز کرتے ہیں اس پر وہ کہتا تھا کہ آپ ہی کھائیں یہ آپ ہی کی غذا ہے کہ آپ کے اجزاء بدن اس سے زندہ اور تازہ ہیں میں تو گلزار سے مانوس ہوں کیونکہ میں باغوں کے سایہ میں آرام کئے ہوئے ہوں۔ اگر بقضائے الٰہی میں اس مصیبت میں پھنس گیا ہوں تو میری پاکیزہ طبیعت سے وہ خصلت نہیں جا سکتی اور اگر میں فقیر ہو گیا ہوں تو گدا خصلت نہیں ہوا ہوں۔ اور اگر میرا لباس جسم پرانا اور خستہ ہو گیا ہے تو۔ میرا مزاج ہنوز ویسا ہی ہے۔ میں نے سنبل والا لہ اور سپر غم بہت ہی ناز و نخوت کے ساتھ کھائے ہیں۔ پس مجھے تمہارا چارہ کیا پسند آ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ملتا تھا کہ بجا ہے خوب شیخیاں مار لیجئے۔ مسافرت میں بہت ہی شیخیاں ماری جا سکتی ہیں۔ کیونکہ کوئی جاننے والا تو ہوتا نہیں جو قلعی کھولے اس لئے جو چاہو کہہ لو۔ اس پر وہ کہتا تھا کہ یہ شیخیاں نہیں ہیں۔ بلکہ واقعی امر ہے۔ میری ناف خود گواہی دیتی ہے اور عود و عنبر پر احسان رکھتی ہے۔

لیکن پھر سوچتا تھا کہ جو قوت شامہ درست رکھتا ہو وہ اسے سونگھ سکتا ہے سرگیں پرست گدھوں پر تو اس کی بو حرام ہے گدھوں کا قاعدہ تو یہ ہے کہ دوسرے گدھوں کا راستہ میں پیشاب سونگھتے ہیں ان کے سامنے میں مشک کیونکر پیش کر سکتا ہوں اور وہ اسے کیا سمجھیں گے۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچا مسلمان دنیا میں کسمپرسی کی حالت میں ہیں کیونکہ باوجود یکہ فرشتے ان کے ہمدم ہیں مگر جو اپنے نہیں۔ یعنی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں وہ بھی ان سے بھاگتے ہیں۔ غیروں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ وہ لوگ ان کی صورت کو تو اپنا ہم جنس پاتے ہیں مگر ان کے معنی کو مغائر پاتے ہیں اور بوئے جنسیت ان سے ان کو نہیں آتی۔ اس لئے ان سے وحشت کرتے ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اہل اللہ صورت میں عوام کے مشابہ ہیں اور معنی میں جدا اس لئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے گایوں میں شیر خو گائے۔ پس تم انہیں دور ہی سے دیکھنا اور چھیڑنا مت اور اگر چھیڑو تو گاؤ تن سے ہاتھ دھو لو۔ کیونکہ وہ شیر خو اس گائے کو پھاڑ ڈالے گا۔ اور گائے کی خصلت یعنی خواب و خور وغیرہ میں انہماک کو تم سے دور کر دے گا اور تمہارا جانور پن چھڑا دے گا۔ اور اب تو تم گائے ہو مگر پھر شیر ہو جاؤ گے۔ پس اگر تم گائے ہی رہنا چاہتے ہو تو شیر کو مت ڈھونڈو۔

خلاصہ یہ کہ اگر تم شہوات و لذات ہی کو پسند کرتے ہو تو اہل اللہ سے واسطہ نہ رکھو۔ کیونکہ ان کا تو کام تو یہ ہے کہ نفس کو ماریں اور شہوات و لذات نفسانیہ کو چھڑائیں۔ پس اگر تم کو شہوات کو چھوڑنا اور نفس کو مارنا مقصود ہے تو ان سے واسطہ رکھو ورنہ نہیں۔ اب اس استبعاد کو دور کرتے ہیں جو صورت میں گائے اور خصلت میں شیر ہونے پر ہوتا ہے اور فرماتے ہیں۔

کہ جب عزیز مصر کی چشم غیب بین کے لئے غیب کا دروازہ کھلا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی گائیں اور بہت فربہ گائیں ہیں اور ان کو سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ظاہر میں گائیں

نہیں اور باطن میں شیر اور اگر باطن میں بھی گائیں ہوتیں تو گایوں کو نہ کھاتیں۔ اس سے وہ استبعاد دور ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ صورتاً آدمی ہوتے ہیں مگر ان میں شیر چھپا ہوتا ہے جو آدمی کو یعنی اس کی خصائل ذمیمہ کو کھا جاتا ہے اور اس کو چٹ کر کے آدمی کو ان سے بالکل مجرد اور خالی کر دیتا ہے اور اگر وہ اسے تکلیف فنا دیتا ہے تو اس طرح اس کے درد کو صاف اور خصائل ذمیمہ کو مبدل بہ خصائل حمیدہ بنا دیتا ہے اور آدمی اس کی اس ایک تکلیف فنا سے تمام تکالیف سے نجات پا جاتا ہے اور اس قدر عالی مرتبہ ہو جاتا ہے کہ گویا آسمان پر پاؤں رکھتا ہے اور بندگی نفس کو چھوڑ کر بادشاہ ہو جاتا ہے۔ اور اس مردگی نفس سے دل زندگی پاتا ہے۔ پس اگر تم کو ان سے خلوص اور اعتقاد ہے تو گاؤ تن کو ان کے حوالہ کر دو۔ تاکہ وہ اسے کھا جائیں اور اگر تم مہمان کو بھوکا مارتے ہو اور ان شیروں کو ان کی غذا نہیں دیتے تو تم پاجی اور بے ہودہ ہو۔ آخر سوچو تو سہی اس گائے کو تم کب تک پالو گے آخر یہ مردار ہو گی اور اس کے بعد خواہ مخواہ تمہیں ندامت ہو گی۔ تم اسے ان شیروں (اہل اللہ) کے سپرد کیوں نہیں کر دیتے۔ تاکہ وہ اسے فنا کر دیں اور تمہیں فائدہ ہو۔

در بیان آنکہ کشتن خلیل علیہ السلام خروس را اشارت بقمع وقہر کدام صفت بود از صفات مذمومات مہلکات در باطن مرید

اس کا بیان کہ (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ کا مرغے کو مارنا مرید کے باطن کی مہلک اور بری صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

چند گوئی ہمچو زاغ پر فسوس	اے خلیل از بہر چہ کشتی خروس
مکر بھرے کوے کی طرح کب تک بولے گا؟	اے خلیل (اللہ) آپ نے مرغے کو کیوں مارا؟
حکمت کشتن چہ بود آخر بگو	تا مسبح گردم آں راموبمو
آخر بتائیے مارنے کی کیا حکمت تھی؟	تاکہ میں رونگٹے رونگٹے سے سبحان اللہ کہوں
گفت فرماں، حکمت فرماں بخواں	تا مہلل گردم آں رامن بجاں
انہوں نے فرمایا اللہ کا حکم کی حکمت بتا دیجئے	تاکہ میں اس پر دل و جان سے لاالٰہ الا اللہ پڑھوں
شہوتی ہست او و بس شہوت پرست	زاں شراب زہرناک ژاژ مست
وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے	اس زہریلی، بیہودہ شراب سے مست ہے
گرنہ بہر نسل بودے اے وصی	آدمؑ از ننگش بگردے خود خصی
اے وصی! اگر وہ نسل کے لئے (ضروری) نہ ہوتی	(حضرت) آدمؑ اس کے عیب کی وجہ سے اپنے آپ کو خصی کر لیتے
گفت ابلیس لعیں دادار را	دام زفتے خواہم ایں اشکار را
ملعون شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا	میں اس شکار کے لئے مضبوط جال چاہتا ہوں

زر و سیم و گلۂ اسپش نمود	کہ بدیں تانی خلائق رار بود
سونا اور چاندی اور گھوڑوں کا گلہ دکھایا	کہ تو ان سے لوگوں کو اچک سکے گا
گفت شاباش وترش آویخت لنج	شد ترنجیدہ و ترش ہمچوں ترنج
بولا آفریں ہے اور ترشروئی سے تھوتھنی نکالی	رنجیدہ اور لیموں کی طرح ترش ہو گیا
پس زر و گوہر ز معدنہائے خوش	کرد آں پس ماندہ راحق پیشکش
تو سونا اور جواہر عمدہ کانوں سے	اللہ (تعالیٰ) نے اس مردود کے آگے کر دیئے
گیرایں دام دگر را اے لعیں	گفت ازیں افزوں دہ اے نعم المعیں
اے ملعون یہ دوسرا جال لے لے	بولا اے عمدہ مددگار! اس سے بڑھ کر دے
چرب و شیریں و شرابات ثمیں	دادش و بس جامۂ ابریشمیں
چکنے میٹھے (کھانے) اور قیمتی مشروبات	اور بہت سے ریشمیں کپڑے اس کو دیئے
گفت یارب بیش ازیں خواہم مدد	تا بہ بندم شاں بحبل من مسد
بولا اے خدا! میں اس سے زیادہ مدد چاہتا ہوں	تاکہ میں ان کو مونج کی رسی میں باندھ لوں
تاکہ مستانت کہ نرو پر دلند	مرد وار آں بندہا را بگسلند
تاکہ تیرے وہ مست جو نر اور بہادر ہیں	ان بندشوں کو مردانہ وار توڑ دیں
تابدیں دام ور سنہائے ہوا	مرد تو گردد زنا مرداں جدا
تاکہ نفسانیت کے اس جال اور رسیوں کی وجہ سے	تیرے مرد نامردوں سے جدا ہو جائیں
دام دیگر خواہم اے سلطان بخت	دام مرد انداز حیلت ساز سخت
اے شاہ تقدیر! میں دوسرا جال چاہتا ہوں	جو جال انسان کو پچھاڑنے والا سخت حیلہ ساز ہو
خمرو چنگ آورد در پیش و نہاد	نیم خندہ زدبداں شد نیم شاد
(اللہ تعالیٰ) شراب اور ستار سامنے لایا اور رکھ دیا	وہ تھوڑا سا ہنسا اور ان پر آدھا راضی ہو گیا
سوئے اضلال ازل پیغام کرد	کہ برآر از قعر بحر فتنہ گرد
اس نے ازلی (صفت) اضلال کو پیغام دیا	کہ فتنہ کے سمندر کی گہرائی سے گرد نکال لا
نے یکے از بندگانت موسیٰ ست	پردہا در بحر او از گرد بست
کیا تیرے بندوں میں موسیٰ نہیں ہیں؟	انہوں نے سمندر میں گرد کے پردے باندھ دیئے

آب از ہر سو عناں را واکشید	از تگ دریا غبارے برجہید
پانی نے ہر جانب سے اپنی باگ کھینچ لی	دریا کی گہرائی سے غبار اٹھا
چونکہ خوبی زناں با او نمود	کہ قرار و صبر مرداں می ربود
جب عورتوں کا حسن اس کو دکھایا	جو مردوں کا صبر و قرار لے اڑتا ہے
پس زد انگشتک برقص اندر فتاد	کہ بدہ زو تر رسیدم برمراد
تو اس نے چٹکی بجائی اور ناچنے لگا	کہ بہت جلد دیدیجئے' میں مقصد کو پہنچ گیا
چوں بدید آں چشمہائے پرخمار	کہ کند عقل و خرد را بیقرار
جب اس نے وہ نشیلی آنکھیں دیکھیں	جو عقل اور سمجھ کو بے قرار بنا دیتی ہیں
واں صفائے عارض آں دلبراں	کہ بسوزد چوں سپنداں دل براں
ان معشوقوں کے رخسار کی وہ صفائی	کہ جس پر یہ دل کالے دانے کی طرح جلتا ہے
روئے وخال وابروولب چوں عقیق	گوئیا خور تافت از پردہ رقیق
چہرہ اور تل اور ابرو اور عقیق جیسے ہونٹ	گویا باریک پردے سے سورج چمک رہا ہے
قد چوں سرد خراماں در چمن	خد ہمچوں یاسمین و نسترن
ایسا قد جیسا کہ چمن میں سرو خراماں	رخسارہ چنبیلی اور گل سیوتی جیسا
دید او آں غنج برجست اوسبک	چوں تجلی حق از پردہ تنک
اس نے وہ نازو ادا دیکھی تو فوراً اچھلا	جو باریک پردے میں سے اللہ (تعالیٰ) کی تجلی کی طرح تھی
عالمے شد والہ و حیران و دنگ	زاں کرشم وزاں دلال نیک شنگ
ایک جہان سرگشتہ اور حیران اور دنگ ہو گیا	اس کرشمہ اور اس شوخ اچھے ناز سے

تفسیر لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین و من نعمرہ ننکسہ فی الخلق افلایعقلون

''بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم نے اس کو کمتروں سے کمتر کی طرف لوٹا دیا اور جس کو ہم (زیادہ) عمر دیتے ہیں اس کو بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں' کیا وہ نہیں سمجھتے'' کی تفسیر

آدم و جن و ملک ساجد شدہ	ہمچو آدم باز معزول آمدہ
(حسینوں کے سامنے) آدمی اور جن اور فرشتے سجدہ کرنے والے بنے	پھر وہ (حسین) آدم کی طرح معزول ہو گیا

گفت آوخ بعد ہستی نیستی	گفت جرمت اینکہ افزوں زیستی
اس (حسین) نے کہا آہ وجود کے بعد فنا	اس نے کہا تیرا قصور یہ ہے کہ تو زیادہ زندہ رہا
جبرئیلش می کشاند موکشاں	کہ بروزیں خلد وز جوق خوشاں
جبرئیل اس (حسین) کو بال پکڑ کر کھینچ رہے ہیں	کہ اس جنت اور حسینوں کے جھرمٹ سے نکل جا
گفت بعد از عزایں اذلال چیست	گفت آں دا ت واینت دادریست
اس نے کہا عزت کے بعد یہ ذلیل کرنا کیوں ہے؟	(جبرئیل نے) کہا وہ عطا تھی اور یہ تیرے لئے انصاف ہے
جبرئیلا سجدہ میکردی بجاں	چوں کنوں میرانیم تو از جناں
اے جبرئیل! تو (دل و) جان سے سجدہ کرتا تھا	تو اب مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے
حلہ می پرد زمن در امتحاں	ہمچو برگ از نخل در فصل خزاں
(اس) آزمائش میں میری پوشاک ختم ہوتی جارہی ہے	جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور سے پتے
آں رخے کہ تاب او بدماہ وار	شد بہ پیری ہمچو پشت سوسمار
وہ رخ کہ جو چمک میں چاند جیسا تھا	بڑھاپے میں وہ گوہ کی پشت کی طرح ہوگیا
واں سروآں فرق گش شعشع شدہ	وقت پیری ناخوش و اصلع شدہ
وہ سر اور وہ حسین مانگ چمکتی ہوئی	بڑھاپے کے وقت بدصورت اور گنجی ہو گئی
واں قدرقصان ونازاں چوں سناں	گشت در پیری دوتا ہمچو کماں
وہ نیزے جیسا رقص اورناز کرتا ہوا قد	بڑھاپے میں کمان کی طرح دہرا ہو گیا
برف گشتہ موی ہمچوں پر زاغ	وز تشنج روی گشتہ داغ داغ
کوے کے پروں کی طرح کے بال برف بن گئے	اور جھریوں سے چہرہ داغ داغ ہوگیا
رنگ لالہ گشتہ رنگ زعفراں	زورشیرش گشتہ چوں زہرہ زناں
لالہ کا رنگ زعفران بن گیا	اس کی شیر جیسی طاقت عورتوں کے پتے کی طرح ہوگئی
چشم چوں نرگس شدہ پژمردۂ	گرمی اعضا شدہ افسردۂ
نرگس جیسی آنکھ مرجھا گئی	اعضا کی گرمی ٹھٹھر گئی
آنکہ مردے دربغل کردے بفن	می بگیرندش بغل وقت شدن
جو فن کے ذریعہ بہادر کو بغل میں دبا لیتا تھا	چلنے کے وقت لوگ اس کی بغلیں تھامتے ہیں

ایں خود آثار غم و پژمردگیست	ہر یکے زینہا رسول مردگیست
یہ خود غم اور پژمردگی کے آثار ہیں	ان میں سے ہر ایک موت کا پیغامبر ہے

تفسیر الا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلھم اجر غیر ممنون

''مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے'' کی تفسیر

لیک اگر باشد قرینش نور حق	نیست از پیری ورا نقصان و دق
لیکن اگر اللہ (تعالٰی) کا نور اس کا ساتھی ہو	بڑھاپے سے اس کو کوئی نقصان اور پریشانی نہیں ہے
مستی او ہست چوں مستی مست	کاندراں مستیش رشک رستم ست
اس کی مستی مست کی سی مستی ہے	کیونکہ اس کی مستی پر رستم کو رشک ہے
گر بمیرد استخوانش غرق ذوق	ذرہ ذرہ اش در شعاع نور شوق
اگر وہ مر جائے تو اس کی ہڈیاں ذوق میں غرق ہیں	اس کا ذرہ ذرہ شوق کے نور کی شعاعوں میں ہے
وانکہ نورش نیست باغ بے ثمر	کہ خزانش می کند زیر و زبر
جس کو نور (حاصل) نہیں ہے وہ بے پھل کا باغ ہے	اس کو (موسم) خزاں تہ و بالا کر دیتا ہے
گل نماند خارہا ماند سیاہ	زرد و بے مغز آمدہ چوں تل کاہ
پھول ختم ہو جاتے ہیں، کانٹے کالے پڑ جاتے ہیں	پیلا اور بغیر پھل کے ہو جاتا ہے جس طرح گھاس کا ڈھیر
تاچہ زلت کرد ایں باغ اے خدا	کہ ازو ایں حلھا گردد جدا
اے اللہ! اس باغ سے کیا غلطی ہوئی	کہ اس کا یہ لباس جدا ہو گیا؟
خویشتن را دید و دید خویشتن	زہر قتال است ہیں اے ممتحن
اس نے اپنے آپ کو دیکھا اور خود بینی	اے مصیبت کے مارے! قاتل زہر ہے
شاہدے کز عشق او عالم گریست	عالمش می راند از خود جرم چیست؟
وہ معشوق جس کے عشق میں دنیا روتی تھی	اس کو دنیا اپنے پاس سے بھگاتی ہے کیا خطا ہے؟
جرم آنکہ زیور عاریہ بست	کرد دعویٰ کایں حلل ملک من ست
غلطی یہ ہے کہ اس نے مانگا ہوا زیور پہنا	دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے

واستانیم آنکہ تاداند یقیں	خرمن آن ماست خوباں خوشہ چیں
میں واپس لے لیتا ہوں' تاکہ یقین آ جائے	کھلیان ہماری ملکیت ہے حسین اس کے خوشہ چین ہیں
تا بداند کآں حلل عاریہ بود	پرتوے بود آں ز خورشید وجود
تاکہ وہ جان جائے کہ وہ لباس مانگا ہوا تھا	وہ وجود کے سورج کا عکس تھا
آں جمال وقدرت وفضل وہنر	ز آفتاب حسن کرد ایں سو سفر
اس حسن اور طاقت اور فضل و ہنر نے	اس جانب حسن کے سورج سے سفر کیا تھا
بازمی گردند چوں استارہا	نور آں خورشید ازیں دیوارہا
ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں	ان دیواروں سے سورج کے نور
پرتو خورشید شد تا جائیگاہ	ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ
سورج کا عکس (اپنی) جگہ چلا گیا	ہر دیوار کالی اور سیاہ رہ گئی
آنکہ کرد او در رخ خوبانت دنگ	نور خورشید ست از شیشہ سہ رنگ
وہ حسن جس نے معشوقوں کے چہرے پر تجھے حیران کر دیا ہے	وہ سہ رنگے شیشہ سے سورج کا نور ہے
شیشہائے رنگ رنگ آں نور را	می نماید ایں چنیں رنگیں بما
رنگ برنگ کے شیشے اس نور کو	ہمیں ایسا رنگین دکھاتے ہیں
چوں نماند شیشہائے رنگ رنگ	نور بیرنگت کند آں گاہ دنگ
جب رنگ برنگ کے شیشے نہ رہیں گے	اس وقت وہ بے رنگ نور تجھے حیران کر دے گا
خوی کن بے شیشہ دیدن نور را	تاچو شیشہ بشکند نبود عمیٰ
نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈال	تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا پن نہ ہو
قانعی بادانش آموختہ	وز چراغ غیر چشم افروختہ
تونے سیکھی ہوئی سمجھ پر اکتفا کر لیا ہے	اور دوسرے کے چراغ سے تونے آنکھیں روشن کی ہیں
او چراغ خویش برباید کہ تا	تو بدانی مستعیری نے فتی
وہ اپنا چراغ لے جائے گا تاکہ	تو جان لے کہ تو مانگا ہوا لینے والا ہے نہ کہ نمرد
گر تو کردی شکر و سعی مجتہد	غم مخور کہ صد چناں بازت دہد
اگر تونے شکر کیا اور پوری کوشش	تو غم نہ کر وہ اس جیسے سینکڑوں (حسن) پھر دے دے گا

ور نکردی شکر اکنوں خوں گری	کہ شدست آں حسن از کافر بری
اگر تو نے شکر ادا نہ کیا تو اب خون (کے آنسو) روئے گا	کیونکہ وہ حسن ایک ناشکرے سے چلا گیا ہے
امة الکفران اصل اعمالھم	امة الایمان اصلح بالھم
(اللہ تعالیٰ نے) کافروں کے اعمال کو رائیگاں کر دیا ہے	(اور) مومنوں کی جماعت کے اعمال کی اصلاح کر دی ہے
گم شد از بے شکر خوبی و ہنر	کہ دگر ہرگز نہ بیند زاں اثر
ناشکرے سے اچھائی اور ہنر اس طرح گم ہوا	کہ وہ دوبارہ کبھی اس کا نشان نہ دیکھے گا
خویشی و بےخویش وشکرو وداد	رفت زانساں کہ نیارد شاں بیاد
اپنائیت اور غیریت اور شکر اور عطا	اس طرح سے گئیں کہ وہ ان کو یاد (بھی) نہ کرے گا
کہ اضل اعمالھم اے کافراں	جستن کام ست از ہر کامراں
اے کافرو! ان کے اعمال کو رائیگاں کر دیا ہے	جستجو کرنا ہر (دنیا دار) بامراد کا مقصد ہے
جز ز اہل شکر و اصحاب وفا	کہ مرایشاں راست دولت در قفا
سوائے شکر گزاروں اور باوفا لوگوں کے	کیونکہ دولت ان کے پیچھے ہے
دولت رفتہ کجا قوت دہد	دولت آئندہ خاصیت دہد
گذری ہوئی دولت کب طاقت دیتی ہے؟	آنے والی دولت خاصیت دکھاتی ہے
قرض دہ زیں دولت اندر اقرضوا	تا کہ صد دولت بہ بینی پیش رو
''تم قرض دو'' کے سلسلہ میں تو اس دولت سے قرض دے	تاکہ تو (اپنے) سامنے سینکڑوں دولتیں دیکھے
اندکے زیں شرب کم کن بہر خویش	تا کہ حوض کوثرے یابی بہ پیش
اپنے لئے اس پینے میں سے کچھ کم کر دے	تاکہ تو آئندہ حوض کوثر پا لے
جرعہ بر خاک وفا آنکس کہ ریخت	کے تواند صید دولت زو گریخت
جس شخص نے فا کی زمین پر ایک گھونٹ بہایا	دولت کا شکار اس سے کہاں بھاگ سکتا ہے؟
خوش کند دل شاں کہ اصلح بالھم	ردمن بعد التویٰ انزالھم
(اللہ تعالیٰ) ان کا دل خوش کر دے گا کیونکہ ان کے دل کی اصلاح کر دی ہے	ان کی مہمانی کے کھانے کو ختم ہو جانے کے بعد لوٹا دیا ہے
اے اجل وے ترک غارت ساز دہ	ہر چہ بردی زیں شکوراں باز دہ
اے موت اے دیہات کو لوٹنے والے ترک!	ان شکر گزاروں کا جو کچھ تو نے چھینا ہے واپس دے دے

وادہد ایشاں نہ بپذیرند ہاں	زانکہ منعم گشتۂ انداز رخت جاں
وہ ان کو واپس دے گی وہ اس کو ہرگز قبول نہ کریں گے	کیونکہ روح کے سامان سے وہ مالدار بن گئے ہیں
صوفییم و خرقہا انداختیم	بازنستانیم چوں درباختیم
ہم صوفی ہیں اور ہم نے چیتھڑے اتار دیئے ہیں	جبکہ ہم نے ان کو ہار دیا ہے ہم دوبارہ نہ لیں گے
ماعوض دیدیم وانگہ چوں عوض	رفت از ما حاجت وحرص وغرض
ہم نے بدلہ پا لیا ہے اور پھر بدلہ بھی کیسا؟	ہم سے ضرورت اور حرص اور غرض روانہ ہو گئی ہے
زآب شور مہلکے بیروں شدیم	بر رحیق و چشمۂ کوثر زدیم
ہم مہلک کھاری پانی سے باہر آ گئے ہیں	شراب اور حوض کوثر پر مقیم ہو گئے ہیں
آنچہ کردی اے جہاں با دیگراں	بیوفائی و فن و ناز گراں
اے دنیا! تو نے جو کچھ دوسروں کے ساتھ برتی	بے وفائی اور چالاکی اور بھاری ناز
برسرت ریزیم ما بہر خدا	کہ شہیدیم آمدہ اندر غزا
ہم خدا کے لئے، تیرے سر پر مارتے ہیں	کیونکہ ہم تو جہاد کے شہید ہیں
تابدانی کہ خدائے پاک را	بندگاں ہستند پر حملہ و مرا
تاکہ تو جان لے کہ خدائے پاک کے	حملہ اور جنگ سے پر (بھی) بندے ہیں
سبلت تزویر دنیا برکنند	خیمہ رابر باروی نصرت زنند
دنیا کی مکاری کی مونچھیں اکھاڑ دیتے ہیں	مدد (خداوندی) کے قلعہ پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں
ایں شہیداں باز نو غازی شدند	ویں اسیراں باز بر نصرت زدند
یہ شہید از سر نو غازی بن گئے ہیں	یہ قیدی پھر مدد پر آمادہ ہیں
قفل مشکلہا ز لطفش حل شدہ	نفس کافر ناگہاں بسمل شدہ
اس کی مہربانی سے مشکلوں کا قفل کھل گیا ہے	کافر کا نفس اچانک تڑپنے لگا
نا امیدی رفتہ امید آمدہ	گشت مسجد ناگہاں ایں بتکدہ
مایوسی ختم ہوئی، امید پیدا ہو گئی	یہ بت خانہ اچانک مسجد بن گیا
سر برآوردند باز از نیستی	کہ بہ بیں مارا کہ اکمہ نیستی
وہ عدم سے پھر موجود ہو گئے	ہمیں دیکھ لے تو اندھا (تو) نہیں ہے

تا بدانی در عدم خورشید ہاست	وانچہ اینجا آفتاب آنجا سہاست
تاکہ تو سمجھ لے کہ عدم میں بہت سے سورج ہیں	جو یہاں سورج ہے وہاں (کا) ستارہ ہے
در عدم ہستی برادر چوں بود	ضد اندر ضد چوں مکنوں بود
اے بھائی! عدم میں وجود کس طرح ہوتا ہے؟	ضدٗ ضد میں کیسے پوشیدہ ہوتی ہے؟
یخرج الحی من المیت بداں	کہ عدم آمد امید عابداں
سمجھ لے وہ مردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے	عدم میں عبادت گزاروں کی امید ہے
مرد کارندہ کہ انبارش تہی ست	شادوخوش نے برامید نیستی ست؟
وہ کاشتکار جس کا کھلیان خالی ہے	کیا وہ عدم کی امید پر خوش و خرم نہیں ہے؟
کہ بردید آں زسوئے نیستی	فہم کن گر واقف معنیستی
کہ وہ عدم میں سے اگے آئے گی	سمجھ لے اگر تو حقیقت کا جان کار ہے
دمبدم از نیستی تو منتظر	کہ بیابی فہم و ذوق آرام و بر
تو ہر وقت عدم کا منتظر رہ	تاکہ تو آرام اور نیکی کا ذوق اور فہم حاصل کر لے
نیست دستوری کشاد ایں راز را	ورنہ بغدادے کنم انجاز را
اس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں	ورنہ میں انجاز کو بغداد بنا دیتا
پس خزانہ صنع حق باشد عدم	کہ برآرد زو عطا ہا دمبدم
اللہ تعالیٰ کی کارگری کا خزانہ عدم ہے	کیونکہ وہ اس سے پے در پے عطا برآمد کرتا ہے
مبدع آمد حق و مبدع آں بود	کہ برآرد فرع بے اصل و سند
اللہ (تعالیٰ) ایجاد کرنے والا ہے اور ایجاد کرنے والا وہ ہوتا ہے	جو بغیر جڑ اور اصل کے شاخ پیدا کر دے

شرح حبیبی

اچھا تم کوے کی طرح کب تک ایک ہی رٹ لگائے جاؤ گے اس گفتگو کو چھوڑ دو۔ اور پوچھو کہ اے خلیل آپ نے مرغ کو کیوں ذبح کیا۔

فائدہ:۔ ولی محمد نے کہا ہے کہ ہمچو زاغ مصرع ثانی سے متعلق ہے اور معنی یہ ہیں کہ اے خلیل تم نے زاغ کی طرح خروس کو کیوں مارا۔ اوالراجح عندی ما قلت واللہ اعلم) بتلائے تو سہی اس میں حکمت کیا تھی تا کہ اس پر مطلع ہو کر میرا بال بال اس خدائے حکیم وعلیم کی تسبیح کرے۔ جب پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے لحاظ سے تو حکمت یہ تھی کہ مجھے حکم ہوا تھا۔

اس پر یہ سوال ہوا کہ اچھا اس حکم کی حکمت کیا تھی تا کہ میں اس پر مطلع ہو کر بجان و دل کہوں اور بغایت شہوت پرست لا الٰہ الا اللہ العلیم الحکیم۔ اس کا جواب یہ ملا کہ وہ شہوت ناک اور بغایت شہوت پرست اور اس زہریلی اور بیہودہ شراب شہوت سے مست تھا بنا بریں وہ واجب القتل تھا۔ ان سوالات و جوابات حالیہ سے فارغ ہو کر مولانا شہوت کی مذمت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ واقعی یہ شہوت ایسی بے ہودہ چیز ہے کہ اگر حق سبحانہ کو بقائے نسل مقصود نہ ہوتی اور وہ اس کی برائی کو لوگوں سے محجوب نہ کر دیتا تو اس کی شرم سے آدمی خصی ہو جاتا۔ اس کی برائی کا تم واقعہ ذیل سے ادراک کر سکتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے حق سبحانہ سے درخواست کی کہ مجھے شکار انسان کے لئے ایک زبردست جال کی ضرورت ہے۔ لہٰذا عنایت فرمایا جائے اس پر چاندی' سونا اور گھوڑے وغیرہ اس کو دکھلائے گئے اور کہا گیا کہ تم ان سے ان کو پھانس سکتے ہو۔ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ واہ حضرت واہ بھلا یہ ان سے کب قابو میں آئے گا۔ غرضکہ وہ ناخوش ہوا اور غصہ کے مارے لٹک گیا۔ اس کے بعد اعلیٰ درجہ کی کانوں کے جواہرات اس کے سامنے پیش کئے گئے اور کہا گیا کہ ملعون لے یہ جال لے۔ اس پر بھی اس نے قناعت نہ کی اور کہا کہ اے بہتر مددگار یہ کافی نہیں ہے اور دے اس پر مرغن و شیریں غذائیں قیمتی شربت اور ریشمی کپڑے عطا فرمائے۔ اس نے اس پر بس نہ کی اور کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ اعانت کی ضرورت ہے تا کہ میں ان کو جال میں پھانس سکوں اور تا کہ تیرے عشاق جو مرد اور بہادر ہیں اس جال کو توڑ نہ سکیں اور تا کہ تیرے مرد اس جال اور ان خواہش نفسانی کی رسیوں کے ذریعہ سے نامردوں سے ممتاز ہو جائیں۔

پس میں ایک اور جال مانگتا ہوں مگر معمولی جال نہیں۔ بلکہ وہ جال جو مردوں کو پچھاڑنے والا اور نہایت چالاک ہو۔ اس پر شراب اور پانی اس کے سامنے رکھے گئے اس سے وہ مسکرایا اور کچھ خوش ہوا۔ اس کے بعد حق سبحانہ کی صفت اضلال سے درخواست کی۔ کہ ہنوز امتحان کی تکمیل نہیں ہوئی۔ آپ بحر امتحان سے گرد نکال دیں یعنی امتحان کر انتہا تک پہنچا دیں۔ آپ کی شان ارفع و اعلیٰ ہے دریا سے گرد تو آپ کے بندے نکال سکتے ہیں۔

دیکھئے آپ کے بندوں میں ایک موسیٰ ہیں جنہوں نے دریا میں گرد کے پردے باندھ دیئے کہ پانی نے ہر طرف سے اپنی باگ کھینچ لی اور سمٹ گیا اور دریائے گرد نکل آئی اور وہ خشک ہو گیا۔ پس آپ ضرور ایسا کیجئے پس جبکہ حق سبحانہ نے اس کو عورتوں کا حسن دکھلایا جو مردوں کا صبر و سکون کھوئے دیتا ہے تو اس نے چٹکی بجائی اور وجد میں آ کر ناچنے لگا اور کہا کہ ہاں اب میرا مقصد حاصل ہوا۔ بس جلدی سے مجھے عنایت فرما دیجئے اور جب کہ اس نے ان نشیلی آنکھوں کو جو عقول کو بے تاب کئے دیتی ہیں اور ان معشوقوں کے اس صفائے رخسار کو دیکھا جس پر عشاق کے دل سپند کی طرح جلتے ہیں اور ان کے چہرہ اور خال اور ابرو اور ان عقیق کی مانند لبوں کو دیکھا جو ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے پردۂ باریک سے آفتاب چمکتا ہو اور اس قد کو دیکھا جو اس سرو خراماں کے مشابہ تھا۔ جو چمن میں موجود اور سرسبز و شاداب ہو اور اس رخسار کو دیکھا جو یاسمین و نسرین کے مشابہ تھا اور اس ناز کو دیکھا جو ان میں خون چھلکتا تھا۔ جیسے باریک پردہ سے تجلی حق نمودار ہو تو پھڑک گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا شہوت سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں اور برق حسن سے زیادہ اس میگزین میں آگ لگانے والی دوسری شے نہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حسینوں کے کرشمہ اور ان کے نہایت شوخ ناز سے۔ ایک عالم سرگشتہ و حیران و دنگ ہے۔ حتیٰ کہ انسان، جن اور فرشتے مثل ہاروت و ماروت کی طرح بھی اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں مگر وہ آدم علیہ السلام کی طرح ایک وقت میں اس عزت سے معزول ہو جاتا ہے۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس میرا حسن وجود کے بعد معدوم ہو گیا ہے اس کا موجب یہ ملتا ہے کہ تمہارا جرم یہ ہے کہ تم زیادہ جئے اس بناء پر یہ نعمت تم سے چھین لی گئی۔ جبریل اس کو بال پکڑ کر کھینچتا ہے اور کہتا ہے کہ جنت حسن سے اور حسینوں کی جماعت سے باہر نکل اس پر وہ کہتا ہے کہ اے جبریل تو تو مجھے صدق دل سے سجدہ کرتا تھا اب تو مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے دیکھ تو سہی میرے جسم سے حصہ حسن یوں اترا جاتا ہے جیسے فصل خزاں میں درخت سے پتے جھڑتے ہوں۔

فائدہ:۔ چونکہ حسین کو معزولی میں حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہ دی تھی۔ اس لئے لوازم یا مناسبات مشبہ بہ کو اس کے لئے ثابت کیا ہے ورنہ نہ وہاں جنت ہے نہ جبریل نہ سجدہ نہ سوال نہ جواب اور مقصود صرف اس کے حسن کا زوال اور اس پر اس کا اظہار غم ہے۔

القصہ وہ اس کا حسن زائل ہوتا ہے اور وہ روتا پیٹتا ہے اس کا وہ رخسار جس کی چمک چاند کی چمک سے ملتی تھی بڑھاپے سے گوہ کی پشت کی طرح ہو جاتا ہے اور اس کا سر اور وہ حسین مانگ جو سیاہ بالوں میں چمکتی تھی بڑھاپے کے وقت ناپسندیدہ ہو جاتے ہیں اور سر کے بال جھڑ جاتے ہیں اور اس کا لچکدار اور سناں کی طرح حملہ آور قد بڑھاپے میں کمان کی طرح دوہرا ہو جاتا ہے اور اس کے بال جو کوے کے پروں کی طرح کالے تھے برف کی طرح سفید ہو جاتے ہیں اور جھریاں پڑ کر منہ خراب ہو جاتا ہے اور اس کی لالہ کی سی رنگت زعفران کی رنگت ہو جاتی ہے۔ یعنی چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔

اور اس کا شیر کا سا زور عورتوں کی کمزوری سے بدل جاتا ہے اور اس کی نرگس کے مانند آنکھ پژمردہ ہو جاتی ہے اور گرمی اعضاء سرد ہو جاتی ہے اور جو کہ چالاکی سے آدمی کو بغل میں دبا لیتا تھا اب اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ چلنے کے وقت اور لوگ اسے بغل میں لیتے ہیں۔

مگر یہ باتیں اصلی غم و پژمردگی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو اس کے آثار ہیں کیونکہ اصلی غم اور پژمردگی موت ہے اور یہ قاصد ہیں اس کے۔ الحاصل بڑھاپا حسینوں کو بہت ضرر پہنچاتا ہے لیکن اگر بجائے جمال ظاہری کے کسی کو کمال باطنی حاصل ہو اور نور حق سبحانہ اس کے متصل ہو تو اس کو بڑھاپے سے کوئی ضرر اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی گو وہ ست ہوتا ہے مگر اس کی سستی ایسی ہوتی ہے جیسے مست کی سستی کہ وہ اس سستی میں بھی رشک رستم ہوتا ہے اور گو اس کے اعضاء میں ضعف ہوتا ہے مگر اس کے دل میں کمال قوت ہوتی ہے یہ اگر مرتا بھی ہے تو اس کی ہڈیاں ذوق وشوق میں ڈوبی ہوتی ہیں اور اس کا ذرہ ذرہ نور شوق کی شعاعوں میں محو ہوتا ہے۔

برخلاف ان لوگوں کے جن کو نور حق سبحانہ حاصل نہیں ہے بلکہ وہ صرف حسن ظاہری ہی رکھتے ہیں ان کے بڑھاپے کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے باغ بے ثمر جس کو خزاں نے زیر و زبر کر دیا ہو اور جس میں گل نہ رہا ہو اور صرف کالے کانٹے رہ گئے ہوں اور وہ زرد اور بے مغز ہو۔ جیسے گھاس کے ڈھیر کی حالت دیکھ کر تم تعجب سے کہتے ہو کہ اے اللہ اس نے کیا قصور کیا تھا جو یہ پوشاک حسن اس باغ سے جدا کی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ وہ عجب میں گرفتار ہو گیا اور عجب آدمی کے لئے زہر ہلاہل ہے۔ اس لئے اس کی یہ گت بنی اور تم حیرت سے کہتے ہو

کہ وہ معشوق جس کے عشق سے ایک عالم روتا تھا اب کوئی اس کو پاس نہیں لپکنے دیتا۔ آخر اس نے کیا قصور کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ اس نے مستعار زیور حسن پہن کر دعویٰ ملکیت کیا تھا۔ اس لئے ہم اس کو واپس لیتے ہیں۔ تا کہ اسے یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ خرمن حسن ہماری ملک ہے اور حسین لوگ اس سے مستفید ہیں اور تا کہ وہ جان لے کہ یہ لباس مستعار تھا اور ہم کہ خورشید وجود میں ہمارا پر تو تھا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جمال اور فضل وکمال طاقت وقدرت جو تمہارے اندر ہے سب مستعار ہیں اور آفتاب حسن سے عالم کی طرف آئے ہیں۔ بالآخر یہ ستاروں کی طرح اپنے مقر کی طرف لوٹ جائیں گے اور یہ دھوپ ان دیواروں سے آفتاب کی طرف لوٹ جائے گی اور تم ان سے بے بہرہ ہو جاؤ گے۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ دھوپ جس وقت اپنے مرکز کی طرف لوٹ جاتی ہے تو دیواریں تاریک اور سیاہ رہ جاتی ہیں۔ پس تم سمجھو کہ جس حسن نے تم کو حیران کر دیا ہے اور جس پر تم عاشق ہو وہ نور خورشید ازلی ہے جو ان مختلف رنگ کے شیشوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور یہ مختلف الالوان شیشے اس نور کو ہم کو رنگین اور متکیف بکیف دکھلاتے ہیں مگر جب یہ شیشے نہ رہیں گے یعنی یہ اجسام فنا ہو جائیں گے اس وقت وہ تم کو بے رنگ اور بے کیف دکھلائی دے گا۔ پس تم کو چاہئے کہ اس نور کو بدوں شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈالو اور اجسام کا واسطہ چھوڑ دو تا کہ جب یہ عینک ٹوٹ جائے اور تم مر جاؤ تو تم اندھے نہ ہو جاؤ۔ بلکہ پھر بھی اس نور کو دیکھ سکو۔ تم علم تقلیدی پر قناعت کئے ہوئے ہو اور کمالات مستعار پر خوش ہو۔

لیکن یاد رکھو کہ ایک روز مالک کمالات اپنے کمالات واپس لے لے گا تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہماری ملک نہ تھے بلکہ دوسرے کے ملک تھے۔ اس وقت تمہاری دو حالتیں ہوں گی یا تو تم نے اس معطی کا شکر ادا کیا ہوگا یا نہیں اور اس میں جہد بلیغ کی ہوگی یا نہیں اگر تم نے شکر کیا ہے اور اس میں جہد بلیغ کی ہے تو ہم کو ان کمالات کے زوال کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے کیونکہ وہ ان سے سینکڑوں کمالات تمہیں عطا فرماوے گا۔

اور اگر تم نے اس کا شکر نہیں کیا ہے تو تم کو خون رونا چاہئے کیونکہ وہ حسن کمال جو تم کو ان کمالات فانیہ کے معاوضہ میں ملتا ناشکر لوگوں سے بے زار ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم ناشکر لوگوں کے اعمال کو کھو دیں گے۔ اور شاکرین جو کہ مومن ہیں ان کی حالت درست کریں گے اس لئے ناشکر لوگوں سے خوبی اور کمالات ضائع ہو گئے ہیں کہ پھر وہ ان کی صورت نہ دیکھیں گے نہ تو یوں کہ وہ کمالات پھر انہیں واپس مل جائیں اور نہ یوں کہ ان کا معاوضہ انہیں مل جائے اور تعلق اور بے تعلقی اور شکر منعمان دنیوی اور دوستی مردم۔ غرض تمام اوصاف ان سے یوں رخصت ہو جائیں گے کہ پھر وہ ان کو یاد بھی نہ آسکے کیونکہ **اضل اعمالھم** سے مراد یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو جو دنیا میں کامران اور اپنے مطلوبات سے ہم آغوش ہیں نامراد کر دیں گے اور اس کی یہی صورت ہے کہ نہ تو ان کو وہی کمالات ملیں کیونکہ وہ بھی ان کا مطلوب ہیں اور نہ ان سے بہتر ان کا معاوضہ ملے کیونکہ وہ بدرجۂ اولیٰ مطلوب ہے غافل ہیں اس لئے گویا کہ سو رہے ہیں اور جو آنکھ سوتی ہو وہ تو خیالات اور معدومات ہی کو دیکھتی

ہے۔ پس جبکہ ہمارے خوابہا کے سبب حقیقت (عدم) ہماری نظر سے مخفی ہوگئی اور خیال (عالم فانی) ظاہر ہوگیا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم غلطی میں گرفتار ہوکر سرگشتہ وحیران ہوگئے۔ اور مقصود کو چھوڑ کر غیر مقصود میں پھنس گئے۔

فائدہ:۔ اس بیان میں مولانا نے عالم حسی کو معدوم اور خیال قرار دیا ہے یہ بنا بر حقیقت نہیں ہے بلکہ تشبیہاً ہے یعنی یہ عالم وجود اپنے عدم وفرعیت بقا کی وجہ سے ایسا ہے جیسا حقیقت کے مقابلہ میں خیال اور موجود کے مقابلہ میں معدوم۔ پس اس کو معدوم اور خیال کہنا عدم کی نسبت سے ہے نہ کہ واقع کے لحاظ سے چنانچہ اس کی طرف مولانا نے نظائر سے اشارہ ہی کر دیا ہے اور دریا کی نسبت سے کف کو معدوم اور خیال قرار دیا ہے اور ہوا کی نسبت سے خاک کو اور فکر کی نسبت سے اقوال کو۔ فتدبر

اب مولانا تعجب سے فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدم (عالم وجود) کو کیسے مشاہد کر دیا ہے اور حقیقت (عدم) کو کیسے نظروں سے محجوب کر دیا ہے۔ عجیب قدرت اس کی اس کے بعد حق سبحانہٗ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں اے نظر بندی کرنے والے کامل القدرت خدا کیا کہنا ہے تیری کمال قدرت کا۔ کہ تو نے محجوبین کی نظر میں درد کو صاف اور اس ذلیل اور محقر عالم کو باوقعت بنا دیا۔ اس کے بعد مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دیکھو جادوگر چاندنی کو بجائے کپڑے کے سوداگر کے سامنے ناپ دیتے ہیں اور اس سے سونا نفع میں حاصل کر لیتے ہیں اور وہ اس طرح داؤ پیچ سے ان سے روپیہ وصول کر لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ سے روپیہ تو نکل جاتا ہے مگر کپڑا اندارد ہوتا ہے۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ دنیا جادوگرنی ہے اور ہم تاجر۔ اور وہ ہمارے ہاتھ چاندی کو ناپ کر بجائے کپڑے کے بیچ رہی ہے اور خواہشات ولذات کو جو فی الحقیقت بے حقیقت ہیں ہماری نظروں میں موقر اور قابل تحصیل بنا رہی ہے۔ یعنی وہ اپنا جادو کر کے زور سے ایک گز کپڑے کو چاندی کے ذریعہ سے پانچ سو گز بنا رہی ہے اور شہوات ولذات کو جو ایک درجہ میں مقصود ہی ہیں زندگی کا اصلی مقصد ثابت کر رہی ہے اور تم سے تمہارا زر عمر چھین رہی ہے۔ پس تم کو واضح ہو کہ جب یہ روپیہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور تم مرو گے اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارا زر عمر بھی ضائع ہوگیا اور کپڑا یعنی مقاصد دنیویہ بھی تمہارے قبضہ میں نہ رہے اس وقت تمہیں بجز حسرت اور افسوس کے کچھ چارہ نہ ہوگا۔

اس لئے تم کو چاہئے کہ اس جادوگرنی سے بچنے کے لئے حق سبحانہٗ کی جناب میں پناہ لو۔ اور کہو کہ اے اللہ فریاد ہے ان جادوگروں اور ان کی گرہوں سے یہ منتر پھونک کر گرہیں لگاتے ہیں اور میرے حواس پر قبضہ کئے لیتے ہیں پس اے فریادرس خدا میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں تو مجھے اس شکست سے بچالے لیکن یہ بھی نہیں کہ صرف یہ الفاظ زبان سے کہہ لو کیونکہ محض الفاظ بہت کمزور ہیں اس لئے اثر نہیں کر سکتے بلکہ زبان فعل سے بھی یہ الفاظ کہو اور جو طریقہ عملی اس استعاذہ کا بتایا گیا ہے یعنی اتباع شریعت اور رضا جوئی حق سبحانہ اس کو بھی عمل میں لاؤ اس وقت تم کو اس جادوگرنی دنیا سے نجات ہو جائے گی اور یہ تم کو نہ ٹھگ سکے گی۔ دیکھو اعمال صالحہ کی بڑی ضرورت ہے کیونکہ دنیا میں تمہارے ساتھی تین ہیں۔ جن میں ایک وفادار ہے اور دو بے وفا۔ اول تو مال ہے اور

دوسرا دوست۔ یہ تو بے وفا ہیں اور تیسرا عمل صالح ہے یہ وفادار ہے کیونکہ مال تو مرنے کے بعد دروازہ تک ہی ساتھ نہیں آتا بلکہ پھونک نکلتے ہی قطع تعلق کر دیتا ہے۔ ہاں دوست آتا ہے لیکن وہ بھی صرف قبر تک اور جب تمہیں موت آتی ہے اور تم قبر میں دفن ہوتے ہو تو وہ بزبان حال کہتا ہے کہ میں اس جگہ سے آگے تمہارا ساتھی نہیں ہوں۔ زیادہ سے زیادہ میں یہ کر سکتا ہوں کہ تمہاری قبر پر کچھ دیر ٹھہر جاؤں اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں تمہارا عمل صالح تمہارا وفادار ساتھی ہے کہ وہ تمہاری قبر میں بھی تمہارے ساتھ جائے گا۔ پس تم اس کو اپنا معین بناؤ۔

اسی بناء پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ راہ موت کے لئے عمل سے بڑھ کر وفادار کوئی ساتھی نہیں ہے۔ پس اگر اعمال اچھے ہیں تو قبر میں تمہارے دوست اور معین ومددگار ہوں گے اور اگر برے ہیں تو تمہیں اذیت پہنچائیں گے۔ اس لئے تم کو اصلاح اعمال کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ تم ان کی مضرتوں سے مامون اور منافع سے متمتع ہوسکو۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اصلاح اعمال کا مقصود شرعی ہونا تو نص سے ثابت ہو گیا۔ اب سنو کہ اصلاح اعمال بدوں شیخ کے نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ عالم میں ادنیٰ سے ادنیٰ پیشہ بھی بدوں استاد کے نہیں آ سکتا۔ بلکہ ضرورت ہوتی ہے کہ اول استاد سے سیکھا جائے پھر مشق کی جائے تاکہ وہ ایک مدت کے بعد تم کو موت کے وقت تک فائدہ دے۔ جب ادنیٰ پیشہ کی یہ حالت ہے تو اصلاح اعمال کا طریقہ جو نہایت ہی مہتم بالشان کام ہے بدوں استاد کے کیسے آ سکتا ہے۔

بنابریں تم کو چاہئے کہ اصلاح اعمال کے طریقوں کو کریم النفس صالح شخص سے سیکھو۔ جو کہ اس کا اہل ہو۔ اور نااہلوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دو۔ بلکہ موتی کو صدف میں تلاش کرو جو اس کا محل ہے اور غیر محل میں مت ڈھونڈو۔ علیٰ ھذا فن تو اہل فن سے سیکھو نہ کہ نااہلوں سے۔ اور اگر تم کو خوش قسمتی سے اہل اللہ مل جائیں جو علاوہ صاحب فن ہونے کے خیر خواہ بھی ہیں تو تم انصاف سے کام لو اور تعلم کو ضروری سمجھ کر بے توقف ان سے تعلیم حاصل کرو اور بالکل عار نہ کرو۔ کیونکہ اگر کوئی دباغی کا کام کرے اور اس میں وہ کہنہ لباس پہن لے تو اس سے اس کی آبرو میں ذرا فرق نہ آئے گا۔ علیٰ ھذا اگر لوہار اپنے کام کے وقت گدڑی پہن لے تو اس کی عزت مخلوق کی نظر میں کم نہ ہوگی کیونکہ انہوں نے بضرورت ایسا کیا ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی تعلم کے لئے اپنے کو ذلیل وخوار بناؤ گے تو اس سے تمہاری آبرو میں بھی فرق نہ آئے گا کیونکہ تم بضرورت ایسا کر رہے ہو۔

پس تم تکبر کے لباس کو اپنے بدن سے اتار ڈالو۔ اور تعلم کے وقت تذلل کا لباس پہن لو۔ اب ہم تمہیں ایک اور بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ اگر کوئی علم سیکھے تو اس میں زیادہ دخل الفاظ کو ہے کہ الفاظ کے ذریعہ سے اسے مقصود سمجھایا جائے اور اگر کوئی پیشہ سیکھے تو اس میں بہت بڑا دخل عمل کو ہے اور اس کی ضرورت ہے کہ اسے اس کام کی مشق کرائی جائے۔ مگر فقر کا طریق ان دونوں سے جدا ہے یہ صحبت وتعلق مرشد کامل سے حاصل ہوتا ہے۔ نہ اس میں ہاتھ کام آتا ہے نہ زبان اور ہاتھ اور زبان کو جو کچھ بھی دخل ہے وہ استعداد حصول فقر کے لئے ہے کہ اس سے قابلیت پیدا ہوتی ہے اور خود فقر ان سے حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ علم فقر کی حقیقت تو انوار الہیہ ہیں جو اہل اللہ کی ارواح میں موجود ہوتے ہیں ان کا تعلق کتابوں اور گفتار سے نہیں ہے اور عمل سے تعلق نہ ہونا تو محتاج بیان ہی نہیں۔ پس اس علم جہان کو تو ایک روح دوسری روح سے بلاتوسط حاصل کر سکتی ہے۔ یہ کتابوں اور گفتار سے نہیں حاصل کر سکتی۔

کیونکہ الفاظ اور نقوش کتابیہ خود اس نور کو روح تک پہنچانے سے قاصر ہیں۔

مثلاً آفتاب کا عکس ایک آئینہ میں موجود ہے اس عکس کو دوسرے آئینہ تک پہنچادے۔ نہ یہ طاقت تحریر میں ہے نہ تقریر میں۔ بلکہ اس کی صورت صرف یہ ہے کہ ایک آئینہ دوسرے آئینہ کے مقابل ہو اور اس سے براہ راست وہ نور حاصل کرے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر کسی سالک کو بذریعہ تقریر یا تحریر کے کچھ اسرار علم فقر کے معلوم ہو جائیں تو اس کو حقیقت اس علم کی حاصل نہیں ہے۔ تاوقتیکہ نور الٰہیہ سینہ کو نہ کھول دے۔

اب سمجھو کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ **الم نشرح لک صدرک** مگر ہر کامران کے عموم سے اہل وفا اور شاکرین مستثنیٰ ہیں کیونکہ دولت مقصود ان سے وابستہ ہے اور وہ اس سے محروم نہ ہوں گے۔ اس سے تم سمجھو کہ دولت زائد اور کمالات دنیویہ فانیہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں دولت آئندہ خوبصورت شکر ملنے والے ہیں وہ اثر رکھتی ہے اور نفع پہنچاتی ہے پس تم اس دولت کمالات دنیویہ قدرت واختیار۔ فضل وکمال وغیرہ کو خدا کی راہ میں صرف کرو اور **اقرضوا اللہ قرضاً حسناً** کی تعمیل میں حق سبحانہ کو قرض دو تا کہ تم ایسی سینکڑوں دولتوں کو اپنے سامنے موجود پاؤ۔ اور اسی شراب دولت کمالات سے خود کم نفع حاصل کرو اور زیادہ حصہ اس کا خدا کی راہ میں صرف کرو تا کہ اس کے معاوضہ میں حوض کوثر کمالات اخرویہ کو تم اپنے سامنے موجود پاؤ۔ کیونکہ جو لوگ خاک وفا پر اس شراب کا گھونٹ ڈالتے ہیں یعنی وفاداری کرتے ہیں اور اس طرح اس شراب کو وفا سے ملتبس کرتے ہیں دولت اخرویہ ان سے بچ کر نہیں جا سکتی وہ اسے ضرور حاصل کریں گے اور خدا اس کے دل کو حسب وعدہ خوش کرے گا اور جبکہ وہ اپنی ہستی اور اپنے کمالات رضاء حق میں فنا کر دیں گے۔

فنائے سامان کے بعد پھر وہ سامان ان کو عطا کرے گا اور کہے گا کہ اے موت (مراد فنائے اصطلاحی ہے) اور اے اس گاؤں کے لوٹنے والے ترک (فنا) جو کچھ تو ان شاکرین کا سامان لے گیا ہے ان کو واپس دے دے۔ بناء بریں وہ ان کو واپس دے گا لیکن شاکرین اسے قبول نہ کریں گے کیونکہ ان کو روحانی دولت باقیہ مل چکی ہوگی۔ اور اس کے ذریعے سے وہ اس دولت فانیہ سے مستغنی ہو چکے ہوں گے۔ اور وہ کہیں گے کہ ہم صوفی ہیں اور ہم نے لباس ہستی اتار دیا ہے۔ پس تو جبکہ ہم اسے دے چکے ہیں تو اب واپس نہ لیں گے۔ نیز ہم کو ان کا معاوضہ مل چکا ہے اور عوض بھی کیسا جس سے ہماری احتیاج اور حرص وغرض مذموم جو ان کمالات فانیہ سے تھی سب جاتی رہی۔ اس لئے بھی ہم انہیں واپس نہ لیں گے۔ ہم اس آب شور مہلک کمالات دنیویہ سے نجات پا چکے ہیں اور شراب طہور اور چشمۂ کوثر ہر کمال اخروی ہمیں مل گیا ہے۔ اب ہمیں کیا ضرورت ہے کہ دوبارہ اس آب شور کو لیں۔ غرضکہ دولت کمالات دنیویہ جو ان سے فنا ہو چکی ہے وہ اسے واپس نہیں لینا چاہتے اور دنیا کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے دنیا جو کچھ تو نے دوسروں کے ساتھ بے وفائی اور مکر اور ناز نخرے کئے ہیں۔

اب ہم اس کے معاوضہ میں تجھ سے مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ ہم شہید اور فانی فی الحق ہیں اور اب تجھ سے جنگ

کے لئے آئے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ بندگان خدا ایسے بھی ہیں جو تجھ پر حملہ کرتے ہیں اور تجھ سے لڑتے ہیں اور تیری اطاعت نہیں کرتے۔ پس وہ دنیا کے مکر کو تہس نہس کر دیں گے۔ اور اس جنگ میں فتح حاصل کریں گے اور بعد بقایہ شہید پھر نئے سرے سے دنیا کا مقابلہ کریں گے اور یہ لوگ جو اول دنیا کے قیدی تھے پھر اس کے مقابلہ میں فتح حاصل کریں گے ان کی مشکلات کا قفل بعنایت حق سبحانہ کھل چکا ہوگا اور ان کا نفس کافر قتل ہو چکا ہوگا اور ان سے ناامیدی زائل ہو چکی ہوگی اور آفتاب امید طلوع ہو چکا ہوگا اور ان کی ہستی جو اول بتکدہ تھی جس میں نفس وشیطان کی پرستش ہوتی تھی اب مسجد ہو گئی ہوگی جس میں صرف خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش ہوتی ہوگی اور یہ لوگ عدم سے پھر وجود میں آئیں گے۔ اور فنافی الحق کے بعد بقاباالحق حاصل کریں گے اور کہیں گے کہ لوگو اگر تم اندھے نہیں ہو تو ہمیں دیکھو تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ فنا قابل نفرت نہیں ہے۔ بلکہ قابل تحصیل ہے کیونکہ وہاں خورشید کمال رہتے ہیں اور کاملین دنیا کو ان سے وہی نسبت ہے جو سہا کو آفتاب سے۔ شاید تم پوچھو کہ جناب وجود و عدم' فنا و بقا ہر دو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور ایک ضد میں دوسری نہیں ہو سکتی۔ پس فنا سے بقاء اور عدم سے وجود کیونکر حاصل ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال بنص قرآنی غلط ہے کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ یخرج الحی من المیت یعنی حق سبحانہ کی قدرت ایسی کامل ہے کہ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اس سے ہمارے بیان کی صحت ظاہر ہو گئی۔ پس تم سمجھ لو کہ عدم اور فنا میں عابدوں کی امید (بقا) ہے۔ اور یہ خیال جس طرح بنص قرآنی غلط ہے یوں ہی مشاہدہ بھی اس کی تردید کرتا ہے۔ دیکھو جو شخص بوتا اور اپنے انبار غلہ کو خالی کرتا ہے کیا وہ عدم کی ہی امید پر شاد اور خوش نہیں ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ دانہ نیستی اور عدم سے پھر وجود میں آئیں گے۔ پس اگر تم واقف معنی ہو تو اس سے ہمارے بیان کا صدق سمجھ سکتے ہو۔ دور کیوں جاؤ تم اپنے ہی کو دیکھ لو کہ تم عدم سے وجود کے ہر وقت منتظر رہتے ہو اور چاہتے ہو کہ تمہیں فہم اور ذوق اور آرام اور ہر قسم کی بھلائیاں جو معدوم ہیں عدم سے وجود میں آکر مل جائیں۔

پس ثابت ہوا ہے کہ عدم سے وجود اور فنا سے بقا حاصل ہوتی ہے۔ مجھے اس سے زیادہ اس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں۔ ورنہ میں تمام منکرین کو منوا دوں کہ عدم میں ہستی ہے اور فنا میں بقا ہو سکتی ہے۔

فائدہ:۔ اجازت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گو بمشیت تشریعی حق سبحانہ کو ہدایت ہی مقصود ہے مگر بمشیت تکوینی ہدایت و گمراہی دونوں مطلوب ہیں۔ اس لئے وہ بمشیت تکوینی یہ نہیں چاہتے کہ عالم میں صرف ہدایت ہو۔ نیز چونکہ یہ عالم امتحان ہے اور امتحان کا مدار اختیار پر ہے اس لئے وہ نہیں چاہتے کہ آدمی مجبور ہو کر ہدایت کو قبول کریں کہ اختیار خود ہدایت حاصل کریں۔

الحاصل:۔ خزانہ صنع حق سبحانہ عدم ہے جس سے وہ ہر دم بخششیں نکال کر عالم پر فائض کرتا ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حق سبحانہ مبدع ہیں اور مبدع وہی ہوتا ہے جو بلا مادہ کے اور عدم بحت سے ایک شے کو وجود میں لائے۔ پس ثابت ہوا کہ حق سبحانہ اشیاء کو عدم صرف سے وجود میں لاتے ہیں اور یہ غلط ہے کہ کوئی شے عدم سے وجود میں نہیں آتی۔

مثال عالم ہست نیست نما و عالم نیست ہست نمائے

موجود عالم جو بظاہر معدوم ہے اور معدوم عالم جو بظاہر موجود ہے کی مثال

نیست را بنمود ہست آں محتشم	ہست را بنمود بر شکل عدم
اس عزت و جلال والے نے معدوم کو موجود دکھایا ہے	موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے
بحر را پوشیدہ و کف کرد آشکار	بادرا پوشید و بنمودت غبار
سمندر کو پوشیدہ کر دیا ہے، جھاگ کو رونما کر دیا ہے	ہوا کو چھپا دیا ہے غبار کو ظاہر کر دیا ہے
چوں منارہ خاک پیچاں در ہوا	خاک از خود چوں برآید بر علا
ہوا میں چکراتی ہوئی خاک، منارہ کی طرح ہے	خاک بلندی پر خود کیسے چڑھ جاتی ہے؟
خاک را بینی ببالا اے علیل	باد را نہ جز بتعریف و دلیل
اے بیمار! تو خاک کو اوپر دیکھتا ہے	ہوا کو بتانے اور دلیل کے سوا نہیں دیکھتا ہے
کف ہمی بینی روانہ ہر طرف	کف بے دریا ندارد منصرف
تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے	بغیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے
کف نکس بینی و دریا از دلیل	فکر پنہاں آشکارا قال و قیل
تو جھاگ کو حواس سے دیکھ لیتا ہے اور دریا کو دلیل سے (سمجھتا ہے)	خیال پوشیدہ ہے اور گفتگو واضح ہے
نفی را اثبات می پنداشتیم	دیدۂ معدوم بینی داشتیم
ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا	ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں
دیدہ کاندر وے نعاسے شد پدید	کے تواند جز خیال و نیست دید؟
وہ آنکھ جس کو نیند آ رہی ہو	وہ خیال اور معدوم کے سوا کیا دیکھ سکتی ہے؟
لاجرم سر گشتہ گشتیم از ضلال	چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال
لامحالہ ہم گمراہی سے حیران ہوگئے ہیں	چونکہ حقیقت چھپ گئی ہے اور خیال واضح ہے
ایں عدم را چوں نشاند اندر نظر	چوں نہاں کرد آں حقیقت از بصر
اس معدوم کو نظر میں کیسے جما دیا؟	اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپا دیا؟

آفریں اے اوستاد سحر باف	کہ نمودی معرضاں را درد صاف
اے جادو کرنے والے استاد! آفریں ہے	تونے منہ موڑنے والوں کو تلچھٹ ' نیر دکھائی
ساحراں مہتاب پیمایند زود	پیش بازرگان و زر گیرند و سود
جادو گر فوراً چاندنی ناپ دیتے ہیں	سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع حاصل کر لیتے ہیں
سیم بربایند زیں گوں پیچ پیچ	سیم از کف رفتۂ و کر پاس ہیچ
اس پیچ در پیچ معاملہ سے چاندی اڑا لیتے ہیں	چاندی ہاتھ سے گئی اور کپڑا کچھ نہیں
ایں جہاں جادوست ما آں تاجریم	کہ ازو مہتاب پیمودہ خریم
یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں	کہ اس کی نپی ہوئی چاندی خریدتے ہیں
گز کند کر پاس پانصد گز شتاب	ساحرانہ او زنور ماہتاب
وہ جلدی سے پانچسو گز کپڑا ناپ دے	جادوگری کے ذریعہ چاند کی چاندی سے
چوں ستد او سیم عمرت اے رہی	سیم شذ کر پاس نے کیسہ تہی
اے غلام! جب اس نے تیری عمر کی چاندی لے لی	چاندی گئی' کپڑا ندارد تھیلی خالی ہو گئی
قل اعوذت خواند باید کاے احد	ہیں زنفاثات افغاں وز عقد
تجھے قل اعوذ پڑھنی چاہئے کہ اے خدا!	جادو گرنیوں اور گرہوں سے فریاد ہے
میدمند اندر گرہ آں ساحرات	الغیاث اے مستغاث از بردمات
وہ جادو گرنیاں گرہ میں پھونک مارتی ہیں	اے فریاد رس! اس شطرنجی چال سے فریاد ہے
لیک برخواں از زبان فعل نیز	کہ زبان قول سست ست اے عزیز
لیکن عمل کی زبان سے بھی پڑھ	اے پیارے! کیونکہ قول کی زبان کمزور ہے
در زمانہ مر ترا ہمرہ سہ اند	آں یکے وافی و آں دو غدر مند
دنیا میں تیرے تین ساتھی ہیں	ایک وفادار اور دو حیلہ جو ہیں
آں یکے یاران و دیگر رخت و مال	واں سوم وافی ست آں حسن الفعال
ایک دوست ہیں، اور دوسرا مال و اسباب ہیں	تیسرا وفادار نیک عمل ہے
مال ناید با تو بیروں از قصور	یار آید لیک تا بالین گور
مال تو محلوں سے باہر (ہی) نہ نکلے گا	دوست آئے گا لیکن قبر کے سرہانے تک

چوں ترا روز اجل آید بہ پیش	یار گوید از زبان حال خویش
جب تجھے موت کا دن درپیش ہو گا	دوست اپنی زبان حال سے کہے گا
تابدیں جا بیش ہمرہ نیستم	بر سر گورت زمانے بیستم
اس جگہ سے آگے کا ساتھی نہیں ہوں	تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹھہرتا ہوں
فعل تو وافی ست زاں کن ملتحد	کاندر آید با تو در قعر لحد
تیرا عمل وفادار ہے اس میں اپنی پناہ گاہ بنا لے	کیونکہ تیرے ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا

در تفسیر قولہ علیہ السلام لابدمن قرین یدفن معک و ھو حی و تدفن معه' و انت میت و ان کان کریماً اکرمک و ان کان لئیماً اسلمک و ذٰلک القرین عملک فاصلحه' ما ستطعت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر کہ ایک ساتھی ضروری ہے جو میرے ساتھ زندہ دفن ہوگا اور تو مردہ اس کے ساتھ دفن ہوگا تو اگر وہ شریف ہے تو تیری عزت کریگا اور اگر کمینہ ہے تو تجھے چھوڑ بھاگے گا اور یہ ساتھی تیرا عمل ہے، پس جس قدر ممکن ہو تو اس کی اصلاح کر لے

پس پیغمبرؐ گفت بہر ایں طریق	باوفا تر از عمل نبود رفیق
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے اس راستہ کے لئے	کوئی ساتھی عمل سے زیادہ باوفا نہیں ہے
گر بود نیکو ابد یارت شود	وربود بد در لحد مارت شود
اگر وہ نیک ہو گا، ابد تک تیرا دوست ہو گا	اگر بد ہوگا، تیرے لئے قبر میں سانپ ہو گا
ایں عمل ویں کسب در راہ سداد	کے تواں کرد اے پدر بے اوستاد
یہ عمل اور یہ کمائی سچائی کے راستہ میں	اے بابا! بغیر استاد کے کب کی جا سکتی ہے؟
دوں تریں کسبے کہ در عالم رود	ہیچ بے ارشاد استادے بود؟
کم درجہ کا پیشہ جو دنیا میں چالو ہے	کبھی استاد کی رہنمائی کے بغیر ہوا ہے؟
اولش علم ست و انگاہے عمل	تادہد بر بعد مہلت تا اجل
اس پیشہ کی ابتداء جاننا پھر عمل کرنا ہے	تاکہ تھوڑی دیر بعد موت تک پھل دے
استعینوا فی الحرف یاذا النھیٰ	من کریم صالح من اھلھا
اے عقلمندو! پیشوں میں مدد حاصل کرو	کسی شریف نیک سے جو ان کا اہل ہو

اطلب الدر اخی وسط الصدف	والطلب الفن من ارباب الحرف
اے بھائی! موتی سیپ کے اندر تلاش کر	اور فن کو پیشہ وروں سے طلب کر
ان رأیتم ناصحین انصفوا	بادروا التعلیم لا تستنکفوا
اگر تم نصیحت کرنے والوں کو دیکھو' خاموشی سے سنو	تعلیم کی طرف بڑھو' تکبر نہ کرو
درد باغی گر خلق پوشید مرد	خواجگی خواجہ را آں کم نہ کرد
اگر دباغی میں انسان نے پھٹا پرانا پہنا	اس نے شریف کی شرافت کو نہ گھٹایا
وقت دم آہنگرار پوشید دلق	احتشام او نشد کم پیش خلق
اگر (بھی) دھونکنے کے وقت لوہار نے گدڑی پہن لی	تو لوگوں کے سامنے اس کی عزت نہیں گھٹی
پس لباس کبر بیروں کن زتن	ملبس ذل پوش در آموختن
تو تکبر کا لباس جسم سے اتار دے	سیکھنے میں ذلت کا لباس پہن لے
علم آموزی طریقش قولی ست	حرف آموزی طریقش فعلی ست
تو علم سیکھتا ہے' تو اس کا طریقہ زبانی ہے	دستکاری سیکھتا ہے' تو اس کا طریقہ عملی ہے
فقر خواہی آں بصحبت قائم ست	نے زبانت کارمی آید نہ دست
فقر چاہتا ہے' وہ صحبت سے متعلق ہے	نہ تیری زبان کام آتی ہے' نہ ہاتھ
دانش انوارست در جان رجال	نے زراہ دفتر و نے قیل و قال
انوار کا علم (سلوک اولیاء) لوگوں کے دل میں ہے	(وہ حاصل نہیں ہوتا ہے) نہ کتاب کے راستے سے نہ گفتگو سے
دانش آنرا ستاند جاں زجاں	نے ز راہ دفتر و نے از زباں
اس کا علم روح' روح سے حاصل کرتی ہے	نہ کتاب کے راستہ سے اور نہ زبان سے
دردل سالک اگر ہست آں رموز	رمز دانی نیست سالک را ہنوز
اگر سالک کے دل میں وہ رموز (بھی) ہیں	(لیکن) سالک کو ابھی ان کی سمجھ نہیں ہے
تادلش را شرح آں سازد ضیا	پس الم نشرح بفرماید خدا
جب تک کہ اس کے دل کے لئے نور اس کی تشریح نہ کردے	پھر خدا فرماتا ہے' کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟
کہ درون سینہ شرحت دادہ ایم	شرح اندر سینہ ات بنہادہ ایم
یعنی ہم نے تیرے سینہ میں اس کی شرح عنایت کردی ہے	ہم نے تیرے سینہ میں شرح رکھ دی ہے

تو ہنوز از خارج آں را طالبی	محلبی از دیگراں چوں حالبی
تو ابھی تک باہر سے اس کا طالب ہے	تو (خود) دودھ کی جگہ ہی تو دوسروں سے دودھ کیوں دوہتا ہے؟
چشمۂ شیر ست در تو بے کنار	تو چرامی شیر جوئی از تغار
تیرے اندر دودھ کا لامحدود چشمہ ہے	تو گڑھے سے دودھ کا جویاں کیوں ہے؟
منفذے داری بہ بحر اے آبگیر	ننگ دارا ز آب جستن از غدیر
اے پانی حاصل کرنے والے! تیرا سمندر تک راستہ ہے	حوض سے پانی لینے میں شرم کر
کہ الم نشرح نہ شرحت ہست باز	چوں شدی تو شرح جوی وگدیہ ساز
کیا ''ہم نے نہیں کھولا'' تیری شرح نہیں ہے پھر	تو شرح کا طالب اور بھکاری کیوں بنا ہے؟
در نگر در شرح دل دراندرون	تا نیاید طعنۂ لا یبصرون
دل کی شرح کو باطن میں دیکھ لے	تاکہ ''وہ نہیں دیکھتے ہیں'' کا طعنہ نہ دیا جائے

تفسیر قولہ عزوجل و ھو معکم اینما کنتم

اللہ تعالیٰ کے قول ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو'' کی تفسیر

یک سبد پرناں ترا بر فرق سر	تو ہمی خواہی لب ناں در بدر
روٹیوں کی ایک بھری ٹوکری تیرے سر کی مانگ پر ہے	تو روٹی کا ٹکڑا در بدر مانگتا ہے
در سر خود پیچ و ہل خیرہ سری	رو دردل زن چرا بر ہر دری
اپنے سر میں لگ اور بیہودہ پن چھوڑ	جا دل کا دروازہ کھٹکھٹا' ہر دروازہ پر کیوں (جاتا) ہے
تابزا نوئی میان آب جو	غافل از خود زین وآں تو آبجو
تو ران تک نہر کے پانی میں ہے	تو خود سے غافل ہے اس اور اس سے پانی کا جویاں ہے
برسرت نانست پایت اندر آب	وز عطش وز جوع گشتستی خراب
تیرے سر پر روٹی ہے (اور) تیرا پاؤں پانی میں ہے	اور تو پیاس اور بھوک سے تباہ ہے
پیش آب و پس ہم آب بامدد	چشمہا را پیش سدو خلف سد
آگے بھی جاری پانی ہے اور پیچھے بھی	چشموں کے آگے بھی دیوار ہے اور پچھلے (بھی) دیوار ہے
اسپ زیر راں و فارس اسپ جو	چیست ایں' گفت اسپ ولیکن اسپ کو
گھوڑا ران کے نیچے ہے اور سوار گھوڑے کا جویاں ہے	یہ کیا ہے؟ گھوڑا ہے' لیکن گھوڑا کہاں ہے؟

ہیں نہ اسپ ست ایں بزیر تو پدید	گفت آرے لیک اسپ خود کہ دید
ہائیں! تیرے نیچے کھلا ہوا یہ گھوڑا ہے	وہ کہتا ہے ہاں لیکن اپنا گھوڑا کس نے دیکھا ہے؟
مست آن و پیش روی اوست آں	اندر آب و بے خبر ز آب رواں
وہ اس پر عاشق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہے	وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بے خبر ہے
مست چیز و پیش روی اوست چیز	بے خبر زاں چیز و شرح خویش نیز
وہ ایک چیز پر عاشق ہے اور چیز اس کے منہ کے سامنے ہے	وہ اس چیز اور اپنی تفصیل سے بھی بے خبر ہے
چون گوہر در بحر گوید بحر کو	واں خیال چوں صدف دیوار او
جیسا کہ موتی سمندر میں کہے، سمندر کہاں ہے؟	وہ خیال، سیپ کی طرح اس کی دیوار ہے
گفتن آں کو حجابش میشود	ابر تاب آفتابش میشود
اس کا کہنا، وہ کہاں ہے؟ اس کا پردہ بنتا ہے	(اور) سورج کی چمک اس کے لئے ابر بن جاتی ہے
بند چشم او ست ہم چشم بدش	عین رفع سد او گشتہ سدش
اس کی بری آنکھ بھی اس کی آنکھ کا پردہ ہے	بعینہ دیوار کا ہٹانا، اس کے لئے دیوار بن گیا
بند گوش اوشدہ ہم گوش او	ہوش باحق دار اے مدہوش او
اس کا کان بھی اس کے کان کی رکاوٹ بن گیا	اللہ کا ہوش کر، اے اس کے دیوانے!
ہوش را تو زلیع کردی بر جہات	می نیرز د ترۂ ترہات
تونے ہوش کو (مختلف) جانبوں میں تقسیم کر دیا ہے	وہ فضول (خیالات) ساگ کی قیمت کے نہیں ہے

در تفسیر قول نبی علیہ السلام من جعل الهموم هماً واحداً كفاه الله سائر اهمومه و من تفرقت به الهموم لايبالي الله في اي و ادمنها هلك

آنحضورؐ کے اس قول کی تفسیر کہ جس نے غموں کو ایک غم بنالیا اللہ تعالیٰ اس کے سارے غموں کے لئے کافی ہو گیا اور جس کے متفرق غم ہیں تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کونسی داری میں تباہ ہوا

آب ہش را می کشد ہر بیخ و خار	آب ہوشت چوں رسد سوئے ثمار
ہر جڑ اور کانٹا ہوش کے پانی کو چوس رہا ہے	پھلوں تک تیرے ہوش کا پانی کیسے پہنچے؟
آبہارا میکشد آں خس گیاہ	آب ہوشت چوں رسد سوئے الٰہ
پانی کو معمولی گھاس پی رہی ہے	تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

ہیں بزن آں شاخ بدرا خو کنش	آب دہ ایں شاخ خوش رانو کنش
خبردار! اس بری شاخ کو کاٹ دے (اور) اس کو دور کر دے	اس اچھی شاخ کو پانی دے، اس کو تازہ کر
ہر دو سبز اند ایں زماں آخر نگر	کیں شود باطل ازاں روید ثمر
اب دونوں سبز ہیں، انجام کو دیکھ	یہ خراب ہو جائے گی، اس سے پھل پیدا ہوں گے
آب باغ ایں را حلال آں را حرام	فرق را آخر بہ بینی والسلام
باغ کا پانی اس کے لئے حلال، اس کے لئے حرام ہے	تو آخر میں فرق کو سمجھے گا، والسلام
عدل چہ بود؟ آب دہ اشجار را	ظلم چہ بود؟ آب دادن خار را
عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے	ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا
عدل وضع نعمتے در موضعش	نے بہر بیخے کہ باشد آب کش
عدل، جگہ پر نعمت صرف کرنا ہے	نہ کہ ہر جڑ کو (پانی دینا) جو پانی چوستی ہے
ظلم چہ بود؟ وضع در نا موضعے	کہ نباشد جز بلا را منبعے
ظلم کیا ہے؟ بے محل صرف کرنا	جو صرف مصیبت کا چشمہ ہے
نعمت حق را بجان و عقل دہ	نے بہ طبع پر زحیر و پر گرہ
اللہ (تعالیٰ) کی نعمت جان اور عقل کو دے	نہ کہ پیچش اور گرہوں والی طبیعت کو
بار کن بیگار غم را بر تنت	بر دل و جاں کم نہ آنجاں کندنت
غم کی بیگار کو اپنے جسم پر سوار کر	دل اور جاں پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی تباہی ہے
برسر عیسیٰؑ نہادہ تنگ بار	خر سکیزہ میزند در مرغزار
بوجھ کا گٹھر عیسیٰ کے سر پر رکھے ہوئے ہے	گدھا، چراگاہ میں دولتیاں مار رہا ہے
سرمہ را در گوش کردن شرط نیست	کار دل را جستن از تن شرط نیست
سرمہ کو کان میں لگانا مناسب نہیں ہے	دل کا کام، جسم سے لینا مناسب نہیں ہے
گر دلی رو ناز کن خواری مکش	ور تنی شکر منوش وز ہر چش
اگر تو (مجسم) دل ہے جا فخر کر ذلت نہ اٹھا	اگر تو (مجسم) جسم ہے، شکر نہ کھا اور زہر چکھ
زہر تن را نافع ست و قند بد	تن ہماں بہتر کہ باشد بے مدد
جسم کے لئے زہر مفید اور شکر مضر ہے	جسم وہی بہتر ہے، جو بے سہارا ہو

ہیزم دوزخ تنست کم کنش	وربروید ہیں تو از بن بر کنش
جسم دوزخ کا ایندھن ہے اس کو گھٹا	اگر وہ آگے خبردار! تو اس کو جڑ سے اکھاڑ دے
ورنہ حمال حطب باشی حطب	در دو عالم ہمچو جفت بو لہب
ورنہ تو ایندھن ہی ایندھن کا باربردار ہو گا	دونوں جہان میں، ابولہب کی بیوی کی طرح
از حطب بشناس شاخ سدرہ را	گرچہ ہر دو سبز باشد اے فتی
سدرۃ (المنتہیٰ) کی شاخ کو ایندھن کی لکڑی سے پہچان لے	اے نوجوان! اگرچہ دونوں سبز ہوں
اصل ایں شاخ ست از نار و دخاں	اصل آں شاخ ست ہفتم آسماں
اس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے	اس شاخ کی جڑ، ساتویں آسمان (پر) ہے
ہست مانند ایں بصورت پیش حس	کہ غلط بین ست چشم و کیش حس
یہ حس کے سامنے (آپس میں) مشابہ ہیں	کیونکہ حس کی آنکھ اور طریقہ غلط بیں ہے
ہست پیدا آں بہ پیش چشم دل	جہد کن پیش دل آ جہد المقل
دل کی آنکھ کے لئے وہ واضح ہے	کوشش کر نادار کی سی کوشش، دل کے سامنے آ
ورنداری پا بجنباں خویش را	تا بہ بینی ہر کم و ہر بیش را
تو اگر پاؤں نہیں رکھتا ہے خود کو حرکت دے	تاکہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے
کایں تحرک شد تبرک را کلید	وز تحرک گردی اے دل مستفید
کیونکہ یہ حرکت کرنا برکت حاصل کرنے کی کنجی ہے	اے دل! تو حرکت کرنے سے فائدہ مند ہو گا

در معنیٔ ایں رباعی

اس رباعی کے معنیٰ (کے بیان) میں

گر راہروی راہ برت بکشایند	ور نیست شوی بہستیت بگرایند
اگر تو راہ (طریقت) پر چلے گا تیرے لئے راستہ کھول دیں گے	اگر تو فنا ہو جائے گا تجھے بقا کی طرف مائل کر دینگے
ور پست شوی نگنجی اندر عالم	وانگاہ ترا بے تو بتو بنمایند
اگر تو پست ہو جائے تو تو عالم میں نہ سمائے گا	اس وقت تجھے بغیر تیرے (وجود کے) دکھائیں گے
گر زلیخا بست درہا ہر طرف	یافت یوسفؑ ہم ز جنبش منصرف
اگرچہ زلیخا نے ہر طرف دروازے بند کر دیئے	یوسفؑ نے بھی حرکت سے واپس کی جگہ پا لی

چوں توکل کرد یوسفؑ بر جہید	باز شد قفل درورہ شد پدید
جب یوسف نے توکل کیا (اور) کود ے	دروازے کا تالا کھل گیا اور راستہ ظاہر ہو گیا
گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید	خیرہ یوسفؑ وارمی باید دوید
اگرچہ دنیا کا کوئی شگاف نظر نہیں آتا ہے	یوسف کی طرح اندھا دھند بھاگنا چاہئے
تا کشاید قفل ورہ پیدا شود	سوئے بیجائی شمارا جا شود
تاکہ تالا کھلے اور راستہ ظاہر ہو جائے	لامکان کی جانب تمہارے لئے جگہ ہو جائے
آمدی اندر جہاں اے ممتحن	ہیچ می بینی طریق آمدن
اے آزمائش میں پڑے ہوئے تو دنیا میں آیا	کچھ تجھے آنے کا راستہ نظر آیا؟
توز جائے آمدی وز موطنے	آمدن را راہ دانی ہیچ نے
تو ایک جگہ اور ایک وطن سے آیا	تو آنے کا راستہ جانتا ہے' کچھ بھی نہیں
گرندانی تانگوئی راہ نیست	زیں رہ بے راہ مارا رفتنی ست
اگر تو نہیں جانتا ہے' ہرگز نہ کہہ کر راہ نہیں ہے	ہمیں اسی بغیر راستہ کے راستہ سے جانا ہے
میروی درخواب شاداں چپ وراست	ہیچ دانی راہ آں میداں کجاست
تو خواب میں خوشی خوشی دائیں بائیں جاتا ہے	تو کچھ جانتا ہے کہ اس میدان کا راستہ کدھر ہے؟
توبہ بندآں چشم وخود تسلیم کن	خویش را بینی دراں شہر کہن
تو اس آنکھ کو بند کر لے اور خود کو سپرد کر دے	تو اپنے آپ کو اس قدیم شہر میں دیکھے گا
چشم چوں بندی کہ صد چشم وخمار	بند چشم تست ایں سو از غرار
تو آنکھ کیسے بند کرے گا؟ کیونکہ سینکڑوں آنکھیں اورنشہ	غفلت کی وجہ سے اس جانب کے لئے تیری آنکھ کا پردہ ہیں
چار چشمی توز عشق مشتری	بر امید مہتری و سروری
تو (اپنے) خریدار کے عشق میں چار آنکھوں والا ہے	بڑائی اور سرداری کی امید پر
گر بخسپی مشتری بینی بخواب	چغد بد کے خواب بیند جز خراب
اگر تو سوتا (بھی) ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے	منحوس چغد ویرانہ کے سوا کب دیکھتا ہے؟
مشتری خواہی بہر دم پیچ پیچ	توچہ داری کہ فروشی؟ ہیچ ہیچ
تو ہر وقت پیچ و تاب میں خریدار کا خواہشمند ہے	تو رکھتا کیا ہے؟ کہ بیچے گا؟ کچھ بھی نہیں

گر ترا نانے بدے یا چاشتے	از خریداراں فراغت داشتے
اگر تجھے روٹی یا ناشتہ (حاصل) ہوتا	تو خریداروں سے بے نیاز ہوتا
گر در انباں مرترا نانے بدے	از خریداراں دلت فارغ شدے
اگر تھیلے میں تیری روٹی ہوتی	تو تیرا دل خریداروں سے بے نیاز ہوتا

شرح حبیبی

اس بیان سے معلوم ہوا کہ عدم بھی ایک شے ہے جو کہ صنعت حق سبحانہ کا خزانہ اور عالم وجود کی اصل ہے۔ پس عدم عالم وجود کے مقابلہ میں موجود کہلانے کا زیادہ مستحق ہوگا۔ اور عالم وجود عدم کے مقابلہ میں معدوم کہلانے کے زیادہ لائق ہوگا کیونکہ عدم اصل ہے اور عالم وجود اس کی فرع۔ والاصل اقویٰ وجوداً من الفرع۔ دوسری عدم باقی ہے اور عالم وجود فانی۔ اور باقی فانی کے مقابلہ میں موجود کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔ اور فانی باقی کے مقابلہ میں لقب معدوم کے لئے زیادہ زیبا ہے۔

جب یہ تمہیدی مضمون معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ حق سبحانہ کی عجیب شان ہے کہ اس نے معدوم (اضافی یعنی عالم وجود) کو وجود (حقیقی دکھلایا۔ اور موجود (اضافی یعنی عدم) کو معدوم (حقیقی) ظاہر فرمایا۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے دریا کو چھپا دیا ہے جو کہ اصل ہے اور کف کو ظاہر فرما دیا ہے جو کہ فرع ہے یا ایسا ہے جیسا کہ اس نے ہوا کہ چھپا دیا ہے جو کہ اصل ہے اور خاک کو ظاہر فرما دیا ہے جو اس کے تابع ہے۔ مثلاً بگولہ کہ اس میں ہوا اصل ہے اور خاک تابع مگر خاک ظاہر ہے اور ہوا مخفی یہ ہم نے کیوں کہا کہ ہوا اصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خاک بذات خود اوپر نہیں جاسکتی۔ پس ضروری ہے کہ اس میں ہوا ہو۔ مگر تم خاک کو تو دیکھتے ہو اور ہوا کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ جس وقت تم کو دلیل سے سمجھایا جاتا ہے اس وقت مانتے ہو۔ علیٰ ہذا تم کف کو ہر طرف دوڑتے دیکھتے ہو مگر دریا کو نہیں دیکھتے۔ حالانکہ کف بدوں دریا کے نہیں ٹھہر سکتا۔ پس تم کف کو تو آنکھ سے دیکھتے ہو جو فرع ہے اور دریا کو دلیل سے مانتے ہو جو کہ اصل ہے یا ایسا ہے جیسا کہ فکر مخفی ہے جو کہ اصل ہے اور گفتگو ظاہر ہے جو کہ فرع ہے۔ پس گفتگو کو اصل کے ذریعے سے ذریعہ سے جان لیتے ہو اور فکر کی دلیل سے قائل ہوتے ہو۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ ہم معدوم کو موجود سمجھتے ہیں یعنی ہم نے تمہارے سینہ کو منشرح کر دیا اور اس کو کھول دیا اور اس کو انوار عرفانیہ کا منبع بنا دیا۔ اس سے معلوم ہوا دل خود منبع علوم ہے۔ لیکن افسوس کہ تم ان کو باہر ڈھونڈھتے ہو۔ ارے تم تو اس دودھ کا مخزن ہو۔ پھر دوسروں سے کیوں دوہتے پھرتے ہو اور تمہارے اندر تو خود شیر علوم و معارف کا بہت بڑا چشمہ موجود ہے پھر تم تغاری اور کونڈوں (کتابوں اور رسمی عالموں) سے اس کے کیوں طالب ہو۔ اور اے تالاب (سالک) تو تو بحر حقیقی سے تعلق رکھتا ہے ایسی حالت میں تجھے تالابوں سے پانی لینے سے شرم آنی چاہئے۔ کیا؟ الم نشرح سے تیری حالت ظاہر نہیں ہوتی ضرور ہوتی ہے کیونکہ گو شرح صدر مخصوص جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو۔ مگر مطلق شرح صدر آپ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس کی قابلیت علیٰ حسب الاستعداد ہر ایک میں ہے۔ پھر تو دوسروں سے دریافت کرتا اور بھیک مانگتا کیوں پھرتا ہے۔

پس تو تحصیل علم کے لئے اپنے اندر شرح دل کا مطالعہ کر۔ تاکہ تجھ پر اندھے ہونے کا طعنہ نہ دارد ہو۔ اور تو **لهم اعين لايبصرون** کا مصداق نہ بنے۔ بھلے مانس تیرے سر پر روٹیوں کا بھرا ہوا ٹوکرا رکھا ہوا ہے اور تو در بدر ٹکڑے مانگتا پھرتا ہے۔ یعنی تجھے دل حاصل ہے جو منبع علوم ہے مگر تو اسے نہیں دیکھتا۔ اور علوم رسمیہ کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ نہایت بے جابات ہے تو اپنے باطن میں مشغول ہو اور پاجی پن چھوڑ دے اور اگر تجھے علم کی طلب ہے تو دل کا دروازہ کھٹکھٹا ہر دروازہ پر مارا مارا کیوں پھرتا ہے۔ ارے تو ندی میں گھٹنوں گھٹنوں پانی میں کھڑا ہے مگر تجھے اپنی حالت کی خبر نہیں اور اس سے پانی مانگتا ہے اور تیرے سر پر روٹیاں رکھی ہیں اور تیرے پاؤں پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مگر تو پیاس اور بھوک سے خراب ہو رہا ہے یہ تیری بدقسمتی ہی نہیں ہے اور تیرے آگے بھی پانی ہے اور پیچھے بھی۔ مگر تیری آنکھوں کے سامنے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی کہ تو اسے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ کتنی بے جابات ہے تو ان حجابات کو اٹھا اور پانی سے منتفع ہو۔ نیز تیری ایسی مثال ہے جیسے شہسوار کی ران کے نیچے گھوڑا موجود ہے اور وہ پوچھے کہ گھوڑا کہاں ہے۔ جب کوئی اس سے پوچھے کہ ارے یہ تیری رانوں کے نیچے کیا ہے تو کہے گھوڑا۔ مگر پھر یہی کہے کہ گھوڑا کہاں ہے پھر اس سے کہا جائے کہ ارے یہ تیرے نیچے گھوڑا نہیں ہے تو کہے ہاں مگر کوئی اپنی سواری کا گھوڑا بھی دیکھتا ہو۔ بھلا اس سے بھی زیادہ کوئی احمق ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

بس تیری یہی حالت ہے کیونکہ تو دل رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ دل منبع علوم ہے کیونکہ تو مسلمان ہے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور قرآن میں یہ مضمون منصوص ہے مگر پھر تحصیل علم کے لئے ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے اور جب تجھے متنبہ کیا جاتا ہے تو خود اقرار کرتا ہے مگر پھر اس بیہودگی کو نہیں چھوڑتا۔

الغرض وہ طالب ایسا ہے جیسا کوئی ایک شے پر عاشق ہو اور مطلوب اس کے سامنے موجود ہو اور وہ پھر بھی اس کا طالب ہو یا کوئی پانی کے اندر موجود ہو اور اس بہتے ہوئے پانی کی اسے خبر نہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی ایک شے کا طالب ہے اور وہ شے اس کے پاس موجود ہے مگر یہ اس سے بے خبر ہے بلکہ اسے خود اپنی ہی خبر نہیں۔ یا یوں کہو کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے موتی دریا میں موجود ہے اور کہے کہ دریا کہاں ہے کیونکہ وہ مطلوب کے پاس موجود ہے مگر سمجھتا ہے کہ مطلوب مجھ سے دور ہے اور اس کا یہ خیال انعدام مطلوب ہے اس کے لئے سیپ کی طرح حجاب ہو گیا ہے اور اس کا یہ کہنا ہے کہ کہاں ہے اس کے لئے حجاب ہے اور اس کے آفتاب مطلوب کے ظہور و تابش کے لئے ابر بن گیا ہے اور یہ اس کی چشم بد (غلط بین ہے) اس کی آنکھ کے لئے آڑ بن گئے ہیں اور اس طرح رفع دیوار خود اس کیلئے دیوار ہو گئی ہے۔ نیز خود اس کے کان غلط سننے والے اس کے کان کی ڈاٹ بن گئے ہیں یعنی اس کے لئے آنکھیں تو ہیں مگر غلط بیں ہیں کہ موجود کو معدوم دیکھتی ہیں اور اس کے کان بھی ہیں مگر غلط سنتے ہیں کہیئے آسمان کی تو سنیں زمین کی مگر وہ اپنی آنکھوں اور کانوں کو آفت سے محفوظ سمجھتا ہے اس لئے جبکہ آنکھیں موجود کو معدوم دیکھتی ہیں اور کان موجود کو معدوم سنتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ وہ شے واقع میں معدوم ہے کیونکہ اگر موجود

ہوتی تو میں باوجود اس کے کہ میری آنکھیں موجود ہیں اس لئے کیوں نہ دیکھ سکتا۔ اور دوسرے لوگ اسے معدوم کیوں بتاتے اس لئے یہ آنکھیں اور کان جو کہ اس کے زعم میں رفع سد ہیں۔ خود حجاب اور سد بن گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ:۔ مولانا کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تم علوم کو اپنے دل میں دیکھو اور غیروں سے طلب نہ کرو۔ اس سے کسی کو عدم ضرورت شیخ کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ دل میں ڈھونڈنے کے یہ معنی ہیں کہ تم اپنے دل کو اس قابل بناؤ کہ وہ منبع علوم بنے اور مولانا پیشتر فرما چکے ہیں کہ یہ بات بدوں شیخ کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ضرورت ہے شیخ کی اور حاصل یہ ہے کہ شیخ حاصل کرو اور اس کے ذریعہ سے دل کو اس قابل بناؤ کہ وہ منبع علوم بنے پھر اس میں علوم کا مطالعہ کرو۔ اور کتب وعلماء رسمیہ کے پیچھے نہ پڑو۔

فائدہ نمبر۲:۔ چونکہ دل کے منبع علوم شرعیہ بننے کی ضرورت ہے اتباع شریعت کی اور اتباع شریعت موقوف ہے علوم شرعیہ پر اور علوم شرعیہ حاصل ہوتے ہیں علماء ظاہر سے اس لئے بقدر ضرورت علماء ظاہر کی طرف رجوع بھی لازم ہے اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ بلا ضرورت علوم وعلماء رسمیہ کے ممنون احسان نہ بنو۔ اور علوم رسمیہ ہی کو مقصود اصلی نہ بناؤ۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ اے غافل از حق تو خدا سے خبردار ہو اور اس کی اطاعت کر اس سے تیرا دل منبع علوم بنے گا اور تجھے کتب علمیہ اور علماء رسمیہ سے استغناء حاصل ہو جائے گا۔ تو نے اپنے ہوش کو مختلف حیات پر منقسم کر دیا ہے حالانکہ ان فضولیات میں ایک شے بھی کسی کام کی نہیں۔ پس تو ان خرافات کو چھوڑ اور اپنے خیالات کو ایک مرکز پر جمع کر اور صرف حق سبحانہ کو مطلوب ٹھہرا اور بدوں اس کے وصول الی اللہ نہایت ہی متعذر ہے۔ کیونکہ تیرے ہوش کا پانی تو کانٹوں (امور دنیویہ) ہی کی جڑوں میں جذب ہو رہا ہے پھر وہ پھلوں (مطلوب حقیقی) تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور جبکہ یہ ذلیل گھاس (امور دنیویہ) تیرے ہوش کے پانی کو جذب کر رہے ہیں یعنی تیرے ہوش کو اپنے ہی میں مصروف رکھتے ہیں تو وہ حق سبحانہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اور تجھے حق سبحانہ کا خیال کیونکر ہوسکتا ہے۔ پس تو اس شاخ بد (تعلقات دنیویہ) کو کاٹ اور اس شاخ (تعلقات حق سبحانہ) کو پانی دے اور تر و تازہ کر۔ یہ ضرور ہے کہ یہ دونوں شاخیں سرسبز اور مرغوب وخوشگوار ہیں۔ مگر تم کو انجام پر نظر کرنا چاہئے۔ انجام اس کا یہ ہوگا کہ شاخ اول برباد ہو جائے گی اور شاخ ثانی مثمر اور نتیجہ بخش ہوگی۔ دیکھو اول کی تربیت اور اس کو پانی دینا ناجائز ہے اور ثانی کو پانی دینا واجب اور فرق ان دونوں میں تم کو مرنے کے بعد معلوم ہوگا۔

یہ مضمون تو ختم ہوا اب ہم اس کے مناسب دوسرا مضمون تم کو سناتے ہیں مگر اول یہ سمجھ لو کہ عدل کیا ہے؟ عدل کی حقیقت درختوں کو پانی دینا ہے اور ظلم کیا ہے؟ ظلم کی حقیقت کانٹوں کو پانی دینا ہے۔ یا بہ تبدیل عنوان یوں کہو کہ عدل یہ ہے کہ ہر نعمت کو اس کے موقع پر رکھا جائے اور آب نعمت ہر اس جڑ کو نہ دیا جائے جو اس کے لئے جاذب ہو۔ اور ظلم یہ ہے کہ کسی نعمت کو ایسے محل میں صرف کیا جائے جو اس کے لائق نہ ہو اور صرف بلیات کا سرچشمہ ہو اور کسی بھلائی کی اس سے توقع نہ ہو۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ ہم کہتے ہیں کہ تم نعمت حق کو تندرستی علم وفضل روح اور عقل پر صرف کرو جو اس کا محل ہیں اور نفس پر صرف نہ کرو جو کہ تکالیف اور مشکلات کا معدن ہے برخلاف

اس کے اقتضاءات نفس کے خلاف کر کے بارغم کو نفس پر لادو۔ اور ارتکاب معاصی سے جو کہ موجب تاذی روح ہے تکلیف کو روح اور دل پر نہ لادو کیونکہ یہ عدل ہے اور اس کے خلاف ظلم۔ مگر تم ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ عیسیٰ روح کے سر پر تم نے بارغم لا در کھا ہے اور خرنفس گلزار میں فلانچیں مارتا پھر رہا ہے تم کو ایسا نہ چاہئے بلکہ جو جس کے قابل ہو اس کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہئے

دیکھو جس طرح سرمہ کان میں ڈالنا مناسب نہیں ہے یوں ہی دل کا کام نفس سے لینا زیبا نہیں۔ پس اگر تم صاحب دل ہو تو تم کو ناز کرنا چاہئے اور ذلت نہ اٹھانا چاہئے۔ یعنی دین کا کام کرنا چاہئے جو موجب عزت و راحت ہے اور دنیا کا کام چھوڑ دینا چاہئے جو کہ موجب ذلت و تکلیف ہے اور اگر تم اہل نفس ہو تو ہم کہتے ہیں کہ خبردار شکر نہ کھانا اور زہر ہی کھانا۔ یعنی دنیا ہی میں مصروف رہنا اور دین کے کام نہ کرنا۔ کیونکہ نفس کے لئے زہر ہی نافع ہے اور قند مضر ہے اور اس کے لئے مورد تباہی کے کام مفید ہیں اور دینی کام مضر ہیں۔

فائدہ:۔ ''شکر منوش'' اور ''زہر چش'' امرونہی تہدیدی ہیں اور طلب فعل وترک مقصود ہیں۔ لیکن ہم تمہیں سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نفس وہی بہتر ہے جو بے مدد ہو اور جس کی پرورش نہ کی جائے کیونکہ یہ دوزخ کا ایندھن ہے۔ پس تم اس کو کم کرو اور اگر یہ اگے اور یہ ترقی کرے تو تم اس کو جڑ سے اکھیڑ ڈالو۔ ورنہ تم دونوں عالم میں ابولہب کی بیوی کی طرح **حمال حطب** ہو گے جو کہ دوزخ کے لئے ایندھن ڈھورہے ہو۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ گو شاخ سدرہ (روح) اور ایندھن (نفس) دونوں سبز ہیں مگر تم ان دونوں میں امتیاز کرو۔ اور جان لو کہ ایندھن (نفس) کا مرجع آگ اور دھواں (دوزخ) ہے اور شاخ سدرہ (روح) کا مرجع آسمان ہفتم (عالم بالا اور لامکان) گو دونوں شاخیں چشم حسی کی نظر یکساں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حس کا مشرب غلط بینی ہے لیکن چشم بصیرت کی نظر میں فرق ظاہر ہے۔ پس تم سے جس قدر بھی ہو سکے کوشش کر کے دل کی طرف بڑھو اور نفس کو چھوڑ و اور اگر تمہارے پاؤں ہی نہ ہوں تو اپنے کو حرکت ہی دیدو۔ یعنی اگر تم پوری کوشش نہیں کر سکتے تو بھی امکن ہی کوشش کرو تاکہ تمہیں اشیاء علیٰ ماہی علیہ نظر آئیں اور تم غلط بینی سے نجات پاؤ۔ کیونکہ مشہور ہے۔ ''فی الحرکۃ برکۃ'' یعنی حرکت حصول برکت کا ذریعہ ہے۔ پس حرکت سے تمہیں فائدہ حاصل ہوگا۔

دیکھو زلیخا نے ہر طرف سے دروازے بند کر دیئے تھے مگر یوسف علیہ السلام نے حرکت کی تو انہیں واپسی کا مقام مل ہی گیا اور وہ اس محل خطرے سے بچ گئے اور جبکہ انہوں نے خدا پر بھروسہ کیا اور خدا کا نام لے کے بھاگے تو دروازہ قفل حق سبحانہ کی تائید سے کھل ہی گیا اور راستہ نکل آیا۔ پس اگرچہ عالم میں کوئی سوراخ نظر نہیں آتا جس سے تم اس سے خدا تک پہنچ جاؤ۔ مگر تم کو یوسف علیہ السلام کی طرح دوڑنا چاہئے تاکہ قفل کھل جائے اور راستہ نکل آئے اور تمہاری حق سبحانہ کی طرف چلنے کے لئے جگہ ہو جائے۔

تم کو راہ کے نظر نہ آنے سے اس کے انعدام کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ تم دنیا میں آئے ہو اور ضرور کسی راستہ سے آئے ہو اچھا بتاؤ کہ کس راستہ سے آئے ہو کوئی راستہ دکھلائی دیتا ہے اور تم کسی جگہ سے اور کسی مقام سے تو آئے ہو تو کیا جانتے ہو کہ کس راستہ سے آئے ہو۔ اگر تم نہیں جانتے تو یہ نہ کہنا کہ راستہ نہیں ہے ضرور ہے ورنہ

آئے کیونکر۔ نیز اسی راستہ سے تم کو پھر جانا ہے۔ پس اگر راستہ نہیں ہے تو جاؤ گے کیونکر؟ پس معلوم ہوا کہ راستہ ضرور ہے گو ہمیں معلوم نہیں۔ بس یونہی وصول الی اللہ کے راستہ کو ہی سمجھ لو۔ اچھا اور سنو خواب کے اندر تم دائیں بائیں خوش خوش دوڑتے ہو کیا تم جانتے ہو کہ اس میدان کا راستہ کہاں کو ہے ہرگز نہیں۔ پس ایسا ہی وصول الی الحق کی راہ کو سمجھ لو۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ راستہ ضرور ہے مگر ہمیں معلوم نہیں تو اب اس کی صورت یہ ہے کہ آنکھ بند کر کے اپنے کو حق سبحانہ کے یا شیخ کے حوالہ کر دو اس طرح تم اپنے کو اسی شہر قدیم یعنی عالم غیب میں پاؤ گے لیکن تم آنکھ کیسے بند کر سکتے ہو کیونکہ سینکڑوں نشیلی آنکھیں تمہاری آنکھ کے لئے بند ہونے سے مانع ہیں۔ یعنی دنیا میں تمہارے مطلوبات اور معشوق بکثرت ہیں وہ تم کو آنکھ کیونکر بند کرنے دیں گے کیونکہ عشق آنکھ بند ہونے سے مانع ہے۔

چنانچہ تم سرداری کی توقع میں خریداروں پر عاشق ہو اور ان کے عشق نے تمہاری دو آنکھوں کو چار بنا دیا ہے۔ یعنی ہر وقت آنکھیں کھولے دیکھتے ہو کہ ادھر سے کوئی آتا ہو گا ادھر سے کوئی آتا ہو گا۔ اور اگر سوتے ہی ہو تو خواب میں خریداروں کو دیکھتے ہو اور ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ الو کو خواب میں ویرانہ ہی نظر آتا ہے۔ پس جب تمہاری یہ حالت ہے تو کیا توقع ہو سکتی ہے کہ تم آنکھ بند کر لو گے۔

بھلے مانس تو جو ہر دم اپنے خریداروں کا طالب ہے بتا تو سہی تیرے پاس دھرا کیا ہے جو تو اس کے ہاتھ بیچے گا۔ کچھ بھی نہیں کیونکہ اگر تیرے پاس روٹی یا دو پہر کا کھانا ہوتا تو تجھے یہ ڈھونگ بنانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور تجھے خریداروں کی پرواہ ہی نہ ہوتی اور اگر تیرے توشہ دان میں روٹی ہوتی تو خریداروں کی فکر سے تیرا دل مطمئن ہوتا کیونکہ یہ جو کچھ تو کر رہا ہے محض پیٹ کے لئے کر رہا ہے۔ پس اگر تو روٹی سے بے فکر ہوتا تو تجھے اس ڈھونگ کی ضرورت نہ ہوتی اور جب کہ ضرورت ہے تو معلوم ہوا کہ تیرے پاس روٹی نہیں ہے اور جب تو اتنا مفلس ہے تو خریداروں کے ہاتھ کیا بیچے گا اور جبکہ تو اس کے ہاتھ کچھ نہیں بیچ سکتا تو ان کے جمع کرنے کی دردسری بیکار ہے۔

خلاصہ یہ کہ مولانا طلب جاہ کی مذمت اور اس کا بے سود ہونا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طلب جاہ بالکل لغو ہے کیونکہ طلب خریداراں دلیل ہے اس کے عدم کمال کی۔ کیونکہ صاحب کمال مستغنی ہوتا ہے۔ پس جبکہ طالب جاہ خود کامل نہیں تو اس کا معتقدین کو جمع کرنا بے کار ہے۔ کیونکہ جب اس کے اندر کمال ہی نہیں تو انہیں دکھلائے گا کیا۔ اور قدر کس چیز کی کرائے گا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ انہیں فریب دے اور دھوکے سے اپنے نقصان کو کمال ظاہر کرے۔ **ولا یخفیٰ شناعتہ**

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الربع الثانی من الدفتر الخامس

قصهٔ آں شخصے کہ دعوی پیغمبری میکرد گفتندش کہ چہ خوردۂ کہ گیج شدۂ و یاوہ میگوئی گفت اگر چیزے یافتمے کہ خوردمے نہ گیج شدمے و نہ یاوہ گفتمے کہ ہر سخن نیک کہ باغیر اہلش گویند یاوہ گفتہ باشند اگر چہ دراں گفتن مامور باشند

اس آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا' لوگوں نے اس سے کہا تو نے کیا کھالیا ہے کہ احمق بنا اور بکواس کرتا ہے اس نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز پالیتا جو کہ میں کھالیتا نہ احمق ہوتا اور نہ بکواس کرتا کیونکہ ہر بھلی بات جو نااہلوں سے کہتے ہیں' بکواس بکتے ہیں اگر چہ وہ اس کہنے میں (خدا کی جانب سے) مقرر ہوں

آں یکے می گفت من پیغمبرم	وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم
ایک شخص کہتا تھا' کہ میں پیغمبر ہوں	اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں
گردنش بستند و بردندش بشاہ	کایں ہمی گوید رسولم از الٰہ
لوگوں نے اسکی گردن باندھی اور اس کو بادشاہ کے سامنے لے گئے	کہ یہ کہتا ہے کہ میں خدا کی جانب سے رسول ہوں
خلق بروے جمع چوں مور و ملخ	کہ چہ مکرست و چہ تزویر و چہ فخ
لوگ اس پر چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع تھے	کہ کیا مکر ہے اور کیا مکاری اور کیا جال ہے؟
گر رسول آنست کاید از عدم	ماہمہ پیغمبریم و محتشم
اور اگر رسول وہ ہوتا ہے جو عدم سے آئے	تو ہم سب پیغمبر اور معزز ہیں
ما از آنجا آمدیم اینجا غریب	تو چرا مخصوص باشی اے ادیب
ہم اس جگہ سے آئے ہیں یہاں مسافر ہیں	اے استاد! تو کیوں مخصوص ہو گا؟

داد ایشاں را جواب آں خوش رسول	کاے گروہ کور و نادان و فضول
اس بھلے رسول نے ان کو جواب دیا	کہ اے اندھو اور بیہودہ اور نادانوں کے گروہ!
ایں ندانستید اے قوم از قضا	بیخبر اینجا رسید ید از عمیٰ
اے قوم! تم یہ نہیں سمجھتے کہ تقدیر سے	تم اندھے پن سے بے خبری میں یہاں آ گئے ہو
ہمچو طفل خفتہ ایں جا آمدید	بیخبر از راہ و از منزل بدید
تم سوئے ہوئے بچہ کی طرح یہاں آ گئے ہو	تم راہ و منزل سے بے خبر تھے
از منازل خفتہ بگذشتید و مست	بیخبر از راہ از بالا و پست
تم سوتے ہوئے اور بیہوشی میں منازل سے گزر گئے	راستہ اور نشیب و فراز سے بے خبر
ما بہ بیداری رواں گشتیم و خوش	ازورائے پنج و شش تا پنج و شش
ہم بیداری میں وہ خوشی سے چلے	بغیر پانچ اور چھ کی (جگہ) سے پانچ اور چھ (والی جگہ) تک
دیدہ منزل ہاز اصل و از اساس	چوں قلاوزاں خبیر و رہ شناس
جڑ اور بنیاد سے منزل کو دیکھا	راہبروں کی طرح باخبر اور روشناس بن کر
شاہ را گفتند اشکنجش بکن	تانگوید جنس او ہیچ ایں سخن
لوگوں نے بادشاہ سے کہا اس کو شکنجہ میں ڈالدیجئے	تاکہ اس جیسا کبھی کوئی ایسی بات نہ کہے
شاہ دیدش بس نزار و بس ضعیف	کہ بیک سیلی بمیرد آں نحیف
شاہ نے اس کو بہت لاغر اور کمزور دیکھا	کہ وہ کمزور ایک طمانچہ سے مر جائے گا
کے تواں او را فشردن یا زدن	کہ چو شیشہ گشتہ است او را بدن
اس کو کب بھینچا یا مرا جا سکتا ہے	کیونکہ اس کا بدن شیشہ کی طرح ہو گیا ہے
لیک با او گویم از راہ خوشی	کہ چرا داری تو لاف سر کشی
لیکن میں اس کو خوشی سے کہوں گا	کہ تو بکواس کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟
کہ درشتی ناید اینجا ہیچ کار	کہ بزمی سر کند از غار مار
کیونکہ اس جگہ سختی کارآمد نہ ہو گی	کیونکہ سانپ نرمی سے غار سے باہر آتا ہے
مرد ماں را دور کرد از گرد وے	شہ لطیفے بود و نرمی درد وے
لوگوں کو اس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا	بادشاہ خوش مزاج تھا اور نرمی اس کی عادت تھی

پس نشاندش باز پرسیدش ز جا	کہ کجا داری معاش و ملتجا
تو اس کو بٹھایا' پھر اس سے وطن پوچھا	کہ تو روزگار اور ٹھکانا کہاں رکھتا ہے؟
گفت اے شہ ہستم از دارالسلام	آمدہ ز انجا بدیں دارالسلام
اس نے کہا' اے بادشاہ! میں دارالسلام کا ہوں	اس جگہ سے اس ملامت کے گھر میں آ گیا ہوں
نے مرا خانہ ست و نے یک ہمنشیں	خانہ کے کردست ماہے در زمیں
نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے	چاند نے زمین پر کب گھر بنایا ہے؟
پادشاہ از روی لاغش گفت باز	کہ چہ خوردی و چہ داری چاشت ساز
بادشاہ نے مذاق میں پھر اس سے کہا	کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اور تیرے پاس ناشتہ کیلئے کیا ہے؟
اشتہا داری چہ خوردی بامداد	کہ چنیں سر مستی و پر لاف و باد
تجھے بھوک ہے؟ تو نے صبح کیا کھایا ہے؟	کہ تو اس قدر نشہ میں اور شیخی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے
گفت گر نانم بدے خشک و تری	کے کنم من دعوی پیغمبری
اس نے کہا اگر میرے پاس باسی یا تازہ روٹی ہوتی	میں پیغمبری کا دعویٰ کب کرتا؟

شرح حبیبی

مولانا نے ربع اول کے آخر میں فرمایا تھا گر در انبنان مر ترا نانے بدے۔ از خریداران دلت فارغ شدے۔
اب اس کے مناسب ایک شخص کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا لوگ اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا کھایا ہے جو اتنا مدہوش ہوا کہ تجھے یہ بھی خبر نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کتنا بڑا دعویٰ کر رہا ہوں اس پر اس نے کہا کہ حضور اگر میرے پاس کچھ کھانے کو ہوتا تو میں ایسا دعویٰ کیوں کرتا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں پیغمبر ہوں اور تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں۔ لوگوں نے اسے گرفتار کیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں اور لوگ وہاں چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع ہو گئے اور اس سے کہا کہ یہ کیسا مکر اور کیسا فریب اور کیسا جال ہے۔ تجھ میں رسول کی کوئی بات نہیں۔ بجز اس کے کہ تو عدم سے آیا ہے۔ پس اگر عدم سے وجود میں آنا ہی رسالت ہے تو ہم سب رسول ہیں۔ کیونکہ ہم بھی عدم سے وجود میں آئے ہیں اور ہمارا وطن اصلی بھی عدم ہے اور عالم وجود میں ہم مسافرانہ حیثیت سے ہیں پھر تو رسالت کے ساتھ مخصوص کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ سن کر اس قائل مدعی رسالت نے جواب دیا کہ اے اندھے اور احمق اور بے ہودہ لوگو تقدیر الٰہی نے تمہاری عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ تم اپنے اور میرے اندر فرق نہیں سمجھتے تم اتنا نہیں سمجھتے کہ تم یہاں اپنے اندھے پن کے سبب بے خبر آئے ہو۔ اور سوئے ہوئے بچے کی طرح آئے ہو کہ نہ تم کو راہ کی خبر تھی نہ منزل کی۔ تم منزلوں سے سونے

اور بے ہوشی کی حالت میں گزرے ہو۔ نہ تم نے راستہ کو جانا اور نہ اس کی اونچ نیچ کو برخلاف میرے کہ میں بیداری کی حالت میں ماورائے عالم ناسوت سے چلا اور اسی حالت میں عالم ناسوت میں آیا میں منزلوں کی جڑ بنیاد سے واقف ہوں۔ اور راہبروں کی طرح واقف اور راہ شناس ہوں۔ پھر میں اور تم دونوں یکساں کیسے ہو سکتے ہیں اس پر لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ حضور اسے سزا دیں تا کہ یہ اس قسم کی باتیں نہ کرے۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ وہ بہت دبلا پتلا اور کمزور ہے کہ ایک تھپڑ میں مر جائے گا اور اس لئے وہ شکنجہ میں کسنے یا مار کا تحمل نہ کر سکے گا کیونکہ اس کا جسم شیشہ کی طرح کمزور ہے تو اس نے خیال کیا کہ اس کو سزا نہ دینی چاہئے۔ ہاں اس کو نرمی سے سمجھانا چاہئے کہ تو ایسی سرکشی کیوں کرتا ہے کیونکہ اس جگہ سختی کام نہ دے گی۔ بلکہ نرمی کام دے گی اس لئے کہ نرمی مخالف کے قابو میں لانے کے لئے اکسیر ہے۔ چنانچہ نرمی سے سانپ بھی بل سے نکل کر قابو میں آجاتا ہے۔ یہ خیال کر کے اس نے لوگوں کو اس کے پاس سے ہٹا دیا اور کہہ دیا کہ تم جاؤ ہم خود نبٹ لیں گے۔ بادشاہ چونکہ نرم تھا اور نرمی ہی اس کا شیوہ تھا۔ اس لئے اس نے اسے پاس بٹھلایا اور کہا کہ آپ کا مکان کہاں ہے اور آپ کی بود و باش اور ٹھکانہ کس جگہ ہے۔ اس نے کہا کہ جناب میں دارالامن عالم غیب کا رہنے والا ہوں اور اس دار ملامت دنیا میں آیا ہوں۔ یہاں نہ میرا گھر ہے نہ کوئی دوست۔ میں بمنزلہ چاند کے ہوں اور دنیا بمنزلہ زمین کے اور چاند زمین میں گھر نہیں بناتا۔ اس لئے میرا یہاں کوئی گھر نہیں۔ بادشاہ نے دل لگی سے کہا کہ جناب نے کچھ کھایا ہے اور کیا کھانا جناب کو اور دو پہر کو کیا کھانا مرغوب ہے اور اس وقت کچھ بھوک ہے یا نہیں اور صبح آپ نے کیا کھایا تھا کہ اس کے نشہ میں آپ اس قدر مست اور مغرور ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ جناب اگر کسی قسم کی روٹی سوکھی ہوئی یا تر میرے پاس کھانے کو ہوتی تو میں پیغمبری کا دعویٰ ہی کیوں کرتا۔ یعنی اگر میں سچا نبی ہوں جیسا میرا دعویٰ ہے تب تو یہ سوال لغو بھی ہے لیکن اگر میں جھوٹا ہوں تو بھی یہ سوال لغو ہے کیونکہ اس وقت میرا یہ دعویٰ پیٹ کے لئے ہوگا۔ پس میرا دعویٰ پیغمبری کرنا خود دلیل ہوگا اس لئے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا۔ اس لئے یہ سوال بالکل لغو ہے۔

اس قصہ کو یہاں تک پہنچا کر مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

دعوی پیغمبری با ایں گروہ	ہمچناں باشد کہ دل جستن ز کوہ
اس جماعت کے سامنے پیغمبری کا دعوی کرنا	ایسا ہے جیسا کہ پہاڑ میں سے دل تلاش کرنا
کس زکوہ و سنگ، عقل و دل نجست	فہم و ضبط نکتۂ مشکل نجست
پہاڑ اور پتھر سے کسی شخص نے عقل اور دل کی ؟ تو نہیں	مشکل نکتہ کی سمجھ بوجھ کو نہیں تلاش کیا ہے
ہرچہ گوئی باز گوید کہ ہماں	میکند افسوس چوں مستہزیاں
تو جو کچھ کہتا ہے وہ اس کو دہرا دیتا ہے کہ وہی	مذاق کرتا ہے جس طرح مذاق اڑانے والے
از کجا ایں قوم و پیغام از کجا	از جمادے جاں کرا باشد رجا
کہاں یہ قوم کہاں پیغام (خداوندی)	پتھر سے کس کو جان کی امید ہوتی ہے؟

گر تو پیغام زنے آری و زر	پیش تو بنہند جملہ سیم و سر
اگر تو عورت کا پیغام لائے اور سونا	تیرے سامنے سب چاندی اور سر رکھ دیں گے
کہ فلاں جا شاہدے می خواندت	عاشق آمد بر تو و می داندت
کہ فلاں جگہ ایک معشوق تجھے بلاتا ہے	وہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور تجھے جانتا ہے
ور تو پیغام خدا آری چو شہد	کہ بیا سوی خدا اے نیک عہد
اور اگر تو شہد جیسا خدا کا پیغام لائے	کہ اے قول و قرار کے سچے! اللہ کی جانب آ جا
از جہان مرگ سوی برگ رو	چوں بقا ممکن بود فانی مشو
موت کی دنیا سے ساز وسامان (کے عالم) کی جانب چل	جب بقا ممکن ہو تو ہلاک نہ ہو
قصد خون تو کنند و جان و سر	نز برائے حمیت دین و ہنر
تیرے خون اور جان اور سر کا قصد کریں گے	ہنرمندی اور دین کی حمایت کی وجہ سے نہیں
بلکہ از چفسیدگی بر خانماں	تلخ شاں آید شنیدن ایں بیاں
بلکہ گھر بار کی وابستگی کی وجہ سے	ان کو یہ بات سننا کڑوا معلوم ہوتا ہے

سبب عداوت عام و بیگانہ زیستن ایشان باولیائے خدا کہ بحق شان میخوانند وبآب حیات ابدی ارشاد می نمایند

عوام کی عداوت اور ان کے خدا کے اولیاء سے بیگانہ ہوکر زندگی کا یہ سبب ہوئے کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ہمیشگی کے آب حیات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں

خرقۂ برریش خر چفسیدہ سخت	چونکہ خواہی بر کنی زو لخت لخت
پٹی گدھے کے زخم پر سخت چپکی ہوئی ہے	جب تو اس سے ٹکڑے ٹکڑے اکھاڑے گا
جفتہ اندازد یقیں آں خر ز درد	حبذا آں کس کز و پرہیز کرد
وہ گدھا یقیناً تکلیف کی وجہ سے دولتی مارے گا	خوش نصیب ہے، وہ شخص جو اس سے بچ گیا
خاصہ پنجہ ریش و ہر جا خرقۂ	برسرش چفسیدہ در نم غرقۂ
خصوصاً جبکہ پچاس زخم ہوں اور ہر جگہ پٹی	(پیپ کی) نمی میں اس پر چپکی ہوئی ہو
خانماں چوں خرقۂ وایں حرص ریش	حرص ہر کہ بیش باشد ریش بیش
گھر بار پٹی ہے اور یہ حرص زخم ہے	جس کو زیادہ حرص ہوگی اس کے زخم زیادہ ہوں گے

خانمان چغد ویران ست و بس	نشنود اوصاف بغداد و طبس
چغد کا گھر بار صرف ویرانہ ہے	وہ بغداد اور طبس کی خوبیاں نہیں سنتا ہے
گر بیاید باز سلطانی ز راہ	صد خبر آرد بدیں چغداں ز شاہ
اگر شاہی باز راستہ طے کر کے آئے	ان چغدوں کو بادشاہ کی سینکڑوں خبریں سنائے
شرح دارالملک و باغستان و جو	پس برو افسوس دارد ہر عدو
دارالسلطنت اور باغ اور نہر کی تفصیل	تو ہر دشمن اس کا مذاق اڑائے گا
کہ چہ باز آورد افسانہ کہن	کز گزاف ولاف میبافد سخن
کہ باز پرانا قصہ کیوں لایا	کہ بیہودہ اور شیخی کی باتیں کر رہا ہے
کہنہ ایشانند و بوسیدہ ابد	ورنہ آں دم کہنہ را نو میکند
پرانے اور ہمیشہ کے لئے سڑے ہوئے وہ ہیں	ورنہ وہ بات پرانے کو نیا کر دیتی ہے
مردگان کہنہ را جان میدہد	تاج عقل و نور ایماں میدہد
پرانے مردوں کو جان عطا کر دیتی ہے	عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے
دل مدزد دلربائے روح بخش	کہ سوارت میکند بر پشت رخش
روح بخشنے والے معشوق سے دل نہ چرا	کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کر دے گا
سرمدزد از سرفراز تاج دہ	کوز پائے دل کشاید صد گرہ
سربلند کرنے والے تاج بخشنے والے سے سر نہ چھپا	کیونکہ وہ دل کے پاؤں سے سینکڑوں گرہ کھولے دے گا
باکہ گویم در ہمہ دہ زندہ کو	سوئے آب زندگی پوینده کو
کس سے کہوں پورے گاؤں میں زندہ کون ہے؟	آب حیات کی جانب دوڑنے والا کون ہے؟
تو بیک خواری گریزانی ز عشق	تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق
تو ایک ذلت کی وجہ سے عشق سے بھاگ جانے والا ہے	تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟
عشق را صد ناز و استکبار ہست	عشق باصد ناز می آید بدست
عشق کے سینکڑوں ناز اور غرور ہیں	عشق سینکڑوں نازوں سے ہاتھ لگتا ہے
عشق چوں وافی ست وافی میخرد	در حریف بیوفا می ننگرد
عشق چونکہ وفادار ہے، وفادار کا خریدار ہے	بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کرتا ہے

چوں درخت ست آدمی و بیخ عہد	بیخ را تیمار می باید بجہد
انسان درخت کی طرح ہے اور (وفا) عہد جڑ ہے	جڑ کی کوشش سے حفاظت کرنی چاہئے
عہد فاسد بیخ بوسیدہ بود	وز ثمار لطف ببریدہ بود
خراب عہد سڑی ہوئی جڑ ہوتا ہے	اور مہربانی کے پھلوں سے کٹا ہوا ہوتا ہے
شاخ و برگ نخل اگرچہ سبز بود	بافساد بیخ سبزی نیست سود
کھجور کی شاخ اور پتے اگرچہ سبز ہوں	جڑ کی خرابی کے ہوتے ہوئے سبزی مفید نہیں ہے
ور ندارد برگ سبز و بیخ ہست	عاقبت بیروں کند صد برگ وست
اور اگر سبز پتے نہ ہوں اور جڑ (صحیح) ہے	انجام کار سینکڑوں پتے ہاتھ نکالیں گے
تو مشو غرہ بعلمش عہد جو	علم چوں قشر ست عہدش مغز او
تو اس کے علم سے دھوکا نہ کھا، عہد کی جستجو کر	علم چھلکا جیسا ہے اس کا عہد اس کا مغز ہے

در بیان آنکہ مرد بدکار چوں متمکن شود در بدکاری واثر دولت نیکوکاراں بہ بیند شیطان صفت شود و مانع خیر گردد از حسد ہمچوں شیطاں کہ خرمن سوختہ ہمہ راخرمن سوختہ خواہد ارأیت الذی ینہیٰ عبداً اذا صلیٰ

اس کا بیان کہ بدکار انسان جب بدکاری میں لگ جاتا ہے اور نیکوں کی دولت کا اثر دیکھتا ہے شیطان جیسا بن جاتا ہے اور حسد سے شیطان کی طرح بھلائی کیلئے مانع بن جاتا ہے کیونکہ جس کا کھلیان جل گیا ہو سب کو جلے ہوئے کھلیان والا چاہتا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا اس کو جو بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھے الخ

وافیاں را چوں بہ بینی کردہ سود	تو چو شیطانے شوی آنجا حسود
جب تو وفاداروں کو سودمند دیکھتا ہے	تو تو شیطان کی طرح اس وقت حاسد بن جاتا ہے
ہر کہ را باشد مزاج و طبع ست	او نخواہد ہیچکس را تندرست
جس شخص کا مزاج اور طبیعت مریض ہو	وہ کسی کو تندرست دیکھنا پسند نہیں کرتا
گر نخواہی رشک ابلیسی بیا	از در دعوے بدرگاہ وفا
اگر تو شیطان کا سا حسد نہیں کرنا چاہتا ہے، آ جا	دعوے کے دروازے سے (ہٹ کر) وفا کی درگاہ میں
چوں وفایت نیست بارے دم مزن	کایں سخن دعویست اغلب ما و من
جبکہ تجھ میں نہیں ہے اس کا نام نہ لے	کیونکہ یہ بات اکثر تکبر کا دعویٰ ہے

ایں سخن در سینہ دخل مغزہا ست	در خموشی مغز جاں را صد نما ست
یہ بات سینے میں مغزوں کی آمدنی ہے	چپ رہنے میں جان کے مغز کا بہت اضافہ ہے
چوں بیامد در زباں شد خرج مغز	خرج کم کن تا بماند مغز نغز
جب وہ بات زبان پر آئی' مغز خرچ ہو گیا	خرچ نہ کر تاکہ عمدہ مغز باقی رہے
مرد کم گوینده را فکریست زفت	قشر گفتن چوں فزوں شد مغز رفت
کم گو انسان کا خیال وزنی ہوتا ہے	باتیں کرنے کا چھلکا جب بڑھا عمدہ مغز ختم ہو گیا
پوست افزوں گشت و کمتر گشت مغز	پوست کمتر شد فزوں شد مغز نغز
چھلکا بڑھا اور مغز گھٹا	چھلکا گھٹا' تو عمدہ مغز بڑھا
بنگر ایں ہر سہ زخامی رستہ را	جوز راؤ لوز راؤ پستہ را
ان تین کچے ہوؤں کو دیکھ لے	اخروٹ کو اور بادام کو اور پستہ کو
ہر کہ او عصیاں کند شیطاں شود	کہ حسود دولت نیکاں شود
جو نافرمانی کرتا ہے' شیطان بن جاتا ہے	کیونکہ وہ نیکوں کی دولت کا حاسد ہو جاتا ہے
چونکہ در عہد خدا کر دی وفا	از کرم عہدت نگہدارد خدا
جب تونے خدا کے عہد کی وفا کی	عنایت کر کے' خدا تیرے عہد کی حفاظت کرتا ہے
از وفائے حق تو بستہ دیدۂ	اذکروا اذکرکم نشنیدۂ
اللہ (تعالیٰ) کی وفاداری سے تونے آنکھ بند کر لی ہے	"تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا" تونے نہیں سنا ہے
گوش نہ اوفو بعہدی گوش دار	تاکہ اوف عہد کم آید زیار
کان لگا' "تم میرے عہد کی وفاداری کرو" کو سن	تاکہ دوست کی جانب سے "میں تمہارا عہد پورا کروں گا" کی بشارت آجائے
عہد و قرض ما چہ باشد اے حزیں	ہمچو دانہ خشک کشتن در زمیں
اے غمگین! ہمارا عہد اور قرض کیا ہوتا ہے؟	(ایسا ہی ہے) جیسا کہ زمین میں خشک دانہ بونا
نے زمیں رازاں فروغ و لمتری	نے خداوند زمیں راتا نگری
اس سے زمین کو کوئی اضافہ یا بڑھوتری نہیں ہے	نہ زمین کے مالک کے لئے مالداری ہے
جز اشارت کہ ازیں می بایدم	کہ تو دادی اصل ایں را از عدم
سوائے اس اشارے کے کہ مجھے اس میں سے درکار ہے	کیونکہ تونے ہی اس کی اصل کو عدم سے عنایت کیا تھا

خوردم و دانہ بیا وردم نشاں	کہ ازیں نعمت بسوئے ما کشاں
میں نے کھا لیا اور ایک دانہ نشانی کے لئے لے آیا ہوں	کہ اس نعمت کو ہمارے لئے بھیج دے
پس دعائے خشک ہل اے نیک بخت	کہ فشاند دانہ می خواہد درختاے نیک بخت!
خشک دعا کو چھوڑ دے	جو کہ دانہ بکھیرتا ہے، درخت چاہتا ہے
گرنہ داری دانہ ایزد زاں دعا	بخشدت نخلے کہ نعم ما سعیٰ
اگر تیرے پاس دانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دعا سے	تجھے کھجور عنایت کر دے گا کیونکہ اس نے جو کوشش کی ہے وہ اچھی ہے
ہمچو مریم درد بودش دانہ نے	سبز کرد آں نخل را صاحب فنے
جس طرح کہ (حضرت) مریم ان کے پاس درد تھا دانہ نہ تھا	صاحب تدبیر نے اس کھجور کو سرسبز کر دیا
زانکہ وافی بود آں خاتون راد	بے مرادش داد یزداں صد مراد
کیونکہ وہ دانا خاتون وفادار تھیں	اللہ نے ان کے مانگے بغیر سیکڑوں مرادیں دیدیں
آں جماعت را کہ وافی بودہ اند	بر ہمہ اصناف شاں افزودہ اند
جو لوگ وفادار ہوتے ہیں	تمام طبقوں پر ان فضیلت دیدی گئی ہے
گشت دریا ہا شکم پرداز شاں	صحن میدانہا نتاند را زشاں
دریا ان کی پرورش کرنے والے بنے ہیں	میدانوں کی وسعت ان کے راز نہ (سما) سکی
گشت دریا ہا مسخر شان و کوہ	چار عنصر نیز بندہ آں گروہ
دریا اور پہاڑ ان کے تابع فرمان بنے	اس جماعت کے چاروں عناصر بھی غلام بنے
ایں خود اکرامیست از بہر نشاں	تا بہ بینند اہل انکاران عیاں
یہ دکھانے کے لئے اکرام ہے	تاکہ منکرین واضح طور پر دیکھ لیں
آں کرامتہائے پنہاں شاں کہ آں	در نیاید در حواس و در بیاں
ان کی وہ پوشیدہ کرامتیں ہیں کہ وہ	حواس اور بیان میں نہیں آ سکتیں
کار آں دارد خود آں باشد ابد	دائماً نے منقطع نے مسترد
وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ وہ ابدی ہوتے ہیں	مسلسل، نہ منقطع ہوتے ہیں، نہ مسترد
بلکہ باشد در ترقی دمبدم	ہست آں بخشندۂ صاحب کرم
بلکہ وہ ہر لحظہ ترقی میں ہوتے ہیں	وہ عطا کرنے والا کریم ہے

شرح حبیبی

اوپر ایک شخص کے دعویٰ نبوت کرنے اور لوگوں کے اس کی تکذیب کرنے کا ذکر تھا اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور مناط انتقال مطلق دعویٰ پیغمبری ہے۔ خصوصیت کذب دعویٰ کو اس میں دخل نہیں نیز اس مضمون میں پیغمبری سے مراد مطلق احکام خداوندی کا پہنچانا ہے خواہ پہنچانے والا نبی ہو یا نائب نبی۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب حل سنو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس کی تکذیب کرنا کچھ بعید نہیں کیونکہ خیر وہ تو جھوٹا تھا یہ تو سچوں کو بھی جھٹلاتے ہیں۔ اس لئے ان کے سامنے پیغام رسانی حق سبحانہ کا دعویٰ کرنا یونہی بے سود ہے جیسے پہاڑ سے طالب تعقل ہونا بھلا کوئی پہاڑ اور پتھر سے بھی طالب تعقل ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ مسائل دقیقہ کو سمجھے اور یاد رکھے۔ کوئی بھی نہیں کیونکہ اس سے یہ توقع ہی فضول ہے اس لئے کہ اس کا تو یہ کام ہے کہ جو تم کہو گے وہی وہ کہہ دے گا اور یوں دل لگی کرے گا جیسے دل لگی باز کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں سے بھی یہ توقع رکھنا کہ وہ مسائل واحکام الٰہیہ کو سمجھیں گے اور اس بنا پر ان کے سامنے دعویٰ پیغام رسانی کرنا بے سود ہے کیونکہ یہ بھی ان کو سن کر مسخرہ پن کریں گے۔ پس کجا یہ قوم کجا پیغام خداوندی کیونکہ یہ تو پتھر ہیں اور پتھروں سے توقع فہم وقبول کون رکھ سکتا ہے۔

ان کی یہ حالت ہے کہ اگر تم کسی عورت یا روپے پیسے کا پیغام لاؤ اور یوں کہو کہ فلاں مقام پر ایک پری زاد تمہیں بلاتا ہے اور تم پر عاشق ہو گیا ہے۔ اور گو تم اسے نہ جانتے ہو مگر وہ تمہیں جانتا ہے تو اس کو خوشی سے قبول کر لیں گے اور تمام مال و دولت بلکہ جان تک تمہارے سامنے حاضری کر دیں گے لیکن اگر تم خدا کا شیریں پیغام لاؤ اور کہو کہ خدا تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ تم اس جہاں فانی و بے سروسامانی سے۔ عالم باقی و باسروسامان کی طرف چلو اور جبکہ تمہارے لئے بقا ممکن ہے تو خواہ مخواہ فانی نہ بنو۔ تو اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ تمہارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے اور تمہارے جان لینے اور سر اتارنے کے درپے ہو جائیں گے اور یہ غیرت دین وایمان کی بنا پر نہ ہوگا) کیونکہ اگر ایسا ہوتو اس کو صرف مدعی کاذب تک محدود رہنا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مدعیان صادق کے ساتھ بھی ان کا یہی برتاؤ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس کا منشا محبت دینی نہیں ہے) بلکہ منشا اس کا حب دنیا ہے اور دنیا کے ساتھ وابستگی کے سبب ان کو یہ بیان اچھا نہیں معلوم ہوتا اور ان کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے گدھے کی چنانچہ جب گدھے کے زخم پر کیڑا خوب چپک جاتا ہے تو جس وقت تم اس کو جدا کرنا چاہتے ہو تو وہ یقیناً تکلیف سے دولتی پھینکتا ہے۔ پس وہ شخص بہت ہی اچھا ہے جو اس سے بچے اور اس کے زخم کو نہ چھیڑے اور اسے اس کی حالت پر چھوڑ دے کیونکہ وہ زخم پر سے کیڑا اکھیڑنے والے پر یقیناً دولتی پھینکتا ہے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ پچاس زخم ہوں اور ہر زخم پر کیڑا چپکا ہو اور زخم کی حالت اتنی خراب ہو کہ اس سے خون و پیپ جاری ہو اور کیڑا خون وغیرہ میں ڈوبا ہوا ہو۔ ایسی حالت میں تو بالا دلی دولتیاں پھینکے گا۔ پس لوگ گدھے ہیں اور ان کے حرص زخم اور امور دنیویہ کیڑا۔ پس جس کے اندر جس قدر حرص زیادہ ہوگی اسی قدر زخم زیادہ ہوں گے اور اسی قدر ان سے کیڑا چھڑانا یعنی تعلقات قطع کرانا زیادہ ناگوار ہوگا اور ترک تعلقات دنیویہ ان کو اس لئے بھی ناگوار ہونا چاہئے کہ دنیا ایک ویرانہ ہے اور لوگ الو۔ اور الوؤں کا گھر بار تو ویرانہ ہی ہوتا ہے وہ بغداد اور طبس کے اوصاف سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ویرانہ کو چھوڑ کر وہاں جانا تو درکنار ان

الوؤں (دنیاداروں) کے پاس اگر کوئی شاہی باز (عارف حق) آتا ہے اور بادشاہ کے سینکڑوں عجیب عجیب حالات بیان کرتا ہے اور دارالسلطنت (عالم غیب) اور باغ (جنت) اور نہروں (انہار جنت) کے حالات بیان کرتا ہے تو ان میں سے ہر دشمن اس کا مذاق اڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ باز (عارف) کیسا پرانا بے بنیاد قصہ لے کر آیا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کا پتہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ کہتا ہے سب لفاظی اور شیخی سے کہتا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے کہنہ اور ناکارہ اور ہمیشہ سڑے گلے رہنے والے اور نا قابل اصلاح معترضین ہیں ورنہ اہل اللہ کا کلام تو پرانوں کو نیا اور ناقصین کو کامل بنا دیتا ہے اور عرصہ دراز کے مردہ دلوں کو حیات روحانی بخشتا ہے اور ان کو تاج عقل اور نور ایمان بخشتا ہے۔ جب عارف کی یہ حالت ہے تو اے اہل دنیا تو تم اس جان بخش دلربا سے اپنا دل نہ چراؤ۔ بلکہ اس کو اس کے حوالہ کر دو تا کہ وہ تم کو عزت کے گھوڑے پر سوار کرے اور تم مقرب عنداللہ ہو جاؤ اور تم اس عزت بخشنے اور تاج شاہی عطا کرنے والے سے سرکشی نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے دل کے پاؤں ان سینکڑوں گرہوں کو کھول دے گا۔ جس سے وہ ناسوت میں محبوس ہو رہا ہے۔

مولانا جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو ان کو لوگوں کی نااہلیت سے تنگی لاحق ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ میں یہ مضامین کس سے بیان کروں اس خراب آباد دنیا میں زندہ اور صاحب دل کون ہے جو میری بات کو سنے اور سمجھے اور اس آب حیات کا طالب کون ہے جو اس کی طرف دوڑے۔ کوئی بھی نہیں پھر میرا کہنا فضول ہے اگر کوئی ناقص کہے کہ میں عاشق حق ہوں۔ اور میں اس کلام کا طالب ہوں تو میں اس سے کہتا ہوں کہ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تم ایک ذلت سے اس عشق کو سلام کرو گے اس لئے تم عاشق نہیں ہو اور عشق کی تو تم کو ہوا بھی نہیں لگی بلکہ تم نے عشق کا صرف نام سن لیا ہے۔ عشق حق یوں آسانی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ سینکڑوں ناز اور بہت کچھ نخوت اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے وہ بہت سے ناز کر کے اور خوب آزما کے ہاتھ آتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ خود باوفا ہے۔ اس لئے اپنے طالب کے اندر بھی وفاداری دیکھتا ہے اور وہ وفاداری کو چاہتا ہے۔ بے وفا کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ پس اگر تم عشق کے طالب ہو تو وفادار بنو۔ یاد رکھو کہ آدمی بمنزلہ درخت کے ہے اور علم بمنزلہ پتوں کے اور وفائے عہد حق سبحانہ بمنزلہ (جڑ کے اور الطاف وعنایات حق سبحانہ بمنزلہ ثمرات کے۔ پس تم کو چاہئے کہ پوری کوشش سے جڑ کی حفاظت کرو اور وفائے عہد حق سبحانہ یعنی تقویٰ میں خلل نہ آنے دو۔ کیونکہ اگر وفائے عہد میں خلل آئے گا تو جڑ خراب ہو جائے گی۔ کیونکہ عہد فاسد بمنزلہ بوسیدہ جڑ کے ہے۔ پس درخت آدمی ثمرات الطاف حق سے محروم ہو جائے گا۔

دیکھو اگر اس درخت کی شاخیں اور پتے سبز ہوں یعنی علم آدمی کو حاصل ہو اور جڑ خراب ہو۔ یعنی تقویٰ میں خرابی ہو تو یہ سبزی شاخ و برگ مفید نہ ہوگی لیکن اگر سبز پتے نہیں ہیں اور علم دین میں نقصان ہے مگر جڑ یعنی تقویٰ درست ہے تو اس کے اثر سے سینکڑوں پتے پھوٹ آئیں گے اور سینکڑوں طرح کے علوم اسے حاصل ہوں گے۔ پس تم کو کسی کے علم سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے بلکہ وفائے عہد یعنی تقویٰ ڈھونڈنا چاہئے ایک وجہ تو اس کی وہ تھی جو ابھی بیان کی گئی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف علم بمنزلہ چھلکے کے ہے اور وفائے عہد بمنزلہ مغز کے۔ پس وفائے عہد مطلوب ہوگی۔ نفس علم مطلوب نہ ہوگا مگر تم خود تو کیا وفا کرتے۔ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ جب تم دیکھتے ہو کہ اہل وفا نفع اٹھا رہے ہیں اور ان کی وفا کے ثمرات ان کو ملتے ہیں تو تم شیطان کی طرح ان پر حسد کرتے ہو اور ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ قاعدہ ہے کہ

جس کے مزاج اور طبیعت میں خلل ہوتا ہے وہ دوسروں کی تندرستی نہیں چاہتا۔ پس اگر تم اس رشک وحسد شیطانی سے بچنا چاہتے ہو تو دعویٰ اور خودی کو چھوڑ کر وفا اختیار کرو اور جبکہ تم اپنے اندر وفا نہیں رکھتے تو خاموشی اختیار کرو کیونکہ گفتگو اکثر اوقات دعویٰ ما ومن یعنی دعویٰ خودی سے خالی نہیں ہوتی۔ اس سے تمہارا دعویٰ چھوٹے گا اور وفا تمہارے اندر پیدا ہوگی کیونکہ جب تک گفتگو سینہ کے اندر ہوتی ہے تو اس میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے کمالات روحانیہ کی جو کہ بمنزلہ مغز کے ہیں آمد ہوتی ہے اور کمالات مذکورہ کو اس سے بہت ترقی ہوتی ہے لیکن جب وہ زبان پر آ جاتے ہیں تو وہ کمالات خرچ ہونے لگتے ہیں۔ پس تم خرچ میں کمی نہ کردو تا کہ وہ مغز کمالات باقی رہے۔

یاد رکھو کم گو شخص کے اندر غور وخوض کا مادہ بہت ہوتا ہے لیکن جب آدمی زیادہ بولنے لگتا ہے تو وہ مغز فہم وغیرہ رخصت ہوجاتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب پوست زیادہ ہوتا ہے تو مغز کم ہوجاتا ہے اور جب پوست کم ہوتا ہے تو مغز زیادہ ہے اس کی تصدیق کیلئے تم پختہ اخروٹ بادام اور پستہ وغیرہ کی حالت پر غور کرو۔ اس سے تم کو ہمارے بیان کی تصدیق ہوجائے گی۔

پس تم وفادار بنو اور بے وفائی اور مخالفت کو چھوڑ دو کیونکہ جو شخص معاصی کا ارتکاب کرتا ہے وہ شیطان ہوجاتا ہے جو کہ اہل اللہ کی دولت پر حسد کرتا ہے اور جس وقت تم حق سبحانہ کے عہد طاعت کو پورا کرو گے۔ حق سبحانہ اپنے کرم سے تمہارے عہد جزا کو ملحوظ رکھیں گے اور اسے پورا کریں گے چونکہ تم وفائے حق سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہو۔ اس لئے تمہارے گوش جہالت میں اذکرکم نہیں پہنچا اور تم جزائے حق سبحانہ سے حالاً ناواقف ہو۔ پس تم کان لگاؤ اور اول اوفوا بعهدی کو سنو۔ اور اس حکم پر کاربند ہوتا کہ حق سبحانہ کی طرف سے اوف بعهدکم پر عمل ہو اور تمہیں اس کا نتیجہ ملے۔ ہمارے عہد اور ہمارے فرض یعنی طاعت کی ایسی مثال ہے جیسے خشک دانہ زمین میں ہونا کہ اس سے نہ زمین کو فائدہ اور زیادتی حاصل ہوتی ہے اور نہ مالک زمین کو اس سے تونگری حاصل ہوتی ہے بلکہ صرف اس میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ مجھے اس قسم کی چیز کی ضرورت ہے جو کہ تو نے عدم سے دی ہے۔ یعنی میں اس کے مناسب جزا چاہتا ہوں میں نے وہ تیری نعمت کھالی اور اب یہ دانہ بطور نشانی کے لایا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس قسم کی نعمت ہمیں اور دیجئے۔ پس جس طرح بیج بونے میں خود اپنا ہی نفع ہے یوں ہی طاعت میں ہی خود اپنا ہی فائدہ ہے۔ جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ عمل وطاعت بمنزلہ دانہ کے ہے تو اب تم کو چاہئے کہ ثمرات کے لئے صرف دعا نہ کرو کیونکہ درخت مقتضی ہے دانہ افشانی کو اور اس کے بدوں توقع ثمرات لاحاصل ہے لیکن اگر تمہارے پاس دانہ اور طاعت نہیں ہے تو دعا ہی کرو کہ حق سبحانہ اسی دعا ہی سے تمہیں درخت یعنی نتائج حمیدہ عطا فرمائیں گے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی سعی اور کوشش ہے اور کوشش جو بھی ہو اچھی ہے۔ چنانچہ مریم علیہا السلام کے پاس دانہ نہیں تھا صرف درد اور سوز تھا۔ اسی سے حق سبحانہ نے ان کے لئے نخل کو سرسبز کر دیا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام چونکہ وفائے حق سبحانہ میں ثابت قدم تھیں۔ اس سے حق سبحانہ نے ان کو بدوں ان کی طلب کے سینکڑوں مرادیں عطا فرمائیں اور ایک یہ ہی نہیں بلکہ جو لوگ وفائے حق میں ثابت قدم تھے ان کو تمام عالم سے بڑھا دیا ہے اور وہ وہ انعامات ان پر کئے گئے ہیں جو اور کسی پر نہیں کئے گئے۔ چنانچہ دریاؤں نے ان کے لئے اپنا پیٹ خالی کر دیا ہے۔ اور وہ خشک ہوگئے ہیں جیسے موسیٰ

علیہ السلام کے لئے ہوا۔ اوران کی یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے میدان ان کے اسرار کا تحمل نہیں کر سکتے۔

فائدہ:۔ ''گشت دریاہاشکم پردازشاں'' کوالحاقی شعر سمجھا گیا ہے۔ نیز ان کے لئے دریاؤں اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا گیا ہے۔ نیز عناصر اربعہ ان کے غلام ہیں یعنی بحکم الٰہی اوقات خاصہ میں خرق عادات کے طور پر ان کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں ان کی یہ کرامتیں تو بطور نشانی کے ہیں تا کہ اس دریچہ سے منکرین کو آپ کی وہ مخفی کرامتیں مشاہد ہو جائیں جو حواس میں نہیں آسکتیں اور بیان میں نہیں سما سکتیں۔ کیونکہ یہ فانی ہیں اور وہ باقی اور کارآمد وہی شے ہے جو ہمیشہ رہے کہ نہ تو ختم ہو اور نہ واپس لی جائے بلکہ ہمیشہ بڑھتی رہے اس لئے کہ اس کا دینے والا صاحب کرم ہے جو نہ اپنا اکرام روکتا ہے کہ وہ ختم ہو جائے اور نہ واپس لیتا ہے کہ مسترد ہو جائے بلکہ ہمیشہ بڑھاتا رہتا ہے جس سے ترقی ہوتی رہتی ہے۔

درمناجات

اے دہندہ قوت و تمکین و ثبات	خلق را زیں بے ثباتی دہ نجات
اے روزی اور استقلال اور پائیداری عنایت کرنے والے	مخلوق کو اس ناپائیداری سے نجات دیدے
اندراں کاریکہ ثابت بودنی ست	قائمی دہ نفس را کہ مثنی ست
اس کام میں جو پائیداری کے قابل ہے	نفس کو ٹکاؤ عنایت کر دے وہ پلٹ جانے والا ہے
اندراں کاریکہ دارد آں ثبات	قائمی دہ نفس را بخشش حیات
وہ کام جو پائیدار ہو	نفس کو ٹکاؤ دے اس کو زندگی بخش
صبر شاں بخش و کفہ میزاں گراں	وارہاں شاں ازدم صورتگراں
ان کو صبر عطا کر اور ترازو کا بھاری پلڑا	بہروپیوں سے ان کو نجات دے
وز حسودی بازشاں خر اے کریم	تانباشد از حسد دیو رجیم
اے کریم! ان کو حسد سے بچا لے	تاکہ وہ حسد کی وجہ سے مردود شیطان نہ بنیں

شرح حبیبی

چونکہ اوپر دوام کرامت وتقرب عنداللہ کا ذکر تھا جو مستلزم تھا دوام طاعت کو۔ اس لئے مولانا دوام طاعت کی توفیق کی مناجات کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ''اے غذا اور تمکین وثبات واستقامت دینے والے خدا مخلوق کو اس ڈھل مل پن سے چھڑا دے اور جس کام میں استقامت ہونی چاہئے اس پر نفس کو استقامت عطا فرما۔ کیونکہ یہ اس پر قائم نہیں رہتا بلکہ اس سے پھر جاتا ہے اور جو کام اپنے بہتر نتیجہ کے لحاظ سے باقی رہنے والا ہو یعنی طاعت تو اس پر نفس کو جما دے اور اس ذریعہ سے اسے حیات بخش ان کو صبر علی الطاعۃ نصیب فرما اور ان کی نیکیوں کے پلہ کو بھاری کر۔ اور تو انہیں صورتگروں یعنی صورت میں محبوس لوگوں کے پھندوں سے چھڑا دے۔ (غالباً مراد صورتگروں سے نفس وشیطان

ہیں) اور ان کو اپنے بندگان خاص کے حسد سے نجات دے تاکہ یہ لوگ اس حسد کی بدولت شیطان نہ ہو جائیں۔

در نعیم فانی و مال و جسد	چوں ہمی سوزند عامہ از حسد
فانی نعمتوں اور مال اور جسم میں	عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟
بادشاہاں بیں کہ لشکر می کشند	از حسد خویشان خود را میکشند
بادشاہوں کو دیکھ کر لشکر کشی کرتے ہیں	حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں
عاشقاں بعتان پر قذر	کردہ قصد خون و جان یک دگر
گندی گڑیوں کے عاشق	ایک دوسرے کا خون اور جان لیتے ہیں
ویس و رامیں خسرو شیریں بخواں	تاچہ کردند از حسد آں ابلہاں
ویس اور رامیں، خسرو اور شیریں (کا قصہ) پڑھ لے	ان احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے
تافناشد عاشق و معشوق نیز	کہ نہ چیزند و ہواشاں ہم نچیز
یہاں تک کہ عاشق اور معشوق بھی فنا ہو گیا	کیونکہ وہ ناچیز تھے اور ان کی محبت بھی ناچیز تھی
پاک الٰہی کہ عدم برہم زند	مرعدم را بر عدم عاشق کند
خدا (فنا سے) پاک ہے کیونکہ وہ عدم کو بھڑا دیتا ہے	عدم کو عدم پر عاشق بنا دیتا ہے
دردل نہ دل حسد ہا سر کند	نیست را و ہست را مضطر کند
بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جاتے ہیں	معدوم اور موجود کو بے چین کر دیتا ہے
ایں زنانے کز ہمہ مشفق تر اند	از حسد و ضرہ خود را می خورند
یہ عورتیں جو سب سے زیادہ شفقت کرنے والی ہیں	حسد کی وجہ سے سوکنیں اپنے آپ کو کھا جاتی ہیں
تا کہ مردانے کہ خود سنگیں دلاند	از حسد اندر کدامیں منزل اند
یہاں تک کہ مرد جو خود سنگدل ہیں	حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں؟
گر نکردے شرع افسون لطیف	بر دریدے ہر کسے جسم حریف
اگر شریعت پاکیزہ منتر (تدبیر) مقرر نہ کرتی	ہر شخص مخالف کا جسم پھاڑ ڈالتا
شرع بہر دفع شرای زند	دیو را در شیشۂ حجت کند
شریعت شر کو رفع کرنے کے لئے ایک تدبیر کرتی ہے	بھوت کو دلیل کی بوتل میں بند کر دیتی ہے
از گواہ و از یمین و از نکول	تابہ شیشہ در رود دیو فضول
گواہ اور قسم اور قسم کے انکار کے ذریعہ	تاکہ بیہودہ بھوت بوتل میں آ جائے

مثل میزانے کہ خوش درو دے دو ضد	جمع می آید یقیں در ہزل وجد
ترازو کی طرح کہ اس میں دونوں مخالف خوش ہو جاتے ہیں	یقینا متفق ہو جاتے ہیں مذاق میں اور سنجیدگی میں
شرع چوں کیں و ترازو داں یقیں	کہ بدو خصماں رہند از جنگ و کیں
شریعت کو یقیناً پیمانہ اور ترازو کی طرح سمجھ	کیونکہ دو جھگڑنے والے اس کے ذریعہ سے لڑائی اور کینہ سے نجات پا جاتے ہیں
گر ترازو نبود آں خصم از جدال	کے رہد از وہم حیف و احتیال
اگر ترازو نہ ہو تو مخالف جھگڑے کی وجہ سے	ظلم اور حیلہ گری کے وہم سے کب چھوٹ سکتا ہے؟
پس دریں مردار زشت بے وفا	ایں ہمہ رشک ست خصمی و جفا
تو اس مردار بری بے وفا (دنیا) میں	پورا رشک اور جھگڑا اور ظلم ہے
پس دراں اقبال و دولت چوں بود	چوں بود جنی و انسی در حسد
تو اس (آخرت کے) اقبال اور دولت میں کیسا ہوگا	جن اور انسان کیسے حسد میں ہوں گے ؟
آں شیاطیں خود حسود کہنہ اند	یک زماں از رہزنی خالی نیند
وہ شیطان خود پرانے حاسد ہیں	تھوڑی دیر کے لئے بھی رہزنی سے خالی نہیں ہیں
واں نبی آدمؑ کہ عصیاں کشتہ اند	از حسودی نیز شیطاں گشتہ اند
وہ بنی آدم جنہوں نے گناہ بوئے ہیں	وہ بھی حسد کی وجہ سے شیطان بن گئے ہیں
از نبی برخواں کہ شیطانان انس	گشتہ اند از مسخ حق با دیو جنس
قرآن میں پڑھ لے کہ انسانی شیطان	اللہ (تعالیٰ) کے مسخ کرنے سے شیطان کے ہم جنس بن گئے ہیں
دیو چوں عاجز شود از افتتاں	استعانت جوید او از انسیاں
شیطان جب انسان کے فتنہ میں پڑنے سے عاجز آ جاتا ہے	وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے
کہ شما یارید باما' یار یئے	جانب مانید' جانب داریئے
کہ تم ہمارے دوست ہو مدد کرو	ہمارے جانب دار بنو' جانبداری کرو
گر کسے راہ رہ زنند اندر جہاں	ہر دو گوں شیطاں برآید شادماں
اگر وہ دنیا میں کسی کی رہزنی کرتے ہیں	تو دونوں قسم کے شیطان خوش ہوتے ہیں
ور کسے جاں برد و شد در دیں بلند	نوحہ میدارند آں دو رشک مند
اگر کسی نے جان بچا لی اور دین میں بلند ہو گیا	دونوں رشک کرنے والے روتے ہیں

ہر دو می خایند دنداں حسد	بر کسے کہ داد ادیب او را خرد
دونوں حسد سے دانت پیستے ہیں	اس شخص پر جس کو استاد نے عقل سکھا دی ہو

شرح حبیبی

یہاں مولانا اس امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہل اللہ پر حسد ہوتا ہے جس کا انہوں نے شعر ''ہر کہ او عصیاں کند شیطاں شود'' کہ حسود دولت نیکاں شود واز حسودی باز شاں خرائے کریم۔ دعویٰ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ دیکھو نعمتہائے فانیہ اور اموال وابدان کے بارہ میں عام لوگ کیسے جلتے ہیں۔ مثلاً کوئی راحت میں ہے دوسرا اسے دیکھ کر جلتا ہے یا کسی کے پاس مال ہے اور دوسرا اسے دیکھ کر جلتا ہے یا کوئی تندرست ہے اور دوسرا اسے دیکھ کر جلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور دیکھو بادشاہ جو کہ لشکر کشی کرتے ہیں اس کی یہ حالت ہے کہ حسد سے اپنے عزیزوں کو مارڈالتے ہیں۔ اور سنو جو لوگ ان حسینوں پر عاشق ہوتے ہیں جن کے اندر گوہ بھرا ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کا خون کرنے اور اس کی جان لینے کے درپے ہوتے ہیں چنانچہ ویس اور رامین خسرو اور شیریں کا قصہ پڑھ لو اور دیکھ لو کہ ان احمقوں نے کیا کیا اور ان کے حسد کا نتیجہ کیا ہوا یہ ہوا کہ عاشق بھی مٹ گیا اور معشوق بھی۔ حالانکہ نہ ان عاشقوں میں کوئی خوبی تھی اور نہ ان کے معشوق میں کچھ تھی۔ پس جبکہ عاشقان رہی بھی کوئی چیز نہیں اور ان کے معشوق بھی لاشے ہیں تو بے ساختہ دل سے نکلتا ہے کہ پاک ہے وہ خدا جو اعدام کو گڈمڈ کرتا ۔یعنی ایک عدم کو دوسرے عدم پر عاشق کرتا ہے اور اسی دل میں جو حقیقت میں دل نہیں ہے حسد پیدا کرتا ہے۔

اس سے تم حق سبحانہ کی قدرت اور قوت کا اندازہ کر لو اور سمجھ لو کہ وہ موجود حقیقی اعدام کو یوں مضطر کر دیتا ہے جیسا کہ تم کو امثلہ بالا سے معلوم ہوا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب پھر مضمون سابق سنو۔ یہ عورتیں جو اپنی نرم دلی کے سبب سب سے مشفق ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ حسد سے ایک سوت دوسرے سوت کو کھائے جاتی ہیں۔ اس سے سمجھ لو کہ مرد جو کہ سنگ دل ہیں ان کا حسد کس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہوگا۔ شریعت مطہرہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے قوانین وضوابط مقرر کر کے اس کے مفاسد کی روک تھام کر دی ورنہ اگر شریعت یہ پاکیزہ تدبیر نہ کرتی تو ہر شخص اپنے مقابل کے ٹکڑے کر ڈالتا۔ لہذا شریعت نے اس مفسدہ کا انسداد کیا اور وہ قوانین وضوابط پر رائے زنی کرتی ہے اور شیطان یعنی حاسد کو حجت کے شیشہ میں بند کرتی ہے۔ یعنی اسے قانون سے مغلوب کرتی ہے چنانچہ مدعی سے کہتے ہیں گواہ لاؤ اور اگر وہ گواہ نہیں پیش کر سکتا تو مدعا علیہ سے کہتے ہیں کہ قسم کھاؤ اس پر اگر وہ قسم کھالیتا ہے تو اسے چھوڑ دیتی ہے اور اگر قسم سے انکار کرتا ہے تو اس پر ڈگری کرتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان شیشہ میں بند ہو جاتا ہے یعنی حاسد مغلوب اور مجبور ہو جاتا ہے۔

اس قانون کی ایسی مثال ہے جیسے ترازو کہ اس سے دو مخالف ہر حالت میں متفق ہو جاتے ہیں مثلاً جب کسی شے کے وزن میں اختلاف ہوتا ہے تو ترازو کو حکم بناتے ہیں اور جو فیصلہ وہ کرتی ہے اسے فریقین بخوشی تسلیم کرتے ہیں۔ بس یہی حالت قانون شرعی کی ہے کہ جب دو شخصوں میں نزاع ہوتا ہے تو شریعت حکم بنتی ہے اور اس کا فیصلہ ہر دو فریق کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اگر ترازو شریعت نہ ہو تو کوئی فریق بھی اپنے جھگڑالو پن کے سبب ظلم اور مکر کے شبہ سے نہیں چھوٹ سکتا۔ اس لئے ضرورت ہے اس ترازو کی۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا کہنا ہم کو یہ ہے کہ جب اس مردار اور مکروہ اور بے وفا دنیا کی یہ حالت ہے کہ اس کے بارہ میں اس قدر رشک اور عداوت اور ظلم ہے تو اس اقبال اور دولت میں تو بالا ولی ہونا چاہئے۔ جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔ پس تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کے حسد میں جن وانس کی کیا حالت ہوگی پس اہل اللہ کا محسود ہونا ثابت ہو گیا۔

اب سنو کہ شیاطین تو قدیمی دشمن ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے بھی راہزنی سے فارغ نہیں ہوتے ان کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ کہنا تو یہ ہے کہ وہ آدمی بھی جو گناہوں کا بیج بو چکے ہیں اور گناہ کرنے کے عادی ہو گئے ہیں حسد سے شیطان ہو گئے ہیں۔

اس لئے شیطان دو قسم کے ہو گئے اول شیطان الجن دوم شیطان الانس۔ چنانچہ قرآن میں ان کا تذکرہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ شیطان انسی مسخ حق سبحانہ سے شیاطین الجن کے ہم جنس ہو گئے ہیں۔ یہ مضمون مستنبط ہے قرآن سے نہ کہ عین ترجمہ آیت۔) جس وقت شیطان الجن مکر سے عاجز ہو جاتے ہیں تو وہ شیاطین الانس سے مدد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہمارے معین ہو۔ ہماری مدد کرو اور تم ہماری طرف ہو لہٰذا ہماری طرف داری کرو اور اگر وہ کسی کی راہزنی کرتے ہیں تو اس سے دونوں قسم کے شیاطین کو خوشی ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی ان کی گھات سے بچ کر اپنی جان لے جاتا ہے اور گمراہ نہیں ہوسکتا تو یہ دونوں حاسد ماتم کرتے ہیں اور جس کسی کو کوئی مصلح عقل دیتا ہے یعنی اس کی تربیت کر کے نفع ونقصان سمجھتے اور نقصان سے بچ کر نفع حاصل کرنے کے قابل بنا دیتا ہے تو یہ دونوں حاسد حسد سے دانت پیستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا۔

پرسیدن شاہ ازاں مدعی نبوت کہ آنکہ رسول راستیں باشد وثابت شود با او چہ باشد کہ کسے را بخشد ویا بصحبت وخدمت او چہ بخشش یا بند غیر نصیحت کہ بزبان میگوید

بادشاہ کا نبوت کے مدعی سے دریافت کرنا کہ جو سچا رسول ہو اور ثابت ہو جائے تو اس کے پاس کیا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بخشے اور اس کی صحبت وخدمت سے وہ کیا بخشش پائیں گے سوائے اس نصیحت کے جو وہ زبانی کرتا ہے

شاہ پرسیدش کہ بارے وحی چیست	یا چہ حاصل دارد آنکس کو نبی ست
بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اب تیری وحی سے کیا فائدہ کیا ہے	یا جو نبی ہے اس کو کیا ملتا ہے؟
یا چہ بخشد ہر کسے را در سخن	غیر ایں نصح زباں کن یا مکن
یا وہ بات کرنے میں کسی کو کیا دیتا ہے؟	سوائے اس زبانی نصیحت کے کہ کر یا نہ کر
چیست نفع از خدمتش در صحبتش	وانکہ تابع گشت چہ بود رفعتش
اس کی صحبت میں اس کی خدمت سے کیا نفع ہے؟	اور جو اس کے تابع ہو جائے اس کو کیا بلندی حاصل ہے؟
گفت خود آں چیست کش حاصل نشد	یا چہ دولت ماند کو واصل نشد
اس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو اس کو حاصل نہ ہوئی؟	یا وہ کونسی دولت رہ گئی جو اسکو نہ ملی؟

گیرم ایں وحی نبی گنجور نیست	ہم کم از وحی دل زنبور نیست
میں نے مانا کہ یہ خزانہ کے مالک کی وحی نہیں ہے	پھر بھی شہد کی مکھی کے دل کی وحی سے کم نہیں ہے
چونکہ اوحیٰ الرب الیٰ النحل آمد است	خانۂ وحیش پر از حلوا شد است
چونکہ ''اللہ نے شہید کی مکھی کو وحی کی'' نازل ہوا ہے	اس کی وحی کا گھر شہد سے بھر گیا ہے
او بنور وحی حق عز و جل	کرد عالم را پر از شمع و عسل
اس نے اللہ عز و جل کی وحی کے نور سے	دنیا کو موم ،اور شہد سے بھر دیا
ایں کہ کرمنا ست بالا می رود	وحیش از زنبور کے کمتر بود
یہ جو کہ ''ہم نے عزت بخشی'' ہے اونچا جاتا ہے	اس کی وحی، شہد کی مکھی سے کب کم ہو گی؟
نے تو اعطیناک کوثر خواندۂ	پس چرا خشکے و تشنہ ماندۂ
کیا تو نے ''ہم نے تجھے کوثر دیدی ہے'' نہیں پڑھا ہے؟	پس تو کیوں خشک اور پیاسا ہے؟
یا مگر فرعونی و کوثر چو نیل	بر تو خوں گشت ست ناخوش اے علیل
یا شاید تو فرعون اور کوثر نیل کی طرح ہے؟	اے بیمار! جو تجھ پر خون اور ناگوار بن گئی ہے
توبہ کن بیزار شو از ہر عدو	کو ندارد آب کوثر در کدو
توبہ کر لے، (خدا کے) ہر دشمن سے بیزار بن جا	جس کے کدو میں آب کوثر نہیں ہے
ہر کہ را دیدی زکوثر سرخرو	او محمدؐ خوست با او گیر خو
تو جس کو کوثر سے سرخرو دیکھے	وہ محمدؐ کے مزاج والا ہے، اس کی عادت اختیار کر
تا احب اللہ آئی در حسیب	کز درخت احمدی با اوست سیب
تاکہ تو ''اس نے خدا سے محبت کی'' کی شمار میں آ جائے	کیونکہ اس کے پاس احمدیؐ درخت کے سیب ہیں
ہر کرا دیدی زکوثر خشک لب	دشمنش میدار ہمچوں مرگ و تب
تو جس کو کوثر سے خشک لب دیکھے	اس کو موت اور بخار کی طرح دشمن سمجھ
زانکہ او بوجہل شد یا بولہب	دور شو زو تا نیفتی در کرب
کیونکہ وہ ابو جہل یا ابو لہب ہے	تو اس سے بھاگ جا، تاکہ مصیبت میں نہ پھنسے
گرچہ بابائے تو ہست و مام تو	کو حقیقت ہست خوں آشام تو
خواہ وہ تیرا باپ یا ماں ہو	کیونکہ وہ دراصل تیرا خون پینے والا ہے

از خلیلِ حق بیا موز اے پسر	کہ شد او بیزار اول از پدر
اے بیٹا ! (حضرت) ابراہیم سے سیکھ لے	کہ وہ پہلے باپ ہی سے بیزار ہوئے
تا کہ البغض للہ آئی پیش حق	تا نگیرد بر تو رشک عشق دق
تاکہ تو "اللہ کے سامنے اس نے خدا کے لئے بغض کیا" بنے	تاکہ تیرے اوپر عشق کا رشک مصیبت نہ ڈالے
تانخوانی لا و الا اللہ را	در نیابی منہج ایں راہ را
جب تک تو "لا الٰہ الا اللہ" نہ پڑھ لے گا	اس طریقہ کا راستہ نہ پائے گا

شرح

اب مولانا قصہ مدعی نبوت کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ نے اس مدعی نبوت سے پوچھا کہ آپ جو لوگوں کو اپنی اتباع کی دعوت دیتے ہیں اس کے متعلق مجھے یہ دریافت کرنا ہے کہ وحی کیا چیز ہے اور نبوت سے نبی کو کیا چیز حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنی باتوں سے لوگوں کو کیا دیتا ہے بجز زبانی نصیحت کے کہ یہ کرو وہ نہ کرو اور اس کی خدمت اور اس کی صحبت سے لوگوں کو کیا نفع ہے اور جو اس کا اتباع کرے اس کو کیا رتبہ ملتا ہے اس نے کہا کہ جناب آپ یہ پوچھتے ہیں کہ متبعین نبی کو کیا ملتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ کیا ہے جو نہیں ملتا اور کون سی دولت ہے جو انہیں حاصل نہیں ہوتی۔ پس پوچھنا ہی بے معنی ہے کہ انہیں کیا ملتا ہے۔ الغرض متبعین نبی کو سب کچھ ملتا ہے لہذا لوگوں کو میرا اتباع کرنا چاہئے۔ اچھا میں مانتا ہوں کہ میں نبی نہیں ہوں اور میری وحی وحی نبوت نہیں ہے جو کہ نبی پر آتی ہے مگر وہ اس وحی سے تو کم نہیں ہے جو زنبور یعنی شہد کی مکھی پر آئی تھی۔ دیکھو جبکہ حق سبحانہ نے شہد کی مکھی پر وحی بھیجی یعنی اس کے دل میں گھر بنانے کا خیال اور اس کا طریق ڈالا تو اس کی برکت یہ ہوئی کہ اس کا گھر جس کے متعلق وحی کی گئی تھی شیرینی سے بھر گیا اور زنبور نے نور وحی کے سبب عالم کو موم اور شہد سے پر کر دیا۔ پس جبکہ مکھی کی یہ حالت ہوئی تو آدمی جو کہ مکرم عند اللہ ہے اور ترقی کرنے والا ہے اس کی وحی زنبور کی وحی سے کم کیسے ہو سکتی ہے۔ کیا تم نے **انا اعطیناک الکوثر** نہیں پڑھی۔ جس میں علوم و معارف کو آب کوثر سے تشبیہ دی گئی ہے جب ۔ ؔی ہے تو پھر تم پیاسے اور خشک لب کیوں ہو؟ اور کیوں اس کوثر سے سیراب نہیں ہوتے یا تم فرعون ہو اور وہ کوثر آب نیل ہے جو کہ تمہارے لئے خون ہو گیا ہے اور تم اس سے سیراب نہیں ہو سکے اگر ایسا ہے تو فوراً توبہ کرو اور تمام ان دشمنوں سے بیزار ہو جو یہ آب کوثر اپنی تو نبی میں نہیں رکھی۔ اور معارف الٰہیہ سے بے بہرہ ہیں اور جس کو تم اس آب کوثر سے سرخرو پاؤ اور دیکھو کہ وہ اس آب کوثر سے منتفع ہے وہ محمد خصلت ہے اس سے موافقت کرو۔ تاکہ تم خدا کے لئے دوستی کرنے والوں کے شمار میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ ایسے لوگ درخت احمدی سے سبب حاصل کئے ہوئے یعنی آپ کے فیض سے مستفیض ہیں۔ ان کے ساتھ دوستی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی خدا کے ساتھ دوستی ہے۔ اور جن کو تم اس آب کوثر سے خشک لب اور بے بہرہ پاؤ ان کو یوں ہی دشمن جانو جیسے موت یا تپ۔ کیونکہ وہ ابوجہل ہے یا ابولہب۔ پس ان سے دور رہنا چاہئے تاکہ تم تکلیف میں مبتلا

نہ ہو جاؤ۔ خواہ وہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ حقیقت میں وہ تمہارے خون پینے والے ہیں۔

اور یہ سبق تم کو خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے سیکھنا چاہئے کہ انہوں نے سب سے پہلے اپنے باپ آذر سے بیزاری کی تھی۔ پس تم بھی ایسا ہی کرو تا کہ حق سبحانہ کے سامنے تم یوں آؤ کہ بغض للّٰلہ کے ساتھ متصف ہو اور اس بغض کی ضرورت اس لئے ہے کہ تم پر رشک عشق معترض اور طعنہ زن نہ ہو۔ کیونکہ اگر تم خدا کو بھی چاہو گے اور اس کے دشمنوں کو بھی تو عشق تم پر طعنہ زن ہوگا اور تم کو جھوٹا دعی قرار دے گا۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ جب تک تم لا الہ الا اللہ نہ پڑھو گے اور خدا کے سوا سب کو کالعدم نہ سمجھو گے اس وقت تک تم کو راہ عرفان نہیں مل سکتا ہے۔

داستان آں عاشق کہ با معشوق خود برمی شمرد خدمتہائے ووفائے خود را وشبہائے دراز تتجافی جنوبہم عن المضاجع را وبینوائی خود را وجگر تشنگی روزہائے دراز ومی گفت کہ من جز ایں خدمت ندانم اگر خدمتے دیگرست مرا ارشاد کن کہ ہر چہ فرمائی منقادم اگر در آتش رفتن ست چوں خلیل علیہ السلام واگر در دہان نہنگ دریا افتادنست چوں یونس علیہ السلام واگر ہفتاد بار کشتہ شدن ست چوں جرجیس علیہ السلام واگر از گریہ نابینا شدن ست چوں شعیب علیہ السلام ووفا وجانبازی انبیارا شمار نیست وجواب گفتن معشوق اورا

اس عاشق کی داستان جو اپنے معشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز راتیں شمار کر رہا تھا کہ ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں کو اور اپنی بے سروسامانی اور عرصہ دراز کی جگر کی پیاس کو اور کہتا تھا کہ مجھے اس خدمت کے سوا کچھ نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے کیونکہ جو آپ کہیں میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں گھسنا ہو خواہ حضرت یونسؑ کی طرح ناکے کے منہ میں جاتا ہو خواہ حضرت جرجیسؑ کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت شعیبؑ کی طرح اندھا بنتا ہو اور انبیاء کی جاں بازی اور وفا کی تو گنتی ہی نہیں ہے اور معشوق کا اس کو جواب دینا

آں یکے عاشق بہ پیش یار خود	می شمرد از خدمت و از کار خود
ایک عاشق اپنے معشوق کے سامنے	اپنا کام اور خدمت گنا رہا تھا
کز برائے تو چنیں کردم چناں	تیرہا خوردم دریں رزم و سناں
کہ میں نے تیری خاطر ایسا ایسا کیا	اس جنگ میں تیر اور بھالا کھایا
مال رفت و زور رفت و نام رفت	بر من از عشقت بسے ناکام رفت
مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا	مجھے تیرے عشق میں بہت سی محرومیاں ہوئیں

ہیچ صبحم خفتہ یا خنداں نیافت	ہیچ شامم با سر و ساماں نیافت
کسی صبح نے مجھے سوتے یا ہنستے نہ پایا	کسی شام نے مجھے باسر و سامان نہ پایا
آنچہ او نوشیدہ بود از تلخ و درد	او بتفصیلش یکایک می شمرد
اس نے جو بھی کڑواہٹ اور تلچھٹ پی تھی	وہ اس کو ایک ایک کر کے گن رہا تھا
نز برائے منتے بل می نمود	بر درستی محبت صد شہود
احسان جتانے کے لئے نہیں، بلکہ ظاہر کر رہا تھا	محبت کی سچائی پر سینکڑوں گواہ
عاقلاں را یک اشارت بس بود	عاشقاں را تشنگی زاں کے رود
عقلمندوں کے لئے ایک اشارہ کافی ہے	اس سے عاشقوں کی پیاس کب بجھتی ہے؟
میکند تکرار گفتن بے ملال	کے ز اشارت بس کند حوت از زلال
وہ بلاتکلف بات کو دہرا رہا تھا	مچھلی نیر پانی کے بدلے اشارہ پر کب بس کرتی ہے؟
صد سخن میگفت زاں درد کہن	در شکایت کہ نگفتم یک سخن
پرانے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا	شکایت میں، میں نے (ان میں سے پوری) ایک بھی نہیں کہی ہے
آتشے بودش نمیدانست چیست	لیک چوں شمع از تف آں میگریست
اس کے اندر ایک آگ تھی وہ نہ جانے تھا کہ کیا ہے؟	لیکن شمع کی طرح اس کی سوزش سے رو رہا تھا
بعد گریہ گفت اینہا رفت لیک	ایں زماں ارشاد کن تو یار نیک
رونے کے بعد اس نے کہا، یہ سب کچھ ہوا لیکن	اب بتا تو اچھا دوست ہے
ہرچہ فرمائی بجاں استادہ ام	برخط تو پاؤ سر بنہادہ ام
تو جو کچھ کہے، میں جان سے حاضر ہوں	تیرے حکم پر میں نے سر اور پاؤں رکھ دیا ہے
گر در آتش رفت باید چوں خلیلؑ	ور چہ یحییٰؑ میکنی خونم سبیل
اگر (حضرت) ابراہیمؑ کی آگ میں کودنا ہو	اگر (حضرت) یحییٰؑ کی طرح میرا خون بہانا ہو
ور ز گریہ چوں شعیبؑ اعمیٰ شوم	ور چو یونسؑ در فم ماہی روم
اگر میں روتے روتے (حضرت) شعیبؑ کی طرح اندھا ہو جاؤں	اگر (حضرت) یونسؑ کی طرح مچھلی کے منہ میں چلا جاؤں
ور چو یوسف چاہ و زندانم کنی	ور ز فقرم عیسیٰؑ مریمؑ کنی
اگر (حضرت) یوسفؑ کی طرح تو مجھے کنویں اور قید خانہ میں ڈالے	اگر تو (حضرت) مریمؑ کے عیسیٰؑ کی طرح مجھے فقیر بنائے

رخ نگردانم نگردم از تو من	بہر فرمان تو دارم جان و تن
میں منہ نہ موڑوں گا میں تجھ سے روگردانی نہ کروں گا	میری جان اور جسم تیرے حکم کے لئے ہے
گفت معشوق ایں ہمہ کردی ولیک	گوش بکشا پہن واندر یاب نیک
معشوق نے کہا، یہ سب کچھ تونے کیا، لیکن	کان کھول لے اور خوب سمجھ لے
کانچہ اصل اصل عشق ست وولاست	آں نکردی آنچہ کردی فرعہاست
کہ جو دوستی اور عشق کی جڑ کی جڑ ہے	تونے وہ نہیں کیا، جو کچھ کیا وہ شاخیں ہیں
گفتش آں عاشق بگوکاں اصل چیست	گفت اصلش مردنست ونیستی ست
اس سے عاشق نے کہا، فرمایئے وہ جڑ کیا ہے؟	اس نے کہا، اس کی جڑ مرنا اورفنا ہونا ہے
تو ہمہ کردی نمردی زندۂ	ہیں بمیرار یار جاں بازندۂ
تونے سب کچھ کیا، تو مرا نہیں، زندہ ہے	ہاں مر جا اگر تو جان کو فنا کرنے والا دوست ہے
گر بمیری زندگی یابی تمام	نام نیکوئے تو ماند تا قیام
اگر تو مر جائے گا مکمل زندگی حاصل کر لے گا	حشر تک تیرا نیک نام زندہ رہے گا
چوں شنود آں عاشق بیخویشتن	آہ سردے برکشید از جان وتن
جب مدہوش عاشق نے یہ سنا	جان اور جسم سے ایک ٹھنڈی آہ بھری
ہمدراں دم شد دراز و جاں بداد	ہمچوگل در باخت سر خنداں وشاد
اسی وقت لیٹ گیا اور جان دے دی	ہنسی خوشی پھول کی طرح سر دے دیا
ماند آں خندہ برو وقف ابد	ہمچو جان وعقل عارف بے کبد
وہ مسکراہٹ ہمیشہ کے لئے اسی پر وقف رہے گی	جس طرح بلاتکلف عارف کی عقل اور جان
نور مہ آلودہ کے گردد ابد	گر زندآں نور بر ہر نیک و بد
چاند کی چاندنی آخر کب آلودہ ہوتی ہے؟	خواہ وہ چاندنی ہر نیک اور بد پر پڑے
اوز جملہ پاک و اگردد بماہ	ہمچو نور عقل و جاں سوی الٰہ
وہ سب سے پاک رہ کر چاند کی طرف لوٹ جاتی ہے	جس طرح اللہ (تعالیٰ) کی جانب عقل اور جان کا نور
وصف پاکی وقف برنور مہ است	تابشش گر برنجاسات رہ است
پاکی کی صفت چاند کی روشنی پر وقف ہے	اگرچہ اس کی چمک راستہ کی نجاستوں سے ہے

زاں نجاسات رہ و آلودگی	نور را حاصل نگردد بدرگی
ان راستہ کی نجاستوں اور گندگی سے	نور کو برائی حاصل نہیں ہوتی ہے
ارجعی بشنید نور آفتاب	سوئے اصل خویش باز آمد شتاب
''تو لوٹ جا'' سورج کی روشنی نے سنا	وہ فوراً اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی
نے زگلخنہا برو ننگے بماند	نے زگلشنہا برو رنگے بماند
نہ اس پر بھٹیوں کا عیب رہا	نہ اس پر باغوں کا رنگ رہا
نور دیدہ سوئے دیدہ باز گشت	ماند در سودائے او صحرا و دشت
آنکھ کی روشنی ' آنکھ کی طرف لوٹ آئی	جنگل اورمیدان اس کے تصور میں رہ گئے
چونکہ زیں ویرانہ نورش باز گشت	ماند در صحرائے دیدہ باز گشت
جبکہ اس ویرانے سے اس کا نور واپس ہوگیا	آنکھ کے جنگل میں انتظار رہ گیا

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے فنا کی ترغیب دی تھی اب اس کے مناسب قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک عاشق اپنے دوست کے سامنے اپنی خدمتیں اور اپنے کارنامے گن رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں نے تیرے لئے یہ کیا اور وہ کیا۔ میں نے اس معرکہ میں میں نے تیروں اور سناؤں کے زخم کھائے میرا مال بھی جاتا رہا۔ میری قوت بھی ضائع ہوگئی میری آبرو بھی گئی اور تیرے عشق میں مجھے بہت سی ناکامیاں پیش آئیں کسی نے صبح کو مجھے سوتا یا ہنستا نہیں پایا۔ اور کسی نے شام کو مجھے باسروسامان نہیں پایا۔

غرض کہ جو کچھ اس نے مصائب جھیلے تھے سب تفصیل وار ایک ایک بیان کئے اس سے مقصود اس کا معشوق پر احسان رکھنا نہیں تھا۔ بلکہ وہ اپنی محبت کے سینکڑوں گواہ پیش کر رہا تھا۔ شاید کوئی کہے کہ اس کے لئے اجمال کافی تھا اس قدر تفصیل کی کیا ضرورت تھی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اشارہ اور اجمال تو عاقلوں کے لئے ہے عشاق کی پیاس تو اس سے نہیں بجھتی۔ اور ان کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی جب تک اپنا جوش پورا ختم نہ کرلیں وہ تو بار بار ایک بات کو کہتے ہیں اور اکتاتے نہیں اور اکتائیں کیونکر ان کی حالت تو ایسی ہے جیسے مچھلی اور عرض حال کی ایسی مثال ہے جیسے شیریں پانی۔ یہ مچھلی کہیں اشارہ کی بناء پر اس پانی سے سیر ہوسکتی ہے ہرگز نہیں۔

خیر تو وہ اپنے درد قدیم کے متعلق شکایت میں سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا۔ جن میں سے میں نے ایک بات بھی نہیں کہی اور اس کے دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کو وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا شے ہے۔ ہاں مگر اس کی گرمی سے شمع کی طرح رو رہا تھا۔ جب خوب رو چکا تو کہا کہ اچھا یہ باتیں تو گزر چکیں۔ اب آپ بتلائیں کہ میں کیا

کروں آپ جو کچھ بھی کہیں میں اس کے لئے تیار ہوں اور آپ کے حکم کا مطیع ہوں۔ اگر خلیل کی طرح آگ میں جانا ہو یا یحییٰ علیہ السلام کی طرح آپ میرا خون مباح کریں یا آپ یہ چاہیں کہ میں شعیب علیہ السلام کی طرح اندھا ہو جاؤں یا یونس علیہ السلام کی طرح مچھلی کے منہ میں چلا جاؤں یا آپ مجھے یوسف علیہ السلام کی طرح کنوئیں میں ڈالیں یا قید کریں یا مجھے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح فقیر کریں تو میں ان سب باتوں کے لئے تیار ہوں اور تم سے نہ پھروں گا۔ میرا جسم اور میری جان دونوں آپ کے حکم کے لئے ہیں۔ آپ ان میں جس طرح چاہیں تصرف کریں۔

یہ سب قصہ سن کر معشوق نے جواب دیا کہ جو کچھ تم نے کہا مجھے سب تسلیم ہے اور یہ کام ضرور تم نے کئے۔ مگر خوب کان کھول کر سنو اور خوب سمجھو کہ جو کام عشق و محبت کی اصل الاصل ہے وہ تم نے نہیں کیا۔ اور یہ کام جو تم نے کئے یہ سب فروع محبت ہیں۔ عاشق نے کہا کہ اچھا فرمائیے کہ وہ اصل الاصل کیا ہے میں اس کے لئے تیار ہوں۔ اس کا جواب یہ ملا مر جانا اور مٹ جانا۔ تم نے سب کچھ کیا۔ مگر تم مرے نہیں بلکہ ہنوز زندہ ہو۔ یہ دلیل ہے تمہاری خامی کی۔ پس اگر تم عاشق جانباز ہو تو مر جاؤ اگر تم مر جاؤ گے تو کامل زندگی حاصل ہو جائے گی یعنی قیامت تک نیک نام رہو گے۔ جب اس عاشق فانی نے معشوق کا یہ حکم سنا تو ایک سرد آہ بھری اور فوراً چت لیٹ گیا اور جان دیدی اور پھول کی طرح ہنسی خوشی سر دیدیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خوشی ہمیشہ کے لئے اس پر وقف ہوگئی اور وہ ایسا ہو گیا جیسے عارف کی بے رنج عقل اور جان کہ ان کو کسی رنج کا سامنا ہی نہیں ہوتا۔

فائدہ:۔ اس پر کوئی یہ شبہ کرے کہ اہل اللہ کے رنج کا انکار مشاہدہ کا انکار ہے۔ اس لئے کہ رنج دو قسم کا ہوتا ہے ایک طبعی دوسرا عقلی جس کو روحانی بھی کہہ سکتے ہیں۔ سو اہل اللہ کو رنج طبعی ہوتا ہے نہ کہ عقلی۔ اور مولانا نے رنج طبعی کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ رنج عقلی کا انکار کیا ہے۔ فلا اشکال۔ اب ہم رنج طبعی اور عقلی کے فرق کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ سنو جس شخص کے بہت بڑا دنبل نکلا ہو اور وہ اس کو بہت تکلیف پہنچا رہا ہو اس میں جس وقت وہ شگاف دلواتا ہے اس وقت اس کو شگاف کی تکلیف ہوتی ہے جو کہ طبعی ہے مگر عقلی رنج نہیں ہوتا۔ بلکہ خوشی ہوتی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس سے مجھے صحت ہو جائے گی۔ (فافترقا) ہم نے کہا ہے کہ عارف کی عقل و روح رنج سے آلودہ نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نور ماہتاب ہر قسم کی اشیاء پر پڑتا ہے مگر ان سے متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سب سے پاک ہوتا ہے اور بحالت پاکی چاند کی طرف لوٹ جاتا ہے اور یہ رجوع ایسا ہی ہے جب نور عقل و جان کا خدا کی طرف رجوع۔ پس جس طرح نور مہ میں تلبس بآثار اشیاء نہیں ہوتا یوں ہی نور عقل و روح میں بھی نہ ہوگا۔ اور باوجود تعلق باشیاء مولمہ و مریحہ کے وہ پاک صاف حق سبحانہ کی طرف لوٹ جائے گا۔ وہٰذا ہو المدعیٰ۔

اب مولانا نور حسی کے متعلق مزید تاکیدی گفتگو کرتے ہیں تاکہ اس سے نور عقل و روح کی حالت موکد ہو جائے۔ اور فرماتے ہیں کہ وصف پاکی تو نور ماہتاب پر گویا کہ ختم ہے۔ کیونکہ اگر وہ نجاسات راہ پر پڑتا ہے تو راستہ کی ان گندگیوں سے نور میں کچھ نقصان اور خرابی نہیں آتی۔ علیٰ ہذا القیاس نور آفتاب کی بھی یہی حالت ہے کہ جب وہ حکم رجوع سنتا ہے تو فوراً اپنے اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے اور نہ بھٹیوں کی عار نجاست اس کو لاحق ہوتی

ہے اور نہ باغوں کا رنگ اس میں ہوتا ہے بلکہ جس طرح صاف آیا تھا یوں ہی صاف چلا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آنکھ کا نور بے تلبس شے آنکھ میں واپس ہو جاتا ہے اور صحرو دشت اس کے عشق میں پھنسے ہوئے وہ جاتے ہیں اور جبکہ اس ویرانہ اس کا نور واپس ہوتا ہے تو صحرائے مرئی ہکا بکارہ جاتا ہے۔

فائدہ:۔ مانددر صحرائے دیدہ بازگشت میں بازگشت بمعنی کشادگی ہے جو کہ کنایہ ہے تحیر سے) خلاصہ یہ کہ نور ماہتاب ونور آفتاب ونور چشم گونجاسات وغیرہ پر پڑتے ہیں مگر ان سے متاثر نہیں ہوتے۔ بلکہ پاک صاف اپنی معدن کی طرف واپس ہو جاتے ہیں۔ پس یہی حالت نور وروح وعقل کی ہے کہ وہ بھی رنج وراحت دنیوی سے متاثر نہیں ہوتا اور پاک صاف حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

یکے پرسید از عالمے عارفے کہ اگر در نماز کسے بگرید بآواز وآہ ونوحہ کند نمازش باطل شود یا نہ جواب داد کہ نام آں آب دیدہ است تا کہ آں گرنیدہ چہ دیدہ است اگر شوق خدا دیدہ است او میگرید یا از پشیمانی گناہ نمازش تباہ نشود بلکہ کمال گیرد کہ لاصلوٰۃ الا بحضور القلب واگر رنجوری تن یا فراق فرزند دیدہ است نمازش تباہ شود کہ اصل نماز ترک تن است وترک فرزند ابراہیم علیہ السلام وار کہ فرزند را قربان میکرد از بہر تکمیل نماز وتن را بآتش نمرودی سپرد وامر آمد پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بدیں خصال کہ فاتبعوا اتبع ملۃ ابراھیم حنیفاً قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم

کسی شخص نے ایک عارف عالم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں آواز اور آہ سے روئے اور نوحہ کرے اس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ اس کا نام دیکھے ہوئے کا پانی ہے تو یہ کہ رونے والے نے کیا دیکھا ہے؟ اگر اس نے اللہ تعالیٰ کا شوق دیکھا ہے، وہ روتا ہے یا گناہ کی پشیمانی سے نماز تباہ نہ ہوگی بلکہ کمال حاصل کرلے گی کیونکہ نماز نہیں ہوتی مگر حضور قلب سے اور اگر اس نے جسمانی تکلیف یا اولاد کی جدائی دیکھی ہے اس کی نماز خراب ہو جائے گی کیونکہ اصل نماز حضرت ابراہیمؑ کی طرح جسم اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ وہ نماز کی تکمیل کے لئے لڑکے کو قربان کر رہے تھے اور جسم کو نمرود کی آگ کے سپرد کر رہے تھے اور آنحضورؐ کو انہی خصلتوں کا حکم ہے کیونکہ تم اتباع کرو اور اتباع کر ابراہیمؑ کی ملت کا جو کہ حنیفیہ ہے بے شک تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پرسید از مفتی بر از	گر کسے گرید بنوحہ در نماز
ایک شخص نے چپکے سے مفتی سے دریافت کیا	اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے
آں نماز او عجب باطل شود	یا نمازش جائز و کامل بود
وہ اس کی عمدہ نماز باطل ہو جائے گی	یا اس کی نماز جائز اور مکمل ہو گی

گفت آب دیدہ نامش بہر چیست	بنگری تا کہ چہ دیدست و گریست
فرمایا اس کا نام "دیکھے ہوئے کا پانی" کیوں ہے؟	غور کر اس نے کیا دیکھا ہے؟ اور رویا ہے
آب دیدہ تا چہ دیدہ است زنہاں	تابداں شد اوز چشمہ خود رواں
آنکھ کے پانی نے پوشیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟	جس سے وہ اپنے چشمے سے رواں ہوا ہے
گر ز شوق حق کند گریہ دراز	یا ندامت از گناہے در نیاز
اگر دراز گریہ اللہ (تعالیٰ) کے شوق سے کرتا ہے	یا عاجزی میں کسی گناہ کی شرمندگی سے
خوف حق گر باشد آں گریہ خوشست	زانکہ آں آب تو دفع آتش ست
اگر اللہ کا خوف ہے، تو رونا بہتر ہے	کیونکہ وہ تیرا پانی آگ کو بجھاتا ہے
بیشکے گیرد نماز او کمال	قرب یا بد در رہ حق لامحال
اس کی نماز یقیناً کمال حاصل کر لے گی	وہ لامحالہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب حاصل کر لے گا
آں جہاں گر دیدہ است آں پر نیاز	رونقے یا بد ز نوحہ آں نماز
اگر اس نیازمند نے اس عالم کو دیکھا ہے	تو رونے سے اس کی نماز رونق حاصل کر لے گی
ور ز رنج تن بود وز درد و سوگ	ریسماں بگسست وہم بشکست دوک
اور اگر جسم کی بیماری اور درد اور رنج سے ہو	تو دھاگا ٹوٹا اور تکلا بھی
ور فغاں از ماتم فرزند کرد	کہ دل و جانش ز ماتم گرد درد
اگر اس نے اولاد کے رنج میں فریاد کی ہے	کہ رنج سے اس کا دل اور جان دردمند ہوئے تھے
می نیرزد آں نماز او دو جو	زانکہ با اغیار دارد دل گرو
تو اس کی نماز دو جو کی قیمت کی نہیں ہے	کیونکہ اس کا دل غیروں میں پھنسا ہے
پس نمازش بیشکے باطل بود	گریۂ او نیز بے حاصل بود
تو اس کی نماز بلاشبہ فاسد ہو جائے گی	اس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا
زانکہ ترک تن بود اصل نماز	ترک خویش و ترک فرزند از نیاز
کیونکہ نماز کی اصل، جسم کو ترک کرنا ہے	نیازمندی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو ترک کرنا ہے
از خلیلؑ آموز قرباں کن ولد	تن بنہ بر آتش نمرود رد
(حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے اولاد کو قربان کر دے	مردود نمرود کی آگ پر جسم کو رکھ دے

حاصل آنکه تا بدانی اے کیا	کز بکا فرق ست بیحد تا بکا
خلاصہ یہ ہے کہ اے بزرگ! تو سمجھ لے	کہ رونے اور رونے میں بے حد فرق ہے

شرح حبیبی

قصۂ عاشق مولانا نے ترغیب فنا کے لئے تحریر فرمایا تھا سو یہ مضمون بھی اسی کی تائید میں تحریر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک مفتی سے خفیہ طور پر دریافت کیا کہ اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے تو اس کی وہ نماز عجیب فاسد ہو جائیگی یا اس کی نماز صحیح اور کامل رہے گی؟

مفتی نے جواب دیا کہ آب دیدہ کے کیا معنی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ پانی جو دیکھی ہوئی شے سے بہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا دیکھ کر رویا ہے۔ اور غور کرنا یہ ہے کہ آب دیدہ نے خفیہ کیا دیکھا ہے کہ وہ اپنی چشمہ سے روانہ ہوا۔ پس اگر وہ آواز سے رونا خدا کے شوق میں ہے یا اس ندامت کے سبب ہے جو اس کو نماز میں گناہ پر ہوئی ہے یا خدا کے خوف سے ہے۔ تو وہ رونا نہایت عمدہ ہے کیونکہ وہ آتش دوزخ کو دور کرنے والا ہے اور بلاشبہ اس کی نماز کامل ہوگی۔ اور لامحالہ اسے قرب حق میسر ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ اگر اس نے عالم غیب دیکھا ہے یعنی عالم غیب اس کے گریہ کا سبب ہوا تو اس کی نماز کو اس سے رونق حاصل ہوگی اور اگر رنج نفسانی اور تکلیف یا غم مرگ سے ہو تو سوت بھی ٹوٹ گیا اور تکلا بھی۔ یعنی نماز بالکل تباہ ہو گئی اور کیا دھرا سب غارت ہو گیا اور اگر فغان غم مرگ فرزند سے کی ہے جس سے اس کے دل اور اس کی جان کو تکلیف اور صدمہ ہوا ہے تو اس کی نماز کچھ بھی قیمت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ اغیار سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا دل ان میں پھنسا ہوا ہے۔ پس اس کی نماز بے شبہ باطل ہوگی اور اس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ نماز کی حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو اپنی خودی کو اپنی آل و اولاد کو چھوڑ دے۔ اور یہ حقیقت صورت مفروضہ میں نہیں پائی گئی اس لئے نماز نہ ہوگی۔

فائدہ: ۔ یہ مضمون خطابی ہے نہ کہ برہانی۔ پس اس پر عدم جامعیت کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ صاحبو تم خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے سبق لو۔ اور اس کی طرح اولاد کو خدا کے لئے قربان کر دو اور نمرود مردود کی آگ میں اپنے کو ڈال دو۔ یعنی نفس و شیطان کی مخالفت پر صبر کرو۔

خیر تو خلاصہ یہ ہے کہ تم کو جاننا چاہئے کہ تمام گریہ یکساں نہیں ہیں بلکہ رونے رونے میں فرق ہے۔ اس پر ایک حکایت یاد آ گئی سنو۔

مریدے درآمد بخدمت شیخ وازیں شیخ پیر مسن نمیخو اہم بلکہ پیر عقل و معرفت اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام است در گہوارہ و یحییٰ علیہ السلام ست در مکتب کودکان' مرید شیخ را گریاں دید او نیز موافقت کرد و بگریست چوں فارغ شد و بدر آمد مرید دیگر کہ از حال شیخ واقف تر بود از سر غیرت در عقب او نیز بیروں آمد گفتش

کہ اے برادر من ترا گفتہ باشم اللہ اللہ تا نیندیشی ونگوئی کہ شیخ میگریست من نیز میگریستم کہ سی سال ریاضت بے ریا باید کرد و از عقبات و دریا ہائے پر نہنگ و کوہہائے بلند پر شیر و پلنگ می باید گذشت تا بداں گریۂ شیخ برسی یا نہ رسی اگر برسی شکر زویت لی الارض بسیار گوئی کہ آنجائے شکر ست کہ آں گریہ حضور قلب باشد

ایک مرید ایک شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس شیخ سے میری مراد دراز عمر بوڑھا نہیں ہے بلکہ عقل و معرفت کا بوڑھا اگر چہ عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں اور یحییٰ علیہ السلام بچوں کے مکتب میں ہوں مرید نے شیخ کو روتے دیکھا اس نے بھی موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور باہر آیا دوسرا مرید جو شیخ کے حال سے زیادہ واقف تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے پیچھے باہر آیا اس نے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لئے نہ سوچنا اور نہ کہنا کہ شیخ روئے میں بھی رویا کیونکہ تیس سال بغیر ریا کی محنت کرنی چاہئے اور گھاٹیوں اور ناکوں سے بھرے دریاؤں سے اور شیر اور چیتوں سے بھرے پہاڑوں سے گزرنا چاہئے پھر شیخ کے اس رونے کو تو پہنچ سکے یا نہ پہنچ سکے اگر پہنچ جائے ''تو میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے'' کا بہت شکر ادا کر کیونکہ وہ شکریہ کا موقع ہے کیونکہ وہ رونا حضور قلب سے ہوگا

یک مریدے اندر آمد پیش پیر	پیر اندر گریہ بود و در نفیر
ایک مرید پیر کے پاس اندر آیا	پیر رونے میں اور فغاں میں تھا
شیخ را چوں دید گریاں آں مرید	گشت گریاں آب از چشمش دوید
جب اس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا	رونے لگا' آنسو اس کی آنکھوں سے نکل پڑے
گو شنور یکبار خندد کر دو بار	چونکہ لاغ املا کند یارے بیار
سننے والا ایک بار اور بہرا دو بار ہنستا ہے	جب کوئی یار' یار سے مذاق کرتا ہے
بار اول از رہ تقلید و سوم	کہ ہمی بیند کہ می خندند قوم
پہلی بار دیکھا دیکھی اور تکلف سے	کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں
کر بخندد ہمچو ایشاں آں زماں	بے خبر از حالت خندیدگاں
اس وقت بہرا ان کی طرح ہنستا ہے	(اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے خبر ہے
باز او پرسد کہ خندہ بر چہ بود	پس دوم کرت بخندد چوں شنود
پھر وہ پوچھتا ہے' کہ ہنسی کس بات پر تھی؟	پھر جب سنتا ہے' دوبارہ ہنستا ہے

پس مقلد نیز مانند کر ست	اندراں شادی کہ او را در سر ست
تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے	اس خوشی میں جو اس کے ذہن میں ہے
پر تو شیخ آمد و منہل ز شیخ	فیض و شادی نز مریداں بل ز شیخ
شیخ کا عکس اور شیخ کا چشمہ ہے	فیض اور خوشی نہ کہ مریدوں کا بلکہ شیخ کا ہے
پر تو شیخ ست آں تقلید شیخ	چوں بہ بیند شادی و تائید شی
شیخ کی تقلید ' شیخ کا عکس ہے	جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے
چوں سبد در آب و نورے بر زجاج	گر ز خود داند آں باشد خداج
جیسا کہ ٹوکری پانی میں اور چمک شیشہ پر ہے	اگر وہ اس (خوشی) کو اپنی جانب سے سمجھیں تو ناقص پن ہے
چوں جدا گردد ز جو داند عنود	کاندرو آں آب خوش از جوی بود
جب وہ نہر سے علیحدہ ہو جائے گی تو جھگڑالو جان لے گی	کہ اس کے اندر وہ اچھا پانی نہر کا تھا
آبگینہ ہم بداند از غروب	کاں لمع بود از مہ تاباں خوب
چاند کے غروب سے شیشہ بھی جان لے گا	کہ وہ چمک عمدہ روشن چاند کی تھی
چونکہ چشمش را کشاید امر قم	پس بخندد چوں سحر بار دوم
جب "اٹھ کھڑا ہو" کا حکم اس کی آنکھ کھول دے گا	تو وہ صبح کے دوسری بار مسکرانے کی طرح مسکرائے گا
خندہ آید ہم براں خندہ خودش	کہ دراں تقلید بر می آمدش
اس کو اپنی اس ہنسی پر بھی ہنسی آئے گی	جو اس کو تقلید میں آئی تھی
گوید از چندیں رہ دور و دراز	کایں حقیقت بود وایں اسرار و راز
وہ کہے گا' اتنی دور دراز مسافت سے	جبکہ یہ حقیقت اور یہ اسرار اور راز تھے
من دراں وادی چگونہ خود ز دور	شادئے میکردم از عمیا و سور
میں اس میدان میں خود فاصلہ سے کس طرح	اندھے پن سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا؟
من چہ می بستم خیال و آں چہ بود	درک سستم ست نقشے می نمود
میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا	میرے ست احساس نے وہی نقش دکھا دیا
طفل رہ را فکرت مرداں کجاست	کو خیال او و کو تحقیق راست
راہ (سلوک) کے بچہ میں مردوں کی سمجھ کہاں ہے؟	کجا اس کا خیال اور کجا صحیح تحقیق

طفل را چہ فکر آید در ضمیر	یا چہ اندیشہ کند ہمچوں کہ پیر
بچے کے دل میں کیا خیال آ سکتا ہے؟	یا وہ بوڑھے کی طرح کیا سوچ سکتا ہے؟
فکر طفلاں دایہ باشد یا کہ شیر	یا مویز و جوز یا گریہ و نفیر
بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے	یا منقی اور اخروٹ یا رونا اور چلانا
آں مقلد ہست چوں طفل علیل	گرچہ دارد بحث باریک و دلیل
مقلد بیمار بچہ کی طرح ہے	اگرچہ نازک بحث اور دلیل رکھتا ہو
آں تعمق در دلیل و در شکال	از بصیرت می کند او را گسال
اشکال اور دلیل میں غور	اس کو بصیرت سے رخصت دیدیتا ہے
مایۂ کاں سرمۂ سر و یست	برد و در اشکال گفتن کار بست
وہ سرمایہ جو اس کے باطن کا سرمہ ہے	سلب کر لیا' اور اشکال بیان کرنے میں لگا دیا
اے مقلد از بخارا باز گرد	رو بخواری تا شوی تو شیر مرد
اے مقلد! بخارا سے واپس آ جا	ذلت کی جانب جا' تاکہ تو شیر مرد بنے
تا بخارائے دگر بینی دروں	صفدراں در محفلش لا یفقھوں
تاکہ تو باطن میں دوسرا بخارا دیکھ لے	اس کی محفل میں بہادر ''وہ نہیں سمجھتے ہیں'' ہیں
پیک اگرچہ در زمیں چابک تگست	چوں بدریا رفت بگستہ رگست
قاصد اگرچہ خشکی میں تیز رفتار ہے	جب دریا میں پہنچا' رگ ٹوٹا ہے
او حملناھم بود فی البر و بس	آنکہ محمول ست در بحر اوست کس
وہ صرف ''ان کو ہم نے خشکی میں چلایا'' ہے	جو سمندر میں چلایا ہوا ہے وہ بہادر ہے
بخشش بسیار دارد شہ بدو	اے شدہ در وہم و تصویرے دوتو
شاہ' اس پر بہت بخشش کرتا ہے	اے وہ! جو وہم اور تصویر میں دہرا بنا ہوا ہے

بقیہ حال مرید مقلد

مرید مقلد کے حال کا بقیہ

آں مرید سادہ از تقلید نیز	گریۂ میگرد و فق آں عزیز
وہ بھولا مرید بھی' تقلید میں	اس معزز کی طرح رونے لگا

او مقلد و ارہمچو مرد کر	گریہ می دید وز موجب بے خبر
اس نے تقلید میں بہرے شخص کی طرح	رونا دیکھا اور سبب سے بے خبر تھا
چوں بسے بگریست خدمت کرد ورفت	از پیش آمد مرید خاص تفت
جب بہت رو چکا اس نے سلام کیا اور روانہ ہو گیا	اس کے پیچھے ایک خاص مرید تیزی سے چلا
گفت اے گریاں چو ابر بے خبر	بر وفاق گریۂ شیخ از نظر
اس نے کہا' اے بے خبر ابر کی طرح رونے والے!	دیکھا دیکھی شیخ کے رونے پر
اللہ اللہ اے وافی مرید	گرچہ در تقلید ہستی مستفید
اے وفادار مرید! خدا کے لئے	اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اٹھانے والا ہے
تانگوئی دیدم آں شہ می گریست	من چو او بگریستم کایں منکریست
یہ نہ کہنا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ رو رہا تھا	میں اس کی طرح رویا' کیونکہ یہ (شیخ کی فضیلت کا) انکار کرنا ہے
گریۂ کز جہل وتقلید ست وظن	نیست ہمچوں گریۂ آں موتمن
وہ رونا جو لاعلمی اور تقلید اور گمان کی وجہ سے ہے	وہ اس امانتدار کے رونے کی طرح نہیں ہے
تو قیاس گریہ بر گریہ مساز	ہست زیں گریہ بداں راہ دراز
تو رونے کو رونے پر قیاس نہ کر	اس رونے سے اس رونے تک بہت فاصلہ ہے
ہست آں از بعد سی سالہ جہاد	عقل اینجا ہیچ تنواند فتاد
وہ (رونا) تیس سالہ مجاہدہ کے بعد ہے	عقل اس جگہ کبھی نہیں پہنچ سکتی
ہست زاں سوی خرد صد مرحلہ	عقل را واقف مداں زاں قافلہ
وہاں عقل سے آگے سو مرحلے ہیں	اس قافلہ سے عقل کو واقف نہ سمجھ
گریۂ او نزغم ست و نز فرح	روح داند گریۂ عین الملح
اس (شیخ) کا رونا نہ غم سے ہے نہ خوشی سے	بے نور آنکھ کا رونا' روح جانتی ہے
گریۂ او خندۂ او زاں سریست	زانچہ وہم وعقل باشد آں بریست
اس کا رونا اس کا ہنسنا اس جانب کا ہے	جو وہم اور عقل کی وجہ سے ہو وہ اس سے بری ہے
آب دیدہ او چو دیدہ او بود	دیدۂ نا دیدہ دیدہ کے شود
اس کا آنسو اس کی آنکھ کی طرح ہوتا ہے	اندھے کی آنکھ' آنکھ کب ہو سکتی ہے؟

آنچہ او بیند نتاں کردن مساس	نز قیاس عقل و نز راہ حواس
جو وہ دیکھتا ہے، اس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے	نہ عقل کے قیاس سے نہ حواس کی راہ سے
شب گریزد چونکہ نور آید ز دور	پس چہ داند ظلمت از احوال نور
جب روشنی آتی ہے، رات دور سے بھاگ جاتی ہے	تو تاریکی روشنی کے احوال کیا جانے؟
پشہ بگریزد زباد بادھا	پس چہ داند پشہ ذوق بادہا
پر فریب ہوا سے مچھر بھاگ جاتا ہے	تو ہواؤں کا ذوق مچھر کیا جانے؟
چوں قدیم آید حدث گردد عبث	پس کجا داند قدیمے را حدث
جب قدیم آتا ہے حادث بیکار ہو جاتا ہے	تو حادث قدیم کو کیا جانے؟
برحدث چوں زد قدم دنگش کند	چونکہ کردش نیست ہمرنگش کند
جب قدیم حادث پر چھا جاتا ہے اس کو حیران کر دیتا ہے	جب اس کو معدوم کر دیا اس کو ہم رنگ کر لیتا ہے
گر بخواہی تو بیابی صد نظیر	لیک من پروا ندارم اے فقیر
اگر تو چاہے تو سو مثالیں حاصل کر لے	لیکن اے فقیر! مجھے فرصت نہیں ہے
ایں الٓمٓ و حٰمٓ ایں حروف	چوں عصائے موسیٰ آمد در وقوف
یہ الم و حم یہ حروف	جاننے میں حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہیں
حرفہا ماند بدیں حرف از بروں	لیک باشد در صفات ایں زبوں
بظاہر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں	لیکن ان کی صفات سے عاجز ہیں
ہر کہ گیرد او عصائے ز امتحاں	کے بود چوں آں عصا وقت بیاں
وہ شخص جو آزمائش کے لئے لاٹھی ہاتھ میں لے لے	بیان کے وقت وہ اس (موسیٰ کی) لاٹھی کی طرح کب ہے؟
عیسوٗیست ایں دم نہ ہر باد و دمے	کہ برآید از فرح یا از غمے
یہ سانس عیسوی ہے، ہر ہوا اور سانس نہیں ہے	جو کہ خوشی یا رنج سے آئے
ایں الٓمٓ و حٰمٓ اے پدر	آمدست از حضرت مولیٰ البشر
اے باوا! یہ الم و حم	انسانوں کے مولیٰ کے دربار سے آئے ہیں
ہر الف لامے چہ می ماند بدیں	گر تو جاں داری بدیں چشمش مبیں
ہر الف لام ان کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے؟	اگر تو روح رکھتا ہے، ان آنکھوں سے نہ دیکھ

گرچہ ترکیبش حروف ست اے ہمام	می نماند ہم بترکیب عوام
اے سردار! اگرچہ اس کی بناوٹ حروف سے ہے	(لیکن) وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے
ہست ترکیب محمدؐ لحم و پوست	گرچہ در ترکیب ہر تن جنس اوست
محمدؐ کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے	اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے
گوشت دارد پوست دارد استخواں	ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں
(ہر جسم) گوشت رکھتا ہے' کھال رکھتا ہے' ہڈی (رکھتا ہے)	کبھی اس بناوٹ میں وہ (آثار) ہوں گے
کاندریں ترکیب آمد معجزات	کہ ہمہ ترکیب ہا گشتند مات
اس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے	کہ تمام بناوٹیں مات ہو گئیں
ہمچناں ترکیب حٰم از کتیب	ہست بس بالا و دیگر ہا نشیب
اسی طرح قرآن کے حٰم کی بناوٹ	بہت بلند ہے اور دوسری نیچی ہیں
زانکہ زیں ترکیب آید زندگی	ہمچو نفخ صور در درماندگی
کیوں کہ اس بناوٹ سے زندگی آتی ہے	جیسا کہ عاجزی (قیامت) میں صور کا پھکنا
اژدہا گردد شگافد بحر را	چوں عصا حٰم از داد خدا
اژدھا بن جاتے ہیں سمندر کو پھاڑ دیتے ہیں	حٰم عصا کی طرح خدا کی عنایت سے
ظاہرش ماند بظاہر ہا و لیک	قرص ناں از قرص مہ دورست نیک
ان کا ظاہر (دوسرے الفاظ کے) ظاہری احوال سے مشابہ ہے لیکن	روٹی کی ٹکیا' چاند کی ٹکیاں سے بہت دور ہے
گریۂ او خندۂ او نطق او	فہم او و خلق او و خلق او
اس کا رونا' اس کا ہنسنا' اس کا بولنا	اس کی فہم' اس کی ساخت اور اس کے اخلاق
عقل او و وہم او و حس او	نیست از وے ہست محض صنع ہو
اس کی عقل' اور اس کا وہم اور اس کا احساس	اس کا اپنا نہیں ہے وہ محض اللہ کی کاریگری ہے
چونکہ ظاہر ہا گرفتند احمقاں	واں دقائق شد ازایشاں بس نہاں
احمقوں نے چوں کہ ظاہری احوال کو پسند کیا	وہ باریکیاں ان سے بہت پوشیدہ ہو گئیں
لاجرم محجوب گشتند از غرض	کہ دقیقہ فوت شد در معترض
وہ یقیناً مقصد سے محجوب ہوگئے	عارض میں نکتہ فوت ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	کاں کنیزک باخر خاتون چہ کرد؟
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل	اس باندی نے بی بی کے گدھے سے کیا کیا؟

شرح

ایک مرید شیخ کے پاس آیا کہ شیخ رو رہا ہے۔ پس جبکہ اس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا تو خود ہی رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ یہ تو واقعہ تھا اب اس کے مناسب مضمون ارشادی سنو۔ مگر اس سے پہلے ایک مقدمہ سن لو۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت ایک دوست دوسرے دوست سے مذاق کرتا ہے اس وقت کان والا اگر ایک مرتبہ ہنستا ہے تو بہرا دو دفعہ ہنستا ہے۔ کیونکہ بہرا پہلی دفعہ تو لوگوں کی تقلید میں اور بہ تکلف ہنستا ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں اس وقت جو وہ بہرا ہنستا ہے تو اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی ہے کہ لوگ کیوں ہنس رہے ہیں۔ لیکن اس کے بعد وہ پوچھتا ہے کہ بھائی تم کیوں ہنستے تھے اس کے پوچھنے پر لوگ ہنسی کا سبب بتلاتے ہیں۔ پس جبکہ وہ سنتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ یہی حالت مقلد اور سالک غیر واصل کے ہے کہ جو خوشی اسے حاصل ہوتی ہے اس میں وہ بمنزلہ بہرے کے ہوتا ہے اور یہ خوشی شیخ کا پرتو ہوتی ہے اور اس کا سرچشمہ شیخ ہوتا ہے۔

الغرض ایسے مریدوں کا غم اور ان کی خوشی ان کی ذاتی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا مبدء شیخ ہوتا ہے اور جبکہ اس کو بتائید شیخ کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ خوشی شیخ کا پرتو اور اس کی تقلید ہوتی ہے اور اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے ندی میں ٹوکرا پڑا ہو اور پانی سے بھرا ہو۔ یا شیشہ پر نور پڑ رہا ہو پس اگر ٹوکرا اور آئینہ پانی اور نور کو اپنا ذاتی سمجھیں۔ یہ ان کا نقص ہے جب ٹوکرا ندی سے جدا ہوگا اس وقت اسے معلوم ہوگا کہ وہ پانی ندی کا تھا نہ کہ میرا علیٰ ہذا جس وقت ماہتاب غروب ہوگا اس وقت آئینہ کو معلوم ہوگا کہ وہ نور میرا نہ تھا بلکہ روشن ماہتاب کا تھا۔ یوں ہی جس وقت شیخ سے اس مرید کا تعلق منقطع ہوتا ہے اس وقت اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ حال تھا شیخ کا پرتو تھا۔ اور خود اس کا کمال ذاتی نہ تھا۔ لیکن جس وقت وہ مرتبہ تقلید سے گزر کر مرتبہ تحقیق پر پہنچتا ہے اور حق سبحانہ کا زندہ کن اور حیات بخش حکم اس کو حیات روحانی عطا فرما کر اس کی آنکھیں کھولتا ہے اور اس کو بصیرت عطا فرماتا ہے۔ اس وقت وہ صبح کی طرح دوبارہ ہنستا ہے اور اس وقت اس کو اپنی اس ہنسی پر ہنسی آتی ہے جو کہ تقلید کی حالت میں اس کو آتی تھی۔ اور وہ کہتا ہے کہ اس قدر دور و دراز راہ سے جہاں یہ حقیقت اور یہ راز اور بھید تھا میں وادی تقلید میں اپنی اندھی پن سے دور ہی دور کیونکر خوش تھا۔

خلاصہ یہ کہ وہ بصیرت حاصل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ جس وقت میں وادی تقلید میں سرگرداں تھا اس وقت اس حقیقت اور راز میں جو مجھے اس وقت حاصل ہے اور مجھ میں بہت بعد تھا۔ پھر باوجود اس بعد کے میں کیونکر ہنستا تھا۔ میں تو کیا سمجھتا تھا اور بات فی الحقیقت کیا تھی۔ یعنی وہ ہنسی تو شیخ کا پرتو تھا۔ اور میں اسے اپنا کمال سمجھتا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ میری کمزور قوت مدرکہ غلط تصویر دکھلاتی تھی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہونا بھی یہی چاہیے تھا

کیونکہ مبتدیاں راہ سلوک کے لئے ارباب کمال کا سا ادراک کہاں حاصل ہوسکتا ہے ان کے خیال میں اور اہل اللہ کی تحقیق میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے بھلا کہیں بچوں کے دل میں بوڑھوں کا سا خیال آ سکتا ہے یا وہ ان کا سا فکر کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ بچوں کا فکر تو یہ ہوتا ہے کہ وہ دایہ کو طلب کریں یا دودھ مانگیں۔ یا کشمش اور اخروٹ مانگیں یا روئیں دھوئیں۔ ختم شد۔

برخلاف بوڑھوں کے کہ ان کا فکر تدبیر منزل و سیاست مدن وغیرہ ہوتی ہے۔ پس کجا فکر اطفال اور کجا فکر اشیاخ۔ پس تم سمجھو کہ مقلد خواہ کتنا ہی بڑا عالم و متبحر ہو اور کیسے ہی باریک نکات اور دقائق بیان کرتا ہو۔ بمنزلہ ایک ضعیف الفہم لڑکے کے ہے اور دلائل و اشکالات میں اس کا غور و خوض اس کے لئے نافع نہیں ہے بلکہ مضر ہے کیونکہ وہ بصیرت سے اس کا تعلق منقطع کرتا ہے اور اس نے اس سرمایہ قابلیت و استعداد کو جو کہ اس کے چشم بصیرت کا سرمہ اور اس کو روشن کرنے والا تھا۔ بے محل صرف کر دیا اور اس کو لے جا کر اعتراضات و جوابات میں لگا دیا۔ پس اے مقلد تو بخارا سے لوٹ اور ذلت عشق اختیار کر۔ تا کہ تو شیر مرد ہو۔ یعنی تحصیل جاہ بعلم ظاہر کو چھوڑ اور ذلت عشق اختیار کر تا کہ تو عارف کامل ہو جائے اور تا کہ تجھے اپنے باطن میں ایک دوسرا بخارا (معدن علم) نظر آئے۔ جس کی محفل کے رہنے والے شراب بے خودی سے مست ہیں۔ اور ماسوی اللہ کے متعلق کچھ نہیں سمجھتے۔ (یا یوں کہا جائے کہ اس کی محفل کے لوگ رسمی فقہاء نہیں ہیں۔ جیسے کہ فقہاء بخارا) علماء ظاہر گو تیز اور ذکی اور ذہین اور دقیقہ رس ہیں۔ مگر صرف علم ظاہر میں رہے معارف اور حقائق سو وہاں ان کا دقیقہ سنجی کام نہیں دیتی۔ چنانچہ قاصد زمین میں تیز چلتا ہے مگر دریا پر پہنچ کر اس کے چولیں ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ کھڑا کا کھڑا رہ جاتا ہے۔

پس علمائے ظاہر غیر عارف محمول نے فی البر اور صرف علوم ظاہریہ میں تیزی دکھلانے والے ہیں۔ سیر فی اللہ میں ایک قدم نہیں چل سکتے۔ پس یہ لوگ کچھ بھی نہیں ہیں آدمی تو وہی ہیں جو دریا میں چلتے ہوں اور سیر فی اللہ کرتے ہوں۔

اور اے اوہام و خیالات پر جھکے ہوئے شخص تو جان لے کہ ایسے لوگوں پر حق سبحانہ کی بڑی عنایت ہے۔ پس تو اس کمال کو حاصل کر۔ خیر یہ مضمون ارشادی تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ ہم نے کہا تھا کہ وہ عاری عن الکمالات مرید بھی براہ تقلید شیخ کی طرح رونے لگا وہ بہروں کی طرح مقلدانہ روتا تھا اور سبب جانتا نہ تھا۔ پس جبکہ وہ بہت زیادہ رو چکا تو شیخ کی خدمت سے اس کے بعد رخصت ہو گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے فوراً ایک مرید خاص چلا اور کہا کہ اے بے شعور ابر کی طرح شیخ کے اس گریہ کی موافقت میں رونے والے جو کہ بصیرت سے ناشی ہے تو اگرچہ تقلیداً حالت شیخ کو حاصل کئے ہوئے ہے مگر دیکھنا خبردار یہ نہ کہنا کہ میں نے شیخ کو روتے دیکھا تو جس طرح وہ رو رہے تھے یونہی میں بھی رو رہا تھا۔ کیونکہ یہ انکار ہے شیخ کے کمال کا۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تو شیخ کو بھی اپنا ہی سا سمجھتا ہے۔ وہ رونا جس کا منشاء جہل اور تقلید اور ظن ہے اس امین خدا کے رونے کے مماثل نہیں ہو سکتا۔ پس تو اپنے رونے کو اس کے رونے پر قیاس نہ کرنا اور دونوں کو یکساں نہ سمجھنا کیونکہ دونوں کے رونے میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے وہ رونا تیس سال کے مجاہدات کا نتیجہ ہے اور اس رونے میں عقل کام نہیں کر سکتی چونکہ اس کے اور عقل

کے درمیان سینکڑوں منزلیں ہیں۔ اس لئے عقل کو اس آنسوؤں کے قافلہ سے واقف نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ اس کا رونا نہ خوشی سے ناشی ہے اور نہ خوشی سے اور عقل کی رسائی اسے گریہ تک ہے جس کا سبب غم یا خوشی ہو۔ پس عقل اس کو کیونکر جان سکتی ہے۔ ہاں اس سرچشمہ کمالات (کامل) کے رونے کی حقیقت کو ذوق ذاروح جانتی ہے۔

(عین الملح بجائے ضمیر غائب کے لایا گیا ہے اور ملح جمع ہے ملیحہ کی جس کے معنی ہیں سخن خوش و نمکین والمراد ھٰہنا الکمالات مطلقا) اس کا رونا بھی اور اس کا ہنسنا بھی دونوں غیبی ہیں اور جس عالم سے وہم و عقل ہیں اس سے ان کا تعلق نہیں۔ اس لئے ان کی حقیقت مدرک بالوہم والعقل نہیں ہو سکتی۔ اس کے آنسو جن کا منشاء ذات حق سبحانہ ہے۔ جس کو وہ بچشم قلب دیکھتا ہے ویسے ہی ہیں جیسے اس کی دیکھی ہوئی ذات جو ان آنسوؤں کا منشاء ہے اور وہ دیکھی ہوئی ذات جو دیکھی ہوئی نہیں ہے دیکھی نہیں جا سکتی۔ یعنی ذات حق سبحانہ جس کو وہ بچشم قلب دیکھتا ہے اور عقل و حواس جسمانیہ سے وہ ذات اور حواس جسمانیہ سے مدرک نہیں ہو سکتی تو ضرور ہے کہ اس کے آنسو ہی مدرک بوہم و عقل نہ ہوں۔ اب ہم آنچہ او بیند نتاں کردن مساس الخ کو مدلل کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو رات رفو چکر ہو جاتی ہے۔ اس لئے رات نور صبح کو نہیں جان سکتی۔ نیز تیز ہوا آتی ہے تو مچھر رخصت ہو جاتے ہیں۔ پس مچھر ہوا کو کیا جان سکتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ ممہد ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب تک حق سبحانہ کسی کے لئے متجلی نہ ہوں اس وقت تک کوئی ان کو کیسے جان سکتا ہے اور جس وقت وہ متجلی ہوں گے اس وقت وہ لاشئے ہو جائے گا۔ پس حادث من حیث ھو حادث قدیم کو کیسے جان سکتا ہے کیونکہ جب قدیم جلوہ افروز ہوتا ہے تو حادث کو مبہوت کر دیتا ہے اور جبکہ اس کو فنا کر دیتا ہے اور اس کی خودی کو کھو دیتا ہے تو اس کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے اور اس کی شان یہ ہو جاتی ہے کہ بی یسمع و بی یبصر الخ پس حادث من حیث ھو حادث کے لئے حق سبحانہ کو دیکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر تم چاہو گے تو سینکڑوں مثالیں مل جائیں گی۔ لیکن مجھے فرصت نہیں ہے کہ میں زیادہ مثالیں بیان کروں اس لئے صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں اور اس مضمون کو ختم کر کے پھر حالت شیخ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ہم نے گریہ و خندۂ شیخ کو باوجود مشابہت باگریہ مردم کے عقل و وہم سے بالاتر کہا تھا اور اس کو ثابت بھی کیا تھا۔

اب ہم اس استبعاد کو دور کرتے ہیں جو ان کے دیگر گریہ ہا و خندہا کے ساتھ مشابہت صوری کی بناء پر پیدا ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ الٓمٓ اور حٰمٓ اور دیگر الفاظ قرآنیہ عصائے موسیٰ کے مشابہ ہیں۔ کیونکہ گو صورۃ دیگر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں مگر وہ حروف صفات میں ان حروف سے مغلوب ہیں اور ان حروف کی حروف قرآنیہ کے مقابلہ میں وہی حالت ہے جو اور لاٹھیوں کی عصائے موسیٰ کے مقابلہ میں۔

مثلاً جو شخص کہ امتحان کے لئے کوئی لاٹھی ہاتھ میں لے گا تو وہ لاٹھی وقت ظہور اثر عصائے موسیٰ کے مانند ثابت نہ ہوگی۔ پس یہی حالت حروف قرآنیہ اور دیگر حروف کی ہے کہ یہ حروف قرآنیہ اعجاز اثر میں اور ان الفاظ کی مانند نہیں ہیں جو کہ آدمیوں سے خوشی یا غم وغیرہ سے صادر ہوں۔ کیونکہ یہ الٓمٓ و حٰمٓ وغیرہ کلام خداوندی ہیں اور خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ لہٰذا ہر الف لام وغیرہ جو کلام بشر ہیں ان سے مشابہ نہیں ہو سکتے۔ پس اگر تم روحانیت رکھتے ہو تو تم ان کو اس نظر سے نہ دیکھو۔ اور ان کو کلام بشر کی مانند نہ سمجھو۔ یہ مسلم ہے کہ ان کی ترکیب

حروف ہی سے ہے مگر بھی ان کی ترکیب عوام کی ترکیب کے مشابہ نہیں ہے۔

دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بھی ہڈی اور گوشت اور کھال وغیرہ سے بنا ہے اور اس ترکیب میں ہر جسم اس کا مجانس ہے۔ یعنی جس طرح اور اجسام میں گوشت پوست ہڈیاں وغیرہ ہیں یوں ہی اس میں بھی ہیں لیکن کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ ترکیب اوروں کی سی ہے ہرگز نہیں کیونکہ اس ترکیب میں معجزات موجود ہیں جن سے تمام ترکیبات مغلوب ہیں۔ مثلاً ان کی انگلی چاند کے دوٹکڑے کر دیتی ہے اوروں کی انگلی ایسا نہیں کر سکتی نیز ان کی انگلی سے پانی نکلتا ہے اوروں کی انگلی سے نہیں نکلتا وغیرہ وغیرہ۔

پس ترکیب جسم احمدی اور ترکیبات دیگر اجسام یکساں نہیں ہو سکتیں۔ بس یہی حالت الٓمٓ و حٰمٓ قرآنیہ کی ترکیب کی ہے کہ ان کی ترکیب سب ترکیبوں سے فائق ہے اور دیگر ترکیبات اس کے نیچے ہیں۔ کیونکہ یہ ترکیبیں حیات روحانی بخشنے والی ہیں اور موت روحانی کی حالت میں ان میں وہی خاصیت ہے جو موت جسمانی کی حالت میں نفخ صور میں۔ نیز حٰمٓ وغیرہ عصائے موسیٰ کی طرح کبھی اژدہا بن جاتی ہیں اور کبھی دریا کو خشک کر دیتی ہیں۔ یعنی اپنے اعجاز کے سبب دشمنوں کو اپنے معارضہ سے عاجز کرتی ہیں۔ برخلاف دیگر ترکیبات کے کہ ان میں یہ خاصیت نہیں ہے۔ پس ان کا ظاہر گو اور ظاہروں سے مشابہ ہے لیکن ان کے باطن میں وہی فرق ہے جو قرص ماہتاب اور قرص نان میں۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب کوئی استبعاد نہ رہا۔ کیونکہ شیخ کا رونا اس کا ہنسنا اس کی گفتگو اس کی سمجھ اس کی خلقت اس کا خلق اس کی عقل اس کا وہم اس کی حس اس کی نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی طرف سے ہیں کیونکہ وہ فانی فی الحق اور بی یسمع و بی یبصر وغیرہ کا مصداق ہے ایسی حالت میں اگر اس کا رونا وغیرہ عقل سے بالاتر ہو جیسا کہ ہم نے کیا ہے تو کیا تعجب ہے لیکن چونکہ احمقوں نے ظاہر کو لے لیا اور حقائق ان کی نظر سے مخفی ہو گئیں اس لئے اپنی ہوائے نفسانی کے سبب محجوب ہو گئے اور انکار کر بیٹھے اور اعتراض کے سبب حقائق ان سے فوت ہو گئیں۔

خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہو گی اب دوسری طرف رخ کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ لونڈی نے اپنی بی بی کے گدھے کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس سے تم کو معلوم ہو گا کہ ظاہر بینی اور دقیقہ ناشناسی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

داستان آں کنیزک کہ با خر خاتون خود شہوت میراند و او را شہوت راندن چوں آدمیاں آموختہ بود و کدوئے در قضیب خر میکرد تا از اندازہ نگذرد خاتون براں وقوف یافت لیکن دقیقۂ کدو را ندید کنیزک را بہ بہانہ براہ کرد جائے دور دور و با آں خر جمع شد بے کدو و ہلاک شد و بفضیحت، کنیزک بگاہ باز آمد و نوحہ کرد کہ اے جانم و اے چشم روشنم کیر دیدی و کدو ندیدی ذکر دیدی و آں دگر ندیدی کل ناقص ملعون یعنی کل نظر و فہم ناقص ملعون وگرنہ ناقصان ظاہر جسم، مرحوم اند نہ ملعون قولہ تعالیٰ لیس علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج نفی حرج کرد و نفی لعنت و نفی عتاب و غضب

اس باندی کی داستان جو بی بی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اس نے اس کو انسانوں کی طرح شہوت پورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کی قضیب میں کدو پہنا دیتی تھی تا کہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور بی بی کو اس کا پتہ لگ گیا لیکن کدو کا نکتہ نہ سمجھی باندی کو ایک بہانہ سے بہت دور روانہ کر دیا اور وہ بغیر کدو کے اس گدھے سے لگ گئی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہو گئی باندی اچانک واپس آئی اور رونے لگی کہ اے میری جان اور اے میری روشن آنکھ تو نے کیر دیکھا اور کدو نہ دیکھا ذکر دیکھا وہ دوسرا نہ دیکھا۔ ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر اور کوتاہ سمجھ ملعون ہے ورنہ ظاہری جسم کے ناقص قابل رحم ہیں نہ کہ ملعون' اللہ تعالیٰ کے قول نے "نہیں ہے اندھے پر گناہ اور نہ لنگڑے پر گناہ اور نہ مریض پر گناہ" گناہ کی نفی کر دی نہ کہ لعنت اور عتاب اور غضب کی

یک کنیزک نرخرے برخود فگند	از وفور شہوت و فرط گزند
ایک باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا	شہوت کی کثرت اور شہوت کی زیادتی کی تکلیف سے
آں خر نر رابگاں خو کردہ بود	خر جماع آدمی پے بردہ بود
اس نر گدھے کو جماع کی عادت ڈال دی تھی	گدھے نے آدمی کا جماع سیکھ لیا تھا
یک کدوی بود حیلت سازہ را	در نرش کردہ پئے اندازہ را
(اس) حیلہ ساز (باندی) کے پاس ایک کدو تھا	جس کو اس نے اندازہ کے مطابق اس کے ذکر میں پہنایا تھا
در قضیبش آں کدو کردے عجوز	تار و دنیم ذکر وقت سپوز
بڑھیا اس کے ذکر میں کدو پہنا دیتی	تا کہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر جائے
گر ہمہ کیر خر اندروے رود	آں رحم و آں رودہا ویراں شود
اگر گدھے کا پورا ذکر اس میں جائے	تو رحم اور انتڑیاں تباہ ہو جائیں
خر ہمی شد لاغر و خاتون او	ماندہ عاجز کز چہ شد ایں خر چومو
گدھا دبلا ہو رہا تھا اور اس کی مالکہ	حیران تھی کہ یہ گدھا بال جیسا کس وجہ سے ہو گیا
نعلبنداں را نمود آں خر کہ چیست	علت او کہ نتیجہ اش لاغریست
اس نے اس گدھے کو نعلبندوں کو دکھایا کہ کیا ہے؟	اس کی بیماری جس کا نتیجہ دبلا پن ہے
ہیچ علت اندر و ظاہر نشد	ہیچ کس از سرآں مخبر نشد
اس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی	اس کے راز سے کوئی شخص باخبر نہ ہوا
در تفحص اندر افتاد او بجد	شد تفحص را دمادم مستعد
وہ کوشش سے جستجو میں لگ گئی	اور جستجو کے لئے پے در پے مستعد ہو گئی

جد رابايد كه جاں بندہ بود	زانکہ جد جوئندہ یا بندہ بود
جان کو کوشش کا غلام ہو جانا چاہئے	کیونکہ جستجو کرنے والے کی کوشش پانے والی بن جاتی ہے
چوں تفحص کرد از حال اشک	دید خفتہ زیر آں خر نرگسک
جب اس نے گدھے کے حال کی جستجو کی	اس کے نیچے نرگس کو پڑا ہوا دیکھا
چوں تفحص کرد از احوال خر	آں کنیزک بود زیرو خر زبر
جب اس نے گدھے کے احوال کی جستجو کی	تو وہ باندی نیچے تھی اور گدھا اوپر
از شگاف در بدید آں حال را	پس عجب آمد ازاں آں زال را
اس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا	تو وہ اس بوڑھی کو پسند آ گیا
خرہمی گاید کنیزک را چناں	کہ بعقل و رسم مرداں بازناں
گدھا باندی سے اس طرح جماع کر رہا ہے	جو مردوں کی عورتوں کے ساتھ رسم اور عقل کے مطابق ہے
درحسد شد گفت چوں ایں ممکن ست	پس من اولیٰ ترکہ خر ملک من ست
وہ حسد میں مبتلا ہوگئی، بولی جب یہ ممکن ہے	تو میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ گدھا میرا ہے
خر مہذب گشتۂ و آموختہ	خواں نہاداست و چراغ افروختہ
گدھا مہذب اور سدھا ہوا	دستر خوان بچھا ہے اور چراغ روشن ہے
کرد نادیدہ در خانہ بکوفت	کارے کنیزک چند خواہی خانہ روفت
اس نے انجان بن کر دروازہ کھٹکھٹایا	کہ اے باندی! گھر میں کتنی جھاڑو دیگی
از پئے روپوش میگفت ایں سخن	کاے کنیزک آمدم در باز کن
انجان پن کے لئے یہ بات کہہ رہی تھی	اے باندی! دروازہ کھول میں آ رہی ہوں
کرد خاموش و کنیزک را نگفت	راز را از بہر طمع خود نہفت
چپ رہی اور باندی سے نہ کہا	راز اپنی چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے
پس کنیزک جملہ آلات فساد	کرد پنہاں پیش شد در را کشاد
باندی نے خرابی کے سب سامان	چھپا دیئے آگے بڑھی دروازہ کھول دیا
روترش کرد و دو دیدہ پر زنم	لب فروآگندہ یعنی صائم
اس نے منہ بنایا اور دو آنکھیں آنسوؤں سے پر	ہونٹ لٹکائے ہوئے یعنی میں روزہ دار ہوں

در کف او نرمہ جارو بے کہ من	خانہ را می روفتم بہر عطن
اس کے ہاتھ میں نرم جھاڑو کہ میں	اصطبل کی کوٹھری میں جھاڑو دے رہی تھی
چونکہ باجاروب در را او کشاد	گفت خاتوں زیر لب کاے اوستاد
جب اس نے جھاڑو لئے ہوئے دروازہ کھولا	بی بی نے منہ ہی منہ میں کہا' اے استاد!
روترش کردی و جارو بے بکف	چیست ایں خر برگستہ از علف
تو نے منہ بنایا اور جھاڑو ہاتھ میں	یہ گدھا چارے سے ہٹا ہوا کیوں ہے؟
نیم کارہ و خشمگیں جنباں ذکر	ز انتظار تو دو چشمش سوئے در
آدھا کام کئے ہوئے اور غصہ میں ذکر کو ہلانے والا	تیرے انتظار میں اس کی دونوں آنکھیں دروازہ کی جانب ہیں
زیر لب گفت ایں نہاں کرد از کنیز	داشتش آں دم چو بے جرماں عزیز
منہ ہی منہ میں کہا' اس کو باندی سے چھپایا	اس وقت اس کو بے قصور کی طرح پیارا رکھا
بعد ازاں گفتش کہ چادر نہ بسر	رو فلاں خانہ زمن پیغام بر
اس کے بعد اس سے کہا' سر پر چادر ڈال	فلانے گھر جا' میرا پیغام لے جا
اینچنیں گو وآں چنیں گو وآں چناں	مختصر کردم من افسانہ زناں
ایسا کہہ اور ویسا کہہ	میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا
آں چہ مقصودست مغز آں بگیر	چوں براہش کرد آں زاے ستیر
جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے	جب اس پردہ نشین بوڑھی نے اس کو روانہ کر دیا
چوں بدر کردش زحیلت زاں مکاں	در فرو بست و بخلوت شادماں
جب اس کو تدبیر سے اس مکان سے باہر نکالدیا	دروازہ بند کر لیا اور تنہائی میں خوش تھی
بود از مستی شہوت شادماں	در فرو بست وہمی گفت آں زماں
وہ شہوت کی مستی سے خوش تھی	دروازہ بند کر دیا اور اس وقت کہہ رہی تھی
یافتم خلوت زنم از شکر بانگ	رستہ ام از چار دانگ واز دو دانگ
میں نے تنہائی پا لی شکر کا نعرہ لگاتی ہوں	چار دمڑی اور دو دمڑی سے مجھے نجات مل گئی ہے
از طرب گشتہ بزان زن ہزار	در شرار شہوت خر بیقرار
مستی سے عورت کی شہوت ہزار گنا ہو گئی	وہ گدھے کی شہوت کی چنگاری سے بیقرار تھی

چہ بزاں کاں شہوت اورا بز گرفت	بز گرفتن گیج را نبود شگفت
کیسی شہوت' اس شہوت نے اس کو الو بنا دیا	احمق کو الو بنا دینا تعجب خیز نہیں ہے
میل و شہوت کر کند دل را و کور	تا نماید گرگ یوسفؑ نار نور
خواہش اور شہوت' دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے	یہاں تک کہ بھیڑیا' یوسف اور آگ' نور نظر آتے ہیں
اے بسا سرمست نار و نار جو	خویشتن را نور مطلق داند او
بہت سے آگ کے سرمست اور آگ کے جویاں	وہ اپنے آپ کو نور مطلق سمجھ لیتے ہیں
جز مگر بندہ خدا کز جذب حق	وارہش آرد بگرد اند ورق
سوائے اس مرد خدا کے جذبہ کے ذریعہ اللہ (تعالیٰ)	اس کو راستہ پر لے آئے' ورق پلٹ دے
تابداندکاں خیال ناریہ	درطریقت نیست الا عاریہ
تا کہ وہ سمجھ لے کہ وہ آتشیں خیال	طریقت میں عارضی ہی ہیں
زشتہا را خواب بنماید شرہ	نیست از شہوت بتر آفات رہ
حرص' برائیوں کو بھلا دکھا دیتی ہے	راہ (طریقت) کی آفتوں میں شہوت سے زیادہ بدتر کوئی نہیں ہے
صد ہزاراں نام خوش را کردہ ننگ	صد ہزاراں زیرکانرا کردہ دنگ
لاکھوں نیک ناموں کو اس نے بدنام کر دیا	لاکھوں عقلمندوں کو بے عقل کر دیا
چوں خرے را یوسفؑ مصری نمود	یوسفئ را چوں نماید آں جہود
جبکہ اس نے گدھے کو مصری یوسف کر کے دکھا دیا	وہ یہودی' یوسف کو کیسا دکھائے گا؟
برتو سرگیں را فسونش شہد کرد	شہد را خود چوں کند وقت نبرد
اس کے منتر نے تیرے لئے گوبر کو شہد کر دیا	معرکہ' وہ شہد کو خود کیسا دکھائے گا؟
شہوت از خوردن بود کم کن زخور	یا نکاحے کن گریزاں شوز شر
شہوت کھانے سے پیدا ہوتی ہے' کھانے کو کم کر دے	یا نکاح کر لے' شر سے بچ جا
چوں بخوردی میکشد سوی حرم	دخل را خرجے بباید لا جرم
جب تو نے کھایا وہ تجھے زنانخانہ کی جانب کھینچے گا	لامحالہ آمد کے لئے خرچ ضروری ہے
پس نکاح آمد چو لاحول و ولا	تا کہ دیوت نفگند اندر بلا
تو نکاح لاحول ولاقوۃ کی طرح ہے	تا کہ شیطان' تجھے مصیبت میں نہ پھنسائے

چوں حریص خوردنی زن خواہ زود	ورنہ آمد گربۂ و دنبہ ربود
جبکہ تو کھانے کا حریص ہے' جلد نکاح کر لے	ورنہ بلی آئی اور چکدی لے گئی
بار سنگیں بر خرے کاں میجہد	زود بر نہ پیش ازاں کو بر نہد
جو گدھا کود رہا ہے' بھاری بوجھ	جلد رکھ دے' اس سے پہلے کہ وہ پھینکے
فعل آتش را نمی دانی تو سرد	گرد آتش باچنیں دانش مگرد
آگ کے کام کو تو ٹھنڈا نہ سمجھے	ایسی عقل کے ہوتے ہوئے آگ کے گرد چکر نہ کاٹ
علم دیگ و آتش ارنبود ترا	از سرر نے دیگ ماند نے ابا
اگر تجھے دیگ اور آگ کا ہنر حاصل نہیں ہے	چنگاریوں سے نہ دیگ رہے گی نہ شوربا
آب حاضر باید و فرہنگ نیز	تا پزد آں دیگ سالم در ازیز
پانی موجود رہے اور عقل بھی	تاکہ بال میں' دیگ سالم پک جائے
چوں ندانی دانش آہنگری	ریش و مو سوزد چو آنجا بگذری
جبکہ تو لوہار پن کا ہنر نہیں جانتا ہے	جب تو وہاں سے گزرے گا' داڑھی اور بال جل جائیں گے
درفروبست آں زن و خر را کشید	شادمانہ لاجرم کیفر چشید
اس نے دروازہ بند کیا اور گدھے کو کھینچا	خوشی سے' لامحالہ بد انجام چکھا
درمیان خانہ آوردش کشاں	خفت اندر زیر آں نر خرستاں
اس کو کھینچتی ہوئی گھر کے بیچ میں لائی	اس گدھے کے نیچے چت لیٹ گئی
ہم برآں کرسی کہ دید او از کنیز	تارسد درکام خود آں قحبہ نیز
اسی چوکی پر جو اس نے باندی کی دیکھی تھی	تاکہ وہ رنڈی بھی اپنا مقصد حاصل کر لے
پا برآورد و خر اندر وے سپوخت	آتشے از کیر خر دروے فروخت
گدھے نے ذکر نکالا اور اس کے اندر گھسا دیا	اس میں گدھے کے ذکر سے' آگ لگ گئی
خر مؤدب گشتہ در خاتوں فشرد	تا بخایہ در زماں خاتوں بمرد
سکھائے ہوئے گدھے نے بی بی کے اندر دبا دیا	خصیے تک' بی بی فوراً مر گئی
بردرید از زخم کیر خر جگر	رود ہا بگسستہ شد از ہمدگر
گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے جگر پھٹ گیا	انتڑیاں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں

کرسی از یکسو زن از یکسو فتاد	دم نزد در حال و آں زن جاں بداد
تخت ایک طرف، عورت ایک طرف گر گئی	اس حالت میں سانس نہ لیا اور اس عورت نے جان دیدی
صحن خانہ پر ز خوں شد زن نگوں	مرد او و برد جاں ریب المنون
گھر کا صحن خون سے بھر گیا، عورت اوندھی ہو گئی	وہ مر گئی، حوادث زمانہ اس کی جان لے گئے
مرگ بد با صد فضیحت اے پدر	تو شہیدے دیدۂ از کیر خر
اے باوا! سو رسوائیوں کے ساتھ بری موت	تو نے گدھے کے ذکر کا کوئی شہید دیکھا ہے؟
تو عذاب الخزی بشنو از نبے	در چنیں ننگے مکن جاں را فدے
تو قرآن سے رسوائی کا عذاب سن لے	ایسی رسوائی میں جان قربان نہ کر
دانکہ ایں نفس بہیمی نر خر ست	زیر او بودن ازاں ننگیں تر ست
جان لے یہ حیوانی، نفس گدھا ہے	اس کے نیچے ہونا اس سے (بھی) زیادہ عیب دار ہے
در رہ نفس از بمردی در منی	تو حقیقت داں کہ مثل آں زنی
اگر تو خودی نفس کی راہ میں مر گیا	تو سمجھ لے کہ تو اس عورت کی طرح ہے
نفس مارا صورت خر بدہد او	زانکہ صورتہا کند بر وفق خو
وہ (اللہ تعالی) ہمارے نفس کو گدھے کی صورت عطا کر دے گا	کیونکہ وہ خصلت کے مطابق صورتیں بنا دے گا
ایں بود اظہار سر در رستخیز	اللہ اللہ از تن چوں خر گریز
قیامت میں راز کا یہ اظہار ہوگا	خدا کے لئے گدھے جیسے جسم سے بھاگ
کافراں را بیم کرد ایزد ز نار	کافراں گفتند نار اولیٰ ز عار
اللہ (تعالی) نے کافروں کو آگ سے ڈرایا	کافروں نے کہا، ذلت سے آگ بہتر ہے
گفت نے آں نار اصل عارہاست	ہمچو آں نارے کہ آں زن را بکاست
(اس نے) کہا نہیں آگ ذلتوں کی جڑ ہے	اس آگ کی طرح جس نے اس عورت کو جلا دیا
لقمہ اندازہ نخورد از حرص خود	در گلو بگرفت لقمہ مرگ بد
اس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ سے لقمہ نہ کھایا	بری موت کا لقمہ گلے میں پھنس گیا
لقمہ اندازہ خور اے مرد حریص	گرچہ باشد لقمہ حلوا و خبیص
اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا	اگرچہ حلوا اور کھجور کے حلوے کا لقمہ ہو

حق تعالیٰ داد میزاں را زباں	ہیں ز قرآں سورۂ رحمٰن بخواں
اللہ تعالیٰ نے ترازو کو زبان عطا کی ہے	آگاہ! قرآن میں سے سورۂ رحمٰن پڑھ لے
ہیں زحرص خویش میزاں رامہل	آز و حرص آمد ترا خصم و مضل
خبردار! اپنے لالچ میں ترازو کو نہ چھوڑ	تمنا اور حرص تیرے دشمن اور گمراہ کرنے والے ہیں
حرص جوید کل برآید اوز کل	حرص میرست اے فجل ابن الفجل
حرص کل' چاہتی ہے کل سے محروم رہتی ہے	حرص حاکم ہے' اے نامرد' نامرد کے بیٹے
آں کنیزک میشد و میگفت آہ	کردی اے خاتوں تو استارا براہ
وہ باندی روانہ ہوئی اور کہتی تھی' ہائے	اے بی بی! تونے استاد کو روانہ کر دیا
کار بے استاد خواہی ساختن	جاہلا نہ جاں بخواہی باختن
تونے بغیر استاد کے کام بنانا چاہا	جاہلوں کی طرح جان دینا چاہا
اے زمن دز دیدہ علم ناتمام	ننگت آمد کہ پرسی حال دام
اے! تونے میرا ناقص علم چرایا	تجھے اس سے شرم آئی کہ جال کا حال معلوم کر لے
تا نچیدے دانہ مرغ از خرمنش	ہم نیفتادے رسن در گردنش
جبکہ اس کے کھلیان سے پرند دانہ نہ چگتا	اس کی گردن میں رسی بھی نہ پڑتی
دانہ کمتر خور مکن چندیں رفو	چو کلوا خواندی بخواں لاتسرفوا
دانہ بہت کم کھا' اس قدر رفو نہ کر	جبکہ تو نے "کھاؤ" پڑھ لیا "زیادتی نہ کرو" پڑھ لے
تاخوری دانہ نیفتی تو بدام	ایں کند علم و قناعت والسلام
تاکہ تو دانہ چگ لے (اور) جال میں نہ پھنسے	یہ علم اور قناعت کرتا ہے' والسلام
نعمت از دنیا خورد عاقل نہ غم	جاہلاں محروم ماندہ در ندم
عقلمند' دنیا میں نعمت کھاتا ہے' نہ کہ غم	جاہل' ندامت سے محروم رہتے ہیں
چوں در افتد درگلوشاں حبل دام	دانہ خوردن گشت بر جملہ حرام
جب ان کے گلے میں جال کی رسی پھنستی ہے	سب پر دانہ چگنا حرام ہو جاتا ہے
مرغ اندر دام دانہ کے خورد	دانہ چوں زہرست در دام ارچرد
پرند' جال میں سے دانہ کب چگتا ہے؟	جال میں سے اگر دانے چگے وہ زہر جیسا ہے

مرغ غافل میخورد دانہ زدام	ہمچو اندر دام دنیا ایں عوام
غافل پرند جال میں سے دانہ چگتا ہے	جس طرح عوام دنیا کے جال میں سے
باز مرغان خبیر ہوش مند	کردہ انداز دانہ خود را خشک بند
پھر باخبر، ہوشمند پرندوں نے	اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے
کاندرون دام و دانہ زہر ہاست	کورآں مرغے کہ در فخ دانہ خواست
کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں	وہ پرند اندھا ہے جس نے جال میں سے دانہ چاہا
صاحب دام ابلہاں را سر برید	واں ظریفاں را بہ مجلسہا کشید
جال والے نے، بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا	اور خوش گلو پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا
کہ ازانہا گوشت می آید بکار	وز ظریفاں بانگ و نالہ زیر و زار
کیونکہ ان کا گوشت کارآمد ہے	اور خوش گلو پرندوں کی آواز اور رونا' ترنم اور گریہ
پس کنیزک آمد از اشگاف در	دید خاتوں را بمردہ زیر خر
تو باندی نے دروازے کی درز سے	بی بی کو گدھے کے نیچے مردہ دیکھا
گفت اے خاتون احمق اینچہ بود	گر ترا استاد خود نقشے نمود
اس نے کہا اے بیوقوف بی بی! یہ کیا تھا؟	اگر استاد نے تجھے خود ایک نقش دکھا دیا
ظاہرش دیدی سرش از تو نہاں	اوستانا گشتہ بکشادی دکاں
تونے اس کا ظاہر دیکھ لیا اس کا راز تجھ سے پوشیدہ رہا	استاد بنے بغیر تو نے دکان کھول دی
کیر دیدی ہمچو شہد وچوں خبیص	آں کدو را چوں ندیدی اے حریص
تونے ذکر کو شہد اور حلوہ جیسا دیکھا	اے حریص! تو نے وہ کدو کیوں نہ دیکھا؟
یاچو مستغرق شدی در عشق خر	آں کدو پنہاں بماندت از نظر
یا جب تو گدھے کے عشق میں مدہوش ہو گئی	وہ کدو تیری نظروں سے چھپا رہا
ظاہر صنعت بدیدی ز اوستاد	اوستادی بر گرفتی شاد شاد
تونے استاد کی ظاہری کاریگری دیکھی	تونے خوشی خوشی' استادی اختیار کر لی
اے بسا زراق گول بیوقوف	ازرہ مرداں ندیدہ غیر صوف
بہت سے احمق بیوقوف مکاروں نے	سوائے اون کے مردوں کے راستہ میں کچھ نہ دیکھا

اے بسا شوخاں زاندک احتراف	از شہاں ناموختہ جز گفت و لاف
بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنر سے	انہوں نے شاہوں سے سوائے باتوں اور شیخی کے کچھ حاصل نہ کیا
ہر یکے در کف عصا کہ موسیٰؑم	می دمد بر ابلہاں کہ عیسیٰؑم
ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی ہے کہ میں موسیٰ ہوں	بیوقوفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں
آہ ازاں روزے کہ صدق صادقاں	باز خواہد از تو سنگ امتحاں
ہائے وہ دن کہ سچوں کی سچائی	امتحان کا پتھر تجھ سے طلب کرے گی
آخر از استاد باقی را پرس	کہ حریصاں جملہ کورانند و خرس
آخر باقی (ہنر) استاد سے پوچھ لے	کیوں کہ لالچی سب اندھے اور گونگے ہیں
جملہ جستی باز ماندی از ہمہ	صید گرگاں اند ایں ابلہ رمہ
تو نے سب کو ٹٹولا سب سے محروم رہا	یہ بیوقوف گلہ بھیڑیوں کا شکار ہے
صورتے بشنیدی گشتی ترجماں	بیخبر از گفت خود چوں طوطیاں
تو نے تھوڑی سی بات سنی، ترجمان بن گیا	طوطیوں کی طرح اپنی گفتگو سے بے خبر ہے

شرح حبیبی

ایک لونڈی نے غلبہ شہوت اور اس کی تکلیف کی زیادتی کے سبب اپنے اوپر گدھا ڈالا۔ اس سے پیشتر وہ اس کو جماع کا عادی کر چکی تھی اور وہ گدھا آدمی کی سی جفتی سیکھ گیا تھا۔ اس ہوشیار لونڈی کے پاس ایک کدو تھا۔ اس کو اس نے گدھے کے عضو تناسل میں اندازہ کے لئے پہنا دیا تھا۔ یعنی اس بڑھیا نے اس کدو کو اس کے عضو مخصوص میں اس لئے پہنایا تھا تاکہ دخول کے وقت آدھا اندر جائے سارا نہ جا سکے۔ اس لئے کہ وہ جانتی تھی کہ اگر تمام اندر چلا گیا تو رحم اور آنتوں سب کا ستیاناس ہو جائے گا چونکہ وہ لونڈی اس سے ہمیشہ یہ کام لیا کرتی تھی اس لئے وہ گدھا دبلا ہوتا جاتا تھا اور گدھے کے مالک بی بی پریشان تھی اور سوچتی تھی کہ یہ گدھا اتنا دبلا کیوں ہو گیا۔ اس نے نعل بندوں کو بھی دکھلایا اور پوچھا کہ اسے کیا مرض ہے جو یہ یوں دبلا ہوتا جاتا ہے۔ مگر کسی کو بیماری کا پتہ نہ چلا اور کسی نے اس کا راز نہ بتلایا۔

بالآخر وہ نہایت کوشش کے ساتھ اس کی تفتیش میں مصروف ہوئی اور تحقیق کے لئے پورے طور پر تیار ہوئی۔ آدمی کو چاہئے کہ جان سے کوشش کا غلام ہو جائے کیونکہ جو کوشش سے کسی شئے کو طلب کرتا ہے وہ بالآخر اسے پا لیتا ہے۔ چنانچہ جب اس بی بی نے پوری کوشش سے اپنے گدھے کے حال کی تفتیش کی تو بالآخر اسے اس کا راز معلوم ہو گیا اور اس نے دیکھا کہ لونڈی اس کے نیچے پڑی ہے اور جب کہ اس نے اپنے گدھے کے حال کو تحقیق کیا تو اس نے دیکھا کہ لونڈی نیچے ہے اور گدھا اوپر۔

اس حالت کو اس نے کواڑ کی درز سے دیکھا تھا۔ اس بڑھیا کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ گدھا لونڈی سے یوں جماع کر رہا ہے جیسے مرد عورتوں کے ساتھ عقل اور قاعدہ کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ نیز اس کو رشک ہوا اور اس نے سوچا کہ جب ایسا ہوسکتا ہے تو میں اس کی زیادہ مستحق ہوں کیونکہ گدھا میرا ہے۔ نیز گدھا بھی سدھایا ہوا اور سکھلایا ہوا ہے اس لئے کوئی دشواری ہی نہیں ہے۔

غرضکہ خوان رکھا ہوا ہے اور چراغ روشن ہے یعنی سامان سب موجود ہے پھر کیوں محروم رہوں۔ یہ خیال کر کے اس نے اپنے کو ایسا بنالیا جیسا کہ دیکھا ہی نہیں اور دروازہ پر تھپکی دی اور کہا کہ اری باندی آخر کب تک جھاڑو دے گی اب تک دے نہیں چکی۔ اور وہ جو یہ کہتی تھی کہ کب تک جھاڑو دے گی میں آ گئی اور دروازہ کھول۔ یہ محض واقعہ کو چھپانے کے لئے کہتی تھی ورنہ وہ جانتی ہی تھی کہ واقعہ کیا ہے۔ غرضکہ وہ چپ رہی اور لونڈی سے یہ واقعہ نہیں کہا اور اس راز کو اس نے اپنے طمع کیلئے چھپالیا ادھر تو یہ ہوا ادھر لونڈی نے جب دیکھا کہ بی بی آ گئی تو اس نے بدمعاشی کا سارا سامان چھپادیا اور دروازہ کھول دیا اور منہ بنالیا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور ہونٹ نیچے لٹکا لیا اس نے اس کو یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں روزہ دار ہوں اور اس کے ہاتھ میں ایک نرم جھاڑو تھی۔ جس سے اس کو یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں گدھے کے تھان کی صفائی کے لئے گھر میں جھاڑو دے رہی تھی۔ پس جبکہ اس نے ہاتھ میں جھاڑو لئے دروازہ کھولا تو بی بی نے چپکے سے کہا کہ اری استاد تو نے بھی منہ بھی بنا لیا اور ہاتھ میں جھاڑو بھی لے لی۔ مگر یہ کیا بات ہے کہ گدھے نے چارہ چھوڑ دیا ہے اور نافراغت یافتہ اور غصہ میں بھرا ہوا ہے اور عضو تناسل کو ہلا رہا ہے اور تیرے انتظار میں دروازہ کو تک رہا ہے۔ یہ اس نے آہستہ ہی سے کہا اور لونڈی کو مطلع نہیں کیا اور اس سے ویسے ہی پیار محبت کی باتیں کیں۔ جیسے بےقصوروں سے کرتے ہیں اس کے بعد کہا کہ اچھا سر پر دوپٹہ ڈال لے اور فلاں گھر میرا یہ پیغام لے جا وہاں جا کر یوں کہنا ووں کہنا۔ ایسا کہنا ویسا کہنا۔

غرض اس نے بہت لمبا چوڑا کام بتا دیا۔ میں نے عورتوں کے قصہ کو مختصر کر دیا ہے اور بقدر مقصود بیان کر دیا ہے تم اس سے مغز لے لو اور پوست کو چھوڑ دو۔ خیر تو جب اس پردہ نشین بڑھیا نے اسے چلتا کر دیا اور جبکہ تدبیر سے اس کو اس مکان سے نکال دیا تو اس نے دروازہ بند کر لیا اور خلوت سے خوش ہوئی۔ چونکہ وہ مستی شہوت سے خوش تھی اس لئے اس نے دروازہ بند کر لیا اور یہ کہنے لگی اب مجھے خلوت مل گئی ہے اور اب میں شکر کا نعرہ لگاتی ہوں اور اب مجھے تمام عالم کی کچھ فکر نہیں ہے خوشی سے اس عورت کی شہوت ہزار گونہ بڑھ گئی تھی اور گدھے کی شہوت کے سبب بے قرار تھی۔ کیسی شہوت وہ شہوت جس نے اس کو پاگل بنا دیا تھا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ پہلے ہی سے احمق تھی اور احمق کو پاگل بنالینا کون سی بڑی بات ہے۔ جس پر تعجب ہو پھر شہوت جیسی چیز کا کسی کو پاگل کر دینا تو اور بھی تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ یہ تو وہ بلا ہے کہ دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے۔ یہاں تک کہ بھیڑیا یوسف معلوم ہونے لگتا ہے اور آگ نور معلوم ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو سراسر آگ ہیں اور آگ ہی کو ڈھونڈ رہی ہیں۔ یعنی خواہش نفس اور شہوت میں گرفتار ہیں مگر ان کو کچھ نہیں دکھلائی دیتا۔ اور وہ اپنے کو سراسر نور سمجھتے یعنی اپنے کو اچھا جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں بہت اچھا کر رہے ہیں۔ کھانے کا شوق ہے خواہ بضرورت یا بلاضرورت تو فوراً شادی کر دو ورنہ بلی آئے گی اور دنبہ اڑا لے جائے گی۔ یعنی تمہارا کام خراب ہو جائے گا۔

دیکھو جو گدھا اچھلتا کودتا ہو اس پر اس سے پیشتر ہی بھاری بوجھ لاد دینا چاہئے کہ وہ اچھل کود کر کے بوجھ کو گرادے۔ یوں ہی شہوت کیسی نہایت خطرناک شئے ہے اس کا پہلے ہی انتظام کر لینا چاہئے۔ خواہ یوں کہ کھانا کم کیا جائے یا یوں کہ شادی کر لی جائے لیکن اگر شادی کا انتظام نہ ہو سکے تو شہوت کے پاس ہی نہ پھٹکنا چاہئے اور کھانا کم کرنا چاہئے دیکھو اگر تم آگ کا کام نہیں جانتے تو باوجود اس علم کے کہ میں آگ کا کام نہیں جانتا اس کے پاس نہ پھٹکنا چاہئے کیونکہ اگر تم ہانڈی چولہے کا کام قاعدہ نہیں جانتے ہو اور پھر ہانڈی چولہا کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آگ کے شعلے نہ ہانڈی کو چھوڑیں گے نہ سالن کو بلکہ سب کو تباہ کر دیں گے۔ ہانڈی چولہے کے کام کے لئے ضرورت ہے کہ پانی پاس موجود ہو اور علم و عقل بھی ہو تا کہ جس وقت آگ تیز ہو اور ہانڈی ابلنے لگے فوراً چھینٹا دے کر جوش کو دبا دیا جائے اور ہانڈی کھد کھد پکتی رہے اور پک کر صحیح وسالم اتر آئے۔ یوں ہی آتش شہوت کے لئے ضرورت ہے کہ اس کے جوش کو کم کرنے کا سامان یعنی بیوی موجود ہو تا کہ جس وقت شہوت غلبہ کرے فوراً جماع سے اس کے جوش کو کم کر دیا جائے۔ نیز اگر تم لوہاری کا پیشہ نہیں جانتے ہو تو اگر تم ایسی حالت میں آگ کے پاس جاؤ گے تو تمہاری ڈاڑھی اور بال جل جائیں گے ایسی حالت میں چاہئے کہ تم آگ سے الگ رہو۔ یہی حالت شہوت کی ہے کہ اگر تم اس کو قابو میں رکھنے پر قادر نہیں ہو تو اس سے الگ رہو۔

خیر یہ مضمون ارشادی تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ اس عورت نے دروازہ بند کر لیا اور خوشی خوشی گدھے کو جماع کے لئے کھینچا۔ جس کا اس نے خمیازہ بھگتا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ وہ اس کی رسی پکڑ کر گھر میں لائی اور اس کے نیچے اسی کرسی پر چت لیٹ گئی۔ جس پر اس نے لونڈی کو لیٹے دیکھا تھا تا کہ وہ بیوہ بھی اپنا مقصد حاصل کرے اور چت لیٹ کر ٹانگیں اٹھا دیں۔ اس پر گدھے نے اس کے اندر دخول کر دیا اس کا دخول کرنا تھا کہ اس کے اندر آگ لگ گئی۔ گدھے نے ذرا جھک کر خصیوں تک بی بی کے اندر اتار دیا اور وہ بی بی فوراً مر گئی۔ گدھے کے عضو تناسل کے صدمہ سے اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور آنتیں الگ الگ ہو گئیں۔ کرسی الگ گئی عورت الگ گری۔

غرضکہ عورت نے دم ہی نہ لیا اور فوراً جان دیدی گھر کا صحن خون سے لال ہو گیا عورت الٹی ہو گئی اور مر گئی۔ اور موت کی سختی اس کی جان لے گئی۔ غرضکہ بڑی رسوائی کی موت ہوئی۔ کیونکہ آج تک نہیں سنا گیا کہ کوئی گدھے کے ذکر سے مرا ہو۔

اچھا بتلاؤ کیا تم نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو گدھے کے ذکر سے شہید ہوا ہو۔ ہرگز نہیں۔ اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اس عورت کی حالت سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ حق سبحانہ اپنے نافرمانوں کو رسوائی کا عذاب دیتے ہیں جو کہ نہایت سخت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ **فارسلنا علیھم ریحاً صرصراً فی ایام نحسات لنذیقھم عذاب الخزی فی الحیوٰۃ الدنیا ولعذاب الأخرۃ اخزیٰ وھم لاینصرون** پس تم ایسی شرمناک حالت میں جان نہ دو۔ یعنی معصیت سے بچو تا کہ تم ایسی شرمناک حالت میں جان دینے سے محفوظ رہو۔ دیکھو نفس شہوانی ایک گدھا ہے اس کے نیچے آ جانا اور اس کا مغلوب ہو جانا خر معروف کے نیچے آنے سے زیادہ شرمناک بات ہے کیونکہ گدھے کے نیچے پڑنے میں عار کا منشا انسان کی شرافت اور گدھے کی خست و دنائت ہے اور خست و دنایت نفس میں گدھے سے زیادہ ہے کیونکہ گدھے کی خست اور دنائت کی جو وجہ بھی بتائی جائے گی وہ نفس میں بدرجہ اکمل موجود ہوگی۔ پس نفس گدھے سے زیادہ اخس وارذل ہوگا اور اس کے نیچے پڑنا زیادہ موجب شرم ہوگا۔ پس

اگر تم خودی کے سبب نفس کے لئے جان دیدو کہ سمجھو کہ فی الحقیقت تم اس عورت کی مثل ہو۔

دیکھو قیامت میں نفس کو گدھے کی صورت میں محشور کیا جائے گا کیونکہ وہاں صورتیں خصائل کے موافق عطا کی جائیں گی اور نفس خصائل میں گدھے سے زیادہ ملتا ہے اس لئے اس کا حشر گدھے کی صورت میں ہوگا یہ معنی میں قیامت میں اظہار بواطن کے پس خدا کے لئے اور پھر خدا کے لئے اس گدھے کے مانند نفس سے بھاگو اور اس کے نیچے نہ آؤ اور اس سے مغلوب نہ ہو کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ نہایت شرم کی بات ہے اور عار ایسی بری چیز ہے کہ کفار نے عار کو نار پر ترجیح دی تھی۔

چنانچہ جب حق سبحانہ نے ان کو آگ کی دھمکی دی تو انہوں نے کہا کہ **اختر النار علی العار** یعنی ہم ننگ کے مقابلہ میں آگ کو قبول کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں حق سبحانہ نے فرمایا کہ عار سے بچنے کے لئے آتش دوزخ کو اختیار کرنا تمہاری غلطی۔ کیونکہ اس کی رسوائی تمام رسوائیوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ **کما قال اللہ تعالیٰ ولعذاب الاٰخرۃ اخزیٰ** بس یہ ننگ ہے بچنا۔ بلکہ چھوٹے ننگ سے بچ کر بڑی کو اختیار کرنا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ آتش دوزخ یوں ہی تمام عاروں سے بڑھ کر جیسے وہ آتش شہوت جس نے اس عورت کا خاتمہ کر دیا۔ پس تم نفس کی ماتحتی کی عار اور آتش دوزخ کی رسوائی دونوں کو کیوں گوارا کرتے ہیں۔

اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ خاتون کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے حرص سے کام لیا اور اپنے حرص کے سبب لقمہ اندازہ کے موافق نہ کھایا۔ لہذا وہ لقمہ گلے میں اٹک گیا اور سبب مرگ بن گیا۔ اس کے بعد پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حریص لوگو تم بھی لقمہ اندازہ کے موافق کھاؤ خواہ وہ لقمہ حلوا ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی قضائے شہوات استیفائے لذات قانون شرعی کے موافق کرو اور اس طرح نہ کرو کہ وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ تم قرآن میں سورۂ رحمٰن پڑھو اور اس میں دیکھو کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں **ووضع المیزان الاتطغوا فی المیزان** یعنی حق سبحانہ نے ترازو قائم کی ہے جو تم کو ایک شے کی حد اور اس کا اندازہ بتاتی ہے تا کہ تم اندازہ میں حد سے نہ بڑھ جاؤ اور وہ میزان قانون شریعت ہے۔ پس تم اپنے حرص سے اس میزان کو نہ چھوڑ و اور حرص سے کام نہ لو کیونکہ حرص تمہاری دشمن اور گمراہ کنندہ ہے حرص تو کل چاہتی ہے مگر اس کے ہاتھ سے کل نکل جاتا ہے اور کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا۔ پس تم اسے چھوڑو کیونکہ یہ ام الذمائم اور راس الخطیات ہے۔

اس کے بعد پھر اصلی قصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لونڈی خاتون سے رخصت ہو رہی تھی اور بزبان حال کہہ رہی تھی کہ اے خاتون تو نے غضب کیا کہ استاد کو روانہ کر دیا تو بدوں استاد کے کام کرے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حماقت سے جان کھودے گی۔ اے وہ خاتون جس نے مجھ سے علم ناتمام اڑا لیا ہے تجھے عار آئی کہ اس پھندے کا حال مجھ سے تحقیق کرے۔ اچھا اس کا نتیجہ دیکھنا۔

یہاں سے پھر مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک جانور دانہ کے خرمن سے دانہ نہیں چنتا اس وقت تک اس کے گلے میں رسی بھی نہیں پڑتی۔ اس لئے اس کی ہلاکت کا باعث اس کی بے احتیاطی ہوتی ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ تم غذا کو چھوڑ دو اور اس قدر اصلاح جسم کی فکر نہ کرو۔ یہ مانا کہ قرآن میں حکم کلوا موجود ہے مگر اس میں **لاتسرفوا** بھی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اندازہ کو ملحوظ رکھو اور حد سے نہ

بڑھو۔ اور احتیاط کو مدنظر رکھو اور بے احتیاطی نہ کرو۔ تا کہ تم دانہ بھی کھالو اور جال میں بھی نہ پھنسو۔ یعنی تم کو غذا بھی مل جائے اور تم اس کی مضرت سے بھی محفوظ رہو۔ اور یہ بات دو چیزوں سے حاصل ہو سکتی ہے اول علم مضار دوم قناعت۔ پس اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے تم کو ان دونوں کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

دیکھو جو عاقل ہیں وہ دنیا میں نعمتیں کھاتے ہیں مگر غم نہیں کھاتے یعنی چونکہ قانع ہوتے ہیں اس لئے جو کچھ ان کو مل جاتا ہے بشرطیکہ اس میں مضرت نہ ہو۔ اس کو کھا لیتے ہیں اور اشیاء مضرۃ کی حرص نہیں کرتے۔ اس طرح وہ نعمائے الہیہ سے متمتع ہوتے ہیں اور کوئی مضرت دینی ان کو لاحق نہیں ہوتی۔ برخلاف احمقوں کے کہ وہ حریص ہیں اور مضر اور غیر مضر میں تمیز نہیں کرتے۔ اس لئے جو کچھ ملتا ہے کھا لیتے ہیں اور اس طرح آخر وہ نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں اور پچھتاتے ہیں ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ کیونکہ جب ان کے گلے میں پھندا پڑنے والا تھا تو ان پر حرام تھا کہ وہ دانہ کھاتے۔ دیکھو عاقل جانور جال میں سے دانہ نہیں کھاتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر وہ اس دانہ کو کھا لے گا تو وہ اس کے حق میں زہر ہو جائے گا یعنی اس کی جان لے لے گا۔ ہاں جو جانور غافل ہوتا ہے وہ جال میں سے دانہ کھا لیتا ہے جس طرح کہ دام دنیا میں سے عوام غذائیں کھاتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

ہاں جو لوگ عاقل جانوروں کے مشابہ ہیں یعنی اہل اللہ انہوں نے اپنے کو دام دنیا سے دانہ کھانے کو بالکل روک لیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس دام دنیا اور اس کی غذاؤں میں بہت سے زہر ملے ہوئے ہیں جو کہ حیات روحانی کو سلب کرنے والے ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ نہایت ہی اندھے ہیں وہ جانور جو جال میں سے دانہ کھانا چاہیں کیونکہ وہ ذرا سی قوت کے لئے جان دینا گوارا کرتے ہیں۔ بس یہی حالت اہل دنیا کی ہے کہ وہ بھی لذات فانیہ دنیویہ کے لئے موت روحانیہ کو گوارا کرتے ہیں اور نعمائے اخرویہ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جانا قبول کرتے ہیں ایک فرق تو جانوروں اور زیرک جانوروں کے درمیان یہ تھا کہ جو بیان کیا گیا کہ عاقل جانور محتاط ہوتے ہیں اور احمق بے احتیاط۔ اب دوسرا فرق سمجھو۔ شکاری جب شکار کرتا ہے تو اس کے جال میں جس طرح احمق جانور پھنستے ہیں یوں ہی کبھی کبھی احمق بقضائے الٰہی عاقل جانور بھی پھنس جاتے ہیں۔ پس شکاری ان کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے کہ احمقوں کا تو سر کاٹتا ہے اور عاقلوں کو اپنی مجلس میں لے جاتا ہے اور اپنی مجلس کو ان سے رونق دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ احمقوں کا تو گوشت کام آتا ہے اور عاقلوں کی آواز اور ان کا نالہ اور خوشی وغم مطلوب ہے جیسے بلبل مینا وغیرہ۔ یوں ہی حق سبحانہ بھی لوگوں کے ساتھ مختلف برتاؤ کرتے ہیں اور جو لوگ حماقت سے دنیا میں گرفتار ہوتے ہیں ان کو مقہور کرتے ہیں اور جو لوگ عقل معاد رکھتے ہیں اور حتی الامکان اس جال میں پھنسنے سے احتراز کرتے ہیں اور با ایں ہمہ کبھی بقضائے الٰہی اس میں پھنس جاتے ہیں تو ان کے جرم کو معاف فرماتے ہیں اور ان کو اپنے تقرب سے سرفراز فرماتے ہیں۔

خیر یہ ارشادی مضمون تو ختم ہوا۔ اب اصل قصہ سنو الغرض وہ لونڈی اس کام سے واپس آئی اور شگاف در سے جھانک کر دیکھا کہ خاتون گدھے کے نیچے مری پڑی ہے یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ ارے احمق بی بی یہ کیا حرکت تھی اگر استاد نے تجھے ایک صورت دکھائی تھی تو تو نے صرف اس کا ظاہر دیکھا تھا مگر اس کا راز تجھ سے مخفی تھا لیکن تو نے سمجھ لیا کہ بس یہ ہی ہے اور کچھ نہیں۔ اور یہ سمجھ کر بدوں استاد بنے تو نے دوکان کھول لی۔ تو نے گدھے کے شہد

اور حلوے کی مانند خرید ار ذکر کو تو دیکھا اس کدو کو کیوں نہ دیکھا جس سے تیری جان بچی رہتی۔

معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کے عشق میں تیری حالت ایسی ہوگئی تھی جیسے کوئی استغراق میں ہو۔ اس لئے وہ کدو تیری نظر سے مخفی ہوگیا۔ افسوس کہ تو نے استاد کا ظاہری فعل دیکھ لیا اور خوش خوش استاد بن بیٹھی اس کا یہ نتیجہ ہوا۔

یہاں سے مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت سے دھوکہ باز اور احمق لوگ ہیں جنہوں نے اہل اللہ کے طریق سے سوائے اونی لباس کے اور کچھ نہیں دیکھا اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ذرا سا فن سیکھ کر دلیر بن گئے ہیں اور اہل اللہ سے انہوں نے صرف باتیں بنانا اور دعویٰ کرنا سیکھا ہے اور کچھ نہیں سیکھا۔ یہ تو ان کی حالت ہے اس پر طریق ان کا یہ ہے کہ ہر ایک ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے موسیٰ ہونے کا مدعی ہے اور احمقوں پر منتر پھونکتا ہے اور کہتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں۔ خیر او جعل ساز و یہاں جو چاہو کر لو لیکن اس روز تمہیں حقیقت معلوم ہوگی جس روز امتحان کی کسوٹی تم سے سچوں کی سی سچائی کی طالب ہوگی اور کہے گی کہ تم اہل اللہ اور شیخ ہونے کے مدعی تھے اب تم دکھلاؤ کہ تم میں ان کی سی سچائی کہاں ہے۔

ارے احمقو کیوں فریب کرتے ہو جس قدر تم نے اہل اللہ سے حاصل کیا ہے وہ تو حاصل ہو ہی گیا جو رہ گیا ہے وہ بھی حاصل کر لو اور اصلی شیخ بن جاؤ تم حرص جاہ نہ کرو۔ کیونکہ جتنے حریص ہیں سب اندھے اور گونگے ہیں نہ ان کو حق دکھائی دیتا ہے اور نہ حق ان کی زبان سے نکلتا ہے۔ دیکھو اگر کل جاہ طلب کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ بھی نہ ملے گا کیونکہ حریص لوگ جو کہ بمنزلہ بکریوں کے گلہ کے ہیں شیاطین کا شکار ہیں جو کہ ان کے لئے بمنزلہ بھیڑیوں کے ہیں اور وہ شیاطین ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ بس جبکہ وہ حریص کے سبب وہ خود ہی برباد ہو جاتے ہیں تو ان کو کیا حاصل ہو سکتا ہے لہذا ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ جملہ جستی باز ماندی از ہمہ۔ ارے تو نے اہل اللہ کے کلام کی صورت یعنی اس کے الفاظ سن لئے اور تو نقال بن گیا۔ حالانکہ تجھے طوطوں کی طرح یہ بھی خبر نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔

تمثیل تلقین شیخ مریداں را و پیغمبر امت را کہ ایشاں طاقت تلقین حق تعالیٰ ندارند و با حق الفت ندارند چنانکہ طوطی با صورت آدمی الفت ندارد کہ از و تلقین تواند گرفت حق تعالیٰ شیخ را چوں آئینہ پیش مرید ہمچو طوطی دارد و از پس آئینہ تلقین میکند قولہٗ عز و جل لاتحرک بہ لسانک بل بہ ان ھوالا وحی یوحیٰ این ست ابتدائے مسئلہ بے منتہا چنانکہ منقار جنبانیدن طوطی اندرون آئینہ خیالش میخوانی بے اختیار و تصرف او ست عکس خواندان طوطی بیرونی کہ متعلم است نہ عکس آں معلم کہ پس آئینہ ست و لیکن خواندن طوطی بیرونی تصرف آں معلم ست پس ایں مثال آمد نہ مثل

شیخ کی مریدوں کو اور پیغمبر کی امت کو تلقین کرنے کی مثال کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تلقین کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے انہیں مناسبت نہیں ہے جیسا کہ طوطی آدمی کی صورت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے کہ اس سے تلقین حاصل کر سکے اللہ تعالیٰ شیخ کو آئینہ کی طرح طوطی جیسے مرید کے سامنے رکھ دیتا ہے اور آئینہ

کے پیچھے سے تلقین کرتا ہے اللہ عزوجل کا قول ہے آپ اپنی زبان نہ ہلائیے تا کہ اس (وحی) پر جلد کریں نہیں ہے وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے یہ اس مسئلہ کی ابتداء ہے۔ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے چنانچہ آئینہ کے اندر کی طوطی کا چونچ ہلانا جس کو تو عکس کہتا ہے اس کے اختیار اور تصرف کے بغیر ہے وہ باہر والی طوطی کے پڑھنے کا عکس ہے جو سیکھنے والی ہے نہ کہ اس سکھانے والے کا عکس ہے جو آئینہ کے پیچھے ہے لیکن باہر والی طوطی کا پڑھنا سکھانے والے کا تصرف ہے تو یہ ایک مثال ہے نہ کہ مثل

طوطی در آئینہ می بیند او	عکس خود را پیش او آوردہ رو
ایک طوطی آئینہ میں دیکھتی ہے	اپنے عکس کو کہ وہ اس کے سامنے منہ کئے ہوئے ہے
در پس آئینہ آن استانہان	حرف میگوید ادیب خوش زبان
آئینہ کے پیچھے وہ استاد چھپا ہوا ہے	وہ خوش بیاں ادیب بات کر رہا ہے
طوطیک پنداشتہ کین گفت پست	گفت آن طوطیست کاندر آئینہ است
طوطی سمجھتی ہے کہ یہ دھیمی آواز	اس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ کے اندر ہے
پس ز جنس خویش آموزد سخن	بے خبر از مکر آں گرگ کہن
تو وہ اپنی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتی ہے	اس پرانے بھیڑیئے کی تدبیر سے بے خبر ہے
از پس آئینہ می آموزدش	ورنہ ناموزد جز از جنس خودش
وہ آئینہ کے پیچھے سے اس کو سکھا دیتا ہے	ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوائے نہ سیکھے
گفت را آموخت زاں مرد ہنر	لیک از معنی و سرش بے خبر
اس ہنر مند انسان سے اس نے بات سیکھ لی	لیکن اس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے
از بشر بگرفت منطق یک بیک	از بشر جز ایں چہ داند طوطیک
اس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی	انسان سے اس کے سوا طوطی کیا جانے
ہمچناں در آئینہ جسم ولی	خویش را بیند مرید ممتلی
اسی طرح ولی کے جسم کے آئینہ میں	(خامی سے) پر مرید اپنے آپ کو دیکھتا ہے
از پس آئینہ عقل کل را	کے بہ بیند وقت گفت و ماجرا
آئینہ کے پیچھے سے عقل کل کو	کب دیکھ سکتا ہے؟ گفتگو اور قصہ کے وقت
او گماں دارد کہ میگوید بشر	واں دگر سرست و اوزاں بے خبر
وہ خیال کرتا ہے' کہ انسان کہہ رہا ہے	وہ دوسرا پوشیدہ ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے

حرف آموزد و لے سر قدیم	می نداند طوطیست او یا ندیم
وہ حروف سیکھ جاتا ہے لیکن قدیم راز	نہیں جانتا ہے کہ وہ (سکھانے والا) طوطی ہے یا ساتھی ہے
ہم صفیر مرغ آموزند خلق	کایں سخن اندر دہاں افتاد و حلق
لوگ پرندوں کی بولی سیکھ لیتے ہیں	کیونکہ یہ بولی (ان کے) منہ اور حلق میں آ جاتی ہے
لیک از معنی مرغاں بیخبر	جز سلیماںؑ نبی خوش نظر
لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں	سوائے (حضرت) سلیمانؑ نبی کے جن کی سمجھ خوب تھی
حرف درویشاں بسے آموختند	منبر و محفل بداں افروختند
بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لئے ہیں	ان سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھا لی ہے
یا بجز آں حرف شاں روزی نبود	یا در آخر رحمت آمد رہ نمود
یا تو ان کا مقدر حروف کے سوا کچھ نہیں ہے	یا انجام کار (اللہ کی) رحمت آ کر رہنمائی کر دیتی ہے

شرح حبیبی

اوپر چونکہ مولانا نے مقلد نقال کو طوطی سے تشبیہ دی تھی اس لئے اب طوطی کی حالت بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ طوطی آئینہ کے اندر اپنے عکس کو اپنی طرف متوجہ دیکھتی ہے اور آئینہ کے پیچھے استاد اور معلم چھپا ہوتا ہے اور وہ ادیب خوش کلام آئینہ کے پیچھے سے گفتگو کرتا ہے یہ طوطی سمجھتی ہے کہ یہ آہستہ گفتگو اس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ میں ہے اس لئے وہ اپنی جنس سے گفتگو سیکھ لیتی ہے اور اس معلم کی تدبیر سے ناواقف ہوتی ہے وہ استاد اس کو آئینہ کے پیچھے بیٹھ کر تعلیم دیتا ہے ورنہ وہ اس سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ اس کو صرف اس کا ہم جنس ہی تعلیم دے سکتا ہے یہ راز ہے آئینہ کو اس کے سامنے رکھنے اور خود اس کے پیچھے بیٹھنے کا۔ خیر اس طرح وہ طوطی اس استاد کامل سے بولی سیکھ لیتی ہے مگر اس گفتگو کے معنی اور حقیقت سے واقف نہیں ہوتی۔ وہ طوطی آدمی کی ایک ایک بولی سیکھ لیتی ہے مگر اس کو آدمی کا اس سے زیادہ علم نہیں ہوتا۔ پس یہی حالت اس مقلد نقال کی بھی کہ جس طرح طوطی آئینہ میں اپنا عکس دیکھتی ہے اور اپنے زعم میں اس سے تعلیم حاصل کرتی ہے یوں ہی وہ خودی سے پر مرید آئینہ جسم شیخ میں اپنے کو دیکھتا ہے۔ یعنی وہ بزعم خود معلم کو اپنا ہم جنس سمجھتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔

اور وقت تعلیم وہ عقل کل یعنی حق سبحانہ کو جو حقیقۃً معلم میں اس آئینہ کے پیچھے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے وہ سمجھتا ہے کہ آدمی بول رہا ہے۔ حالانکہ دوسرا جو اصل میں معلم ہے اس سے مخفی ہوتا ہے اور اس کو اس کی خبر نہیں ہوتی اور وہ گفتگو سیکھ لیتا ہے مگر وہ حق سبحانہ کو جو کہ اس پردہ میں اس کو تعلیم دیتے ہیں نہیں سمجھتا اور وہ نہیں جانتا کہ معلم میرا ہم جنس ہے جو محسوس ہے یا دوسرا جو اس کے ساتھ اور مخفی ہے۔

غرضکہ وہ شیخ کو بھی اپنا ہی سا سمجھتا ہے اور اس کے نزدیک اس کا کمال صرف وہ الفاظ ہی ہوتے ہیں جس و وہ سیکھتا ہے اس تشبیہ کی تفصیل تو ختم ہوئی۔ اب دوسری تشبیہ سنو۔ مقلد نقال کی ایسی مثال ہے جیسے وہ لوگ جو جانوروں کی بولی سیکھ لیتے ہیں۔ سو آدمی جانوروں کی بولی تو سیکھ لیتے ہیں کیونکہ وہ ایک بات ہوتی ہے جو اس کی زبان اور حلق میں پیدا ہوتی ہے جس کے سیکھ لینے میں کوئی دشواری نہیں لیکن وہ لوگ جانوروں کے مقصود اور اس کی باطنی حالت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ بجز سلیمان علیہ السلام کے کہ وہ باطن امر غاں کو بھی جانتے ہیں یوں ہی بہت سے لوگ اہل اللہ سے گفتگو سیکھ لیتے ہیں اور اس سے ممبر اور محفل کو رونق دیتے ہیں مگر اہل اللہ کے باطن کی ان کو خبر نہیں ہوتی بجز اہل کمال کے۔ اس حالت میں ان کا انجام یا تو یہ ہوتا ہے کہ صرف نقالی ہی میں مر جاتے ہیں اور بجز الفاظ کے ان کی قسمت میں کچھ نہیں ہوتا یا آخر بہ برکت نقل رحمت الٰہی ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان کی رہنمائی کرتی ہے اور وہ قال ان کا حال ہو جاتا ہے۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود نقل صلحاء بھی مفید ہے لیکن اگر نیت صحیح ہو تو اس کے فائدہ کی توقع اغلب ہے ورنہ صرف محتمل واللہ اعلم۔

صاحبدلے در چلہ بخواب دید کہ سگے حاملہ در شکم آں بچگاں بانگ میکردند در تعجب ماند کہ حکمت بانگ سگ پاسبانی ست و بانگ در اندرون شکم مادر بے پاسبانی ست و نیز بانگ جہت یاری خواستن و شیر خواستن باشد وغیرہ و در شکم مادر ہیچکدام ازینہا نیست چوں بخویش آمد بحضرت حق مناجات کرد وما یعلم تاویلہٗ الا اللہ جواب آمد کہ آں صورت حال قومی ست کہ از حجاب بیروں نیامدہ و چشم دل باز نشدہ و دعوائے بصیرت کنند و مقالات گویند ازاں نہ ایشاں راقوت و یاری و نہ مستمعاں راہدایتے ورشدے میرسد

ایک صاحب دل نے چلہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اس کے پیٹ میں بچے بھونک رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ کتے کے بھونکنے کا فائدہ نگہبانی ہے اور ماں کے پیٹ میں بھونکنا نگہبانی کے لئے نہیں ہے اور آواز مدد چاہنے اور دودھ مانگنے کے لئے بھی ہوتی ہے اور وہ ماں کے پیٹ میں ان میں سے کوئی بھی (مقصود) نہیں ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا کی "اور بجز اللہ کے اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے" جواب آیا کہ یہی صورت حال اس قوم کی ہے جو پردے سے نہیں نکلی ہے اور دل کی آنکھ نہیں کھلی ہے اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتی ہے اور تقریریں کرتی ہے جن سے نہ اس کو کوئی قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ سننے والوں کو کوئی ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے

آں یکے می دید خواب اندر چلہ	در رہے مادہ سگے بد حاملہ
ایک شخص نے چلہ میں خواب میں دیکھا	راستہ میں ایک حاملہ کتیا تھی

ناگہاں آواز سگ بچگاں شنید	سگ بچہ اندر شکم بد ناپدید
اس نے اچانک کتے کے پلوں کا بھونکنا سنا	کتے کے پلے پیٹ میں چھپے ہوئے تھے
پس عجب آمد ورا زاں بانگہا	سگ بچہ اندر شکم چوں زندا
اس کو ان آوازوں سے تعجب ہوا	کتے کے پلے پیٹ میں کیوں بھونکے؟
سگ بچہ اندر شکم نالہ کناں	ہیچ کس دیدست ایں اندر جہاں
کتے کے پلوں کو (ماں کے) پیٹ کے اندر روتے ہوئے	کسی نے دنیا میں یہ دیکھا ہے؟
چوں بجست از واقعہ آمد بخویش	حیرت او دمبدم میگشت بیش
جب وہ خواب سے بیدار ہوا' ہوش میں آیا	اس کی حیرت لحہ بہ لحہ بڑھ رہی تھی
در چلہ کس نے کہ گردد عقدہ حل	جز کہ درگاہ خدای عز و جل
چلہ میں کوئی نہیں تھا' کہ عقدہ حل ہو	سوائے خدائے عز و جل کی درگاہ کے
گفت یارب زیں شکال و گفتگو	در چلہ وا ماندہ ام از ذکر تو
اس نے کہا اے اللہ! اس اشکال اور گفتگو کی وجہ سے	چلے میں تیرے ذکر سے قاصر ہو رہا ہوں
پرمن بکشای تا پراں شوم	در حدیقہ ذکر و سیستاں شوم
میرے پر کھول دے' تاکہ پرواز کروں	ذکر کے باغیچہ میں اور سیب کے باغ میں پہنچوں
آمدش آواز ہاتف در زماں	کآں مثالے داں زلاف جاہلاں
اس کو فوراً غیبی فرشتہ کی آواز آئی	کہ اس کو جاہلوں کے شیخی بگھارنے کی مثال سمجھ
کز حجاب و پردہ بیروں نامدہ	چشم بستہ بیہدہ گویاں شدہ
جو حجاب اور پردے سے باہر نہیں نکلے ہیں	آنکھیں بند کئے ہوئے بکواس کرتے ہیں
بانگ سگ اندر شکم باشد زیاں	نے شکار انگیز و نے شب پاسباں
کتے کا پیٹ میں بھونکنا بیکار ہے	نہ شکار نکالنے والا ہے اور نہ رات کا محافظ ہے
گرگ نادیدہ کہ دفع او بود	دزد نادیدہ کہ منع او شود
اس نے بھیڑیے کو نہیں دیکھا کہ اس کا دفعیہ ہو	اس نے چور کو نہیں دیکھا کہ اس کی روک ہو
از حریصی و ز ہوائے سروری	در نظر کند و بلافیدن جری
حرص اور سرداری کی خواہش کی وجہ سے	نظر میں کند ہے اور بکواس کرنے میں جری ہے

از ہوائے مشتری و گرم دار	بے بصیرت پانہادہ در فشار
خریدار اور دوست کی خواہش کی وجہ سے	بغیر بصیرت کے بکواس میں قدم رکھے ہوئے ہے
ماہ نادیدہ نشانہا میدہد	روشنائی رابداں کژمی نہد
چاند کو دیکھے بغیر نشانیاں بتاتا ہے	اس کے لئے روشنائی کو ٹیڑھا رکھتا ہے
از برائے مشتری در وصف ماہ	صد نشاں نادیدہ گوید بہر جاہ
چاند کی صفت بیان کرنے میں خریدار کے لئے	مرتبہ کی خاطر بغیر دیکھے ہوئے سینکڑوں نشانیاں بتاتا ہے
مشتری نادیدہ گوید صد نشاں	ژاژ خاید دوغ نوشد کف زناں
خریدار کو بغیر دیکھے سینکڑوں نشانیاں بتاتا ہے	بکواس کرتا ہے تالیاں بجاتے ہوئے چھاچھ پیتا ہے
مشتری کو سود دارد خود یکیست	لیک ایشانزادراں ریب وشکیست
جس خریدار میں فائدہ ہے وہ صرف ایک ہے	لیکن ان کو اس میں شک و شبہ ہے
از ہوای مشتری بے شکوہ	مشتری را باد دادند ایں گروہ
بے حقیقت خریدار کی خواہش میں	اس جماعت نے خریدار کو کھو دیا ہے
مشتری ماست اللہ اشتریٰ	از غم ہر مشتری ہیں برتر آ
ہمارا خریدار اللہ ہے جس نے خرید لیا ہے	ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ
مشتری جو کہ جویان تواست	عالم آغاز و پایان تواست
اس خریدار کو تلاش کر جو تیرا جویاں ہے	تیرے آغاز اور انجام کا جانکار ہے
ہیں مکش ہر مشتری راتو بدست	عشقبازی باد و معشوقہ بدست
خبردار! ہر خریدار کو تو ہاتھ سے نہ کھینچ	دو معشوقوں سے عشقبازی بری ہے
زو نیابی سود مایہ گر خرد	نبودش خود قیمت عقل و خرد
اگر وہ پونجی کو خرید لے گا تو اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکے گا	اس کے پاس (تیری) عقل اور سمجھ کی قیمت ہی نہ ہوگی
نیست اورا خود بہائے نیم نعل	تو بروعرضہ کنی یا قوت و لعل
خود اس کی قیمت آدھے نعل کی نہیں ہے	تو اس کو یاقوت اور لعل دکھا رہا ہے
حرص کورت کرد و محرومت کند	دیو ہمچوں خویش مرجومت کند
لالچ نے تجھے اندھا کر دیا اور محروم کرے گا	شیطان تجھے اپنی طرح سنگسار بنا دے گا

ہمچناں کاصحاب فیل و قوم لوط	کردشاں مرجوم چوں خودآں سخوط
جس طرح اصحاب فیل اور لوطؑ کی قوم کو	اس مغضوب نے اپنی طرح سنگسار بنا دیا
مشتری را صابراں دریافتند	چوں سوی ہر مشتری نشتافتند
صابر لوگوں نے خریدار پا لیا ہے	کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دوڑے ہیں
واں کہ گردانید روزاں مشتری	بخت و اقبال و بقازو شد بری
جس شخص نے اس خریدار سے منہ موڑا	نصیبہ اور اقبال اور بقا اس سے کنارہ کش ہو گئے
ماند حسرت بر حریصاں تا ابد	ہمچو حال اہل ضرواں در حسد
لالچیوں کو ہمیشہ حسرت رہی	جس طرح حسد میں ضروان والوں کا حال

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا نقال مقلدوں کی تیسری تمثیل بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک شخص نے چلہ کشی کی حالت میں خواب میں دیکھا کہ ایک گاؤں میں ایک کتیا حاملہ ہے اور اس کے بچے اس کے پیٹ میں بول رہے ہیں اس شخص نے خواب میں یکا یک اس کی آواز سنی حالانکہ وہ پردہ شکم میں مستور تھے ان کی آوازیں سن کر اس کو تعجب ہوا اور اس نے کہا کہ بچوں نے پیٹ کے اندر بولنا کیوں شروع کیا اس کا کیا سبب ہے بچوں کو کتیا کے پیٹ میں بولتے تو دنیا بھر میں کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر یہ کیا بات ہے جب وہ بیدار ہوا اس کی حیرت دمبدم بڑھنے لگی۔ چلہ میں بجز خدائے عزوجل کے کوئی شخص نہ تھا۔ جس سے یہ عقدہ حل ہو جائے اس لئے اس نے حق سبحانہ کی جناب میں التجا کی اور کہا کہ اے اللہ اس بول چال کے متعلق جو مجھے اشکال ہے اس سے میں چلہ میں تیری یاد سے رک گیا ہوں کیونکہ میری طبیعت میں الجھن پیدا ہو گئی ہے۔ اور میں اس اشکال میں مصروف اور مشغول ہو گیا ہوں پس تو میرے پر کھول دے اور اس عقدہ کو حل کر دے تا کہ میں اڑوں اور تیری یاد کے باغ اور سیستان میں جاؤں یعنی تیری یاد میں مشغول ہوں۔ جب اس نے یہ دعا کی تو ہاتف غیبی نے آواز دی اور کہا کہ یہ ان جاہلوں کی حالت کی تمثیل ہے جو حجاب اور پردۂ ناسوت سے ہنوز نہیں نکلے اور آنکھ بند کئے بے ہودہ لفاظی کرنے اور حقائق و معارف بگھارتے کیونکہ کتے کی وآواز پیٹ کے اندر محض فضول ہوتی ہے نہ تو وہ شکار کو نکلتے ہیں اور نہ رات کو پاسبانی کا کام کرتے ہیں نہ اس بھونکنے والے نے بھیڑیے ہی کو دیکھا ہے کہ اس کی آواز سے بھیڑیا بھاگ جائے اور نہ اس نے چور کو دیکھا ہے کہ اس کو چوری سے روک دے۔ غرضیکہ اس کی آواز بالکل بے کار ہوتی ہے یونہی یہ لوگ بھی ہیں کہ حرص اور خواہش سرداری کے سبب بدوں بصیرت کے ڈینگیں مارنے پر جرات کرتے ہیں اور خریداروں اور معتقدوں کی خواہش میں بدوں بصیرت کے لغوگوئی میں مصروف ہیں۔ انہوں نے چاند نہیں دیکھا مگر اس کی علامات بیان کرتے ہیں اور اس سبب سے روشنی کی حقیقت غلط سلط بیان کرتے ہیں۔

یہ لوگ خریداروں کے لئے چاند کی سینکڑوں علامات بیان کرتے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ لوگ ہم کو عارف سمجھیں

اور ہماری قدر کریں ان لوگوں نے ستارہ مشتری کو تو دیکھا نہیں مگر وہ اس کی سینکڑوں علامتیں بیان کرتے ہیں اور فضول بکواس ہانکتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہوئے یا منہ میں جھاگ لائے ہوئے چھاچھ لے رہے ہیں تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ لوگ شراب پی رہے ہیں۔ یعنی لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اور باوجود یکہ وہ عارف نہیں ہیں۔ مگر اپنی گفتگو سے اپنے کو عارف ثابت کر رہے ہیں۔ ارے کم بختو کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہو۔ ہم نے مانا کہ تم نے خریدار پیدا کر لئے اور لوگوں کو دھوکہ دے لیا لیکن کیا نتیجہ۔ یاد رکھو کہ جو خریدار فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ صرف وحدہٗ لاشریک ہے لیکن کیا کیجئے ان کو اس کا یقین نہیں یہ اوروں کو نافع سمجھتے ہیں بلکہ صرف انہی کو نافع سمجھتے ہیں اسی لئے انہوں نے ان بے وقعت خریداروں کی خاطر اصلی خریدار کو ہاتھ سے کھو دیا۔ ارے نادانو سمجھو کہ ہمارے خریدار تو حق سبحانہ ہیں جو کہتے ہیں۔ ان **اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ** پس تم ان کے سوا ہر خریدار کی فکر چھوڑ دو اور اس خریدار کو تلاش کرو جو تمہارا طالب ہے اور تمہاری ابتداء اور انتہا سے واقف ہے اور تم ہر خریدار کو قبضہ میں نہ لاؤ کیونکہ معشوق اور مطلوب صرف ایک ہونا چاہئے۔ محبت دو سے بھی بری ہے چہ جائیکہ سو سے۔

دیکھو اگر غیر اللہ نے تمہارے کمال کو خرید بھی لیا اور اس کی قدر بھی کی تو اس سے ہم کو نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے پاس عقل کی قیمت کہاں ہے۔ عقل تو بڑی چیز ہے اس کے پاس تو آدھے جوتے کی بھی قیمت نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ بھی اس کے پاس ہے وہ تو اس کے پاس عاریت ہے۔ اصل مالک تو اس کے حق سبحانہ ہی ہیں پھر تو ایسے شخص کے سامنے یاقوت اور لعل (کمالات) پیش کرتا ہے۔ حق سبحانہ کے پاس کیوں نہیں پہنچاتا جس کے قبضہ میں سب کچھ ہے اور وہ تیرے مال سے زیادہ قیمت دینے کو تیار ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ تجھے حرص نے اندھا کر رکھا ہے کہ تجھے نفع نقصان نہیں سوچنے دیتی اور یہ حرص ہی تجھے محروم کر رہی ہے۔ اور شیطان نے تجھے اپنی طرح مردود کر رکھا ہے جس طرح کہ اس غصہ والے اصحاب فیل اور قوم لوط وغیرہ کو اپنی طرح مردود بنا دیا۔ پس تو حرص اور شیطان کو چھوڑ اور صبر اختیار کر۔ کیونکہ جن لوگوں نے صبر کیا ہے تو جبکہ انہوں نے صرف اسی کو مطمح نظر بنا لیا ہے اور ہر مشتری کی طرف دوڑ دھوپ نہیں کی ہے اس وقت انہوں نے اصل خریدار کو پا لیا ہے اور جس شخص نے اس مشتری حقیقی کو چھوڑا ہے وہ سراسر ٹوٹے میں رہا ہے۔ بخت اقبال بقا اس سے سب بیزار ہو گئے ہیں اور ان حریصوں کو ہمیشہ کے لئے یوں ہی حسرت رہ گئی ہے۔ جس طرح اہل ضروان کی حسد میں حالت ہوئی تھی کہ وہ ناکام اور نامراد دنیا سے رخصت ہو گئے تھے ان کا قصہ حسب ذیل ہے۔

قصۂ اہل ضرواں وحسد ایشاں بردرویشاں کہ پدر ما از سلیمی اغلب دخل باغ رابمسکیناں میداد چوں انگور بودے عشر دادے وچوں مویز ودوشاب شدے عشر دادے وچوں حلوا و پالودہ کردے عشر دادے واز قصیل عشر دادے وچوں خرمن میکوفتے از کفہ آمیختہ عشر دادے وچوں گندم از کہ

جدا شدے عشر دادے وچوں آرد کردے عشر دادے وچوں خمیر کردے عشر دادے وچوں نان پختے عشر دادے لاجرم حق تعالیٰ در باغ وکشت برکتے نہادہ بود کہ ہمہ اصحاب باغہا محتاج او بودندے ہم بمیوہ وہم بسیم واو محتاج ہیچ کس نے از ایشاں' وفرزندان او خرج عشر مید ہدند مکر رو آں برکت نمی دیدند ہمچو آں زن بد بخت کہ کیر خر دید و کدو راندید

ضروان کے باشندوں کا قصہ اور ان کا فقیروں پر حسد کرنا کہ ہمارا باپ سادہ پن سے باغ کی زیادہ پیداوار مسکینوں کو دیدیتا تھا جب انگور ہوتے دسواں حصہ دیدیتا اور جب کشمش اور انگور کا شیرہ ہوتا دسواں دے دیتا اور جب حلوا یا فالودہ بنا تا دسواں دے دیتا کچی کھیتی میں سے دسواں دے دیتا اور جب کھلیان گہاتا آدھے گہائے ہوئے میں سے دسواں دیدیتا اور جب گیہوں بھوسے سے جدا ہوتے دسواں دے دیتا اور جب آٹا کرتا دسواں دیدیتا اور جب گوندھتا دسواں دیدیتا اور جب روٹی پکاتا دسواں دے دیتا لامحالہ اللہ تعالیٰ نے باغ اور کھیتی میں برکت عطا کی تھی کہ سب باغ والے اس کے محتاج ہوتے پھل میں بھی اور چاندی میں بھی اور وہ ان میں سے کسی کا محتاج نہ ہوتا اس کی اولاد نے بار بار دسویں کا خرچ دیکھا اور وہ برکت نہ دیکھی اس بدبخت عورت کی طرح جس نے گدھے کا ذکر دیکھا اور کدو نہ دیکھا

بود مردے صالحے ربانیے	عقل کامل داشت و پایاں دانیے
ایک نیک خدا پرست شخص تھا	کامل عقل رکھتا تھا اور انجام سے باخبر تھا
در دہ ضرواں بنزدیک یمن	شہرہ اندر صدقہ و خلق حسن
یمن کے نزدیک ضروان گاؤں میں	خیرات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا
کعبۂ درویش بودے کوئے او	آمدندے مستمنداں سوئے او
اس کی گلی فقیر کا کعبہ ہوتی	ضرورتمند اس کی جانب آتے
ہم زخوشہ عشر دادے بے ریا	ہم زگندم چوں شدے از کہ جدا
بغیر ریا کاری کے بالوں میں سے دسواں دیتا	گیہوں میں سے بھی جب وہ بھوسے سے جدا ہوجاتے
آرد گشتے عشر دادے ہم ازاں	ناں شدے عشر دگر دادے زناں
آٹا بنتا تو اس میں سے بھی دسواں دیتا	روٹی بنتی' روٹی میں سے دوسرا دسواں دیتا
عشر ہر دخلے فرونگذاشتے	چار بارہ دادے زانچہ کاشتے
کسی آمدنی کے دسویں میں فروگذاشت نہ کرتا	جو بوتا اس میں سے چار بار ادا کرتا

از عنب عشرے بدادے وز مویز	عشر ہم دادے وے از دوشاب نیز
انگور میں سے دسواں دیتا اور کشمش میں سے	وہ انگور کے شیرے میں سے بھی دسواں دیتا
ہم زحلوا عشر و از پالودہ ہم	می فرونگذاشتے از بیش و کم
حلوے میں سے بھی دسواں اور فالودے میں سے بھی	اور کم اور زیادہ میں سے نہ چھوڑتا
بس وصیتہا بگفتے ہر زماں	جمع فرزندان خود را آنجواں
ہر وقت بہت سی وصیتیں کرتا	وہ جوان اپنی سب اولاد کو
اللہ اللہ قسم مسکیں بعد من	وامگیریدش ز حرص خویشتن
خدا کے لئے میرے بعد مسکین کے حصہ کو	اپنی حرص سے بند نہ کرنا
تابماند برشما کشت و ثمار	در پناہ طاعت حق پائدار
تاکہ تم پر کھیتی اور پھل رہیں	مستقل خدا کی اطاعت کی حفاظت میں
دخلہا و میوہا جملہ ز غیب	حق فرستادست بے تخمین و ریب
آمدنیاں اور میوے سب غیب سے	بے اندازہ اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے بھیجے ہیں
در محل دخل اگر خرجے کنی	در گہ سودست برسودے زنی
آمدنی کے وقت اگر تو خرچ کرے گا	وہ فائدے کا دربار ہے تو فائدہ اٹھالے گا
ترک اغلب دخل را در کشت زار	بازکارد کہ ویست اصل ثمار
کاشتکار پیداوار کا اکثر حصہ کھیت میں	پھر بو دیتا ہے کیونکہ وہ فائدوں کی جڑ ہے
بیشتر کارد خورد زاں اندکے	کہ ندارد در برویدن شکے
زیادہ بو دیتا ہے، اس میں سے تھوڑا سا کھاتا	کیونکہ اس کو اگنے میں کوئی شبہ نہیں ہے
زاں بیفشاند بکشتن ترک دست	کاں غلہ ہم زاں زمیں حاصل شدست
کاشتکار بونے میں ہاتھ اسی لئے جھاڑ لیتا ہے	کیونکہ وہ غلہ اسی زمین سے حاصل ہوا ہے
کفشگر ہم آنچہ افزاید زناں	میخرد چرم و ادیم و سختیاں
روٹی سے جو زائد ہوتا ہے موچی بھی	چمڑا اور نرمی اور میشہ خرید لیتا ہے
کہ اصول دخلم اینہا بودہ اند	ہم ازینہا می کشاید رزق بند
کہ میری آمدنی کی بنیادیں یہ بنی ہیں	انہی سے بند رزق کھلتا ہے

دخل از آنجا آمدستش لا جرم	ہم در آنجا میکند داد و کرم
لامحالہ اس کی آمدنی اس جگہ سے ہی ہوئی ہے	اسی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے
ایں زمین و سختیاں پردہ است و بس	اصل روزی از خداداں ہر نفس
یہ زمین اور کھال بس پردہ ہے	اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے سمجھ
چوں بکاری در زمین اصل کار	تا بروید ہر یکے را صد ہزار
تو جب بوئے اصلی زمین میں بو	تاکہ ہر وقت ایک کے لاکھ اگیں
گیرم اکنوں تخم را گر کاشتی	در زمینے کش سبب پنداشتی
میں نے مانا، اب اگر تونے بیج بویا ہے	اس زمین میں جس کو تونے سبب سمجھا ہے
چوں دو سہ سال آں نروید چوں کنی	جز کہ در لابہ و دعا کف بر زنی
اگر وہ دو تین سال نہ اگے تو کیا کرے گا؟	بجز اس کے کہ خوشامد اور دعا میں ہاتھ اٹھائے گا
دست برسر میزنی پیش اللہ	دست و سر بردادن رزقش گواہ
خدا کے آگے سر پر ہاتھ مارے گا	ہاتھ اور سر اس کے رزق دینے پر گواہ ہیں
تابدانی اصل اصل رزق اوست	تاہم اورا جوید آں کو رزق جوست
تاکہ تو سمجھ لے کہ رزق کی اصل جڑ وہی ہے	جو رزق تلاش کرتا ہے، اسی سے ڈھونڈتا ہے
رزق از وے جو مجو از زید و عمر	مستی از وے جو مجو از بنگ و خمر
رزق اس سے مانگ، زید اور عمر سے نہ مانگ	مستی اس سے چاہ، بھنگ اور شراب سے نہ چاہ
منعمی زو خواہ نے از گنج و مال	نصرت از وے خواہ نے از عم و خال
خوشحالی اس سے چاہ نہ کہ خزانے اور مال سے	مدد اس سے چاہ نہ کہ چچا اور ماموں سے
عاقبت زینہا بخواہی ماندن	ہیں کرا خواہی دراں دم خواندن
انجام کار تو ان سے (الگ) رہ جائے گا	ہاں، اس وقت تو کسے پکارے گا؟
ایں دم اورا خوان و باقی را بماں	تاتو باشی وارث ملک جہاں
اس وقت اس کو پکار اور باقی کو چھوڑ	تاکہ تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے
چوں یفر المرء آید من اخیہ	یھرب المولود یوماً من ابیہ
جب وہ دن آجائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا	وہ دن کہ اولاد اپنے باپ سے بھاگے گی

زاں شود ہر دوست آں ساعت عدو	گہ تو بود و از رہ مانع او
اس لئے ہر دوست اس وقت دشمن بن جائے گا	کیونکہ وہ تیرا بت تھا، راستہ سے مانع تھا
روئے از نقاش بری تافتی	چوں زنقشش انس دل می یافتی
تو نے نقاش سے منہ پھیر لیا	جبکہ اس کے (بنائے ہوئے) نقش سے دل کا انس محسوس کیا
ایں دم اریا رانت با تو ضد شوند	وز تو برگردند و در خصمی روند
اگر تیرے دوست اس وقت تیرے مخالف ہو جائیں	تجھ سے برگشتہ ہو جائیں اور مخالفت میں چلے جائیں
ہیں بگونک روز من پیروز شد	آنچہ فردا خواست شد امروز شد
ہاں، کہہ دے کہ اب میرا دن نصیبہ ور ہے	جو کچھ کل کو ہونا ہے، وہ آج ہو گیا
ضد من گشتند اہل ایں سرا	تا قیامت عین شد پیشیں مرا
اس جہان والے میرے مخالف ہو گئے	یہاں تک کہ قیامت میرے لئے پیشگی نقد بن گئی
پیش ازاں کہ روزگار خود برم	عمر با ایشاں بپایاں آورم
اس سے قبل کہ میں اپنی عمر پوری کروں	ان کے ساتھ زندگی بسر کروں
کالۂ معیوب بخریدہ بدم	شکر کز عیبش پگہ واقف شدم
میں نے ایک عیب دار سامان خرید لیا تھا	شکر ہے کہ اس کے عیب سے صبح سویرے واقف ہوگیا
پیش ازاں کز دست سرمایہ شدے	عاقبت معیوب بیروں آمدے
اس سے پہلے ہی کہ ہاتھ سے سرمایہ چلا جاتا	آخر میں معیوب ظاہر ہوتا
مال رفتہ عمر رفتہ اے نسیب	مال و جاں دادہ پئے کالہ معیب
اے شریف، مال گیا، عمر گئی	عیب دار سرمایہ کے لئے مال اور جان دیدی
نقد دادم زر قلبے بستدم	شاد شاداں سوئے خانہ می شدم
میں نے نقد دے دیا اور کھوٹا سونا لے لیا	خوشی خوشی گھر کی جانب چل دیا
شکر کایں زر قلب پیدا شد کنوں	پیش ازاں کہ عمر بگذشتے فزوں
شکر ہے، کہ یہ کھوٹا سونا ابھی واضح ہو گیا	اس سے پہلے کہ زیادہ عمر گزر جاتی
قلب ماندے تا ابد در گردنم	حیف بودے عمر ضائع کردنم
کھوٹا (سونا) ہمیشہ کے لئے میری گردن میں رہ جاتا	مجھے عمر ضائع کرنے پر افسوس ہوتا

چوں پگہ تر قلبی او رو نمود	پائے خود را واکشم من زود زود
چونکہ صبح سویرے اس کا کھوٹ پن ظاہر ہو گیا	میں بہت جلد واپس ہو جاؤں گا
یار تو چوں دشمنی پیدا کند	کر و حقد و رشک او بیروں زند
تیرا دوست جب دشمنی ظاہر کرے	وہ حملہ اور کینہ اور رشک ظاہر کرے
تو ازاں اعراض و افغاں مکن	خویشتن را ابلہ و ناداں مکن
تو اس کے منہ موڑنے سے فریاد نہ کر	اپنے آپ کو بے وقوف اور نادان نہ بنا
بلکہ شکر حق کن و ناں بخش کن	کہ نگشتی در جوال او کہن
بلکہ اللہ کا شکر کر اور روٹی خیرات کر	کہ تو اس کے بورے میں پرانا نہ بنا
از جوالش زود بیروں آمدی	تا بجوئی یار صدق و سرمدی
تو اس کے بورے سے جلد باہر آ گیا	تاکہ سچے اور دائمی یار کو تلاش کر لے
نازنیں یارے کہ بعد از مرگ تو	رشتۂ یاری او گردد سہ تو
وہ نازوں بھرا یار کہ تیرے مرنے کے بعد	اس کی یاری کا رشتہ تگنا ہو جائے
آں مگر سلطاں بود شاہ رفیع	یا بود مقبول سلطان و شفیع
وہ یا تو شہنشاہ فرمانروائے برتر ہے	یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے
رستی از قلاب سالوس و دغل	غر او دیدی عیاں پیش از اجل
تو مکر اور فریب کے آنکڑے سے بچ گیا	تونے موت سے پہلے اس کی غفلت دیکھ لی
ایں جفائے خلق با تو در جہاں	گر بدانی گنج زر آمد نہاں
دنیا میں تیرے ساتھ لوگوں کا ظلم	اگر تو سمجھے سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا
خلق را با تو چنیں بد خو کنند	تاترا ناچار رو آنسو کنند
لوگوں کو تیرے ساتھ اس طرح بد عادت کر دیتے ہیں	تاکہ تجھے مجبور اور اس جانب کو کر دیں
ایں یقیں داں کاندر آخر جملہ شاں	خصم گردند وعدو و سرکشاں
تو اس کو یقینی سمجھ کہ آخر میں سب	مخالف اور دشمن اور سرکش بن جائیں گے
تو بمانی با فغاں اندر لحد	لاتذرنی فرد خواناں از احد
تو لحد میں فریاد کرتا ہوا رہ جائے گا	خدا سے "مجھے اکیلا نہ چھوڑ" کہتے ہوئے

ایں جفایت بہ زعہد وافیاں	ہم زداد تست عہد باقیاں
تیرے اوپر یہ ظلم وفاداروں کے عہد سے اچھا ہے	باقی لوگوں کا عہد بھی تیری عطا ہے
بشنو از عقل خود اے انبار دار	گندم خود را بارض اللہ سپار
اے کھلیان والے اپنی عقل سے سن لے	اپنے گیہوں کو اللہ تعالیٰ کی زمین کے سپرد کر دے
تاشود ایمن زدزد و از سپش	دیو را با دیوچہ زو تر بکش
تاکہ وہ چور اور سرسلی سے محفوظ ہو جائے	شیطان کو دیمک کے ذریعہ مار ڈال
کوہمی ترساندت ہردم ز فقر	ہمچو کبکش صید کن اے نرہ صقر
جو تجھے فقر سے ہر وقت ڈراتا ہے	اے نرشکرے! چکور کی طرح اس کا شکار کر لے
باز سلطانی عزیز و کامیار	ننگ باشد کہ کند کبکش شکار
تو بادشاہ کا پیارا اور کامیاب باز ہے	ذلت ہے کہ تجھے چکور شکار کرے
بس وصیت کرد و تخم وعظ کاشت	چوں زمیں شاں شورہ بدسودے نداشت
اس نے بہت وصیت کی اور وعظ کا بیج بویا	چونکہ ان کی زمین شوریلی تھی کوئی فائدہ نہ ہوا
گرچہ ناصح را بود صد داعیہ	پندرا اذنے بباید واعیہ
اگرچہ نصیحت کرنے والے کے سو داعیے ہوں	نصیحت کے لئے حفاظت کرنے والا کان چاہیے
تو بصد تلطیف پندش میدہی	اوز پندت میکند پہلو تہی
تو سینکڑوں نرمیوں کے ساتھ اس کو نصیحت کرتا ہے	وہ تیری نصیحت سے پہلو تہی کرتا ہے
یک کس نامستمع زا استیز و رد	صد کس گوینده را عاجز کند
ایک نہ سننے والا شخص، جھگڑے اور انکار سے	سو کہنے والوں کا عاجز کر دیتا ہے
زانبیا ناصح تر و خوش لہجہ تر	کے بود کہ رفت دم شاں در حجر
انبیاء سے زیادہ ناصح اور شیریں زبان	کب ہوا ہے؟ کیونکہ ان کی بات پتھر میں گھس گئی ہے
زانچہ کوہ و سنگ درکار آمدند	می نشد بد بخت را بکشادہ بند
جن باتوں سے پہاڑ اور پتھر کارآمد بن گئے	بدبخت کی گرہ نہ کھلی
آنچناں دلہا کہ بدشاں ما و من	نعت شاں شد بل اشد قسوۃً
وہ دل جو متکبر تھے	ان کی صفت ''بلکہ (پتھروں سے بھی) زیادہ سخت'' بنی

در بیان آنکہ عطائے حق سبحانہ وتعالیٰ وقدرت او موقوف قابلیت نیست ہمچوں داد خلقاں کہ آنرا قابلیت باید زیرا کہ عطائے حق تعالیٰ قدیم است وقابلیت حادث' عطا صفت حقست جل جلالہٗ و قابلیت صفت مخلوق و قدیم موقوف حادث نباشد

اس بات کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور قدرت بندوں کی عطا کی طرح قابلیت پر موقوف نہیں ہے۔ اس (مخلوق کی عطا) کے لئے قابلیت چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور قابلیت حادث ہے عطا اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی صفت ہے اور قابلیت مخلوق کی صفت ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہے۔

چارۂ آں دل عطائے مبدلیست	داد او را قابلیت شرط نیست
اس دل کا علاج' بدل دینے والے کی مہربانی ہے	اس کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے
بلکہ شرط قابلیت داد او ست	داد لب و قابلیت ہست پوست
بلکہ قابلیت کی شرط اس کی عطا ہے	عطا مغز ہے' اور قابلیت چھلکا ہے
اینکہ موسیٰؑ را عصا ثعباں شود	ہمچو خورشیدے کفش رخشاں شود
یہ کہ (حضرت) موسیٰؑ کی لاٹھی اژدھا بنے	ان کی ہتھیلی سورج کی طرح چمک دار بنے
صد ہزاراں معجزات انبیا	کاں نگنجد در ضمیر عقل ما
انبیاء کے لاکھوں معجزے	جو ہماری عقل میں نہیں سماتے ہیں
نیست از اسباب' تصریف خداست	نیستہا را قابلیت از کجا ست
وہ اسباب کے ذریعہ نہیں ہیں' خدا کا تصرف ہے	فنا ہونے والوں کے لئے قابلیت کہاں ہے؟
قابلی گر شرط فعل حق بدے	ہیچ معدومے بہ ہستی نامدے
اللہ (تعالیٰ) کے کام کے لئے اگر قابل ہونا شرط ہوتا	تو کوئی معدوم موجود نہ ہوتا
سنتے بنہادہ و اسباب و طرق	طالباں را زیر ایں ازرق تتق
(اللہ نے) دستور اور اسباب اور راستے رکھ دیئے ہیں	اس نیلے سرا پردہ کے نیچے طلبگاروں کے لئے
بیشتر احوال بر سنت رود	گاہ قدرت خارق سنت شود
زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں	کبھی قدرت (الٰہی) دستور کو توڑنے والی بن جاتی ہے
سنت و عادت نہادہ با مزہ	باز کردہ خرق عادت معجزہ
پر لطف دستور اور عادت مقرر کی ہے	پھر دستور کے توڑنے کو معجزہ بنا دیا

بے سببؔ گر عز بما موصول نیست	قدرت از عزل سبب معزول نیست
اگر بغیر سبب کے عزت ہمیں نہیں ملتی	قدرت (الٰہی) سبب کو معزول کر دینے سے معزول نہیں ہے
اے گرفتار سبب بیروں مپر	لیک عزل آں مسبب ظن مبر
اے سبب کے پابند (سبب سے) باہر پرواز نہ کر	لیکن اس سبب پیدا کرنے والے کی معزولی کا گمان نہ کر
ہر چہ خواہد آں مسبب آورد	قدرت مطلق سببہا بردرد
وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے	مطلق قدرت اسباب کو پھاڑ ڈالتی ہے
لیک اغلب بر سبب راند نفاد	تا بداند طالبے جستن مراد
لیکن وہ عموماً سبب پر (مدار) رکھتا ہے	تاکہ طلبگار مراد کو تلاش کرنا جان جائے
چوں سبب نبود چہ رہ جوید مرید	پس سبب در راہ می آید پدید
جب سبب نہ ہو تو ارادہ کرنے والا کون سا راستہ ڈھونڈے	تو سبب راستے کے بارے میں نمودار ہوتا ہے
ایں سببہا بر نظر ہا پردہا ست	کہ نہ ہر دیدار صنعش راسزاست
یہ اسباب نظروں پر پردے ہیں	کیونکہ ہر شخص اس کی کاریگری کے دیکھنے کے لائق نہیں ہے
دیدۂ باید سبب سوراخ کن	تا حجب را برکند از بیخ و بن
سبب میں سوراخ کر دینے والی نگاہ چاہئے	تاکہ وہ جڑ اور بنیاد سے پردوں کو اکھاڑ پھینکے
تامسبب بیند اندر لامکاں	ہرزہ بیند جہد و اسباب و دکاں
تاکہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے	کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار سمجھے
از مسبب میرسد ہر خیر و شر	نیست اسباب و وسائط اے پدر
ہر بھلائی اور برائی سبب پیدا کرنے والے کی طرف سے آتی ہے	اے بابا! اسباب اور واسطے نہیں ہیں
جز خیال منعقد بر شاہراہ	تا بماند دور غفلت چند گاہ
سوائے خیال کے جو راستہ پر جما ہوا ہے	تاکہ تھوڑی دیر غفلت کا زمانہ رہے

شرح حبیبی

گذشتہ زمانہ میں ایک باخدا اور نیک شخص تھے جو کہ صاحب عقل کامل اور انجام بینی سے موصوف تھے وہ یمن کے خروان نام گاؤں میں رہتے تھے اور خیرات اور حسن خلق میں شہرۂ آفاق تھے۔ ان کی گلی فقراء کا مرجع تھی

اور اہل حاجت ان کے یہاں آیا کرتے تھے۔ان کی خیرات کی یہ حالت تھی کہ اول بالیوں میں سے عشر دیتے تھے اس کے بعد جب بھوسے سے گیہوں نکلتے تھے اس وقت عشر دیتے تھے اس کے بعد جب گیہوں کو پیسا جاتا تھا تو آٹے میں سے عشر دیتے تھے اور جب آٹے کو پکا کر روٹیاں بناتے تھے تو روٹیوں میں سے عشر دیتے تھے غرضکہ ہر آمدنی میں سے عشر نکالتے تھے اور کسی آمدنی کا عشر بے دیئے نہ چھوڑتے تھے اور جو چیز بھی ہوتی اس میں سے متعدد مرتبہ عشر نکالتے تھے چنانچہ وہ اول انگوروں سے عشر نکالتے تھے اس کے بعد جب وہ سوکھ کر مویز بنتے تھے تو مویز سے عشر نکالتے تھے اور اگر انگوروں کا شیرہ نکالتے تھے تو اس شیرہ میں سے عشر نکالتے تھے۔

غرضکہ جو چیز بھی ہوتی تھی خواہ کم ہو یا زیادہ اس کا عشر بغیر دیئے نہ چھوڑتے تھے۔اس کے ساتھ ہی یہی کرتے تھے کہ اپنی اولاد کو بہت کچھ نصیحت کرتے رہتے تھے اور فرماتے رہتے تھے کہ خدا کے واسطے اور پھر خدا کے واسطے میرے بعد اپنی حرص سے فقیروں کا حق بند نہ کرنا۔تا کہ طاعت حق کی پناہ میں تمہاری کھیتی اور پھل تمہارے لئے برقرار رہیں یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آمدنیاں اور میوہ سب کے سب حق سبحانہ نے عالم غیب سے بھیجے ہیں اور اس میں کچھ شک وشبہ نہیں اس لئے اگر تم اس کو وہیں خرچ کرو گے جہاں سے وہ آئے ہیں تو تم کو فائدہ ہوگا کیونکہ وہ بڑے نفع کی درگاہ ہے وہاں صرف کرنے والوں کو بہت کچھ نفع ملتا ہے۔

دیکھو کسان اکثر آمدنی کو کھیت میں پھر بودیتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ غلہ کا مدار اسی پر ہے اگر یہ نہ ہو تو غلہ حاصل نہیں ہوسکتا۔اس لئے وہ اکثر حصہ بودیتا ہے اور کم کو کھالیتا ہے کیونکہ اس کو اس کے اگنے میں اور اگ کر زائد غلہ پیدا ہونے میں کچھ شک نہیں ہوتا اور وہ کسان اس لئے اس غلہ سے ہاتھ جھاڑتا ہے اور وہ غلہ بھی اسی زمین سے پیدا ہوتا تھا۔اس لئے وہ سمجھتا ہے کہ اور غلہ بھی ضرور پیدا ہوگا۔علیٰ ہذا موچی اس رقم سے جو روٹی سے بچتی ہے چمڑا اور نری اور ریشا خریدتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میری آمدنی کی جڑ یہی تھی اور انہی سے میری بند روزی کھلے گی اس لئے جہاں سے اسے آمدنی ہوئی تھی وہیں دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ لوگ وہیں خرچ کرتے ہیں جہاں سے ان کو آمدنی ہوتی ہے تو اب تم سمجھو کہ روزی کی اصل اور اس کا مبدء حق سبحانہ ہیں اور زمین اور ریشا وغیرہ ایک آڑ ہیں۔اس بناء پر تم کو راہ خدا میں صرف کرنا چاہئے اور جب تم کو بونا ہو تو اسی زمین میں بونا چاہئے تا کہ ایک ایک دانہ کے لاکھ دانے پیدا ہوں۔

اچھا اگر تم نے بیج اس زمین میں بویا جس کو تم سب سمجھتے تھے اور وہ دو تین سال تک اگے گا تو جب کہ وہ دو تین سال نہ اگے گا تو تم بجز اس کے کیا کرو گے کہ دعا اور تضرع وزاری کو دست آویز بناؤ اور خدا کے سامنے اپنا سر پیٹو۔پس تمہارا سر اور تمہارے ہاتھ اس امر کے گواہ ہیں کہ رزق دینے والے حق سبحانہ ہیں اور یہ شہادت اس لئے ہے تا کہ تم جان لو کہ اصل میں مبدء رزق حق سبحانہ ہیں اور تا کہ جو کوئی رزق کا طالب ہو وہ اسی کو ڈھونڈے۔

خیر تو جب کہ یہ ثابت ہوگیا کہ اصل رزق دینے والے حق سبحانہ ہیں اور باقی تمام اسباب و وسائط ہیں تو اب تم کو چاہئے کہ تم رزق اسی سے طلب کرو نہ کہ زید وعمرو سے اور مستی خود اس سے چاہو نہ کہ بھنگ اور شراب سے یعنی اگر تم کو مستی مطلوب ہے تو حق سے دعا کرو کہ اے اللہ تو ہمیں اپنی محبت سے سرشار کر اور مستی کے لئے شراب

اور بھنگ نہ پیئو۔ اور دولت مندی اس سے چاہو نہ کہ عزیز واقارب سے کیونکہ بالآخران سے جدائی ہوگی۔ اس وقت بتلاؤ کسے پکارو گے۔ حق سبحانہ کو۔ پس اب بھی اسی کو پکارو اور سب کو چھوڑ دو تا کہ جب وہ تمہارا معین و مددگار ہو جائے تو جس وقت یوم یفر المرء من اخیه متحقق ہو۔ اور آدمی اپنے سائے سے بھاگے اور جس روز کہ بیٹا اپنے باپ سے بھاگے یعنی قیامت میں اس وقت عالم کی سلطنت کے مالک ہیں کیونکہ جب تم خدا کے ہو جاؤ گے خدا تمہارا ہو جائے گا اور جب خدا تمہارا ہو گیا تو ہر چیز تمہاری ہے۔

فائدہ:۔فاتضح من هذا التقرير ان قوله چوں يفر المرء الخ ظرف لقوله باشی وارث ملک جہاں۔ ولیس جملہ شرطیہ کما توہم) رہی یہ بات کہ اس وقت ہر دوست دشمن کیوں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارا بت یعنی راہ حق سے مانع تھا۔ اور چونکہ تم حق سبحانہ کی مخلوق سے مانوس ہو گئے تھے اس لئے خالق سے روگرداں ہو گئے تھے حاصل یہ ہے کہ قیامت میں دوستوں کی دشمنی کا سبب یہ ہے کہ تم دنیا میں ان سے دل لگا کر حق سبحانہ سے غافل ہو گئے تھے۔

پس حق سبحانہ تم کو دکھلائیں گے کہ دیکھو جس کے لئے تم نے ہم کو چھوڑا تھا وہ یہ ہیں۔

فائدہ:۔فظہر من ہذا المقال الی ما قال بحر العلوم فی تقریر قولہ زاں شود بر دوست الخ ہو الحق و ما توہم من ان قولہ زاں شود صلۃ لقولہ عدو والاشارۃ فی قولہ زان الی الشخص المذکور فی البیت السابق منشاہ الجہل باسالیب الکلام ومحاورات اہل اللسان) جب حالت یہ ہے کہ قیامت میں دوست دشمن ہو جائیں گے تو اگر دنیا میں تمہارے دوست تمہارے مخالف ہو جائیں اور تم سے پھر جائیں اور تم سے دشمنی کرنے لگیں تو تم کو کہنا چاہئے کہ آج مجھے کامیابی حاصل ہوگئی۔ کیونکہ جو کل ہونے والا تھا وہ آج ہی ہو گیا۔ اور اہل دنیا میرے دشمن ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے ہی قیامت مجھے مشاہد ہوگئی۔ یعنی قبل اس کے کہ میں اپنا زمانہ گزار دوں اور ان کے ساتھ رہ کر اپنی عمر ختم کردوں۔ میں نے عیب دار سامان خریدا تھا۔ پس شکر ہے کہ سویرے ہی اس کا عیب معلوم ہو گیا یعنی قبل اس کے کہ میرا سرمایہ عمر میرے ہاتھ سے جاتا رہتا اور آخر میں وہ عیب دار ثابت ہوتا اور میرا مال جا چکتا۔ عمر برباد ہو جاتی۔ اور میں مال اور جان دونوں ایک عیب دار سامان کے لئے دے چکتا۔ میں نے کھرا مال دے کر کھوٹا سونا خریدا تھا۔ اور خوش خوش گھر جا رہا تھا تو شکر ہے کہ یہ سونا ابھی کھوٹا ثابت ہو گیا یعنی قبل اس کے کہ زیادہ عمر گزر جاتی اور کھوٹا سونا ہمیشہ میرے گلے کا ہار رہتا اور اس وقت مجھے اپنی عمر کے ضائع کرنے پر افسوس تھا اب چونکہ اس کا کھوٹا پن سویرے ہی ظاہر ہو گیا تو میں جلد سے جلد اس سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں۔ دیکھو ہم پھر کہتے ہیں کہ جب تمہارا کوئی دوست تم سے دشمنی پیدا کرے اور اس کا حملہ اور کینہ اور حسد ظاہر ہو تو تم اس کی بے رخی سے رونا پیٹنا مت اور اپنے کو احمق اور بے وقوف نہ بنانا۔ بلکہ خدا کا شکر کرنا۔ اور شکرانہ میں روٹیاں تقسیم کرنا کہ تم اس کے ہی پھندے میں بڈھے نہ ہو گئے اور اس کے پھندے سے جلد نکل آئے تا کہ تم اس سے نکل کر سچے اور ہمیشہ رہنے والے دوست کو تلاش کرو۔ وہ نازنین یار جس کی دوستی کا علاقہ ہمیشہ رہے اور موت سے بھی نہ ٹوٹے۔ بلکہ موت کے بعد اور مضبوط ہو جائے کون ہے وہ یا تو حق سبحانہ ہیں یا اہل اللہ۔

پس تم ان کو دوست بناؤ شکر ہے کہ تم مکار فریبی دغا باز دوست کے پنجے سے چھوٹ گئے اور اس کا فریب تم

کو موت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا۔ دیکھو دنیا میں مخلوق کی تمہارے ساتھ دشمنی اگر تم غور کرو تو تمہارے لئے ایک مخفی خزانہ ہے کیونکہ حق سبحانہ لوگوں کو تمہارا دشمن اس لئے کرتے ہیں کہ تم سب سے مایوس ہو کر مجبوراً حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اس سے بڑی دولت کیا ہو سکتی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ مخلوق کی دشمنی اشرفیوں کا مخفی خزانہ ہے جو قابل قدر ہے نہ کہ قابل وحشت۔ یہ امر تم یقینی طور پر جان لو۔ کہ آخر میں تمام دوست دشمن ہو جائیں گے اور قبر میں بآہ وزاری تنہا رہ جاؤ گے اور خدا سے ملتجی ہو گے کہ اے وہ ذات جس کی بخشی وفاداراں کے وفائے عہد سے بہتر ہے اور اہل اللہ کا وفائے عہد جس کو عطا ہے تو مجھے قبر میں تنہا نہ چھوڑو اور میرا ساتھی ہو جا۔ پس اے دولت مند غلہ والے لے تو اپنا غلہ خدا کی زمین کے حوالہ کر دے۔ اور جو کچھ بھی تو خرچ کرے خدا کے لئے کر۔ تاکہ نہ تجھے چوروں کا کھٹکا ہے اور سرسریوں کا اور تو بڑے شیطان اور چھوٹے شیطان یعنی نفس دونوں کو جلد مار دے جو کہ تجھے آخرت کی کھیتی سے مانع ہیں کیونکہ وہ تجھے ہر وقت فقر و فاقہ سے ڈراتے ہیں۔ پس تو اے چرغ نر اس چکور کا شکار کر کیونکہ ایک غالب اور بامقصد بادشاہ کے باز کے لئے بڑی شرم کی بات ہے کہ چکور اس کا شکار کرے۔

خلاصہ یہ کہ تو شیطان اور نفس کو مغلوب کر اور ان سے مغلوب نہ ہو کیونکہ تو حق سبحانہ کا باز ہے اور نفس و شیطان چکور ایسی حالت میں تیرا ان سے مغلوب ہو جانا تیرے لئے بڑی شرم کی بات ہے۔

خیر یہ مضمون ارشادی تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ اس بزرگ نے اپنی اولاد کو بہت کچھ نصیحت کی لیکن چونکہ ان کی طبیعت نا قابل تھی اور وہ اپنی استعداد کو خراب کر چکے تھے اس لئے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ اب مولانا پھر مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ناصح ہزار چاہے مگر کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ مستمع کا مقصود قبول نصیحت نہ ہو۔ اس لئے کہ نصیحت کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ آدمی اس کو بگوش قبول سے ورنہ اگر سمع قبول نہ ہو گا تم ہزار مہربانی سے نصیحت کرو وہ تمہاری ایک بات نہ سنے گا ایک تم کیا اگر سو بھی ہوں تو بھی کچھ فائدہ نہیں کیونکہ ایک نہ ماننے والا شخص اپنی مخالفت اور انکار سے آپ کے سو ناصحوں کو عاجز کر دیتا ہے۔ تم غور کرو کہ انبیاء سے زیادہ ناصح اور خوش گفتار کوئی کب ہو سکتا ہے کیونکہ ان کا کلام پتھروں تک میں اثر کر گیا ہے لیکن آپ کی جس گفتگو کو سن کر پہاڑ اور پتھر کام کرنے لگے۔

اس سے بدنصیب آدمی کی بیڑی نہ ٹوٹی اور اس نے کام نہ کیا۔ اور وہ دل جو خودی میں گرفتار تھے اس کی نسبت حق سبحانہ نے یہی فرمایا کہ وہ تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں ایسے قلوب کا علاج کچھ نہیں۔ بجز اس کے کہ حق سبحانہ اپنی قدرت کاملہ سے ان کی حالت بدل دیں اور ان پر ہدایت کا افاضہ فرماویں۔ کیونکہ ناصحین کے نصیحت کی تاثیر کے لئے تو علاوہ امکان ذاتی کے ایک اور خاص استعداد کی ہی ضرورت ہے مگر خدا کے دین کے لئے بجز امکان ذاتی کے اور کسی قابلیت کی ضرورت نہیں بلکہ باستثناء امکان ذاتی پر قابلیت کے لئے خدا کا دین شرط ہے اور جو قابلیت بھی کسی میں ہے وہ حق سبحانہ کی بخشی ہوئی ہے اگر وہ عطا نہ کرتا تو قابلیت ہی نہ ہو سکتی لہذا اعطائے حق اصل ہے اور قابلیت اس کے تابع۔

دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا اژدھا بن جانا اور اس کے ہاتھ کا آفتاب کی طرح چمکنا۔ ان کے علاوہ انبیاء کے اور لاکھوں معجزات جو ہمارے فہم اور عقل سے بالاتر ہیں وہ اسباب سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ وہ محض حق سبحانہ کا تصرف ہیں کیونکہ وہ معدوم تھے اور جب وہ ہی نہ تھے تو ان میں قابلیت کا ہونا چہ معنی دارد۔ پس اگر قابلیت

خاصہ فعل حق کے لئے شرط ہوتی تو کوئی معدوم موجود ہی نہ ہوسکتا اس لئے کہ قابلیت عرض ہے جس کا وجود تابع ہے وجود موضوع کے۔ پس جبکہ موضوع ہی کا وجود نہ ہوگا تو عرض کا وجود کیونکر ہوگا۔

پس ثابت ہوا کہ فعل حق سبحانہ کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے ہاں اس نے اپنے اختیار سے اس نیلگوں پردہ یعنی آسمان کے نیچے طالبین کے لئے ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے اور اسباب اور طریق مقرر کر دیئے ہیں تاکہ طالبین ان طریقوں سے اپنے مطالب کو طلب کریں۔ لہذا اکثر احوال تو تو اس مقررہ قانون کے مطابق ہی ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی قدرت الٰہیہ دفع تو ہم وغیرہ کے لئے اس قانون کو توڑ بھی دیتی ہے۔ اور گو اس نے ایک مزید ار قانون مقرر کیا ہے مگر کسی مصلحت کی بناء پر معجزہ اس قانون کو توڑ بھی دیتا ہے۔

اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اگر عزت وغیرہ ہم کو عادۃ بلاسبب نہیں مل سکتی تو اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا کو قدرت ہی نہیں ہے اس پر کہ وہ سبب کو درمیان سے ہٹادے اور بے سبب کے ہم کو ہمارے مطالب عطا فرمائے بلکہ وہ اس پر قادر ہے اور جب چاہتا ہے ایسا کرتا بھی ہے۔ پس اے محبوس سبب تو اسباب سے باہر نہ جا اور اسباب کو نہ چھوڑ لیکن خدا کو سلطان معزول بھی نہ سمجھ۔ اور یہ خیال نہ کر کہ وہ ایک قانون مقرر کر چکا۔ اب اس کے توڑنے پر اسے قدرت نہیں ہے۔ (جیسا کہ آج کل کے مادہ پرست وروشن خیال گمان کرتے ہیں) کیونکہ وہ موجد سبب جو چاہے کر سکتا ہے اور اس کی قدرت کاملہ اسباب کو توڑ پھوڑ سکتی ہے۔ ہاں اکثری حالت یہ ہے کہ اس کے احکام اسباب کی بناء پر نافذ ہوتے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ طالبین اپنے مقاصد کو طلب کر سکیں کیونکہ اگر سبب نہ ہوگا تو طالب اپنے مطلوب کے حاصل کرنے کے لئے کون سا طریق تلاش کرے گا کوئی بھی نہیں کیونکہ اس وقت اس کا کوئی طریق ہی نہ ہوگا۔ لہذا راستہ میں سبب ظاہر ہوتا ہے تاکہ وہ بتلائے کہ اس کے تحصیل کا یہ طریق ہے اور یہ اسباب نظروں کے لئے حجاب ہیں۔ کیونکہ ہر شخص حق سبحانہ کے فعل کو بلاتوسط دیکھنے کے لائق نہیں۔

اس لئے کہ اس کے لئے ضرورت ہے نظر ثاقب کی جو کہ پردوں کو اکھاڑ پھینکے اور لامکان میں حق سبحانہ کو تصرف کرتے دیکھے اور کوشش اور اسباب اور دکان وغیرہ کو لغو سمجھے۔ اور یہ بات ہر ایک کے اندر نہ تھی لہذا ہر ایک اس کے فعل کو بلاتوسط سبب دیکھنے کے قابل نہ تھا۔ حاصل یہ ہے کہ ہر بھلائی اور برائی فی الحقیقت حق سبحانہ کی طرف سے پہنچتی ہے اور اسباب وسائط صرف ایسے ہیں جیسے راستہ میں کوئی خیال بندھ جائے جو کہ فی الحقیقت کوئی چیز نہیں مگر آدمی سمجھتا ہے کہ فلاں شے ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ آدمی ایک وقت خاص تک غفلت کے چکر میں رہے تاکہ امتحان متحقق ہو سکے۔

در ابتدائے خلقت جسم آدم علیہ السلام کہ جبرئیل علیہ السلام را اشارت کرد کہ بر واز زمین مشت خاک برگیر و بروایتے از ہر نواحی مشت خاک برگیر

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اشارہ کیا کہ جا، زمین کی مٹی سے ایک مٹھی لے لے اور ایک روایت کے مطابق ہے کہ ہر جانب سے مٹی کی مٹھی اٹھا لے

چونکہ صانع خواست ایجاد بشر	از برائے ابتلائے خیر و شر
جب بنانے والے نے انسان کی پیدائش چاہی	خیر اور شر میں آزمانے کے لئے

جبرئیلؑ صدق را فرمود رو	مشت خاکے از زمیں بستاں گرو
جبرئیل امین سے فرمایا' جا	ایک مٹھی مٹی زمین سے قبضہ میں لے لے
او میاں بست و بیامد بر زمیں	تا گزارد امر رب العالمین
وہ کمر بستہ ہوئے، اورزمین پر آئے	تاکہ رب العالمین کے حکم کو انجام دیں
دست سوئے خاک برد آں موتمر	خاک خود را در کشید و شد حذر
اس فرمانبردار نے زمین کی جانب ہاتھ بڑھایا	زمین نے اپنے آپ کو ہٹایا اور ڈری
پس زباں بکشاد خاک و لابہ کرد	کز برائے حرمت خلاق فرد
پھرزمین نے زبان کھولی اور خوشامد کی	کہ یکتا خلاق کی عزت کے طفیل
ترک من گو و برو جانم بہ بخش	رو بتاب از من عناں خنگ ورخش
مجھے چھوڑ دو اور چلے جاؤ میری جاں بخشی کر دو	گھوڑے اور سواری کی باگ میری جانب سے موڑ دو
درکشا کشہائے تکلیف و خطر	بہر اللہ ہل مرا اندر مبر
خطروں اور تکلیف کی کشمکش میں	خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو' اندر نہ لے جاؤ
بہر آں لطفے کہ حق بر گزید	کرد بر تو علم لوح کل پدید
اس کرم کے طفیل کہ اللہ (تعالیٰ) نے آپ کو برگزیدہ بنایا	لوح محفوظ کا علم آپ پر ظاہر کر دیا
تا ملائک را معلم آمدی	دائما باحق مکلم آمدی
یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے استاد بنے	ہمیشہ اللہ 'تعالیٰ' سے گفتگو کرنے والے بنے
ہم سفیر انبیاء خواہی بدن	تو حیات جان وحی نے بدن
آپ انبیاء کے سفیر بھی بنیں گے	آپ وحی کی جان کی زندگی ہیں' نہ کہ بدن کی
بر سرافیلؑ فضیلت بود ازاں	کو حیات تن بود تو آن جاں
(حضرت) اسرافیلؑ پر آپ کو اسی لئے فضیلت ہے	کہ وہ بدن کی زندگی ہیں' آپ جان کی ملکیت ہیں
بانگ صورش نشأۂ تنہا بود	نفخ تو نشو دل یکتا بود
ان کے صور کی آواز جسموں کا زندہ ہونا ہے	آپ کا دم کرنا یکتا دل کا نشوو (نما) ہو گا
مغز جان تن حیات دل بود	پس زدادش داد تو فاضل بود
جسم کی جان کا مغز دل کی زندگی ہے	ان کی عطا سے آپ کی عطا بڑھی ہوئی ہے

بازمیکائیلؑ رزق تن دہد	سعی تو رزق دل روشن دہد
پھر (حضرت) میکائیل جسم کا رزق دیتے ہیں	آپ کی کوشش، روشن دل کو رزق دیتی ہے
او بداد کیل پر کرد ست ذیل	داد رزق تو نمی گنجد بہ کیل
انہوں نے پیمانہ کی عطا سے دامن بھر دیا ہے	آپ کے رزق کی عطا پیمانہ میں نہیں سماتی ہے
ہم زعزرائیلؑ با قہر و عطب	تو بہی چوں سبق رحمت برغضب
(حضرت) عزرائیل قہر اور ہلاکت والے سے بھی	آپ بہتر ہیں جیسے کہ رحمت کو غضب پر سبقت ہے
حامل عرش ایں چہار اند وتو شاہ	بہترین ہر چہارے ز انتباہ
یہ چاروں عرش کے حامل ہیں اور آپ شاہ ہیں	از روئے آگاہی چاروں سے بہتر ہیں
روز محشر ہشت بینی حاملانش	ہم تو باشی افضل ہشت آنزمانش
حشر کے دن آپ اس کے اٹھانے والے آٹھ دیکھیں گے	اس وقت آپ آٹھوں سے افضل ہونگے
ہمچنیں برمی شمر دو می گریست	بوئے میبرد او کزاں مقصود چیست
وہ اس طرح گناتی تھی اور روتی تھی	اس نے بھانپ لیا تھا کہ اس سے مقصد کیا ہے
معدن شرم و حیا بد جبرئیلؑ	بست آں سوگند ہا بروے سبیل
(حضرت) جبرئیل شرم اور حیا کی کان تھے	ان قسموں نے ان کا راستہ روک دیا
بسکہ لابہ کردش و سوگند داد	باز گشت و گفت یارب العباد
(زمین نے) ان کی بہت خوشامدیں کیں اور قسم دی	وہ واپس ہوگئے اور عرض کیا، یار رب العباد
کہ نبودم من بکارت سرسری	لیک ازانچہ رفت تو دانا تری
میں تیرے کام میں سست نہ تھا	لیکن جو ہوا تو اس کو خوب جانتا ہے
گفت نامے کہ زہولش اے بصیر	ہفت گردوں باز ماند از مسیر
اے بصیر! اس نے آپ کا وہ نام لیا جس کے رعب سے	ساتوں آسمان گردش سے رک جائیں
چوں بنام تو مرا سوگند داد	رحمت عام ست واحسان و وداد
جب اس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی	تیری رحمت اور احسان اور محبت عام ہے
شرم آمد گشتم از نامت خجل	ورنہ آساں ست نقل مشت گل
مجھے شرم آ گئی میں تیرے نام کی وجہ سے شرمندہ ہوگیا	ورنہ ایک مٹھی مٹی کا نقل کرنا آسان ہے

کہ تو زورے دادۂ املاک را	کہ بدانند ایں افلاک را
کیونکہ تو نے فرشتوں کو وہ طاقت عطا کی ہے	کہ وہ ان آسمانوں کو چاک کر دیں
مشت خاکے را چہ قدر و قوت ست	بر گرفتن لیک غالب رحمت ست
ایک مٹھی مٹی کا کیا رتبہ اور طاقت ہے	اٹھا لینے میں لیکن رحمت غالب ہے

شرح حبیبی

مقصود مولانا کا اس قصہ سے اس سوال و جواب کا بیان ہے جو آخر میں حضرت عزرائیل اور حق سبحانہ کے درمیان ہوئے ہیں اور انہی سوالات و جوابات کا مضمون وجہ ربط بما سبق ہے جب کہ یہ فائدہ ضروری معلوم ہو چکا۔ تو اب حل کتاب سنو جبکہ صانع عالم نے بھلوں اور بروں کی آزمائش کے لئے انسان کو پیدا کرنا چاہا تو اپنے مخلص فرشتہ جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ زمین سے مٹھی بھر مٹی ایک خاص وقت کے لئے لاؤ۔ وہ امتثال امر پر کمربستہ ہوئے اور زمین پر آئے تا کہ حکم خداوندی کی تعمیل کریں۔ پس اس فرمانبردار فرشتہ نے زمین کی طرف مٹی لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اس پر زمین نے مٹی دینے سے پہلو تہی کی اور ڈر گئی اور یوں گفتگو اور خوشامد شروع کی۔ کہ وحدہٗ لاشریک پیدا کرنے والے کی عزت کے لئے مجھے معاف کریں اور یہاں سے تشریف لے جائیں اور میری جان بخشی کریں آپ تشریف لے جائیں اور اپنے گھوڑے کی باگ میری طرف سے موڑ دیں۔ یعنی یہاں سے چلے جائیں اور برائے خدا آپ مجھے چھوڑ دیں اور اس عنایت کے لئے جس سے حق سبحانہ نے تم کو برگزیدہ اور مقبول بنایا ہے اور تم پر لوح عالم کا علم روشن کیا ہے حتیٰ کہ آپ فرشتوں کے معلم ہو گئے ہیں اور حق سبحانہ ہمیشہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور انبیاء کے پاس حق سبحانہ کے سفیر ہو کر جایا کریں گے۔ آپ مجھے تکلیف اوامر ونواہی اور خطر کی کشائش میں نہ ڈالیں یعنی مجھے انسان بننے کے لئے نہ لے جائیں جو کہ اس کشاکش میں مبتلا ہوگا۔ آپ روح کی جنت کا ذریعہ ہیں جو کہ محل وحی ہے نہ کہ حیات جسم کا اور اسی لئے آپ کو اسرافیل پر فضیلت ہے کہ وہ حیات جسم کا ذریعہ ہیں اور آپ حیات روح کا اور ان کی صور سے اجسام مست ہوں گے اور آپ کا نفخ دلوں کو مست کرے گا۔ اور حیات جسمانی کا مغز حیات دل ہے اس لئے آپ کی عطا ان کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔ یہ آپ کے اسرافیل پر فضیلت کا بیان ہے۔

اب میکائیل پر تفصیل کی وجہ سنئے۔ میکائیل غذائے جسمانی عطا فرماتے ہیں اور قلوب صافیہ کو غذا دیتے ہیں اور وہ تو اسی عطا سے لوگوں کا دامن بھرتے ہیں جو پیمانہ میں نہیں سماتے ہیں اور آپ کی عطا رزق کے پیمانہ میں نہیں سما سکتی۔ نیز عزرائیل قاہر و مہلک سے بھی آپ فائق ہیں اور یوں فائق ہیں جیسے رحمت حق قہر حق پر۔

الحاصل یہ چار فرشتے ہیں جو عرش خداوندی کو تھامے ہوئے ہیں۔ سو آپ اپنے تیقظ سے چاروں میں افضل ہیں۔ اور قیامت میں آٹھ فرشتے عرش بردار ہوں گے۔ اور آپ ان سب میں افضل ہوں گے۔

فائدہ:۔ اس مقام پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ مولانا کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل حاملان عرش ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ غالباً مولانا کو کوئی روایت ملی ہے جس کی بناء پر آپ نے ان کو حاملان عرش فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ جواب کس وقت ہے جبکہ عرش سے مراد عرش معروف مراد لیا

جائے جیسا کہ مولانا کا ظاہر کلام اس کو مقتضی ہے لیکن اگر عرش سے ملک حق سبحانہ اور حمل سے تدبیر۔ تصرف مراد لیا جائے جیسا کہ ولی محمد اور مولانا بحر العلوم نے کہا ہے تو اس پر یہ شبہ نہ ہوگا لیکن ظاہر کلام مولانا اس توجیہ سے آبی ہے چونکہ وہ تقریر عوام کی فہم سے بالاتر ہے۔ اس لئے ہم نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ **من شاء فلیرجع الیٰ حواشیهما)**

الحاصل زمین جبرائیل علیہ السلام کی ایک ایک صفت گنتی تھی اور روتی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس سے مقصود کیا ہے اور وہ باعلام حق سبحانہ جانتی تھی۔ کہ اس سے انسان بنایا جائے گا پھر اس کو مکلّف کیا جائے گا اس کے بعد عاصیوں کو سزا اور مطیعوں کو جزا دی جائے گی یہ تو زمین کی حالت کا بیان تھا۔ اب سنو کہ جبریل علیہ السلام نے کیا کہا۔ سو چونکہ وہ معدن شرم وحیا تھے اس لئے ان کو شرم آئی کہ حق سبحانہ کا واسطہ دینے اور حق سبحانہ کی قسمیں دینے پر بھی اس سے مٹی لے لی جائے۔ اور ان قسموں نے ان کے لئے مٹی لینے کی راہ کو مسدود کر دیا اور چونکہ اس نے بہت سی خوشامدیں کیں اور بہت سی قسمیں دیں اور چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اسی وقت اور میرے ہی ہاتھ سے اس کام کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے تا حکم ثانی مٹی کا لینا ملتوی کر دیا اور عرض حال کے لئے حق سبحانہ کی طرف لوٹ گئے اور جا کر عرض کیا کہ اے اللہ! میں آپ کے کام میں کوتاہی کرنے والا نہ تھا لیکن جو واقعہ پیش آیا ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں اس نے وہ نام لیا جس کی ہیبت سے ہفت آسمان بھی گردش سے رک جائیں۔ اس لئے میں مٹی لینے سے رک گیا۔ اور چونکہ اس نے مجھے آپ کے نام کی قسم دی تو مجھے شرم آئی اور میں آپ کے نام سے شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ آپ کی رحمت اور احسان اور محبت عام ہے۔ اس لئے کچھ بعید نہیں ہے کہ آپ اپنے اس حکم کو منسوخ فرما دیں۔ بناء بریں میں نے مٹی کا لینا سردست ملتوی کیا اور عرض حال کے لئے حضور میں حاضر ہوا ورنہ مٹھی بھر مٹی کا لے آنا تو بہت معمولی کام تھا کیونکہ آپ نے تو فرشتوں کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ آسمانوں کو پارہ پارہ کر دیں پھر مٹھی بھر خاک کیا چیز ہے اور اس کی کیا طاقت ہے کہ وہ رک جائے اور نہ آئے لیکن مٹی لینے پر جو کہ قہر تھا۔ بوجوہ مذکورہ رحم غالب ہوا اس لئے تا حکم ثانی مٹی کا لینا ملتوی کیا۔

اب حکم ثانی کا منتظر ہوں یا یوں کہا جائے کہ چونکہ آپ میں صفت رحم غالب ہے اس پر نسخ حکم کا احتمال غالب ہوا اور میں نے مٹی لینا حکم ثانی تک ملتوی کر دیا پھر جبکہ جبرائیل علیہ السلام سے اس قدر شفقت کا ظہور ہوا تو حق سبحانہ نے اس خدمت کو ان سے واپس لے کر اس کو میکائیل کے سپرد کیا جس کا بیان اشعار آئندہ میں آتا ہے۔

فرستادن میکائیل علیہ السلام را بقبض قبضۂ خاک از زمین جہت ترکیب وترتیب جسم مبارک ابوالبشر خلیفۃ الحق مسجود الملائکۃ و معلّمہم حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت میکائیل کو بھیجنا زمین کی مٹی کی ایک مٹھی لینے کے لئے انسانوں کے باپ کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور فرشتوں کے مسجود اور ان کے استاد حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

گفت میکائیلؑ را رو تو بزیر	مشت خاکے در ربا از وے دلیر
(حضرت) میکائیل سے فرمایا تو نیچے جا	اے بہادر! اس سے ایک مٹھی مٹی اڑا لا

چونکہ میکائیلؑ شد تا خاکداں	دست کرد او تا کہ برباید ازاں
جب (حضرت) میکائیلؑ زمین پر پہنچے	ہاتھ بڑھایا تاکہ اس میں سے لے لیں
خاک لرزید و درآمد در گریز	گشت او لابہ کناں و اشک ریز
زمین کانپی اور اس نے گریز کیا	وہ خوشامد کرنے لگی اور اس نے آنسو بہائے
سینہ سوزاں لابہ کرد و اجتہاد	با سرشک خونیش سوگند داد
جلے دل سے اس نے خوشامد اورکوشش کی	خون کے آنسوؤں کے ساتھ ان کو قسم دی
کہ بہ یزدان لطیف بے ندید	کہ بکردت حامل عرش مجید
کہ بے مثال، مہربان خدا کے واسطے	جس نے آپ کو عرش مجید کا اٹھانے والا بنایا ہے
کیل ارزاق جہاں را مشرفی	تشنگان فضل را تو مغرفی
آپ جہان کے رزقوں کے پیمانہ کے نگراں ہیں	(اللہ کے) فضل کے پیاسوں کوآپ چلوبھر کردینے والے ہیں
زانکہ میکائیلؑ از کیل اشتقاق	دارد و کیال شد درا رتزاق
کیونکہ میکائیلؑ کیل سے مشتق	ہےاوروہ رزق حاصل کرنے میں پیانہ سے ناپ کردینے والا ہے
کہ امانم دہ مرا آزاد کن	بیں کہ خوں آلودہ میگویم سخن
مجھے امن دیدیجئے، مجھے آزاد کر دیجئے	دیکھ لیجئے کہ خون سے آلودہ ہوکر میں بات کررہی ہوں
معدن رحم الٰہ آمد ملک	گفت چوں ریزم براں ریش ایں نمک
فرشتہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت کی کان ہوتا ہے	(اس لئے میکائیل نے) کہا کہ میں اس زخم پر یہ نمک کیسے چھڑکوں؟
ہم چناں کہ معدن قہر ست دیو	کہ برآورد از بنی آدمؑ غریو
جس طرح شیطان قہر کی کان ہے	جس نے بنی آدمؑ میں شور برپا کر دیا ہے
سبق رحمت بر غضب ہست اے فتا	لطف غالب بود در وصف خدا
اے نوجوان! رحمت غضب سے آگے ہے	خدا کی صفات میں مہربانی غالب تھی
بندگاں دارند لابد خوی او	مشکہا شاں پرز آب جوی او
بندے لامحالہ اس کی عادت رکھتے ہیں	ان کی مشکیں اس کی نہر سے پر ہیں
آں رسول حق قلاووز سلوک	گفت الناس علیٰ دین الملوک
اللہ کے رسولؐ سلوک کے رہنما	نے فرمایا، لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں

رفت میکائیلؑ سوی رب دیں	خالی از مقصود دست و آستیں
(حضرت) میکائیلؑ دین کے رب کی جانب چلے گئے	ہاتھ اور آستین، مقصود سے خالی تھا
گفت اے دانای سر و شاہ دیں	کرد خاک لابہ گر نوحہ و انیں
عرض کیا اے راز کے جاننے والے اور دین کے شاہ!	خوشامدی زمین نے آہ و بکار شروع کر دی
خاکم از زاری و نوحہ پست کرد	گریۂ بسیار کرد آں روی زرد
زمین نے عاجزی اور رونے کے ذریعہ مجھے زیر کر دیا	وہ زرد رو بہت روئی
آب دیدہ پیش تو باقدر بود	من نتانستم کہ آرم ناشنود
تیرے سامنے آنسو باعزت تھے	میں ان سنی نہ بنا سکا
آہ و زاری پیش تو بس قدر داشت	من نتانستم حقوق آں گذاشت
آہ و زاری تیرے سامنے بڑی قدر رکھتی ہے	میں اس کے حقوق کو نظرانداز نہ کر سکا
پیش تو بس قدر دارد چشم تر	من چگو نہ گشتمے استیزہ گر
پرنم آنکھ تیرے سامنے بہت رتبہ رکھتی ہے	میں کیسے جھگڑالو بنتا؟
دعوت زاریست روزے پنج بار	بندہ را کہ در نماز آو بزار
ایک دن میں پانچ مرتبہ رونے کی دعوت ہے	بندے کو کہ نماز میں آ اور رو
نعرۂ موذن کہ حی علی الفلاح	آں فلاح ایں زاریست واقتراح
موذن کا نعرہ کہ "فلاح کی جانب آ"	وہ فلاح عاجزی اور گڑگڑانا ہے
آنکہ خواہی کز غمش خستہ کنی	راہ زاری بر دلش بستہ کنی
جس کو تو غم سے نڈھال کرنا چاہتا ہے	اس کے دل پر (آہ و) زاری کا راستہ بند کر دیتا ہے
تا فرود آید بلا بے دافعے	چوں نباشد از تضرع شافعے
تاکہ بغیر روک، بلا نازل ہو جائے	جبکہ (آہ و) زاری کا سفارشی نہ ہو گا
وانکہ خواہی کز بلایش و اخری	جان او را در تضرع آوری
اور جس کو تو بلا سے نجات دلانا چاہتا ہے	اس کی جان کو (آہ و) زاری میں مبتلا کر دیتا ہے
گفتۂ اندر نبے کاں امتاں	کہ برایشاں آمد آں قہر گراں
تونے قرآن میں کہا ہے کہ وہ امتیں	جن پر بھاری قہر آیا

چوں تضرع می نہ کردند آں نفس	تا بلا ز ایشاں بگشتے باز پس
انہوں نے اسی وقت (آہ و) زاری کیوں نہ کی؟	تاکہ ان سے بلا واپس ہو جاتی
لیک دلہا شاں چو قاسی گشتہ بود	آں گنہ ہاشاں عبادت میں نمود
لیکن چونکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے	وہ گناہ ان کو عبادت معلوم ہوتے تھے
تاندانند خویش را مجرم عنید	آب از چشمش کجا داند دوید
جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے	آنسو اس کی آنکھ سے کہاں بہنا جانتا ہے؟

قصۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام در بیان آنکہ تضرع وزاری دافع بلائے آسمانی ست وحق تعالیٰ فاعل مختارست پس تضرع وزاری و تعظیم پیش او مفید باشد و فلاسفہ گویند فاعل بطبع ست و بعلت نہ مختار پس تضرع طبع را نگرداند

(حضرت) یونس علیہ السلام کا قصہ اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی بلا کے لئے دافع ہے اور اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے۔ تو عاجزی اور زاری اور تعظیم اس کے سامنے مفید ہوگی اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ طبعاً اور علت کے طور پر فاعل ہے نہ کہ مختار تو عاجزی طبیعت کو نہیں بدل سکتی

قوم یونسؑ را چو پیدا شد بلا	ابر پرآتش جدا شد از سما
جب (حضرت) یونسؑ کی قوم کے لئے بلا ظاہر ہوئی	آگ بھرا ابر آسمان سے جدا ہوا
برق می انداخت میسوزید سنگ	ابر می غرید رخ میریخت رنگ
بجلی گراتا تھا، پتھر کو جلاتا تھا	بادل گرج رہا تھا چہرے کا رنگ اڑ رہا تھا
جملہ گاں بر بامہا بودند شب	کہ پدید آمد زبالا آں کرب
رات کو سب بالاخانوں پر تھے	کہ اوپر سے وہ مصیبتیں رونما ہو گئیں
جملگاں از بامہا زیر آمدند	سر برہنہ جانب صحرا شدند
بالاخانوں سے سب نیچے اتر آئے	ننگے سر جنگل کی طرف بھاگے
مادراں بچگاں بروں انداختند	تاہمہ نالہ و نفیر افراختند
ماؤں نے بچوں کو باہر نکال ڈالا	حتیٰ کہ سب نے گریہ و زاری بلند کی
از نماز شام تا وقت سحر	خاک می کردند بر سرآں نفر
شام کی نماز سے صبح کے وقت تک	وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے

جملگی آوازہا بگرفتہ شد	رحم آمد برسر آں قوم لد
سب کی آوازیں بیٹھ گئیں	اس جھگڑالو قوم پر رحم آ گیا
بعد نومیدی و آہ ناشگفت	اندک اندک ابروا گشتن گرفت
ناامیدی اور بے صبری کی آہوں کے بعد	ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا
قصۂ یونسؑ دراز ست و عریض	وقت خاکست و حدیث مستفیض
(حضرت) یونسؑ کا قصہ لمبا اور چوڑا ہے	مٹی اور مشہور قصہ کا وقت ہے
چوں تضرع را برحق قدرہا ست	آں بہا کانجاست زاری را کجاست
چونکہ آہ و زاری کی خدا کے یہاں بہت قدر ہے	آہ و زاری کی جو قیمت وہاں ہے اور کہاں ہے؟
ہیں امید اکنوں میانرا چست بند	خیز اے گرینده و دائم بخند
خبردار! امید رکھ اب کمر خوب کس لے	اے رونے والے! اٹھ اور ہمیشہ کے لئے مسکرا
باتضرع باش تاشاداں شوی	گریہ کن تابید ہاں خنداں شوی
آہ و زاری کر تاکہ تو خوش رہے	رو تاکہ بغیر منہ کے ہنسے
کہ برابر می نہد شاہ مجید	اشک را در فضل باخون شہید
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برابر رکھا ہے	فضیلت میں آنسو کو شہید کے خون کے ساتھ
لابہ کرد و اشک چشم خویش راند	رحمت آمد واں غضب را وانشاند
اس (قوم) نے خوشامد کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہائے	رحمت آ گئی اور غضب کو ختم کر دیا

شرح حبیبی

جب جبریل علیہ السلام سے اس خدمت کو لے لیا تو میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا اور کہا کہ تم نیچے جاؤ اور زمین سے بہادرمانہ ایک مٹھی خاک لے آؤ۔ پس جبکہ میکائیلؑ زمین پر آئے تو آپ نے ہاتھ بڑھایا تاکہ اس سے مٹی لے جائیں یہ دیکھ کر زمین تھرا گئی۔ اور اس نے مٹی دینے سے پہلوتہی کی اور خوشامد کرنے لگی اور آنسو بہانے لگی اور اس نے جلے دل سے خوشامد اور سعی کی اور خون رو کر قسم دی اور کہا کہ تمہیں قسم ہے اس خدائے مہربان و بے مثل کی جس نے تم کو حامل عرش مجید بنایا ہے تم ارزاق عالم کے نگران اور تشنگاں فضل کے چلو بھرنے والے ہو یعنی طالبان رزق کو رزق تقسیم کرنے والے ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کے نام کا میکائیل ہونا خود اس بات کا ثبوت ہے اس لئے کہ میکائیل کیل سے مشتق ہے اور وہ روزی حاصل کرنے کے باب میں کیال ہیں) تم مجھے امان دو اور اس بلا سے چھڑاؤ۔

دیکھو میں خون آلود ہو کر گفتگو کرتی ہوں تم اس کا لحاظ کرو۔ زمین کی یہ حالت دیکھ کر میکائیل علیہ السلام نے مٹی لینا سردست ملتوی کر دیا اور کہا کہ یہ تو آپ ہی زخمی ہے اس کے زخم پر نمک کیوں چھڑکوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فرشتے رحمت حق سبحانہ کا معدن ہیں جس طرح کہ شیاطین جن کے ظلم سے لوگ چلا اٹھے ہیں قہر حق سبحانہ کا معدن ہیں۔ رہی یہ بات کہ فرشتے معدن رحمت کیوں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت حق سبحانہ اس کے غضب سے بڑھی ہوئی ہے اور وصف خداوندی میں لطف غالب ہے اس لئے جو اس کے خاص بندے ہیں وہ حق سبحانہ ہی کی خصلت رکھتے ہیں اور ان کی مشکیں ان کے آب جو سے پر ہوتی ہیں۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ راہ سلوک کے راہبر ہیں فرماتے ہیں۔ **الناس علیٰ دین ملوکھم** یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے طریق پر ہوتے ہیں۔ پس فرشتے چونکہ حق سبحانہ کی سلطنت کو تسلیم کرنے والے اور اس کے مطیع ہیں اس لئے ان میں حق سبحانہ ہی کی خصلت ہے اور وہ بھی معدن رحمت ہیں۔ برخلاف شیاطین کے کہ چونکہ وہ باغی ہیں اس لئے ان میں بجائے رحمت کے قہر غالب ہے۔

خیر تو میکائیل علیہ السلام نے بھی نہیں لی۔ اور خالی ہاتھ حق سبحانہ کی طرف واپس ہو گئے اور جا کر کہا کہ اے عالم امور مخفیہ اور اے رب دین خوشامد کرنے والی زمین روئی پیٹی اور اس نے مجھے اپنے گریہ وزاری سے مٹی لینے سے روک دیا کیونکہ اس نے بہت گریہ وزاری کی اور چونکہ آنسوؤں کی آپ کے سامنے بہت قدر ہے اور میں آپ کے اخلاق سے متخلق ہوں اس لئے میں اس کے گریہ کو نظر انداز نہ کر سکا اور چونکہ آہ وزاری آپ کے یہاں بہت باوقعت ہے اس لئے مجھ سے نہ ہو سکا کہ میں اس کے حقوق کو ضائع کر دوں۔ اور جبکہ چشم تر کی آپ کے یہاں بے حد قدر ہے تو بھلا میں اس کی مزاحمت کیسے کر سکتا تھا۔ پس میں بدیں خیال کہ شاید آپ اس کی گریہ وزاری پر نظر فرما کر اپنے حکم سابق کو منسوخ فرما دیں جیسا کہ آپ ایسی حالت میں کیا کرتے ہیں خالی ہاتھ واپس چلا آیا اور حکم ثانی تک مٹی کالانا ملتوی کر دیا۔

یہاں سے مولانا کا مضمون شروع ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ آپ کے نزدیک گریہ وزاری کی بہت قدر ہے جیسا کہ میکائیل علیہ السلام نے فرمایا ہے چنانچہ ہر روز پانچ مرتبہ بندہ کو آپ زاری کی دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آؤ اور اپنی نماز میں زاری کرو۔ چنانچہ موذن جو پانچ وقت **حی علی الفلاح** کہتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آؤ رستگاری کی طرف۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آؤ تضرع کرو۔ کیونکہ فلاح زاری اور خستگی ہی ہے اور جس کے دل کو آپ غم ابدی کے تیروں سے زخمی کرنا چاہتے ہیں اس کے دل پر آپ راہ تضرع کو بند کر دیتے ہیں تاکہ اس وقت جبکہ اس کے لئے تضرع شفاعت کنندہ نہ ہو۔ بلا اس پر بدوں کسی واقع کے نازل ہو۔ اور جس کو آپ بلا سے نجات دینا چاہتے ہیں اس کو تضرع عطا فرماتے ہیں تاکہ اس کی برکت سے وہ بلا اس سے دفع ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جن لوگوں پر ہمارا زبردست قہر نازل ہوا تھا انہوں نے اس وقت تضرع کیوں نہ کیا کہ بلا ان سے لوٹ جاتی لیکن وہ ایسا کیوں کرتے کیونکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے اور جبکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے تو ان کو گناہ عبادت معلوم ہوتے تھے اور جب تک کوئی شخص اپنے کو قصوروار نہ سمجھے اس وقت تک وہ رو نہیں سکتا اور وہ اپنے سنگ دل سے اپنے کو مجرم سمجھتے نہ تھے تو روتے کیونکر۔ اور جبکہ وہ روئے نہیں تو ان سے بلا بھی دفع نہیں ہوئی لیکن اگر وہ تضرع وزاری کرتے تو ضرور ان سے بلا دفع ہو جاتی۔ چنانچہ جب قوم یونس علیہ السلام کے لئے

بلا ظاہر ہوئی ہے اور ان کی سرکوبی کے لئے آسمان سے آگ سے لبریز ابر چلا ہے جس کی حالت یہ تھی کہ بجلی گرا کر پتھروں کو پھونک دیتا تھا اور گرجتا تھا تو چہروں کا رنگ اڑ جاتا تھا تو اس وقت رات کا وقت تھا اور سب لوگ کوٹھوں پر تھے۔ پس جبکہ اوپر یہ بلا ظاہر ہوئی تو سب کوٹھوں سے اتر آئے اور ننگے سر جنگل کو چل دیئے اور عورتوں نے اپنے بچوں کو باہر لے جا ڈالا اور نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے رونا پیٹنا شروع کیا اور مغرب کے وقت سے صبح تک اپنے سر پر خاک ڈالتے رہے اور چیختے چیختے سب کے گلے پڑ گئے کہ آوازیں نہ نکلتی تھیں۔ اس پر حق سبحانہ کو اس جھگڑالو قوم پر رحم آیا اور ناامیدی اور بے صبرانہ آہ وزاری کے بعد رفتہ رفتہ ابر ہٹنا شروع ہو گیا اور بالآخر تمام ابر صاف ہو گیا۔

خیر یونس علیہ السلام کا قصہ تو بہت لمبا چوڑا ہے اس کو ختم کرنا چاہئے اور زمین کی حالت اور اس مشہور قصہ کے بیان کا وقت ہے اس کو بیان کرنا چاہئے لیکن اتنا ضرور کہہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ حق سبحانہ کے نزدیک تضرع وزاری کی بے حد قدر ہے اور جو اس کے یہاں قدر ہے وہ اور کہیں نہیں تو اے رونے والے کی امید اب تو کمر مضبوط باندھ لے اور رحمت الٰہی کے لئے تیار ہو جا اور اے رونے والے اٹھ اور ہمیشہ کے لئے ہنس۔ اب تیرے لئے خندہ دائم ہے۔ مطلب ہمارا یہ ہے کہ تم تضرع کرتے رہو۔ تاکہ تمہیں خندہ ابدی حاصل ہو اور خوب روؤ۔ تاکہ تم بے منہ کے ہنسو۔ یعنی تم کو فرحت روحانی حاصل ہو اور تمہاری روح ہنسے جو کہ منہ نہیں رکھتی کیونکہ حق سبحانہ کے یہاں رونے کی بڑی قدر ہے اور حق سبحانہ آنسوؤں کو خون شہداء کے برابر فضیلت دیتے ہیں اور جوں ہی کسی نے تضرع کیا اور آنسو بہائے فوراً رحمت الٰہی آتی ہے اور قہر حق کو دبا دیتی ہے۔

فائدہ: ۔محشی نے لابہ کرد کی ضمیر کو قوم یونس کی طرف راجع کیا ہے مگر میرے نزدیک مناسب نہیں۔

اس مضمون کو ختم کر کے پھر زمین کے قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

فرستادن اسرافیل را علیہ السلام بخاک کہ برو و قبضۂ برگیر از خاک بہر ترکیب جسم آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اسرافیلؑ علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجنا' کہ جاؤ اور حضرت آدمؑ

''ہمارے نبی اور ان پر درود وسلام ہو'' کے جسم کے بنانے کیلئے ایک مٹھی مٹی لے آؤ

گفت اسرافیلؑ را یزدان ما	کہ بروزاں خاک پر کن کف بیا
ہمارے خدا نے (حضرت) اسرافیلؑ سے فرمایا	کہ جاؤ اس مٹی سے مٹھی بھرو آ جاؤ
آمد اسرافیلؑ ہم سوئے زمیں	باز آغازید خاکستاں حنیں
(حضرت) اسرافیلؑ بھی زمین کی جانب آئے	زمین نے پھر رونا شروع کر دیا
کاے فرشتہ صور واے بحر حیات	کہ ز دمہائے تو جاں یابد موات
کہ اے صور کے فرشتے! اور اے زندگی کے سمندر!	کہ آپ کے سانسوں سے مردے زندہ ہو جاتے ہیں

دردمی در صور یک بانگ عظیم	پرشود محشر خلائق از رمیم
آپ صور میں ایک بڑی آواز پھونکیں گے	محشر بوسیدہ ہڈیوں کی (زندہ) مخلوق سے پر ہو جائے گا
دردمی در صور و گوئی الصلا	برجہید اے کشتگان کربلا
آپ صور میں پھونکیں گے اور کہیں گے' بلاوا ہے	اے کربلا کے شہیدو! اٹھ کھڑے ہو
اے ہلاکت دیدگاں از تیغ مرگ	برزنید از خاک سر چوں شاخ و برگ
اے موت کی تلوار سے ہلاک ہونے والو!	شاخ اور پتوں کی طرح زمین سے سر ابھارو
رحمت تو واندم گیرای تو	پرشود ایں عالم از احیای تو
آپ کی رحمت اور آپ کا وہ ہمہ گیر دم کرنا	یہ عالم آپ کے زندہ کرنے سے بھر جائے گا
تو فرشتہ رحمتی رحمت نما	حامل عرشی و قبلہ داد ہا
آپ فرشتہ رحمت ہیں' رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں	آپ عرش کے حامل اور انصاف کے قبلہ ہیں
عرش معدنگاہ داد و معدلت	چار جو در زیر او پر مغفرت
عرش' انصاف اور عدل کی کان ہے	مغفرت سے پر' چار نہریں اس کے نیچے ہیں
جوی شیر و جوی شہد جاوداں	جوی خمر و دجلۂ آب رواں
دودھ کی نہر اور نہ ختم ہونے والے شہد کی نہر	شراب کی نہر اور بہتے پانی کا دجلہ
پس زعرش اندر بہشتستاں رود	در جہاں ہم چیز کے ظاہر شود
پھر وہ عرش سے جنت کے اندر پہنچتی ہیں	دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہو جاتی ہیں
گرچہ آلودست اینجا آں چہار	از چہ از زہر فنائے ناگوار
اگرچہ وہ چاروں یہاں گدلی ہیں	کس چیز سے؟ ناگوار فنا کے زہر سے
جرعۂ برخاک تیرہ ریختند	زاں چہار و فتنۂ انگیختند
انہوں نے تاریک مٹی پر ایک گھونٹ بہایا	ان چاروں سے اور فتنہ بپا کر دیا
تا بجویند اصل آنرا ایں خساں	خود بدیں قانع شدند ایں ناکساں
تاکہ یہ کمینے ان کی اصل کو تلاش کریں	نالائق خود اس پر قناعت کر بیٹھے
شیر دادہ پرورش اطفال را	چشمہ کردہ سینہ ہر زال را
بچوں کی پرورش کے لئے دودھ دیا	ہر عورت کے سینہ کو چشمہ بنا دیا

خمر دفع غصہ و اندیشہ را	چشمہ کردہ از عنب در باغہا
شراب، غصہ اور فکر کو دور کرنے کے لئے	باغوں میں انگور سے (اس کا) چشمہ جاری کر دیا
انگبیں دار و تن رنجور را	چشمہ کردہ باطن زنبور را
شہد، مریض کے جسم کے لئے دوا ہے	شہد کی مکھی کے باطن کو (اس کا) چشمہ بنا دیا
آب بہر عام اصل و فرع را	از برای طہر و بہر کرع را
پانی عوام کی جڑ اور شاخ کے لئے	پاکی اور پینے کے لئے
تا ازینہا پے بری سوی اصول	تو بدیں قانع شدی اے بوالفضول
تاکہ تو ان سے اصل کا پتہ لگائے	اے لغو! تو نے اس پر قناعت کر لی
بشنو اکنوں ماجرای خاک را	کہ چہ میگوید فسوں محراک را
اب مٹی کا قصہ سن	کہ حرکت دینے والے (اسرافیل) کو کیا منتر سنا رہی ہے؟
پیش اسرافیلؑ گشتہ او عبوس	میکند صد گونہ شکل چاپلوس
وہ (حضرت) اسرافیلؑ کے سامنے ترشرو بنی	خوشامد کی سینکڑوں قسم کی صورتیں بناتی تھی
کہ بحق ذات پاک ذوالجلال	کہ مدار ایں قہر را بر من حلال
کہ اللہ (تعالیٰ) کی پاک ذات کا واسطہ	یہ ظلم مجھ پر جائز نہ رکھئے
من ازیں تقلید بوی میبرم	بد گمانی میرود اندر سرم
میں اس گلے میں پھندا ڈالنے سے تاڑ رہی ہوں	میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہو رہی ہے
تو فرشتہ رحمتی رحمت نما	زانکہ مرغے را نیازارد ہما
آپ رحمت کے فرشتے، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں	کیونکہ ہما، پرند کو نہیں ستاتا ہے
اے شفاؤ رحمت اصحاب درد	تو ہماں کن کاں دو نیکو کار کرد
اے دردمندوں کی شفا اور رحمت!	آپ وہی کیجئے جو ان دو بھلوں نے کیا
زود اسرافیلؑ باز آمد بشاہ	گفت عذرو ماجرا نزد لہ
(حضرت) اسرافیلؑ فوراً شاہ کے پاس واپس آ گئے	اللہ (تعالیٰ) سے عذر اور قصہ بیان کیا
کز بروں فرماں بادادی کہ بگیر	عکس آں الہام دادی در ضمیر
کہ بظاہر آپ نے حکم فرمایا کہ لے لے	دل میں اس کے برعکس الہام کر دیا

امر کردی در گرفتن سوی گوش	نہی کردی از قساوت سوی ہوش
تونے کان کو لے لینے کا حکم دیا	عقل کو سختی کرنے سے منع کر دیا
رحمت او بیحد ست و بیکراں	او حکیم ست و کریم و مہرباں
اس کی رحمت لاانتہا اور لامحدود ہے	وہ دانا اور سخی اور مہربان ہے
سبق رحمت گشت غالب بر غضب	اے بدیع افعال نیکو کار رب
رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے	اے عجیب افعال اور اچھے کام والے خدا!

شرح حبیبی

جب کہ میکائیل علیہ السلام سے بھی یہ خدمت لے لی گئی تو اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اس خاک سے مٹی بھر لاؤ یہ حکم سن کر اسرافیل علیہ السلام بھی زمین کے پاس آئے جب وہ آئے تو زمین نے حسب سابق پھر رونا شروع کیا اور کہا کہ اے فرشتۂ صور! اور اے بحر حیات کہ آپ کے نفخ سے مردہ زندہ ہوتا ہے اور آپ جب صور پھونکیں گے تو باوجود یکہ ہڈیاں گلی سڑی ہوں گی مگر آپ کے صور سے محشر مخلوق سے بھر جائے گا اور آپ جب صور پھونکیں گے اور کہیں گے اے کشتگان کربلا (یا تو مطلق دنیا مراد ہو یا خاص کربلائے معروف والاول ارجح) تم کو اعلان ہے تم اٹھو۔ تو آپ کی رحمت اور آپ کی مؤثر نفخ سے عالم آخرت آپ کے زندہ کئے ہوئے لوگوں سے بھر جائے گا۔ آپ مجھ پر رحم کیجئے کیونکہ آپ فرشتہ رحمت ہیں اور آپ حامل عرش و حامل مرجع عطایا ہیں۔

اب مولانا استطرادی طور پر فرماتے ہیں کہ عرش معدن بخشش و عدل ہے اور اس کے نیچے چار نہریں ہیں جو معرفت سے لبریز ہیں ایک دودھ کی نہر ہے دوسری شہد دائم کی۔ تیسری شراب کی چوتھی آب جاری کی۔ یہ چاروں عرش سے نکل کر بہشت میں جاتی ہیں اور اس عالم میں بھی اپنے مظاہر ہیں ان کا کسی قدر ظہور ہے گو یہاں وہ اپنی حرافت پر باقی نہیں ہیں۔ بلکہ آلودہ ہیں کس چیز سے فنائے ناخوش زہر سے۔ قضا و قدر نے ان چاروں کا چھینٹا اس مکدر خاک پر ڈال دیا۔ اور صورت امتحان پیدا کر دی ہے تاکہ لوگ ان کی اصل کو تلاش کریں اور وہ تدبیر کریں جس سے وہ حاصل ہوسکیں۔

مقصود تو ان کی دنیا میں ظاہر کرنے سے یہ تھا مگر یہ ذلیل لوگ انہیں پر قانع ہو گئے اور انہی کو اصل سمجھ کر انہی میں منہمک ہو گئے اور پھر تم سے کہا ہے کہ ان چادرں کو دنیا میں بھی کسی قدر ظاہر فرمایا ہے۔

سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ بچوں کی پرورش کے لئے ماؤں کو دودھ دیا ہے اور ہر اس عورت کے سینہ کو اس کا چشمہ بنایا ہے۔ یعنی اس میں چشمہ بننے کی قابلیت رکھی ہے جو کہ اگر زندہ رہے تو بڑھیا ہو جائے (والشاذ کالمعدوم فلم یعتد بالعواقر۔ ففی قولہ زال مجاز باعتبار مایؤل الیہ الامر۔ وفی قولہ ہر مجاز ثان وفی قولہ چشمہ کردہ مجاز ثالث۔

فتدبر) اور اس نے افکار وہموم کے دفع کے لئے شراب عطا کی ہے۔ یعنی اس میں ان کے دفع کرنے کی خاصیت رکھی ہے تا کہ اس سے معلوم ہو جائے کہ شراب جنت کے پینے والوں کو رنج وفکر اصلاً نہ ہوگا اور پینا تو در کنار خود جنت میں جہاں وہ جاری ہے رنج وغم کا نام نہ ہوگا اور اس کا چشمہ باغوں میں انگوروں کو بنایا ہے۔

فائدہ:۔ یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ جب شراب کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے تو پھر اس کے پینے کی ممانعت کیوں ہے اس لئے کہ اول تو شراب ایک عرصہ تک حلال رہی ہے اور اس کی خاصیت سے لوگ بخوبی واقف ہو گئے ہیں۔ پھر کسی شئے کی خاصیت کا معلوم ہونا اس کی اباحت استع ل پر موقوف نہیں کیونکہ خاصین بکثرت ہیں ان کے ذریعہ سے اس کی خاصیت کا علم ہو سکتا ہے۔ پس جبکہ یہ مصلحت اس کے عدم جواز کی صورت میں بھی حاصل ہے تو اب ضرورت نہیں ہے کہ اس مصلحت کو نظر انداز کر دیا جائے جو اس کی حرمت کے لئے مقتضی ہے) اور اس نے جسم بیمار کو دوا کے لئے شہد عطا فرمایا ہے اور اس کا چشمہ باطن مگس کو قرار دیا ہے اور اس نے عام طور پر اصول وفروع کو پانی دیا ہے کہ وہ اس سے پاکی حاصل کریں اور پئیں۔ اور یہ تمام اس لئے کیا ہے کہ تم ان سے ان کے اصولوں کا پتہ چلاؤ اور ان کے حاصل کرنے کی تدبیر کرو۔ لیکن تم نے یہ بیہودگی کی کہ انہی پر قانع ہو گئے اور انہی کو مقصود سمجھ بیٹھے۔

افسوس ہے خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب زمین کا قصہ سنو کہ وہ اسرافیل علیہ السلام سے کیا جادو کی باتیں کرتی ہے۔ ہاں تو زمین اسرافیل علیہ السلام کے سامنے منہ بگاڑ کر سینکڑوں صورت سے خوشامد کرتی ہے اور کہتی ہے کہ خدائے ذوالجلال اور پاک کے لئے تم قہر کو مجھ پر جائز نہ رکھو۔ بلکہ مجھ پر رحم کرو مجھے اس کارروائی سے پتہ چلتا ہے کہ مجھے مکلّف بنایا جائے گا اور اس سے میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ آپ فرشتہ رحمت ہیں آپ کا کام رحم ہے۔ لہذا مجھ پر رحم فرمائیے اور مجھے نہ ستائیے کیونکہ ہما کسی جانور کو نہیں ستاتا۔ اور اے ارباب تکلیف کے لئے موجب شفا اور سراپا رحمت۔ آپ بھی وہی کریں جو آپ کے دونکوکار پیشتروں نے کیا ہے۔

یہ سن کر اسرافیل علیہ السلام فوراً لوٹ آئے اور زمین کی معذرت اور پورا واقعہ حق سبحانہ سے عرض کر دیا اور کہا کہ اے بدیع افعال اور نکوکار پروردگار آپ نے ظاہر میں تو یہ حکم دیا کہ مٹی لے آؤ اور میرے قلب میں القاء فرمایا کہ اچھا جانے دو اور کان میں حکم دیا کہ مٹی لے آؤ۔ اور دل میں سنگدلی سے ممانعت فرما دی اور فرما دیا کہ اس کی رحمت بے حد اور بے انتہا ہے وہ حکیم اور کریم اور مہربان ہے اس کی رحمت غضب سے فائق ہو کر اس پر غالب ہو گئی ہے۔ لہذا میں خالی ہاتھ واپس چلا آیا (خلاصہ یہ کہ جب زمین نے گریہ وزاری کی تو مجھ پر یہ خیال غالب ہوا کہ حق سبحانہ کریم ورحیم ورؤف ہیں وہ اس گریہ وزاری کو نظر انداز نہ کریں گے۔ اور ضرور اپنے حکم کو منسوخ فرمائیں گے۔ نیز اس کی حالت قابل رحم ہے اس پر رحم کرنا چاہئے اور سنگدلی سے کام نہ لینا چاہئے اور چونکہ میں نفس سے منزہ اور شیطان کے تسلط سے بالاتر تھا اس لئے میں نے آپ کے اس مخفی حکم کو ناسخ حکم ظاہر سمجھا اور واپس لوٹ آیا۔

فرستادن عزرائیل علیہ السلام ملک العزم والحزم را بگرفتن قبضۂ خاک تا ساختہ شود جسم آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام چالاک وراست کارو التفات ناکردن عزرائیل علیہ السلام بر تضرع خاک

ارادہ کی پختگی اور پختہ کاری کے فرشتے (حضرت) عزرائیل علیہ السلام کو مٹھی بھر مٹی لینے کے لئے بھیجنا تاکہ حضرت آدم (ان پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو) کا چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنایا جائے اور حضرت عزرائیلؑ کا زمین کی آہ وزاری کی طرف دھیان نہ دینا

گفت یزداں زود عزرائیل را	کہ ببیں آں خاک پر تخییل را
اللہ (تعالیٰ) نے فوراً عزرائیل سے فرمایا	کہ اس خیالات سے بھری' زمین کو دیکھ
آں ضعیف زال و ظالم را بیاب	مشت خاکے زو بیاور ہیں شتاب
کمزور' ظالم بڑھیا کے پاس پہنچ	خبردار! جلد اس میں سے ایک مٹھی مٹی لے آ
رفت عزرائیلؑ سر ہنگ قضا	سوئے کرہ خاک بہر اقتضا
موت کے سپاہی (حضرت) عزرائیل روانہ ہو گئے	تقاضہ کرنے کے لئے زمین کے کرہ کی جانب
خاک برقانوں نفیر آغاز کرد	داد سوگندش بسے سوگند خورد
خاک نے دستور کے مطابق چلانا شروع کر دیا	ان کو قسم دی ' بہت سی قسمیں کھائیں
کاے غلام خاص وے حمال عرش	اے مطاع الامر اندر عرش وفرش
کہ اے خاص بندے اور اے عرش کے اٹھانے والے!	اے فرش اور عرش کے اندر مخدوم و سردار!
رو بحق رحمت رحمٰن فرد	رو بحق آنکہ باتو لطف کرد
یکتا رحمان کی رحمت کے طفیل چلے جایئے	اس ذات کے طفیل چلے جایئے جس نے آپ پر مہربانی کی
حق شاہے کہ جز او معبود نیست	پیش او زاری کس مردود نیست
اس شاہ کے طفیل جس کے سوا کوئی معبود نہیں	اس کے دربار میں کسی کی (آہ و) زاری مردود نہیں ہے
حق حق حق کہ دست از من بدار	اے ترا از حق فضیلت بے شمار
اللہ (تعالیٰ) کے حق کے طفیل مجھ سے دستبردار ہو جایئے	اے وہ کہ آپ کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بے شمار فضیلتیں ہیں
گفت نتوانم بدیں افسوں کہ من	رو بتابم ز امر او سر و علن
ان (عزرائیل) نے کہا میں اس منتر سے نہیں کرسکتا ہوں کہ میں	اس کے حکم سے ظاہر و باطن میں منہ موڑوں

گفت آخر امر فرمود او بحلم	ہر دو امر اند ایں بگیر از راہ علم
اس نے کہا آخر اس (اللہ تعالیٰ) نے نرمی کا (بھی) حکم دیا ہے	دونوں حکم ہیں از روئے علم' اس حکم کو اختیار کر لیجئے
گفت آں تاویل باشد یا قیاس	در صریح امر کم جو التباس
انہوں نے کہا ' وہ تاویل یا قیاس ہوگا	صاف حکم میں شبہ نہ نکال
فکر خود را گر کنی تاویل بہ	کہ کنی تاویل آں نا مشتبہ
اگر تو اپنے خیال کی تاویل کر لے بہتر ہے	بہ نسبت اس کے کہ تو غیر مشتبہ میں تاویل کرے
دل ہمی سوزد مرا برلابہ ات	سینہ ام پرخون شد از شورابہ ات
تیری خوشامد سے میرا دل جل رہا ہے	تیرے آنسوؤں سے میرا سینہ پر خون ہو رہا ہے
نیستم بے رحم بل زاں ہر سہ پاک	رحم بیشستم بتو اے درد ناک
میں بے رحم نہیں ہوں بلکہ ان تین پاکوں سے	اے دردمند تجھ پر مجھے زیادہ رحم آ رہا ہے
گر طپانچہ میزنم من بر یتیم	ور دہد حلوا بدستش آں حلیم
اگر میں یتیم کے طمانچہ ماروں	اور اگر وہ حلیم' اس کے ہاتھ میں حلوا دے
ایں طپانچہ خوشتر از حلوائے او	ور شود غرہ بحلوا وائے او
اس کے حلوے سے یہ طمانچہ بہتر ہے	اگر وہ حلوے سے دھوکا کھاجائے اس پر افسوس ہے
بر نفیر تو جگر می سوزدم	لیک حق' قہرے ہمی آموزدم
تیری فریاد پر میرا جگر جل رہا ہے	لیکن اللہ (تعالیٰ) مجھے جبر کی تعلیم دے رہا ہے
لطف مخفی درمیان قہر ہا	در خذف پنہاں عقیق بے بہا
قہروں کے درمیان مہربانی چھپی ہوئی ہے	کنکریوں میں بے بہا عقیق چھپا ہوا ہے
قہر حق بہتر ز صد لطف من ست	منع کردن جاں ز حق جاں کندن ست
اللہ (تعالیٰ) کا قہر میری سینکڑوں مہربانیوں سے بہتر ہے	اللہ (تعالیٰ) سے جان بچانا جاں کنی ہے
بدتریں قہرش بہ از لطف دو کون	نعم رب العالمین و نعم عون
اس کا بدترین قہر دونوں جہان کی مہربانی سے بہتر ہے	پروردگار دو عالم بہتر ہے اور مدد بہتر ہے
لطفہائے مضمر اندر قہر او	جاں سپردن جاں فزاید بہر او
اس کے قہر میں مہربانیاں پوشیدہ ہیں	اس کے لئے جان دینا' جان کو بڑھاتا ہے

ہیں رہا کن بدگمانی و ضلال	سر قدم کن چونکہ فرمودت تعال
خبردار! بدگمانی اور گمراہی چھوڑ دے	سر کو پاؤں بنا لے جبکہ اس نے تجھے حکم دیا ہے کہ آ جا
آں تعال او تعالیہا دہد	مستی و جفت و نہالیہا دہد
اس کا آ جا کہنا تجھے بلندیاں عطا کرے گا	مستی اور جوڑا اور توشکیں عطا کرے گا
بارے آں امر سنی را ہیچ ہیچ	من نیارم کرد وہن و پیچ پیچ
اب اس بلند حکم کو تھوڑا سا بھی	میں ست ڈھیلا اور مشکل نہیں بتا سکتا ہوں
ایں ہمہ نشنید آں خاک نژند	زاں گمان بدبدش در گوش بند
اس پست زمین نے یہ کچھ نہ سنا	اس بدگمانی کی وجہ سے اس کے کان میں رکاوٹ تھی
باز از نوع دگر آں خاک پست	لابۂ وسجدہ ہمی کرد او چو مست
پھر وہ پست زمین دوسری طرح سے	مدہوش کی طرح خوشامد اور سجدہ کرتی تھی
گفت نے برخیز نبود زیں زیاں	من سر و جاں می نہم رہن و ضمان
انہوں نے کہا اٹھ کھڑی ہو کوئی نقصان نہ ہو گا	میں سر اور جان گروی اور ضمانت میں دیتا ہوں
کژ میندیش و مکن لابہ دگر	جز بداں شاہ رحیم داد گر
الٹا نہ سوچ اور پھر خوشامد نہ کر	سوائے اس منصف، رحیم شاہ کے
بندہ فرمانم نیارم ترک کرد	امر او کز بحر انگیزید گرد
میں حکم کا بندہ ہوں میں ترک نہیں کر سکتا ہوں	اس کا حکم، جس نے سمندر سے گرد اڑا دی
جز ازاں خلاق گوش و چشم و سر	نشنوم از جان خود ہم خیر و شر
اس کان اور آنکھ اور سر کے پیدا کرنے والے کے علاوہ	میں اپنی جان سے بھی بھلی اور بری بات نہ سنوں گا
گوش من از گفت غیر او کرست	امر او از جان شیریں خوشترست
اس کے غیر کی گفتگو سے میرا کان بہرا ہے	اس کا حکم میٹھی جان سے زیادہ بہتر ہے
جاں ازو آمد نیامد اوز جاں	صد ہزاراں جاں دہد او رائگاں
جان اس سے آئی ہے وہ جان سے نہیں آیا ہے	وہ لاکھوں جانیں مفت دے دیتا ہے
جاں چہ باشد کش گزینم بر کریم	کیک چہ بود کہ بسوزم زو گلیم
جان کیا ہوتی ہے کہ میں اس کو کریم پر ترجیح دوں؟	کھٹل کیا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے کملی جلاؤں؟

من ندانم خیر الا خیر او	صم و بکم و عمی من از غیر او
میں اس کی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں جانتا ہوں	میں اس کے غیر سے بہرا اور گونگا اور اندھا ہوں
گوش من کرست از زاری کناں	کہ منم در کف او ہمچو سناں
رونے والوں سے میرا کان بہرا ہے	کیونکہ میں اس کے ہاتھ میں بھالے کی طرح ہوں

در بیان آنکہ مخلوقیکہ ترا از وے ظلمے رسد بحقیقت او ہمچو آلتے است، عارف آں بود کہ بحق رجوع کند نہ بآلت واگر بآلت رجوع کند ظاہر آنہ از جہل کند بلکہ برائے مصلحتے چنانکہ بایزید قدس سرہ گفت کہ چندیں سال ست کہ من با مخلوق سخن نگفتہ ام واز مخلوق سخن نشنیدہ ام ولیکن خلق چنیں پندارند کہ با ایشان میگویم واز ایشاں می شنوم زیرا کہ ایشاں مخاطب اکبر رانمی بینند کہ ایشاں چوں صدا اند نسبت بحال من والتفات مستمع عاقل بصدا نباشد چنانکہ مثل ست معروف قال الجدار للوتد لم تشقنی قال الوتد انظر الیٰ من یدقنی

اس کا بیان کہ جس مخلوق سے تجھے تکلیف پہنچے وہ درحقیقت ایک آلہ کی طرح ہے عارف وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ کہ آلہ کی جانب اور اگر بظاہر آلہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو نادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت کی وجہ سے چنانچہ حضرت بایزید قدس سرہ نے فرمایا کہ بہت سے سال ہوگئے ہیں کہ میں نے مخلوق سے بات نہیں کی ہے اور نہ میں نے مخلوق سے بات سنی ہے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے کہتا ہوں اور ان سے سنتا ہوں کیونکہ وہ بڑے مخاطب کو نہیں دیکھتے ہیں کیونکہ میرے اعتبار سے صدائے بازگشت کی طرح ہیں اور عقلمند سننے والے کی توجہ صدائے بازگشت کی طرح نہیں ہوتی ہے چنانچہ مشہور مثل ہے کہ دیوار نے کیل سے کہا کہ تو مجھے کیوں پھاڑ رہی ہے کیل نے کہا اسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے

احمقانہ از سناں رحمت مجو	در دہان اژدہا رو بہر او
بیوقوفی سے بھالے سے رحم کا خواہاں نہ بن	اس (اللہ تعالیٰ) کی خاطر اژدھے کے منہ میں چلی جا
از دم شمشیر تو رحمت مجو	زاں شہے جوکاں بود در دست او
تو تلوار کی دھار سے رحم نہ تلاش کر	اس شاہ سے مانگ وہ جس کے ہاتھ میں ہو
با سنان و تیغ لابہ چوں کنی	کو اسیر آمد بدست آں سنی
تو بھالے اور تلوار کی خوشامد کیوں کرتی ہے؟	وہ اس بلند (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ کے پابند ہیں
او بصنعت آذرست و من صنم	آلتے کو سازدم من آں شوم
وہ کاریگری میں آذر ہے اور میں بت ہوں	وہ آلہ جو بھی بناتا ہے میں بن جاتا ہوں

گر مرا ساغر کند ساغر شوم	ور مرا خنجر کند خنجر شوم
اگر وہ مجھے ساغر بنائے میں ساغر بن جاؤں	وہ اگر مجھے خنجر بنائے خنجر بن جاؤں
گر مراچشمہ کند آبے دہم	ور مرا آتش کند تابے دہم
اگر وہ مجھے چشمہ بنا دے میں پانی دوں	اگر وہ مجھے آگ بنا دے، گرمی پہنچاؤں
گر مرا باراں کند خرمن دہم	ور مرا ناوک کند در تن جہم
اگر وہ مجھے بارش بنا دے میں کھلیان دوں	اگر وہ مجھے تیر بنا دے میں جسم میں گھس جاؤں
گر مرا مارے کند زہر افگنم	ور مرا یارے کند مہر آگنم
اگر وہ مجھے سانپ بنا دے تو زہر اگلوں	اور اگر وہ مجھے دوست بنا دے تو محبت بھر دوں
گر مرا شکر کند شیریں شوم	ورمرا حنظل کند پر کیں شوم
اگر وہ مجھے شکر بنا دے میں شیرینی بن جاؤں	اور اگر وہ مجھے ایلوا بنا دے تو میں کینہ ور بنجاؤں
گر مرا شیطاں کند سرکش شوم	ورمرا سوزاں کند آتش شوم
اگر وہ مجھے شیطان بنا دے میں سرکش ہو جاؤں	اور اگر وہ مجھے جلانے والا بنا دے تو میں آگ بن جاؤں
من چوکلکم درمیان اصبعین	نیستم در وصف طاعت بین بین
میں دو انگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوں	میں صنعت طاعت میں مذبذب نہیں ہوں
خاک را مشغول کرد او در سخن	یک کفے بربود زاں خاک کہن
انہوں نے مٹی کو باتوں میں لگایا	(اور) اس پرانی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی
ساحرانہ در ربود از خاکداں	خاک مشغول سخن چوں بیخوداں
وہ زمین سے شعبدہ بازوں کی طرح لے اڑے	زمین مدہوشوں کی طرح بات میں مشغول تھی
برد تا حق تربت بے رائے را	تا بمکتب آں گریزاں پائے را
بے وقوف مٹی کو اللہ تعالٰی کے پاس لے گئے	(جیسا کہ) مکتب میں بھگوڑے (بچہ) کو
گفت یزداں کہ بعلم روشنم	کہ ترا جلاد ایں خلقاں کنم
اللہ (تعالٰی) نے فرمایا اپنے روشن علم کی قسم	کہ تجھے مخلوق کا جلاد بناؤں گا
گفت یارب دشمنم گیرند خلق	چوں فشارم خلق را در مرگ حلق
انہوں نے عرض کیا اے خدا! مخلوق مجھے دشمن سمجھے گی	جبکہ موت کے لئے میں مخلوق کا گلا دباؤں گا

تو روا داری خداوند سنی	کہ مرا مبغوض و دشمن رو کنی
اے بزرگ خدا! تو مناسب سمجھتا ہے	کہ مجھے مبغوض اور دشمن کے چہرے والا بنائے
گفت اسبابے پدید آرم عیاں	از تپ و قولنج و سرسام و سناں
اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں اسباب ظاہر کردوں گا	(یعنی) بخار اور (درد) قولنج اور سرسام اور بھالا
از صداع و ماشرا و از خناق	وز زکام و از جذام و از فواق
درد سر اور خون کے جوش سے اور گلے کے ورم سے	اور زکام سے اور کوڑھ اور ہچکی سے
سدہٗ و اسہال و استسقا و سل	کسر وذات الصدر ولدغ ودرد دل
سدہ اور دست اور استسقاء اور سل	ہڈی ٹوٹنے اور نمونیہ اور سانپ کے ڈسنے اور درد دل (سے)
تا بگردانم نظر شاں را ز تو	در مرضہا و سببہائے سہ تو
تا کہ ان کی نگاہ تجھ سے پھیر دوں	مرضوں اور تہرے سببوں میں
گفت یارب بندگاں ہستند نیز	کہ سببہا را بدرند اے عزیز
ان (عزرائیل) نے عرض کیا اے خدا! ایسے بندے بھی ہیں	کہ اسباب کو چاک کر دیتے ہیں اے عزیز!
چشم شاں باشد گزارہ از سبب	در گذشتہ از حجب از فضل رب
ان کی نظر سبب سے گزری ہوئی ہوتی ہے	وہ اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے پردوں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں
سرمۂ توحید از کحال حال	یافتہ رستہ ز علت و اعتدال
حالت کے سرمہ کش کی جانب سے توحید کا سرمہ	پائے ہوئے ہیں سبب اور سبب بتانے سے نجات پائے ہوئے ہیں
ننگرند اندر تپ و قولنج و سل	راہ ندہند ایں سببہا را بدل
وہ بخار اور قولنج اور سل کو نہیں دیکھتے ہیں	دل میں ان اسباب کو راستہ نہیں دیتے ہیں
زانکہ ہر یک زیں مرضہا را دواست	چوں دوا نپذیرد آں فعل قضاست
کیونکہ ان مرضوں میں سے ہر ایک دوا ہے	جب وہ دوا کو نہ قبول کرے وہ قضاء خداوند کا کام ہے
ہر مرض دارد دوا میداں یقیں	چوں دوائے رنج سرما پوستیں
یقین کے ساتھ جان لے کہ ہر مرض کی دوا ہے	جس طرح جاڑے کی تکلیف کی دوا پوستین ہے
چوں خدا خواہد کہ مردے بفسرد	سردی از صد پوستن ہم بگذرد
جب خدا چاہتا ہے کہ انسان ٹھٹھرے	(تو) سردی سینکڑوں پوستینوں میں سے گزر جاتی ہے

در وجودش لرزۂ بنہد کہ آں	نے ز آتش کم شود نے از دخاں
اس کے جسم میں وہ ایسی کپکپی پیدا کر دیتی ہے	جو نہ آگ سے کم ہوتی ہے نہ دھویں سے
برتن او سردی بنہد چناں	کاں بجامہ ہم نگردد و آتش آں
اس کے جسم میں ایسی سردی پیدا کر دیتی ہے	کہ وہ کپڑوں سے بھی نہیں ٹلتی اور آگ سے (بھی)
چوں قضا آید طبیب ابلہ شود	داں دوا در نفع ہم گمرہ شود
جب قضا آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے	وہ دوا نفع پہنچانے میں بے راہ ہو جاتی ہے
کے شود محجوب ادراک بصیر	زیں سببہائے حجاب گول گیر
بینا کا احساس کب چھپ سکتا ہے	احمق کو مبتلا کرنے والے ان اسباب سے
اصل بیند دیدہ چوں اکمل بود	فرع بیند چونکہ مرد احول بود
جب آنکھ مکمل ہوتی ہے وہ اصل کو دیکھتی ہے	جب انسان بھینگا ہو تو وہ فرع کو دیکھتی ہے

جواب آمدن از حضرت عزت عزرائیلؑ را کہ آں کہ نظر او بر اسباب و مرض و زخم تیغ نیاید بر کار تو عزرائیلؑ ہم نیاید کہ تو ہم سببی اگر چہ مخفی تری ازاں سببہا و بود کہ براں رنجور مخفی نباشد و نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت عزرائیلؑ کو جواب آنا کہ جو نظر اسباب اور مرض اور تلوار کی ایذاء رسانی پر نہیں پڑتی ہے اے عزرائیل وہ تیرے کام پر بھی نہ پڑے گی کیونکہ تو بھی ایک سبب ہے اگر چہ ان سببوں سے زیادہ مخفی ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس بیمار سے یہ مخفی نہ ہو کہ ہم اس (مردے) سے تم سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو

گفت یزداں ہر کہ باشد اصل داں	پس ترا کہ بیند او اندر میاں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جو شخص اصل کو جاننے والا ہو گا	وہ تجھے درمیان میں کب دیکھے گا؟
گرچہ خویش از عامہ پنہاں کردۂ	پیش روشن دیدگاں ہم پردۂ
اگرچہ تونے عوام سے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے	روشن آنکھ والوں کے سامنے تو بھی ایک پردہ ہے
وانکہ ایشاں را شکر باشد اجل	چوں نظر شاں مست باشد در دول
اور یہ کہ موت ان کے لئے شکر ہوتی ہے	کیونکہ ان کی نگاہ (آخرت کی) دولتوں میں مست ہوتی ہے
تلخ نبود پیش ایشاں مرگ تن	چوں روند از چاہ و زنداں در چمن
جسم کی موت ان کے لئے کڑوی نہیں ہوتی ہے	کیونکہ وہ کنویں اور قید خانہ سے چمن میں جاتے ہیں

شرح حبیبی

حق سبحانہ نے اسرافیل علیہ السلام کے عذر کو قبول فرما کر حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس واہی خاک کو دیکھو کہ ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کرتی اور ہماری خواہش سے اپنے اوہام کی بناء پر گریز کرتی ہے تم اس کمزور اور ظالم بڑھیا (زمین) کے پاس جاؤ اور فوراً اس سے مٹھی بھر مٹی لے آؤ۔ عزرائیل قضا کے سپاہی مٹی لینے کرۂ زمین کی طرف روانہ ہو گئے۔ زمین نے حسب دستور سابق رونا شروع کیا اور سوز گداز کے ساتھ ان کو بہت ہی قسمیں دیں کہ وہ مٹی نہ لیں اور کہا کہ اے حق سبحانہ کے عہد خاص اور اے حمال عرش اور اے وہ شخص جس کا حکم عالم تحتانی و فوقانی ہر دو میں مانا جاتا ہے تجھے رحمان وحدہ لاشریک کی قسم تو چلا جا اور تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھ پر عنایت کی ہے یعنی اس بادشاہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس کے یہاں کسی کا تضرع مردود نہیں ہے تو یہاں سے چلا جا۔ ارے تم کو حق سبحانہ نے بہت سے فضائل عطا فرمائے ہیں۔ پس تمہیں حق سبحانہ کی اس حق کی قسم ہے جو کہ اس کا تم پر ہے۔ تم مجھے چھوڑ دو اس پر عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تیرے اس افسوس سے حق سبحانہ کے حکم سے مخفی طور پر یا علی الاعلان سرتابی نہیں کر سکتا۔

زمین نے اس کے جواب میں کہا کہ آخر اس نے حلم کا بھی تو حکم دیا ہے۔ پس یہ دونوں اسی کے حکم ہیں پس تم سمجھ کر امر حلم کو اختیار کر لو۔ اس کے جواب میں حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تاویل ہوگی یا اجتہاد جو کہ نص کے مقابلہ میں جائز نہیں۔ پس تجھ کو امر صریح میں اشتباہ طلب نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں اشتباہ ہے ہی نہیں اور جبکہ اشتباہ نہیں ہے تو اس میں طلب تاویل یا اجتہاد نہ چاہئے۔ ایسی حالت میں اگر تو اپنے خیال میں تاویل کرے اور سمجھے کہ میرا یہ خیال کہ چلے جانے میں میرا ضرر ہے اس لئے مجھے امتثال امر الٰہی سے پہلو تہی کرنا یا امر صریح کی تاویل کرنا جائز ہے غلط ہے۔ یہ بہتر ہے کہ خدا کے امر صریح اور نا مشتبہ میں تاویل کرے۔ میرا دل تیری چاپلوسی پر جلتا ہے اور میرا سینہ بھی تیرے آنسوؤں سے پرخون ہے اور میں بے رحم نہیں ہوں جب تو مجھے سمجھتی ہے بلکہ رحیم ہوں اور میرا تیرے ساتھ برتاؤ ان تینوں پاک فرشتوں کے برتاؤ سے زیادہ رحیمانہ ہے۔

یہ بات شاید تیری سمجھ میں نہ آئے اس لئے ایک مثال سے سمجھاتا ہوں فرض کرو کہ یتیم حلوے کے لئے ضد کرتا ہے اور وہ حلوا اس کے لئے مضر ہے تو میں اس کو طمانچہ مار کر اس ضد سے روکتا ہوں اور ایک نرم دل شخص اس کو حلوا دے دیتا ہے اس صورت میں یہ طمانچہ مارنا اس پر حلوا دینے سے زیادہ رحم کرنا ہے اور یہ طمانچہ اس کے لئے حلوے سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ حلوے سے دھوکہ کھا جائے اور اس کو رحم اور طمانچہ کو بے رحمی سمجھے تو اس کے لئے نہایت افسوس کی بات ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب سمجھ کہ تیری فریاد پر میرا تو کلیجہ جلتا ہے مگر حق سبحانہ مجھے قہر کی تعلیم کرتے ہیں اس لئے میں قہر کرتا ہوں پس یہ قہر میرا نہیں بلکہ حق سبحانہ کا ہے اور حق سبحانہ کے قہروں میں بھی الطاف مخفی ہوتے ہیں اور ان ٹھیکروں میں انمول عقیق چھپے ہوتے ہیں ایسی حالت میں میرا مٹی لے جانا قہر حق ہوگا اور چھوڑ دینا میرا رحم ہوگا اور قہر حق میرے سینکڑوں الطاف سے بہتر ہے۔

پس میرا مٹی لے جانا میرے لئے اس کے چھوڑ دینے سے کہیں بہتر ہوگا۔ اور وہ تینوں فرشتے مٹی چھوڑ گئے

تھے اور میں لے جاتا ہوں۔ تو ضرور میرا یہ برتاؤ ان کے برتاؤ سے زیادہ رحیمانہ ہوگا۔ ایسی حالت میں ایک مشت خاک تو کیا اگر وہ جان بھی مانگیں تو دے دینا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ میں مرجاؤں گی کیونکہ جان دینے سے پہلوتہی کرنا اور جان بچانے کی فکر کرنا یہ خود جان کنی اور مرنے کے لئے تیار ہونا ہے۔ اس لئے کہ اس کا وہ قہر بھی جو بظاہر نہایت ہی برا ہو ہر دو عالم کے لطف سے بہتر ہے کیونکہ وہ نہایت خوب عالم کی تربیت کرنے والا اور نہایت خوب ان کا مددگار ہے۔ لہذا وہ جو کچھ کرتا ہے عین صلاح ہوتی ہے اور اس کے قہر میں بہت سے الطاف مخفی ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں ان کے مانگنے پر جان دے دینا حیات افزا ہے۔ نہ کہ موجب مرگ۔

فائدہ:۔ ابیات بالا میں قہر سے مراد مطلق قہر نہیں بلکہ وہ قہر ہے جو کسی معصیت کی جزا اور اس کا نتیجہ نہ ہو۔ ایسے قہر میں الطاف مخفی ہوتے ہیں اور زمین پر اسی قسم کا قہر تھا اس وقت صحت استدلال میں شبہ نہیں ہوسکتا) پس تو یہ نہ سمجھ کہ حق سبحانہ مجھے مکلف بنا کر مصیبت میں پھنسانا چاہتے ہیں اور اس بدگمانی اور گمراہی کو چھوڑ دے اور جبکہ اس نے تجھے حاضری کا حکم دیا ہے تو سر کو پاؤں کر کے یعنی سر کے بل آ کیونکہ اس کا یہ حکم حضوری تجھے مراتب عالیہ عطا فرمائے گا اور انسان بنا بنا کر طرح طرح کی نعمتیں مثل مستی شوق وغیرہ اور جوڑا اور لحاف وغیرہ عطا فرمائے گا۔ میں تو اس کے فرمان عالی کو کسی طرح سست اور بیچدار نہیں بنا سکتا جبکہ اس کو راست واجب التعمیل سمجھتا ہوں اور تعمیل کروں گا اندوہناک زمین نے سب کچھ سنا مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ کیونکہ بدگمانی نے اس کے کانوں میں ڈٹے ٹھوک رکھے تھے اور وہ پست ہمت زمین مستوں کی طرح خوشامد اور سجدہ کرنے لگی لیکن عزرائیل علیہ السلام نے ان کو بھی ردفرما دیا اور فرمایا کہ نہیں تم ضرور چلو اس سے تم کو نقصان نہ ہوگا اس کے لئے میں سر اور جان آڑ کرتا ہوں۔

پس تو غلط خیال نہ کر اور کسی کی خوشامد مت کر۔ بجز حق سبحانہ کے۔ جو کہ رحیم اور عادل ہیں۔ میری خوشامد بھی کچھ مفید نہیں ہوسکتی کیونکہ میں تو حکم کا بندہ ہوں اور اس کے اس قاہر حکم کو جس کی شان یہ ہے کہ وہ دریا سے گرد نکالے گا (تعبیرہ بالماضی لقطیۃ وقوعہ) ترک نہیں کرسکتا اور سوائے حق سبحانہ کے جس نے میرے کان آنکھ سر وغیرہ پیدا کئے ہیں میں اپنی جان کی بھی بھلی بری بات نہیں سن سکتا۔ تو تو درکنار اور میرے کان اس کے سوا سب کی باتوں کے سننے سے بہرے ہیں اور اس کا حکم میری جان شیریں سے بھی زیادہ میرے لئے عمدہ ہے کیونکہ جان اس سے ہے نہ کہ وہ جان سے۔ پھر جان کو اس کے مقابلہ میں کیونکر ترجیح دے سکتا ہوں۔

اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ لاکھوں جانیں مفت دے ڈالتا ہے۔ پس جان کیا چیز ہے کہ اس کو ایسے کریم پر ترجیح دوں اور پسو کیا شے ہے کہ اس کے لئے کمبل پھونک دوں یعنی کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک حقیر اور ذلیل شے کے لئے ایسی گراں قدر شے کو کھودوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجھے تو وہی شے بہتر معلوم ہوتی ہے جو خدا کے نزدیک بہتر ہے اور اس کے سوا میں سب سے بہرا گونگا اور اندھا ہوں اور میرے کان تمام گریہ وزاری کرنے والوں سے بہرے ہیں کیونکہ میں اس کے قبضہ میں ایسا ہوں جیسے نیزہ زن کے قبضہ میں سنان۔ پس تجھے بے وقوف بن کر طالب رحمت نہ ہونا چاہئے۔ اور حق سبحانہ کی اطاعت کرنی چاہئے اور اگر وہ اژدہے کے منہ میں بھی جانے کا حکم دیں تو اس کی خاطر چلا جانا چاہئے۔ نیز میں ایسا ہوں جیسے تلوار کی

دھار۔ پس تجھے تلوار کی دھار سے طالب رحم نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ اس بادشاہ سے رحم طلب کرنا چاہئے جس کے قبضہ میں وہ ہے تو سناں اور تلوار سے فضول کیوں خوشامد کرتی ہے کیونکہ وہ تو شاہ رفیع القدر کے قبضہ میں ہے خود کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ پس خوشامد فضول ہے تم کو حق سبحانہ سے التجا کرنی چاہئے کیونکہ وہ مصور اور میرا خالق ہے اور میں تصویر اور اس کی مخلوق ہوں۔ اس لئے وہ مجھے جو آلہ بنائے گا میں بن جاؤں گا۔ اگر وہ مجھے ساغر کرے گا تو میں ساغر ہو جاؤں گا۔ اور مے خواروں کے لئے عیش ونشاط کا ذریعہ ہو جاؤں گا اور اگر وہ مجھے خنجر بنا دے گا تو میں خنجر ہو جاؤں گا اور لوگوں کو ہلاک کروں گا۔

اور اگر وہ مجھے چشمہ بنائے گا تو مخلوق کو پانی پہنچاؤں گا اور اگر وہ مجھے آگ بنا دے گا تو لوگوں کو حرارت پہنچاؤں گا اگر وہ مجھے بارش بنائے گا تو لوگوں کو غلہ عطا کروں گا اور اگر مجھے تیر بنا دے گا تو ان کے اجسام میں گھسوں گا اگر وہ مجھے سانپ بنائے گا تو لوگوں کے اندر زہر ڈالوں گا۔ اور اگر مجھے دوست بنائے گا تو ان کو محبت سے بھر دوں گا۔ اگر وہ مجھے شکر بنا دے گا تو شیریں ہو جاؤں گا اور اگر وہ مجھے حنظل بنائے گا تو کینہ سے پر (کڑوا) ہو جاؤں گا۔ اگر وہ مجھے شیطان بنا دے گا تو سرکش ہو جاؤں گا اور اگر وہ مجھے مشتعل کرے گا تو آگ ہو جاؤں گا۔

الغرض میں اپنی ذات سے کچھ بھی نہیں بلکہ حق سبحانہ جو کچھ بھی مجھے بنا دیں میں وہ ہو جاتا ہوں اگر وہ مجھے نافع بنائیں نافع ہو جاتا ہوں اور اگر مضرت رساں بنائیں تو ضرر پہنچاتا ہوں۔ اس لئے میری مثال ایسی ہے جیسے دو انگلیوں کے درمیان قلم کی وہ اگر پھانسی کا حکم لکھتا ہے تب بھی وہ محض آلہ ہوتا ہے اور گورنری کا فرمان لکھتا ہے تب بھی وہ آلہ محض ہوتا ہے اور کاتب کی خواہش سے انحراف نہیں کر سکتا پس میں بھی حق سبحانہ کی طاعت میں متردد نہیں ہوں بلکہ جو کچھ بھی حکم ہو میں اس کے کرنے پر مجبور ہوں۔

القصہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے زمین کو باتوں میں مشغول کیا اور مٹھی بھر خاک اس میں سے اڑا لی اور زمین تو بے خودانہ طور پر باتوں میں مشغول رہی اور وہ ساحرانہ طور پر اس سے مٹی اڑا لے گئے اور حق کے پاس اس فاسد العقل مٹی کو لے گئے۔ یعنی اس بھگوڑے کو مکتب میں لے گئے جہاں اس کی تربیت ہوگی اور اس کو آدمی بنایا جائے گا۔ پس جبکہ وہ خاک کی گریہ وزاری سے متاثر نہ ہوئے تو حق سبحانہ نے فرمایا کہ قسم ہے مجھے اپنے علم روشن کی کہ میں تجھے مخلوق کا ہلاک کنندہ بناؤں گا اس پر عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ جب میں موت کے بارہ میں لوگوں کا گلا گھونٹوں گا تو لوگ مجھے دشمن سمجھیں گے تو کیا آپ جائز رکھتے ہیں کہ مجھے مبغوض خلق اور دشمن رو بنائیں۔

اس کے جواب میں حق سبحانہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں اسباب از قسم تپ، قولنج وسرسام وزخم سناں ودرد سر، ماشرا وخناق وزکام وجذام وخواں وسدۃ واسہال واستسقا وسل وشکستگی ذات الصدر وگزیدگی مار ودرد دل وغیرہ وغیرہ پیدا کر دوں گا تا آنکہ ان کی نظر کو تمہاری طرف سے پھیر کر امراض اور اسباب کی جانب مائل کر دوں گا اس کے جواب میں حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ ایسے لوگ بھی تو ہیں جو پردۂ اسباب کو پھاڑ ڈالیں گے اور اس کی نظر ثاقب اسباب کے پار ہوگی اور آپ کی عنایت سے پردوں سے گزر گئی ہوگی۔ ان لوگوں نے آپ سے کہ آپ حال کا سرمہ لگانے والے یعنی حال عطا کرنے والے ہیں سرمہ توحید پایا ہوگا۔ اور سبب بینی مرض سے چھوٹ گئے ہوں گے۔ ایسے لوگ تپ وقولنج وسل وغیرہ پر نظر نہ کریں گے اور ان اسباب کو اپنے دل میں

راہ نہ دیں گے۔ کیونکہ امراض میں سے ہر ایک فی نفسہ قابل معالجہ ہے اور جب وہ دوا کو نہ قبول کرے تو یہ فعل قضا ہے اور میں کارۂ قضا ہوں تو وہ مجھ پر الزام رکھیں گے۔ اب مولانا استطرادً فرماتے ہیں کہ تم یقیناً جان لو کہ ہر مرض کا علاج ہے مثلاً سردی کی تکلیف کا علاج پوشش ہے اور اسی طرح دیگر تکالیف کو بھی اسی پر قیاس کر لو لیکن جب حق سبحانہ چاہتے ہیں کہ کوئی شخص ٹھٹھرے تو علاج مؤثر نہیں ہوتا اور سردی سو پوستینوں میں بھی گھس جاتی ہے اور وہ آدمی کے جسم میں ایسا لرزہ رکھ دیتے ہیں جو نہ آگ سے کم ہوتا ہے اور نہ دھوئیں سے اور وہ آدمی کے جسم میں سردی قائم کر دیتا ہے کہ وہ نہ کپڑے سے کم ہوتی ہے نہ آگ سے۔ نیز جب حکم خداوندی اپنا اثر کرتا ہے تو اس وقت طبیب احمق بن جاتا ہے۔ نہ اسے مرض معلوم ہوتا ہے نہ دوا۔ نیز خود دوا ہی اپنے نفع میں غلط رو ہو جاتی ہے یعنی جو اثر اس کو کرنا چاہئے تھا وہ نہیں کرتی۔ پس اگر طبیب صحیح معالجہ بھی کرے تب بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

پس معلوم ہوا کہ اسباب محض حجابات ہیں جو احمقوں کو پھانستے ہیں اور ان کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں۔ اے صاحب بصیرت سو وہ ان کے احساس پر ان اسباب سے جو کہ احمقوں کے پھانسنے والے پردہ ہیں۔ پردہ نہیں پڑ سکتا اور وہ ان پر نظر نہیں کر سکتی بلکہ ان کی نظر سبب پر ہوتی ہے۔

اب سنو کہ پابند اسباب لوگ اسباب پر اور ارباب بصیرت سبب پر نظر کیوں کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ارباب بصیرت کی نظر صحیح ہے اور پابندان اسباب کی نظر خراب اور قاعدہ ہے کہ جس کی نظر صحیح ہوتی ہے وہ اصل کو دیکھتا ہے اور جس کی نظر میں نقصان ہوتا ہے وہ فرع کو دیکھتا ہے لہذا ضروری ہے کہ ارباب بصیرت اصل یعنی سبب کو دیکھیں اور پابند اسباب اسباب کو۔

خیر یہ مضمون تو ختم ہوا اب سنو کہ حق سبحانہ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے جواب میں فرمایا کہ جو لوگ پابند اسباب نہ ہوں گے اور اصل سبب کو جانتے ہوں گے وہ لوگ تم کو درمیان میں کب دیکھیں گے۔ پس اگر تم نے اسباب کے پردہ میں اپنے کو عوام سے چھپا لیا ہے اور ان کی عداوت سے محفوظ ہو گئے ہو تو تم کو اہل بصیرت سے بھی بے خوف رہنا چاہئے کیونکہ ان کی نظر میں بھی تم ایک آڑ ہو اور فاعل مختار نہیں ہو کیونکہ فاعل مختار وہ ہم کو جانتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی نظر چونکہ نظارہ دولت اخروی سے مست ہو گی اس لئے ان کو موت مرغوب ہو گی اور چونکہ وہ موت کے ذریعہ سے جسم کے کنوئیں اور اس کے جیل خانہ سے باغ میں جا رہے ہوں گے اس لئے ان کو جسمانی موت ناگوار نہ ہو گی۔

پس جبکہ ان کو حیات جسمانی مرغوب ہی نہیں بلکہ ایک درجہ میں مبغوض ہے تو اس کے زوال کی بناء پر وہ تم سے ناخوش کیوں ہوں گے۔ اور تمہیں برا کیوں سمجھیں گے بلکہ وہ تو تمہارے ممنون ہوں گے۔

آنکہ وارست از جہان ہیچ ہیچ	می نگرید بر فوات ہیچ ہیچ
جو شخص ہیچ در ہیچ دنیا سے چھوٹ گیا	وہ ناچیز کے فوت ہو جانے پر نہیں روتا ہے
برج زنداں را شکست ارکانیئ	ہیچ ازو رنجد دل زندانیئ
کسی اہلکار نے قید خانہ کی عمارت توڑی	کیا اس سے کوئی قیدی رنجیدہ ہو گا

کاے دریغ ایں سنگ مرمر را شکست	تا روان و جان ما از حبس رست
کہ ہائے افسوس اس نے سنگ مرمر کو توڑ دیا	حتیٰ کہ ہماری روح اور جان قید سے چھوٹ گئی
آں رخام خوب و آں سنگ لطیف	برج زنداں را بہی بود و الیف
وہ عمدہ پتھر اور وہ نازک پتھر	قید خانہ کی عمارت کے لئے اچھا اور مناسب تھا
چوں شکستش تا کہ زندانی برست	دست او در جرم ایں باید شکست
جب اس کو اس لئے توڑا کہ قیدی چھوٹ گیا	اس کے جرم میں اس کا ہاتھ توڑنا چاہئے
ہیچ زندانی نگوید ایں فشار	جز کسے کز حبس آرندش بدار
یہ لغو بات کوئی قیدی نہ کہے گا	سوائے اس کے جس کو قید خانہ سے سولی پر لے جائیں
تلخ کے باشد کسے راکش برند	از میان زہر ماراں سوئے قند
اس شخص کو ناگوار کب ہو گا جس کو لے جائیں	سانپوں کے زہر میں سے شکر کی جانب؟
جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن	می پرد با پر دل بے پائے تن
جسم کے شور و غل سے جان چھوٹ کر	دل کے پر سے پرواز کرتی ہے نہ کہ جسم کے پاؤں سے
ہمچو زندانی چہ کاندر شباں	خسپد و بیند بخواب او گلستاں
کنویں کے اس قیدی کی طرح جو راتوں کو	سوئے اور وہ خواب میں باغ کو دیکھے
گوید اے یزداں مرا در تن مبر	تا دریں گلشن کنم من کر و فر
وہ کہے گا اے خدا! مجھے جسم کے اندر نہ کر	تاکہ میں اس باغ میں مزے اڑاؤں
گویدش یزداں دعا شد مستجاب	و امرو واللہ اعلم بالصواب
اس سے اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کہ دعا قبول ہوگئی	واپس نہ جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
اینچنیں خوابے بہ بیں چوں خوش بود	مرگ نادیدہ بجنت در رود
دیکھئے ایسا خواب کیسا اچھا ہوتا ہے	موت کو دیکھے بغیر جنت میں چلا جاتا ہے
ہیچ او حسرت خورد بر انتباہ	برتن با سلسلہ در قعر چاہ
کیا اس کو بیداری پر کوئی حسرت ہوتی ہے	کہ کنویں میں بندھے ہوئے جسم پر
مومنی آخر در آ در صف رزم	کہ ترا بر آسماں بودست بزم
تو مومن ہے بالآخر معرکہ کی صف میں آ جا	کیونکہ آسمان پر تیری محفل موجود ہے

برامید راہ بالا کن قیام	ہمچو شمعے پیش محراب اے غلام
(عالم) بالا کی راہ کی امید پر کھڑا رہ	محراب کے سامنے اے نوجوان! شمع کی طرح
اشک می بار و ہمی سوز از طلب	ہمچو شمع سر بریدہ جملہ شب
طلب میں آنسو بہا اور جلتا رہ	تمام رات سرکٹی شمع کی طرح
لب فرو بند از طعام و از شراب	سوئے خوانے آسمانی کن شتاب
کھانے اور پینے سے ہونٹ بند کر لے	آسمانی خوان کی جانب جلدی قدم بڑھا
دمبدم بر آسماں میدارد امید	در ہوائے آسماں رقصاں چو بید
ہر وقت آسمان سے امیدوار بن	بید کی طرح آسمانی ہوا میں رقص کرتے ہوئے
دمبدم از آسماں می آیدت	آب و آتش رزق می افزایدت
آسمان سے ہر وقت تجھے پہنچتا ہے	پانی اور گرمی جو زیادہ رزق بڑھاتا ہے
گر ترا آنجا برد نبود عجب	منگر اندر عجز و بنگر در طلب
اگر وہ تجھے اس طرف کھینچ لے عجب نہ ہو گا	کمزوری پر نظر نہ کر، طلب کو دیکھ
کایں طلب درتو گروگان خدا ست	زانکہ ہر طالب بمطلوبے سزا ست
تیرے اندر یہ طلب، خدا کی مرہون ہے	کیونکہ ہر طالب ایک مطلوب کے لائق ہے
جہد کن تا ایں طلب افزوں شود	تادلت زیں چاہ تن بیروں شود
کوشش کر، تاکہ یہ طلب بڑھے	تاکہ تیرا دل جسم کے اس کنویں سے باہر آئے
خلق گوید مرد مسکیں آں فلاں	تو بگوئی زندہ ام اے غافلاں
مخلوق کہے گی، وہ فلاں بے چارا مر گیا	تو کہے گا، اے غافلو! میں زندہ ہوں
گر تن من ہمچو تنہا خفتہ است	ہشت جنت در دلم بشگفتہ است
اگرچہ میرا جسم جسموں کی طرح سویا پڑا ہے	آٹھ جنتیں میرے دل میں کھلی ہوئی ہیں
جاں چو خفتہ در گل و نسریں بود	چہ غم ست ار تن دراں سرگیں بود
جب روح گل اور نسرین میں سوئی ہوئی ہو	اگر جسم اس گوبر میں ہو تو کیا غم ہے؟
جان خفتہ چہ خبر دارد زتن	کو بگلشن خفتہ یا در گولخن
سوئی ہوئی روح کو جسم کی کیا خبر؟	کہ وہ چمن میں سویا ہوا ہے یا بھٹی میں

میزند جاں در جہان آبگوں	نعرۂ یالیت قومی یعلمون
روح پانی جیسے عالم میں لگا رہی ہے	"کاش میری قوم جان لیتی" کا نعرہ
گرنخواہد زیست جاں بے ایں بدن	پس فلک ایوان کہ خواہد بدن
اگر روح اس جسم کے بغیر نہیں جی سکتی	تو پھر آسمان کس کا محل ہو گا؟
گرنخواہد بے بدن جان تو زیست	فی السماء رزقکم روزی کیست
اگر تیری جان جسم کے بغیر زندہ نہ رہے گی	"آسمانوں میں ہے تمہارا رزق" کس کی روزی ہے؟

در بیان وخامت چرب وشیریں دنیاو مانع شدن او از طعام اللہ چنانچہ فرمود "الجوع طعام الله یحییٰ به ابدان الصدیقین اے فی الجوع یصل طعام الله عزوجل قال رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی و قول الله تعالیٰ یرزقون فرحین

اس بیان میں کہ دنیا کی چکنی اور میٹھی چیز ناسازگار ہے اور وہ اللہ کے طعام سے مانع ہے چنانچہ فرمایا ہے بھوک اللہ کا کھانا ہے جس سے وہ صدیقین کے جسموں کو زندہ رکھتا ہے یعنی بھوک میں اللہ عزوجل کا کھانا پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں اپنے خدا کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے ان کا رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں

وارہی زیں روزی ریزہ کثیف	درفتی در لوت و در قوت شریف
اس گندی اور معمولی روزی سے چھٹکارا حاصل کر لے	تو لذیذ غذا اور شریف روزی میں پہنچ جائے گا
گر ہزاراں رطل لوتش می خوری	میروی پاک و سبک ہمچوں پری
اگر تو اس لذیذ غذا کے ہزاروں رطل کھائے گا	(تب بھی) پاک اور ہلکا رہ کر پری کی طرح پرواز کرے گا
کہ نہ حبس باد قولنجت کند	چار میخ معدہ آہنجت کند
کیونکہ نہ ریح کا رکنا تیرے قولنج کرے گا	(نہ) معدہ کی تکلیف تجھے ستائے گی
گر خوری کم گرسنہ مانی چو زاغ	ورخوری پر گیرد آروغت دماغ
اگر تو کم کھائے گا کوے کی طرح بھوکا رہے گا	اگر پیٹ بھر کر کھائے گا تیری ڈکار دماغ پر اثر کرے گی
کم خوری خوئے بدو خشکی و دق	پر خوری شد تخمہ را تن مستحق
تو کم کھائے بد مزاجی اور خشکی اور دق (ہو گی)	پیٹ بھر کر کھائے تو جسم ہیضہ کا مستحق ہو گیا

از طعام اللہ و قوت خوشگوار	برچناں دریا چو کشتی شو سوار
اللہ کے کھانے اور خوشگوار خوراک کے ذریعہ	ایسے دریا پر کشتی کی طرح سوار ہو جا
باش در روزہ شکیبا و مصر	دمبدم قوت خدارا منتظر
روزے میں صابر اورمصر بن کر	ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کی روزی کا منتظر رہ
کاں خدائے خوب کاروبرد بار	بدیہا را میدہد در انتظار
کیونکہ وہ خدا جو اچھے کام کرنے والا اور بردبار ہے	انتظار میں تحفے دیتا ہے
انتظار ناں ندارد مرد سیر	کہ سبک آید وظیفہ یا کہ دیر
پیٹ بھرا انسان روٹی کا انتظار نہیں کرتا ہے	کہ خوراک جلدی آئے گی' یا دیر میں
بینوا ہر دم ہمی گوید کہ کو	وز مجاعت منتظر درماند او
بے سر و سامان کہتا رہتا ہے کہ کہاں ہے؟	بھوک کی وجہ سے وہ منتظر رہتا ہے
چوں نباشی منتظر ناید بتو	آں نوالہ دولت ہفتاد تو
جب تو منتظر نہ ہو گا تیرے پاس نہیں آئے گا	ستر گنا دولت کا لقمہ
اے پدرالانتظار الانتظار	از برائے خوان بالامرد وار
اے باوا! انتظار کر' انتظار کر	مردوں کی طرح آسمانی خوان کا
ہر گرسنہ عاقبت قوتے بیافت	آفتاب دولتے بروے بتافت
انجام کار ہر بھوکے نے روزی حاصل کر لی	دولت کا آفتاب اس پر چمکا
ضیف باہمت چو آشے کم خورد	صاحب خواں آش بہتر آورد
باہمت مہمان جب کھانا کم کھاتا ہے	میزبان عمدہ کھانا لاتا ہے
جز کہ صاحب خوان درویش لئیم	ظن بدکم بربہ رزاق کریم
بجز مفلس کمینہ میزبان کے	سخی رزق دینے والے کے بارے میں بدگمانی نہ کر
سربر آور ہمچو کوہے اے سند	تا نخستیں نور خور برتو زند
اے معتمد! پہاڑ کی طرح سر ابھار	تاکہ پہلے ہی سورج کی روشنی تجھ پر پڑے
کاں سر کوہ بلند مستقر	ہست خورشید سحر را منتظر
مستقل؛ بلند پہاڑ کی چوٹی	صبح کے سورج کی منتظر ہے

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا اہل اللہ کے موت سے پریشان نہ ہونے بلکہ اس سے خوش ہونے کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص اس پیچ در پیچ عالم دنیا سے چھوٹ چکا ہے اور عالم آخرت سے اس کا تعلق ہو گیا ہے جبکہ وہ مر جاتا ہے تو وہ اس لاشۂ جسم کے جاتے رہنے کا ہرگز غم نہیں کرتا اور کرنا بھی نہ چاہئے کیونکہ یہ جسم اس کے لئے ایک جیل خانہ ہے اور وہ اس میں محبوس ہے پس اگر کوئی شخص جیل خانہ میں مقید ہو اور کوئی سرکا آدمی برج زنداں کو توڑ دے تو بتلاؤ کیا اس سے اس قیدی کا دل دکھے گا اور وہ یہ کہے گا کہ ہائے افسوس اس نے سنگ مرمر کو توڑ ڈالا جس سے ہماری جان قید سے چھوٹ گئی۔ یہ جیل خانہ کا نفیس سنگ مرمر اور صاف پاکیزہ پتھر برج زنداں کے لئے نہایت زیبا اور اس سے مالوف تھا اس نے اسے کیوں توڑ دیا اور قیدی کو کیوں چھڑا دیا۔ اس جرم میں اس کا توڑنا چاہئے کیا کوئی ایسا کہہ سکتا ہے۔

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ کوئی قیدی ایسی بے ہودہ بات نہیں کہہ سکتا۔ بجز اس کے جس کو جیل خانہ سے سولی دینے لے جاتے ہوں۔ پس اسی پر اہل اللہ کی حالت کو قیاس کر لو کہ ان کو قید خانہ جسم کا ٹوٹنا ہرگز ناگوار نہیں ہو سکتا اور اس کے ٹوٹنے سے ان کو کیسے افسوس نہیں ہوتا۔ افسوس ان کو ہوتا ہے جو یہ جانتے ہوں کہ اس بلا سے چھوٹ کر ہم اس سے بڑی بلا میں مبتلا ہوں گے یعنی کفار و فساق کو اہل اللہ کو ہرگز افسوس نہیں ہوتا۔ اور ہو کیونکر؟ بھلا جس کو سانپوں کے زہر سے نکال کر معدن قند میں لے جاتے ہیں اس کو یہ لے جانا کیسے ناگوار ہو سکتا ہے۔

ان کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ ان کے جان جسم کے شور و شر یعنی خواہشات نفسانیہ سے چھوٹ کر پر ہائے دل سے عالم بالا کی طرف جو کہ اس کا اصلی وطن ہے اڑتی ہے یعنی اطمینان سے اس کے مشاہدہ میں مصروف رہتے ہیں۔ پس ایسی حالت میں اس کو جسم کے چھوٹ جانے کا کیا رنج ہو سکتا ہے ان کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے کوئی کنوئیں میں قید ہو اور وہ رات کو سو جائے اور خواب میں ایک باغ دیکھے اور کہے کہ اے اللہ اب مجھے جسم میں نہ لے جا اور یہیں رہنے دے تاکہ میں اس باغ میں گل چھڑے اڑاؤں اور اس کے جواب میں حق سبحانہ فرمائیں کہ اچھا تمہاری دعا ہم نے قبول فرمائی تم واپس نہ جاؤ۔ اب تم سمجھو کہ یہ سونا اس کو کس قدر اچھا معلوم ہوگا۔

یقیناً یہ سونا اس کو نہایت آرام دہ ہوگا اور ایسا ہوگا جیسے کوئی بے موت جنت میں چلا جائے۔ ایسی حالت میں کیا وہ جاگنے اور اس جسم کی خواہش کرے گا جو کنوئیں میں زنجیروں میں جکڑا پڑا ہے ہرگز نہیں۔ پس یہی حالت اہل اللہ کی سمجھ لو کہ موت ان کے لئے نہایت آرام دہ ہے اور وہ کسی زندگی کی ہوس نہیں کرتے اور جسم کے چھوٹنے کا ان کو بالکل ہی رنج نہیں ہوتا۔

یہاں تک مضمون تائیدی کو ختم کر کے مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تجھے اہل اللہ کی حالت معلوم ہو گئی کہ وہ عقبیٰ کے طالب اور دنیا سے ہارب اور عالم سفلی سے متنفر اور عالم علوی کے شائق ہیں تو آخر تم بھی تو مومن ہو۔ تم بھی مرد بنو اور میدان کارزار میں آؤ اور نفس و شیطان جو کہ تم کو دنیا ہی میں محبوس رکھنا چاہتے ہیں ان سے مقابلہ کرو اور انہیں مغلوب کر کے عالم بالا کے طالب بنو کیونکہ تم اصالۃً علوی ہو اور ایک وقت میں تم عالم بالا میں رہتے تھے پس تم کو اپنے وطن اصلی کی طرف لوٹنا چاہئے اور جو تمہیں دار الغربت میں محبوس رکھنا چاہیں ان کو مغلوب کرنا چاہئے

پھر اس کی صورت یہ ہے کہ اس توقع پر کہ عالم بالا کا راستہ تمہارے لئے کھول دیا جائے تم کو نوافل میں رات بھر یوں کھڑا رہنا چاہئے جیسے شمع محراب کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور فرط شوق عالم بالا سے تمام شب یوں جلتے رہنے اور روتے رہنا چاہئے جیسا کہ شمع سر بریدہ کرتی ہے اور کھانے پینے سے منہ بند کر کے یعنی بکثرت روزہ رکھ کر خوان آسمانی (غذاء روحانی) کی طرف دوڑنا چاہئے۔ اور عالم بالا کے شوق میں بید کی طرح جھومتے ہوئے آسمان سے غذائے روحانی کا منتظر رہنا چاہئے اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر عالم بالا کا راستہ کھل جائے گا اور تم بہ سیر روحانی معنوی عالم بالا پر پہنچ جاؤ گے۔

شاید تم خیال کرو کہ بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ دیکھو ہر دم عالم بالا سے پانی اور گرمی آتی ہے اور تمہارا رزق بڑھاتی ہے کیونکہ پانی سے نباتات پیدا ہوتے ہیں اور گرمی سے غلہ وغیرہ پکتے ہیں۔ پس جبکہ عالم بالا سے پانی اور آگ کا آنا ممکن ہے تو اگر تمہیں عالم بالا پر لے جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں پس تم اپنے عجز کو نہ دیکھو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں بلکہ تم تو طلب پر نظر کرو اور جہاں تک ممکن ہو اسے قوت دو کیونکہ یہ طلب تمہارے اندر خدا کی رکھی ہوئی امانت ہے جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ حق سبحانہ تم کو اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں کیونکہ ہر طالب مطلوب کے لئے زیبا ہے۔

پس جبکہ خدا نے تمہارے اندر طلب پیدا کی ہے تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ ایک وقت میں تم مطلوب حق ہو گے اور جب تم مطلوب ہو گے تو اس وقت تمہارا حق سبحانہ تک پہنچ جانا کچھ بھی دشوار نہ ہوگا۔ پس تم کوشش کرو کہ تمہاری طلب بڑھے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حق سبحانہ تمہیں اپنی طرف کھینچ لیں گے اور تمہارا اول اس چاہ تن سے نکل جائے گا اور تم عالم بالا پر پہنچ جاؤ گے۔ یعنی تم کو حق سبحانہ اور عالم بالا سے تقرب معنوی اور تعلق خاص ہو جائے گا اس وقت تمہاری یہ حالت ہوگی کہ جب تم مر جاؤ گی تو لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص بے چارہ مر گیا اور تم کہو گے کہ ارے بے خبرو میں مرا نہیں بلکہ زندہ ہوں کیونکہ جو حقیقت حیات ہے یعنی حیات روحانی وہ مجھے حاصل ہے اور اگر میرا جسم اور جسموں کی طرح مردہ ہے تو کچھ پرواہ نہیں ہے کیونکہ مجھے تعلیم دائم کے سبب کمال خوشی حاصل ہے اور جب کہ مجھے لذت وعیش روحانی حاصل ہے تو اگر میرا جسم مردود ہے تو کچھ بات نہیں کیونکہ اگر سونے کی حالت میں کسی کی جان گل ونسرین میں ہو تو اس وقت اگر اس کا جسم گوبر میں بھی پڑا ہو تو بھی اسے کچھ پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ سونے والے کی روح کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس کا جسم باغ میں سو رہا ہے یا کوڑی پر۔ بلکہ اس کی جان عالم سنگ یعنی عالم ارواح میں "یـالیـت قـومـی یعلمون" کا نعرہ مارتی ہوتی ہے اور کہتی ہوتی ہے کہ اے کاش یہ لوگ جو میرے جسم کی خستہ حالت پر کڑھ رہے ہیں میرے عیش اور کامرانی کو دیکھیں اور اپنی جہالت پر متنبہ ہوں۔

اس مقام پر استطرادا ایک شبہ کا دفع کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تقریر شبہ یہ ہے کہ حیات جسمانی تو بے شک ایک شے ہے لیکن حیات روحانی جو حیات جسمانی سے بڑھ کر ہے اور جس کے حصول کے بعد حیات جسمانی کی پرواہ نہیں ہوتی وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ بدوں جسم کے روح کیونکر زندہ رہ سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ فی السماء رزقکم یعنی آسمان میں تمہارا رزق ہے اور ظاہر ہے کہ جسم آسمان پر نہیں جا سکتا۔

تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر جان بدوں اس جسم کے زندہ نہیں رہ سکتی تو آسمان کس کا محل ہوگا۔ اور وہاں رزق کس کو ملے گا۔ ضرور اس کا یہی جواب ہوگا کہ روح کو پس جبکہ آسمان میں غذا روح کو ملے گی اور غذا بدوں حیات کے متصور نہیں تو حیات روحانی ثابت ہوگئی۔ خیر تو ہم نے کہا تھا کہ اگر تم ایسی حالت میں مر جاؤ گے تو لوگ تمہیں مردہ سمجھ کر تم پر افسوس کریں گے مگر تم کو اس وقت ایک نئی حیات حاصل ہوگی اور تم اپنی مردہ سمجھنے والوں کی حالت پر افسوس کرو گے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ اس وقت تم اس غذائے قلیل وکثیف سے نکل کر اعلیٰ درجہ کی غذا میں پہنچ جاؤ گے جس کی یہ حالت ہوگی کہ اگر اس میں سے ہزاروں رطل کھا جاؤ تو نہ تم آلودۂ نجاست ہو اور نہ طبیعت پر کچھ گرانی ہو۔ بلکہ پاک صاف اور پری کی طرح ہلکے پھلکے چلے جاؤ اور یہ حالت ہوگی کہ باؤ رگ کر تم کو مبتلائے قولنج نہ کرے گی۔

سو یہ تمہاری جان کے در پے ہو جائے گی کیونکہ اگر تم کم کھاؤ گے تو کوے کی طرح بھوکے رہو گے اور بھوک تمہیں تکلیف دے گی اور اگر پیٹ بھر کر کھاؤ گے تو ڈکاریں تمہارا دماغ پریشان کریں گی۔ نیز کم کھاؤ گے تو بھوک سے بدمزاجی اور خشکی اور گرمی پیدا ہوگی جس سے دق ہو جائے گا اور زیادہ کھاؤ گے تو جسم بدہضمی کا مستحق ہوگا۔

غرض کہ غذائے جسمانی ہر طرح موجب تکلیف ہے۔ پس جبکہ بھوکا رہنا بھی موجب تکلیف اور پیٹ بھرنا بھی۔ تو اس تکلیف سے نجات کی کیا صورت ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ تم حق سبحانہ کا کھانا اور وہ زود ہضم غذا یعنی غذائے روحانی کھا کر ایسے خطرناک دریا یعنی دریائے تکلیف پر کشتی کی طرح سوار ہو جاؤ۔ اور بے خطر اس دریا کو طے کر جاؤ یعنی اس تکلیف سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ غذائے روحانی کے عادی ہو جاؤ اور غذائے جسمانی کو چھوڑ و۔

فائدہ:۔ اس تدبیر سے بدہضمی کی تکالیف سے نجات پانا تو ظاہر ہے مگر بھوک کی تکالیف سے نجات پانے میں شبہ ہو سکتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب رفتہ رفتہ آدمی بھوک کا عادی ہو جائے گا تو پھر بھوک اس کو تکلیف نہ دے گی۔ لان العادۃ کالطبیعۃ الثانیہ۔ چنانچہ جو لوگ سنکھیا کھانے کے عادی ہو جاتے ہیں وہ تولوں سنکھیا کھا جاتے ہیں مگر وہ انہیں تکلیف نہیں دیتا۔ پھر غذائے روحانی سے روح کو قوت ہوگی اور روح کی قوت سے طبیعت کو قوت ہوگی اور قوت طبیعت امراض کو دفع کرے گی۔ اور باایں ہمہ اگر کوئی مرض پیدا ہوا تو گو اس سے طبعی تکلیف ہو مگر وہ تکلیف اس لئے غیر معتد بہ ہوگی کہ اس سے پریشانی نہ ہوگی اور اصل موذی پریشانی ہے نہ کہ تکلیف پس یہ تکلیف کالمعدوم ہوگی۔ ہذا ما عندنا واللہ اعلم)

جب تکلیف غذائے جسمانی سے بچنے کی تدبیر معلوم ہوگئی تو اب یہ معلوم ہونا چاہئے کہ طعام اللہ کیونکر ملے۔ سو اس کی تدبیر یہ ہے کہ غذائے حق سبحانہ کے منتظر رہتے ہوئے روزوں کی تکلیف پر صبر اور ان پر مداومت کرو کیونکہ حق سبحانہ جو کہ حکیم اور حلیم ہیں اپنے عطایا انتظار کی حالت میں دیتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ روٹی کا انتظار پیٹ بھرنے کو نہیں ہوتا اور اس کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ خوراک مقرر سویرے آئے گی یا دیر میں۔ برخلاف بھوکے کے کہ وہ ہر وقت یہی کہتا ہے کہ کھانا کہاں ہے اور بھوک کے سبب وہ ہر دم اس کا منتظر رہتا ہے اس لئے ضرورت ہے بھوک اور روزہ کی۔ تاکہ تم کو خوراک کا انتظار ہو اور وہ غذائے روحانی تم کو ملے ورنہ جبکہ تم بھوکے نہ ہو گے اور اس لئے تم کو انتظار ہی نہ ہوگا تو وہ کثیر المقدار غذا تم کو نہ ملے گی۔ پس تم مردانہ خوان آسمان کے منتظر بنو۔ اور روزہ پر مداومت کر کے بھوکے رہو کیونکہ ہر بھوکے کو انجام کار غذا مل جاتی ہے اور آفتاب دولت اس پر تاباں ہوتا ہے۔

نیز قاعدہ ہے کہ جب کوئی عالی ہمت مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو میزبان اس کے لئے بہتر سے بہتر کھانا لاتا ہے۔ بجز فقیر یا بخیل میزبان کے وہ تو ضرور ایسا نہیں کرتا پس تم غذائے جسمانی سے نفرت پیدا کرو تاکہ تم کو بہتر غذا یعنی غذائے روحانی ملے اور حق سبحانہ کی نسبت جو کہ رازق کریم ہیں۔ مفلسی یا بخل کا گمان بد نہ کرو اور تم پہاڑ کی طرح سر اٹھاؤ تاکہ سب سے پہلے آفتاب رحمت کا نور تم پر پڑے کیونکہ پہاڑ کی چوٹی خورشید سحر کی منتظر ہوتی ہے تو سب سے پہلے آفتاب اسی کو اپنے فیض سے بہرہ ور کرتا ہے۔

غرضکہ تم اپنے اندر غذائے روحانی کی طلب اور اس کا انتظار پیدا کرو۔ (فائدہ قولہ کہ "نہ جس باد قولنجت کند۔ چارمیخ معدہ آہنت کند" کی شرح میں محمد رضا نے کہا ہے حاصل آنکہ ترا غذائے روحانی نہ جس باد وقولنج کند ونہ بپائے بند معدہ کشیدن گرداند۔ ومعدہ کشیدن در زیر بار طبل شکم و برآمدن باشد انتھی اور ولی محمد نے بھی اسی مضمون کو قائم کر رکھا ہے لیکن یہ مضمون ایک حد تک اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ نسخہ کہ نہ جس باد وقولنجت بواؤ عاطفہ ہو اور ہمارے نسخہ میں ایسا نہیں ہے اس لئے ہم نے شرح میں بیت مذکورہ کے مصرع اول کو مضمون بالا سے مرتبط قرار دیا ہے اور مصرع ثانی کو علیحدہ مضمون اور مابعد سے مرتبط ٹھہرایا ہے اور یہ ہی مضمون ہم کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ ۲:۔ قولہ کم خوری خوئے بد و خشکی و دق میں ولی محمد نے دق کو مجازاً بمعنی لاغری قرار دیا ہے مگر ہم نے ترک حقیقت کی ضرورت نہیں خیال کی۔

فائدہ ۳:۔ قولہ باش در روزہ شکیبا و مصر الی قولہ آفتاب دولتی بروئے بتافت پر بادی النظر میں ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ ترک غذائے جسمانی سے اور بھوکا رہنے سے تو غذائے جسمانی کی خواہش اور اسی کا انتظار بڑھے گا نہ کہ غذائے روحانی کا پھر اس خواہش اور انتظار پر غذائے روحانی کا ترتب کیونکر ہوگا۔

سو حل اس شبہ کا یہ ہے کہ اس ترک اکل کا منشاء غذائے جسمانی سے نفرت اور غذائے روحانی کی رغبت ہے کیونکہ وہ وسیلہ ہے حصول غذائے روحانی کا۔ پس اس سے غذائے جسمانی کا انتظار نہ بڑھے گا بلکہ اس سے غذائے روحانی کی خواہش اور اسی کا انتظار بڑھے گا کیونکہ اختیار وسیلہ میں جس قدر مشقت اور زحمت کا سامنا ہوتا ہے اسی قدر مغلوب کی خواہش اور اس کا اشتیاق اور انتظار بڑھتا ہے مثلاً جب کوئی مسافر کسی مقام کے قصد سے چلتا ہے تو جس قدر سفر کی تکان زیادہ ہوتی ہے اسی قدر وصول کی خواہش اور اس کا اشتیاق اور انتظار بڑھتا ہے۔

پس جبکہ آدمی اس غرض سے بھوکا رہے گا کہ شوکت وصولت نفس ٹوٹے اور ہم میں غذائے روحانی کی قابلیت واستعداد قریب پیدا ہو اور اس طرح ہم کو غذائے روحانی مل جائے تو جس قدر بھوک سے اسے تکلیف ہو گی اسی قدر اس کی یہ خواہش بڑھے گی اور اتنا ہی غذائے روحانی کا انتظار بڑھے گا۔ فاندفع الاشکال۔

در جواب آں مغفل کہ گفتہ است کہ خوش بودے ایں جہاں اگر مرگ نبودے وخوش بودے ملک دنیا اگر زوالش نبودے و علیٰ ھذہ الوتیرۃ من الفشارات

اس بیوقوف کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہان کیا ہی اچھا ہوتا اگر موت نہ ہوتی
اور دنیا کی سلطنت اچھی ہوتی اگر اس کا زوال نہ ہوتا اور اسی طرح کی بکواسیں

آں یکے میگفت خوش بودے جہاں	گر نبودے پائے مرگ اندر میاں
ایک شخص کہتا تھا دنیا اچھی ہوتی	اگر موت کا پاؤں درمیان میں نہ ہوتا
آں دگر گفت ار نبودے مرگ ہیچ	کہ نیر زیدے جہان پیچ پیچ
دوسرے شخص نے کہا اگر موت بالکل نہ ہوتی	تو یہ پیچ دنیا ایک تنکے کی نہ ہوتی

خرمنے بودے بدشت افراشتہ	مہمل و ناکوفتہ بگذاشتہ
جنگل میں ابھرا ہوا ایک کھلیان ہوتا	بیکار بغیر گہائے ہوئے چھوڑا ہوا
مرگ را تو زندگی پنداشتی	تخم را در شورہ خاکے کاشتی
تونے موت کو زندگی سمجھا	بیج کو شور زمیں میں بو دیا
عقل کاذب ہست خود معکوس بیں	زندگی را مرگ بیند آں غبیں
جھوٹی عقل خود الٹا دیکھنے والی ہے	وہ پاگل زندگی کو موت سمجھتی ہے
اے خدا بنمای تو ہر چیز را	آنچنانکہ ہست در خدعہ سرا
اے خدا! تو ہر چیز کو دکھا دے	جس طرح کہ وہ دھوکے کے گھر میں ہے
ہیچ مردہ نیست پر حسرت ز مرگ	حسرتش آنست کش کم بود برگ
کوئی مرنے والا موت پر حسرت سے پر نہیں ہے	اس کی یہ حسرت ہے کہ اس کا توشہ کم ہے
ورنہ از چاہے بصحرا اوفتاد	درمیان دولت و عیش و گشاد
ورنہ وہ کنویں سے جنگل میں آ گیا	دولت اور عیش اور خوشی میں
زیں مقام ماتم و تنگیں مناخ	نقل افتادش بصحرائے فراخ
اس غم کی جگہ اور تنگ باڑے سے	وہ وسیع جنگل میں منتقل ہو گیا
مقعد صدقے نہ ایوان دروغ	بادۂ خاصی نہ مستی ز دوغ
سچائی کا ٹھکانا، نہ جھوٹ کا قلعہ	خصوصی شراب، نہ کہ چھاچ کی مستی
مقعد صدق و جلیس حق شدہ	رستہ زیں آب و گل آتشکدہ
سچائی کی مجلس اور اللہ (تعالیٰ) کا ہم نشین بن گیا	آتشکدہ کے اس آب و گل سے چھوٹا ہوا
ورنہ کردی زندگانی منیر	یکدو دم ماندست مردانہ بمیر
اگر تونے منور زندگی بسر نہیں کی ہے	ایک دو سانس باقی رہے ہیں مردانہ موت اختیار کر

شرح حبیبی

جب تم کو مضمون بالا سے معلوم ہوگیا کہ دنیا ہیچ ہے اور اصل شے آخرت ہے اور انقطاع تعلق دنیا اور موت جسمانیہ پر افسوس نہ ہونا چاہئے۔ تو اب ایک واقعہ سنو۔ جس سے مضمون بالا کا مزید ثبوت ہو وہ یہ کہ ایک شخص کہہ رہا تھا

کہ دنیا بڑے مزے کی چیز ہوتی بشرطیکہ موت کو اس سے تعلق نہ ہوتا چونکہ اس بیان سے حیات جسمانی کی فضیلت اور موت کی برائی ظاہر کی گئی تھی جو کہ خلاف واقع تھی۔ اس لئے دوسرے شخص نے اس کہنے والے کو اس کی غلطی پر متنبہ کیا اور کہا کہ یہ تمہاری غلطی ہے کیونکہ دنیا اور جسمانی زندگی میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ موت ہی کے سبب ہے ورنہ اگر موت بالکل نہ ہوتی تو دنیا کوڑی کے کام کی نہ تھی۔ کیونکہ دنیا میں خیر و شر مخلوط ہیں ان کا امتیاز موت سے ہوگا اور اعمال حسنہ اسی وقت قابل انتفاع ہوں گے جب آدمی مرے گا اور اس عالم سے اس کا تعلق منقطع ہوگا۔ ایسی صورت میں اگر موت نہ ہوتی اور دنیا میں خلود ہوتا تو اس کی ایسی مثال ہوتی جیسے کھیت میں غلہ کا انبار لگا ہوا ہو اور وہ بے کار اور بے گاہا ہوا پڑا ہو۔ جس میں گیہوں اور بھوسہ ہر دو مخلوط ہوں اور اس وجہ سے گیہوں نا قابل انتفاع ہوں اس لئے دنیا بالکل لغو اور بیکار شے ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ موت دنیا کے اندر خوبی پیدا کرنے والی ہے نہ کہ اس کے خوبی کو کھونے والی۔ تم جو حیات دنیوی کو جو کہ حقیقت موت ہے زندگی سمجھ رہے ہو۔ یہ ایک فعل عبث اور حرکت لایعنی کرتے ہو اور گویا کہ زمین شور میں بیج بوتے ہو۔

فائدہ: مرگ را تو زندگی پنداشتی الخ کی تقریر یوں بھی کہی جا سکتی ہے کہ تم چونکہ حیات جسمانی کو جو کہ فی الحقیقت موت ہے زندگی سمجھتے ہو اور اس لئے اس کی بقا کی تمنا اور موت سے نفرت کرتے ہو اس لئے لازم ہے کہ جو اعمال تم کرو وہ محض فضول کرتے ہو کیونکہ نتیجہ تو ان کا موت سے ظاہر ہوگا اور موت تم چاہتے نہیں تو ان کا عبث ہونا لازم اس تقدیر پر یہ دوسرا عنوان ہوگا قائل کی تحمیق وتجہیل کا۔ ہذا ہوالاوجہ عندی واللہ اعلم بالصواب)

یہاں تک اس مضمون کو ختم کر کے مولانا فرماتے ہیں کہ اس قائل کو حقیقی عقل حاصل نہیں جو اشیاء کو علیٰ ماہی علیہ دکھلاتے تھے بلکہ اس کو عقل کاذب حاصل ہے یعنی ایک ایسی حس اس کو حاصل ہے جو حقیقت میں عقل نہیں بلکہ عقل کے مشابہ ہے اور عقل کاذب کا خاصہ ہے کہ وہ اشیاء کو الٹی دیکھتے ہیں اس لئے وہ مبتلائے خسارہ۔ شخص زندگی کو موت اور موت کو زندگی سمجھتا ہے یہ وجہ ہے اس کے اس غلط خیال کی۔

اس کے بعد مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ہم کو حقیقی عقل عطا فرما اور اس فریب کے گھر دنیا میں جو کچھ بھی ہے اس کو ایسا دکھلا جیسے کہ وہ واقع میں ہے تا کہ ہم اس شخص کی طرح غلطی میں پڑ کر خسارہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

مناجات سے فارغ ہو کر پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ اگر واقع میں موت حیات ہے اور حیات موت تو مردوں کو زندگی کی حسرت کیوں ہوگی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مردوں کو زندگی کی حسرت موت کے سبب نہ ہوگی اور اس کا منشاء یہ نہ ہوگا کہ موت بری شے ہے اور زندگی اچھی چیز بلکہ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مرنے کے بعد اسے موت کی خوبی ظاہر ہوگی اور اس کے اعلیٰ ثمرات کا حصول اعمال حسنہ پر موقوف ہوگا۔ پس اس کو اپنے اعمال کی کمی پر افسوس ہوگا اور وہ کہے گا کہ اگر کچھ اور دنوں زندہ رہتے تو ہمیں مر کر زیادہ فائدہ ہوتا۔ لیکن گر یہ افسوس نہ ہو تو صرف حیات جسمانی کے زوال اور دنیا کے چھوٹنے کا کچھ بھی غم نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو کنوئیں سے نکل کر لق ودق میدان میں دولت اور عیش اور خوشی میں پہنچا ہے اور تو مقام رنج وغم اور جائے تنگ سے ایک وسیع جنگل میں منتقل ہوا ہے جو کہ اس کا اصلی اور باقی رہنے والا ٹھکانہ ہے اور دنیا کی طرح جھوٹا گھر نہیں ہے اور جو کہ اصلی شراب کی طرح مستی واقعیہ رکھتا ہے اور مٹی کی طرح اس کی مستی بے حقیقت نہیں

اور وہ تو اصلی اور واقعی مقام میں خدا کا مقرب ہے اور اس آب وگل (عالم ناسوت) سے جس کو محل آلام وتکالیف ہونے کی وجہ سے آتش کدہ کہنا مناسب ہے۔ چھوٹا ہے پھر اسے جینے کی حسرت اور موت کا رنج کیونکر ہوسکتا ہے۔

پس تم کو دنیا پر خاک ڈال کر اپنی آخرت سنوارنا چاہئے۔ اگر تم اب تک دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی نہیں جئے ہوتو خیر کچھ سانس باقی رہ گئے ہیں انہی میں اپنی حالت درست کرلو۔ اور اہل اللہ کی موت مرو۔ حق سبحانہ کی رحمت بہت وسیع ہے وہ اس حالت میں بھی تم پر رحمت کریں گے۔ پس تم کو مایوس نہ ہونا چاہئے اور اس لئے رحمت کا امیدوار رہنا چاہئے اس وقت تم کو ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے حق سبحانہ کی رحمت کی وسعت اور امید رحمت کی فضیلت ظاہر ہوگی۔ سنو۔

فیما یرجیٰ من رحمة الله تعالیٰ معطی النعم قبل استحقاقها و هو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و رب بعد یورث قرباً و رب معصیة میمونة و رب سعادة تاتی من حیث یرجیٰ النقم لیعلم ان الله یبدل سیئاتهم حسنات

اس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کے بیان میں جو استحقاق سے پہلے ہی نعمتیں عطا کرتا ہے وہ وہی ہے جو بارش برساتا ہے لوگوں کی مایوسی کے بعد اور بہت سی دوریاں ہیں جو قرب پیدا کردیتی ہیں اور بہت سے گناہ ہیں جو مبارک ہیں اور بہت سی سعادتیں ہیں جو اس جگہ سے حاصل ہو جاتی ہیں جہاں سے عتاب کی توقع ہوتی ہے تاکہ وہ جان لے بیشک اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدلہ دیتا ہے

در حدیث آمد کہ روز رستخیز	امر آید ہر یکے تن را کہ خیز
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن	ہر جسم کو حکم ہوگا کہ اٹھ
نفخ صور امرست از یزدان پاک	کہ برآرید اے ذرائر سر زخاک
صور کا پھکنا خدائے پاک کا حکم ہے	کہ اے چیونٹیو! مٹی سے سر ابھارو
باز آید جان ہر یک در بدن	ہمچو وقت صبح ہوش آید بتن
ہر ایک جان بدن میں واپس آ جائے گی	جس طرح صبح کے وقت جسم کو ہوش آ جاتا ہے
جان تن خود را شناسد وقت روز	در لباس خود درآید با فروز
دن کے وقت روح اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے	رونق کے ساتھ اپنے لباس میں آ جائے گی
جسم خود بشناسد و دروے رود	جان زرگر سوئے درزی کے رود
اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اس میں چلی جاتی ہے	سونار کی روح، درزی کی جانب کب جاتی ہے؟
جان عالم سوئے عالم میرود	روح ظالم سوئے ظالم میرود
عالم کی روح عالم کی جانب جاتی ہے	ظالم کی روح ظالم کی جانب جاتی ہے

کہ شناسا کرد شاں علم الٰہ	چونکہ برہ و میش وقت صبحگاہ
کیونکہ ان کو علم خداوندی نے شناسا بنا دیا ہے	جس طرح کہ بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ صبح کے وقت
پائے کفش خود شناسد در ظلم	چوں نداند جان تن خود اے صنم
اندھیریوں میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے	اے صنم! روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی؟
صبح حشر کوچک است اے مستجیر	حشر اکبر را قیاس از وے بگیر
اے پناہ کے طالب! صبح چھوٹی قیامت ہے	بڑی قیامت کو اس پر قیاس کر لے
آنچناں کہ جاں پرد سوئے طیں	نامہ پرداز یسارو از یمیں
جس طرح روح (جسم کی) مٹی کی طرف پرواز کرتی ہے	اعمالنامہ بائیں اور دائیں جانب سے پرواز کرے گا
در کفش بنہند نامہ بخل و جود	فسق وتقویٰ آنچہ وے خوکردہ بود
اس کے ہاتھ میں دیدیں گے بخل اور سخاوت کا اعمالنامہ	بدکاری اور تقویٰ جس کی اس کو عادت تھی
چوں شود بیدار از خواب او سحر	باز آید سوئے او آں خیر و شر
جب وہ صبح کے وقت بیدار ہو گا	وہ بھلا اور برا اس کی جانب واپس آ جائے گا
گر ریاضت دادہ باشد خوئے خویش	وقت بیداری ہماں آید بہ پیش
اگر اس نے اپنی عادت کی اصلاح کر لی ہوگی	بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی
ور بداودی خام وزشت ودر ضلال	چوں عزا نامہ سیہ یا بد شمال
اگر وہ کل کچا اور بھدا اور گمراہی میں تھا	تو اس کا بایاں ہاتھ تعزیت نامہ جیسا (سیاہ) اعمالنامہ پائے گا
ور بداودی پاک و باتقویٰ و دیں	چوں شود بیدار یا بد در یمیں
اور اگر وہ کل پاک اور متقی اور دیندار تھا	جب بیدار ہوگا دائیں ہاتھ میں پائے گا
ہست مارا خواب و بیداری ما	بر نشان مرگ و محشر دو گوا
ہمارا سونا اور جاگنا ہمارے لئے	دو گواہ ہیں موت اور محشر کی علامت پر
حشر اصغر حشر اکبر رانمود	مرگ اصغر مرگ اکبر را ز دود
چھوٹی قیامت نے بڑی قیامت دکھا دی	چھوٹی موت نے بڑی موت کو مانجھ دیا
لیک ایں نامہ خیالست و نہاں	واں شود در حشر اکبر بس عیاں
لیکن یہ اعمالنامہ خیالی اور پوشیدہ ہے	اور وہ بڑی قیامت میں واضح ہو گا

این خیال اینجا نہاں پیدا اثر	زیں خیال آنجا برویاند صور
یہ خیال یہاں چھپا ہوا ہے اثر پیدا ہو گا	اس خیال سے اس جگہ صورتیں اگیں گی
درمہندس بیں خیال خانۂ	دردلش چوں در زمینے دانۂ
انجیر میں کسی گھر کا تصور دیکھ	اس کے دل میں اس طرح ہے جیسے زمین میں دانہ
آں خیال از اندروں آید بروں	چوں زمیں کہ زاید از تخم دروں
وہ خیال اندر سے باہر آ جائے گا	جس طرح زمین اندر کے بیج اگا دیتی ہے
ہر خیالے کوکند دردل وطن	روز محشر صورتے خواہد شدن
جو خیال دل میں وطن بناتا ہے	قیامت کے دن ایک صورت بنے گا
چوں خیالے آں مہندس درضمیر	چوں نبات اندر زمین دانہ گیر
جیسا کہ اس انجیر کے دل کا خیال	جس طرح کہ دانہ قبول کرنے والی زمین میں پودا
مخلصم زیں ہر دو محشر قصہ ایست	مومناں را در بیانش حصہ ایست
ان دونوں محشروں (کے بیان) میں میرا مقصد قصہ (گوئی) ہے	مومنوں کے لئے اسکے بیان میں ایک حصہ ہے
چوں برآید آفتاب رستخیز	برجہند از خاک، خوب وزشت نیز
جب قیامت کے دن سورج طلوع کرے گا	اچھے اور برے بھی مٹی سے اٹھ کھڑے ہونگے
سوئے دیوان قضا پویاں شوند	نقد نیک و بد بکورہ در روند
فیصلہ کی کچہری کی طرف دوڑیں گے	نیک اور بد کی نقدی بھٹی میں چلی جائے گی
نقد نیکو شادمان و ناز ناز	نقد قلب اندر زحیر و در گداز
نیک کی نقدی خوش اور پرناز ہو گی	کھوٹی نقدی پیچ و تاب اور پگھلنے میں ہو گی
لحظہ لحظہ امتحانہا می رسد	سر دلہامی نماید در جسد
دم بدم امتحانات ہوں گے	دلوں کا راز جسم میں نمایاں ہو جائے گا
چوں زقندیل آب وروغن گشتہ فاش	یا چو خاکے کہ بروید سبز ہاش
جس طرح لالٹین سے تیل اور پانی واضح ہو جاتا ہے	یا وہ زمین جو سبزے اگا دیتی ہے
از پیاز و زعفران و کوکنار	سبزی پیدا کند دشت بہار
پیاز اور زعفران اور خشخاش	(موسم) بہار کا جنگل سبزی اگا دیتا ہے

آں یکے سرسبز نحن المتقون	واں دگر ہم چوں بنفشہ سرنگوں
ایک سرسبز ہوگا (کیونکہ وہ) ہم پرہیزگار ہیں (میں ہے)	دوسرا بھی بنفشہ کی طرح سر جھکائے ہوگا
چشمہا بیروں جہیدہ از خطر	گشتہ دہ چشمہ زبیم مستقر
خطرے سے آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی	ٹھکانے کے ڈر سے (آنکھ) دس آنکھیں بنی ہوئی ہوں گی
باز ماندہ دیدہا در انتظار	تا کہ نامہ ناید از سوئے یسار
انتظار میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی	تا کہ اعمالنامہ بائیں جانب سے نہ آ جائے
چشم گرداں سوئے چپ وسوئے راست	زانکہ نبود بخت نامہ راست کاست
آنکھیں بائیں جانب اور دائیں گھومتی ہوں گی	اس لئے کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیبہ گھٹا ہوا نہ ہو
چشم گرداں سوئے راست وسوئے چپ	زانکہ نبود بخت نامہ راست زپ
آنکھیں دائیں جانب اور بائیں جانب گھومتی ہوں گی	تا کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیبہ رائیگاں نہ ہو
نامۂ آید بدست بندۂ	سر سیہ از جرم و فسق آگندۂ
ایک بندہ کے ہاتھ میں اعمالنامہ آئے گا	جو جرموں سے کالا اور فسق سے پر ہو گا
اندر و یک خیر و یک توفیق نے	جز کہ آزار دل صدیق نے
اس میں ایک بھلائی اور ایک توفیق نہ ہوگی	سوائے سچے بندے کی دل آزاری کے کچھ نہ ہو گا
پر ز سرتا پائے زشتی و گناہ	تسخر و خنبک زدن بر اہل راہ
شروع سے آخر تک برائی اور گناہ سے بھرا ہوا	راہ (طریقت) کے اہل کا مذاق اڑانے اور تالیاں پیٹنے سے
آں دغل کاری و دزدیہائے او	واں چو فرعوناں انا و انائے او
اس کی مکاری اور چوریوں سے	اس کی فرعونوں کی سی انانیت اور تکبر سے
چوں بخواند نامۂ خود آں ثقیل	داند او کہ سوئے زنداں شد رحیل
جب وہ بوجھل اپنے اعمالنامہ کو پڑھے گا	وہ جان جائے گا' کہ قیدخانہ کی جانب کوچ ہوا
پس رواں گردد چو دزداں سوئے دار	جرم پیدا بستہ راہ اعتذار
تو وہ ڈاکوؤں کی طرح سولی کی جانب روانہ ہو جائے گا	تصور کھلا ہوا اور معذرت کی راہ بند ہو گی
آں ہزاراں حجت و گفتار بد	بر دہانش گشتہ چوں مسمار بد
وہ ہزاروں دلیلیں اور برے بول	بڑی کیل کی طرح' اس کے منہ پر بن گئے

رخت دزدی در تن و در خانہ اش	گشتہ پیدا گم شدہ افسانہ اش
چوری کا سامان، بدن پر اور اس کے گھر میں	کھل گیا، اس کا قصہ ختم ہو گیا
پس رواں گردد بزندان سعیر	کہ نباشد خار را ز آتش گزیر
تو وہ دوزخ کے قید خانہ کی جانب رواں ہو گا	کیونکہ کانٹے کے لئے آگ کے سوا چارہ نہیں
چوں موکل آں ملائک پیش و پس	بودہ پنہاں گشتہ پیدا چوں عسس
فرشتے سپاہی کی طرح آگے اور پیچھے	چھپے ہوئے تھے، کوتوال کی طرح ظاہر ہو گئے
میبرندش میسپارندش بہ نیش	کہ بروائے سگ بگہدانہائے خویش
اس کو لے جائیں گے اس کو عذاب کے سپرد کر دیں گے	کہ اے کتے! اپنے پاخانوں میں جا
میکشد پا برسر ہر راہ او	تابود کہ برجہد زاں چاہ او
وہ ہر راستہ پر پاؤں کھینچتا ہے	شاید کہ وہ اس کنویں سے کود بھاگے
منتظر می ایستد تن میزند	بر امیدے روئے واپس می کند
انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے، چپ سادھ لیتا ہے	کسی امید پر مڑ کر دیکھتا ہے
اشک میبارد چو باران خزاں	خشک امیدے چہ دارد او جز آں
(موسم) خزاں کی بارش جیسے آنسو بہاتا ہے	وہ سوائے اس کے اور کیا خشک امید رکھتا ہے؟
ہر زمانے روئے واپس میکند	رو بدرگاہ مقدس میکند
وہ ہر وقت مڑ کر دیکھتا ہے	درگاہ مقدس کی طرف رجوع کرتا ہے
پس زحق امر آید از اقلیم نور	کہ بگوئیدش کہ اے بطال عور
نور کے عالم سے اللہ کی جانب سے حکم آئے گا	اس سے کہہ دو کہ اے جھوٹے ننگے!
انتظار چیستی اے کان شر	رو چہ واپس میکنی اے خیرہ سر
اے شر کی کان! کاہے کا انتظار ہے؟	اے بے ہودہ! مڑ کر کیوں دیکھتا ہے؟
نامہ ات آنست کت آمد بدست	اے خدا آزار و اے شیطاں پرست
تیرا وہی اعمالنامہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آ گیا	اے خدا دشمن! اور اے شیطان کے پجاری!
چوں بدیدی نامۂ کردار خویش	چہ نگری پس، بیں جزای کار خویش
جبکہ تو نے اپنے عمل کا اعمالنامہ دیکھ لیا	پیچھے کیا دیکھتا ہے؟ اپنے کام کی جزا دیکھ

بیہدہ چمول مولے میزنی	در چنیں چہ کو امید روشنی
کیوں بیہودہ ٹال مٹول کرتا ہے	ایسے کنویں میں روشنی کی کیا امید ہے؟
نے ترا از روئے ظاہر طاعتے	نے ترا در سرو باطن نیتے
نہ تیرے پاس ظاہر کے اعتبار سے کوئی عبادت ہے	نہ تیرے پاس پوشیدہ اور چھپی ہوئی کوئی نیت ہے
نے ترا در شب مناجات و قیام	نے ترا در روز پرہیز و صیام
نہ تیرے پاس رات کی سرگوشی اور کھڑا رہنا ہے	نہ تیرے پاس دن کی پرہیزگاری اور روزہ رکھنا ہے
نے ترا حفظ زباں ز آزار کس	نے نظر کردن بعبرت پیش و پس
نہ تیرے پاس کسی کو ستانے سے زبان کو محفوظ رکھنا ہے	نہ عبرت کے لئے آگے اور پیچھے دیکھنا ہے
پیش چہ بود یاد مرگ و نزع خویش	پس چہ باشد مردن یاراں ز پیش
"آگے" کیا ہوتا ہے؟ موت اور اپنی جان کنی	"پیچھے" کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے دوستوں کا مرنا
نے ترا بر ظلم توبہ پر خروش	اے دغا گندم نمائے و جو فروش
نہ تیرے پاس ظلم سے آہ بھری توبہ ہے	اے دغا (باز) گیہوں دکھانے والے اور جو بیچنے والے
چوں ترازوئے تو کژ بود و دغا	راست چوں جوئی ترازوئے جزا
جبکہ "تیری ترازو" کج اور پر (دغا) تھی	تو جزاء کی صحیح ترازو کو تو کیوں تلاش کرتا ہے؟
چونکہ پائے چپ بدی در غدر و کاست	نامہ چوں آید ترا در دست راست
جبکہ تو غداری اور گھٹانے میں بایاں پاؤں بنا ہوا ہے	تو اعمالنامہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیسے آئے گا؟
چوں جزا سایہ است اے قد تو خم	سایۂ تو کج فتد در پیش ہم
اے ٹیڑھے قد والے! جبکہ جزا تیرا سایہ ہے	سامنے تیرا سایہ بھی ٹیڑھا پڑے گا
زیں قبل آید خطابات درشت	کہ شود کہ را ازاں ہم کوز پشت
اس طرح کے سخت خطابات آئیں گے	کہ اس سے پہاڑ بھی کبڑا ہو جائے گا
بندہ گوید آنچہ فرمودی بیاں	صد چنانم صد چنانم صد چناں
بندہ کہے گا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا	میں اس سے سو گنا ہوں سو گنا ہوں سو گنا ہوں
خود تو پوشیدی بترہا را بحلم	ورنہ میدانی فضیحتہا بعلم
تو نے خود بردباری سے اس سے بدتر کو پوشیدہ رکھا	ورنہ تو رسوائیوں کو علم کے ذریعہ جانتا ہے

لیک بیروں از جہاد و فعل خویش	از ورائے خیر و شر و کفر و کیش
لیکن کوشش اور اپنے فعل کے علاوہ	بھلائی اور برائی اور کفر و مذہب کے علاوہ
وز نیاز عاجزانہ خویشتن	وز خیال و وہم من یا صد چو من
اپنی عاجزانہ نیاز مندی کے (علاوہ)	اپنے یا اپنے جیسے سینکڑوں کے خیال اور وہم کے (علاوہ)
بودم امیدے بمحض لطف تو	از ورائے راست باشی یا عتو
مجھے تیری مہربانی سے امید تھی	صحیح زندگی یا سرکشی کے علاوہ
بخشش محضے ز لطف بے عوض	بودم امید اے کریم بے غرض
بغیر بدلے کے مہربانی سے خالص بخشش	اے بے غرض سخی! مجھے امید تھی
روسپس کردم بداں محض کرم	سوئے فعل خویشتن می ننگرم
میں اس خالص کرم کی طرف مڑا	میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں
سوئے آں امید کردم روئے خویش	کہ وجودم دادۂ از پیش بیش
اس کرم کی جانب میں نے اپنا چہرہ کیا ہے	کہ تو نے مجھے پہلے وجود سے زیادہ وجود عنایت کیا
خلعتِ ہستی بدادی رائگاں	من ہمیشہ معتمد بودم براں
تو نے مفت وجود کا لباس عطا کیا	میں ہمیشہ اس پر بھروسہ رکھتا تھا
چوں شمارد جرم خود راوٗ خطا	محض بخشائش درآید در عطا
جب وہ اپنے جرم اور خطا گنائے گا	خالص بخشش عطا میں لگ جائے گی
کاے ملائک باز آریدش بما	کہ بدستش چشم و دل سوئے رجا
کہ اے فرشتو! اس کو ہمارے پاس واپس لے آؤ	کیونکہ اس کی آنکھ اور دل امیدوار (عطا) ہیں
لاابالی وار آزادش کنیم	واں خطا ہارا ہمہ خط برزنیم
بے پروائی سے ہم اس کو آزاد کر دیں گے	اور ان سب خطاؤں پر قلم پھیر دیں گے
لاابالی مر کسے باشد مباح	کش زیاں نبود ز جرم واز صلاح
بے پروائی اس کے لئے مناسب ہے	جس کو نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچے
آتش خوش بر فروزیم از کرم	تا نماند جرم و ذلت بیش و کم
ہم کرم سے ایک اچھی آگ روشن کریں گے	تاکہ جرم اور لغزش نہ تھوڑی رہے نہ زیادہ

آتشے کز شعلہ اش کمتر شرار	می سوزد جرم و جبر و اختیار
وہ آگ جس کے شعلے کی چھوٹی سی چنگاری	خطا اور جبر اور اختیار کو جلا ڈالے
شعلہ در بنگاہ انسانی زنیم	خار را گلزار روحانی کنیم
ہم انسانی خیمہ گاہ میں آگ لگا دیں گے	کانٹے کو روحانی چمن بنا دیں گے
ما فرستادیم از چرخ نہم	کیمیای صلح لکم اعمالکم
ہم نے نویں آسمان سے بھیجی ہے	''وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دیتا ہے'' کی کیمیا
خود چہ باشد پیش نور مستقر	کر و فر اختیار بوالبشر
مستقل نور کے سامنے خود کیا ہے؟	ابوالبشر کے اختیار کی شان و شوکت
گوشت پارہ آلت گویائے او	پیہ پارہ منظر بینائے او
گوشت کا ایک ٹکڑا اس کے بولنے کا آلہ ہے	چربی کا ٹکڑا اس کے دیکھنے کا آلہ ہے
مسمع او آں دو پارہ استخواں	مدرکش دو قطرہ خوں یعنی جناں
ہڈی کے دو ٹکڑے اس کے سننے کا آلہ ہیں	خون کے دو قطرے یعنی دل اس کے علم کا آلہ ہیں
کرمکی و از قذر آگندۂ	طمطراقے در جہاں افگندۂ
تو گندگی سے بھرا ہوا ایک کیڑا ہے	تونے دنیا میں دھوم مچا رکھی ہے
از منی بودی منی را واگزار	اے ایاز آں پوستیں را یاد دار
تو منی سے پیدا ہوا تھا، خودی کو چھوڑ	اے ایاز! اس پوستین کو یاد رکھ

شرح حبیبی

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں ہر جسم کو حق تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ اٹھو اور محاسبہ کے لئے تیار ہو یعنی بروز قیامت نفخ صور ہوگا جس سے مردے اٹھیں گے اور یہ نفخ صور میں خدا کا حکم ہے کہ اے منتشر ذراتم مجتمع ہو کر اپنی قبروں سے اٹھو۔ خیر تو اس وقت ہر ایک کی جان اپنے قالب میں چلی جائے گی اور یوں چلی جائے گی جیسے صبح کے وقت جسم میں ہوش آ جاتا ہے جو کہ نیند کے سبب اس سے دور ہو گیا تھا۔

دیکھو جب دن ہوتا ہے تو جان اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اس میں چلی جاتی ہے وہ اپنے جسم کو پہچانتی اور اسی میں جاتی ہے نہ کہ دوسرے میں۔ چنانچہ سنار کی جان درزی کے قالب میں نہیں جاتی اور عالم کی جان عالم ہی کے جسم میں جاتی ہے اور ظالم کی روح ظالم ہی کے قالب میں جاتی ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ کو ہر جسم اور ہر روح کا علم

ہے اور اس نے اپنے علم سے ارواح کو بھی حصہ دیا ہے اور ان کو ان کے اجسام سے واقف کر دیا ہے۔

اس لئے روح اور قالب کی ایسی مثال ہوگئی ہے جیسے بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ کہ جب صبح ہوتی ہے تو ہر بچہ اپنی ہی ماں کی طرف دوڑتا ہے دوسری بھیڑ کی طرف نہیں جاتا۔ اجی گھپ اندھیرے میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے تو روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی خود پہچانے گی۔ پس تم کو حشر اجساد پر کوئی اشکال نہ ہونا چاہئے کیونکہ دنیا میں اس کے نظائر مشاہد ہیں چنانچہ صبح جس کو ہم ہر روز دیکھتے ہیں قیامت صغریٰ ہے۔ پس قیامت کو بھی یوں ہی سمجھنا چاہئے اور جاننا چاہئے کہ جس طرح ہم اپنی خواب گاہوں سے اٹھتے ہیں یوں ہی قبروں سے اٹھیں گے اور جس طرح صبح کے وقت ہماری ارواح پر اجسام ملتبس نہیں ہوتیں یوں ہی قیامت میں بھی ملتبس نہ ہوں گی۔

القصہ قیامت ہوگی اور مردوں کی ارواح اپنے اپنے جسم میں جائیں گی۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جوں ہی آدمی کی روح اپنے قالب میں آئے گی اس کا نامۂ اعمال بائیں جانب سے یا دائیں جانب سے اڑ کر اس کے ہاتھ میں آ جائے گا۔ اور بخل یا سخاوت فسق یا پرہیزگاری۔ غرض کہ جو کچھ بھی وہ دنیا میں کرتا تھا اس کی مکمل اور مفصل فہرست اس کے ہاتھ میں دیدی جائے گی۔ اور یہ امر بھی ناقابل استبعاد و انکار ہے کیونکہ اس کے نظائر بھی دنیا میں مشاہد ہیں۔

دیکھو جب آدمی صبح کو سونے سے اٹھتا ہے تو اس کی بھلائی برائی اس کے سامنے آ جاتی ہے مثلاً اگر وہ ریاضت کا خوگر تھا تو بیداری کے وقت ریاضت کو اپنے سامنے پاتا ہے اور اگر ناقص اور برا اور مبتلائے گمراہی تھا تو ماتم کی طرح سیاہ نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں آتا ہے اور اگر وہ پاک اور متقی اور دیندار تھا تو جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پاتا ہے۔ القصہ آدمی جس بات کا عادی ہوتا ہے جب سو کر اٹھتا ہے تو اسی بات کا خیال اس پر مسلط ہوجاتا ہے اور یہ گویا کہ اس کا نامۂ اعمال ہے جو اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں آیا ہے۔ پس ہماری نیند اور ہماری بیداری۔ موت اور قیامت کے دو گواہ ہیں اور حشر اصغر یعنی بیداری۔ حشر اکبر یعنی قیامت کو ظاہر کرتا ہے اور مرگ اصغر یعنی نیند۔ مرگ اکبر۔ یعنی موت کو ظاہر کرتی ہے یہ سب کچھ ہے۔

لیکن یہ واضح رہے کہ اشیاء مذکورہ بالا امثال نہیں ہیں بلکہ مثالیں ہیں یعنی ان میں مماثلت و مشابہت تام نہیں بلکہ فی الجملہ مماثلت و مشابہت ہے۔ اس لئے کہ نامۂ اعمال جو قیامت میں ہاتھ میں آئے گا۔ اس کی نظیر میں ہم نے وہ نامۂ اعمال پیش کیا ہے جو بیداری کے وقت میں آدمی کے ہاتھ میں آتا ہے مگر دونوں یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں بہت بڑا فرق ہے چنانچہ بیداری کے وقت جو نامۂ اعمال ہاتھ میں آتا ہے وہ محض خیال اور مخفی ہوتا ہے۔ اور قیامت میں جو نامۂ اعمال ہاتھ میں آئے گا وہ وہاں خوب ظاہر ہوگا کیونکہ جو خیال یہاں اپنی ذات سے مخفی اور اپنے اثر کے ذریعہ سے ظاہر ہے اس خیال سے وہاں صور جوہریہ پیدا ہو جائیں گے۔ خیال کا صورت جوہریہ بن جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ انجینئر کے اندر عمارت کا خیال دیکھ لو جو کہ اس کے دل میں یوں چھپا ہوتا ہے جیسے زمین میں دانہ کہ وہ خیال اندر سے یوں باہر آتا ہے جیسے زمیں اندروں دانہ سے گھاس اگاتی ہے اور اس طرح ایک خیالی صورت جوہریہ بن جاتا ہے۔ پس اسی طرح سمجھ لو کہ جو خیال آدمی کے دل میں گھر کرتا ہے قیامت میں وہ صورت جوہریہ بن جائے گا۔ جس طرح کہ انجینئر کا دل خیال وجود خارجی اختیار کرنے کی صورت میں صورت جوہریہ ہوجاتا ہے یا جیسا کہ بیج قبول کرنے والی زمین میں نبات دانہ سے پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ ہر دو محشر کی تحقیق ختم ہوئی اور میرا مقصود ان

دونوں محشروں کی تفصیل سے تذکیر و پند تھا۔ مسلمانوں کوان کی تفصیل سے کوئی حصہ ضرور ملے گا اور ان کو کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا۔ اب ہم پھر حصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس وقت آفتاب محشر طلوع ہوگا تو اس وقت اچھے برے لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور عدالت محشر کی طرف دوڑیں گے اور اس طرح گویا کہ کھرا اور کھوٹا سونا دونوں بھٹی میں جاویں گے اور دمبدم ان کا امتحان ہو رہا ہوگا اور قلوب کی حالت جسم میں تو یوں چمکتی ہوگی جیسے کہ قندیل میں سے پانی کا پانی ہونا اور تیل کا تیل ہونا ظاہر ہو۔ یا خاک سے سبزہ اگے ہوں اور صحرائے بہار پیاز اور زعفران اور پوست وغیرہ سے سرسبز ہو۔ پس ان میں سے کوئی یہ خیال کر کے کہ ہم متقی ہیں آج ہم کو کچھ خوف اور غم نہیں خوش وخرم ہوں گے اور کچھ بنفشہ کی طرح ندامت سے سر جھکائے ہوں گے اور مارے خوف سے آنسوؤں کے نالے بہتے ہوں گے اور پائیدار خوف کے سبب سخت انتظار میں ہوں گے۔ ان کی آنکھیں انتظار میں کھلی کی کھلی رہ گئی ہوں گی کہ ایسا نہ ہو کہ نامۂ اعمال بائیں طرف سے آ جائے۔ یہ لوگ دائیں بائیں دیکھتے ہوں گے کیونکہ وہ سمجھتے ہوں گے کہ صحیح نوشتہ تقدیر میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔ (خلاصہ یہ کہ وہ جانتے ہوں گے کہ تقدیر کا لکھا پورا ہوگا اس لئے وہ سخت پریشان ہوں گے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ حیران و پریشان دائیں بائیں دیکھتے ہوں گے) اسی حالت میں ایک شخص کے ہاتھ میں نامۂ اعمال آئے گا جس کا دل جرائم سے سیاہ اور جو کہ فسق و فجور سے لبریز ہوگا اس میں کوئی بھلائی اور کوئی خوبی نہ ہوگی اور اس میں بجز اہل اللہ کے دل کے ستانے یعنی ان کی مخالفت کرنے کے اور کوئی بات نہ ہوگی۔ اور وہ سر سے پاؤں تک برائیوں اور گناہوں یعنی اہل اللہ کا مذاق اڑانے ان پر تالیاں بجانے دغابازی چوری اور فرعون کی سی خودی وغیرہ سے بھرا ہوگا یہ شخص جب اپنا نامۂ اعمال پڑھے گا تو سمجھے گا کہ بس اب جیل خانہ جانا ہوگا۔ اس کے بعد یہ شخص بحکم الٰہی دوزخ کی طرف یوں روانہ ہوگا جیسے چور سولی کی طرف جاتے ہیں اس کا جرم ظاہر ہوگا اور معذرت کی راہ مسدود ہوگی اور اس کی وہ ہزاروں حجتیں اور بے ہودہ گفتگوئیں جو وہ دنیا میں کیا کرتا تھا اس کے منہ پر میخ کا کام دیتے ہوں گے۔ اس کو لب کشائی کا موقع نہ دیتے ہوں گی اور چوری کا مال اس کے جسم اور گھر سے برآمد ہو چکا ہوگا۔ یعنی جرم اس پر بخوبی ثابت ہو چکا ہوگا اس لئے اس کا افسانہ بریت وصفائی معدوم ہو چکا ہوگا۔

لہذا وہ جیل خانہ کی طرف روانہ ہو گیا ہوگا کیونکہ وہ کانٹا ہوگا اور کانٹا لامحالہ آگ میں جلتا ہے۔ فرشتے سپاہیوں کی طرح اس کے آگے اور پیچھے ہوں گے جو کہ پہلے مخفی تھے اور اب ظاہر ہوں گے۔ جیسے کہ کوتوالی کی حالت ہوتی ہے کہ وہ ملزموں کی گرفتاری کے وقت ... جھپٹتا ہے اور جب وہ اس کی زد میں آ جاتے ہیں تو فوراً نکل پڑتا ہے۔ الغرض وہ اسے لے جاتے اور تکلیف کے حوالہ کرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ او کتے اپنے گھد ان کو چل مگر وہ شخص راستہ میں پاؤں ملتا چلتا ہوگا۔ بدیں امید کہ شاید وہ اس کنوئیں (مصیبت) سے نکل جائے۔ کسی انتظار میں خاموش کھڑا ہو جائے گا اور کسی توقع پر پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے گا۔ اور موسم خزاں کی طرح بے سود آنسو بہاتا ہوگا کیونکہ اس کے پاس بجز خالی پھیکی امید کے اور کچھ نہ ہوگا۔ غرضکہ وہ ہر وقت منہ موڑ کر دیکھتا ہوگا اور درگاہ حق سبحانہ کی طرف منہ کرتا ہوگا۔ پس حق سبحانہ کی طرف سے یعنی اقلیم نور سے فرشتوں کا حکم ہوگا تم اس سے کہو کہ او بطال اور کسوت اعمال حسنہ سے ننگے اور برائیوں کی معدن تجھے کس بات کا انتظار ہے اور او بے ہودہ تو بار بار پیچھے مڑ کر کیا دیکھتا ہے۔ اے دشمن خدا او مطیع شیطان! تیرا نامہ اعمال تو وہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آ چکا ہے اور جس کو تو دیکھ چکا ہے پس جبکہ تو اپنے نامۂ اعمال کو

دیکھ چکا ہے جس میں کوئی بھلائی ہے ہی نہیں تو پھر مڑ کر کیا دیکھتا ہے اب تو تجھے اپنا اعمال کا بدلہ دیکھنا چاہئے۔ اور فضول بار بار کیوں بھٹکتا ہے۔ اس کنوئیں میں روشنی کی توقع کہاں ہے کیونکہ نہ تو ظاہری ہی تیرے کوئی طاعت ہے اور نہ تیرے باطن میں کسی اچھے کام کا عزم مصمم ہے اور نہ رات میں تو نے مناجات اور قیام کیا ہے اور نہ دن میں معاصی سے پرہیز اور روزے رکھے ہیں اور نہ تو نے اپنے زبان کو لوگوں کی دل آزاری سے روکا ہے اور نہ تو نے آگے پیچھے عبرت سے نظر کی ہے آگے سے کیا مراد ہے اپنی موت کو یاد کرنا اور پیچھے سے کیا مقصود ہے یاروں کا پہلے مرجانا یعنی نہ تو نے کبھی موت کو بطور خود یاد کیا ہے کہ ایک روز ہمیں مرنا ہے اس کے لئے کچھ سامان کرنا چاہئے اور نہ تو نے دوسروں کی موت سے عبرت پکڑی ہے اور نہ تو نے کبھی ظلم سے تضرع وزاری کے ساتھ توبہ کی ہے۔

پس اے دغاباز گندم کا جو فروش جبکہ تیرے ترازوئے عمل میں کجی اور دھوکہ تھا تو ترازوئے عوض کو راست کیسے چاہتا ہے اور جبکہ تو بے وفائی اور کمی طاعت میں بایاں پاؤں یعنی ناقص تھا۔ تو نامہ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں کیونکر آئے اور تو منصور کیونکر ہو اور جبکہ جزا کو اعمال سے وہی نسبت ہے جو قد کو سایہ سے تو اے ٹیڑھے قد والے اور بدعمل تیرا سایہ تیرے آگے ٹیڑھا ہی پڑے گا اور تجھے جزا اعمال کے موافق ہی ملے گی۔

غرضکہ اسی قسم کے سخت سخت خطاب ہوں گے جس کی ہیبت سے پہاڑ بھی جھک جائے۔ اس کے جواب میں وہ شخص عرض کرے گا کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہے میں اس سے بھی سوگنا برا ہوں اور آپ نے اب تک میری برائیوں کو اپنے حلم سے چھپایا تھا۔ ورنہ میرے عیوب کو آپ اپنے علم کامل سے بخوبی جانتے تھے۔ لیکن اے کوشش اور اپنے فعل سے الگ اور اپنی برائی بھلائی اور کفر و ایمان اور اپنے عاجزانہ نیاز اور اپنے بلکہ مجھ سینکڑوں کے وہم وخیال سے باہر۔ مجھے آپ کی عنایت محضہ کی امید تھی خواہ یہ میری امید بجا ہو یا سرکشی۔ اور اے کریم بے عرض مجھے آپ کی بے عوض عنایت سے بخشش محضہ متعینہ علی العمل کی توقع تھی۔ پس میں اس امید کی طرف رخ کرتا ہوں جو آپ کی اس عنایت سے ناشی ہے کہ آپ نے مبدأ مجھے وجود اور خلعت ہستی مفت اور بے عوض عطا فرمائی تھی اور جس پر میں ہمیشہ سے بھروسہ کئے ہوئے تھا۔ غرض کہ جب وہ اپنے جرائم اور خطائیں گنائے گا اور ان کا اعتراف کرے گا تو حق سبحانہ بخشش صرف دینے پر آمادہ ہوں گے اور حکم ہوگا کہ اے فرشتو اسے ہمارے پاس واپس لے آؤ کیونکہ اس کی آنکھ اور اس کا دل دونوں امید رحمت کی طرف متوجہ تھے ہم اس کو آزادانہ اپنے اختیار شاہی سے آزاد کرتے ہیں اور اس کے جرائم کو اور جس کو نہ جرم سے ضرر ہو اور نہ صلاح سے فائدہ ایسی کو آزادی جائز ہے اور جو کچھ وہ کرے اس کو حق ہے اور ہماری شان یہ ہے لہذا آپ کو آزادی جائز ہے اگر ہم ایک سراپا جرم و گناہ کو بالکل معاف کردیں اور سراپا طاعت کو جہنم میں بھیج دیں تو ہم کو حق ہے اور ہمارا یہ فعل بالکل ٹھیک ہے اور مجھ پر کچھ اعتراض نہیں ہوسکتا۔ **لایسئل عما یفعل وھم یسئلون** ہم اپنے کرم کی آتش کو سو یہاں تک مشتعل کرسکتے ہیں کہ خطا وقصور کا نام ونشان نہ رہے اور ایک قلم سب کو معاف کرسکتے ہیں اور ہم وہ آگ مشتعل کرسکتے ہیں جس کا ادنیٰ شعلہ تمام جرائم اور جبر واختیار کو بھسم کردے۔

فائدہ:۔ جبر سے مراد جرم ناشی از جبر اور اختیار سے مراد جرم ناشی از اختیار ہے۔ اور یہ تشریح ہے جرم کی یعنی ہم تمام جرائم کو معاف کرسکتے ہیں خواہ وہ عقیدہ جبر سے ناشی ہوں یا عقیدہ اختیار سے واللہ اعلم)

اور ہم خانۂ انسانی میں آگ لگا سکتے ہیں اور خار کو گلزار روحانی بنا سکتے ہیں یعنی ہم آدمی کی قلب ماہیت کر کے اس کی صفات ذمیمہ کو مبدل بہ صفات حمیدہ کر سکتے ہیں چنانچہ ہم نے بالائے عرش سے ایک ایسی کیمیا بھیجی تھی جو بندوں کے اعمال کے نقصان کی اصلاح کر کے ان کو کامل بنا سکتی تھی۔ اور ہم نے کہہ دیا تھا یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و قولوا قولاً سدیدا یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ کا ارشاد نہایت بجا ہے اور وہ یقیناً کایا پلٹ کر سکتے ہیں کیونکہ اس نور دائم کے یعنی حق سبحانہ کے سامنے آدمی کے اختیار کی شان و شوکت کیا حیثیت رکھتی ہے کچھ بھی نہیں کیونکہ جس زبان سے وہ بولتا ہے وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جس میں گویائی کی قوت حق سبحانہ نے عطا فرمائی ہے اور جس آنکھ سے وہ دیکھتا ہے وہ ایک چربی کا ٹکڑا ہے جس میں دیکھنے کی قوت حق سبحانہ نے رکھی ہے اور جس کان سے وہ سنتا ہے وہ ہڈیوں کے ٹکڑے ہیں جس کو قوت سامعہ حق سبحانہ نے عطا فرمائی ہے اور جس دل سے وہ ادراک کرتا ہے وہ چند خون کے قطرہ ہیں۔ جس میں قوت ادراک حق سبحانہ نے ودیعت رکھی ہے۔ پس وہ جب چاہیں زبان سے قوت گویائی آنکھوں سے قوت بینائی کانوں سے قوت شنوائی دل سے قوت مدرکہ سلب کر سکتے ہیں۔ چلئے خاتمہ ہوا اختیار انسانی کا۔ بس جب اختیار انسان حق سبحانہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور آدمی اپنے اختیار ہی سے برا یا بھلا بنتا ہے تو پھر اس کے قلب ماہیت کر دینا اس کے نزدیک کون سی بڑی بات ہے۔

اس مضمون کو ختم کر کے مولانا مضمون ارشادی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے انسان تیری یہ تو حالت ہے کہ تو ایک معمولی کیڑا اور وہ بھی گندگی سے بھرا ہوا ہے مگر تو نے جہاں میں اپنی دھوم مچا رکھی ہے اور تو ایسا بنا ہوا ہے جیسا کہ نعوذ باللہ تو ہی خدا ہے۔

یہ حرکت تیری نہایت نازیبا ہے تو منی سے گندہ اور ناپاک چیز سے پیدا ہوا ہے پس تو خودی کو چھوڑ اور اے ایاز تو اپنا پرانا پوستین یاد رکھ یعنی اے انسان تو اپنی حالت سابقہ کو نہ بھول۔ اور حق سبحانہ کے سامنے تذلل اور تمسکن اختیار کر اور خودی و سرکشی کو چھوڑ جو کہ ہمارے قول اے ایاز آن پوستیں را یاد دار۔ اشارہ تھا ایک قصہ کی طرف اس لئے اب ہم اس قصہ کو بیان کرتے ہیں اور حسب توقع اس سے مفید نتائج بھی استنباط کریں گے اور وہ قصہ سنو۔

قصۂ ایاز و حجرہ داشتن او جہت چارق و پوستین و گماں بردن خواجہ تاشاں کہ او را دراں حجرہ دفینہ است بسبب محکمی در و گرانی قفل و رفتن او بداں جا

ایاز اور اس کے چپل اور پوستین کے لئے حجرہ رکھنے کا قصہ اور اس کے ساتھیوں کا گمان کرنا کہ اس حجرے میں اس کا خزانہ ہے دروازہ کی مضبوطی اور تالے کے بھاری پن اور اس کے وہاں جانے کی وجہ سے

آں ایاز از زیرکی انگیختہ	پوستین و چارقش آویختہ
ایاز ذہانت سے بھڑکا ہوا تھا	اس نے اپنی پوستین اور چپل لٹکا رکھی تھی
میر و دہر روز در حجرہ خلا	چارقت اینست منگر در علا
علیحدہ حجرے میں روزانہ جاتا تھا	تیری یہ چپل ہے بلندی پر نظر نہ کر

شاہ را گفتند او را حجرہ ایست	اندر آنجا زر و سیم و خمرہ ایست
انہوں نے بادشاہ سے کہا اس کا ایک حجرہ ہے	وہاں سونا چاندی اور مٹکا ہے
راہ می ندہد کسے را اندرو	بستہ میدارد ہمیشہ آں در او
وہ اس کے اندر جانے کی کبھی اجازت نہیں دیتا ہے	وہ ہمیشہ اس دروازے کو بند رکھتا ہے
شاہ فرمود اے عجب آں بندہ را	چہ بود پنہاں و پوشیدہ ز ما
شاہ نے کہا تعجب ہے اس غلام کا	ہم سے چھپا اور ڈھکا کیا ہو گا؟
پس اشارت کرد میرے را کہ رو	نیم شب بکشائے در در حجرہ شو
پھر اس نے ایک سردار کو اشارہ کیا کہ جا	آدھی رات کو دروازہ کھول، حجرے میں چلا جا
ہرچہ یابی مر ترا یغماش کن	سر او را بر ندیماں فاش کن
تو جو کچھ پائے تیرا ہے اس کو لوٹ لے	اس کے راز کو ساتھیوں پر فاش کر دے
با چنیں اکرام و لطف بے عدد	از لئیمی سیم و زر پنہاں کند
ایسے اعزاز اور بے شمار مہربانیوں کے باوجود	کمینہ پن سے چاندی اورسونا چھپاتا ہے
مینماید او وفا و عشق و جوش	وانگہ او گندم نمائے و جو فروش
وہ وفا اور عشق اور جوش دکھاتا ہے	پھر وہ گیہوں دکھانے والا اور جو بیچنے والا ہے
ہر کہ اندر عشق یابد زندگی	کفر باشد پیش او جز بندگی
جو شخص عشق میں زندگی حاصل کر لے	اس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کفر ہے
نیم شب آں میر باسی معتمد	در کشاد حجرۂ او رائے زد
اس امیر نے آدھی رات کو تیس معتمد آدمیوں کے ساتھ	اس کے حجرے کو کھولنا طے کیا
مشعلہ بر کردہ چندیں. پہلواں	جانب حجرہ روانہ شادماں
چند بہادر اور مشعلیں ۔ لئے ہوئے	خوشی خوشی، حجرے کی جانب روانہ ہو گئے
کامر سلطانست بر حجرہ زنیم	ہر یکے ہمیان زر درکش کنیم
کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ ہم حجرہ لوٹ لیں	ہم میں سے ہر ایک سونے کی تھیلی بغل میں دبا لے
آں یکے میگفت ہے چہ جائے زر	از عقیق و لعل گوی و از گہر
ایک کہتا تھا سونا کیا ہوتا ہے	عقیق اور لعل اور موتی کی بات کر

خاص خاص مخزن سلطان ویست | بلکہ اکنوں شاہ را خود جان ویست

وہ شاہی خزانہ کا خاص الخاص ہے | بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی جان ہے

چہ محل دارد بہ پیش آں عشیق | لعل و یا قوت و زمرد یا عقیق

اس معشوق کے آگے کیا وقعت رکھتا ہے؟ | لعل اور یاقوت اور زمرد یا عقیق

شاہ را بروے نبودے بدگماں | تسخرے میکرد بہر امتحاں

بادشاہ کو اس پر بدگمانی نہ تھی | وہ آزمائش کے لئے مذاق کر رہا تھا

پاک میدانستش از ہر غش وغل | باز از وہمش ہمی لرزید دل

وہ اس کو ہر کھوٹ اور فریب سے پاک سمجھتا تھا | پھر وہم سے اس کا د لرزتا تھا

کہ مبادا کایں بود خستہ شود | من نخواہم کہ برو خجلت رود

کہ وہ خدانخواستہ رنجیدہ ہو | میں خواہاں نہیں ہوں کہ اس کو شرمندگی ہو

ایں نہ کرداست اوو گر کرد اوروا ست | ہر چہ خواہد گو بکن محبوب ماست

اس نے یہ نہ کیا ہوگا اور اگر کیا ہے تو جائز ہے | کہہ دے وہ جو چاہے کرے، ہمارا پیارا ہے

ہرچہ محبوبم کند من کردہ ام | او منم من اوچہ گر در پردہ ام

میرا پیارا جو کرے، وہ میں نے کیا ہے | وہ میں ہوں میں وہ، اگرچہ میں پردے میں ہوں

باز گفتے دور ازاں خوئے وخصال | ایں چنیں تخلیط ژاژ ست و خیال

پھر کہتا اس خصلت اور عادت سے بعید ہے | اس طرح کی گڑ بڑ بکواس اور وہم ہے

از ایاز ایں خود محال ست و بعید | کو یکے دریا ست قعرش نا پدید

ایاز سے یہ خود ناممکن اور بعید ہے | کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں ہے

ہفت دریا اندر و یک قطرۂ | جملہ ہستیہا ز مہرش ذرۂ

ساتوں سمندر اس کے اندر ایک قطرہ ہیں | تمام ہستیاں اُس کی محبت کا ایک ذرہ ہیں

جملہ پاکیہا ازاں دریا برند | قطرہایش یک بیک مینا گرند

سب اس دریا سے پاکی حاصل کرتے ہیں | اس کا ایک ایک قطرہ مینا بنانے والا ہے

شاہ شاہانست و بلکہ شاہ ساز | وز برائے چشم بدنامش ایاز

وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے | نظر بد کی وجہ سے اس کا نام ایاز ہے

چشمہائے نیک ہم بروے بدست	از رہ غیرت کہ حسنش بیحد ست
بھلی نگاہیں بھی اس پر بری ہیں	غیرت کی وجہ سے کیونکہ اس کا حسن بیحد ہے
یک دہاں خواہم پنہائے فلک	تا بگویم وصف آں رشک ملک
آسمان کی چوڑائی والا ایک منہ چاہتا ہوں	تاکہ اس رشک ملائکہ کی تعریف کر سکوں
ور دہاں یابم چنیں و صد چنیں	تنگ آید در بیان آں امیں
اور اگر میں ایسا اور اس جیسے سینکڑوں منہ پالوں	اس امانت دار کے بیان میں تنگ ہو جائیں
اینقدر ہم گر نگویم اے سند	شیشۂ دل از ضعیفی بشکند
اے معتمد! اگر میں اتنا بھی نہ کہوں	کمزوری سے دل کا شیشہ ٹوٹ جائے
شیشۂ دل را چو نازک دیدہ ام	بہر تسکیں بس قبا بدریدہ ام
چونکہ میں نے دل کے شیشہ کو نازک سمجھا	تسکین کے لئے میں نے بہت سی قبائیں چاک کی ہیں
من سر ہر ماہ سہ روز اے صنم	بے گماں باید کہ دیوانہ شوم
اے محبوب! میں ہر مہینہ کے شروع میں تین دن	یقیناً دیوانہ بن جاتا ہوں
ہیں کہ امروز اول سہ روزہ است	روز پیروزیست نے پیروزہ است
خبردار! آج تین دن کا پہلا دن ہے	کامیابی کا دن ہے نہیں فیروزہ ہے
ہر دلے کاندر غم شاہے بود	دمبدم او را سر ایں مہ بود
جو دل شاہ کے عشق میں (مبتلا) ہو	اس کا ہر وقت اس مہینہ کا شروع ہوتا ہے

شرح حبیبی

وہ ایاز جو کہ دانائی سے نشو ونما پائے ہوئے اور سراپا دانائی تھا۔ اس کا تقرب سلطانی سے پیشتر کا پوستین اور اسے زمانہ کی جوتیاں حجرہ میں لٹکی ہوئی تھیں اور وہ ہر روز حجرۂ خلوت میں جاتا اور اپنے نفس سے کہتا کہ دیکھ تیری یہ حقیقت ہے اور تیرا یہ جوتا موجود ہے اسے دیکھ لے اور خبردار اس علو مرتبت پر نظر نہ کرنا جو تجھ کو محض عنایت شاہی سے ملی ہے۔

اصل واقعہ تو یہ تھا مگر جب لوگوں نے دیکھا کہ ایاز نے ایک خاص حجرہ پر قبضہ کر رکھا ہے جس میں وہ کسی کو نہیں جانے دیتا تو اس سے ان کو شبہ ہو گیا اور انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ حضور ایاز کے پاس ایک حجرہ ہے اور اس میں اس نے سونے چاندی اور مال کا مٹکا رکھ رکھا ہے۔ چنانچہ وہ اس میں کسی کو نہیں گھسنے دیتا اور اس کا دروازہ ہمیشہ مقفل رکھتا ہے بادشاہ نے اول اپنے دل میں تعجب سے کہا کہ ہمارے اس غلام خاص کے پاس ایسی کیا چیز ہوگی جسے وہ ہم سے بھی

چھپاتا ہے۔اس کے بعد اس نے ایک سردار کو حکم دیا کہ اچھا تم آدھی رات کے وقت جبکہ ایاز سوتا ہو دروازہ کھول کر اس میں گھس جاؤ اور تلاشی لو۔اس میں جو کچھ تمہیں ملے وہ تمہارا ہے لوٹ لو۔اور اس کی حقیقت کو اہل دربار سے بیان کردو۔

غضب ہے کہ ہم اس پر اس قدر عنایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باجے میں سے اموال شاہی چراتا ہے اور ہم سے وفاداری و عشق و محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔حالانکہ وہ گندم نما اور جوفروش ہے یہ حرکت اس کی نہایت نازیبا ہے کیونکہ جو شخص عاشق ہو اور عشق اس کی حیات کا ذریعہ ہو اس کے نزدیک بجز اطاعت محبوب کے دوسری روش کفر ہے خیر جب آدھی رات ہوئی تو اس معتمد سردار نے اس کے حجرہ کے کھولنے کی رائے قائم کی۔چنانچہ چند زبردست سپاہی مشعل روشن کر کے اس کے حجرہ کی جانب خوش خوش یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے کہ اب تو حکم شاہی ہو چکا ہے۔اب ہم حجرہ پر حملہ کریں گے اور ہم میں سے ہر ایک اشرفیوں کی تھیلی بغل میں دبائے گا دوسرا کہتا تھا ارے اشرفیاں کیسی عقیق و لعل و گوہر کہو۔کیونکہ وہ تو سلطان کا خاص الخاص خزانچی ہے بلکہ یوں کہو کہ آج کل تو وہی سلطان کی جان ہے۔پس اس کے نزدیک لعل و یاقوت و زمرد و عقیق بھی کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ایسی حالت میں نہیں معلوم اس میں کیا دولت ہوگی یہ تو ان لوگوں کی حالت تھی۔اب سلطان کی حالت سنو اس کو ایاز کی نسبت کوئی بدگمانی نہ تھی اور تلاشی کا حکم جو اس نے دیا تو وہ اظہار حقیقت کے لئے دل لگی کے طور پر دیا تھا اور اس سے امیروں کو بتانا مقصود تھا وہ اس کو ہر عذر و خیانت سے پاک جانتا تھا۔مگر اس کے ساتھ ہی وہم سے اس کا دل لرزتا ہی تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ مبادا واقعہ یوں ہی ہو جیسا کہ امیروں نے بیان کیا ہے اور ایاز کو صدمہ پہنچے۔میں نہیں جانتا کہ وہ شرمندہ ہو اول تو اس نے ایسا کیا نہیں لیکن اگر کیا ہے تو اسے اختیار ہے جو چاہے کرے وہ ہمارا محبوب ہے جو میرا محبوب کرے وہ میرا ہی کیا ہوا ہے کیونکہ وہ میں ہوں اور میں وہ یعنی میں کچھ نہیں جو کچھ ہے وہی ہے اور میں اس کا حجاب ہوں۔پس جبکہ میں حقیقتاً کچھ ہوں ہی نہیں تو اگر مرتبہ حجاب میں ہوں۔تو کیا ہے کیونکہ یہ وجود ایسا ہے جو عدم ترتب آثار غیریت کے سبب مثل عدم کے ہے۔

فائدہ ا:۔او منم من او ایک جملہ ہے جس سے جس طرح فنائے عاشق فی المحبوب ظاہر ہوتی ہے یوں ہی فنائے محبوب فی المحب بھی ظاہر ہوتی ہے۔وھو خلاف المقصود اس لئے اس کی تشریح کی ضرورت ہے سو واضح ہو کہ فنا کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ فانی کی ذات مفنی فیہ کی ذات کے ساتھ متحد ہو جائے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ فانی بقاء ذات کے ساتھ اپنی صفات کو چھوڑ کر مفنی فیہ کی صفات اختیار کرے۔پس فنا سے قبل چار چیزیں تھیں ذات مفنی فیہ اور اس کے صفات خاصہ۔ذات فانی اور اس کی صفات خاصہ اور تحقق فنا کے بعد تین چیزیں رہ گئیں ذات مفنی فیہ اور اس کی صفات اور ذات فانی متصفہ بصفات مفنی فیہ۔جب یہ مقدمہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ "او منم من او" میں "او" سے ذات مفنی فیہ متصفہ بصفاتہا مراد نہیں بلکہ ذات فانی متصفہ بصفات مفنی فیہ مراد ہے اور چونکہ اس ذات میں دو حیثیتیں ہیں ذاتیہ اور وصفیہ اس لئے حیثیت اولیٰ سے اس کو میں سے تعبیر کیا ہے اور حیثیت ثانیہ سے او سے۔اور او منم من او کہا ہے فاندفع الاشکال وللہ الحمد۔

فائدہ ۲:۔در پردہ ام کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں پردہ میں ہوں بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ میں پردہ کے مرتبہ میں ہوں۔اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ فنا کے بعد ذات فانی باقی رہتی ہے۔مگر اس کے صفات زائل ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ اس میں مفنی فیہ کی صفات آ جاتی ہیں کما سبق فی الفائدۃ الاولی اس طرح دونوں ذاتیں صفات کے

لحاظ سے متحد ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ ذات فانی مغائرۃ لذات المفنی فیہ موجود ہوتی ہے اور صفات مفنی فیہ کا ظہور اسی ذات مغائرہ سے ہوتا ہے اس لئے ظاہر بیں ان صفات کو ذات فانی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور فانی کو ذات مفنی فیہ کے مغائر سمجھتے ہیں۔ اس طرح ذات فانی اس اتحاد کا حجاب بن جاتی ہے جو کہ ہر دو ذاتوں میں اتحاد صفات کے سبب پیدا ہو گیا تھا۔ فتدبر واللہ اعلم بالصواب) پھر کہنا کہ خدا نہ کرے کہ اس کی ایسی بے ہودہ خصلت ہو۔ میں نے جو حکم عقلی میں حکم وہم کی آمیزش کر دی ہے یہ میری بے ہودگی اور بے اصل بات ہے۔ ایاز سے یہ حرکت ناممکن اور نہایت بعید ہے کیونکہ وہ تو خصال حمیدہ کا ایک سمندر ہے جس کی تہہ معلوم ہی نہیں اور جس کے اندر سات سمندر ایک قطرہ ہیں اور وہ ایک ایسا آفتاب کمالات ہے جس کے مقابلہ میں تمام مخلوقات ایک ذرہ ہیں اور وہ نجاست نقص سے اس درجہ پاک ہیں کہ تمام مخلوق پاکی کو اسی دریا سے لے جاتی ہے اور اس کے قطرہ سراسر ناقص کو کامل بنا دینے والے ہیں وہ ایک شہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے ایاز تو اس کو نظر بد کے دفع کے لئے کہتے ہیں چشم بد تو چشم بد۔ یعنی میرے نزدیک تو اچھی نظر میں اس پر چشم بد ہی ہے کیونکہ اس کا حسن بے حد ہے۔ پس مجھے رشک آتا ہے کہ کوئی اسے دیکھے ایسی صورت میں جس طرح میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی اسے بری نظر سے نہ دیکھے۔ یوں ہی چاہتا ہوں کہ کوئی اس کو اچھی نظر سے بھی نہ دیکھے ومن لم یفہم قال ما قال میں اس منہ سے اس کی تعریف نہیں کر سکتا اس لئے مجھے ایسے منہ کی ضرورت ہے جو آسمان کے برابر وسیع ہوتا کہ میں اس رشک ملک کی کچھ تعریف بیان کروں اور اگر مجھے ایسا بلکہ اس سے سو گنا منہ مل جائے تو اس کے اوصاف پورے طور پر اس وقت بھی بیان نہیں ہو سکتی۔ باوجودیکہ میں جانتا ہوں کہ جس قدر میں نے اس کی تعریف کی ہے یہ کسی درجہ میں بھی کافی نہیں ہے لیکن کیا کروں اگر اتنی بھی تعریف نہ کروں تو شیشۂ دل اپنی کمزوری کے سبب پھٹ جائے (یہاں تک مولانا نے محمود و ایاز کا قصہ بیان کیا ہے محشین کو ہفت دریا اندرو یک قطرہ اور جملہ پاک بازاں دریا برند وغیرہ صفات کے ایاز پر منطبق نہ ہونے سے شبہ ہو گیا ہے اور انہوں نے اس کو انتقال قرار دیکر حق سبحانہ یا عارف کی تعریف قرار دیا ہے لیکن میرے نزدیک اس مقام پر انہوں نے اس دقیقہ کو نظر انداز کر دیا ہے کہ یہ تعریف محمود کی زبانی ہے جو ایاز پر عاشق تھا اور عشاق کا مذاق اپنے معشوقوں کی نسبت معلوم ہے کہ وہ ان کو کیا اور کیسا سمجھتے ہیں واللہ اعلم)

چونکہ مولانا نے عاشق و معشوق کا قصہ بیان کیا تھا اس لئے مولانا پر جنون عشق کا غلبہ ہو گیا۔ اب اس کا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح محمود نے اپنے دل کی تسکین کے لئے ایاز کی تعریف کی تھی جوں ہی میں نے بھی اپنے دل کو نازک پایا اور اس کے جوش کو فرد کرنے کے لئے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ بات یہ ہے کہ جس طرح دیوانوں کی دیوانگی ہر مہینہ کے اول تین دن میں جوش پر ہوتی ہے۔ (کما قیل) یونہی مجھ پر بھی ہر مہینہ کے پہلے تین دنوں میں جنون کا غلبہ ہونا چاہئے پس یہ دن ان تین دنوں میں پہلا دن ہے اور یہ دن میرے لئے روز فیروزی ہے نہیں بلکہ فیروزہ ہے یعنی فیروزی کے تو تمام ہی دن ہیں مگر یہ ان میں نہایت ہی اعلیٰ ہے۔

میں نے جو کہا تھا کہ میرے جوش جنون کے لئے بھی ہر مہینہ کے شروع میں تین دن ہونے چاہئیں اور آج ان میں کا پہلا دن ہے یہ تو عام جنون پر قیاس کر کے کہا تھا ورنہ اصل بات یہ ہے کہ جس کو کسی محبوب کا غم ہو اس کے

لئے تو ہر لمحہ مہینہ کے ابتدائی ایام ہیں اور آپ کو ہر وقت وہی جوش ہوتا ہے جو عام دیوانوں کو ان دنوں میں ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ اشعار ایں قدر رہم گر نگویم الخ سرخی کے حل میں سے محشی نے خلط کیا ہے۔ بعض نے تو تمام اشعار کو مولانا کا مقولہ قرار دیا ہے اور بعض نے اول کے دو شعروں کو محمود کا اور آخر کے تین اشعار کو مولانا کا مقولہ کہا ہے مگر میرے نزدیک صرف شعر اول محمود کا مقولہ ہے اور باقی اشعار مقولہ مولانا ہیں فتدبر)

در بیان آنکہ آنچہ بیان کردہ میشود صورت قصہ است و آنکہ آں صورتیست درخورد ایں صورت گراں است و درخورد آئینہ تصویر ایشانست واز قدوسی کہ حقیقت ایں قصہ راست نطق مرا ازیں تنزیل شرم می آید واز خجالت سر و ریش و قلم گم میکند والعاقل تکفیہ الاشارة

اس بیان میں کہ جو کچھ بیان کیا جائے گا وہ قصہ کا ظاہر ہے اور یہ کہ وہ ظاہر ظاہر پرستوں کے لائق اور ان کی تصویر کے آئینہ کے لائق ہے اور وہ لطافت جو اس قصہ کی حقیقت ہے میری گویائی کو اس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے اور شرمندگی سے سر اور داڑھی اور قلم کو گم کئے دیتی ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

قصۂ محمود و اوصاف ایاز	چوں شدم دیوانہ رفت اکنوں زساز
محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف	اب ترتیب سے باہر ہو گئے چونکہ میں دیوانہ بن گیا ہوں
زانکہ پیلم دید ہندوستاں بخواب	از خراج امید بردہ شد خراب
کیونکہ میرے ہاتھی نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا	آمدنی سے امید منقطع کر لے گاؤں تباہ ہو گیا ہے
کیف یاتی النظم لی والقافیہ	بعد ماضاعت اصول العافیہ
مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو؟	جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہو گئی ہیں
ماجنون واحد لی فی الشجون	بل جنون فی جنون فی جنون
غموں کی وجہ سے مجھے ایک ہی جنون نہیں ہے	بلکہ جنون در جنون در جنون ہے
ذاب جسمی من اشارات الکنا	منذ عانیت البقاء فی الفنا
کنیتوں کے اشاروں سے میرا بدن گھل گیا	جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلیف اٹھائی ہے
اے ایاز از عشق تو گشتم چو موئے	ماندم از قصہ تو قصہ من بگوئے
اے ایاز! میں تیرے عشق میں بال جیسا ہو گیا ہوں	میں تیرے قصہ سے تھک گیا تو میرا قصہ بیان کر
بس فسانہ عشق تو خواندم بجاں	تو مرا کا فسانہ گشتستم بخواں
میں نے تیرے عشق کا افسانہ (دل و) جان سے پڑھا	میں جو افسانہ بن گیا ہوں تو مجھے پڑھ

خود تو میخوانی یقیں اے مقتدا	من کہ طورم تو موسیٰ ویں صدا
اے مقتدا! یقیناً تو خود پڑھ رہا ہے	میں (کوہ) طور ہوں تو موسیٰ ہے اور یہ صدا (بازگشت) ہے
کوہ بیچارہ چہ داند گفت چیست	زانکہ بیچارہ ز گفتہا تہی ست
بیچارہ پہاڑ کیا جانے گفتگو کیا ہوتی ہے؟	کیونکہ وہ بے چارہ گفتگوؤں سے خالی ہے
لیک موسیٰ فہم گفتہا کند	کوہ عاجز خود چہ داند اے سند
لیکن موسیٰ گفتگو میں سمجھتے ہیں	اے معتمد! عاجز پہاڑ کیا جانے
کوہ میداند بقدر خویشتن	اند کے دارد ز لطف روح تن
اپنی بقدر پہاڑ بھی جانتا ہے	جسم، روح کا تھوڑا سا لطف رکھتا ہے
تن چو اصطرلاب باشد ز احتساب	آیتے از روح ہمچوں آفتاب
جسم، حساب لینے میں اصطرلاب کی طرح ہے	روح کی نشانی سورج کی طرح ہے
آں منجم چوں نباشد چشم تیز	شرط باشد مرد اصطرلاب ریز
جب وہ نجومی تیز نگاہ نہ ہو	اصطرلاب بنانے والے انسان کی ضرورت ہوتی ہے
تا صطرلابے کند از بہر او	تا برد از حالت خورشید بو
تاکہ وہ اس کے لئے اصطرلاب بنا دے	تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کر سکے
جاں کز اصطرلاب جوید او صواب	چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
جو جان اصطرلاب کے ذریعہ ٹھیک بات معلوم کرے	وہ آسمانوں اور سورج کی کیا قدر جان سکتی ہے
تو کز اصطرلاب دیدہ بنگری	در جہاں دیدن یقیں بس قاصری
تو جو کہ آنکھ کے اصطرلاب سے دیکھتا ہے	عالم (باطن) کو دیکھنے سے یقیناً بہت عاجز ہے
تو جہاں را قدر دیدہ دیدۂ	کو جہاں، سبلت چرا مالیدۂ
تونے جہاں کو آنکھ کی بقدر دیکھا ہے	جہاں کہاں ہے؟ مونچھوں کو تاؤ کیوں دیا ہے؟
عارفاں را سرمۂ ہست آں بجوئے	تا کہ دریا گردد ایں چشم چو جوئے
عارفوں کے پاس سرمہ ہے وہ طلب کر	تاکہ یہ نہر جیسی آنکھ سمندر بن جائے
ذرۂ از عقل و ہوش ار با من ست	ایں چہ سودا و پریشاں گفتن ست
اگر عقل اور ہوش کا ایک ذرہ (بھی) میرے پاس ہے	تو یہ دیوانگی اور بے ترتیب باتیں کرنا کیوں ہے؟

چونکہ مغز من ز عقل و ہش تہی ست	پس گناہ من دریں تخلیط چیست
چونکہ میرا دماغ عقل اور ہوش سے خالی ہے	تو اس خلط ملط میں میرا کیا قصور ہے؟
نے گناہ او راست کو عقلم ببرد	عقل جملہ عاقلاں پیشش بمرد
نہ اس کا گناہ ہے جو میری عقل لے گیا	تمام عقلمندوں کی عقلیں اس کے آگے مردہ ہیں
یا محیر العقل فتان الحجیٰ	ما سواک للعقول مرتجیٰ
اے عقل کو حیران کرنے والے سمجھ کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے!	تیرے سوا عقلوں کی امیدگاہ نہیں ہے
ما اشتہیت العقل مذ جننتنی	ما حسدت الحسن مذ زینتنی
تو نے جب سے مجھے جنون عطا کیا ہے میں نے عقل کی خواہش نہیں کی ہے	جب سے تو نے مجھے زینت بخشی ہے میں نے حسن پر حسد نہیں کیا ہے
بل جنونی فی ہواک مستطاب	قل بلیٰ واللہ بزیک الصواب
بلکہ تیرے عشق میں میرا جنون بھلا ہے	کہہ دے "ہاں" اللہ تجھے ٹھیک بدلہ دے
گر بتازی گوید او ور پارسی	گوش و ہوشت کو کہ در فہمش رسی
اگر وہ عربی میں بولے یا فارسی میں	تیرا کان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اس کو سمجھے
بادۂ او در خور ہر ہوش نیست	حلقۂ او سخرۂ ہر گوش نیست
اس کی شراب ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے	اس کا حلقہ ہر کان کے لائق نہیں ہے
بار دیگر آمدم دیوانہ وار	رو روائے جاں زود زنجیرے بیار
میں دیوانہ وار دوبارہ آ گیا	اے جان! جا جا جلد زنجیر لا
غیر آں زنجیر زلف دلبرم	گر دو صد زنجیر آری بردرم
میرے معشوق کی زنجیر کے علاوہ	اگر دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا
ہست بر پائے دلم از عشق بند	سود کے دارد مرا ایں وعظ و پند
میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی ہے	مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے؟
قصۂ عشقش ندارد مطلعہ	ہم ندارد ہمچو مطلع مقطعہ
اس کے عشق کا قصہ کوئی مطلع نہیں رکھتا	مطلع کی طرح مقطع بھی نہیں رکھتا

شرح حبیبی

چونکہ مولانا پر جنون عشق کا غلبہ ہو گیا تھا جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے اور اس کی وجہ سے قصہ محمود و ایاز ناتمام رہ گیا

تھا۔ اب اس کے ناتمامی کی معذرت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چونکہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں کیونکہ میرے ہاتھی کو خواب میں ہندوستان نظر آ گیا ہے اور میری روح عالم غیب کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس لئے اب مجھ سے محمود اور ایاز کے اوصاف بھی نہیں آتے۔ گاؤں اجڑ گیا پس تم مجھے معذور کہو اور خراج قصہ گوئی کی امید سر دست چھوڑ دو کیونکہ میرے عقل کا گاؤں اجڑ گیا ہے تم غور تو کرو کہ جب اصول عافیت یعنی عقل و ہوش جاتی رہی تو مجھے نظم اور قافیہ قصہ جس میں آورد کی ضرورت ہے کیونکر درست ہو سکتا ہے کیونکہ غمہائے عشق میں مجھے ایک جنون تھوڑا ہی ہے بلکہ جنون در جنون در جنون ہے۔ ایسی حالت میں قصہ کیونکر بیان کر سکتا ہوں رہی یہ نظم سو یہ تو آمد ہے جس میں غور و فکر کی ضرورت نہیں۔

یہاں تک پہنچ کر مولانا کو دل تنگی لاحق ہوتی ہے کیونکہ جوش عشق چاہتا ہے کہ خوب دل کھول کر بھڑاس نکالو۔ اور جو منہ پر آئے کہو اور اطاعت محبوب اس کی اجازت نہیں دیتی اس لئے مولانا پریشان ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بھائی جب سے میں نے فنا میں بقا کی مشقتیں جھیلی ہیں اس وقت سے اشارات مخفیہ سے میرا تو جسم گھل گیا کیونکہ جی بے اختیار یہ چاہتا ہے کہ اسرار عشق خوب جی کھول کر بیان کروں اور اجازت ہی نہیں اس لئے ضبط کرتا ہوں اور ضبط کی تکلیف سے گھلتا ہوں۔

فائدہ:۔ منذ عاینت البقاء فی الفناء کے اندر دو احتمال ہیں اول تو یہ کہ لفظ عاینت معائنہ سے مشتق ہو دوسرا یہ کہ معاناۃ سے مشتق ہو جس کے معنی ہیں رنج کشیدن یعنی مصیبت جھیلنا اور میرے نزدیک مقام کے مناسب احتمال ثانی ہے گو محشی نے احتمال اول کو اختیار کیا ہے) اس کے بعد فرط ضبط سے تنگ آ کر بے اختیارانہ کچھ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے میرے ایاز یعنی محبوب حقیقی میں تیرے عشق میں عقل گھل کر مثل بال کے دبلا ہو گیا ہوں اور قصہ بیان کرنے سے بھی عاجز ہو گیا ہوں اور قصہ محمود و ایاز جو حقیقت میں آپ کا اور میرا قصہ ہے اور محمود و ایاز برائے نام اور پردہ پوشی کے لئے ہیں بیان کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں۔

پس اب آپ میرا قصہ جو میں کہہ رہا تھا کہئے اور میں آپ کے عشق کا افسانہ بہت کچھ جان و دل سے کہہ چکا ہوں۔ پس اب کہ میں خود افسانہ ہو گیا ہوں۔ آپ مجھے پڑھیے یعنی میں تو فنا ہو کر آپ کے ذکر کے قابل نہیں رہا۔ اب آپ بمقتضائے اذکرونی اذکرکم میرا ذکر کیجئے اور یہ جو میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ کیا وہ کیا اور میں ایسا ہو گیا ویسا ہو گیا اب آپ یہ کیجئے وہ کیجئے یہ میں نہیں کہتا بلکہ آپ ہی کہتے ہیں کیونکہ میں تو بمنزلہ کوہ طور کے ہوں اور آپ بمنزلہ موسیٰ کے۔ جو کہ کوہ طور پر کلام کرتے تھے اور میرا کلام بمنزلہ طور پر کے اس صدائے بازگشت کے ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی آواز سے اس میں پیدا ہوتی تھی وہ آواز گو بظاہر طور سے پیدا ہوتی تھی مگر حقیقت میں وہ کلام موسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ ورنہ بے چارہ طور کیا جانے کہ گویائی کیا چیز ہے کیونکہ وہ تو کلاموں سے عاری ہے ہاں موسیٰ علیہ السلام ضرور بولنا جانتے ہیں اور بولتے ہیں اور پہاڑ جو کہ عاجز ہے وہ کیا بولنا جانے وہ تو اپنی حیثیت کے موافق ہی بولنا جانتا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ موسےٰ علیہ السلام کہیں اسے دہرائے سو اس قدر گویائی بھی موسیٰ علیہ السلام کا فیض ہے اس لئے موسیٰ اور طور کی ایسی مثال ہے جیسے روح اور جسم کہ جسم فی حد ذاتہ معطل محض ہے۔ ہاں روح کی عنایت سے کچھ حصہ اس کو بھی مل گیا ہے اس لئے اگر خیال کیجئے تو جسم کو روح سے وہی نسبت ہے جو اصطرلاب کو آفتاب

سے کیونکہ وہ روح کی حالت کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے جیسے اصطرلاب آفتاب کی حالت کے اظہار کا۔

یہاں تک مولانا نے جسم کو اصطرلاب اور روح کو آفتاب قرار دیا تھا اب مولانا ایک دوسری تشبیہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور جہان کو مثل آفتاب کے قرار دیکر اس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جب ستارہ شناس تیز نظر نہیں ہوتا تو اس کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اصطرلاب قائم کرنا جانتا ہو۔ تاکہ وہ اس کے لئے اصطرلاب قائم کرے اور وہ ستارہ شناس اس کے ذریعہ سے آفتاب کی حالت معلوم کرے۔ اب تم سمجھو کہ جو شخص اصطرلاب کے ذریعہ سے حالت واقعیہ کو جان سکتا ہے اور اس کے بدوں نہیں تو وہ آسمان اور آفتاب کے متعلق کس قدر علم رکھ سکتا ہے یقیناً تم یہ کہوگے کہ بہت کم۔ اب ہم کہتے ہیں کہ تم جو اصطرلاب چشم کے ذریعہ سے عالم کو دیکھتے ہو تو یقیناً تم کو بھی جہاں کی حالت بہت کم معلوم ہو سکتی ہے۔

ایسی حالت میں تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم نے عالم کو دیکھ لیا اور اس کی حالت کما حقہ معلوم کر لی بالکل غلط ہے تم نے جہاں کو اس قدر دیکھا ہے جس قدر آنکھ سے معلوم ہو سکتا ہے اور حقیقت و سر جہاں یہ نہیں ہے۔ پس فضول مونچھوں پر تاؤ کیوں دیتے ہو۔ اور کیوں کہتے ہو کہ ہم نے جہان کو دیکھ لیا ہاں اگر تم جہاں کو یوں دیکھنا چاہتے ہو جیسا کہ وہ ہے اور جیسا کہ اس کو دیکھنا چاہئے۔ تو ہم اس کا طریقہ بتاتے ہیں اور وہ طریقہ یہ ہے کہ اہل اللہ کے پاس ایک سرمہ ہے جس سے اشیاء کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے تم وہ سرمہ تلاش کرو تا کہ تمہاری یہ آنکھ جو بمنزلہ ایک ندی کے ہے ایک سمندر ہو جائے اور تمہاری نظر اس قدر ثاقب ہو جائے کہ صورت سے گزر کر حقیقت تک پہنچ جائے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر ہوش آتا ہے اور فرماتے ہیں کہ صاحبو میں نہ کہتا تھا کہ میں دیوانہ ہو رہا ہوں اب تو ہمیں اس کی تصدیق ہو گئی کیونکہ اگر مجھے کچھ بھی عقل اور ہوش ہوتی تو یہ جنون اور پریشان گوئی کیوں ہوتی کہ کیا کہہ رہا تھا اور کیا کیا کہنے لگا۔ مگر چونکہ میرے دماغ میں عقل و ہوش نہیں اس لئے اگر میں غلط بحث کروں تو اس میں میرا کیا قصور ہے کچھ بھی نہیں۔ قصور تو اس کا ہے جس نے میری عقل کھوئی یعنی میرے محبوب کا۔ جس کے سامنے تمام عقلاء کی عقول ہیچ اور معطل ہیں۔

فائدہ:۔ گناہ اور امین لفظ گناہ بنا بر مشاکلت استعمال ہوا ہے جیسے **ومکروا و مکر اللہ** میں **ومکر اللہ**)

چونکہ اس مضمون سے شکایت محبوب کی بو آتی تھی کہ اس نے مجھے دیوانہ کر دیا اس لئے مولانا اپنے محبوب کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عقول کو پناہ دینے والے اور ان کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے محبوب عقول کی امید فلاح آپ سے وابستہ ہے اور آپ ہی ان کو فتنوں سے بچا سکتے ہیں۔ پس اگر میرے عقل نے بیان مذکور میں غلطی کی ہو تو آپ معاف کیجیو اور اسے فتنہ سے بچائیے۔ میرا مقصود اس بیان سے شکایت نہیں ہے اور جب سے آپ نے مجھے دیوانہ کیا ہے میں نے کسی عقل کی خواہش نہیں کی اور جب سے آپ نے مجھے دیوانگی سے زینت بخشی ہے میں نے حسن عقل پر کبھی رشک نہیں کیا بلکہ مجھے تو آپ کی محبت میں جنون ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

اے مخاطب تو بھی کہہ کہ جی ہاں بخدا یہ ہی بات ہے کیونکہ یہ بات حق ہے اور حق تیرے لئے کافی ہے۔

فائدہ:۔ واللہ میں واؤ قسمیہ ہے اور یجزیک الصواب علت ہے قل کی۔ محشی نے واللہ کو مبتدا قرار دیا ہے اور جملہ کو دعائیہ یا حالیہ قرار دیا ہے لیکن میرے نزدیک صحیح نہیں) چونکہ مولانا نے فارسی کو چھوڑ کر عربی بولنا شروع کر دی تھی۔ جس

سے عوام کو وحشت ہو سکتی تھی۔ اس لئے مولانا اپنے کلام کو محبوب کا کلام قرار دے کر فرماتے ہیں کہ خواہ وہ عربی بولے یا فارسی تجھے کیا؟ اور تو عربی سے کیوں وحشت کرتا ہے۔ اس لئے کہ تیرے کان اور ہوش کہاں ہیں کہ ان کے ذریعہ سے تو اس گفتگوئے عشق کو سمجھ سکے۔ اس لئے کہ اس کی شراب سخن ہر عقل کے مناسب نہیں ہے اور اس کا حلقہ کلام ہر گوش کا مسخر نہیں ہے۔ پس جب تو اس کو سمجھ ہی نہیں سکتا تو تیرے نزدیک عربی و فارسی دونوں برابر ہیں پھر تو عربی سے کیوں وحشت کرتا ہے۔ "مادہ اودر خوراتخ سے مولانا پر پھر جنون کا غلبہ ہو گیا اس لئے فرماتے ہیں کہ میں پھر دیوانہ وار آیا ہوں۔ جاؤ جاؤ میرے لئے زنجیر لاؤ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جی زنجیروں سے کیا ہوتا ہے ایک چھوڑ تم دو سو زنجیریں لاؤ تو میں توڑ ڈالوں گا اور کسی سے مقید نہ ہوں گا الا زلف یار کو وہ مجھے مقید کر سکتی ہے اور اس کو میں نہیں توڑ سکتا۔ پس مجھے کوئی زنجیر نہیں روک سکتی۔ نیز مجھے وعظ و نصیحت بھی فائدہ نہیں دے سکتی کیونکہ میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی پڑی ہے جو کہ اس کو ہر نصیحت کے قبول کرنے سے مانع ہے اچھا اب اس ذکر کو چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس کے عشق کے قصہ کی ابتداء نہیں اور جس طرح اس کی ابتداء نہیں یوں ہی انتہا بھی نہیں۔ پس اس کا پورا بیان کر دینا ناممکن ہے۔

حکمت نظر کردن در چارق و پوستین کہ فلینظر الانسان مم خلق

چپل اور پوستین کو دیکھنے کی حکمت کیونکہ پس انسان دیکھے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے

باز گرداں قصۂ عشق ایاز	کاں یکے گنجے ست مالا مال راز
ایاز کے عشق کا قصہ لوٹا	کیونکہ وہ راز سے بھرا ہوا ایک خزانہ ہے
میرود ہر روزہ در حجرہ بدیں	تابہ بیند چارقے باپوستیں
وہ ہر روز حجرہ میں اس لیے جاتا تھا	تاکہ چپل مع پوستین کے دیکھے
زانکہ ہستی سخت مستی آورد	عقل از سر، شرم از دل میبرد
کیونکہ وسعت بہت مستی لاتی ہے	سر سے عقل کو (اور) دل سے شرم کو نکال دیتی ہے
صد ہزاراں قرن پیشیں را ہمیں	مستی ہستی بزد رہ زیں کمیں
اس لئے کہ لاکھوں سال پہلے اسی	وسعت کی مستی نے اسی گھات سے ڈاکہ زنی کی ہے
شد عزازیلے ازیں مستی بلیس	کہ چرا آدمؑ شود برمن رئیس
اس مستی کیوجہ سے عزازیل ابلیس بنا	کہ آدمؑ میرے سردار کیوں ہوں؟
خواجہ ام من نیز و خواجہ زادہ ام	صد ہنر را قابل و آمادہ ام
میں سردار ہوں اور سردار زادہ بھی ہوں	لاکھوں ہنروں کے قابل اور آمادہ ہوں

در ہنر من از کسے کم نیستم	تا بخدمت پیش دشمن بیستم
میں ہنر میں کسی سے کم نہیں ہوں	پھر کیوں دشمن کے سامنے دربار میں کھڑا ہوں؟
من ز آتش زادہ ام او از وحل	پیش آتش مر وحل راچہ محل
میں آگ سے پیدا ہوا ہوں وہ کیچڑ سے	آگ کے سامنے کیچڑ کا کیا رتبہ؟
او کجا بود اندراں دورے کہ من	صدر عالم بودم و فخر زمن
اس زمانہ میں وہ کہاں تھا؟ جبکہ میں	عالم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

در بیان آیۃ کریمہ خلق الجان من مارج من نار وقولہ تعالیٰ فی حق ابلیس علیہ اللعنۃ انہ کان من الجن ففسق عن امر ربہ

آیۃ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لپیٹ سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر بھاگ نکلا اپنے رب کے حکم سے

شعلہ میزد آتش جان سفیہ	کاشتی بود الولد سرابیہ
نالائق کی جان شعلہ مارتی تھی	کیونکہ وہ آگ کا (بنا ہوا) تھا لڑکا باپ کا راز ہے
نے غلط گفتم کہ بد قہر خدا	علتے را پیش آوردن چرا
نہیں میں نے غلط کہا بلکہ وہ خدا کا قہر تھا	کوئی علت پیش کرنا کیسا؟
کار بے علت مبرا از علل	مستمر و مستقر ست از ازل
(خدا کا) کام بے علت' علتوں سے پاک ہے	ازل سے دائم اور قائم ہے
درکمال صنع پاک مستحث	علت حادث چہ گنجد با حدث
قابل توجہ' پاک کام کے کمال میں	حدوث کے ہوتے ہوئے حادث کی علت کی کیا گنجائش؟
سراب چہ بوداب ما صنع اوست	صنع مغزست واب صورت چو پوست
باپ کا راز کیا ہوتا ہے؟ ہمارا باپ اس کی صنعت ہے	صنعت مغز ہے اور باپ چھلکے کی طرح صورت ہے
عشق داں اے فندق تن دوستت	جانت جوید مغز و کوبہ پوستت
اے فندق جیسے جسم (والے) عشق کو اپنا دوست سمجھ	جو تیری جان کو مغز بنانا چاہتا ہے' تیرے چھلکے کو کوٹتا ہے

دوزخی کہ پوست باشد دوستش	داد بدلنا جلوداً پوستش
وہ دوزخی' کھال جس کی دوست ہو	''ہم نے کھالوں کو بدل دیا'' کی کھال ان کو دے دی ہے
معنی و مغزت برآتش حاکم ست	لیک آتش را قشورت ہیزم ست
تیرا جوہر اور مغز آگ پر حکمراں ہے	لیکن تیرے چھلکے' آگ کا ایندھن ہیں
کوزۂ چوبیں کہ دروے آب جوست	قدرت آتش ہمہ برظرف اوست
لکڑی کا پیالہ جس میں نہر کا پانی ہے	آگ کا پورا قابو اس کے برتن پر ہے
معنی انساں برآتش مالک ست	مالک دوزخ درو کے ہالکست
انسان کا جوہر' آگ کا مالک ہے	دوزخ کا مالک اس میں کب ہلاک ہونے والا ہے
معنی ہیزم برآتش حاکم ست	لیک آتش را تن او ہیزم ست
ایندھن کا جوہر' آگ پر حاکم ہے	لیکن اس کا جسم آگ کا ایندھن ہے
پس میفزا تو بدن معنیٰ فزا	تاچو مالک باشی آتش را کیا
پس تو جسم کو نہ بڑھا' روح کو بڑھا	تاکہ تو مالک کی طرح آگ کا حاکم بنے
پوستہا بر پوست می افزودۂ	لاجرم چوں پوست اندر دودۂ
تونے چھلکے پر چھلکا بڑھایا ہے	لامحالہ تو چھلکے کی طرح دھویں میں ہے
زانکہ آتش را علف جز پوست نیست	قہر حق آں کبر را گردن زنیست
آگ کی خوراک چھلکے کے علاوہ نہیں ہے	اللہ (تعالیٰ) کا قہر اس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہے
ایں تکبر از نتیجہ پوست ست	جاہ و مال آں کبر رازاں دوست ست
یہ تکبر' پوست کا نتیجہ ہے	اس لئے تکبر کو رتبہ اور مال محبوب ہے
ایں تکبر چیست غفلت از لباب	منجمد چوں غفلت یخ ز آفتاب
یہ تکبر کیا ہے؟ جوہر سے غفلت	جمی ہوئی' جیسا کہ برف کی سورج سے غفلت
چوں خبر شدز آفتابش یخ نماند	نرم گشت و گرم گشت و تیز راند
جب اس کو سورج کا پتہ چلا' برف نہ رہا	نرم ہو گیا اور گرم ہو گیا اور تیزی سے بہہ گیا
شد زدید لب جملہ تن طمع	خوار و عاشق شد کہ ذل من طمع
جوہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لالچ بن گیا	ذلیل اور عاشق بن گیا کیونکہ جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا

چوں نہ بیند مغز قانع شد بپوست	بند عز من قنع زندان او ست
جب جوہر کو نہیں دیکھتا ہے، چھلکے پر قانع ہوجاتا ہے	''جس نے قناعت کی اس نے تکبر کیا'' کی بیڑی اس کا قید خانہ ہے
عزت اینجا گبریست و ذل دیں	سنگ تا فانی نشد کے شد نگیں
اس جگہ عزت کافری ہے اور ذلت دیں	پتھر جب تک فانی نہ ہوا، نگینہ کب بنا؟
در مقام سنگی و انگاہ انا	وقت مسکین گشتن تست و فنا
تو پتھر کی جگہ ہے اور پھر تکبر	(حالانکہ) تیرے مسکین بننے اور فنا کا وقت (قریب) ہے
کبر زاں جوید ہمیشہ جاہ و مال	کہ ز سرگین ست گلخن را کمال
تکبر ہمیشہ رتبہ اور مال کا جویاں اس لئے ہے	کہ بھٹی کو گوبر سے کمال (حاصل) ہے
کایں دو دایہ پوست را افزوں کنند	شحم و لحم و کبر و نخوت آگنند
کیونکہ یہ دونوں دودھ پلانے والی، کھال کو بڑھاتی ہیں	چربی اور گوشت اور تکبر اور غرور بھرتی ہیں
دیدہ را بر لب لب نفراشتند	پوست را زاں روئے لب پنداشتند
لوگوں نے مغز کے مغز پر نظر نہ اٹھائی	اس سبب سے چھلکے کو مغز سمجھ گئے
پیشوا ابلیس بود ایں راہ را	کوشکار آمد شبیکہ جاہ را
اس راستے کا پیشوا ابلیس تھا	جو رتبہ کے جال کا شکار بنا
مال چوں مارست وآں جاہ اژدہا	سایۂ مرداں زمرد ایں دو را
مال سانپ جیسا ہے اور رتبہ اژدہا ہے	ان دونوں کا زمرد، مردوں کا سایہ ہے
زاں زمرد مار را دیدہ جہد	کور گردد مار و رہرو وا رہد
اس زمرد سے سانپ کی آنکھیں نکل جاتی ہیں	سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور سالک نجات پا جاتا ہے
چوں بدیں رہ خار بنہاد آں رئیس	ہر کہ خست او گفت لعنت بر بلیس
جبکہ اس پیشوا نے اس راستہ پر کانٹے بچھائے	جو بھی زخمی ہوا اس نے کہا شیطان پر لعنت
یعنی ایں غم بر من از غدر ویست	غدر را آں مقتدا سابق پے ست
یعنی مجھے یہ تکلیف اس کی غداری سے پہنچی	غداری کا وہ مقتدا اور پیشوا ہے
بعد ازاں خود قرن بر قرن آمدند	جملگاں بر سنت او پا زدند
اس کے بعد صدیوں پر صدیاں آئیں	سب اس کے طریقہ پر چل پڑے

ہر کہ بنہد سنت بد اے فتیٰ	تا در افتد بعد از و خلق از عمیٰ
اے نوجوان جس نے برا راستہ قائم کیا	اس کے بعد جب تک بھی مخلوق اندھے پن سے اس پر چلتی ہے
جمع گردد بروے آں جملہ بزہ	کو سرے بود ست وایشاں دم غزہ
وہ سب گناہ اس پر جمع ہو جاتا ہے	کیونکہ وہ سر تھا اور وہ دم کی جڑ تھے
لیک آدمؑ چارق و آں پوستیں	پیش می آرد کہ ہستم من زطیں
لیکن آدمؑ چپل اور وہ پوستیں	سامنے لاتا ہے، کہ میں مٹی کا ہوں
چوں ایاز آں چارقش مورود بود	لا جرم او عاقبت محمود بود
جیسا کہ ایاز، چپل اس کا ورد تھی	لامحالہ اس کا انجام قابل ستائش تھا
ہست مطلق کارساز نیستی ست	کارگاہ ہست کن جز نیست چیست
مطلق وجود، نیستی کا کارنامہ ہے	موجود ہونے کا کارخانہ نیستی کے سوا کیا ہے؟
بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے	یا نہالے کارد اندر مغرسے
کبھی کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے؟	یا ایک پودے کے تھانولے میں کوئی دوسرا پودا لگاتا ہے
کاغذے جوید کہ آں بنوشتہ نیست	تخم کارد موضعے کہ کشتہ نیست
وہ کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہیں ہے	اس جگہ بیج بوتا ہے جو بوئی ہوئی نہیں ہے
تو برادر موضع نا کشتہ باش	کاغذ اسپید نا بنوشتہ باش
اے بھائی! تو نہ بوئی ہوئی جگہ بن جا	تو نہ لکھا ہوا، سفید کاغذ بن جا
تا مشرف گردی از نون والقلم	تا بکارد در تو تخم آں ذوالکرم
تاکہ تو نون اور قلم سے مشرف ہو جائے	تاکہ وہ صاحب کرم تجھ میں بیج بوئے
خود ازیں پالودہ نالیسیدہ گیر	مطبخے کہ دیدۂ نا دیدہ گیر
خود اس فالودے کو نہ چکھا ہوا بنا لے	جو مطبخ تونے دیکھا ہے اس کو بن دیکھا بنا لے
زانکہ زیں پالودہ مستیہا بود	پوستین و چارق ازیادت رود
کیونکہ اس فالودے سے مستیاں (پیدا) ہوتی ہیں	پوستین اور چپل تیری یاد سے نکل جاتے ہیں
چوں درآید نزع و مرگ آہے کنی	ذکر دلق و چارق آنگاہے کنی
جب نزع اور موت آتی ہے، تو آہ کرتا ہے	تب پرانی گدڑی اور چپل کو یاد کرتا ہے

تا نگردی غرق موج زشیتے	کہ نباشد از پناہت کشیتے
جب تک تو کسی برائی کی موج میں غرق نہ ہو گا	جس میں تیری پناہ کے لئے کوئی کشتی نہ ہو گی
یاناری از سفینہ راستیں	ننگری در چارق و در پوستیں
تو سچائی کی کشتی کو یاد نہ کرے گا	چپل اور پوستین کو نہ دیکھے گا
چونکہ در مانی بغرقاب بلا	پس ظلمنا ورد سازی بر ولا
جب تو مصیبت کے بھنور میں پھنس جائے گا	پھر پے در پے "میں نے ظلم کیا" کو ورد بنائے گا
دیو گوید بنگرید ایں خام را	سر برید ایں مرغ بے ہنگام را
شیطان کہتا ہے اس بے وقوف کو دیکھو	اس بے وقت کے (اذان دینے والے) مرغے کو ذبح کردو
دور ایں خصلت ز فرہنگ ایاز	کہ پدید آید نمازش بے نیاز
یہ خصلت ایاز کی ذہانت سے بعید ہے	کہ اس کی نماز بغیر عاجزی کے ہو
او خروش آسماں بودہ ز پیش	نعرہائے او ہمہ دروقت خویش
وہ پہلے سے آسمانی مرغ تھا	اس کے سب نعرے اپنے وقت پر تھے

در معنیٰ آنکہ ارنا الاشیاء کما ھی و معنیٰ آنکہ لو کشف الغطآء ما ازددت یقیناً و معنی ایں بیت

اس معنیٰ کے بیان میں کہ ہمیں چیزوں کو ایسا دکھا جیسی وہ ہیں اور اس کے معنیٰ
کہ اگر پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو اور اس بیت کے معنی

در ہر کہ تو از دیدۂ بدمی نگری	از چنبرۂ وجود خود می نگری
جس شخص کو تو بری نظر سے دیکھتا ہے	اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے
و در بیان ایں مصرع	پایۂ کژ کژ فگند سایۂ
اور اس مصرع کے بیان میں	ٹیڑھا قد ٹیڑھا سایہ ڈالتا ہے
اے خروساں ازوے آموزید بانگ	بانگ بہر حق کند نے بہر دانگ
اے مرغو! اس سے اذان دینا سیکھو	وہ اللہ کے لئے اذان دیتا ہے، نہ کہ پیسے کے لئے
صبح کاذب آید و نفریبدش	صبح کاذب عالم نیک و بدش
صبح کاذب آتی ہے اور اس کو فریب نہیں دیتی	صبح کاذب اپنے نیک و بد کے جاننے والے کو

اہل دنیا عقل ناقص داشتند	تا کہ صبح صادقش پنداشتند
دنیا والے ناقص عقل رکھتے تھے	حتیٰ کہ اس کو صبح صادق سمجھ بیٹھے
صبح کاذب کاروانہا راز دست	کہ بوئے روز بیروں آمدست
صبح کاذب نے (ان) قافلوں کو تباہ کیا ہے	جو دن کی امید پر باہر آ گئے ہیں
صبح کاذب خلق را رہبر مباد	کو دہد بس کاروانہا را بباد
خدا کرے صبح کاذب مخلوق کی رہنما نہ بنے	جو قافلوں کو برباد کر دیتی ہے
اے شدہ تو صبح کاذب را رہیں	صبح صادق را تو کاذب ہم مبیں
اے وہ شخص! کہ تو صبح کاذب کا پابند ہے	صبح صادق کو بھی تو کاذب نہ سمجھ
گر نداری از نفاق بد اماں	از چہ داری بر برادر ظن ہماں
اگر تجھے برے نفاق سے امن نہیں ہے	تو تو بھائی پر اس کا گمان کیوں کرتا ہے؟
بدگماں باشد ہمیشہ زشت کار	نامۂ خود خواند اندر حق یار
بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے	دوست کے بارے میں اپنا خط پڑھتا ہے
آں خساں کاندر کژیہا ماندہ اند	انبیا را ساحر و کژ خواندہ اند
وہ کمینے جو کجی میں پھنسے ہوئے ہیں	انہوں نے انبیاء کو جادوگر اور ٹیڑھا کہا ہے
واں امیران خسیس قلب ساز	ایں گماں بردند بر حجرہ ایاز
ان کمینے دھوکے باز سرداروں نے	ایاز کے حجرے پر یہی گمان کیا
کود فینہ دارد و گنج اندراں	زائنہ خود منگر اندر دیگراں
کہ وہ دفینہ رکھتا ہے اور اس میں خزانہ ہے	اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھ
شاہ میدانست خود پاکی او	بہر ایشاں کرد او آں جست و جو
شاہ خود اس کی پاکی کو جانتا ہے	اس نے وہ جستجو ان کے لئے کی تھی
کاے امیراں حجرہ بکشائید در	نیم شب کہ باشد او زاں بیخبر
کہ اے سردارو! حجرے کا دروازہ کھول دو	آدھی رات کو کیونکہ وہ اس سے لاعلم ہو گا
تا پدید آید سگالشہائے او	بعد ازاں بر ماست مالشہائے او
تاکہ اس کی تدبیریں ظاہر ہو جائیں	پھر اس کی سزا ہمارے ذمہ ہے

مرشمارا دادم آں زر و گہر	من ازاں زرہا نخواہم جز خبر
میں نے وہ زر و جواہر تمہیں دیا	میں اس زر کے بارے میں سوائے خبر کے کچھ نہیں چاہتا ہوں
ایں ہمی گفت و دل او می طپید	از برائے آں ایاز بے ندید
وہ یہ کہہ رہا تھا اور اس کا دل تڑپ رہا تھا	اس بے نظیر ایاز کی وجہ سے
کہ منم کایں بر زبانم میرود	ایں جفا گر بشنود او چوں شود
کہ میں ہوں کہ میری زبان سے جاری ہو رہا ہے	یہ ظلم اگر وہ سنے گا، اس کا کیا حال ہو گا؟
باز میگوید بحق دین او	کہ ازیں افزوں بود تمکین او
پھر کہتا ہے اس کے دین کی قسم	اس کا رتبہ اس سے بڑھ کر ہے
کہ بقذف زشت من طیرہ شود	وز غرض وز سر من غافل بود
کہ وہ میرے بری تہمت لگانے سے ناراض ہو	اور میری غرض اور راز سے غافل ہو
مبتلا چوں دید تاویلات رنج	برد بیند کے شود او مات رنج
مبتلا (انسان) جب رنج کی توجیہ سمجھ لیتا ہے	کامیابی دیکھتا ہے، وہ رنج سے ہار نہیں دیکھتا ہے
صاحب تاویل ایاز صابر ست	کہ بحر عاقبتہا ناظر ست
توجیہ کرنے والا، صابر، ایاز ہے	کیونکہ وہ نتائج کے سمندر کو دیکھنے والا ہے
ہمچو یوسفؑ خواب ایں زندانیاں	ہست تعبیرش بہ پیش او عیاں
(حضرت) یوسف کی طرح ان قیدیوں کا خواب	اس کی تعبیر ان کے سامنے ظاہر ہے
خواب خود را چوں نداند مرد خیر	کے بود واقف ز سر خواب غیر
جب بھلا آدمی اپنے خواب کو نہیں جانتا	وہ دوسرے کے خواب کے راز سے کب واقف ہو گا؟
گر زنم صد تیغ او را ز امتحاں	کم نگردد وصلت آں مہرباں
میں اگر آزمائش کی سو تلواریں اس کے ماروں	اس مہربان کا تعلق کم نہ ہو گا
داند او کاں تیغ بر خود می زنم	من ویم اندر حقیقت او منم
وہ جانتا ہے کہ وہ تلوار میں اپنے مار رہا ہوں	حقیقت میں میں وہ ہوں، وہ میں ہے

شرح حبیبی

اچھا اب قصہ ایاز کی طرف لوٹنا چاہئے کیونکہ وہ ایک خزانہ ہے جو اسرار سے لبریز ہے۔ پس اس کو بیان کر کے حسب

موقع اس سے اسرار کا استخراج کرنا چاہئے ہاں تو وہ ہر روز اپنے حجرہ میں جاتا تھا تا کہ اپنا قدیم جوتا اور پوستین دیکھے اور غرض اس کی یہ بھی کہ مبادا میں الطاف خسروانہ سے مغرور ہو کر اپنی حقیقت کو بھول جاؤں اور خودی اور تکبر میں مبتلا ہو جاؤں جس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ خودی کا نشہ بے ڈھب ہوتا ہے نہ اس سے آدمی کے دماغ میں عقل رہتی ہے اور نہ دل میں شرم اور عقل و شرم ہی اوصاف انسانیہ کا عطر ہیں پس اگر یہ نہ ہوں گے تو انسانیت ہی ختم ہو جائے گی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی مستی خودی بری بلا ہے۔ اس لئے کہ اس نے لاکھوں امم ماضیہ کا راہ مارا ہے۔ چنانچہ عزازیل اسی مستی کے سبب ابلیس سے ملقب ہوا کیونکہ اس نے کہا کہ آدم مجھ پر کیوں سردار ہو میں خود بھی سردار ہوں اور آگ سے پیدا ہوا ہوں جو کہ جملہ عناصر پر فائق ہے اس لئے میں سردارزادہ بھی ہوں۔ نیز ہزاروں کمالات کے مجھ میں استعداد و قابلیت بھی ہے۔ پس میں اپنے ذاتی اور اوصافی کمالات میں کسی سے کم نہیں ہوں کہ میں ایک دشمن کے سامنے خادمانہ کھڑا ہوں اور کیوں کھڑا ہوں میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور آدم خاک سے۔ گارے کا آگ کے سامنے کیا رتبہ ہے۔ نیز جس زمانہ میں مجھے عزت حاصل تھی اور میں صدر عالم اور فخر زماں تھا اس وقت آدم کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ والفضل للمتقدم۔ پس اس لحاظ سے بھی مجھے رئیس ہونا چاہئے اور آدم کو مرؤوس پھر یہ قلب موضوع کیا کہ وہ سردار ہوا اور میں خادم غرض کہ آتش غصہ سے اس احمق کی جان کباب ہو رہی تھی اور اس سے غضب و شعلہ بلند ہو رہے تھے کیونکہ وہ آتشی تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الولد سر لابیہ۔ اس لئے اس میں اپنے باپ کی جلنے کی صفت موجود تھی۔ نہیں میں نے غلط کہا بلکہ قہر خدا تھا جو اسے پھونک رہا تھا۔ اصلی اور سچی بات یہ ہے پھر بہانہ کیوں کیا جائے اور سچی بات کیوں نہ کہی جائے ہم نے سببیت فعل حق کو سچی اور صحیح اور سببیت آتش زادگی کو غلط اور بہانہ اس لئے کہا ہے کہ حق سبحانہ کے افعال صحیحہ غیر سقیمہ احتیاج بہ علل حادثہ سے منزہ ہیں اور ازل سے دائم و برقرار ہیں۔ جبکہ حوادث کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ پس علل حادثہ کو باوجود اپنے حدوث کے حق سبحانہ کے افعال پاک ناشۂ عن ذات الحق وصفاتہ من الارادہ وغیرہا کی تکمیل میں کیا دخل ہو سکتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ سراب ہونا کوئی چیز نہیں۔ ہمارا باپ یعنی وہ شے جس سے ہم میں صفات حمیدہ یا ذمیمہ کا ظہور ہوتا ہے۔ حق سبحانہ کا فعل ہے اور اصل شے اور مغز اس کا فعل ہی ہے اور ظاہری باپ پوست کی طرح نظر انداز کرنے کے قابل ہے جب گفتگو ذکر مغز و پوست مکمل ہو گئی تو اب ہم اس کے مناسب ایک دوسرا مضمون بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے تن جو مثل خندق کے مغز یعنی روح اور پوست یعنی لحم و شحم وغیرہ پر مشتمل ہے تو عشق الٰہی کو اپنا دوست جان کہ وہ تیری جان کا طالب ہے جو کہ تیرا مغز اور تیرے جسم کو کھلاتا ہے جو کہ تیرا پوست ہے یعنی عشق تجھے گھلا کر تیرے آثار جسمانیہ کو مضمحل کرتا اور آثار روح کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے وہ تیرا دوست ہے پس تو اس سے نفرت مت کر۔ بلکہ اس کے حاصل کرنے کی فکر کر۔

اس بیان سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ عشق طالب مغز اور مفنی پوست ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ دوزخ جس کا مطلوب پوست ہے۔ حق سبحانہ کا حکم متعلق بہ تبدیل جلود اس کو پوست ہی عطا کرتا ہے۔ جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تمہارا مغز اور تمہارے معنی دوزخ پر حاکم ہیں۔ کما یظہر من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم حاکیا عن جہنم جز یا مومن فان نورک اطفا ناری۔ لیکن تمہارا پوست لحم و شحم وغیرہ آگ کا ایندھن ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک لکڑی کا

پیالہ جس میں پانی بھرا ہو کہ مظروف تو آگ پر حاکم ہے اور ظرف پر آگ کی حکومت ہے۔ علیٰ ہذا انسان کے معنی اور اس کا مغز آگ کے مالک ہیں اور دوزخ ان کو صدمہ نہیں پہنچا سکتی ہے کیونکہ مالک دوزخ دوزخ میں نہیں جل سکتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کاسہ چوبیں پر آب کہ اس کی معنی یعنی پانی آگ پر حاکم ہیں اور اس کا جسم آگ کا ایندھن ہے۔

فائدہ:۔ ہم نے معنی ہیزم الخ کو اعادۂ مضمون کوزہ چوبیں الخ قرار دیا ہے۔ جبکہ معنی انسان الخ اعادہ ہے معنی و مغفرت الخ کا اور بعض محشی نے معنی ہیزم سے اس کے اجزاء مائیہ مراد لئے ہیں اور تن ہیزم سے اجزاء خاکیہ وہوا یضا اقرب اور بعض نے ہیزم سے مراد انسان لیا ہے اور اس کے معنی سے روح اور تن سے گوشت پوست وغیرہ وہوابعد واللہ اعلم) جب امور مذکورہ ذہن نشین ہو چکے۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم اپنے معنی یعنی روحانیت بڑھاؤ۔ تاکہ تم کو آتش دوزخ ضرر نہ پہنچا سکے اور تم مالک دوزخ کی طرح اس پر حاکم ہو۔ لیکن اب تک تم نے ایسا نہیں کیا اور پوست پر پوست بڑھایا ہے۔

سو اگر یہی حالت رہی تو تم ضرور یوں ہی دوزخ میں ہو گئے جیسے پوست آگ میں ہوتا ہے کیونکہ آگ کا چارہ تو پوست ہی ہے پس اس کو آگ میں جانا چاہئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تکبر کی گردن مارنے والے ہیں اور تکبر پیدا ہوتا ہے پوست سے۔ یہی وجہ ہے کہ تکبر کا مطلوب جاہ اور مال ہے جو کہ سامان ہیں تن پروری و نفس پروری کا۔ پس حق سبحانہ اس کی یوں بیخ کنی کرتے ہیں کہ پوست کو جو کہ منشا تھا کبر کا۔ آگ میں جھونک دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تکبر نہایت بری خصلت ہے جس سے بچنا ضروری ہے اب ہم اس سے بچنے کی تدبیر بتلاتے ہیں سنو۔

تکبر کا منشا کیا ہے۔ مغز موجودات یعنی حق سبحانہ سے غفلت جو غافل کے جمود کا یوں سبب ہے۔ جیسے برف کی آفتاب سے غفلت برف کے لئے موجب جمود ہوتی ہے۔ پس اس کا علاج یہ ہے کہ غفلت کو دور کیا جائے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب برف کو آفتاب کی خبر ہوتی ہے تو پھر وہ افسردہ نہیں رہتا۔ بلکہ نرم اور گرم اور سیال ہو کر تیز رفتار ہو جاتا ہے یونہی جب کسی کو حق سبحانہ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ از سرتا پا خواہش بن کر متذلل اور عاشق ہو جاتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے جو کسی چیز کا خواہاں ہوتا ہے اس کے اندر تذلل اور تکسر پیدا ہو جاتا ہے اور تذلل اور تکسر منافی تکبر ہے۔ پس تکبر جاتا رہتا ہے لیکن جبکہ کوئی مغز (حق سبحانہ) کو نہیں دیکھتا تو وہ پوست یعنی غیر اللہ پر قانع ہوتا ہے۔ اور غیر اللہ قید خانہ اس کا جیل خانہ بن جاتا ہے یعنی قناعت از حق اور اس کے عدم طلب کے سبب وہ خود ہی پھنس جاتا ہے۔

جب کہ تکبر کا علاج معلوم ہو گیا تو اب یہ سنو کہ دنیا میں عزت تمہارے تکبر اور ذلت کا سبب ہے اور ذلت دینداری اور عزت کا۔ پس تم عزت دنیا کو چھوڑ دو اور ذلت حاصل کرو تاکہ تم کو عزت حاصل ہو کیونکہ جب تک کوئی اپنے کو مٹا نہیں دیتا اسے عزت حاصل نہیں ہوتی۔

دیکھو پتھر نے جب تک اپنی خودی کو نہیں چھوڑا اس وقت تک نگین خاتم ہونے کا شرف اس کو حاصل نہیں ہوا اور جب اپنی خودی کو چھوڑ کر آفتاب کے رنگ میں رنگ گیا اس وقت اس کو یہ شرف حاصل ہو گیا۔ افسوس کہ تم ہنوز پتھر اور عاری عن الکمالات ہو مگر اس پر بھی خودی کو نہیں چھوڑتے اور فانی ہو کر عزت حاصل نہیں کرتے۔ صاحبو یہ وقت تذلل اور فنا کا ہے نہ کہ تکبر اور خودی کا۔ پس تم فانی ہو جاؤ۔ تاکہ تم کو عزت حاصل ہو۔

خیر یہ تو ہو چکا اب سنو کہ ہم نے اوپر کہا تھا کہ تکبر طالب ہے جاہ و مال کا اب اس کی وجہ سنو وہ یہ ہے کہ وہ بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور جاہ و مال بمنزلہ پاخانہ کے اور قاعدہ ہے کہ گھوڑے کا کمال پاخانہ سے ہوتا ہے یوں ہی کبر کا کمال جاہ و مال سے ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں دابہ ہیں جو کہ آدمی کے اندر پوست یعنی چربی اور گوشت اور کبر و نخوت بڑھاتے ہیں اور ان سے اس کو پر کرتے ہیں اس لئے وہ ان کا طالب ہے اچھا اب یہ سنو کہ جب تکبر اتنی بری چیز ہے تو لوگ تکبر کیوں کرتے ہیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے لب لب یعنی مقصود حقیقی حق جل مجدہٗ کو نہیں دیکھا اس لئے انہوں نے پوست کی طرح نکلے اور غیر مقصود تکبر کو مغز یعنی کارآمد اور مقصود سمجھ لیا اور اس کے طالب ہو گئے۔ اس راہ کا مقتدا ابلیس ہے کیونکہ وہ ہی اول دام جاہ کا شکار ہوا تھا اور اسی نے اول تکبر کیا تھا۔

صاحبو مال اور جاہ دونوں نہایت بری بلا ہیں اور جاہ مال سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ مال تو بمنزلہ سانپ کے ہے اور جاہ بمنزلہ اژدھے کے۔ لیکن سایہ اہل اللہ ان دونوں کے لئے زمرد ہے کیونکہ اس زمرد یعنی سایہ اہل اللہ سے ان سانپوں کی آنکھیں نکل جاتی ہیں اور وہ اندھے ہو جاتے ہیں یعنی ان کا خطرہ دور ہو جاتا ہے اور اس طرح سالک ان کے ضرر سے بچ جاتا ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ چونکہ اس سردار یعنی ابلیس نے لوگوں کی راہ میں کانٹے رکھ دیئے اور تکبر کر کے ان کو تکبر کا طریقہ بتلا دیا۔ اور اس طرح ان کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ اسی لئے جو شخص زخمی ہوتا ہے یعنی تکبر کر کے نقصان اٹھاتا ہے تو وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے اور مقصود اس کا یہ ہوتا ہے کہ مجھے یہ صدمہ اس کی دغا بازی کی بدولت پہنچا ہے کیونکہ وہ پیشوا دغا بازی میں سابق الاقدام ہے۔ نہ وہ یہ راستہ نکالتا نہ مجھے تکلیف اٹھانی پڑتی۔

الحاصل طریق تکبر کا موجد ابلیس ہے اس کے بعد زمانے گزرتے رہے اور تمام منکرین اسی کی روش پر چلتے رہے۔ اس کا وبال بھی ابلیس کی ہی گردن پر رہے گا۔ کیونکہ جب کوئی بری راہ قائم کرتا ہے تا کہ لوگ اس کے بعد اندھے پن سے ٹھوکریں کھا کر گریں تو ان تمام لوگوں کا وبال اس راہ کو قائم کرنے والے کی گردن پر ہوتا ہے کیونکہ وہ پیشوا تھا اور لوگ اس کے متبع۔ خیر! ابلیس نے تکبر کیا۔ مگر اس کے برخلاف آدم علیہ السلام نے اپنے پرانے جوتے اور پوستین یعنی اپنی حقیقت کو پیش نظر رکھا اور سمجھا کہ میں گارے سے بنا ہوں اور ایاز کی طرح وہ اپنے پرانے جوتے کے پاس برابر آتے رہے یعنی اپنی حقیقت کو نہیں بھولے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تعریف کئے گئے یہ بیان تھا آدم علیہ السلام کی ترک خودی کا۔

اب مولانا ترک خودی اور فنا کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نیستی اور عدم و فنا ہی میں تاثیر کرنے والے اور اسی میں کام کرنے والے ہیں۔ اور کچھ حق سبحانہ ہی کی تخصیص نہیں بلکہ جو کوئی بھی کسی شے کو وجود میں لاتا ہے وہ اس کی صنعت کا کارخانہ عدم ہی ہے۔ عدم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کیونکہ وجود میں تاثیر ایسی ہے جیسے لکھے ہوئے پر لکھنا۔ جہاں کوئی پودا لگا ہو وہاں پودا لگانا۔ پس کیا کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے۔ یا جہاں کوئی پودا لگا ہو کوئی پودا لگاتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایسا کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہ ہو اور ایسی جگہ پودا لگاتا جہاں کچھ بویا ہوا نہ ہو۔

یونہی حق سبحانہ اور دیگر موجد بھی اپنی تاثیر کے لئے عدم چاہتے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں

کہ تم ہی اپنی صفات کو فنا کر کے ایسے ہو جاؤ جیسے بغیر بوئی ہوئی زمین۔ یا بے لکھا کاغذ تا کہ حق سبحانہ کی تحریر اور اس کی قلم سے عزت حاصل کرو اور وہ کریم تمہارے اندر اپنی صفات کا بیج بوئے۔

حاصل یہ کہ تم خودی کو مٹاؤ تا کہ تمہارے اندر اخلاق الٰہیہ اور علوم معارف پیدا ہوں۔ اور تم فالودہ خودی جس کو تم مزہ سے کھا رہے ہو نہ کھایا سمجھو اور یہ مطبخ جو تم نے دیکھا ہے نہ دیکھا سمجھو۔ کیونکہ یہ فالودہ بہت سی مستیاں پیدا کرتا ہے جن سے تم اپنے پوستین اور چیتھڑوں کو بھول جاؤ گے یعنی تم کو اپنی حقیقت یاد نہ رہے گی لیکن جب جان کنی اور موت کا وقت ہوگا اس وقت افسوس کرو گے اور اپنے گدڑی اور چیتھڑوں یعنی اپنی حقیقت کو اس وقت یاد کرو گے اور جب تک تم برائی کی موج میں یوں غرق نہ ہو گے کہ تمہاری لئے کشتی پناہ نہ دے اس وقت تک تم اس دافع کشتی کو یاد نہ کرو گے یعنی تم اپنے پوستین اور چیتھڑوں کو نہ دیکھو گے۔ اور اپنی اصلیت کو یاد نہ کرو گے۔ ہاں جبکہ تم مصیبت کے ڈباؤ پانی میں پھنس جاؤ گے۔ اسوقت ظلمنا کو شوق سے اپنا وظیفہ بناؤ گے لیکن اس وقت تم پر شیطان ہنسے گا اور کہے گا کہ اس ناقص کو دیکھو کہ کس وقت یہ اپنی اصلیت کو یاد کرتا ہے اس مرغ بے ہنگام کا سر اڑا دینا چاہئے مگر یہ خصلت کہ وہ مصروف خودی رہیں اور ان کی طاعات سے خشوع ہوں خاصان حق کی دانش مندی سے بعید ہے۔ وہ تو پیشتر ہی سے آسمانی مرغ کی مانند ہیں اور ان کی اذانیں اپنے وقت پر ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اہل اللہ کی حالت اہل دنیا کے خلاف ہے کیونکہ وہ بے وقت اپنی حقیقت کو یاد کرتے ہیں اور اہل اللہ بروقت (فائدہ: ولی محمد نے دوراں خصلت الخ کو مقولہ محمود قرار دیا ہے اور ایاز سے ایاز مراد معروف لیا ہے مگر یہ ان کی غفلت ہے اگر وہ مولانا کے شعراے خروساں از وے آموزید بانگ۔ بانگ بہر حق کند نے بہر دانگ۔ میں تامل کرتے تو اس غلطی میں مبتلا نہ ہوتے)

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے مرغو (اہل دنیا) خاصان حق سے اذان سیکھو کہ وہ خدا کے لئے اذان دیتے ہیں نہ کہ روپے کے لئے یعنی اہل اللہ کی روش اختیار کرو کہ وہ فانی فی اللہ ہیں۔ نہ کہ مبتلائے خودی اور پابند نفس اور صبح کاذب آ کر ان کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔ صبح کاذب سے ہماری مراد دنیا ہے جو کہ ان کی بھلائی اور برائی کا عالم ہے یعنی وہ لوگ مغرور دنیا نہیں ہیں۔ برخلاف اہل دنیا کے کہ وہ عقل ناقص رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے اس دار الغرور کو اصلی گھر سمجھ لیا۔

صبح کاذب نے بہت سے قافلوں کو غارت کیا ہے کیونکہ وہ دن کے مشابہ ہو کر ظاہر ہوئی ہے یونہی اس دنیا نے اپنی طول بقا کے سبب عالم باقی سے مشابہت پیدا کر کے بہت سے آدمیوں کو تباہ کیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ صبح کاذب مخلوق کی رہبر ہو۔ کیونکہ وہ بہت سے قافلوں کو تباہ کر دے گی۔ یوں ہی خدا نہ کرے نہ دنیا سے لوگ دھوکہ کھائیں ورنہ بہت سے غارت ہو جائیں گے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو صبح کاذب یعنی دنیا کا محبوس ہے تو صبح صادق یعنی حقیقی اہل اللہ کو صبح کاذب یعنی بنی ہوئی نہ سمجھ۔ کیونکہ اگر تیرا ظاہر و باطن یکساں نہیں اور تو ریا سے خالی نہیں تو دوسروں کو ایسا نہ سمجھ تیری یہ بدگمانی دلیل ہے اس بات کی کہ تو خود بدکار ہے کیونکہ بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے اور وہ اپنی حالت کو دوسروں کی طرف منسوب کرتا ہے چنانچہ جو

ذلیل لوگ خود گمراہیوں میں مبتلا تھے وہ انبیاء کو ساحر اور گمراہ کہتے تھے۔ نیز ان ذلیل اور دغاباز امیروں نے ایاز کے حجرہ پر بھی یہی بدگمانی کی تھی کہ اس میں خزانہ مخفی ہے۔ پس تم اپنے آئینہ سے دوسروں کو نہ دیکھو اور جیسے خود ہو دوسروں کو بھی ویسا ہی نہ سمجھ۔ خیر یہ گفتگو تو ہو چکی اب قصہ کی طرف عود کرنا چاہئے۔ اچھا سنو۔

بادشاہ گو جانتا تھا کہ ایاز اس جرم سے بری ہے۔ مگر امراء کی وجہ سے اس نے خانہ تلاشی کا حکم دیا اور کہا کہ اے امیرو آدھی رات جبکہ ایاز غافل ہو۔ اس وقت حجرہ کا دروازہ کھولو۔ تا کہ اس کے خیالات ظاہر ہو جائیں اگر اس کا جرم ثابت ہو گیا تو پھر سزا ہمارے ذمہ ہے ہم اسے سزا دیں گے اور سونا موتی جو کچھ ملے سب تمہارا۔ میں تو اطلاع چاہتا ہوں وہ یہ کہہ رہا تھا مگر اس کا دل بے مثل ایاز کی طرف بے قرار تھا اور کہا کہ ارے میرے منہ سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں اگر ایاز کو اس زیادتی کا علم ہو جائے تو کیا ہو۔ پھر کہتا تھا کہ اس کی اطاعت کی قسم۔ اس کی کوہ وقاری اس سے بالاتر ہے کہ وہ میری تہمت سے برانگیختہ ہو جائے اور میری غرض اور باطنی خیال سے غافل رہے وہ ہرگز غافل نہیں ہوسکتا۔ اور جب غافل نہیں ہوسکتا تو خفا بھی نہیں ہوسکتا۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ کسی مصیبت زدہ کو اس کی مصیبت کی مصلحت معلوم ہوتی ہے تو وہ اس کو اپنی کامیابی سمجھتا ہے اور اس سے شکستہ نہیں ہوتا۔ پس چونکہ ایاز صابر اس واقعہ کی مصلحت سے واقف ہے کیونکہ وہ مست انجام نہیں ہے۔ اس لئے وہ خفا نہ ہوگا ہم نے یہ کیوں کہا کہ ایاز واقف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یوسف کی طرح ان قیدیوں یعنی امیروں کے خواب یعنی کارروائی کی تعبیر یعنی حقیقت سے واقف ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ حقیقت اس کی حسد یا بدگمانی ہے تو وہ اپنے خواب (معاملہ) کی تعبیر (حقیقت) سے کیوں نہ واقف ہوگا اور کیوں نہ سمجھے گا کہ محمود کے یہ کارروائی بنا پر مصلحت ہے۔

کیونکہ جو شخص اپنے خواب کی تعبیر یعنی اپنے حاسد کی حقیقت نہ جانتا ہو تو وہ دوسروں کے خواب کی تعبیر اور دوسروں کے معاملہ کی حقیقت کیا جان سکتا ہے اور ایاز دوسروں کے معاملہ کی حقیقت سے تو بخوبی واقف ہے پس وہ ضرور اپنے معاملہ کی حقیقت بھی جانتا ہوگا اور جبکہ وہ سمجھتا ہوگا کہ یہ ایک امتحان ہے تو پھر وہ ناخوش نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر امتحان میں اس کی سو تلواریں بھی ماروں تب بھی اس شفیق کا تعلق کم نہ ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ تلواریں میں اپنے مار رہا ہوں اس لئے کہ حقیقت میں میں وہی ہوں اور وہ میں۔ پس ان کی تلوار مارنا اپنے مارنا ہے۔

در بیان اتحاد عاشق و معشوق از روئے حقیقت اگر چہ او متضاد انداز روئے آنکہ نیاز ضد بے نیازی ست چنانکہ آئینہ بے صورت و سادہ است و بیصورتی ضد صورت ست لیکن میان ایشان اتحادے ست در حقیقت کہ شرح آں درازست والعاقل تکفیہ الاشارۃ

حقیقت کے اعتبار سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کے بیان میں اگر چہ وہ اس اعتبار سے متضاد ہیں کہ نیاز بے نیازی کی ضد ہے جیسا کہ آئینہ بغیر صورت کا اور سادہ ہے اور صورت کا ہونا صورت کی ضد ہے لیکن درحقیقت ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح دراز ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

جسم مجنوں راز رنج دورے	اندر آمد ناگہاں رنجورے
فراق کی تکلیف سے مجنون کے جسم	میں اچانک بیماری پیدا ہوگئی

خوں بجوش آمد ز شعلہ اشتیاق	تا پدید آمد بداں مجنوں خناق
شوق کی چنگاری سے خون جوش میں آ گیا	حتیٰ کہ اس سے مجنوں کے (گلے میں) خناق پیدا ہو گیا
پس طبیب آمد بدار و کردنش	گفت چارہ نیست ہیچ از رگ زنش
اس کا علاج کرنے کے لئے طبیب آیا	اس نے کہا فصد کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے
رگ زدن باید برائے دفع خوں	رگ زنے آمد بدانجا ذوفنوں
خون کے دفع کرنے کے لئے فصد کرنی چاہئے	(چنانچہ) وہاں ایک ہنر مند فصاد آیا
بازوش بست وگرفت آں پیش او	بانگ بر زد درزماں آں عشق خو
اس نے اس کا بازو باندھا اور اس کو اس کے سامنے پکڑا	فوراً وہ عشق مزاج چیخا
مزد خود بستان و ترک فصد کن	گر بمیرم گوبرو جسم کہن
اپنی فیس لے لے اور فصد نہ کر	اگر میں مر جاؤں، کہدے پرانا جسم چلا جائے
گفت آخر از چہ می ترسی ازیں	چوں نمی ترسی تو از شیر عریں
اس نے کہا آخر تو اس سے کیوں ڈرتا ہے؟	جبکہ تو کچھار کے شیر سے نہیں ڈرتا ہے
شیر و گرگ و خرس و ہر یوز و ددہ	گرد بر گرد تو شب گرد آمدہ
شیر اور بھیڑیا اور ریچھ اور ہر چیتا اور درندہ	تیرے چاروں طرف رات کو چکر لگاتا ہے
می نیاید شاں زتو بوئے بشر	زانبھی عشق و وجد اندر جگر
تجھ میں سے انہیں انسان کی بو نہیں آتی ہے	(تیرے) جگر کے اندر عشق اور غم کی کثرت سے
گرگ و خرس و شیر داند عشق چیست	کم زسگ باشد کہ از عشق او تہی ست
بھیڑیا اور ریچھ اور شیر جانتا ہے کہ عشق کیا ہے	جو شخص عشق سے خالی ہے وہ کتے سے کم ہے
گر رگ عشقے نبودے کلب را	کے بجستے کلب کہف قلب را
اگر کتے میں عشق کی رگ نہ ہوتی	تو کتا (اہل) دل کے غار کو کب ڈھونڈتا
ہم زجنس او بصورت چوں سگاں	گر نشد مشہور ہست اندر جہاں
اس کے ہم جنس بھی کتوں کی صورت میں	دنیا میں ہیں اگرچہ مشہور نہیں ہوئے ہیں
تو نبردی بوئے دل در جنس خویش	کے بری تو بوئے دل از گرگ و میش
تونے اپنی (ہم) جنس کے دل کی خوشبو نہ پائی	تو بھیڑیئے اور بھیڑ کے دل کی خوشبو حاصل کر سکتا ہے؟

گر نبودے عشق ہستی کے بدے	کے زدے ناں بر تو و تو کے شدے
اگر عشق نہ ہوتا، تو وجود کب ہوتا؟	روٹی تجھ سے کب ملتی اور تو کب ہوتا؟
نان تو شد از چہ زعشق واشتہے	ورنہ ناں را کے بدے تا جاں رہے
تیری روٹی کس چیز سے بنی عشق اور خواہش سے	ورنہ روٹی کا راستہ جانتا کب
عشق نان مردہ را جاں می کند	جاں کہ فانی بود جاویداں کند
عشق ہی مردہ روٹی کو جان (دار) بناتا ہے	جو جان فانی تھی، اس کو جاودانی بنا دیتا ہے
گفت مجنوں من نمیترسم زنیش	صبر من از کوہ سنگیں ہست بیش
مجنوں نے کہا میں نشتر سے نہیں ڈرتا ہوں	میرا صبر پتھریلے پہاڑ سے بڑھا ہوا ہے
منبلم بے زخم ناساید تنم	عاشقم بر زخمہا برمی تنم
میں مصیبت کا مارا ہوں بغیر زخم کے میرے جسم کو آرام	میں عاشق ہوں زخموں کا چکر لگاتا ہوں
لیک از لیلیٰ وجود من پرست	ایں صدف پر از صفات آں درست
لیکن میرا وجود لیلیٰ سے بھرا ہوا ہے	یہ سیپ، اس موتی کی صفات سے پر ہے
ترسم اے فضاد اگر فصدم کنی	نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی
اے فصاد! اگر تو میرے فصد لگائے گا میں ڈرتا ہوں	اچانک تو لیلےٰ کے نشتر مارے گا
داند آں عقلے کہ او دل روشنے ست	درمیان لیلیٰ و من فرق نیست
وہ عقل جس کا دل روشن ہے، سمجھتی ہے	(کہ) مجھ میں اور لیلیٰ میں فرق نہیں ہے
من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من	ما دو روحیم آمدہ در یک بدن
میں کون ہوں؟ لیلیٰ اور لیلیٰ کون ہے؟ میں	ہم دو روحیں ہیں جو ایک جسم میں آ گئی ہیں

شرح حبیبی

اچھا اب سنو جس سے مصرع بالا ''من دیم اندر حقیقت اونم'' کی تائید ہو۔ وہ یہ ہے کہ رنج فراق سے مجنون کے جسم میں ایک بیماری پیدا ہوگئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ جوش اشتیاق سے خون میں جوش آ گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجنون کو خناق ہوگیا۔ جب وہ بیمار ہوگیا تو ایک طبیب اس کے معالجہ کے لئے آیا اور اس نے تجویز کیا کہ بجز فصد کے اس کا کچھ علاج نہیں۔ پس اخراج خون کے لئے فصد لینا چاہئے اس تجویز پر ایک ہوشیار جراح کو بلایا گیا بس وہ آیا اور آ کر اس نے حسب قاعدہ بازو پر پٹی باندھی اور ہاتھ کو اپنی طرف بڑھایا جب مجنون نے یہ دیکھا تو فوراً اس

نے کہا کہ تم اپنی مزدوری لے لو اور فصد نہ کرو اگر مر جاؤں تو کیا ہے ایک بوسیدہ جسم جاتا رہے گا بلا سے جاتا رہے۔

جراح یہ سن کر متحیر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ تم جبکہ شیر بیشہ سے بھی نہیں ڈرتے تو فصد سے کیوں ڈرتے ہو۔ نیز شیر بھیڑیا' ریچھ اور ہر قسم کے درندے رات کو تمہارے گرد اگرد جمع ہوتے ہیں مگر وہ تم کو نہیں کھاتے کیونکہ وہ اس وجہ سے کہ تمہارے اندر آدمی کی بو نہیں پاتے کہ تمہارے جگر میں عشق وشوق کا ہجوم ہے اور اس لئے گویا کہ تم مجسم عشق وشوق ہو۔ پس جبکہ تم مجسم عشق ہو تو تم ڈرتے کیوں ہو۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھیڑیا' ریچھ اور شیر وغیرہ جانتے ہیں کہ عشق کیا چیز ہے اور اس کا ادب کرتے ہیں اس لئے انہوں نے مجنوں کو ضرر نہیں پہنچایا پس جو شخص عشق بالخصوص عشق الٰہی سے ناواقف اور اس کی قدر نہ جانتا ہو اور اسے حاصل نہ کرے وہ کتے سے بدتر ہے۔ کیونکہ کتا صرف عشق الٰہی سے واقف ہی نہیں بلکہ وہ اس کو حاصل بھی ہے کیونکہ اگر اس میں عشق الٰہی کی آگ نہ ہوتی تو سگ اصحاب کہف پناہ دل کا طالب کیوں ہوتا اور اہل دل کے ساتھ کیوں رہتا۔ ایک اسی پر کیا انحصار ہے اس کی ہمجنس عاشق حق اور صورت میں کتوں کے مشابہ جہاں میں اور بھی کتے ہیں گو مشہور نہیں ہیں۔ اگر تم کہو کہ ہمیں تو ایک بھی نظر نہیں آتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہیں اپنے ہمجنسوں میں تو اہل دل کا پتہ ہے ہی نہیں۔ ایسے حالت میں تمہیں بھیڑیوں اور بھیڑوں وغیرہ میں ان کا کیا پتہ لگ سکتا ہے۔ الغرض تم کو کا عشق الٰہی حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ مطلق عشق عجیب چیز ہے کیونکہ اگر عشق نہ ہوتا تو عالم نیست سے ہست نہ ہوتا۔ پس وہ عشق ہی ہے جس سے وجود عالم ہے۔

فائدہ:۔ مولانا نے اس مقام پر حدیث **کنت کنزاً مخفیاً فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق** کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔)

نیز اگر عشق نہ ہوتا تو نہ تم سے روئے اتصال پیدا کرتے اور نہ جزو انسان بن کر انسان بنتی۔ پس روٹی جو انسان بنی ہے تو کیوں عشق یعنی بھوک کی بدولت ورنہ روٹی کی روح تک رسائی کیونکر ہو سکتی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ عشق نہایت عجیب شے ہے کہ وہ بے جان روٹی کو جان بنا دیتا ہے اور جان جو کہ بدوں عشق کے فانی تھی اور اس کو دائم البقاء کر دیتا ہے اور جب مطلق عشق کی یہ حالت ہے تو عشق الٰہی کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

خیر یہ مضمون اسطر ادی تو ہو چکا۔ اب سنو کہ مجنوں نے جراح کے سوال کے جواب میں کہا کہ مجھے نشتر سے ڈر نہیں لگتا کیونکہ میرا صبر تو پہاڑ سے زیادہ وزنی ہے میں تو مثل مرہم کے ہوں کہ بدوں زخم کے مجھے چین ہی نہیں آتا اور میں تو عاشق ہوں اور زخموں سے مجھے کام ہے مگر میرا وجود لیلیٰ سے پر ہے اور یہ صدف جسم لالے موتی لیلیٰ کی صفات سے لبریز ہے۔ پس اے جراح! اگر تو میرے فصد کرے گا تو مجھے ڈر ہے کہ تو لیلیٰ کے نشتر نہ مار دے۔ کیونکہ وہ عقل جو دل روشن رکھتے ہیں جانتے ہیں کہ مجھ میں اور لیلیٰ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ میں کون ہوں؟ لیلیٰ اور لیلیٰ کون ہے؟ میں اور گویا کہ ہم دو روحیں ہیں جو ایک قالب میں اکٹھے ہیں۔

معشوقے از عاشق پرسید کہ خودرا دوست تر میداری یا مرا گفت من از خود مردہ ام وبتو زندہ ام از خود واز صفات خود نیست شدہ ام وبتو ہست شدہ ام علم خودرا فراموش کردہ ام واز علم تو عالم شدہ ام قدرت خودرا بباد دادہ ام واز قدرت تو قادر شدہ ام اگر خودرا دوست دارم ترا دوست داشتہ باشم واگر ترا دوست داشتہ باشم خودرا دوست داشتہ باشم

ایک معشوق نے عاشق سے دریافت کیا تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے یا مجھے اس نے کہا میں اپنے اعتبار سے مردہ ہوں اور تیرے ذریعہ سے زندہ ہوں اپنے آپ سے اور اپنی صفات کے اعتبار سے معدوم ہو گیا ہوں اور تیرے ذریعہ سے موجود ہوا ہوں میں نے اپنا علم بھلا دیا ہے اور تیرے علم کے ذریعہ عالم بن گیا ہوں میں اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں

ہر کہ را آئینۂ یقیں باشد	گرچہ خود بیں خدائے بیں باشد
جس کو یقین کا آئینہ (حاصل ہو)	اگرچہ وہ خود بین ہے وہ خدا بین ہو گا

اخرج بصفاتی الیٰ خلقی من رآک فقد رآنی و من قصدک قصدنی و من احبک احبنی و قس علیٰ ھٰذا

میری مخلوق کی طرف میری صفات میں نکل، جس نے تجھے دیکھا تو بیشک اسنے مجھے دیکھا اور جس نے تیرا قصد کیا اس نے میرا قصد کیا اور جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور اسی پر قیاس کر لے

گفت معشوقے بعاشق ز امتحاں	در صبوحی کاے فلاں ابن فلاں
امتحاناً ایک معشوق نے عاشق سے کہا	صبح کی شراب کے وقت کہ اے فلاں، فلاں کے بیٹے
مر مرا تو دوست تر داری عجب	یا کہ خودرا راست گو یا ذاالکرب
تو مجھے عجیب زیادہ دوست رکھتا ہے	یا اپنے آپ کو، سچ بتا اے غمزدہ!
گفت من در تو چناں فانی شدم	کہ پرم من از تو از سر تا قدم
اس نے کہا میں تجھ میں ایسا فنا ہوگیا ہوں	کہ سر سے پاؤں تک تجھ سے پر ہوں
بر من از ہستی من جز نام نیست	در وجودم جز تو اے خوش کام نیست
مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے (کچھ) نہیں ہے	اے خوش نصیب! میرے وجود میں تیرے سوا (کچھ) نہیں ہے
زاں سبب فانی شدم من اینچنیں	ہمچو سرکہ در تو بحر انگبیں
اس لئے میں ایسا فانی ہو گیا ہوں	جیسا کہ سرکہ اے شہد کے سمندر! تجھ میں
ہمچو سنگے کو شود کل لعل ناب	پرشود او از صفات آفتاب
اس پتھر کی طرح جو مجسم خالص لعل بن گیا ہو	وہ سورج کی صفات سے پر ہو جاتا ہے

وصف آں سنگی نماند اندرو	پر شود از وصف خور او پشت و رو
اس میں پتھر پن کی صفت نہیں رہتی ہے	وہ آگے اور پیچھے سے سورج کے وصف سے پر ہو جاتا ہے
بعد ازاں گر دوست دارد خویش را	دوستی خور بود آں اے فتیٰ
اس کے بعد اگر وہ اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے	اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے
ور کہ خور را دوست دارد او بجاں	دوستی خویش باشد بیگماں
اگر وہ (دل و) جان سے سورج کو دوست رکھتا ہے	بے شک اپنے سے دوستی ہوتی ہے
خواہ خود را دوست دارد لعل ناب	خواہ یا او دوست دارد آفتاب
خالص لعل خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے	یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے
اندریں دو دوستی خود فرق نیست	ہر دو جانب جز ضیائے شرق نیست
ان دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے	دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے
تا نشد او لعل خور را دشمن ست	زانکہ یک من نیست اینجا دو من ست
جب تک وہ لعل نہیں بنا، سورج کا دشمن ہے	کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں
زانکہ ظلمانی ست سنگ اے باحضور	ہست ظلمانی حقیقت ضد نور
اس لئے کہ اے باشعور! پتھر تاریک ہے	تاریک حقیقتاً نور کی ضد ہے
خویش را گر دوست دارد کافر ست	زانکہ او مناع شمس اکبر ست
اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے	کیوں کہ وہ شمس اکبر کا منکر ہے
پس نشاید کہ بگوید سنگ انا	او ہمہ تاریکی ست و در فنا
پس مناسب نہیں ہے کہ پتھر "انا" کہے	وہ مجسم تاریکی اور فنا میں ہے
گفت فرعونے انا الحق گشت پست	گفت منصورے انا الحق و برست
کسی فرعون نے انا الحق کہا وہ پست ہوا	کسی منصور نے انا الحق کہا وہ بالا ہے
آں انا را لعنۃ اللہ در عقب	ویں انا را رحمۃ اللہ اے محبّ
اس انا کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی لعنت در پے ہے	اور یہ انا اے دوست! اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہے
زانکہ او سنگ سیہ بد ایں عقیق	آں عدوئے نور بود وایں عشیق
کیونکہ وہ سیاہ پتھر تھا، یہ عقیق ہے	وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے

ایں انا ہو بود در سرا اے فضول	ز اتحاد نور نز راہ حلول
اے بیہودہ! یہ "انا" درحقیقت "ہو" تھی	نور کے اتحاد کی وجہ سے نہ کہ حلول کے طور پر
جہد کن تا سنگیت کمتر شود	تا بلعلی سنگ تو انور شود
تو کوشش کرتا کہ تیرا پتھر پن کم ہو جائے	تاکہ تیرا پتھر لعل پن سے روشن ہو جائے
صبر کن اندر جہاد و در عنا	دمبدم می بیں بقا اندر فنا
مجاہدہ اور مشقت میں صبر کر	لمحہ بہ لمحہ فنا میں بقا دیکھ
وصف سنگی ہر زماں کم میشود	وصف لعلی در تو محکم میشود
پتھر پن کی صفت ہر لمحہ کم ہو گی	تجھ میں لعل پن کی صفت مضبوط ہو جائے گی
وصف ہستی میرود از پیکرت	وصف مستی میفزاید در سرت
تیرے جسم میں سے وجود کی صفت نکل جائے گی	تیرے باطن میں مستی کی صفت بڑھ جائے گی
سمع شو یکبارگی تو گوشوار	تاز حلقہ لعل یابی گوشوار
تو کان کی طرح فوراً سماعت بن جا	تاکہ تجھے لعل کے حلقہ کا گوشوارہ مل جائے
ہمچو چہ کن خاک می کن گر کسی	زیں تن خاکی کہ در آبے رسی
اگر تو مرد ہے تو کنواں کھودنے والے کی طرح مٹی کھود	اس مٹی کے جسم کی تاکہ تو پانی تک پہنچ جائے
گر رسد جذب خدا آب معیں	چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں
اگر خدا کا جذب آ گیا' تو جاری پانی	کنواں کھودے بغیر زمین سے جوش مارے گا
کار کے میکن تو و کاہل مباش	اندک اندک خاک چہ رامیتر اش
کچھ کام کر' اور کاہل نہ بن	تھوڑی تھوڑی کنویں کی مٹی کھود
کار میکن گوش ماں از بہر آب	اندک اندک دو کن خاک وتراب
پانی کے لئے کام کر' کان بن جا	تھوڑی تھوڑی خاک اور مٹی ہٹا
ہر کہ رنجے دید گنجے شد پدید	ہر کہ جدے کرد در جدے رسید
جس نے تکلیف اٹھائی' خزانہ ظاہر ہوا	جس نے کوشش کی' نصیبہ کو پہنچ گیا
گفت پیغمبرؐ رکوع ست و سجود	بر در حق کوفتن حلقہ وجود
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے' رکوع اور سجدہ	اللہ (تعالیٰ) کے در پر مراد کی کنڈی کھٹکھٹانا ہے

حلقہ آں در ہر آنکھو میزند	بہر او دولت سرے بیروں کند
جو شخص اس دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاتا ہے	اس کے لئے دولت باہر آتی ہے

شرح حبیبی

ایک معشوق نے ایک روز صبح کے وقت امتحاناً اپنے عاشق سے دریافت کیا کہ تم مجھے زیادہ چاہتے ہو (اگر یہ ہے تو تعجب کی بات ہے) یا اپنے کو اے مبتلائے رنج جو بات ہو سچ سچ کہہ دو۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کے اندر اس قدر فنا ہوں کہ میں سر سے پاؤں تک آپ کی صفات سے لبریز ہوں۔ میرے اندر میری ہستی کا صرف نام باقی ہے اور کچھ نہیں اور میرے اندر سوائے آپ کے اور کچھ نہیں۔ لہذا میں آپ کے اندر یوں فنا ہوں جیسے کہ آپ جو کہ بحرانگبیں ہیں۔ سرکہ کھائیں اور وہ جزو بدن بن کر آپ کے اندر فنا ہو جائے۔

اب مولانا ایک اور مثال سے مقولہ عاشق کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک پتھر جو کہ سراسر خالص لعل ہو جائے اور صفات آفتاب سے پر ہو جائے اور وصف حجریت اس سے زائل ہو جائے اور اوپر نیچے غرض کہ ہر طرف صفات آفتاب سے پر ہو جائے اس کے بعد اگر وہ اپنے کو دوست رکھے گا تو وہ آفتاب ہی کی دوستی ہوگی۔ اور اگر آفتاب کو دوست رکھے گا تو وہ اپنی دوستی ہوگی۔

الحاصل خاص لعل خواہ اپنے کو چاہے یا آفتاب کو ان دونوں چاہتوں میں کچھ فرق نہیں کیونکہ گو ذاتیں ہر دو کے متبائن ہیں مگر صفت دونوں کی ایک ہے اس لئے کہ دونوں جگہ آفتاب ہی کی روشنی ہے جو منشاء ہے ماہیت کا۔ لیکن جب تک پتھر لعل نہ ہو اس وقت تک وہ آفتاب کا دشمن ہے کیونکہ یہاں ایک ہستی نہیں بلکہ دو ہستیاں ہیں اس لئے کہ پتھر ظلمانی ہے اور آفتاب سراپا نور۔ لہذا دونوں میں تضاد ہے اس لئے ظلماتی نور کی ضد ہے ایسی حالت میں اگر وہ اپنے کو دوست رکھے تو وہ بمنزلہ کافر کے ہے کیونکہ وہ جلیل القدر آفتاب کا مزاحم ہے کہ وہ اس کو اپنے میں فنا کرنا چاہتا ہے اور یہ فنا ہونا نہیں چاہتا اور اس طرح اس کی مزاحمت اور مقابلہ کرتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جو شخص فنا فی الحق نہیں ہے اس کو انا الحق نہ کہنا چاہئے کیونکہ وہ سراسر ظلمت اور فانی ہے نہ کہ باقی بقاء الحق۔ لیکن اگر کوئی فانی فی الحق اور باقی بقاء حق ہو تو اس کا انا الحق کہنا فی نفسہ صحیح ہے۔ (گو شریعت حالت صحو میں اس کے اجازت نہیں دیتی) یہی وجہ ہے کہ فرعون نے انا الحق کہا تو وہ ذلیل ہوا۔ اور منصور نے حالت سکر میں انا الحق کہا تو وہ ناجی ہوئے اور اس انا پر لعنت الٰہی مرتب ہوئی اور اس پر رحمت الٰہی۔ کیونکہ فرعون غیر فانی اور بمنزلہ کالے پتھر کے تھا جو کہ اپنے لئے آفتاب حقیقی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور منصور فانی اور بمنزلہ عقیق کے تھا جو کہ نعرہ انا الشمس لگاتا اور وہ دشمن آفتاب حقیقی تھا اور یہ عاشق آفتاب حقیقی۔

پس مقولہ فرعون کے یہ معنی ہیں کہ میں ہی آفتاب حقیقی اور خدا ہوں اور آفتاب حقیقی اور خدا کوئی چیز نہیں اور مقولہ منصور کے یہ معنی ہیں کہ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ آفتاب حقیقی اور خدا ہے۔ لہذا فرعون مستحق لعنت تھا اور منصور مستحق رحمت۔ کیونکہ منصور حقیقت میں خدا ہی تھا اس کے معنی یہ نہیں کہ خدا منصور میں نعوذ باللہ حلول کر گیا تھا

۔ بلکہ یہ اتحاد بایں معنی تھا کہ وہ متخلق با خلاق اللہ اور متصف بصفات حق اور فانی فی الحق و باقی بقاءٗ تھا۔ پس یہ اتحاد حقیقی نہ تھا۔ بلکہ عرفی تھا۔ جیسے کہ اہل محاورہ کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں دو تھوڑا ہی ہیں وہ دونوں ایک ہیں۔ فافہم ولا تزل

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کوشش کرو کہ تمہاری حجریت اور ظلمانیت کم ہو اور صفت لعلیت وتنور اور آفتاب حقیقی کے ساتھ ہم رنگی تم میں زائد ہو اور اس سے تم منور ہو جاؤ اور صورت اس کی یہ ہے کہ تم مجاہدات ومشاق میں صبر کرو اور استقلال کے ساتھ مخالفت نفس پر کمر بستہ ہو جاؤ پھر دیکھنا کہ اس فنا میں تمہیں لحظہ لحظہ ایک نئی بقا حاصل ہوگی اور تمہارے اندر سے صفت نقص ہر وقت نکل رہی ہوگی اور صفت کمال پختہ ہو رہی ہوگی اور وصف خودی میں تم میں سے زائل ہوتا ہوگا اور وصف عشق الٰہی اور اس میں سرشاری کی کیفیت تمہارے سر میں بڑھتی ہوگی۔ بس تم کان کی طرح سراسر سماعت بن جاؤ یعنی جو کچھ تم سے شیخ کہے اس کو بدوں چوں وچرا کے مان لو۔ اس سے تم لعل کی بالی کان میں پہنو گے یعنی تم صفت کمال سے ملتبس ہو گے اور اگر تم آدمی ہو تو چاہ کن کی طرح اپنے جسم خاکی سے مٹی کھودتے رہو۔ تاکہ ایک روز تم پانی تک پہنچ جاؤ یعنی تم مجاہدات وریاضات سے اپنے جسم کو گھلاتے رہو تاکہ ایک چشمہ معرفت الٰہی تمہارے اندر سے پھوٹے اور تمہاری مطلوب تم کو مل جائے یہ امور گو موقوف علیہ بمعنی لولاہ لامتنع نہیں ہیں کیونکہ اگر جذبہ خداوندی پہنچ جائے تو چشمہ معرفت بدوں مجاہدات وریاضات کے بھی مل سکتا۔ مگر اکثر عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بدوں ریاضات ومجاہدات کے وہ ایسا کرتے نہیں اس لئے تم کچھ نہ کچھ کرتے رہو اور چشمہ رحمت کے منتظر رہو۔ اور تھوڑے تھوڑے مجاہدات کرتے رہو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز تم کو تمہارا مطلوب حاصل ہوگا کیونکہ عادت اللہ جاری ہے کہ جو شخص تکلیف اٹھاتا ہے اس کو حصول مطلوب کا خزانہ مل جاتا ہے اور جو شخص کوشش کرتا ہے دولت اس کو مل جاتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے دروازہ پر زنجیر وجود کھڑ کھڑانا رکوع اور سجدہ (کثرت نوافل مع پابندی فرائض) ہے۔ پس کثرت صلوٰۃ کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ اس طریقہ سے تم حق سبحانہ کے دروازہ پر زنجیر کھڑ کھڑاؤ گے اور تم کو ایک عظیم الشان دولت ملے گی کیونکہ جو کوئی اس دروازہ کی زنجیر کھڑ کھڑاتا ہے اس کو ایک عظیم الشان دولت حاصل ہوتی ہے۔

اب سمجھو کہ اس زنجیر کے کھڑ کھڑانے کا کیا قاعدہ ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رکوع وسجود یعنی کثرت صلوٰۃ حق سبحانہ کے دروازہ پر طلب بقاء روحانی کے لئے زنجیر کھڑ کھڑانا ہے۔ پس تم کثرت صلوٰۃ کرو تاکہ تم کو بقاء روحانی حاصل ہو۔

آمدن آں امیران نمام باسر ہنگاں نیم شب وکشادن حجرۂ ایاز ودیدن چارق و پوستین را آویختہ وگمان بردن کہ آں مکر ست وروپوش وخانہ را حفرہ کردن بہر زگوشہ کہ گمان آمد وچاہ کناں آوردن ودیوار ہارا سوراخ کردن وچیزے نایافتن وخجل ونومید شدن چنانکہ بدگماناں وخیال اندیشاں درکار انبیا واولیا کہ میگفتند کہ ساحراند وخویشتن ساختہ اند وتصدر میجویند بعد از تفحص خجل شدن ایشان سود ندارد

ان چغل خور امیروں مع سپاہیوں کے آدھی رات کو آنا اور ایاز کا حجرہ کھولنا اور چپل و رپوستین کو لٹکا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ یہ مکاری اور آڑ ہے اور گھر کے ہر اس گوشتہ کا کھودنا جس کا انہیں خیال آیا اور کنواں کھودنے والوں کو لانا اور دیواروں میں سوراخ کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شرمندہ اور ناامید ہونا جیسا کہ انبیاء اور اولیاء کے معاملہ یں بدگمانوں اور سوچنے والوں جو کہتے تھے کہ جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو مٹائے ہوئے ہیں اور بڑائی چاہتے ہیں جستجو کے بعد ان کا شرمندہ ہونا مفید نہیں ہے

آں امیراں بر در حجرہ شدند	طالب گنج و زر و خمرہ شدند
وہ امیر حجرے کے دروازہ پر آئے	خزانہ اور سونے اور مٹی کے طلبگار بنے
قفل را بر میکشادند از ہوس	با دو صد فرہنگ و دانش چند کس
ہوس سے انہوں نے تالا کھولا	چند اشخاص کی سینکڑوں عقلوں اور سمجھ کے ساتھ
زانکہ قفل صعب بر پیچیدہ بود	از میان قفلہا بگزیدہ بود
کیونکہ اس نے مضبوط تالا لگا رکھا تھا	تالوں میں سے منتخب کیا تھا
نے زبخل سیم و مال و زر خام	از برائے کتم آں سرا ز عوام
چاندی اور مال اور خالص سونے کے بخل کی وجہ سے نہیں	(بلکہ) اس راز کو عوام سے چھپانے کے لئے
کہ گروہے بر خیال بد تنند	قوم دیگر نام سالوسم کنند
کہ ایک جماعت برے خیال پر قائم ہو جائے گی	دوسری قوم میرا نام مکار رکھے گی
پیش باہمت بود اسرار جاں	از خساں محفوظ تر از لعل کاں
جان کے راز باہمت کے سامنے	کمینوں سے، کان کے لعل سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں
زر بہ از جان ست پیش ابلہاں	زر نثار جاں بود پیش شہاں
بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے	شاہوں کے نزدیک سونا جان کی خیرات ہے
می شتابیدند تف از حرص زر	عقل شاں میگفت نے آہستہ تر
وہ سونے کے لالچ میں تیز دوڑتے تھے	ان کی عقل کہتی تھی "نہیں" بہت آہستہ
حرص تازد بیہدہ سوئے سراب	عقل گوید نیک بیں کاں نیست آب
سراب کی جانب، لالچ بیکار دوڑتا ہے	عقل کہتی ہے، اچھی طرح دیکھ وہ پانی نہیں ہے
حرص غالب بود و زر چوں جاں شدہ	نعرۂ عقل آں زماں پنہاں شدہ
لالچ غالب تھا اور سونا جان کی طرح بن گیا تھا	اس وقت عقل کی آواز دب گئی تھی

حرص غالب بود برزر ہمچو جاں	گفت این ست ایں متاع رائگاں
جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی	اس نے کہا یہی ہے یہ بیہودہ چیز
گشتہ صد تو حرص و غوغا ہائے او	گشتہ پنہاں حکمت و ایمائے او
حرص اور اس کا شور سو گنا بن گیا	دانائی اور اس کا اشارہ چھپ گیا
تاکہ درچاہ غرور اندر فتد	آنکہ از حکمت ملامت نشنود
تاکہ دھوکے کے کنویں کے اندر گرے	وہ جو دانائی کی ملامت نہیں سنتا
چوں زبند دام باد او شکست	نفس لوامہ برو یا بید دست
جب جال کے پھندے کی وجہ سے اس کا غرور ٹوٹا	لوامہ نفس نے اس پر قابو پا لیا
تابدیوار بلا ناید سرش	نشنود پند دل آں گوش کرش
جب تک اس کا سر مصیبت کی دیوار تک نہیں آتا ہے	اس کا بہرا کان' دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے
کودکاں را حرص لوزینہ و شکر	از نصیحتہا کند دو گوش کر
بادام کے حلوے اور شکر کا لالچ بچوں کے	دونوں کان کو نصیحتوں سے بہرا بنا دیتا ہے
چونکہ درد دنبلش آغاز شد	در نصیحت ہر دو گوشش باز شد
جب اس کے پھوڑے کا درد شروع ہوا	اس کے دونوں کان نصیحت کے لئے کھلے
حجرہ را با حرص و صد گونہ ہوس	باز کردند آں زماں آں چند کس
حجرہ کو سینکڑوں ہوس اور حرص سے	ان چند شخصوں نے اس وقت کھولا
اندر افتادند برہم ز ازدحام	ہمچو اندر دوغ گندیدہ ہوام
ازدحام سے اکٹھے اندر گھسے	جس طرح بھنگے سڑی ہوئی چھاچھ میں
عاشقانہ در فتد باکر و فر	خوردن امکاں نے و بستہ ہر دو پر
شان و شوکت سے' عاشقانہ گرتا ہے	کھانے کا امکان نہیں' اور دونوں پر بندھے ہوئے ہیں
بنگرید نداز یسار و از یمیں	چارقے بدریدہ بود و پوستیں
انہوں نے بائیں اور دائیں جانب دیکھا	پھٹی ہوئی چپل اور پوستیں تھی
باز گفتند ایں مکاں بینوش نیست	چارق اینجا جز پے روپوش نیست
انہوں نے پھر کہا یہ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے	اس جگہ چپل آڑ کے سوا نہیں ہے

ہیں بیاور سیخہائے تیز را	امتحاں کن حفرۂ و کاریز را
خبردار! تیز سلاخیں لا	گڑھے اور نالی کا امتحان لے
ہر طرف کندند و جستند آں فریق	حفرہا کردند و گوہائے عمیق
ان لوگوں نے ہر طرف کھودا اور تلاشی لی	گڑھے اور گہرے غار ڈال دیئے
حفرہا شاں بانگ میداد آں زماں	کند ہائے خالییم اے گندگاں
ان کو اس وقت گڑھوں نے پکارا	اے گندو! ہم خالی خندقیں ہیں
زاں سگالش شرم ہم میداشتند	کند ہا را بازمی انباشتند
اس بدگمانی سے ان کو شرم بھی آ رہی تھی	انہوں نے خندقوں کو دوبارہ بھر دیا
باز در دیوار ہا سوزاخہا	ہمچنیں کردند از جہل و عمیٰ
پھر دیواروں میں سوراخ	نادانی اور اندھے پن سے اسی طرح کئے
بے عدد لاحول در ہر سینۂ	ماند مرغ حرص شاں بے چینۂ
ہر سینہ میں بے شمار "لاحول" تھی	ان کی حرص کا پرند بغیر کنگنی کے رہ گیا
زاں ضلالتہائے یاوہ تاز شاں	حفرہ و دیوار و در غمازشاں
ان کی بیہودہ دوڑ کی گمراہیاں	گڑھا اور دیوار اور دروازہ ان کے چغل خور تھے
ممکن اندائے آں دیوار نے	با ایاز امکان ہیچ انکار نے
اس دیوار کی لپائی ممکن نہ تھی	ایاز کے سامنے انکار کا کوئی امکان نہ تھا
گر خداع بیگناہی میدہند	حائط و عرصہ گواہی میدہند
اگر وہ اپنی بے گناہی کا دھوکہ دیں	دیوار اور صحن گواہی دے رہے ہیں
جملہ در حیرت کہ چہ عذر آورند	تا ازیں گرداب جاں بیروں برند
سب حیرت میں تھے کہ کیا عذر کریں	تاکہ اس بھنور سے جان کو باہر نکالیں
عاقبت نومید دست و لب گزاں	چوں زناں دو دست برسر ہازناں
انجام کار ناامید اور ہاتھ اور ہونٹ کاٹتے ہوئے	عورتوں کی طرح دوہتڑ سر پر مارتے ہوئے
باز گردیدند سوئے شہر یار	پرز گرد و روئے زرد و شرمسار
شاہ کی طرف واپس ہو گئے	گرد کے بھرے ہوئے چہرے زرد اور شرمندہ

بازگشتن نماماں از حجرۂ ایاز بسوئے شاہ توبرہ تہی وخجل ہمچو بدگماناں در حق انبیا علیہم السلام در وقف ظہور برأت و پاکی ایشاں کہ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ و قولہ تعالیٰ یوم القیامة تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودة

چغلخوروں کا ایاز کے حجرے سے بادشاہ کی طرف خالی توبرہ اور شرمندہ ہوکر واپس جانا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام سے بدگمانی کرنے والے ان کی برأت اور پاکی کے ظاہر ہو جانے کے وقت کہ اس دن جبکہ کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے کالے ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا قول قیامت کے روز تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا ان کے چہرے کالے ہوں گے

شاہ قاصد گفت ہیں احوال چیست	کہ بغلتاں از زر و ہمیاں تہنیست
بادشاہ نے قصداً کہا ہاں کیا احوال ہیں؟	کہ تمہاری بغلیں ہمیانی اور سونے سے خالی ہیں
درنہاں کردید دینار و تسو	فروشادی در رخ و رخسار کو
اگر تم نے اشرفیاں اور دمڑیاں چھپا رکھی ہیں	تو منہ اور رخسار پر شان اور خوشی کہاں ہے؟
گرچہ پنہاں بیخ ہر بیخ آورست	برگ سیماھم وجوھم اخضر ست
اگرچہ ہر جڑدار (درخت) کی جڑ پوشیدہ ہے	سبز پتے ان کے چہروں پر نشان ہے (کا مصداق) ہیں
آنچہ خورد آں بیخ از زہر و زقند	نک منادی میکند شاخ بلند
جو کچھ زہر اور شکر اس جڑ نے کھایا ہے	اب بلند شاخ پکار رہی ہے
بیخ اگر بے برگ و از مایہ تہیست	برگہائے سبز بر اشجار چیست
جڑ اگر بغیر پتے کے اور سرمائے سے خالی ہے	درختوں پر سبز پتے کیسے ہیں؟
بر زبان بیخ گل مہرے نہد	شاخ دست و پا گواہی میدہد
جڑ کی زبان پر مٹی مہر لگا دیتی ہے	شاخ' ہاتھ پاؤں ہیں جو گواہی دیتے ہیں
آں امیراں جملہ در عذر آمدند	ہمچو سایہ پیش مہ ساجد شدند
ان سب سرداروں نے معذرت کی	سایہ کی طرح چاند کے سامنے سجدہ کرنے والے بن گئے
عذر آں گرمی و لاف و ما و من	پیش شہ رفتند با تیغ و کفن
اس جوش اور شیخی اور انانیت سے عذر کے لئے	تلوار اور کفن لے کر شاہ کے سامنے گئے
از خجالت جملہ انگشتاں گزاں	ہر یکے میگفت کے شاہ جہاں'
شرمندگی سے انگلیاں کاٹتے ہوئے	ہر ایک کہہ رہا تھا کہ اے شاہجہاں؟

گر بریزی خوں حلالستت حلال	ور بہ بخشی ہست انعام و نوال
اگر تو خون بہائے تیرے لئے حلال ہی حلال ہے	اگر تو معاف کر دے انعام اور عطا ہے
کردہ ایم آنہا کہ از ما می سزید	تاچہ فرمائی تو اے شاہ مجید
ہم نے وہ کیا جو ہمارے لائق تھا	اے بزرگ بادشاہ! اب آپ کیا فرماتے ہیں؟
گر بہ بخشی جرم ما اے دلفروز	شب شبیہا کردہ باشد روز روز
اے دل کو روشن کرنے والے! اگر تو ہمارا جرم بخش دے	(تو ایسا ہوگا) کہ رات نے رات پن کیا' دن نے دن پن
گر بہ بخشی یافت نومیدی کشاد	ورنہ صد چوں مافدائے شاہ باد
اگر تو بخش دے گا تو مایوسی نے کشادگی حاصل کی	ورنہ ہم جیسے سینکڑوں بادشاہ پر قربان ہیں
گفت شہ نے ایں نواز وایں گداز	من نخواہم کرد ہست آن ایاز
بادشاہ نے کہا نہیں یہ نوازش اور یہ سزا	میں نہ کروں گا یہ ایاز کی ملکیت ہے

حوالہ کردن بادشاہ قبول توبہ نمایاں وحجرہ کشایاں وسزادادن وادب کردن ایشاں باایاز کہ یعنی ایں جنایت برعرض اورفتہ است عذراو پذیرد

بادشاہ کا چغلخوروں اور حجرہ کھولنے والوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا دینا اور ان کو تنبیہ کرنا' ایاز کے سپرد کرنا کیونکہ یہ زیادتی اس کی آبرو پر ہوئی تو اس کا عذر وہ قبول کرلے

ایں جنایت برتن وعرض ویست	زخم بر رگہائے آں نیکو پے ست
یہ ظلم اس پر اور اس کی آبرو پر ہوا ہوا ہے	زخم اس نیک خصلت کی رگوں پر لگا ہے
گرچہ نفس واحدیم از روئے جاں	ظاہراً دو ریم ازیں سود و زیاں
اگرچہ جان کے اعتبار سے ہم ایک ذات ہیں	اس نفع اور نقصان کے اعتبار سے بظاہر ہم دور ہیں
تہمتے بر بندہ شہ را عار نیست	جز مزید حلم و استظہار نیست
غلام پر تہمت شاہ کی ذلت نہیں ہے	مزید حلم اور بھروسہ کے سوا کچھ نہیں ہے
متہم را شاہ چوں قاروں کند	بیگنہ را تو نظر کن چوں کند
جبکہ شاہ تہمت کردہ کو قارون بنا دیتا ہے	تو غور کر' بے قصور کو وہ کیا بنائے گا؟
شاہ را غافل مداں از کار کس	مانع اظہار آں حلم ست و بس
شاہ کو کسی کے کام سے غافل نہ سمجھ	اس کے ظاہر کرنے کے لئے فقط حلم مانع ہے

من هنا یشفع بہ پیش علم او	لا ابالی وار الا حلم او
اس کے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کر سکے؟	لاپروائی کے ساتھ سوائے اس کے علم کے
آں گنہ اول ز حلمش میجہد	ورنہ ہیبت آں مجالش کے دہد
خطا پہلے پہل اس کے حلم کی بنیاد پر صادر ہوئی ہے	ورنہ خوف اس کو کب گنجائش دیتا؟
خونبہائے جرم نفس قاتلہ	ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ
قاتل نفس کے جرم کا خونبہا	اس کی بردباری پر ہے (جیسا کہ) عاقلہ پر دیت
مست و بیخود نفس مازاں حلم بود	دیو در مستی کلاہ ازوے ربود
ہمارا نفس اس حلم سے مست اور بیخود تھا	مستی میں شیطان اس کی ٹوپی لے بھاگا
گر نہ ساقی حلم بودے بادہ ریز	دیو با آدمؑ کجا کردے ستیز
اگر حلم کا ساقی شراب چھلکانے والا نہ ہوتا	شیطان آدمؑ سے کب جھگڑا کرتا؟
گاہ علم آدمؑ ملائک را کہ بود	اوستاد علم و نقاد نقود
ملائک کے اعتبار سے آدمؑ کے علم کا جو مرتبہ تھا	علم کے استاد اور نقدوں کو پرکھنے والے تھے
چونکہ در جنت شراب حلم خورد	شد زیک بازی شیطاں روی زرد
چونکہ انہوں نے جنت میں حلم کی شراب پی	شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہو گئے
آں بلا ذر ہائے تعلیم ودود	زیرک و دانا و چستش کردہ بود
اللہ (تعالیٰ) کی تعلیم کے بھلانوؤں نے	ان کو ذہین اور عقلمند اور چست کر دیا تھا
باز آں افیون حلم سخت او	دزد را آورد سوئے رخت او
پھر اس کے انتہائی حلم کی افیون نے	ان کے سامان کی جانب چور کو روانہ کر دیا
عقل آمد سوئے حلمش مستجیر	ساقیم تو بودۂ دستم بگیر
عقل اس کے حلم کی جانب پناہ پکڑتی ہوئی آئی	میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

فرمودن شاہ ایاز را کہ اختیار کن از عفو و مکافات کہ از عدل و لطف ہر چہ کنی اینجا صوابست و در ہر یکے را مصلحتہاست کہ در ہر عدل ہزار لطف در جست ولکم فی القصاص حیات آنکس کہ کراہت میدارد قصاص را در یں یک حیات قاتل نظر میکند و در صد ہزار حیات کہ معصوم و محفوف خواہد شدن در حصن بیم سیاست نمی نگرد

بادشاہ کا ایاز سے فرمانا کہ بدلے اور معاف کرنے میں سے جو بھی پسند کرے اختیار کر کیونکہ انصاف اور مہربانی میں سے جو بھی تو کریگا اس مقام پر درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں اس لئے ہر انصاف میں ہزاروں مہربانیاں درج ہیں اور تمہارے بدلہ لینے میں زندگی ہے جو شخص بدلہ لینے کو ناپسند کرتا ہے اس میں قاتل کی ایک زندگی پر نظر کرتا ہے اور وہ ان لاکھوں زندگیوں کو جو سزا کے خوف کے قلعے میں محفوظ اور مامون ہوگی نہیں دیکھتا ہے

کن میان مجرماں حکم اے ایاز	اے ایاز پاک باصد احتراز
اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر	سینکڑوں پرہیز گاروں کے ذریعہ پاک، اے ایاز!
گرد و صد بارت بجوشم در عمل	در کف جوشت نیابم یک دغل
اگر میں تجھے دو سو بار (بھی) کام میں جوش دلاؤں	تیرے جوش کے جھاگ میں ایک خرابی (بھی) نہ پاؤں
ز امتحاں شرمندہ خلقے بے شمار	ز امتحانہا جملہ از تو شرمسار
آزمائش سے بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے	ازمائشوں کی وجہ سے سب تجھ سے شرمندہ ہیں
آزمائش سے بے قعرست تنہا علم نیست	کوہ وصد کوہ است ایں خود حلم نیست
صرف علم ہی نہیں ہے بلکہ اتھاہ سمندر ہے	یہ حلم ہی نہیں ہے پہاڑ اور سینکڑوں پہاڑ ہے
گفت من دانم عطائے تست ایں	ورنہ من آں چارقم واں پوستیں
اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ آپ کی دین ہے	ورنہ میں تو وہی چپل اور وہی پوستین ہوں
بہرایں پیغمبرؐ ایں را شرح ساخت	ہر کہ خود بشناخت یزداں را شناخت
اسی لئے پیغمبرؐ نے اس کی شرح کی ہے	جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا
چارقت نطفہ ست او خونت پوستیں	باقی اے خواجہ عطائے اوست ایں
تیرا چپل نطفہ ہے اور تیرا خون پوستین ہے	اے جناب! باقی یہ اس کی دین ہے
بہرآں دادست تا جوئی دگر	تو مگو کہ نیستش جز ایں قدر
تجھے اس لئے دیا ہے تاکہ تو اور طلب کرے	تو نہ کہہ کہ اس کے پاس اس کے سوا نہیں ہے
زاں نماید چند سیب آں باغباں	تا بدانی دخل و نخل بوستاں
باغباں چند سیب اس لئے دکھاتا ہے	تاکہ تو باغ کی آمدنی اور درختوں کو سمجھ سکے
کف گندم زاں دہد خریار را	تا بداند گندم انبار را
ایک مٹھی گیہوں خریدار کو اس لئے دیتا ہے	تاکہ وہ ڈھیر کے گیہوں کو سمجھ جائے

نکتۂ زاں شرح گوید اوستار	تا شناسی علم او را مستزاد
استاد اس شرح میں سے ایک نکتہ بیان کر دیتا ہے	تاکہ تو اس کے علم کو مزید سمجھ جائے
ور بگوئی خود ہمینش بود و بس	دورت اندازد چناں کز ریش خس
اگر تو کہے کہ اس کے پاس بس یہی تھا	تجھے اس طرح دور پھینک دے گا جس طرح (داڑھی) سے تنکا
اے ایاز اکنوں بیاؤ داد دہ	داد نادرٔ در جہاں بنیاد نہ
اے ایاز! اب آ اور انصاف کر	دنیا میں عجیب انصاف کی بنیاد رکھ دے
مجرمانت مستحق کشتنند	وز طمع بر عفو و حلمت می تنند
تیرے مجرم گردن زدنی ہیں	اور تیری معافی اور حلم کے لالچ پر قائم ہیں
تا کہ رحمت غالب آید یا غضب	آب کوثر غالب آید یا لہب
تاکہ (دیکھیں) کہ رحمت غالب آتی ہے یا غصہ	آب کوثر غالب آتا ہے یا لپٹ
از پۓ مردم ربائی ہر دوہست	شاخ حلم و خشم از عہد الست
انسانوں کی کشش کے لئے دونوں ہیں	حلم اور غصہ کی شاخ عہد الست (کے وقت) سے
بہر ایں لفظ الست مستبیں	نفی و اثباتست در لفظے قریں
اسی لئے واضح لفظ الست میں	نفی اور اثبات ایک لفظ میں ملا ہوا ہے
زانکہ استفہام اثباتست ایں	لیک دروے لفظ لیس شد دفیں
کیونکہ استفہام یہ اثبات ہے	لیکن اس میں لیس کا لفظ چھپا ہوا ہے
ترک کن تا ماند ایں تقریر خام	کاسۂ خاصاں منہ بر خوان عام
رہنے دے تاکہ یہ تقریر ناقص رہے	خواص کا پیالہ عوام کے دستر خوان پر نہ رکھ
قہر و لطفے چوں صباؤ چوں وبا	آں یکے آہن ربا ویں کہربا
قہر اور مہر صبا اور وبا کی طرح ہے	ایک مقناطیس اور یہ کہربا ہے
میکشد حق راستاں را تا رشد	قسم باطل باطلاں را میکشد
اللہ (تعالیٰ) سچوں کو ہدایت کیجانب کھینچتا ہے	باطل فریق برے لوگوں کو کھینچتا ہے
معدہ حلوائی بود حلوا کشد	معدہ صفرائی بود سر کا کشد
حلوے والا معدہ ہو تو حلوے کو کھینچتا ہے	صفرے والا معدہ ہو تو سرکہ کو کھینچتا ہے

فرش سوزاں سردی از جانش برد	فرش افسردہ حرارت را خورد
گرم فرش بیٹھنے والے کی ٹھنڈک دور کر دیتا ہے	ٹھنڈا فرش، گرمی کو کھا جاتا ہے
دوست بینی از تو رحمت می جہد	خصم بینی از تو سطوت می جہد
تو دوست کو دیکھتا ہے تو تجھ سے رحمت ٹپکتی ہے	تو دشمن کو دیکھتا ہے تو تجھ میں سے دبدبہ ٹپکتا ہے
نور بینی روشنی بیروں جہد	نار بینی یا دخاں ظلمت دہد
تو نور دیکھتا ہے تو روشنی باہر آتی ہے	تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے تو تاریکی پیدا ہوتی ہے
خصم و یار و نور و نار و فخر و عار	تخت و دار و برد و حار و ورد و خار
دشمن اور دوست، نور اور نار، فخر اور ذلت	تخت اور سولی، ٹھنڈا اور گرم، پھول اور کانٹا
مور و مار و پود و تار و زیر و زار	ہر یکے با جنس خود بر می شمار
چیونٹی اور سانپ، تانا اور بانا، گانا اور رونا	ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ گن لے

تعجیل فرمودن بادشاہ ایاز را کہ زود ایں حکم را بہ فیصل رساں و منتظر مدار و الایام بیننا مگو کہ الانتظار موت احمر و جواب گفتن ایاز بادشاہ را و عجز آوردن او

بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کر دے اور منتظر نہ رکھ اور "ہمارے پاس بہت وقت ہے" نہ کہہ کیونکہ انتظار سرخ موت ہے اور ایاز کا بادشاہ کو جواب دینا اور اس کا معذوری ظاہر کرنا

اے ایاز ایں کار را زوتر گذار	زانکہ نوع انتقام ست انتظار
اے ایاز! یہ کام جلد کر لے	کیونکہ انتظار (بھی) ایک قسم کا بدلہ ہے
گفت اے شہ جملگی فرماں تراست	باوجود آفتاب اختر فناست
اس نے کہا اے بادشاہ! سب حکم آپ کا ہی ہے	سورج کے ہوتے ہوئے، ستارہ معدوم ہے
زہرہ کہ بود یا عطارد یا شہاب	کہ بروں آید بہ پیش آفتاب
زہرہ یا عطارد یا شہاب کون ہوتا ہے؟	کہ سورج کے سامنے باہر آئے
گر زدلق و پوستیں بگذشتمے	کہ چنیں تخم ملامت کشتمے
اگر میں گدڑی اور پوستین سے (آگے) بڑھتا	تو ملامت کا ایسا بیج کب بوتا؟
قفل کردن بر در حجرہ چہ بود	درمیان صد خیالات حسود
حجرہ کے دروازے پر قفل لگانا کیا تھا؟	حاسد کے سینکڑوں خیالات کے درمیان

دست در کردہ درون آبجو	ہر یکے زیشاں کلوخ خشک جو
نہر کے پانی میں ہاتھ ڈبوئے ہوئے	ان میں سے ہر ایک خشک ڈھیلا تلاش کرنے والا ہے
پس کلوخ خشک در جو کے بود	ماہی با آب عاصی کے شود
تو نہر میں خشک ڈھیلا کہاں ہوتا ہے؟	مچھلی' پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟
برمن مسکیں جفا دارند ظن	کہ وفا را شرم می آید زمن
مجھ ایسے عاجز پر ناحق بدگمانی کرتے ہیں	کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے
گر نبودے زحمت نا محرمے	چند حرفے از وفا وا گفتمے
اگر نامحرم کی پریشانی نہ ہوتی	تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا
چوں جہانے شبہت واشکال جوست	حرف میرانیم ما بیروں زپوست
چوں کہ دنیا شبہ اور اشکال کی طلبگار ہے	ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں
گر تو خود را بشکنی مغزے شوی	داستان مغز نغزے بشنوی
اگر تو اپنے آپ کو شکستہ کریگا' مغز بن جائے گا	تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا
جوز را در پوستہا آواز ہاست	مغز و روغن را خود آوازے کجاست
اخروٹوں کے چھلکوں میں (رہتے ہوئے) آوازیں ہیں	مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے
دارد آوازے نہ اندر خورد گوش	ہست آوازش نہاں در گوش ہوش
وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہے	اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے
گر نہ خوش آوازی مغزے بود	ژغژغ آواز قشری کہ شنود
اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی	چھلکے کا کھڑکا کون سنتا ؟
ژغژغ آں زاں تحمل میکنی	تا کہ خاموشانہ بر مغزے زنی
اس کی کھٹ کھٹ کو تو اس لئے برداشت کرتا ہے	تاکہ چھلکے سے مغز تک پہنچ جائے
چند گاہے بے لب و بے گوش شو	وانگہاں چوں لب حریف نوش شو
کچھ مدت تک بغیر ہونٹ اور کان کے بن جا	پھر ہونٹ کی طرح شہد کا ساتھی بن
چند گفتی نظم و نثر و راز فاش	خواجہ یک روز امتحاں کن گنگ باش
تونے نظم اور نثر اور راز کھل کر بہت کہے	صاحب! ایک روز آزما لے' گونگا بن جا

چند پختی تلخ و تیز و شور و کز	ہم یکے بار امتحاں شیریں پز
تونے کڑوی اور تیز اور کھاری اور کسیلی بہت پکائی	ایک دن امتحان کے لئے میٹھی (بھی) پکا لے
چندخوردی چرب وشیریں از طعام	امتحاں کن چند روزے در صیام
تونے میٹھا اور روغنی بہت کھانا کھایا	چند دن روزے میں آزما لے
چند شبہا خواب را گشتی اسیر	یک شبے بیدار شو دولت بگیر
تو بہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا	ایک رات بیدار رہ' دولت حاصل کر لے
روز ہا بردی بسر در ہزل وجد	روز کے دو جہد را شو مستعد
تونے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں بسر کئے	دو روز کوشش کے لئے مستعد بن جا

شرح حبیبی

اب مولانا پھر قصہ ایاز کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امراء ایاز کے حجرہ کے دروازہ پر گئے اور خزانہ اور زر اور مال کے مٹکے کے متلاشی ہوئے ان میں سے چند آدمیوں نے بہت ہوشیاری سے مال کی ہوس میں قفل کھولا۔ ''بہت ہوشیاری سے'' ہم نے اس لئے کہا کہ حجرہ کو بہت مضبوط قفل لگا ہوا تھا جو کہ بہت سے قفلوں میں چھانٹا گیا تھا۔ اس استحکام کا منشاء چاندی' سونے اور مال و دولت کے متعلق بخل نہ تھا۔ بلکہ اس کا سبب راز کا عوام سے چھپانا تھا کیونکہ اس کو خیال تھا کہ افشائے راز کی صورت میں کچھ لوگ مجھ پر دنائت طبع کا الزام لگائیں گے اور کہیں گے کہ اس ریاست پر بھی یہ پرانے لیتھڑوں اور پوستین کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتا اور کچھ لوگ مجھے مکار کہیں گے اور کہیں گے کہ یہ عجز و انکسار اس کا محض دکھاوے کے لئے ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارباب ہمت اسرار کی جو کہ بمنزلہ جان کے ہیں لعل کانی سے زیادہ حفاظت کرتے ہیں کیونکہ احمق لوگ مال کو جان سے اچھا سمجھتے ہیں اور عالی ہمت لوگ مال کو جان کا صدقہ جانتے ہیں اس کے بعد مولانا پھر قصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ لوگ مال کے طمع میں سرگرم سعی تھے مگر ان کی عقل کہہ رہی تھی کہ اتنی جد و جہد نہ کرو۔ کیونکہ تمہاری محنت تمام برباد جائے گی۔ قاعدہ ہے کہ حرص تو سراب اور بے حقیقت اشیاء کے لئے فضول جد و جہد کرتی ہے اور عقل اس سے کہا کرتی ہے کہ غور سے دیکھ یہ مال اور مطلوب واقعی نہیں ہے محض دھوکہ ہے۔ پس تو فضول کوشش نہ کر مگر ان پر حرص کا غلبہ تھا اور مال فرط محبوبیت سے بمنزلہ جان کے ہو گیا تھا اس لئے عقل کی آواز مخفی ہو گئی تھی اور سنائی نہ دیتی تھی۔ اور جان کی مانند عزیز سونے کی حرص غالب تھی اور کہہ رہی تھی کہ ارے مال مفت یہ موجود ہے جلد لو۔

الغرض حرص اور اس کا شور بہت بہت بڑھ گیا اور عقل اور اس کا فتویٰ اس شور میں دب گیا تھا اور وہ اس کو نہ سنتے گو اس وقت وہ عقل کی نصیحت نہیں سنتی مگر جب ان کی جان پر بنے گی اس وقت اس کی ملامت سنیں گے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب آدمی دھوکے کے کنوئیں میں گرتا ہے اس وقت وہ عقل کی ملامت (جو کہ وہ اس کو کرتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ ارے کمبخت میں تجھے روکتی نہ تھی مگر تو نے میری ایک نہ سنی) سنتا ہے اور جبکہ جال کے پھندے میں پھنس کر اس کا جوش وخروش ختم ہو جاتا ہے اس وقت عقل کی طرح نفس لوامہ ہی اس پر قابو پاتا ہے اور اسے ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے بہت برا کیا کہ ایسا کام کیا لیکن جب تک اس کا سر مصیبت کی دیوار سے نہیں ٹکراتا اس وقت تک اس کے بہرے کان دل کی نصیحت نہیں سنتے اس لئے اس کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے بے سمجھ بچے کہ ان کو بادام کی ٹھٹھائی اور شکر کی حرص دونوں بہرا بنا دیتی ہے اور اس لئے وہ ماں باپ کی نصیحت نہیں سن سکتے مگر جب کہ اس کو پھوڑے پھنسی کی تکلیف شروع ہوتی ہے اور اس وقت نصیحت کے باب میں ان کے کان کھلتے ہیں اور تب وہ نصیحت سنتے ہیں۔

خیر یہ مضمون تو ہو چکا اب قصہ سنو ان چند شخصوں نے جنہوں نے قفل کھولا تھا بہت کچھ حرص و ہوس کے ساتھ حجرہ کھولا اور بھیڑ کے سبب حجرہ میں یوں اوپر تلے گرے جیسے چھاچھ یکساں گرتی ہیں کہ وہ بہت زور کے ساتھ عاشقانہ اس میں گرتی ہیں اور کھا سکتی نہیں اور پر بھی بندھ جاتے ہیں اس لئے اڑ بھی نہیں سکتے۔ یوں ہی وہ لوگ شوق سے حجرہ میں داخل ہوئے مگر ملا کچھ بھی نہیں اور جان کے لالے پڑ گئے انہوں نے حجرہ میں گھس کر دائیں بائیں غرض ہر طرف نظر کی مگر ان کو کچھ نظر نہ آیا۔ صرف پھٹے جوتے اور پوستین رکھا ہوا تھا اس کے بعد نہوں نے کہا کہ اس میں دولت ضرور ہے اور یہ لیتھڑے اور پوستین اس کے اخفاء کے لئے ہیں تا کہ اگر کوئی دیکھے تو سمجھے لہ یہاں کیا ہوگا یہاں تو لیتھڑے اور پوستین پڑا ہوا ہے۔ ارے کوئی پھالیاں لاؤ اور کھود کر گڑھوں کو دیکھو ان میں مال بھرا ہوگا اس کے بعد پھالیاں آئیں اور ہر طرف انہوں نے کھودا اور گہرے گڑھے کر دیئے مگر یہ گڑھے بزبان حال ان سے کہہ رہے تھے کہ ارے خبیثو ہم تو خالی گڑھے ہیں یہ دیکھ کر ان کو افسوس بھی ہوتا تھا اور ندامت بھی ہوتی تھی اور گڑھوں کو پاٹ دیتے تھے اس کے بعد انہوں نے اپنے نادانی سے دیواروں کو کھودا اور ان میں گڑھے کر دیئے لیکن وہاں سے ان کو کچھ نہ ملا۔ غرض کہ جب ان کو کچھ نہیں ملا تو دل ہی دل میں بہت کچھ لاحول ولاقوۃ کر رہے تھے کیونکہ ان کے مرغ حرص کو خوراک نہ ملی تھی یہ مصیبت تو تھی ہی اس سے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ گڑھے اور دیوار و در ان کے لاحاصل غلط کاریوں کے چغلیاں کھا رہی تھیں۔

اور وہ نہ دیوار وغیرہ کے گڑھوں کو پر کر کے ان کو بحالہا کر سکتے تھے اور نہ ایاز کے سامنے منہ کر سکتے تھے کیونکہ اگر وہ اپنی بے گناہی ظاہر کر کے اسے فریب دیتے تھے تو صحن حجرہ اور اس کی دیواریں ان کے خلاف شہادت دینے کو موجود ہیں۔ لہذا وہ سب متحیر تھے کہ کیا بہانہ کریں کہ اس گرداب بلا سے جان بچالیں جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو ناامید ہو گئے اور حسرت افسوس کرتے ہوئے اور سروں پر عورتوں کی طرح دوہتڑیں مارتے ہوئے گرد میں بھرے ہوئے منہ پر زردیاں چھائی ہوئیں نادم وشرمندہ بادشاہ کی جانب لوٹے۔ بادشاہ گو ان کی ناکامی سے پہلے ہی سے واقف تھا مگر جب اس نے ان کو خالی ہاتھ دیکھا تو جان بوجھ کر ان کی تجہیل وتحمیق کے لئے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ تمہاری بغلیں اشرفیوں اور ان کی تھیلیوں سے خالی ہیں اگر تم نے اشرفیاں اور تسو (ایک سکہ ہے) چھپا لئے ہیں تو چہرہ اور رخساروں پر خوشی کی رونق اور بشاشت کیوں نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ تم کو کچھ ملا ہی نہیں۔ ورنہ تم لاکھ چھپاتے مگر وہ چھپ نہیں سکتا تھا اور تمہارا چہرہ کہہ دیتا کہ

ان کے پاس مال ہے۔ دیکھو اگرچہ ہر جڑ دار کی جڑ زمین میں چھپی ہوتی ہے مگر اس کے پتے جو کہ **سیماھم فی وجوھھم** کا مصداق ہیں۔ سبز ہوتے ہیں اور وہ جڑ کی حالت ظاہر کرتے ہیں۔ ایضاً جڑ نے جو کچھ موافق یا مخالف غذا کھائی ہے اس کی اونچی شاخ بیانگ دہل اس کا اعلان کرتے ہیں کیونکہ اگر وہ ہری بھری ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جڑ کو غذائے موافق ملی ہے ورنہ ثابت ہوتا ہے کہ جڑ نے غذائے ناموافق کھائی ہے۔ غرضکہ پتوں کے سرسبزی سے معلوم ہوتا ہے کہ جڑ ہری ہے اور اس کو غذائے موافق ملی ہے ورنہ اگر جڑ بے سامان اور بے بضاعت ہو تو یہ ہرے بھرے پتے درختوں پر کیسے ہیں۔ حاصل یہ ہے گومٹی جڑ کے منہ پر مہر کر دیتی ہے یعنی گومٹی میں مخفی ہونے کے سبب اس کی حالت نہیں معلوم ہوسکتی۔ مگر اس کی شاخ اس کے لئے بمنزلہ ہاتھ پاؤں کے ہے گواہی دیتی ہے کہ جڑ کی حالت اچھی ہے۔ پس یوں ہی اگر تمہارے پاس بھی مال ہوتا تو تمہارے حالت اس کو ظاہر کرتی یہ سن کر ان تمام امیروں نے معذرت کی اور سایہ کی طرح بادشاہ کے سامنے خاک مذلت پر گر گئے اور اپنے جوش و خروش اور لاف وگزاف اور تکبر کی معذرت میں شرم کے دانتوں میں انگلیاں منہ میں دبائے ہوئے بادشاہ کے سامنے تیغ وکفن لے کر حاضر ہوئے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ اے شاہ ہفت کشور! اگر آپ ہمارا خون بہائیں تو آپ کے لئے جائز ہے کیونکہ ہم نے جرم ہی ایسا کیا ہے اور اگر آپ معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان اور بخشش ہے ہم جس لائق تھے وہ ہم نے کیا اب جو حضور کا حکم ہو۔ اگر حضور ہمارا قصور معاف فرما دیں تو یہ آپ کی شایان شان ہے کیونکہ ہم بمنزلہ رات کے اور آپ بمنزلہ دن کے۔ رات تاریکی پھیلاتی ہے کیونکہ جو اس کو یہی شایاں ہے اور دن تمام تاریکیوں کو دور کر کے دھو دیتا ہے اس لئے کہ اس کو یہی زیبا ہے۔ پس اگر آپ معاف فرما دیں تو ہمارے ناامیدی دور ہو جائے گی ورنہ ایک ہم کیا ہم سے سینکڑوں حضور پر قربان ہم جان دینے کو تیار ہیں اس کے جواب میں بادشاہ نے کہا کہ یہ نوازش اور یہ رحم میں نہ کروں گا کیونکہ یہ ایاز کا حق ہے یہ تعدی تم نے اس کی جان اور اس کی آبرو پر کی ہے اور یہ زخم اس کی رگوں پر ہے گو جان کے لحاظ سے ہم دونوں ایک جان ہیں اور اس کا نقصان میرا نقصان ہے اور اس کا نفع میرا نفع۔ میرا عفو اس کا عفو ہے اور میری سزا اس کی سزا۔

مگر باعتبار ظاہر کے نفع ونقصان میں ایک دوسرے سے دور ہیں لہذا جو کچھ کریگا ایاز کرے گا اب مولانا فرماتے ہیں کہ کیا غلام خاص سلطانی پر تہمت لگانا بادشاہ کے لئے موجب عار نہیں ہے ضرور ہے لان ضرب الغلام اہانۃ المولی مگر بایں ہمہ محمود جو انتقام نہیں لیتا اور اس معاملہ کو ایاز کے سپرد کرتا ہے اس کا منشاء بجز حلم اور ظہور حقیقت ایاز کی خواہش کے اور کچھ نہیں۔ یعنی ایک سبب تو اس کا بادشاہ کا نہایت درجہ حلیم ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس واقعہ سے ایاز کی خصوصیت اور اس کا فانی فی السلطان ہونا ظاہر ہو جائے۔

فائدہ:۔ تہمتے بر بندہ الخ کی محشیں نے عجیب عجیب تقریریں کی ہیں مگر میرے نزدیک یہ مطلب ٹھیک اور بے تکلف اور چسپاں ہے جو میں نے عرض کیا ہے۔ واللہ اعلم)

یہاں سے مولانا حق سبحانہ کے حلم اور کرم کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ سلطان محمود کا حلم تو تم کو معلوم ہو گیا

اب تم حق سبحانہ کے حلم کی کیفیت سنو۔ اس کا حلم اس درجہ ہے کہ وہ مجرموں کو دولت کثیر عطا فرماتا ہے۔ پس جبکہ مجرموں کے ساتھ اس کا یہ برتاؤ ہے کہ وہ ان کو دولت مند بناتا ہے تو اب تم غور کر لو کہ پاکبازوں کے ساتھ اس کا کیا برتاؤ ہوگا اور ان کو کیا کچھ عطا نہ فرمائے گا تم یہ نہ سمجھنا کہ مجرموں کو جو اس نے دولت مند بنایا ہے تو شاید اس لئے بنایا ہو کہ اس کو ان کے جرائم کا علم نہ ہو کیونکہ وہ کسی کے کام سے غافل نہیں ہے۔ (**وما اللہ بغافل عما تعملون**) لیکن وہ جو لوگوں کے جرائم کو ظاہر نہیں کرتا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کا حلم اسے ایسا کرنے سے روکتا ہے۔ پس جبکہ وہ ایسا علیم ہے تو یہاں کس کی مجال ہے کہ اس کے علم محیط کے سامنے بے باکانہ کسی کی سفارش کرے کیونکہ ایسا وہ کر سکتا ہے جو خود مجرم نہ ہو یا اس کے جرم کا علم حق سبحانہ کو نہ ہو اور ایسا کوئی ہے نہیں۔ لہذا کوئی سفارش ہی نہیں کر سکتا۔ بجز اس کے حکم کے وہ بے شک سفارش کر سکتا ہے اور وہی کرتا ہے اور کرے گا کیونکہ ابتداء میں گناہ حلم ہی کے سبب صادر ہوتا ہے۔ ورنہ ہیبت حق سبحانہ کسی کو گناہ نہیں کرنے دے سکتے۔ پس نفس قاتل یعنی مجرم کے جرم کا خون بہا اور اس کی تلافی یوں ہی اس کے حلم کے ذمہ ہے دیت عاقلہ پر ہوتی ہے اور وہ خون بہا اور تلافی شفاعت ہے پس شفاعت اس کے ذمہ ہوگی۔

فائدہ:۔ آن گنہ اول ز حلمش می جہد ورنہ ہیبت آں بحالش کے دہد۔

خون بہائے جرم نفس قاتلہ ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ

یہ دونوں شعر مولانا کے ایسے ہیں جیسے کوئی قصوروار کسی سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہے تو کہتا ہے۔ کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ۔ پس جس طرح اس قصوروار کا مقصود اس مقولہ سے اپنی برات ظاہر کرنا اور گناہ کو مخاطب کے سر رکھنا نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے قصور کا اقرار اور مخاطب کے مزید کرم کا بیان کر کے اس کو مہربان کرنا ہوتا ہے یوں ہی مولانا کا مقصود بھی یہ نہیں ہے کہ بندہ کو بے قصور قرار دے کر اس کے جرم کا بار حلم حق سبحانہ پر رکھ دیا جائے۔ بلکہ مقصود اس سے حق سبحانہ کے حلم بے غایت کا بیان اور اس امر کا اظہار ہے کہ ذنوب عباد کی معافی حلم حق ہی سے ہو سکتی ہے ورنہ نہ حلم حق سبحانہ اس درجہ میں گناہ کا سبب ہے کہ بندہ بے قصور قرار پا جائے اور گناہ کا بار حلم پر جا پڑے اور تلافی کا بار حلم کے ذمہ ہے کیونکہ گو حلم حق سبحانہ ایک درجہ میں گناہ کا سبب ہے مگر اس کا اختیار عبد پر کچھ اثر نہیں پڑتا جو کہ مناط جرم ہے اور جبکہ حلم حق ملجی نہیں ہے تو معافی اس کے ذمہ بھی نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ ملجی تو عاقلہ قاتل بھی نہیں ہیں پس جس طرح ان کے ذمہ دیت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ فی الجملہ معین جرم ہیں کہ انہوں نے سہل انکاری سے کام لیا اور قاتل کی حفاظت نہ کی۔ یوں ہی حلم حق بھی فی الجملہ معین ہے اس لئے تلافی اس کے ذمہ ہونی چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ عاقلہ مکلّف ہے اس کے کہ وہ ترک حفاظت سے قتل پر اس کی اعانت نہ کریں۔ پس جبکہ انہوں نے حفاظت نہ کی اور اس طرح جرم پر قاتل کی اعانت کی تو وہ بھی شریک جرم ہوئے۔ پس خون بہا ان کے ذمہ ہوا۔

رہا حلم حق سبحانہ سو اس کے ذمہ ترک اعانت نہیں ہے کیونکہ اگر حلم نہ ہو تو عباد طاعت پر مقسور ہو جائیں اور

امتحان عباد جو مقصود تھا وہ فوت ہو جائے اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے اور دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ یہ تقریر تو اس تقدیر پر تھی کہ آں گنہ اول الخ الی البیت الثانی۔ علت ہوں شفاعت حکم کی۔ کما اختارہ بعض المحشین اور اگر ان دونوں شعروں کو مضمون مستقل کہا جائے اور یوں کہا جائے کہ بیت اول سے مولانا کا مقصود حق سبحانہ کے حلم کا مزید بیان ہے اور مطلب یہ ہے کہ اوپر ہم نے مجرموں کو دولت دینے سے حق سبحانہ کے علم پر استدلال کیا تھا۔

اب ہم نفس صدور معصیت سے حق سبحانہ کے حلم پر استدلال کرتے ہیں اور بیت ثانی سے مقصود اظہار رجاء رحمت ہے اور مطلب یہ ہے کہ خونیوں کے عزیز و اقارب خون بہا ادا کر کے ان کو رہائی دلا دیتے ہیں اور گنہگاروں کو نجات دلانے والا حلم حق سبحانہ ہے اور کوئی نہیں۔ لہذا وہ مجرموں کے لئے ایسا ہے جیسے خونیوں کے لئے ان کے عزیز و اقارب۔ پس گنہگاروں کے جرم کا خون بہا یوں ہی حلم حق پر ہے جیسے خونیوں کے قتل کی دیت۔ ان کے عزیز و اقارب پر ہوتی ہے یعنی جس طرح خونیوں کے عزیز و اقارب ان کو رہائی دلاتے ہیں یوں ہی گنہگاروں کو حلم حق سبحانہ نجات دلائے گا۔ تو اب کچھ اشکال نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

بات یہ ہے کہ حلم حق سبحانہ نے ہمارے نفس کو مست اور بے خود کر رکھا ہے اس لئے شیطان نشہ میں اس کے سر سے ٹوپی اتار لیتا ہے یعنی حلم حق سبحانہ کے سبب ہم پر غفلت طاری ہوتی ہے اور اس غفلت میں شیطان کو اپنی کارروائی کا موقع مل جاتا ہے اور وہ اپنا کام کر گزرتا ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کو اس نے دھوکہ دیا تھا وہ بھی اسے نشہ غفلت کی حالت میں دیا تھا ورنہ اگر ساقی حلم خداوندی ان کو شراب غفلت نہ پلاتا ہوتا تو شیطان کی کیا مجال تھی کہ وہ آدم علیہ السلام سے برسر جنگ ہوتا۔

پس سمجھنا چاہئے کہ وہ شراب غفلت جو کہ حلم خداوندی پلاتا ہے نہایت خطرناک ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام جو کہ علم کے موقع پر فرشتوں کے استاد اور کھرے کھوٹے کے پرکھنے والے تھے جبکہ انہوں نے حلم حق کے ہاتھ سے شراب غفلت پی تو شیطان کے ایک جھٹکے کے بھی نہ ہوئی اور ایک ہی چال میں آزردہ ہو گئے۔ حق سبحانہ کی تعلیم کے بہلاوؤں نے ان کو ہوشیار اور دانا اور چست کر دیا تھا۔ مگر اس کے بعد اس کے حلم کے۔ نیز افیون نے ان کو مست کر دیا جس سے چور یعنی شیطان کو اس کے سامان طاعت کے اڑانے کا موقع مل گیا اور وہ اڑا لے گیا۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر عقل اس کے حلم سے پناہ مانگتی ہے اور کہتی ہے کہ میرا ساقی اور مجھے غفلت کی شراب پلانے والا تو ہی ہے۔ پس حالت مستی و غفلت میں تو ہی میرا ہاتھ پکڑ کر اور میری مدد کر کہ لغزش نہ کھاؤں۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ محمود نے عذر خواہوں کو جواب دے کر ایاز سے کہا کہ اے پاکباز اور نہایت محتاط ایاز تو ان مجرموں کے متعلق جو چاہے حکم صادر کر۔ انہوں نے تجھ پر خیانت کا الزام لگایا ہے حالانکہ تو نہایت باوفا ہے اگر میں تجھے عمل کے بارہ میں دو سو بار بھی جوش دوں تو تیرے کف جوش میں ایک مرتبہ بھی دھوکہ نہ پاؤں گا۔ یعنی اگر میں تیرا دو سو مرتبہ بھی امتحان کروں گا تو ایک مرتبہ بھی میں کھوٹ نہ ظاہر ہوگا اس لئے کہا جاتا ہے کہ بے شمار مخلوق کو امتحان سے شرمندگی حاصل ہوتی ہے کیونکہ جانچنے کے بعد ان میں کھوٹ نکلتا ہے مگر میں جس قدر تیری

آزمائش کرتا ہوں سب کی سب کو تجھ سے شرمندگی حاصل ہوتی ہے تیرا علم علم نہیں بلکہ ایک سمندر ہے جس کی تہہ نہیں اور تیرا حلم حلم نہیں بلکہ ایک پہاڑ۔ بلکہ سو پہاڑ ہے غرضکہ تو اوصاف کمال کا مجموعہ ہے۔ تیرے اوصاف کہاں تک بیان کروں یہ سن کر ایاز نے عرض کیا کہ یہ سب حضور کا فیض محبت ہے میری حقیقت تو پھٹے لیتھڑے اور پرانا پوستین ہے۔

دیکھو چونکہ ایاز اپنی حقیقت کو جانتا تھا اس نے اس سے محمود کو پہچانا اور سمجھا کہ وہ میرا منعم اور محسن ہے۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جس نے اپنے کو جان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا کیونکہ جب وہ سمجھے گا کہ میری حقیقت چند قطرہ منی اور کچھ خون حیض ہے تو وہ سمجھے گا کہ میرے کمالات موہوب حق سبحانہ ہیں۔ لہذا وہ حق سبحانہ کی عظمت اور وقعت کرے گا اور اپنے کو اس کے سامنے ہیچ سمجھے گا۔ پس اے لوگو تم بمنزلہ ایاز کے ہو اور حق سبحانہ بمنزلہ محمود کے تمہارا جوتا نطفہ ہے اور تمہارا پوستین خون حیض۔ اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کا دیا ہوا ہے۔

فائدہ:۔ کہ خون اور نطفہ بھی عطائے حق سبحانہ ہے مگر ان کی خست اور دنائت کی وجہ سے ان کو حق سبحانہ کی طرف نسبت نہیں کیا گیا اور یہ کمالات اس نے تمہیں اس لئے دیئے ہیں کہ تمہیں اس کا خزانہ قدرت معلوم ہو جائے اور تم اس سے دیگر کمالات کے طالب ہو۔ بس تم بزبان قال یا بزبان حال یہ نہ کہنا کہ اس کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ یعنی تم طلب کو ترک نہ کرنا۔ دیکھو باغبان چند سیب اسی لئے دکھلاتا ہے کہ باغ کے درختوں اور اس کے پھلوں کی حالت معلوم ہو جائے اور تاجر گدھے والے خریدار کو اس لئے مٹھی بھر گیہوں دکھلاتا ہے کہ اس سے اسے گیہوں کا ڈھیر معلوم ہو جائے اور استاد تمہارے سامنے اس لئے ایک نکتہ بیان کرتا ہے کہ اس سے تمہیں اس کا علم زائد معلوم ہو جائے۔ ایسی حالت میں اگر تم یہ کہو کہ بس اس کے پاس یہ ہی تھا تو وہ تم کو یوں الگ کر دے گا جیسے ڈاڑھی سے تنکا۔

پس حق سبحانہ نے بھی تمہیں اپنے کمالات مقدورہ کا نمونہ دکھلایا ہے تاکہ تم اور کمالات کو اس سے طلب کرو ایسی حالت میں اگر تم یہ سمجھو کہ اور اس کے پاس ہے ہی کیا جس کو طلب کیا جائے تو اس کا نتیجہ لامحالہ محرومی ہوگا۔

خیر یہ مضمون استطرادی تو ختم ہوا۔ اب قصہ سنو محمود نے کہا کہ اے ایاز آ ؤ اور انصاف کرو اور عالم میں ایک عجیب انصاف کی بنیاد قائم کرو۔ تمہارے مجرم مستحق قتل ہیں مگر وہ تم سے امیدوار حلم و معافی ہیں۔ اب دیکھیں تمہارا رحم غضب پر غالب آتا ہے یا غضب رحم پر اور آب کوثر رحمت مشعلہ غضب کو فنا کرتا ہے یا شعلہ غضب آب کوثر رحمت کو۔

اب مولانا رحم وقہر حق کے بیان کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عہد الست سے حق سبحانہ کی دونوں صفتوں حلم وغضب کا ظہور ہے تاکہ کچھ لوگ رغبتاً اس کی طرف منجذب ہوں اور کچھ لوگ رہتا۔ چنانچہ لفظ الست بربکم جو کہ عہد الست میں استعمال کیا گیا تھا۔ اس لئے ظاہر ہوا تھا کہ اس سے اس کی صفت حلم اور صفت قہر دونوں ظاہر ہوں کیونکہ ایک فقرہ میں نفی واثبات دونوں مجتمع ہیں اس لئے کہ استفہام دال بر اثبات ہے اور اس میں لفظ لیس بھی موجود ہے جو کہ دال بر نفی ہے۔ پس مدلول استفہام اثبات الوہیت ہے جو کہ دلالت کرتا ہے خوشنودی اور رضا پر۔ اور لیس کا مدلول نفی ربوبیت ہے جو کہ دلالت کرتا ہے ناخوشی اور قہر پر کیونکہ اصل جملہ لست بربکم تھا جو نفی ربوبیت پر دلالت

کرنا تھا اس کے بعد حرف اس پر استفہام داخل ہوا جس نے اسے منفی سے مثبت بنا دیا۔

توضیح اس کی یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب باپ اپنے بیٹے سے یا بھائی اپنے بھائی سے یا استاد اپنے شاگرد سے نہایت ناخوش ہوتا ہے تو وہ مجازاً اپنے اس تعلق کی نفی کر دیتا ہے جوان دونوں میں آپس میں ہوتا ہے۔ مثلاً باپ کہتا ہے کہ میں تیرا باپ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور مقصود اس سے کمال ناخوشی کا اظہار ہوتا ہے یوں ہی حق سبحانہ نفی ربوبیت کے لئے لست بربکم فرمانا اس کے کمال ناخوشی پر دال ہوگا اور چونکہ انا ربکم ضد ہے لست بربکم کی اس لئے وہ اس کی ضد پر دلالت کرے گا (**هذا ماعندی و للمحشین تقریرات اخران شئت فارجع الی الحواشی**) اچھا اس تقریر کو چھوڑو کیونکہ یہ دقائق خواص کے سمجھنے کے ہیں نہ کہ عوام کے۔ پس تم اس خواص کے پیالہ کو عام دستر خوان پر نہ رکھو اور حلم وقہر کے متعلق عام فہم مضمون کہا کرو۔

اچھا سنو قہر اور لطف ایسے ہیں جیسے صبا اور وبا۔ یعنی ایک ان میں سے خوش کن ہے اور دوسرا تباہ کن اور ایک ان میں سے لوہے یعنی سرکشوں کو جذب کرتا ہے اور دوسرا گھاس یعنی عاجزوں اور مسکینوں کو اور وجہ اس تفرقہ کی اختلاف مناسب ہے پس جو جس کی مناسب ہے وہ اسی کو کھینچتا ہے اس بناء پر قہر لوہے کو کھینچتا ہے اور لطف گھاس کو۔ اور جذب مناسب للمناسب کچھ قہر ولطف ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ عام ہے چنانچہ حق ٹھیک لوگوں کو کھینچ کر ہدایت تک پہنچاتا ہے اور باطل اہل باطل کو کھینچتا ہے اور معدہ اگر مناسب شیرینی ہے تو شیرینی کو کھینچتا ہے اور اگر اس میں صفرا کا اثر ہے تو سکبا کو کھینچتا ہے۔

فائدہ: ۔ سکبا ایک قسم کا سالن ہے جو کہ سرکہ میں بھگوئے ہوئے دلیہ اور گوشت اور میوہ جات سے تیار کیا جاتا ہے۔ اور فرش گرم آدمی سے سردی کو کھاتا ہے اور ٹھنڈا فرش آدمی کی حرارت کو کھاتا ہے اور اگر تم کو دوست نظر پڑتا ہے تو تم سے عنایت اور مہربانی کا ظہور ہوتا ہے اور اگر مخالف نظر آتا ہے تو تم سے حملہ کا ظہور ہوتا ہے اور اگر تم نور دیکھو اس سے روشنی نکلے گی اور اگر آگ اور دھواں دیکھو تو اس سے تاریکی پیدا ہوگی۔ (دھوئیں سے تو تاریکی پیدا ہونا ظاہر ہے رہی آگ سو اس سے تاریکی کا پیدا ہونا بواسطہ دخان ہے)

الحاصل دشمن اور دوست نور اور نار شق اور غار تخت اور سولی سرد اور گرم گلی اور خار چیونٹی اور سانپ۔ تانا بانا خوشی وغم غرضکہ جو کچھ بھی ہے سب کو ان کے مجانسات کے ساتھ شمار کرلو۔ یہ مضمون استطرادی تھا اب قصہ سنو محمود نے کہا کہ اے ایاز اس کام کو جلد کردو کیونکہ انتظار بھی گونہ انتقام ہے پس اگر تم نے ان کو بالکل معاف کرنا چاہا تو ایسا کرنا ناممکن ہو جائے گا کیونکہ ایک حد تک یہ لوگ سزا بھگت چکے ہوں گے۔ ایاز نے کہا کہ آپ کو اختیار کلی ہے آپ کے سامنے میں کیا چیز ہوں کیونکہ آفتاب کے سامنے ستارے فانی ہوتے ہیں اور ان کے آثار کا ظہور نہیں ہوسکتا۔ زہرہ یا عطارد یا شہاب کی کیا مجال ہے کہ وہ آفتاب کے سامنے طلوع ہوسکے۔ حضور والا اگر میں ایسا کرتا اور اپنے چھیتڑوں اور پوستین کو چھوڑ دیتا تو میں یہ ملامت کا بیج ہی کیوں بوتا اور حجرہ کے دروازہ پر ان حساد کے گونا گوں خیالات کے درمیان جس کی حالت بیان ہوگئی قفل ہی کیوں لگاتا اور ان کی بدظنی کا موقع کاہے کو دیتا۔ ان حاسدوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ندی میں ہاتھ ڈال کر اس میں خشک ڈھیلا ڈھونڈتے ہیں یعنی وہ میرے اندر نافرمانی شاہ عالی جاہ کو فضول تلاش کرتے ہیں کیونکہ ندی میں خشک ڈھیلا اور مجھ میں نافرمانی کہاں۔ میں تو مچھلی ہوں اور

ہے، پانی بھلا مچھلی بھی پانی کی نافرمانی کرتی ہے۔ یہ لوگ مجھ غریب پر بے وفائی کا گمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ میری وفا کی یہ حالت ہے کہ خود وفا مجھ سے شرماتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اس شخص کے حوصلہ کے مطابق نہیں ہوں۔ اگر نامحرموں کی مصیبت نہ ہوتی تو میں وفا کا کچھ بیان کرتا لیکن نامحرم نہیں اس لئے میں اس کا بیان ترک کرتا ہوں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ ایک عالم اس بلا میں مبتلا ہے کہ وہ اپنی نافہمی کے سبب اہل حقائق کے ذہن میں شبہات اور اعتراضات پیدا کرتا ہے اس لئے ہم بھی ظاہر بیں یعنی لوگوں کے سامنے پوست کا ذکر کرتے ہیں اور بیان مغز کو ترک کرتے ہیں۔ اگر تم شکستگی حاصل کرلو اور اس طرح مغز ہو جاؤ یعنی نفس کو مغلوب کر کے روح کو غالب کرلو تو اس وقت تم مغز اور حقیقت کا بیان سن سکتے ہو اور راز اس کا یہ ہے کہ حقائق ذوقی چیزیں ہیں نہ کہ قالی۔ کیونکہ آوازیں چھلکوں میں ہوا کرتی ہیں نہ کہ مغز۔ اور مغز مغز یعنی روغن میں۔ پس اصوات سے ظاہری باتوں سے تعلق ہوگا نہ کہ حقائق کو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مغز میں بالکل آواز نہیں ہوتی ان میں آواز ہوتی ہے مگر وہ کان سے سننے کے لائق نہیں ہوتے بلکہ وہ عقل کے کان میں مخفی ہوتی ہے۔ اور اس آواز کو عقل کے کان سنتے ہیں وہ آواز نہایت دل کش ہوتی ہے جو عقل کے کان میں پہنچتی اور آدمی کو چھلکے کی چٹاچٹ سننے پر مجبور کرتی ہے۔ ورنہ اگر مغز کے رسیلی آواز نہ ہوتو پھر چھلکوں کی بے ہودہ چٹ چٹ کون سنے۔ پس مغز بزبان حال اپنی خوبی بیان کرتا ہے اور عقل اس کا احساس کرے اور مغز کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور طریق حصول یہ ہوتا ہے کہ چھلکے کو توڑا جائے اور اس میں سے مغز نکالا جائے۔ پس آدمی چھلکے کو توڑتا ہے اور اس کے آواز سنتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مغز میں بھی آواز ہے اور اسی آواز کے سبب آدمی چھلکے کی چٹ چٹ سنتا ہے۔ پس اگر تم مغز حاصل کرنا چاہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ کچھ دنوں ایسے ہو جاؤ جیسے کہ نہ تمہارے ہونٹ ہیں نہ کان یعنی خلوت اختیار کرو نہ کسی سے کچھ کہو نہ کسی کی سنو۔ جب ایک معتد بہ زمانہ تک ایسا کرلو تو پھر مزے سے غذائے روحانی یوں کھاؤ جیسے لب غذائے جسمانی کھاتا ہے۔

دیکھو تم بہت عرصہ تک نظم اور نثر اور اسرار کو واضح طور پر بیان کر چکے ہو۔ اب کچھ عرصہ کے لئے گونگے بھی ہو جاؤ اور خاموشی کا بھی امتحان کرلو اور تم بہت کچھ کڑوے اور تیز اور کھاری اور کسیلے کھانے پکا چکے ہو۔ ایک بار امتحان کے لئے میٹھا ہی پکالو یعنی تم بہت کچھ باتیں کر چکے ہو۔ جو کہ فی الحقیقت بدذائقہ ہیں اب ذرا سکوت بھی اختیار کر کے دیکھ لو جو کہ نہایت لذیذ شے ہے اور تم نہایت مرغن اور شیریں کھانے کھا چکے ہو کچھ دنوں روزے بھی رکھ کر دیکھ لو۔ دیکھو تو سہی ان میں کیا لطف ہے اور تم بہت راتوں میں سو چکے ایک رات جاگ کر ہی دولت حاصل کرلو۔ اور بہت سے دن تم نے ہزل و جد میں بسر کر دیئے ہیں اب ذرا دو ایک دن مجاہدہ کے لئے بھی تیار ہو جاؤ۔

ختم شد ربع ثانی کلید مثنوی

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادرِ روزگار
اور معرکہ آراء کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

جلد ۱۹-۲۰ دفتر ۵

مع افادات وارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ

از
حکیم الامت مجدد الملت
حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513-519240

ربع ثالث دفتر خامس مثنوی معنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگورا آزمودیم مدتے صبر خاموشی نیز بیاز مائیم

اس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت کہ اتنے وقت ہم نے
گفتگو کو آزمایا' کچھ مدت تک خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

آں یکے را در قیامت ز انتباہ	در کف آمد نامۂ عصیاں سیاہ
تنبیہ حاصل کرنے کے لئے قیامت میں ایک شخص کے	ہاتھ میں گناہوں کا سیاہ اعمالنامہ آ گیا
سر سیہ چوں نامہائے تعزیہ	پر معاصی متن نامہ و حاشیہ
تعزیت کے خطوں کی طرح اس کی پیشانی کالی تھی	اعمالنامہ کا متن اور حاشیہ گناہوں سے پر تھا
جملہ فسق و معصیت آں یکسری	ہمچو دارالحرب پر از کافری
وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا	دارالحرب کی طرح کفر سے پر تھا
آنچناں نامہ پلید و پر و بال	در یمیں ناید درآید در شمال
ایسا اعمالنامہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا	دائیں ہاتھ میں نہیں آتا' بائیں ہاتھ میں آتا ہے
خود ہم اینجا نامۂ خود را بہ بیں	دست چپ راشاید آں یا دریمیں
اس جگہ خود اپنے اعمالنامہ کو دیکھ لے	وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے یا دائیں کے
موزۂ چپ کفش چپ ہم در دکاں	آں چپ دانیش پیش از امتحاں
بائیں موزۓ بائیں جوتے کو بھی دکان میں	تو آزمانے سے پہلے ہی اس کو بایاں سمجھ لیتا ہے
چوں نباشی راست میداں کہ چپی	ہست پیدا نعرۂ شیر و کپی
جب تو دایاں نہیں ہے' سمجھ لے بایاں ہے	شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے
آنکہ گل را شاہد و خوشبو کند	ہر چپے را راست فضل او کند
وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبودار بنا دیتا ہے	اس کی مہربانی بائیں کو دایاں کر دیتی ہے

ہر شمالے را یمینی او دہد	بحر راماء معینے او دمد
وہ ہر بائیں کو دایاں پن دے دیتا ہے	سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے
گرچپی باحضرت اوراست باش	تابہ بینی دست برد لطفہاش
اگر تو بایاں ہے اس کے دربار میں دایاں بن جا	تاکہ تو اس کی مہربانیوں کا غلبہ دیکھے
تو رواداری کہ ایں نامہ مہیں	بگذرد از چپ درآید در یمین
کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعمالنامہ	بائیں ہاتھ سے گزر کر دائیں میں آئے؟
ایں چنیں نامہ کہ پرظلم و جفاست	کے بود خوددرخوراند دست راست
ایسا اعمالنامہ جو ظلم اور زیادتی سے پر ہے	دائیں ہاتھ کے مناسب کب ہو گا؟

قصۂ زاہدوزن غیورو جفت شدن زاہد با کنیزک با کسے ماند کہ سخن گوید کہ حال او مناسب آں سخن وآں سخن مناسب دعویٰ اونباشد چنانکہ کفرہ ولئن سألتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ خدمت بت سنگیں کردن و جان و زرفدائے اونمودن چہ مناسب باشد باجانیکہ داند کہ خالق سمٰوات وارضین الٰہیست سمیعے وبصیرے حاضرے ومراقبے مستولئے وغیورے

زاہداور غیرتمند بیوی اورزاہد کالونڈی سے ہمبستری کرنا ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص ایسی بات کہے کہ اس کی حالت اس بات کے مناسب اوروہ بات اس کے دعوے کے مناسب نہ ہوجیسا کہ کفارؔاوراگرتوان سے دریافت کرے کہ آسمانوں اورزمین کوکس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ نےؔ پتھرک بت کی خدمت کرنااورجان ومال کواس پرقربان کرنا کیا مناسب ہوگا اس جان کے لئے جوجانتی ہے کہ آسمانوں اورزمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اوربصیرؔ حاضراورنگہبان غالب اور غیرتمند خداہے

زاہدے رابد یکے زن ہمچو حور	رشکناک اندر حق او بس غیور
ایک زاہد کی بیوی حور جیسی تھی	اس کے بارے میں رشک کرنے والی اور بہت غیرتمند تھی
زانکہ بدزن را کنیزے مہوشے	دردل زاہد بد ازوے آتشے
کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی	زاہد کے دل میں اس (کے عشق) کی آگ تھی
زن زغیرت پاس شوہر داشتے	با کنیزک خلوتش نگذاشتے
بیوی غیرت کی وجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی	اس کو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی

مدتے زن شد مراقب ہر دو را	تا کہ شاں فرصت نیفتد در خلا
ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگران رہی	تا کہ انہیں تنہائی میں موقع نہ ملے
تا درآمد حکم و تقدیر الٰہ	عقل حارس خیرہ سرگشت و تباہ
یہاں تک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آ پہنچی	نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہوگئی
حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف	عقل کہ بود در قمر افتد خسوف
اطلاع کے بغیر جب اس کا حکم اور تقدیر آتی ہے	عقل کیا چیز ہے؟ چاند میں گرہن آ جاتا ہے
بود در حمام آں زن ناگہاں	یادش آمد طشت و درخانہ بد آں
وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک	اس کو طشت یاد آیا اور وہ گھر میں تھا
باکنیزک گفت رو ہیں مرغ وار	طشت سیمیں را زخانہ ما بیار
لونڈی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا	ہمارے گھر سے چاندی کا طشت لے آ
آں کنیزک زندہ شد چوں ایں شنید	کو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید
جب اس لونڈی نے یہ سنا اس میں جان پڑ گئی	کہ وہ اس وقت آقا کے پاس پہنچ جائے گی
خواجہ در خانہ ست و خلوت ایں زماں	پس دواں شد سوی خانہ شادماں
آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے	تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی
عشق شش سالہ کنیزک را بدایں	کہ بیابد خواجہ را خلوت چنیں
لونڈی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی	کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پا لے
گشت پراں جانب خانہ شتافت	خواجہ را درخانہ خوش خلوت بیافت
گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی	آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا
ہر دو عاشق را چناں شہوت ربود	کاحتیاط و یاد در بستن نبود
دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا	کہ دروازہ کی کنڈی لگانا اور احتیاط یاد نہ رہی
ہر دو باہم در خزیدند از نشاط	جاں بجاں پیوست آندم زاختلاط
خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گئے	اس وقت وصل سے جان، جان سے پیوستہ ہو گئی
یاد آمد در زماں زن را کہ من	چوں فرستادم و را سوئے وطن
اس وقت بیوی کو یاد آیا کہ میں نے	اس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟

پنبه در آتش نہادم من بخویش	اندر افگندم قچ نر را بہ میش
میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا	میں نے نر مینڈھے کو بھیڑ پر ڈال دیا
گل فروشت از سرو بیجاں دوید	درپے او رفت و چادر می کشید
سر سے مٹی دھوئی اور بد حال ہو کر دوڑی	اس کے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر گھسیٹتی تھی
آں ز عشق جاں دوید و ایں زبیم	عشق کو و بیم کو فرق عظیم
وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف سے	کہاں عشق اور کہاں خوف، بڑا فرق ہے
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ	سیر زاہد ہر مہے یکروزہ راہ
عارف کی سیر، ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہے	زاہد کی سیر ہر مہینہ ایک دن کے راستہ پر ہے
گرچہ زاہد را بود روزے شگرف	کے بود یک روز او خمسین الف
اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غنیمت ہے	اس کا ایک روز پچاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتی ہے
قدر ہر روزے ز عمر مرد کار	باشد از سال جہاں پنجہ ہزار
کام کے انسان (عارف) کے ہر دن کی مقدار	زمانہ کے سال سے پچاس ہزار (سال) کی ہے
عقلہا زیں سر بود بیروں در	زہرۂ وہم ار بدرد گو بدر
عقلیں اس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں	وہم کا پتہ اگر پھٹے تو کہدے، پھٹ جا
ترس موئے نیست اندر پیش عشق	جملہ قربانند اندر کیش عشق
عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے	عشق کے مذہب میں سب قربان ہیں
عشق وصف ایزدست اما کہ خوف	وصف بندہ مبتلائے فرج و جوف
عشق اللہ کی صفت ہے لیکن خوف	شرمگاہ اور پیٹ میں مبتلا بندے کی صفت ہے
چوں یحبونہ بخواندی از نبے	با یحبہم شوقریں در مطلبے
جب تو نے قرآن میں یحبونہ پڑھا	مطلب کے بارے میں یحبہم کا ساتھی بن
پس محبت وصف حق داں عشق نیز	خوف نبود وصف یزداں اے عزیز
پس محبت کو اللہ (تعالیٰ) کی صفت کچھ عشق کو بھی	اے پیارے! خوف اللہ (تعالیٰ) کی صفت نہیں ہوتی ہے
وصف حق کو وصف مشت خاک کو	وصف حادث کو و وصف پاک کو
کجا اللہ (تعالیٰ) کی صفت کجا خاک کی مٹھی کی صفت	کہاں حادث کا وصف، کہاں پاک کا وصف

شرح عشق ار من بگویم بر دوام	صد قیامت بگذرد وآں ناتمام
میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں	سو قیامتیں گزر جائیں اور ناتمام رہے
زانکہ تاریخ قیامت را حدست	حد کجا آنجا کہ وصف ایزدست
کیوں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے	اس کی انتہا کہاں جو خدا کی صفت ہے
عشق را پانصد پرست و ہر پرے	از فراز عرش تا تحت الثرے
عشق کے پانچ سو پر ہیں اور ہر پر	عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے
زاہد باترس می تازد بپا	عاشقاں پراں تراز برق و ہوا
خوف زدہ زاہد پاؤں سے دوڑتا ہے	عاشق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز اڑنے والے ہیں
چہ مجال بادیا برق اے پسر	چونکہ او در راہ حق بکشاد پر
اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کیا مجال	جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پر کھولے
کے رسند ایں خائفاں در گرد عشق	کاسمانرا فرش سازد درد عشق
یہ ڈرنے والے عشق کی گرد تک کہاں پہنچ سکتے ہیں	کیونکہ عشق کا درد آسمان کو فرش بنا دیتا ہے
جز مگر آید عنایتہائے ضو	کز جہان و زیں روش آزاد شو
اس کے سوا کہ نور کی عنایتیں آ جائیں	کہ دنیا اور اس روش سے آزاد ہو جا
از قش خود وزدش خود باز رہ	کہ سوی شہ یافت آں شہباز رہ
اپنے مناپے اور اپنی آرائش سے باز رہ	کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پایا ہے
ایں قش و دش ہست جبر و اختیار	از ورای ایں دو آمد جذب یار
یہ مناپا اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے	دوست کی کشش ان دونوں سے بالا ہے

رسیدن زن بخانہ وجدا شدن زاہد از کنیزک ورسوا شدن

بیوی کا گھر میں پہنچ جانا اور زاہد کا لونڈی سے علیحدہ ہو جانا اور رسوا ہونا

چوں رسید آں زن بخانہ در کشاد	بانگ در در گوش ایشاں در فتاد
جب بیوی پہنچی اس نے گھر کا دروازہ کھولا	دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی
آں کنیزک جست آشفتہ زسار	مرد بر جست و درآمد در نماز
وہ لونڈی پریشان حال ساز (و سامان) سے بھاگی	مرد کودا اور نماز میں لگ گیا

زن کنیزک را پژولیدہ بدید	درہم و آشفتہ و دنگ و مرید
بیوی نے' لونڈی کو پریشان حال دیکھا	گڑ بڑ اور برہم اور حیران اور سرکش
شویٔ خود را دید قائم در نماز	در گماں افتاد زن زاں اہتزاز
اس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا	اس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑ گئی
شوی را برداشت دامن بے خطر	دید آلودہ منی خصیہ و ذکر
اس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا	خصیہ اور شرمگاہ کو منی سے سنا ہوا دیکھا
از ذکر باقی نطفہ می چکید	ران و زانو گشتہ آلودہ و پلید
شرمگاہ سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا	ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے
بر سرش زد سیلی و گفت اے مہیں	خصیۂ مرد نمازی باشد ایں
اس نے اس کے سر پر دھتر مارا اور بولی اے ذلیل!	نمازی انسان کے خصیے ایسے ہوتے ہیں
لائق ذکر و نمازست ایں ذکر	و ایں چنیں ران و زہار پر قذر
یہ شرمگاہ ذکر (خداوندی) اور نماز کے لائق ہے	اور ایسی گندی' ران اور شرمگاہ
نامۂ پر ظلم و فسق و کفر و کیں	لائق است انصاف دہ اندر یمیں
ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھرا ہوا اعمالنامہ	انصاف کرٗ دائیں ہاتھ کے لائق ہے
گر پرسی گبر را کایں آسماں	آفریدہ کیست ویں خلق جہاں
اگر تو کافر سے دریافت کرے' کہ یہ آسمان	اور یہ جہان کی مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟
گویداوکیں آفریدہ آں خداست	کآفرینش برخدائیش گو است
وہ کہے گا کہ یہ اس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے	جس کی خدائی پر اس کی خلاقی گواہ ہے
کفر و فسق و استم بسیار او	ہست لائق با چنیں اقرار او
اس کا کفر اور فسق اور بھاری ظلم	اس کے لئے اقرار کے مناسب ہے؟
ہست لائق باچنیں اقرار راست	آں فضیحتہا و آں کردار کاست
ایسے سچے اقرار کے ساتھ کیا مناسب ہے؟	وہ رسوائیاں اور گھٹیا کام
فعل او کردہ دروغ آں قول را	تا شد او لائق عذاب و ہول را
اس کے عمل نے اس کی بات کو جھٹلا دیا	یہاں تک کہ وہ عذاب اور ڈر کا مستحق ہو گیا

پس دروغ آمد ز سرتاپای او	کہ اگر شرحش دہم اے وای او
وہ سر سے پاؤں تک ایسا جھوٹا ثابت ہوا	کہ میں اس کی شرح کروں تو اس پر افسوس ہے
روز محشر ہر نہاں پیدا شود	ہم زخود ہر مجرمے رسوا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائے گی	ہر خطا کار' خود رسوا ہو جائے گا
دست و پابد ہد گواہی با بیاں	بر فساد او بہ پیش مستعاں
اس کے ہاتھ اور پاؤں وضاحت کے ساتھ گواہی دینگے	خدا کے سامنے اس کی خرابی پر
دست گوید من چنیں دزدیدہ ام	لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام
ہاتھ کہے گا' میں نے اس طرح چوری کی ہے	ہونٹ کہے گا میں نے اس طرح بوسہ لیا ہے
پائے گوید من شدستم تا منیٰ	فرج گوید من بکر دستم زنا
پاؤں کہے گا میں مقاصد کی جانب گیا ہوں	شرمگاہ کہے گی' میں نے زنا کیا ہے
چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام	گوش گوید چیدہ ام سوالکلام
آنکھ کہے گی' میں نے حرام اشارہ کیا ہے	کان کہے گا' میں نے بری بات چنی ہے
پس دروغ آمد ز سرتاپائے خویش	کہ دروغش کرد ہم اعضائے خویش
تو وہ سر سے پاؤں تک جھوٹا نکلے گا	کیونکہ اس کے اعضا نے اس کو جھٹلا دیا
آنچناں کہ در نماز با فروغ	از گواہی خصیہ شد زرقش دروغ
جس طرح پرنور نماز میں	خصیہ کی گواہی سے اس کا مکر جھوٹ ثابت ہو گیا
پس چناں کن فعل کاں خود بیزباں	باشد اشہد گفتن و عین بیاں
تو ایسا عمل کر کہ خود بغیر زبان کے	اشہد کہنا اوربعینہ بیان بنے
تا ہمہ تن عضو عضوت اے پسر	گفتہ باشد اشہد اندر نفع و ضر
اے بیٹا! تاکہ تیرا عضو عضو	نفع اور نقصان میں اشہد کہدے
رفتن بندہ پے خواجہ گو است	کہ منم محکوم وایں مولائے ماست
غلام کا آقا کے پیچھے چلنا' گواہ ہے	کہ میں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے
گر سیہ کردی تو نامہ عمر خویش	توبہ کن زآنہا کہ کردستی تو پیش
اگر تونے اپنی زندگی کا اعمالنامہ کالا کر دیا ہے	جو تو نے پہلے کیا ہے اس سے توبہ کر لے

23

عمر گر بگذشت بیخش ایندم است	آب توبہ اش دہ اگر او بے نم ست
اگر عمر گزر گئی ہے اس کی جڑ ابھی ہے	اگر وہ خشک ہے اس کو توبہ کا پانی دیدے
بیخ عمرت را بدہ آب حیات	تا درخت عمر گردد با ثبات
اپنی عمر کی جڑ میں آب حیات ڈال دے	تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے
جملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند	زہر پارینہ ازیں گردد چوقند
سب گذشتہ اس سے بھلا ہو جائے گا	گذشتہ زہر اس سے شکر بن جائے گا
سیئآتت را مبدل کرد حق	تاہمہ طاعت شود آں ما سبق
اللہ (تعالیٰ) نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا	(تاکہ وہ پہلا سبْ عبادت بن جائے
خواجہ بر توبہ نصوحی خوش بتن	کوششے کن ہم بجان وہم بتن
اے خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر	جان اور جسم سے بھی کوشش کر
شرح ایں توبہ نصوح از من شنو	بگروید ستی و لے از نو گرو
اس نصوح کی توبہ کی شرح مجھ سے سن لے	تو(اس کا) گرویدہ ہے لیکن از سر نو گرویدہ بن جا

شرح حبیبی

اس مضمون کی سرخی ''حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مدتے صبر وخاموشی نیز بیاز مائیم'' ہے مگر بظاہر نہ اس سرخی کو مضمون سے ربط ہے اور نہ مضمون لاحق کو مضمون سابق سے جو کہ آخر ربع ثانی میں گزرا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ وجہ ربط بیان کیا جائے۔ محشین نے جو کچھ اس کے متعلق لکھا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک صاحب کہتے ہیں وجہ تقریر ایں ست کہ چوں در قیامت چناں وچنیں او خواہد داد۔ باید کہ انچہ بالائے ایں سرخی حضرت مولانا قدس سرہ نصیحت فرمودہ اند برآں عمل نمایند انتھی۔ ولی محمد نے لکھا ہے ربط ایں حکایت بابیات سابقہ است کہ چندگاہے بےلب وبے گوش شو۔ تا آنجا کہ چند گفتے نظم ونثر دراز۔ فاش الخ بمناسبت بیت آئندہ۔ گرچپی باحضرت اوراست باش الخ انتھی محمد افضل نے لکھا ہے۔ بمناسبت ایں عنوان بآنچہ بعد ازیں مذکوراست۔ بایں ودستورست کہ چنانچہ حالت اعمال زشت را باید کہ نامۂ خود را ہم در پنجابہ بیند۔ وایں امید کہ نامۂ او بدست راست خواہد آید ندارد ہمچنیں صاحب گفتگو را باید کہ گفتگوئے خود را آزمودہ صبر وخاموشی گزیند۔

ایوب نے لکھا ہے ایں حکایت مربوط بابیات بالاست کہ چندگاہے بےلب الخ۔ باایں بیت چند بختی تلخ وتیز و شور وکژ الخ۔ بمناسبت ابیات آئندہ کہ آنکہ گل را شاہد وخوشبو کند الخ تا آنجا کہ گرچپے۔ باحضرت اوراست باش انتھی۔ مگر میرے نزدیک محشی اول کا بیان زیادہ اقرب ہے لیکن وہ مجمل ہے اس لئے اس کی توضیح کرتا ہوں۔

حکایت سے مراد صرف بیان واقعہ ہے نہ کہ قصہ و افسانہ۔ کما ھوالظاہر۔ لانہ رحمہ اللہ لم یبین القصہ۔ اور مطلب عنوان یہ ہے کہ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جس سے مضمون چندگاہ بے لب و بے گوش باش آخر سرخی کی بھی تاکید ہو جائے گی کیونکہ اسی مضمون کا حاصل یہ تھا کہ تم اپنی اصلاح کرلو۔ اور اس واقعہ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے جس کو ہم نے۔ خود ہمیں جانامۂ خود درابہ ہیں سے کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ گفتگو تو سرخی کے متعلق تھی اب حل ابیات سنو۔ کہ قبر سے اٹھنے کے بعد قیامت میں ایک شخص کے ہاتھ میں گناہوں سے پر اور سیاہ نامۂ اعمال آئے گا وہ اوپر سے سیاہ ہوگا جیسے تعزیت کے خطوط سیاہ ہوا کرتے ہیں۔ سرنامہ کے سیاہ ہونے سے حقیقت مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نہایت موجب الم ہوگا۔

اور متن اور حاشیہ تمام گناہوں سے سیاہ ہوگا اور جس طرح دارالحرب کفر سے بھرا ہوتا ہے یوں ہی وہ سراسر بدکاری اور گناہ سے پر ہوگا۔ رہی یہ بات کہ وہ کون سے ہاتھ میں آئے گا سو اس کی بابت یہ ہے کہ ایسا ناپاک اور گناہ سے پر نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں نہیں آسکتا۔ لہذا بائیں میں آئے گا۔

یہ تو ایک واقعہ تھا اب تم اس سے عبرت حاصل کرو اور اپنے نامۂ اعمال کو دنیا میں ہی دیکھ لو کہ وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے یا دائیں کے شاید تم کہو کہ جب تک ہاتھ میں نہ آئے اس وقت تک ہم کیسے جانیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ تم دکان کے اندر ہی بدوں پاؤں میں ڈالے جان لیتے ہو کہ یہ بایاں موزہ اور بایاں جوتا ہے اور بائیں پاؤں کا ہے۔ یوں ہی نامۂ اعمال کی حالت ہو سکتی ہے اور حقیقت صورت اس کی یہ ہے کہ تم اپنی حالت کا اندازہ کرو کہ ہم دائیں میں یا بائیں۔ یعنی ہماری حالت حق سبحانہ کے مرضی کے موافق ہے یا خلاف اگر موافق نہ ہو تو سمجھ لو تم بائیں ہو اور تمہارا نامۂ اعمال تمہارے بائیں ہاتھ کے لائق اور اپنی بھلائی اور برائی کا حال معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں۔ بھلے اور بروں میں یوں ہی امتیاز ہے جیسے شیر اور بندر کی آوازوں میں۔ اگر تم محاسبہ کے بعد بائیں یعنی برے ثابت ہو تو مایوس نہ ہو کیونکہ جو ذات کامل الصفات مٹی کو معشوق اور خوشبودار کرتے ہیں وہی اپنے فضل سے بائیں کو دایاں یعنی برے کو اچھا کر سکتے ہیں وہ ہر برے کو اچھا کر سکتا ہے اور پتھر کو آب جاری عطا کر سکتا ہے۔ پس اگر تم بائیں اور برے ہو تو مایوس نہ ہو حق سبحانہ کے ساتھ اپنا معاملہ ٹھیک کرلو۔ پھر اس کے الطاف کی سخاوت دیکھنا کہ وہ تمہیں کیا سے کیا کر دیتے ہیں۔ اور جب تک حق سبحانہ کے ساتھ معاملہ ٹھیک نہ کیا جائے اس وقت تک اس کی توقع رکھنا کہ ہمارا نامہ اعمال ہمارے دائیں ہاتھ میں آئیگا۔

اچھا تم ہی بتلاؤ فضول ہے کیا تم جائز رکھتے ہو کہ یہ ذلیل نامہ اعمال جو اس وقت ہے بائیں ہاتھ کو چھوڑ کر دائیں ہاتھ میں آجائے ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ نامہ اعمال جو کہ ظلم و جفا برنفس خود و برخلق خدا سے پر ہے۔ دایاں ہاتھ اس کے قابل نہیں ہو سکتا۔ اس مضمون کی تائید کے لئے اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں۔ اچھا سنو۔

ایک زاہد کے ایک حور کے مانند خوب صورت بیوی تھی جو کہ اس کے بارہ میں نہایت رشک کرنے والی اور بہت غیرت دار تھی وجہ اس رشک و غیرت کی یہ تھی کہ اس عورت کے پاس ایک ماموش کنیزک تھی اور زاہد کے دل میں اس کے عشق کی آگ لگ رہی تھی وہ عورت رشک کے سبب اپنے شوہر کی نگرانی کیا کرتی اور کنیزک کے ساتھ خلوت میں اسے نہ چھوڑتی۔ ایک عرصہ تک وہ دونوں کی نگرانی کرتی رہی تاکہ ان کو خلوت میں صحبت کا موقع نہ ملے تا آنکہ حکم و تقدیر الٰہی آ پہنچی اور عقل زن جو کہ ان کی نگرانی کرتی تھی بے ہودہ اور برباد ہوگئی اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ جب یکا یک حکم و تقدیر الٰہی

آتی ہے تو عقل تو کیا چیز ہے کہ اس کا نور باقی رہے کہ چاند میں بھی گہن لگ جاتا ہے اور اس کا نور زائل ہو جاتا ہے۔
تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک روز وہ عورت حمام میں تھی کہ دفعتاً اس کو طشت یاد آیا اور وہ طشت گھر میں رہ گیا تھا اس نے لونڈی سے کہا کہ اری دوڑ کر جا اور گھر سے چاندی کا طشت لے آ جوں اس نے یہ حکم سنا اس کے سنتے ہی جی اٹھی کیونکہ اس نے سمجھا کہ اب میں میاں کے پاس بے مزاحمت پہنچ جاؤں گی اس لئے کہ میاں اس وقت گھر میں اور خلوت بھی ہے۔ مزے سے دل کی آرزوئیں نکالیں گے۔ یہ سوچ کر وہ خوش خوش گھر کی طرف دوڑی۔ لونڈی کو چھ برس سے آرزو تھی کہ میاں کو تنہائی میں پائے لہذا وہ گھر کی جانب نہایت تیزی سے دوڑی اور میاں کو گھر میں تنہا پایا اور اس نے اسے۔ اس لئے دونوں پر شہوت کا غلبہ ہو گیا اور اس قدر غلبہ ہوا کہ ان کو دروازہ بند کرنا بھی یاد نہ رہا اور کوئی احتیاط نہ کی اور دونوں خوش خوش گھر میں گھس گئے اور اختلاط کے سبب جان سے جان مل گئی۔ یعنی مجامعت شروع کر دی ادھر یہ ہوا ادھر عورت کو خیال ہوا کہ ارے میں نے لونڈی کو گھر کیوں بھیج دیا میں نے اپنے ہاتھ سے روئی میں آگ لگا دی اور مینڈھے کو بھیڑ پر مسلط کر دیا۔ یہ خیال کر کے اس نے فوراً اپنے سر سے ملتانی مٹی دھوئی اور بے تحاشا دوڑی اور چادر کھینچے ہوئے اس کے پیچھے گئی۔
لیکن وہ عشق سے دوڑی تھی اور یہ خوف سے۔ کجا عشق کجا خوف دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے وہ اس سے کہیں پہلے پہنچ کر مشغول کار ہو چکی تھی اور یہ اس کو نہ پکڑ سکے۔ چونکہ اس رفتار میں جس کا منشا عشق ہوا اور اس رفتار میں جس کا منشا خوف ہو زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے عارف کی رفتار ہر دم تخت شاہی تک ہوتی ہے اور زاہد کی رفتار ہر مہینہ ایک روز کی منزل ہوتی ہے اس لئے کہ زاہد جو کہ خوف کے سبب راہ سلوک طے کرتا ہے اس کا دن خواہ کیسا ہی عجیب ہو مگر وہ پچاس ہزار برس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ برخلاف عارف کے کہ اس کی عمر کا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔ لہذا عارف کا ایک دن کا سلوک زاہد کے پچاس ہزار کے سلوک کے برابر ہوگا۔
عقول ناقصہ جو کہ حقیقت میں اوہام ہیں اس لئے اس سے ناواقف اور اجنبی ہیں۔ اس لئے یہ مضمون ان کی سمجھ میں نہ آئے گا اور اس کے خیال سے ان کا پتہ پھٹ جائے گا۔ پس اگر اس سے ان کا پتہ پھٹ جائے تو بلا سے پھٹ جائے حقیقت یہی ہے کہ جو ہم نے بیان کی اور فی الحقیقت عشق کے مقابلہ میں خوف کوئی وقعت نہیں رکھتا اور راز اس کا یہ ہے کہ عشق کے سامنے بجز مطلوب کے سب فانی ہیں اس لئے کوئی چیز ان کے معاون نہیں برخلاف خوف کے کہ وہاں سینکڑوں معاون ہو سکتے ہیں۔ پس رفتار مع العاوقات اور رفتار بدوں عوائق میں کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ایک وجہ تو عشق و خوف کے درمیان فرق کی یہ تھی۔ دوسری وجہ فرق یہ ہے کہ عشق وصف خداوندی ہے برخلاف خوف کے کہ وہ بندہ کا وصف ہے جو کہ شکم پروری اور شہوت رانی میں منہمک ہے۔
رہی یہ بات کہ عشق وصف خداوندی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔ **یحبھم و یحبونہ** پس جب تم قرآن میں **یحبونہ** پڑھو تو جستجو میں **یحبھم** تک ہی پہنچو جس میں حق سبحانہ نے محبت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس کو اپنا وصف بتلایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ محبت و عشق صفت حق سبحانہ ہے اور ظاہر ہے کہ خوف حق سبحانہ کی صفت نہیں ہو سکتا۔ پس کجا وصف حق سبحانہ اور کجا وصف عبد جو کہ مشت خاک ہے اور کجا وصف حادث اور کجا وصف پاک از حدوث۔ دونوں میں زمین آسمان کا تفاوت ہے۔
یہ اجمالی بیان ہے عشق کی فضیلت کا۔ لیکن اگر میں اس کی تفصیل کروں اور برابر کرتا رہوں تو سینکڑوں

جماعتیں گزر جائیں اور اس کا بیان ختم نہ ہو۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کیونکہ زمانہ قیامت کے لئے ایک حد ہے اور عشق نامحدود ہے کیونکہ وہ صفت حق سبحانہ ہے اور صفات حق سبحانہ نامحدود ہیں۔ پس بیان عشق نامحدود ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عشق کے پانچ سو پر ہیں اور ہر پر عرش سے تحت الثریٰ تک ہے اور عرفاء ان پروں سے اڑتے ہیں۔ پس تم خیال کرو کہ مبتلائے خوف زاہد تو پیدل چلتا ہے اور عشاق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز رفتار ہیں اور جبکہ وہ راہ حق میں پر کھول کر اڑیں اور عشق سے اس راہ کو قطع کریں تو بجلی اور ہوا کی مجال نہیں ہے کہ ان سے لگاؤ کھا سکیں۔ ایسی حالت میں یہ خائف لوگ عشاق کی برابری کیونکر کر سکتے ہیں یہ تو ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ درد عشق میں تو وہ قوت ہے کہ آسمان کو زمین بنا دیتا ہے۔ یعنی جتنے میں اور لوگ زمین سے قدم اٹھائیں اتنی دیر میں عشاق آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ پس عابدین بالخوف عشاق تک کیسے پہنچ سکتے ہیں ہرگز نہیں ہاں ان کے عشاق تک پہنچنے کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ عنایت و فضل خداوندی ان کے شامل حال ہو جائے اور وہ ان کو کہہ دے کہ اس جہان اور اس رفتار کو خیر باد کہو اور اپنے قش ودش کو چھوڑ دو۔

اس صورت میں وہ بھی عشاق کے ساتھ ملحق ہو جائیں گے کیونکہ اب وہ واصل بحق سبحانہ ہو گئے ہیں۔ قش ودش سے ہماری مراد جبر و اختیار ہے اور اس کے سوا جو روش ہے وہ جذب حق سبحانہ ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ زہاد بھی عشاق کے ساتھ ملحق ہو سکتے ہیں اور صورت اس کی یہ ہے کہ بفضل حق سبحانہ ان کو فنا کا مرتبہ حاصل ہو جائے اور وہ اپنی ذاتی روش سے خواہ وہ باعتقاد جبر ہو یا باعتقاد اختیار أطے منازل نہ کریں بلکہ بجذب حق سبحانہ چلیں۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ جب وہ عورت مکان پر پہنچی ہے تو اس نے دروازہ کھولا اور دروازہ کے کھلنے کی آواز ان کے کانوں میں پڑی اس پر کنیزک حالت پریشانی کود کر آغوش خواجہ سے الگ ہوگئی اور مرد نے کود کر نماز کی نیت باندھ لی۔ جب عورت آئی تو اس نے کنیزک کو دیکھا کہ خستہ حال اور پریشان اور متحیر ہے اور اپنے شوہر کو دیکھا کہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے اور ایک قسم کا لرزہ سا اس پر طاری ہے اس حرکت سے عورت کو شبہ ہوگیا۔ اس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن اٹھالیا اور دیکھا کہ خصیہ اور ذکر منی سے لتھڑے ہوئے ہیں اور عضو تناسل سے منی کا بقیہ حصہ ٹپک رہا ہے۔ رانیں اور گھٹنے منی میں لتھڑ کر ناپاک ہو گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے اس کے ایک چپت لگایا اور کہا کہ پاجی نمازیوں کے خصیہ ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اور یہ عضو تناسل اور یہ ناپاک رانیں اور عانہ ذکر الٰہی اور نماز کے قابل ہے۔

یہ تو قصہ تھا۔ اب ہم تم سے پوچھتے ہیں انصاف سے کہنا کہ جو نامہ اعمال ظلم فسق کفر اور عداوت وغیرہ معاصی سے پر ہو کیا وہ دائیں ہاتھ میں آنے کے قابل ہے۔ ہرگز نہیں اگر تم کافر سے پوچھو کہ یہ آسمان اور مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے تو وہ یہی کہے گا کہ اس خدا کی پیدا کی ہوئی ہے جس کی خدائی کی شہادت خود یہ پیدا کرنا دیتا ہے۔ **کماقال الله تعالیٰ ولئن سالتهم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن الله** اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اس کا کفر اور فسق اور ظلم بے حد کیا۔ اس کے اس اقرار کے مناسب ہے اور وہ رسوائیاں اور بدفعلیاں کیا اس کے اس سچے اقرار کے لائق ہیں کبھی نہیں۔ اس لئے اس کا فعل اس کے قول کا مکذب ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عذاب ابدی اور خوف شدید کا مستحق ہے۔ الحاصل اس کے سراپا سے اس کا جھوٹ ثابت ہے۔ اگر میں اس کی تفصیل

کروں تو اس کی بڑی خرابی ہے کیونکہ اس میں اس کی بہت رسوائی ہے۔ لہذا میں اس کی تفصیل کو چھوڑتا ہوں۔ اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ اس کی تکذیب خود اعضاء کرتے ہیں مگر یہ تکذیب دنیا میں مخفی ہے۔ جس کو ہر ایک نہیں جانتا مگر قیامت میں مخفیات کا ظہور ہوگا اور ہر مجرم خود اپنے کو رسوا کرے گا کیونکہ اس کے ہاتھ پاؤں حق سبحانہ کے سامنے اس کی خرابی کی صاف شہادت دیں گے۔ مثلاً ہاتھ کہے گا کہ میں نے فلاں شے چرائی ہے۔ ہونٹ کہے گا کہ میں نے فلاں کو چوما ہے۔ پاؤں کہے گا کہ میں مطلوبات نفس تک چلا ہوں۔ پیشاب گاہ کہے گی کہ میں نے زنا کیا ہے آنکھ کہے گی کہ میں نے ناجائز اشارہ کیا ہے کان کہے گا کہ میں نے بری باتیں سنی ہیں۔

غرضکہ اس کے سراپا سے اس کا جھوٹ ثابت ہوگا کیونکہ اس کے اعضاء خود اسے جھٹلائیں گے اور اس کا مکر یوں ہی جھوٹ ثابت ہوگا جیسا کہ بارونق نماز کے باب میں زاہد کے خصیوں سے اس کا فریب اور جھوٹ ثابت ہوا تھا۔ جب حالت یہ ہے تو اب تم کو ایسے کام کرنے چاہئیں جو کہ بدوں زبان کے اشہد کہنا اور عین بیان ہوں یعنی تم کو ایسے کام کرنے چاہئیں کہ وہ تمہاری اشهد ان لا الہ الا اللہ مصداق ہوں اس لئے وہ خود بجائے خود توحید کی شہادت ہوں تاکہ اس طرح تمہارا ہر ہر عضو ہر حالت میں توحید کا شاہد بن جائے۔

دیکھو غلام کا اپنے آقا کے پیچھے چلنا شہادت ہے اس بات کی کہ میں غلام ہوں اور یہ آقا۔ پس یوں ہی تم خدا کی الوہیت کے اپنے افعال سے شہادت۔ اور اگر اب تک تم نے اپنے افعال ناشائستہ سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے تو خیر اب بھی کچھ نہیں گیا تم اپنے گذشتہ افعال سے توبہ کرلو۔ اور اگر تمہاری عمر گزر گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے۔ ہنوز اس کی جڑ موجود ہے اسے ترقی دو اور اگر اس میں تری نہیں ہے تو توبہ کے پانی سے اس کو سینچو یعنی اپنے عمر کی جڑ کو توبہ کا آب حیات دو تاکہ تمہاری عمر کا درخت پائیدار ہو جائے تمہاری اس وقت توبہ کرنے سے تمہارے تمام افعال گذشتہ حسنات ہو جائیں گے اور جو زہر تم پیشتر کھا چکے ہو توبہ سے وہ اب قند کے مثل ہو جائے گا یعنی حق سبحانہ تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری افعال گذشتہ تمام نیکیاں بن جائیں گی۔ مثلاً پہلے تم نے زنا کیا تھا اور اب تم نے اس سے توبہ کرلی۔ تو وہ گناہ تو مٹ گیا اور توبہ کی۔ نیکی اس کی جگہ لکھی گئی۔ اس طرح گویا کہ وہ زنا اب نیکی ہو گیا۔ دیکھو پس تمہارا نامۂ اعمال جو گناہوں سے پر تھا۔ اب نیکیوں سے بھر جائے گا۔ (یہ معنی ہیں تبدیل سیئات کے اور یہ مراد نہیں ہے کہ گناہ خود نیکیاں بن جائیں گے۔ فافہم) پس تم نصوح کی سی اچھی توبہ کرلو اور آئندہ کے لئے جان اور جسم دونوں سے طاعت میں کوشش کرو۔ اب ہم تم سے نصوح کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں تم اس کو سنو اور گو تم کو پیشتر سے ایمان حاصل ہو مگر اس کو سن کر نئے سرے سے ایمان لاؤ۔

حکایت در بیان توبہ نصوح کہ چنانکہ شیر از پستان بیرون آید باز در پستان نرود آنکہ توبۂ نصوحی کرد ہرگز ازاں گناہ یاد نکند بطریق رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و آں نفرت دلیل آں باشد کہ لذت قبول یافت آں شہوات اول بے لذت و ایں بجائے آں نشست

نبرد عشق را جز عشق دیگر	چرا یارے نگیری زو نکوتر
عشق کو دوسرے عشق کے سوا کوئی چیز نہیں کاٹتی ہے	تو اس سے بہتر معشوق کیوں نہیں بنا لیتا

وآنکہ دلش بازبداں گناہ رغبت میکند علامت آنست کہ لذت قبول نیافتہ است وقبول بجائے آں لذت گناہ نہ نشستہ است فسنیسرہ للیسریٰ نشدہ است لذت فسنیسرہ للعسریٰ باقیست بروے پس مہیا گردانیم مراو را برائے صفتے کہ او را دوزخ برد نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح دودھ پستان سے باہر آجاتا ہے تو پھر پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کرلی وہ ہرگز گناہ کو رغبت کے طور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لحہ اس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کرلی وہ شہوت اول بےلذت بنی اور یہ اس کی جگہ بیٹھ گئی اور جس کا دل پھر اس گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ اس کو (توبہ کی) قبولیت کی لذت اصل نہیں ہوئی ہے اور قبولیت اس گناہ کی لذت کی جگہ نہیں بیٹھی ہے اور وہ اس کو "ہم عنقریب سہولت کے لئے آسانی دیدینگے" (کا مصداق نہیں بنا ہے "پس ہم اس کو تنگی کی سہولت دیدینگے" کی لذت اس کے لئے باقی تو ہم اس کے لئے وہ صفتیں مہیا کردیں گے جو اس کو دوزخ میں لے جائیں گی۔

بود مردے پیش ازیں نامش نصوح	بدز دلالی زناں او را فتوح
اب سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا	عورتوں کو (حمام میں) ملنے سے اس کی آمدنی تھی
بود روئے او چو رخسار زناں	مردی خود را ہمیکرد او نہاں
اس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا	اس نے اپنا مردانہ پن چھپا رکھا تھا
او بحمام زناں دلاک بود	در دغا و حیلہ بس چالاک بود
وہ عورتوں کے حمام میں مالش کرنے والا تھا	دغا بازی اور مکاری میں چالاک تھا
سالہا میکرد دلا کی و کس	بو نبرد از حالت آں بوالہوس
اس نے سالوں ملنے کا پیشہ کیا اور کوئی	اس بوالہوس کی حالت سے باخبر نہ ہوا
زانکہ آواز و رخش وزن وار بود	لیک شہوت کامل و بیدار بود
کیونکہ اس کی آواز اور چہرہ زنانہ تھا	لیکن شہوت پوری اور بیدار تھی
چادر و سربند پوشیدہ و نقاب	مرد شہوانی و در غرہ شباب
اس نے چادر اور دوپٹہ اور نقاب پہن لیا تھا	شہوت والا مرد اور جوانی کے غرور میں تھا

دختران خسرواں رازیں طریق	خوش ہمی مالید و می شست آں عشیق
اس طریقہ پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو	وہ عاشق عمدہ طریقہ پر ملتا اور نہلاتا
تو بہا می کرد و پا در می کشید	نفس کافر توبہ اش را می درید
وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے ہٹتا	کافر نفس اس کی توبہ کو توڑ دیتا
رفت پیش عارفے آں زشت کار	گفت مارا در دعائے یاد دار
وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا	کہا ہمیں دعا میں یاد رکھئے
سر او دانست آں آزاد مرد	لیک چوں حلم خدا پیدا نکرد
وہ آزاد مرد اس کا راز جان گیا	لیکن اس نے خدائی حلم کی طرح ظاہر نہ کیا
بر لبش قفل ست و در دل رازہا	لب خموش و دل پر از آوازہا
اس کے ہونٹ پر تالا ہے اور دل میں راز ہیں	ہونٹ خاموش اور دل آوازوں سے پر ہے
عارفاں کہ جام حق نوشیدہ اند	رازہا دانستہ و پوشیدہ اند
وہ عارف جنہوں نے اللہ (تعالیٰ) کا جام پی لیا ہے	انہوں نے رازوں کو جانا اور چھپایا ہے
ہر کرا اسرار حق آموختند	مہر کردند و دہانش دوختند
جن کو اللہ تعالیٰ کے راز بتائے گئے ہیں	ان کے منہ پر مہر لگا دی ہے اور لب سی دیئے ہیں
سست خندید و بگفت اے بدنہاد	زانکہ دانی ایزدت توبہ دہاد
وہ تھوڑا مسکرایا اور کہا اے بد اصل	جو کچھ تجھے معلوم ہے خدا اس سے تجھے توبہ (کی توفیق) دے

در بیان آنکہ دعائے عارف واصل و درخواست او از حق ہمچو درخواست حقست از خویشتن کہ کنت لہٗ سمعاً و بصراً و لساناً و یداً و قولہٗ تعالیٰ و ما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمیٰ۔ و آیات و اخبار و آثار دریں بسیار ست و شرح سبب سازی حق تا نصوح را گوش گرفتہ بتوبہ آورد

اس کا بیان کہ عارف واصل (بحق کی اللہ تعالیٰ سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی خود اپنے آپ سے درخواست' کیونکہ ''میں اس کے لئے کان اور آنکھ اور زبان اور ہاتھ ہو جاتا ہوں'' (فرمایا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا قول ''تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا' لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا'' اور آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سبب سازی کی شرح یہاں تک کہ نصوح کے اس نے کان پکڑ کر توبہ کرا دی

آں دعا از ہفت گردوں درگذشت	کار آں مسکیں بآخر خوب گشت
وہ دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی	بالآخر اس مسکین کا کام بھلا ہو گیا
کاں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست	فانی ست و گفت او گفت خداست
کیونکہ وہ شیخ کی دعا، ہر دعا کی طرح نہیں ہے	وہ پانی ہے اور اس کی بات خدا کی بات ہے
چوں خدا از خود سوال و کد کند	پس دعائے خویش را چوں رد کند
جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور مانگے	تو وہ اپنی دعا کو کیسے رد کرے گا؟
یک سبب انگیخت صنع ذوالجلال	کہ رہانیدش ز نفرین و وبال
اللہ تعالیٰ کی کاریگری نے ایک سبب پیدا کر دیا	جس نے اس کو نفرت اور وبال سے رہائی دیدی
اندراں حمام پر میکرد طشت	گوہرے از دختر شہ یاوہ گشت
وہ اس حمام میں طشت بھر رہا تھا	بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہو گیا
گوہرے از حلقہائے گوش او	یاوہ گشت و ہر زنے در جستجو
اس کے کان کے بالے کا موتی	گم ہوگیا اور ہر عورت تلاش کرنے لگی
پس در حمام رابستند سخت	تا بجویند اولش در بیخ رخت
پھر انہوں نے مضبوطی سے حمام کا دروازہ بند کیا	تاکہ پہلے اس کو سامان رکھنے کی جگہ میں تلاش کریں
رختہا جستند و آں پیدا نشد	دزد گوہر نیز ہم رسوا نشد
سامانوں میں ڈھونڈا وہ نظر نہ آیا	موتی کا چور بھی رسوا نہ ہوا
پس بجد جستن گرفتند از گزاف	در دہان و گوش و اندر ہر شگاف
انہوں نے حد سے زیادہ کوشش سے ڈھونڈنا شروع کیا	منہ میں اور کان میں اور ہر شگاف میں
در شگاف تحت و فوق و ہر طرف	جستجو کردند در از ہر صدف
نیچے اور اوپر کے شگاف میں اور ہر جانب	ہر صدف سے موتی کی انہوں نے جستجو کی
مرد و زن جویاں شدند از ہر طرف	جملگاں از بہر در خوش صدف
مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے	سب، اچھے سیپ کے موتی کے لئے
بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید	ہر کہ ہستید از عجوز و از نوید
اعلان ہوا کہ سب ننگے ہو جائیں	جو بھی بوڑھی اور جوان ہیں

یک بیک را حاجبہ جستن گرفت	تا بدید آید گہر دانہ شگفت
ایک ایک کر کے دربان عورت نے تلاش کرنا شروع کیا	تاکہ عجیب موتی کا دانہ نظر آ جائے
آں نصوح از ترس شد در خلوتے	روی زرد و لب کبود از خشیتے
وہ نصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا	خوف سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے تھے
پیش چشم خویشتن میدید مرگ	سخت می لرزیدہ او مانند برگ
وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا	وہ پتے کی طرح بہت لرز رہا تھا
گفت یارب بارہا برگشتہ ام	تو بہاؤ عہد ہا بشکستہ ام
اس نے کہا' اے خدا! میں نے بہت انحراف کیا ہے	توبہ اور عہد توڑے ہیں
کردہ ام آنہا کہ از من می سزید	تا چنیں سیل سیاہی در رسید
میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا	یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ آ گیا
نوبت جستن اگر در من رسد	وہ کہ جان من چہ سختیہا کشد
تلاشی کی نوبت اگر مجھ تک پہنچی	ہائے میری جان کیسی سختیاں برداشت کرے گی؟
در جگر افتاد استم صد شرر	در ماجاتم ببیں بوئ جگر
میرے جگر میں سینکڑوں چنگاریاں لگی ہیں	میری دعا میں میرے جگر کی بو سونگھ لے
ایں چنیں اندوہ کافر را مباد	دامن رحمت گرفتم داد داد
اس طرح کا غم کافر کو بھی نہ ہو	میں نے رحمت کا دامن تھاما ہے' فریاد ہی فریاد ہے
کاشکے مادر نزادے مر مرا	یا مرا شیرے بخور دے در چرا
کاش مجھے ماں نہ جنتی	یا جنگل میں مجھے شیر کھا جاتا
اے خدا آں کن کہ از تو می سزد	کہ زہر سوراخ مارم میگزد
اے خدا! وہ کر جو تیرے لائق ہے	کیونکہ ہر سوراخ سے مجھے سانپ ڈس رہا ہے
جان سنگیں دارم و دل آہنیں	ورنہ خوں گشتے دریں رنج وحنیں
میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں	ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون بن جاتے
وقت تنگ آمد مرا و یک نفس	بادشاہی کن مرا فریاد رس
میرا وقت تنگ ہو گیا' تھوڑی دیر کے لئے	شاہی برت' میری فریاد رسی کر

گر مرا ایں بار ستاری کنی	توبہ کردم من زہر ناکردنی
اگر اب کی دفعہ تو میری پردہ پوشی کر لے	میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کی
توبہ ام بپذیر ایں بار دگر	تابہ بندم بہر توبہ صد کمر
اس بار پھر میری توبہ قبول کر لے	تاکہ میں توبہ کے لئے سو کمر کس لوں
من اگر ایں بار تقصیرے کنم	پس دگر مشنو دعا و گفتم
میں اگر اس دفعہ کوتاہی کروں	پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا
ایں ہمی زارید صد قطرہ رواں	کاندر افتادم بجلاد و عواں
وہ یہ زاری کر رہا تھا اور سینکڑوں آنسو جاری تھے	کہ میں جلاد اور سپاہی کے (ہاتھوں) پھنسا ہوں
تانمیرد ہیچ افرنگی چنیں	ہیچ ملحد را مبادا ایں چنیں
کوئی فرنگی بھی۔ اس طرح نہ مرے	کسی بددین کا بھی ایسا نہ ہو
نوحہا میکرد او برجان خویش	روئے عزرائیل دیدہ پیش پیش
وہ اپنی جان پر نوحے کرتا تھا	سامنے ملک الموت کا چہرہ دیکھ کر
اے خدا وائے خدا چنداں بگفت	کاں درودیوار با او گشت جفت
اے خدا، اے خدا، اتنا کہا	کہ در و دیوار اس کے ساتھی ہو گئے

نوبت جستن رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ را جستیم نصوح را بجوئید و بیہوش شدن نصوح ازاں ہیبت و کشادہ شدن کار بعد از نہایت بستگی کما کان یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصابہٗ مرض اوھم اشتدی ازمۃ تنفرجی

نصوح کی تلاشی کی نوبت آنا اور آواز آنا کہ ہم نے سب کی تلاشی لے لی، نصوح کی تلاشی لو اور اس خوف سے نصوح کا بیہوش ہو جانا اور انتہائی بندش کے بعد معاملہ کا حل ہو جانا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت فرمایا کرتے تھے جب ان کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا ''مصیبت تو سخت ہو جا کھل جائے گی''

درمیان یارب و یارب بد او	بانگ آمد از میان جستجو
وہ یارب، یارب میں لگا تھا	تلاشی کے درمیان آواز آئی
جملہ را جستیم پیش آ اے نصوح	گشت بیہوش آنزماں پرید روح
ہم نے سب کی تلاشی لے لی، اے نصوح! آگے آ	اس وقت وہ بے ہوش ہوگیا، روح پرواز کر گئی

ہمچو دیوار شکستہ در فتاد	ہوش و عقلش رفت وشد او چوں جماد
وہ شکستہ دیوار کی طرح ڈھے گیا	اس کے ہوش وحواس چلے گئے اور وہ پتھر کی طرح ہو گیا
چونکہ ہوشش رفت از تن آں زماں	سر او باحق بہ پیوست از نہاں
جب جسم سے اس کا ہوش روانہ ہو گیا' اس وقت	آہستگی سے اس کا باطن حق (تعالیٰ) سے وابستہ ہو گیا
چوں تہی گشت و وجود او نماند	باز جانش را خدا درپیش خواند
جب وہ خالی ہو گیا اور اس کا وجود نہ رہا	اس کی جان کے باز کو خدا نے سامنے بلا لیا
چوں شکست آں کشتی او بیمراد	در کنار رحمت دریا' فتاد
جب بے مرادی میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی	دریائے رحمت کے ساحل سے جا لگی
جاں بحق پیوست چوں بیہوش شد	بحر رحمت آں زماں در جوش شد
جب وہ بیہوش ہوا' جان اللہ سے وابستہ ہو گئی	رحمت کا سمندر اس وقت جوش میں آ گیا
چونکہ جانش وارہید از ننگ تن	رفت شاداں پیش اصل خویشتن
جب اس کی روح جسم کے عیب سے نجات پا گئی	اپنی اصل کی جانب خوش خوش روانہ ہو گئی
جاں چوں باز و تن مرا او را کندۂ	پائی بستہ پر شکستہ بندۂ
روح باز کی طرح ہے جسم اس کے لئے کاٹھ ہے	پاؤں بندھا ہوا' پر ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے
چونکہ ہوشش رفت پایش برکشاد	می پرد آں باز سوئے کیقباد
جب اس کے ہوش چلے گئے' پاؤں کھل گیا	وہ باز شاہ کی جانب اڑ رہا ہے
چونکہ دریا ہائے رحمت جوش کرد	سنگہا ہم آب حیواں نوش کرد
جب رحمت کے سمندروں نے جوش مارا	پتھروں نے بھی آب حیات پی لیا
ذرۂ لاغر شگرف و زفت شد	فرش خاکی اطلس و زربفت شد
کمزور ذرہ عجیب اور موٹا ہو گیا	خاکی فرش' اطلس اور زربفت بن گیا
مردۂ صد سالہ بیروں شد ز گور	دیو ملعون شد بخوبی رشک حور
سو سال کا مردہ قبر سے باہر آ گیا	ملعون شیطان' حسن میں حور بن گیا
ایں ہمہ روئے زمیں سرسبز شد	شاخ خشک اشگوفہ کرد و نغز شد
یہ سب روئے زمین سرسبز ہو گئی	خشک شاخ نے کلی کھلائی' عمدہ ہو گئی

گرگ بابره حریف مے شده	ناامید آں خوش رگ وخوش پے شده
بھیڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ شراب نوش بنا	مایوس' اچھے رگ پٹھوں کے بن گئے

یافت شدن گوہر وحلالی خواستن حاجباں کنیزکان شاہزادہ ازنصوح وبرسرودست او بوسہ دادن وعذر خواستن

موتی کامل جانا اور شہزادی کے دربانوں اور لونڈیوں کا نصوح سے معافی چاہنا اور اس کے سر اور ہاتھ کو چومنا اور عذرخواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم	شد پدید آں گم شده در یتیم
اچانک آواز آئی' خوف ختم ہو گیا	وہ نایاب گم شدہ موتی' مل گیا
بعد آں خوف و ہلاک جاں بدہ	مژدہا آمد کہ اینک گم شده
اس کے بعد کہ جان کا ڈر اور ہلاکت تھی	خوشخبری آئی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے
حزن شد و اندر فرج در تافتیم	مژدگانی دہ کہ گوہر یافتیم
غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اٹھے	انعام دے' کیونکہ ہم نے موتی پا لیا ہے
از غریو و نعرہ و دستک زدن	پر شده حمام قد زال الحزن
شور اور نعرے اور ہتھیلیاں بجانے سے	حمام گونج گیا' رنج زائل ہو گیا
آں نصوح رفتہ باز آمد بخویش	دیدہ چشمش تابش صد روزہ بیش
بیہوش نصوح پھر ہوش میں آ گیا	اس کی آنکھ نے سو روزوں (کے نور) سے زیادہ نور محسوس کیا
می حلالی خواست از وے ہر کسے	بوسہ می دادند بر دستش بسے
ہر شخص اس سے معافی چاہ رہا تھا	اس کے ہاتھ بہت چومتے تھے
بدگماں بودیم مارا کن حلال	لحم تو خوردیم اندر قیل و قال
ہم بدظن ہو گئے تھے ہمیں معاف کر دیجئے	بات چیت میں ہم نے آپ کا گوشت کھایا
زانکہ ظن جملہ بروے بیش بود	زانکہ در قربت ز جملہ پیش بود
کیونکہ سب کا اس پر زیادہ گمان تھا	کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا
خاص دلاکش بدو محرم نصوح	بلکہ ہمچوں دو تن و یک گشتہ روح
نصوح اس کا خاص حمامی اور محرم تھا	بلکہ دو جسم اور ایک روح بنا ہوا تھا

گوہرار بردست او بردست و بس	زو ملازم تر بخاتوں نیست کس
اگر موتی چرایا ہے تو بس اس نے چرایا ہے	بیگم سے اس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے
اول او را خواست جستن در نبرد	بہر حرمت داشتش تاخیر کرد
معرکہ میں پہلے اس کی تلاشی لینی چاہی	(لیکن) اس کی عزت رکھنے کے لئے تاخیر کی
تا بود کاں را بیند ازد بجا	اندریں مہلت رہاند خویش را
تاکہ ہو سکے کہ وہ اس کو کہیں ڈال دے	اس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچا لے
بس حلالیہا ازو میخواستند	وز برائے عذر بر میخاستند
وہ اس سے بہت معافیاں چاہ رہے تھے	عذر خواہی کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے
گفت بد فضل خدائے دادگر	ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر
اس نے کہا منصف خدا کا کرم تھا	ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اس سے (بھی) برا ہوں
چہ حلالی خواست میباید زمن	کہ منم مجرم تر از اہل زمن
مجھ سے کیا معافی چاہی جائے؟	میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں
آنچہ گفتندم ز بد از صد یکسیت	برمن ایں کشف ست اگر کس را شکیست
جو کچھ انہوں نے میری برائی میں کہا ہے ایک فیصد ہے	اگر کسی کو شک ہے تو مجھ پر واضح ہے
کس چہ میداند زمن جز اند کے	وز ہزاراں جرم و بدفعلی یکے
تھوڑے سے کے علاوہ کوئی میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟	ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک
من ہمی آں دانم و ستار من	جرمہا وزشتی کردار من
وہ میں جانتا ہوں اور میرا ستار	اپنی خطاؤں اور بدکاری کو
اول ابلیسے مرا استاد بود	بعد ازاں ابلیس پیشم باد بود
شروع میں شیطان میرا استاد تھا	اس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا
حق بدید آں جملۂ و نادیدہ کرد	تا نگردم در فضیحت روی زرد
اللہ (تعالی) نے وہ سب کچھ دیکھا اور ان دیکھا بنا دیا	تاکہ میں رسوائی میں زرد رو نہ بنوں
تاز رحمت پوستیں دوزیم کرد	توبۂ شیریں چو جاں روزیم کرد
یہاں تک کہ اس نے رحمت سے میری پردہ پوشی کی	جان جیسی شیریں توبہ مجھے عطا کر دی

ہرچہ کردم جملہ ناکردہ گرفت	طاعت ناکردہ را کردہ گرفت
میں نے جو کچھ کیا اس کو نہ کیا ہوا ٹھہرایا	نہ کی ہوئی عبادت کو کیا ہوا ٹھہرایا
ہمچو سرو و سوسنم آزاد کرد	ہمچو بخت و دولتم دل شاد کرد
اس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا	مجھے نصیبہ اور دولت کی طرح خوش دل کر دیا
نام من در نامۂ پاکاں نوشت	دوزخی بودم بخشیدم بہشت
میرا نام پاک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا	میں دوزخی تھا، مجھے بہشت بخش دی
عفو کرد آں جملگی جرم و گناہ	شد سپید آں نامۂ و روئ سیاہ
اس نے وہ سارے جرم اور گناہ معاف کر دیئے	وہ کالا اعمالنامہ اور چہرہ سفید ہو گیا
آہ کردم چوں رسن شد آہ من	گشت آویزاں رسن در چاہ من
میں نے آہ کی میری آہ رسی کی طرح ہوگئی	رسی میرے کنویں میں لٹک گئی
آں رسن بگرفتم و بیروں شدم	شاد و زفت و فربہ وگلگوں شدم
میں نے وہ رسی پکڑ لی اور باہر نکل آیا	خوش اور موٹا تازہ اور سرخ ہو گیا
در بن چاہے ہمی بودم اسیر	روز و شب اندر فغان و در نفیر
میں کنویں کی تلی میں قیدی تھا	دن رات فریاد اور رونے میں تھا
از ہوس در تنگنا بودم زبوں	در ہمہ عالم نمی گنجم کنوں
ہوس کی وجہ سے میں تنگ کوچہ میں عاجز تھا	اب میں پورے عالم میں نہیں سماتا ہوں
آفرینہا برتو بادا اے خدا	ناگہاں کردی مرا از غم جدا
اے خدا! تجھے آفریں پر آفریں ہے	تونے مجھے اچانک غم سے جدا کر دیا
گر سر ہر موئے من گردد زباں	شکر ہائے تو نیاید در بیاں
اگر میرے ہر بال کا سرا زبان بن جائے	تیرے شکریئے بیان نہیں ہو سکتے ہیں
میزنم نعرہ دریں روضیہ و عیون	خلق رایا لیت قومی یعلمون
اس باغیچہ اور چشموں میں میں صدائیں دے رہا ہوں	لوگوں کو کاش میری قوم جان لے

باز خواندن شاہزادی نصوح را از بہر دلا کی بعد از استحکام توبہ و بہانہ کردن او و دفع گفتن او و عذر آوردن او

شہزادی کا نصوح کو توبہ کے مستحکم ہو جانے کے بعد مالش کیلئے دوبارہ بلانا اور اس کا بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

بعد ازاں آمد کسے کز مرحمت	دختر سلطان ما میخواندت
اس کے بعد کوئی آیا کہ مہربانی سے	ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے
دختر شاہت ہمی خواند بیا	تا سرش شوئی کنوں اے پارسا
بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے، آ جا	تاکہ اے نیک! تو اس کا سر دھو دے
جز تو دلا کے نمی خواہد دلش	کہ بمالد یا بشوید با گلش
اس کی دلی خواہش تیرے علاوہ کسی مالش کرنے والے کے بارے میں نہیں ہے	کہ جو مالش کرے یا مٹی سے اس کو نہلائے
گفت رو رو دست من بیکار شد	ویں نصوح تو کنوں بیمر شد
اس نے کہا: جا جا میرا ہاتھ بیکار ہوگیا ہے	تیری یہ نصوح! اب بیمار ہو گئی ہے
رو کسے دیگر بجو اشتاب و تفت	کہ مرا واللہ دست از کار رفت
جلد جلد تیزی سے، دوسری کو ڈھونڈ لے	کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے
بادل خود گفت کز حد رفت جرم	از دل من کے رود آں ترس و گرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جرم حد سے گزر گیا	میرے دل سے وہ ڈر اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟
من بمردم یکرہ و باز آمدم	من چشیدم تلخی مرگ و عدم
میں ایک بار مر چکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں	میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے
توبہ کردم حقیقت با خدا	نشکنم تا جاں شود از تن جدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے	جب تک جان جسم سے جدا ہو میں نہ توڑوں گا
بعد ازیں محنت کرا بار دگر	پا رود سوئے خطر الا کہ خر
اس مصیبت کے بعد کس کا دوبارہ	گدھے کے علاوہ خطرے کی جانب پاؤں چلے گا؟

شرح حبیبی

گذشتہ زمانہ میں ایک شخص تھا جس کا نام نصوح تھا اس شخص کی آمدنی کا ذریعہ عورتوں کو نہلانا تھا اس کا چہرہ عورتوں کے چہرہ کی مانند تھا اور وہ اپنے مرد ہونے کو چھپاتا تھا وہ زنانہ حمام میں عورتوں کے ملنے دلنے اور نہلانے کا کام کرتا تھا اور دغا وفریب میں نہایت ہوشیار تھا اس نے برسوں ملنے دلنے کی خدمت کو انجام دیا مگر کسی کو اس کی حالت کا پتہ نہ چلا اس لئے کہ اس کی آواز بھی زنانہ تھی اور صورت بھی زنانہ تھی۔ مگر شہوت اس کی پوری اور منتشر تھی۔ پس اس نے زنانہ چادر اور سر بند اور نقاب پہن لیا کیونکہ وہ ایک پر شہوت آدمی اور جوانی کے غرہ میں تھا۔ اور عورت بن کر شہزادیوں کو ملنے دلنے اور نہلانے لگا وہ توبہ بھی کرتا تھا اور اس کام سے چند روز علیحدہ بھی رہتا تھا مگر نفس کافر اس کی توبہ توڑ دیتا تھا۔

ایک روز وہ بدکار ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور مجھے بھی دعا میں یاد رکھیں۔ ان بزرگ نے اس کا راز سمجھ لیا لیکن حلم خداوندی کی طرح اس کو پوشیدہ رکھا۔ ان کے لبوں پر قفل تھا اور دل میں راز بھرے ہوئے تھے اور ان کے لب خاموش تھے مگر دل میں بہت سی گفتگوئیں تھیں۔

یاد رکھو کہ عرفاء جو کہ جام حق سبحانہ پی لیتے ہیں بعض اسرار سے واقف ہوتے ہیں مگر ان کو چھپاتے ہیں کیونکہ جن کو اسرار خداوندی سے آگاہی دی جاتی ہے ان کے منہ پر مہر کر دی جاتی ہے اور ان کا منہ سی دیا جاتا ہے مقصود شدت اخفاء ہے یعنی وہ ان کو بہت چھپاتے ہیں۔ اسی بناء پر وہ بزرگ بھی خاموش تھے اور انہوں نے نصوح کا راز نہیں بیان کیا مگر اتنا کہا کہ اس کی درخواست پر کسی قدر تبسم فرمایا کہ او بدذات خدا تجھے اس فعل سے توفیق توبہ عطا فرمائے۔ جس کو تو جانتا ہے یہ دعا اس کی ساتوں آسمانوں سے گزر کر درگاہ رب العلاء میں پہنچی اور وہاں اس نے درجہ قبول حاصل کیا۔ اور آخر میں نصوح کی حالت ٹھیک ہوگئی کیونکہ اہل اللہ کی دعا عام دعاؤں کے مثل نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ فانی ہوتے ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام ہوتا ہے اور اس کی دعا خود خدا کی دعا ہوتی ہے۔ پس جبکہ خدا خود اپنے سے سوال کرے اور مانگے تو وہ رد کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ وہ اپنی دعا کو کیونکر رد کرے گا۔

فائدہ:۔ اس مقام پر عوام کی غلط فہمی اور ان کی گمراہی کا سخت اندیشہ ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس مضمون کی توضیح کر کے مولانا کے مدعا کو واضح کر دیا جائے۔

پس جاننا چاہئے کہ فنا کی معنی یہ نہیں ہے کہ بندہ خدا بن جائے۔ اس لئے اس کا کلام ہو جائے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو رضائے حق کا تابع کر دے اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دے ایسا کرنے سے اس کو حق سبحانہ کی مزاج شناسی اور ایک خاص تعلق پیدا ہو جائے مگر وہ حق سبحانہ کا پورا اور کامل مزاج شناس کہ کوئی بات بھی اس کی مرضی حق سبحانہ کے خلاف نہ ہو نہیں ہوسکتا۔ اس لئے وہ کتنے ایسے افعال بھی کر لیتا ہے جو کہ واقع میں مرضی حق سبحانہ کے خلاف ہوتے ہیں لیکن کبھی تو وہ اپنے افعال کو مرضی حق سبحانہ کے خلاف نہیں سمجھتا اور اس لئے وہ کام کرتا ہے اور کبھی تقاضائے نفس سے مغلوب ہو کر یا سہواً و خطاً وہ کام کر لیتا ہے اور یہ مخالفت کبھی معصیت سے ہوتی ہے اور کبھی غیر معصیت' معصیت اس وقت ہوتی ہے جبکہ مخالفت کرنے والے کو علم ہو۔ کہ یہ فعل منہی عنہ ہے اور غیر معصیت اس وقت ہوتی ہے جبکہ یہ صورت نہ ہو۔ انبیاء و تعمد معصیت سے معصوم ہیں مگر اولیاء نہیں۔ مگر اغلب احوال میں محفوظ وہ بھی ہیں۔ پس اہل اللہ کے افعال دو قسم کے ہوئے

ایک وہ جو مرضی حق سبحانہ کے مطابق ہوں دوسرے وہ کہ جو مرضی حق کے خلاف ہوں خواہ معصیت ہوں یا غیر معصیت مع التعمد یا بلا تعمد۔ پس ان کے وہ افعال جو مرضی حق سبحانہ کے مطابق ہوتے ہیں ان کو اس مطابقت کے سبب مجازاً حق سبحانہ کا فعل کہہ دیا جاتا ہے لیکن چونکہ وہ مزاج شناس ہوتے ہیں اس لئے اکثر کام ان کی مرضی سبحانہ کے مطابق ہی ہوتے ہیں اور مخالفت شاذ و نادر ہوتی ہے اس لئے اس بناء پر کثرت اور بفحوائے النادر کالمعدوم۔ ان کے افعال کو مطلقاً خدا کا فعل کہہ دیا جاتا ہے اور قید و شرط عدم مخالفت کو بیان نہیں کیا جاتا۔ جب کہ یہ امر ذہن نشین ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ اہل اللہ سے افعال خلاف مرضی حق سبحانہ بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ تو اب سمجھو کہ جس وقت ان سے کوئی فعل مخالف مرضی حق سبحانہ صادر ہو اس وقت حق سبحانہ کا ان کے ساتھ بمقتضائے حکمت و مصلحت مختلف برتاؤ ہوتا ہے۔ کبھی تو حق سبحانہ اس مخالفت کو نظر انداز فرما کر ان کی تشریف و اکرام کے لئے اپنی مرضی کو ان کی مرضی کے موافق کر دیتے ہیں۔ **ویشهد الحدیث لو اقسم علی الله لابره** اور کبھی اس مخالفت پر مناسب تنبیہ فرما کر ان سے موافقت فرماتے ہیں۔ **ویشهدله قوله عز مجده ما کان لنبی ان یکون له اسوٰی الآیه** اور کبھی اس فعل سے موافقت نہیں فرماتے اور صرف اس کو رد کر دیتے ہیں۔ **ویشهدله رده عز مجده دعاء النبی صلی الله علیه وسلم . اللهم لاتجعل باسهم بینهم** اور کبھی اس فعل پر مناسب عتاب فرماتے ہیں۔ **ویشهدله دلة آدم علیه السلام وغیره من الانبیاء.** اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ مولانا کا ارشاد فانی راست وگفت او گفت خداست الخ گو بظاہر مطلق ہے مگر واقع میں مقید بقید عدم مخالفت مرضی حق سبحانہ ہے یہ اس کے دلائل خود مولانا ہی کے کلام میں موجود ہیں۔ مثلاً مولانا اکثر جگہ زلت آدم علیہ کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کو فعل حق سبحانہ نہیں قرار دیتے نیز انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چرواہے پر اعتراض نقل فرمایا ہے اور اس کو حق سبحانہ کا فعل نہیں بنایا کیونکہ اس پر حق سبحانہ کا عتاب نقل فرمایا ہے۔ نیز انہوں نے شیخ اقطع کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس میں ان کے فعل پر حق سبحانہ کا عتاب نقل فرمایا ہے۔ الیٰ غیر ذالک من الشواہد فافہم ولا تزل)

القصہ شیخ کی دعا مقبول ہوئی اور حق سبحانہ نے اپنی کارسازی سے ایک سبب کھڑا کر دیا۔ جس نے نصوح کی اس فعل شنیع اور گناہ سے نجات دیدی۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ نصوح حمام میں شہزادی کے نہلانے کے طشت میں پانی بھر رہا تھا کہ یکا یک شہزادی کا موتی گم ہو گیا۔ یعنی اس کے کان کی بالی کا موتی کھویا گیا اور جس قدر عورتیں وہاں موجود تھیں۔ سب تلاش میں مصروف ہو گئیں۔ تلاش کے لئے اول انہوں نے یہ تدبیر کی کہ حمام کا دروازہ مضبوط بند کر دیا۔ تا کہ نہ کوئی اندر آ سکے اور نہ باہر جا سکے اور وہ اطمینان کے ساتھ اول اس کو سامان میں تلاش کریں اور اگر سامان میں نہ ملے تو پھر دوسری صورت کر لیں۔ پس انہوں نے اسباب میں خوب تلاش کیا مگر موتی نہ ملا۔ اور نہ چرانے والے کا پتہ لگا۔ اس کے بعد انہوں نے نہایت کوشش کے ساتھ ہر سوراخ میں منہ میں کان میں۔ نیچے کے سوراخ میں اوپر کے سوراخ میں۔ غرض ہر طرف ڈھونڈنا شروع کیا اور مرد اور عورتیں ہر طرف اسے تلاش کرتے اور اس کے لئے صدف بنے ہوئے تھے۔ یعنی نہایت رغبت کے ساتھ اس کے طالب تھے۔ پس دفعتاً آواز آئی کہ جس قدر لوگ یہاں موجود ہیں خواہ وہ معمر ہوں یا نوعمر سب ننگے ہو جائیں اور ایک متلاشی نے سب کی تلاشی لینی شروع کی تا کہ کسی سے وہ عجیب موتی مل جائے۔ جب نصوح نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا اور ڈر کر ایک تنہا مکان میں گیا اس کا چہرہ خوف زدہ تھا اور ہونٹ نیلے ہو گئے تھے

کیونکہ وہ اپنے سامنے بھوت دیکھ رہا تھا اور اس لئے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ اس نے خلوت میں جا کر مناجات شروع کی اور کہا کہ اے اللہ! میں بہت دفعہ اپنے عہد سے پھر گیا ہوں اور میں نے بہت سی توبہ اور عہد توڑے ہیں اور میں نالائق جس لائق تھا وہ میں نے کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصیبت کا سیاہ سیلاب آ پہنچا۔ اب اگر تلاشی کی نوبت مجھ تک پہنچی تو پھر مجھے کیسے سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے میرے جگر میں سینکڑوں شعلے لگے ہوئے ہیں۔ دیکھئے میری دعا میں جلے ہوئے جگر کی بو آ رہی ہے جو غم مجھ پر پڑا ہے۔ ایسا غم تو کسی کافر کو بھی نصیب نہ ہو۔

یہ میری حالت ہے اور اس حالت میں میں نے تیری رحمت کا دامن پکڑا ہے۔ پس تو مجھ پر کرم کر۔ اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔ یا کوئی شیر مجھے کھا جاتا اے اللہ تو وہ کر جو تجھ سے کریم کے لئے زیبا ہے کیونکہ اب میں ہر طرف سے مصیبت میں گرفتار ہوں اور گویا کہ مجھے ہر سوراخ سے ایک سانپ ڈس رہا ہے۔ میری جان پتھر کی اور دل لوہے کا ہے ورنہ اس رنج اور مصیبت میں خون ہو کر بہہ جاتا وقت تنگ ہے اب ذرا آپ مجھ پر مہروانہ عنایت فرمائیے اور میری فریادرسی کیجیو۔ اے اللہ اگر تو اب کے میری پردہ پوشی کرے تو اب میں توبہ کرتا ہوں کہ کوئی برا کام نہ کروں گا اس دفعہ آپ میری توبہ کو قبول کرلیں تاکہ میں اس مصیبت سے نجات پا کر نہایت مستعدی سے اس توبہ کو نبھاؤں اگر میں اب کے کوتاہی کروں تو پھر آپ میری دعا اور بات نہ سنیں۔

غرضکہ اس کے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ رو رہا تھا اور کہتا تھا کہ اب میں جلاد اور کوتوال کے پنجہ میں پھنس گیا کیونکہ جب میرے چالاکی ظاہر ہوگی تو میں حراست میں لے لیا جاؤں گا اور گردن زنی کے لئے جلاد کے حوالہ کر دیا جاؤں گا۔ ارے ایسی موت تو کوئی فرنگی بھی نہ مرے اور یہ غم تو کسی ملحد کو بھی نصیب نہ ہو۔ غرضکہ وہ اپنی جان کو رو رہا تھا کیونکہ وہ اپنے سامنے حضرت عزرائیل علیہ السلام کی صورت دیکھ رہا تھا اور اس نے اس قدر اے خدا یہ کر دے اور اے خدا وہ کر دے کہا کہ در و دیوار بھی اس کے غم سے متاثر ہو کر شریک دعا ہو گئے۔ وہ دعا ہی میں مصروف تھا کہ یکا یک تلاش کرنے والوں میں سے کسی نے آواز دی کہ ہم سب کی تلاشی لے چکے ہیں۔ نصوح اب تم آؤ۔ یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا اور اس کی روح پرواز کر گئی اور وہ یوں گر پڑا جیسے کوئی ٹوٹی ہوئی۔ دیوار گرتی اور اس کے ہوش و حواس سب رفو چکر ہو گئے اور وہ پتھر کی مانند بے حس و حرکت ہو گیا۔ پس جبکہ اس کے جسم سے اس کے ہوش و حواس جاتے رہے تو اب وہ معاً وقت جو کہ بقائے ہوش کے سبب باقی تھی اور اس کے سبب روح پورے طور پر حق سبحانہ کی طرف متوجہ نہ ہو سکتی تھی اٹھ گئی اور روح کو توجہ کامل کا موقع مل گیا اور اس کو حق سبحانہ سے اتصال بے کیف حاصل ہو گیا اور جبکہ وہ خودی سے خالی ہو گیا اور اس کی ہستی نہ رہی تو حق سبحانہ نے اس کی روح کو جو کہ بمنزلہ باز شاہی کے ہے۔ اپنے پاس بلا لیا اور جبکہ روح کی کشتی ٹوٹ گئی یعنی جسم پر فنا طاری ہو گئی تو اب وہ دریائے رحمت کے آغوش میں ہو گئی اور جبکہ نصوح بے ہوش ہو گیا تو اس کی جان واصل بحق سبحانہ ہو گئی اور اس وقت بحر رحمت کو جوش آ گیا اور جبکہ اس کی جان نے قید جسم سے جو کہ اس کے لئے موجب شرم ہے۔ نجات پائی تو وہ اپنے اصل یعنی عالم غیب کی طرف لوٹ گئی۔ کیونکہ جان بمنزلہ باز کے ہے اور جسم اس کے لئے بمنزلہ اس لکڑی کے جس سے باز کا پاؤں باندھا جائے اور وہ جسم میں پا شکستہ اور مغلوب ہے۔ پس جبکہ اس کے ہوش و حواس جاتے رہے تو

اس کی روح کے پاؤں کھل گئے اور وہ اپنے بادشاہ کی طرف اڑ گئی۔

یہ مرتبہ جو نصوح جیسے فاسق و فاجر کو حاصل ہوا تو کیوں۔ محض رحمت رحمت حق سبحانہ سے اس دریائے رحمت نے اس کو اس نعمت سے سرفراز کیا۔ خیر وہ تو پھر بھی آدمی تھا۔ حق سبحانہ کے دریائے رحمت کی تو یہ حالت ہے کہ جب اسے جوش ہو تو جماد بھی آب حیات پی کر۔ جاندار ہو جاتے ہیں۔ (چنانچہ انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش ہے کیونکہ وہ اول منی اور جماد تھے۔ پھر جاندار ہو گئے) اور ایک بہت کم مقدار ذرہ قابل تعجب اور بڑا ہو جاتا ہے۔ (اشجار عظیمہ اس کے مشاہد ہیں) اور زمین اطلسی اور زربفت ہو جاتی ہے (جو کہ مشاہد ہے کیونکہ اطلس اور زربفت کی اصل خاک ہی ہے) اور سو برس کا مردہ قبر میں سے نکل آتا ہے (قصہ عزیر علیہ السلام کا گواہ ہے) اور شیطان مردود بھی اپنی برائی کو چھوڑ کر متصف بکمال ہو سکتا ہے اور اتنا حسین ہو سکتا ہے کہ حوروں کو بھی اس کی حالت پر رشک ہوتا ہے (بڑے بڑے سرکش کفار کا کامل الایمان بن جانا اس کا موید ہے) اور یہ زمین سراسر سبز ہو جاتی ہے اور خشک مٹی کلیا جاتی اور عمدہ بن جاتی ہے اور بھیڑیا بکری کے بچے کے ساتھ شراب خواری کرتا ہے یعنی دشمنوں میں نہایت اتفاق ہو جاتا ہے۔

کماقال اللہ تعالیٰ اذ کنتم اعدآءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا.

اور ناامید لوگ سرسبز ہو جاتے ہیں (کما ہوالمشاہد) خیر جب نصوح کی حالت وہ ہوئی۔ جس کا اوپر ذکر ہوا اور اس کی دعا مقبول ہوگئی تو دفعتاً آواز آئی کہ اب خطرہ جاتا رہا کیونکہ وہ بیش بہا موتی مل گیا اس کے بعد خوف اور ہلاکت کا اندیشہ زائل ہو گیا اور ہر طرف سے خوش خبریاں آنے لگیں اور لوگ کہنے لگے کہ گم شدہ موتی یہ موجود ہے اور اب غم زائل ہو گیا ہے اور خوشی سے ہم کو راہ مل گئی ہے۔ لائے انعام دیوائے کہ ہم نے موتی پا دیا۔

غرضکہ خوشی کے نعروں اور شور وشعب اور تالیوں کی آوازوں سے حمام گونج اٹھا۔ کیونکہ اب خوف زائل ہو چکا تھا جب یہ حالت ہوئی تو نصوح کو بھی ہوش آ گیا۔ اس وقت خوشی کے سبب اس کی آنکھوں کے سامنے اس قدر روشنی تھی جیسے سودن کی ہوتی ہے اور ہر شخص اس سے معافی چاہتا تھا اور اس کا ہاتھ چومتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم کو آپ کے نسبت بدگمانی تھی آپ ہمیں معافی دیجئے ہم نے آپ کی بہت غیبت کی ہے اور اس طرح گویا کہ آپ کا بہت گوشت کھایا ہے۔

سبب اس گفتگو کا یہ تھا کہ سب کا گمان زیادہ تر نصوح ہی پر تھا کیونکہ وہ تقرب میں سب سے بڑھا ہوا تھا اور شاہ زادی کا خاص نہلانے والا اور اس کا محرم راز تھا۔ بلکہ یوں کہئے کہ شہزادی اور نصوح ایک جان دو قالب تھے اس وجہ سے لوگ کہتے تھے کہ اگر موتی کسی نے لیا ہے تو صرف نصوح نے لیا ہے کیونکہ شہزادی کا۔

مقرب اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

اس خیال کی بناء پر انہوں نے اول نصوح کی تلاشی لینی چاہی تھی مگر اس کی عظمت قائم رکھنے کے لئے اس کو موخر کر دیا۔ تا کہ اگر اس نے لیا ہو تو کہیں ڈال دے اور اس فرصت کو غنیمت جان کر اپنے کو آفت سے بچائے۔ خیر وہ لوگ اس سے بہت کچھ معافی چاہتے تھے اور معذرت کے لئے اٹھتے تھے۔ یہ باتیں سن کر نصوح نے اپنے دل میں کہا کہ یہ محض حق سبحانہ کی عنایت تھی ورنہ جو کچھ میری نسبت کہا جاتا تھا میں اس سے کہیں برا ہوں۔ ایسی حالت میں مجھ سے کیا معافی چاہی جاتی ہے۔ کیونکہ میں تو زمانہ بھر سے زیادہ گنہگار ہوں۔ میری جو کچھ برائی لوگوں نے بیان کی ہے وہ تو میری اصل

برائی کا سواں حصہ ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو مجھے اپنی حالت خوب معلوم ہے کسی کو میری حالت کیا معلوم۔ ان کو جو کچھ معلوم ہے وہ بہت تھوڑا اور ہزاروں بدکاریوں میں سے ایک بدکاری معلوم ہے۔ پس اپنی برائیوں اور گناہوں کو میں جانتا ہوں یا میرا ستار عیوب ہی جانتا ہے۔ پہلے ابلیس میرا استاد تھا جس نے مجھے معصیت کا طریق سکھلایا اس کے بعد میں اس فن میں اتنا ہوشیار ہو گیا کہ ابلیس میرے سامنے گرد ہو گیا۔ مگر حق سبحانہ نے میرے تمام برائیاں دیکھیں۔ مگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا کہ گویا دیکھا ہی نہیں تاکہ میں رسوا ہو کر شرمندہ نہ ہوں اور مجھے جان کی مانند شیریں توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ تاکہ وہ اپنی رحمت سے میری حالت کی اصلاح کرے اور جو کچھ میں نے کیا تھا سب کو ایسا کر دیا کہ گویا میں نے کیا ہی نہیں یعنی معاف کر دیا اور جو طاعت میں نے نہیں کی تھی اس کو ایسا کر دیا جیسا کہ میں نے کیا ہے۔

یعنی میرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو مطیعین کے ساتھ کیا جاتا ہے اس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا۔ اور بخت و دولت کی طرح میرا دل خوش کیا اور اس نے میرا نام اچھے لوگوں کی فہرست میں لکھ لیا۔ اور میں دوزخی بنا مگر اس نے مجھے جنت عطا فرمائی اور میرے تمام جرائم اور گناہ معاف کر دیئے اور اب میرا سیاہ نامۂ اعمال بھی سفید ہو گیا اور کالا منہ بھی روشن ہو گیا۔ میں نے آہ کی تو وہ آہ میرے لئے رسی ہو گئی اور وہ رسی میرے کنوئیں میں لٹک گئی اور میں وہ رسی پکڑ کر نکل آیا اور خوش و خرم اور موٹا تازہ اور سرخ سفید ہو گیا۔ یعنی میری آہ میری خوشی اور نجات کا ذریعہ بن گئی۔ میں گویا کہ ایک کنوئیں کے اندر مقید تھا اور رات دن نالہ و زاری کرتا تھا اور خواہش نفس کی بدولت ایک تنگ جگہ میں محبوس تھا۔ مگر اب میری یہ حالت ہے کہ عالم میں بھی نہیں سماتا۔ **اللھم لک الحمد و المنۃ** کہ تو نے مجھے غم سے نجات دے دی۔ ایسی حالت میں اگر میرا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرا شکر بیان میں نہیں آسکتے۔ اب میں اس خوشی کے باغ اور اس کے چشموں میں بیٹھا ہوا آوازیں لگا رہا ہوں کہ اے کاش لوگ میری راحت کو جائیں اور اس دولت کو حاصل کریں۔

یہ واقعہ تو ہو چکا۔ اب سنو کہ نصوح کے پاس ایک ہرکارہ آیا اور کہا کہ ہماری شہزادی آپ کو یاد کرتی ہیں تاکہ آپ ان کا سر دھو دیں اور آپ کے سوا کوئی نہلانے والی جو کہ اس کو ملے دلے یا مٹی سے ان کا سر دھو دے مطلوب نہیں ہے۔ نصوح نے اس کے جواب میں کہا کہ میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے اور تمہاری نصوح بیمار ہو گئی ہے اس لئے میں حاضر نہیں ہو سکتی۔ تم جلدی جا کر کسی اور کو تلاش کر لو۔ کیونکہ بخدا میرا ہاتھ کام کا نہیں رہا۔ یہ تو بلانے والے کو جواب دیا اور اپنے دل میں کہا کہ معصیت حد سے بڑھ گئی ہے اب ایسا نہیں کرنا چاہئے اور نہ میں ایسا کر سکتا ہوں کیونکہ وہ خوف اور انقباض دل کیسے جا سکتا ہے جو کہ میں اس جرم کی بدولت جھیل چکا ہوں۔ ایک دفعہ تو مر چکا تھا۔ اب دوبارہ زندہ ہوا ہوں۔ پس میں موت کی تلخی چکھ چکا ہوں۔ اب میں اپنے کو معرض ہلاک میں نہ ڈالوں گا۔ نیز میں نے خدا سے سچی توبہ کی ہے۔ اب تا دم مرگ اسے نہ توڑوں گا۔ کیونکہ اس مصیبت کے بعد کوئی گدھا ہو گا جو خطرہ کی طرف قدم اٹھائے۔ آدمی تو ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد مولانا اس گدھے کا قصہ بیان فرماتے ہیں جو ایک مرتبہ مصیبت میں مبتلا ہو کر دوبارہ پھر اسی مصیبت میں مبتلا ہوا تھا۔

حکایت در بیان آں کسے کہ توبہ کند و پشیمان شود و باز آں پشیمانیہا را فراموش کند و آزمودہ را باز آزماید در خسارت ابد درافتد کہ من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ و چوں توبہٗ او را ثباتے و قوتے و حلاوتے و قبولے و مددے بدو

نرسد چوں درخت بے بیخ ہر روز زردتر و خشک تر نعوذ باللہ من ذٰلک اس بیان میں حکایت کہ کوئی شخص توبہ کرے اور شرمندہ ہو اور پھر ان شرمندگیوں کو بھلا دے اور آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمائے اور مستقل ٹوٹے میں مبتلا ہو جائے کیونکہ جس شخص نے آزمائے ہوئے کو آزمایا اس کو ندامت ہوئی اور جب اس کی توبہ کا ٹکاؤ اور قوت اور شیرینی اور قبولیت اور مدد اس کو حاصل نہ ہو تو وہ بغیر جڑ کے درخت کی طرح ہے جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہو رہا ہے ہم اس بات سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں

گازرے بود و مر اورا یک خرے	پشت ریش اشکم تہی تن لاغرے
ایک دھوبی تھا جس کا ایک گدھا تھا	زخمی کمر' خالی پیٹ' کمزور جسم
درمیان سنگلاخ بے گیاہ	روز تا شب بینواء و بے پناہ
بغیر گھاس کی پتھریلی زمین میں	شب و روز بے سروسامان اور بے پناہ
بہر خوردن غیر آب آنجا نبود	روز و شب بد خرد راں کور و کبود
وہاں کھانے کے لئے پانی کے سوا نہ تھا	گدھا وہاں دن رات اندھا اور تاریک (چشم) تھا
آں حوالی نیستان و بیشہ بود	شیرے بود آنجا کہ صیدش پیشہ بود
اطراف میں بنسلی اور جنگل تھا	وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا
شیر را با پیل نر جنگ او فتاد	خستہ شد آں شیر و ماند از اصطیاد
شیر کی نر ہاتھی سے لڑائی ہوئی	وہ شیر زخمی ہو گیا اور شکار کرنے سے عاجز ہو گیا
مدتے واماند زاں ضعف از شکار	بینوا ماندند دد از چاشت خوار
ایک عرصہ تک کمزوری کی وجہ سے شکار سے عاجز رہا	درندے ناشتہ سے محروم ہو گئے
زانکہ باقی خوار شیر ایشاں بدند	شیر چوں رنجور شد تنگ آمدند
کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے	جب شیر بیمار ہو گیا' وہ پریشان ہو گئے
شیر یک روباہ را فرمود رو	مر خرے را بہر من صیاد شو
شیر نے ایک لومڑی سے کہا' جا	میرے لئے گدھے کی شکاری بن
گر خرے یابی بگرد مرغزار	رو فسونش خواں فریبانش بیار
اگر تو جنگل کے اطراف میں گدھا پائے	جا اس پر منتر پڑھ اس کو فریب لے آ

یا خرے یا گاؤ بہر من بجو	زاں فسونہائے کہ میدانی بگو
یا گدھا یا بیل میرے لئے تلاش کر	جو منتر جو جانتی ہے وہ پڑھ
چوں بیابم قوتے از لحم خر	پس بگیرم بعد ازاں صید دگر
جب میں گدھے کے گوشت سے طاقت پکڑ لوں گا	اس کے بعد میں دوسرا شکار کروں گا
اند کے من میخورم باقی شما	من سبب باشم شمارا در نوا
میں تھوڑا سا کھالوں گا، باقی تم	میں توشہ میں تمہارے لئے سبب بن جاؤں گا
از فسون و از سخنہائے خوشش	نرم گرداں زود تر اینجا کشش
اس کو منتر اور اچھی باتوں سے	نرم کر، جلد یہاں لے آ

شرح حبیبی

ایک دھوبی تھااور اس کے پاس ایک گدھا تھا۔ جس کی کمر زخمی اور پیٹ خالی اور جسم دبلا تھااور ایک پتھریلی زمین میں رہتا تھا جس میں گھاس نہ تھا وہ وہاں رات دن بے گھاس اور بے پناہ رہتا تھا کیونکہ کھانے کے لئے وہاں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ لہذا وہ گدھا وہاں رات دن مبتلائے مصیبت رہتا تھااور صحرا ایک نیستان اور بن کے قریب تھا۔ جہاں کہ ایک شیر رہتا تھا جس کا کام شکار تھا۔ اتفاقاً اس شیر کی ہاتھی سے لڑائی ہوگئی اس میں شیر زخمی ہوگیا اور شکار کرنے سے عاجز ہوگیا اور ایک عرصہ تک ضعف کے سبب شکار سے عاجز رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اور درندے بھی غذا سے محتاج ہوگئے کیونکہ وہ سب شیر کا بچا کھچا کھانے والے تھے۔ پس جبکہ شیر بیمار ہوگیا تو وہ بھی تنگ ہوگئے آخر شیر نے لومڑی سے کہا کہ تو جا اور میرے لئے کسی گدھے کو شکار کر کے لائے اگر اس مرغ زار کے آس پاس سے کوئی گدھا مل جائے تو اس سے باتیں بنا کے اور اسے دھوکہ دے کے یہاں لے آ۔ خواہ گدھا ہو یا گائے۔ جو کچھ بھی ملے تو میرے لئے ڈھونڈ۔ اور جو تجھے باتیں بنانی آتی ہیں تو اس سے بنا اور اسے دھوکہ دے کے یہاں لے آ۔ جب میں گدھے وغیرہ کے گوشت سے کسی قدر طاقت حاصل کرلوں گا اس میں سے کچھ میں کھالوں گا اور جو بچے گا وہ تمہارا ہوگا۔ اس طرح میں تمہارے سامان خورش کا سبب بن جاؤں گا۔ پس تو اپنے افسوں اور اچھی باتوں سے اسے نرم کر کے جلدی سے یہاں لے آ۔ آگے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

تشبیہ کردن قطب کہ عارف واصل ست درا جرائے دادن خلق از قوت رحمت و مغفرت برمراتبے کہ حقش الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و باقی خوار وے اند برمراتب قرب ایشاں بشیر نہ قرب مکانی بلکہ از قرب صفتی و تفاصیل ایں بسیار ست واللہ الہادی

قطب عارف واصل (بحق) کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی ان مراتب کے اعتبار سے روزی دینے کی تشبیہ بیان کرنا جو اللہ نے اس کو الہام کیا ہے اور شیر سے مثال دینا کیونکہ وہ اس کے روزی خوار اور بچا

کھچا کھانے والے ہیں شیر سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کے اعتبار سے اور اس کی بہت تفاصیل ہیں اور خدا ہدایت کرنے والا ہے

قطب شیر و صید کردن کار او	باقیاں ایں خلق باقی خوار او
قطب شیر ہے اور شکار کرنا اس کا کام ہے	باقی یہ مخلوق اس کا بچا ہوا کھانے والی ہے
تا توانی در رضائے قطب کوش	تا قوی گردد کند صید وحوش
تجھ سے جب تک ہو سکے قطب کو راضی رکھنے کی کوشش کر	تا کہ وہ قوی ہو جائے اور وحشی جانوروں کا شکار کر سکے
چوں بر نجد بینوا مانند خلق	کز کف عقلست جملہ رزق خلق
جب وہ رنجیدہ ہو جائے گا مخلوق بے سروسامان رہ جائے گی	کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے ہاتھوں سے ہے
زانکہ وجد خلق باقی خورد اوست	ایں نگہدار دل تو صید جوست
کیونکہ مخلوق کی روزی اس کا پس خوردہ ہے	اگر تیرا دل شکاری ہے، تو اس کا خیال رکھ
او چو عقل و خلق چوں اعضائے تن	بستۂ عقل ست تدبیر بدن
وہ عقل کی طرح اور مخلوق جسم کے اعضاء کی طرح ہے	جسم کی تدبیر، عقل سے وابستہ ہے
ضعف قطب از تن بود از روح نے	ضعف در کشتی بود در نوحؑ نے
قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے، نہ کہ روح کی	کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ کہ نوحؑ میں
قطب آں باشد کہ گرد خود تند	گردش افلاک گرد او بود
قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے گرد گھومتا ہے	آسمانوں کی گردش اس کے گرد ہوتی ہے
یاریے دہ در مرمت کشتیش	گر غلام خاص و بندہ گشتیش
اس کی کشتی کی مرمت میں مدد کر	اگر تو اس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے
یاریت در تو فزاید نے درو	گفت حق ان تنصروا اللہ ینصر
تیری مدد تجھ میں اضافہ کرے گی نہ کہ اس میں	اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ مدد کرے گا
ہمچو روبہ صید گیر و کن فدیش	تا عوض گیری ہزاراں صید بیش
لومڑی کی طرح شکار کر اور اس پر قربان ہو جا	تا کہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار بدلے میں حاصل کر لے
روبہانہ باشد آں صید مرید	مردہ گیرد صید کفتار مرید
مرید کا شکار لومڑی کی طرح کا ہوتا ہے	سرکش بجو مردے کا شکار کرتا ہے

مردہ پیش او کشی زندہ شود	چرک در پالیز رویندہ شود
تو اس کے سامنے مردہ لے جائے گا وہ زندہ ہو جائے گا	کھاد فالیز میں اگانے والا بن جاتا ہے

شرح حبیبی

قطب شیر ہے اور اس کا کام شکار کرنا ہے اور باقی لوگ اس کا بچا ہوا کھانے والے ہیں یعنی قطب حقائق و معارف کو حق سبحانہ سے حاصل کرتا اور دوسروں پر افاضہ کرتا ہے۔ پس تم سے جہاں تک ہو سکے قطب کو خوش رکھو اور ان کی مالی خدمت کرتے رہو تا کہ وہ قوی ہو جائے اور وحوش معارف وحقائق کا شکار کرے اور اس میں سے تمہیں بھیدے اس کی قوت کی اس لئے ضرورت ہے کہ جب وہ ضعیف و بیمار ہوتا ہے اور طاعات جسمانیہ پر قادر نہیں ہوتا تو مخلوق ان فیوض و برکات سے محروم ہو جاتے ہیں جبکہ وہ بذریعہ طاعات جسمانیہ کے حاصل کر کے مخلوق کو ان سے مستفیض کرتا کیونکہ وہ بمنزلہ عقل کے ہے اور مخلوق بمنزلہ حلق کے اور حلق کو جس قدر غذا ملتی ہے وہ بتوسط عقل کے ملتی ہے۔ پس مخلوق کو جس قدر غذائے روحانی ملتی ہے وہ بتوسط قطب ملتی ہے اور بصورت ضعف قطب اس کے اکتساب سے عاجز ہے اس لئے مخلوق کا حرمان لازم ہے کیونکہ مخلوق کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کا پس ماندہ تھا۔

اور صورت مذکورہ میں اس کو وہ غذائے خاص حاصل ہی نہیں ہوئی تو مخلوق کو کیا ہے۔ پس اگر تمہارا دل صید معارف کا شائق ہے تو اس نکتہ کا لحاظ رکھو۔ اور شیخ کی خوب خدمت کرو تا کہ وہ کمزور نہ ہونے پائے اور پوری قوت کے ساتھ طاعات جسمانیہ میں مصروف ہو کر خوب غذائے معارف حاصل کرے اور مخلوق کو اس سے بہرہ مند کرے اسی لئے کہ وہ بمنزلہ عقل کے ہے اور مخلوق بمنزلہ اعضائے جسمانیہ کے اور تدبیر و تربیت اعضاء عقل سے وابستہ ہے۔ لہذا عقل کی صحت ضروری ہے۔

ہم نے جو کہا تھا کہ قطب کو راضی کرو اور اس کی خوب خدمت کرو تا کہ وہ قوی ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ قطب ضعیف بھی ہو جاتا ہے۔ پس تم سمجھو کہ اس کا ضعف صرف جسمانی ہوتا ہے نہ کہ روحانی اور ضعف اس کی کشتی تن میں آتا ہے نہ کہ نوح روح میں۔ کیونکہ قطب تو وہ ہوتا ہے جو اپنا مدار خود ہو اور افلاک اس کے گرد گھومتے ہیں۔ پس جو عالم کا محتاج الیہ ہو وہ کیونکر ضعیف اور محتاج تقویت ہوگا۔ ہاں اس کی کشتی تن میں ضعف اور شکستگی آ سکتی ہے پس تم اگر اس کے غلام خاص ہو تو اس کو کشتی تن کی اصلاح میں مدد دو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم شیخ کو نفع پہنچا رہے ہیں کیونکہ اس خدمت میں خود تمہارا فائدہ ہے نہ کہ اس کا۔ کیونکہ اس کی اعانت حق سبحانہ کی اعانت ہے اور حق سبحانہ کی اعانت میں حق سبحانہ کا کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ خود تمہارا فائدہ ہے کہ حق سبحانہ تمہاری اعانت کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **ان تنصروا الله ینصرکم**

پس حاصل یہ ہے کہ تم شکار کرو اور کماؤ اور شیخ پر قربان کر دو۔ اس کے معاوضہ میں تم کو ہزاروں صید معارف ملیں۔ یاد رکھو۔ کہ مرید خاص کی کمائی شیخ کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ اس لومڑی کا شکار شیر کے لئے۔ اس لئے اس کی کمائی دنیا نہیں ہوتی۔ جس کو حدیث میں جیفہ اور مردار کہا گیا ہے برخلاف اس کے جو شخص اپنے نفس کے لئے کماتا ہے اس کی مثال ہنڈار کی سی ہے اور اس کی کمائی دنیا اور مردار ہے۔ لیکن اگر تم نے اپنے ہی نفس کے لئے کمایا تھا اور اب تم اس سے شیخ کی خدمت کرو تو گو وہ اول مردار یعنی دنیا تھا مگر اب وہ زندہ یعنی دین ہو جائے گا اور اس کی

مثال ایسی ہوگئی جیسے کہ کھیت میں کھاد ڈالا جائے اور وہاں وہ نبات بن جائے اور کھانے کے قابل بن جائے۔

فائدہ:۔قال مجدد الملة والدین افاض اللہ علینا من برکاتہ فی تقریر المقام قولہ تاتوانی دررضائے قطب کوش الخ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خود اس پر معارف کا فیضان تمہاری ارضا اور خدمت پر موقوف ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فیضان للافاضۃ علیک موقوف ہے اس پر۔ راز اس میں یہ ہے کہ وہ راضی ہو کر تمہارے افاضہ کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور اس توجہ و جوش کے وقت عادۃ اللہ یہ ہے کہ اس پر خاص اسرار نفع خلق کے لئے فائض ہوتے ہیں۔ بخلاف خلوت کے کہ اس وقت اکثر فیضان خود اس کے انتفاع کے لئے فائض ہوتے ہیں۔ اس لئے آگے فرماتے ہیں۔ مادیت ورتو خزاید نے دردالخ انتھیٰ لفظہ الشریف)

جواب گفتن روباہ شیر را

لومڑی کا شیر کو جواب دینا

گفت روبہ شیر را خدمت کنم	حیلہا سازم ز عقلش بر کنم
لومڑی نے شیر سے کہا، میں خدمت بجا لاؤں گی	تدبیریں کروں گی اس کو عقل سے بیگانہ کر دوں گی
حیلہ و افسوں گری کار من ست	کار من دستاں و از راہ بردنست
حیلہ اور منتر پڑھنا میرا پیشہ ہے	میرا پیشہ مکر اور دھوکا دینا ہے
از سرکہ جانب جو میشتافت	یک خر مسکین لاغر را بیافت
پہاڑ پر سے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی	ایک کمزور مسکین گدھے کو پا لیا
پس سلامے گرم کرد و پیش رفت	پیش آں سادہ دلے درویش رفت
گرم جوشی سے سلام کیا اور سامنے آ گئی	اس سیدھے اور غریب کے سامنے آ گئی
گفت چونی اندریں صحرائے خشک	درمیان سنگلاخ و جائے خشک
بولی، اس خشک میدان میں آپ کیسے ہیں؟	پتھریلی زمین اور خشک جگہ میں
گفت خر گر در غمم ور در ارم	قسمتم حق کرد و من زاں شاکرم
گدھے نے کہا، میں خواہ غم میں ہوں یا جنت میں	اللہ نے میرا حصہ بنایا ہے میں اس پر شکر گزار ہوں
شکر گویم دوست را در خیر و شر	زانکہ ہست اندر قضا از بد بتر
اچھائی اور برائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں	کیونکہ حکم خداوندی میں برے سے بھی زیادہ برا ہے
چونکہ قسام او ست کفر آمد گلہ	صبر باید صبر مفتاح الصلہ
جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے، تو شکوہ کفر ہے	صبر کرنا چاہئے صبر عطیہ کی کنجی ہے

باز گفت الصبر مفتاح الفرج	صابراں را کے رسد جور و حرج
پھر اس نے کہا صبر کشادگی کی کنجی ہے	صبر کرنے والوں کو سختی اور تنگی کب آئی ہے؟
راضیم من قسمت قسام را	کہ خداوندست خاص و عام را
میں تقسیم کرنے والے کی تقسیم پر راضی ہوں	کیونکہ وہ خاص و عام کا آقا ہے
بہرہ ور از نعمت او خاص و عام	میرساند روزی وحش و ہوام
اس کی نعمت سے خاص و عام فائدہ اٹھاتے ہیں	وہ وحشی جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے
مرغ و ماہی قسمت خود میخورند	مور و مار از نعمت او می چرند
پرند اور مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں	چیونٹیاں اور سانپ اس کی نعمت کھاتے ہیں
خوان او سر تا سر عالم گرفت	برسر خوانش خلائق در شگفت
اس کے دستر خوان نے پورے عالم کو گھیر لیا ہے	مخلوق اس کے دستر خوان پر تعجب میں ہے
می خورند و ہیچ کم ناید ازاں	کیست بے روزی بگواندر جہاں
وہ کھا رہے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے	بتا' دنیا میں بے روزی کون ہے؟
باش راضی گر توئی دل زندۂ	کو رساند روزی ہر بندۂ
اگر تو زندہ دل ہے' راضی رہ	وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے
غیر حق جملہ عدوند اوست دوست	با عدو از دوست شکوہ کے نکوست
اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ دوست ہے	دشمن سے دوست کا شکوہ' کب بھلا ہے؟
شکر کن تا نایدت از بدتر	ورنہ مانی ناگہاں در گل چو خر
شکر ادا کرتا رہ' تاکہ تجھے بد سے بدتر نہ ملے	ورنہ تو کیچڑ کے گدھے کی طرح رہ جائے گا
تادہد دو غم نخواہم انگبیں	زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں
جب تک وہ مجھے چھاچ پلائے گا میں شہد نہ مانگوں گا	کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے
گنج بے مار و گل بے خار نیست	شادی بے غم دریں بازار نیست
خزانہ بغیر سانپ کے اور پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہے	بغیر غم کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے
یک حکایت یاد دارم از پدر	در نصیحت گفت روزے کاے پسر
مجھے باوا کی ایک کہانی یاد ہے	اس نے ایک روز نصیحت میں کہا اے بیٹا!

حکایت دیدن خرسقائے بانوائے اسپان تازی رادرآخر خاص وتمنابردن آں دولت را‘ درموعظۂ آنکہ تمنانباید بردن الابمغفرت وعنایت کہ اگرچہ صدگوں رنجے بودچوں لذت مغفرت بودہمہ شیریں شودباقی ہردولتے کہ آں رانا آزمودہ تمنامیبری باآں رنجے قرین ست کہ آں رانمی بینی چنانکہ ازہردامے دانہ پیداشودوفخ پنہاں تودریں یک دام ماندہ وتمنامیبری کہ کاشکے باآں دانہارفتمے‘ پنداری کہ آں دانہابیدام است

سقے کے گدھے کا‘ خاص اصطبل میں سازوسامان کے ساتھ عربی گھوڑوں کودیکھنے کی حکایت اوراس دولت کی تمنا کرنا اس نصیحت کے بارے میں کہ سوائے مغفرت اور مہربانی کے تمنا نہ کرنی چاہئے‘ خواہ سینکڑوں تکالیف ہوں جب مغفرت کی لذت حاصل ہوجائے گی وہ (تکالیف) سب شیریں ہوجائیں گی بقیہ ہردولت کی بغیرآزمائے تو تمنا کرے تواس کے ساتھ کوئی تکلیف ہوگی جس کوتونہیں دیکھ رہا ہے جیسا کہ ہرجال کادانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اورجال پنہاں ہوتا ہے تواس جال میں رہتے ہوئے تمنا کرتا ہے کاش کہ اس دانے تک پہنچ جاتا توخیال کرتا ہے کہ وہ دانے بغیرجال کے ہیں

بود سقائے مر او را یک خرے	گشتہ از محنت دوتا چوں چنبرے
ایک سقہ کا ایک گدھا تھا	مشقت کی وجہ سے حلقہ کی طرح دہرا ہو گیا تھا
پشتش از بارگراں دہ جائے ریش	عاشق و جویائے روز مرگ خویش
بھاری بوجھ کی وجہ سے اس کی کمر دس جگہ سے زخمی تھی	وہ اپنی موت کے دن کا جویاں اور عاشق تھا
جو کجا از کاہ خشک او سیر نے	در عقب زخمے و سیخ آہنے
جو کہاں؟ وہ خشک گھاس سے بھی پیٹ بھرا نہ تھا	پیچھے زخم اور لوہے کی سیخ
میر آخر دید او را رحم کرد	کاشنائے صاحب خربود مرد
اصطبل کے داروغہ نے اس کو دیکھا‘ رحم کیا	کیونکہ وہ گدھے کے مالک کا شناسا تھا
پس سلامش کرد و پرسیدش ز حال	کز چہ ایں خر گشت دوتا ہمچو دال
اس کو سلام کیا اور اس سے حال پوچھا	کہ یہ گدھا دال کی طرح کیوں دہرا ہو گیا؟
گفت از درویشی و تقصیر من	کہ نمی یابد جو ایں بستہ دہن
اس نے کہا میری مفلسی اور کوتاہی سے	کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے ہیں
گفت بسپارش بمن تو روز چند	تا شود در آخر شہ زور مند
اس نے کہا اس کو چند دن کے لئے میرے سپرد کر دے	تاکہ شاہی اصطبل میں طاقتور بن جائے

خر بدو بسپرد و از زحمت برست	درمیان آخر سلطانش بست
اس نے گدھا اس کے سپرد کر دیا اور زحمت سے چھوٹ گیا	اس نے اس کو شاہی اصطبل میں باندھ دیا
خر زہر سو مرکب تازی بدید	بانوا و فربہ و خوب و جدید
گدھے نے ہر جانب عربی گھوڑے دیکھے	با سروسامان اور موٹے اور عمدہ اور نئے
زیر پاشاں روفتہ و آبے زدہ	کہ بوقت و جو بہنگام آمدہ
ان کے پاؤں کی زمین جھاڑ دی ہوئی اور پانی چھڑکی ہوئی	گھاس اور جو بروقت حاضر
خارش و مالش مراسپاں را بدید	پوز بالا کرد کاے رب مجید
گھوڑوں کی مالش اور کھریرا دیکھا	اس نے منہ اوپر اٹھایا کہ اے بزرگ پروردگار!
نہ کہ مخلوق توام گیرم خرم	از چہ زار و پشت ریش و لاغرم
کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں مانا کہ میں گدھا ہوں	میں کس وجہ سے عاجز اور زخمی کمر اور لاغر ہوں
شب ز درد پشت و از جوع شکم	آرزو مندم بمردن دمبدم
رات کو کمر کے درد اور پیٹ کی بھوک سے	لحہ بہ لحہ میں مرنے کا آرزو مند ہوں
حال ایں اسپاں چنیں خوش بانوا	من چہ مخصوصم بتعذیب و بلا
ان گھوڑوں کی ایسے ساز و سامان کے ساتھ عمدہ حالت	میں عذاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟
ناگہاں آوازۂ پیکار شد	تازیاں را وقت زین و کار شد
اچانک جنگ کا اعلان ہو گیا	عربی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آ گیا
زخمہائے تیر خوردند از عدو	رفت پیکانہا در ایشاں سو بسو
انہوں نے دشمنوں کے تیروں کے زخم کھائے	جگہ جگہ ان میں تیر گھس گئے
از غزا باز آمدند آں تازیاں	اندر آخر جملہ افتادہ ستاں
وہ عربی گھوڑے جنگ سے لوٹے	اصطبل میں سب چت پڑے ہوئے تھے
پایہا شان بستہ محکم بانوار	نعلبنداں ایستادہ در قطار
نوار سے ان کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے	نعلبند لائن میں کھڑے تھے
می شگافیدند تنہا شاں بہ نیش	تابروں آرند پیکا نہاز ریش
انہوں نے نشتر سے ان کے بدنوں میں چیرا دیا	تاکہ زخم سے تیر باہر نکالیں

چوں خرآں را دید میگفت اے خدا	من بفقر و عافیت دادم رضا
جب گدھے نے انہیں دیکھا کہہ رہا تھا اے خدا!	میں نے مفلسی اور آرام پر رضامندی دی
زاں نوا بیزارم وزیں زخم زشت	ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت
میں اس سرو سامان سے اور اس بڑے زخم سے بیزار ہوں	جس نے عافیت چاہی اس نے دنیا چھوڑ دی

شرح حبیبی

لومڑی نے شیر سے کہا کہ میں حضور کی خدمت کروں گی اور میں ایسی تدبیریں کروں گی کہ شکار کو احمق بنا دوں گی۔ چالاکی اور منتر پھونکنا تو میرا خاص کام ہے کیونکہ میرا کام ہی فریب دینا اور بے راہ کرنا ہے۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گئی۔ وہ پہاڑ پر سے ندی کی طرف جا رہی تھی کہ ایک بے چارہ گدھا راہ میں اسے مل گیا اس نے اسے نہایت تپاک سے سلام کیا اور آگے بڑھ کر اس احمق فقیر کے پاس گئی۔ وہاں جا کر اس نے کہا کہ آپ اس خشک جنگل میں پتھریلی زمین اور خشک مقام میں کیوں رہتے ہیں۔ گدھے نے جواب دیا کہ میں مصیبت میں ہوں یا راحت میں۔ جس حال میں بھی ہوں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ میرا یہ حصہ اسی نے مقرر کیا ہے۔ اور میں اس دوست کا بھلائی برائی ہر دو حالت میں شکر ادا کرتا ہوں۔ بھلائی میں شکر کرنا تو ظاہر ہے برائی میں شکر اس سے کرتا ہوں کہ تقدیر الٰہی میں بری حالت سے بھی زیادہ میری حالت ہے پس میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے زیادہ برائی سے بچا لیا اور چونکہ تقسیم کرنے والا وہ ہے اس لئے میں گلہ نہیں کرتا کیونکہ خدا کی شکایت کفر ہے۔ بلکہ شکر کرتا ہوں اور صبر بھی جانتے ہیں کیونکہ صبر انعام خداوندی کا ذریعہ ہے یہ جواب اس نے لومڑی کو دیا اور یہ بھی کہا کہ صبر فراخی کا ذریعہ ہے اس لئے میں صبر کرتا ہوں کیونکہ صابروں کو تکلیف اور تنگی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کا صبر تکلیف کو کالعدم کر دیتا ہے۔

الغرض میں قسام ازل کی تقسیم پر راضی ہوں کیونکہ وہ عوام وخواص سب کا مالک ہے اور سب کی خبر لیتا ہے اس کے انعام سے عوام وخواص سب متمتع ہیں اور وہ وحوش اور کیڑوں سے مکوڑوں تک کو روزی دیتا ہے۔ ہوا میں پرندے اور پانی میں مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں اور چیونٹی اور سانپ تک اس کی نعمت کھاتے ہیں اس کا خوان عالم کے اس سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا ہے اور اس خواں پر مخلوق بیٹھی ہوئی متعجب ہے کیونکہ وہ اس میں سے کھاتے ہیں اور اس میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی۔ اب مولانا مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں کہ تم بتلاؤ کہ۔ جہاں میں کون ہے جسے رزق نہیں ملتا۔ لامحالہ تم یہی کہو گے کہ کوئی نہیں تو جب حق سبحانہ ایسے منعم اور ایسے محسن ہیں کہ ہر کسی کو لامحالہ رزق پہنچاتے ہیں تو اگر تم زندہ ولی ہو تو تم کو خوش رہنا چاہئے کیونکہ وہ ہر بندے کو روزی پہنچاتا ہے لہٰذا تم کو بھی پہنچائے گا اور ہرگز شکایت نہ کرنی چاہئے کیونکہ جس سے تم شکایت کرو گے وغیر خدا ہوگا اور غیر خدا دشمن ہے۔ پس یہ شکایت ہوگی دوست کی دشمن سے اور دوست کی شکایت دشمن سے کب اچھی بات ہے اور جو حالت بھی ہو اس پر تم کو شاکر رہنا چاہئے تاکہ اس سے زیادہ برائی تم کو لاحق نہ ہو۔ ورنہ تم مصیبت میں یوں پھنس کر رہ جاؤ گے جیسے گدھا دلدل میں۔

اس مضمون کو ختم کر کے گدھے کے بیان کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گدھے نے کہا کہ میری تو یہ حالت ہے کہ جب تک مجھے چھاچھ (قوت لایموت) ملے میں شہد (عمدہ غذا) نہیں مانگتا۔ اس لئے کہ ہر نعمت کے ساتھ ایک مصیبت ہوتی ہے اور جس طرح کوئی خزانہ بے سانپ کے اور کوئی گل بے خار کے نہیں ہے یوں ہی دنیا میں کوئی خوشی بے غم کے نہیں ہے۔ پس میرا نعمت کی خواہش کرنا تمنا ہے اس مصیبت کی جو اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس کے متعلق مجھ سے اپنے باپ کی ایک حکایت ہے سنو۔ انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا ایک سقہ تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا وہ گدھا تکلیف کے سبب حلقہ کی طرح ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ اور بھاری بوجھ کے سبب اس کی کمر متعدد مقامات سے زخمی تھی اور وہ مصیبت کے سبب اپنی موت کے دن کا عاشق اور اس کا طالب تھا۔ اسے قوت کہاں نصیب تھی۔ گھاس بھی پیٹ بھر کر نہ ملتا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ آر کے کوچوں سے پیٹھ زخمی ہو رہی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر داروغہ اصطبل نے اس پر رحم کیا کیونکہ وہ گدھے والے کا دوست تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک روز داروغہ مذکور سقے کے پاس آیا اور سلام کیا اور حالت دریافت کی اور کہا کہ یہ گدھا حرف دال کی طرح خمیدہ کیوں ہو رہا ہے اس نے جواب دیا کہ میری مفلسی اور کمی معاش کے سبب کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے اس نے کہا کہ اچھا چند روز کے لئے تم اسے میرے حوالہ کر دو تا کہ یہ شاہی اصطبل میں رہ کر قوی ہو جائے۔ اس نے گدھا اس کے حوالے کر دیا۔ اور خود مصیبت سے چھوٹ گیا داروغہ نے اسے لے جا کر شاہی اصطبل میں باندھ دیا۔ گدھے نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ہر طرف عربی گھوڑے کھڑے ہیں جو کہ باسامان اور موٹے تازے اور عمدہ اور نئے ہیں ان کا تھان صاف اور چھڑکاؤ کیا ہوا ہے اور وقت پر گھاس ملتا ہے اور وقت پر جو آتے ہیں نیز اس نے دیکھا کہ گھوڑوں کے کھرا کیا جاتا ہے اور ان کا ملا دلا جاتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا کہ اے اللہ رب مجید مانا کہ میں گدھا ہوں مگر کیا تیری مخلوق نہیں ہوں۔ پھر کیا بات ہے کہ میں مصیبت زدہ ہوں اور میری کمر زخمی ہے اور دبلا ہوں اور رات کو پیٹھ کی تکلیف اور پیٹ کی بھوک سے ہر دم مرنے کا متمنی ہوں۔ مگر گھوڑوں کی جگہ ایسی اچھی اور باسامان ہے۔ پس میں اس عذاب اور مصیبت کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا ہوں اس کے بعد دفعۃً اعلان جنگ ہو گیا اور گھوڑوں پر زین کسنے اور ان سے کام لینے کا وقت آ گیا اور وہ دشمن کے مقابلہ پر بھیج دیے گئے وہاں انہوں نے دشمن کے ہاتھ سے تیر کھائے اور ان کے جسموں میں ہر طرف پیکانیں گھس گئیں۔ آخر کار وہ جنگ سے واپس آئے اور اصطبل میں ان کو چت لٹایا گیا اور ان کے پاؤں نوار سے مضبوط باندھے گئے اور نعلبند قطار در قطار کھڑے ہوئے۔ ان کے جسموں کو نشتر سے چیرتے تھے تا کہ ان کے زخموں سے پیکانیں نکالیں۔ جب گدھے نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ اے اللہ میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں اور انہیں ساز و سامان اور زخم سے برائت ظاہر کرتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جو شخص عافیت چاہئے اس کو چاہئے کہ دنیا کو چھوڑ دے اور تلذذات و نعمات کے پیچھے نہ پڑے۔

فائدہ:۔ ہر کہ خواہد عافیت مولانا کا مقولہ ہے جو بطور انتقال کے ہے۔ واللہ اعلم)

جواب گفتن روباہ خررا

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ جستن رزق حلال	فرض باشد از برائے امتثال
لومڑی نے کہا' حلال رزق کا تلاش کرنا	حکم بجا لانے کے لئے فرض ہوتا ہے
عالم اسباب و رزقے بے سبب	می نیاید پس مہم باشد طلب
یہ عالم اسباب ہے اور بغیر سبب کے رزق	حاصل نہیں ہوتا ہے' تو طلب کرنا ضروری ہے
واتبغوا من فضل اللہ است امر	تانباید غصب کردن ہمچو نمر
''اور اللہ کا فضل طلب کرو'' حکم ہے	تاکہ چیتے کی طرح چھیننا نہ پڑے
گفت پیغمبر کہ بر رزق ای فتیٰ	در فروبست ست و بردر قفلہا
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے نوجوان! رزق کا	دروازہ بند ہے اور دروازے پر تالے ہیں
جنبش و آمد شد ما واکتساب	ہست مفتاحی بران قفل و حجاب
ہماری حرکت اور آنا جانا اور کمانا	اس تالے اور پردے کی کنجی ہے
بے کلید ایں در کشادن راہ نیست	بے طلب ناں سنت اللہ نیست
بغیر کنجی کے اس دروازے کے کھلنے کی راہ نہیں ہے	بغیر جستجو کے روٹی اللہ کی سنت نہیں ہے
گر تو بنشینی بچاہے اندروں	رزق کے آید برت اے ذوفنوں
اگر تو کنویں میں جا بیٹھے	تیرے پاس رزق کب آئے گا؟ اے صاحب تدابیر!

شرح حبیبی

لومڑی نے جواب دیا کہ روزی حلال کا تلاش کرنا اطاعت امر خداوندی کے لئے فرض ہے۔ نیز عالم اسباب ہے اور رزق بے سبب کے حاصل ہو جائے ہو نہیں سکتا۔ لہذا طلب ضروری ہے اسی لئے حق سبحانہ کا حکم ہے کہ **وابتغوا من فضل اللہ** جس کے معنی ہیں روزی تلاش کرو۔ پس تم کو روزی تلاش کرنا چاہئے اور چیتے کی طرح دوسروں کے مال پر خواہ مخواہ قبضہ کرنا نہیں چاہئے۔

دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رزق کا دروازہ بند ہے اور اس پر قفل لگے ہوئے ہیں اور ہماری حرکت اور دوڑ دھوپ۔ اور ہمارا کسب اس قفل کی کنجی ہے جس سے وہ کھلتا ہے اور بدوں طلب کے روزی ملنا خدا کی عادت نہیں ہے۔ دیکھو اگر تم ایک کنوئیں میں بیٹھ جاؤ تو رزق تمہارے پاس کہاں سے آجائے گا۔ پس ان امور پر نظر کر کے تم کو رزق طلب کرنا چاہئے۔

جواب گفتن آں خر روباہ را

اس گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت از ضعف توکل باشد آں	ورنہ بدہد ناں کسے کو داد جاں
اس نے کہا توکل کی کمزوری سے یہ ہوتا ہے	ورنہ وہ روٹی (بھی) دیتا ہے جس نے جان دی ہے
ہر کہ جوید بادشاہی و ظفر	کم نیاید لقمۂ ناں اے پسر
جو شخص شاہی اور کامیابی چاہتا ہے	اے بیٹا! (پہلے بھی) اس کے لئے روٹی کا لقمہ کم نہیں ہوتا ہے
دام و دد جملہ شدہ اکال رزق	نے پئے کسب اندو نے حمال رزق
چرندے اور درندے سب رزق کھانے والے ہیں	نہ وہ کمائی کے درپے ہیں نہ رزق کو لادنے والے ہیں
جملہ را رزاق روزی می دہد	قسمت ہر یک بہ پیشش می نہد
سب کو رزق دینے والا روزی دیتا ہے	ہر ایک کا حصہ اس کے سامنے رکھ دیتا ہے
رزق آید پیش ہر کہ صبر جست	رنج و کوششہا ز بے صبری تست
جس نے صبر اختیار کیا رزق اس کے سامنے آ جاتا ہے	محنت اور کوششیں، تیری بے صبری کی وجہ سے ہیں

شرح حبیبی

اس کے جواب میں گدھے نے کہا کہ یہ باتیں توکل کی کمزوری کے سبب ہیں ورنہ جو بے طلب جان دیتا ہے وہ ہی بے طلب روٹی بھی دے گا۔ پس ہم کو توکل کو قوی کرنا چاہئے اور روٹی کی فکر میں نہ پڑنا چاہئے کیونکہ توکل اعلیٰ ہے اور جستجوئے رزق ادنیٰ۔ طلب اعلیٰ کی ہونی چاہئے ادنیٰ خود مل جاتی ہے۔ مثلاً جو کوئی سلطنت اور فتح کا طالب ہو گا۔ روٹی اسے خواہ مخواہ مل جائے گی۔ پس ہم کو پست ہمت کیوں بننا چاہئے اور سلطنت کیوں نہ طلب کرنی چاہئے۔

دیکھو چرندے درندے سب اپنی اپنی روزی کھاتے ہیں حالانکہ نہ وہ کسب کے درپے ہیں اور نہ روٹی پلے باندھے پھرتے ہیں۔ پس خدا سب کو روزی دیتا ہے اور جس قدر اس کے لئے مقدر ہے اتنا اس کے سامنے رکھتا ہے اور جو شخص صبر اختیار کرتا ہے اس کو روٹی ضرور ملتی ہے۔ پس زحمت کسب اور رزق کے لئے کوششیں یہ سب تمہاری بے صبری کا نتیجہ ہیں۔

جواب گفتن روباہ خر را کہ من راضیم بہ قسمت خود

لومڑی کا گدھے کی اس بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصہ پر راضی ہوں

گفت روبہ آں توکل نادر ست	کم کسے اندر توکل ماہر ست
لومڑی نے کہا، یہ توکل نایاب ہے	بہت کم ہیں، جو توکل میں ماہر ہیں

گرد نادر گشتن از نادانی ست	ہر کسے را کے رہ سلطان ست
نایاب کا چکر لگانا نادانی ہے	ہر شخص کو شاہی کرنے کا راستہ کب میسر ہے؟
چوں قناعت را پیغمبرؐ گنج گفت	ہر کسے را کے رسد گنج نہفت
جب کہ قناعت کو پیغمبرؐ نے خزانہ کہا ہے	ہر شخص کو چھپا ہوا خزانہ کب ملتا ہے؟
حد خود بشناس و برِبالا مپر	تا نیفتی در نشیب شور و شر
اپنا رتبہ پہچان اور اونچا نہ اڑ	تاکہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گرے
جہد کن و اندر طلب سعیے نما	چوں نداری در توکل صبر ہا
محنت کر اور طلب میں کوشش کر	جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

شرح حبیبی

لومڑی نے کہا کہ جو حقیقی توکل ہے وہ شاذ و نادر ہے اور بہت کم لوگ ہیں جو توکل کے ماہر ہیں۔ پس جبکہ توکل بہت کم یاب ہے تو اس کا متلاشی ہونا حماقت ہے کیونکہ ہر کسی کو بادشاہی نہیں ملتی اور چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کو خزانہ فرمایا ہے اس لئے یہ خود دلیل ہے اس کی کمیابی کی۔ کیونکہ مخفی خزانہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔ پس تم کو اپنے مرتبہ پر رہنا چاہئے اور زیادہ بلند پروازی نہ کرنی چاہئے۔ تاکہ تم شور و شر کے گڑھے میں نہ گرو۔ اور چونکہ تم توکل کی حالت میں صبر نہیں کر سکتے جس کی اس میں ضرورت ہے لہذا تم کو کوشش کرنی چاہئے اور طلب رزق میں سرگرم ہونا چاہئے۔

باز جواب گفتن خر روباہ را

گدھے کا دوبارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خر معکوس میگوئی بداں	شور و شر از طمع آید سوئے جاں
گدھے نے کہا سمجھ لے تونے الٹی بات کہہ دی ہے	جان کی جانب شور و شر لالچ سے آتا ہے
از قناعت ہیچ کس بے جاں نشد	از حریصی ہیچکس سلطاں نشد
قناعت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے	لالچ کرنے سے کوئی شخص بادشاہ نہیں بنا ہے
ناں ز خوکان و سگاں نبود دریغ	کسب مردم نیست ایں باران و میغ
رزق سوروں اور کتوں سے (بھی) رکا ہوا نہیں ہے	بارش اور ابر انسانوں کی کمائی نہیں ہے
آنچنانکہ عاشقی بر رزق زار	ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوار
جس طرح تو رزق کا عاشق زار ہے	رزق بھی رزق کھانے والے کا عاشق ہے

گر تو نشتابی بیاید بر درت	ورتو بشتابی دہد درد سرت
اگر تو نہ دوڑے گا وہ تیرے در پر آئے گا	اگر تو دوڑے گا وہ تیرے سر میں درد کر دے گا

درتقریر معنی توکل وحکایت آں زاہد کہ توکل راامتحان میکرد وازاسباب منقطع شدواز شہر بیرون آمدواز شوارع ورہگذر خلق دور شدوپس بن کوہے مہجور درغایت گرسنگی سر بر سنگے نہاد و باخود گفت توکل کردم بر سبب سازی ورزاقی تو' وازاسباب منقطع شدم تا بہ بینم سببیت توکل را

توکل کے معنی کی تقریر اور اس زاہد کا قصہ جو توکل کا امتحان کرتا تھا اور اسباب سے جدا ہو گیا تھا اور شہر سے باہر آ گیا تھا اور راستوں اور لوگوں کی رہگزر سے دور ہو گیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جڑ کے نیچے انتہائی بھوک کی حالت میں ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ (اے خدا) میں نے تیری سبب سازی اور رزاقی پر توکل کیا ہے اور اسباب سے علیحدہ ہو گیا ہوں تا کہ میں توکل کے سبب بنجانے کو دیکھوں

آں یکے زاہد شنید از مصطفیؐ	کہ یقیں آید بجاں رزق از خدا
ایک زاہد نے مصطفیؐ (کی جانب) سے سنا	کہ جان کو رزق یقینا پہنچتا ہے
گر بخواہی ور نخواہی رزق تو	پیش تو آید دواں از عشق تو
خواہ تو چاہے' یا نہ چاہے' تیرا رزق	تیرے عشق میں دوڑتا ہوا تیرے سامنے آ جاتا ہے
از برائے امتحاں آں مرد رفت	در بیاباں نزد کوہے خفت تفت
امتحان کے لئے وہ شخص روانہ ہوا	جنگل میں پہاڑ کے پاس' جلد جا سویا
کہ بہ بینم رزق مے آید بمن	تاقوی گردد مرا در رزق ظن
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے؟	تا کہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہو جائے
کاروانے راہ گم کرد و کشید	سوئے کوہ آں ممتحن را خفتہ دید
ایک قافلہ نے راستہ گم کر دیا اور آ گیا	پہاڑ کی جانب' اس آزمائش کرنے والے کو سوتا دیکھا
گفت ایں مرد ایں طرف چونست عور	در بیاباں از رہ و از شہر دور
بولا یہ شخص اس طرف اکیلا کیوں ہے؟	جنگل میں' راستہ اور شہر سے دور
اے عجب مردہ است یا زندہ کہ او	می نترسد ہیچ از گرگ و عدو
تعجب ہے' یہ مردہ ہے یا زندہ کہ وہ	بھیڑیئے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے
آمدند و دست بروے میزدند	قاصداً چیزے نگفت آں ارجمند
وہ آئے اور ہاتھ اس پر دھرا	اس نیک بخت نے جان کر کچھ نہ کہا

هم نجنبید و نجنبانید سر | وانکرد از امتحاں ہیچ او بصر
ہلا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا | آزمانے کے لئے اس نے بالکل آنکھ نہ کھولی

پس بگفتند ایں ضعیف بے مراد | از مجاعت سکتہ اندر اوفتاد
پھر انہوں نے کہا' یہ بے مراد کمزور | بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے

ناں بیاور دند و در دیگے طعام | تابریزندش بحلقوم و بکام
وہ روٹی اور دیگچی میں کھانا لائے | تاکہ اس کے حلق اور تالوے میں ڈال دیں

پس بقاصد مرد دنداں سخت کرد | تا ببیند صدق آں میعاد مرد
تو (اس) شخص نے جان بوجھ کر دانت بند کر لئے | تاکہ وہ شخص وعدہ کی سچائی دیکھ لے

رحم شاں آمد کہ ایں بس بینواست | وز مجاعت ہالک مرگ و فناست
ان کو رحم آیا کہ بہت بے سروسامان ہے | اور بھوک سے موت اورفنا میں تباہ ہے

کارد آوردند و قوم اشتافتند | بستہ دندانہاش را بشگافتند
وہ چھری لائے اور لوگ دوڑ پڑے | انہوں نے اس کے بند دانتوں کو کھولا

ریختند اندر دہانش شوربا | می فشردند اندر و نان پارہا
انہوں نے شوربا اس کے منہ میں ڈالا | اس کے اندر انہوں نے روٹی کے ٹکڑے ملے تھے

گفت اے دل گرچہ خودتن میزنی | راز میدانی و نازے می کنی
اس نے کہا اے دل! اگرچہ تو خاموش ہے | تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے

گفت دل دانم بقاصد می کنم | رازق اللہ ست برجان و تنم
دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصداً کر رہا ہوں | میری جان اور جسم کا رزق دینے والا اللہ ہے

امتحاں زیں بیشتر خود چوں بود | رزق سوئے صابراں خوش میرود
اس سے زیادہ کیا آزمائش ہو گی؟ | صابروں کی جانب رزق اچھی طرح آتا ہے

تابدانی وز توکل نگذری | حرص آوردن چہ باشد از خری
تاکہ تو سمجھ لے اور توکل سے درگزر نہ کرے | حرص کرنا کیا ہوتا ہے؟ گدھے پن سے ہے

بعد ازاں بکشاد آں مسکیں دہن | گفت کردم امتحان رزق من
اس کے بعد اس مسکین نے منہ کھول دیا | کہا میں نے رزق کا امتحان کر لیا

هستِ حق و نیست در وے ہیچ ریب	ہر چہ گفتست آں رسولِ پاک جیب
برحق ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے	جو کچھ اس پاک دل رسولؐ نے فرمایا

شرح حبیبی

گدھے نے کہا کہ دیکھ تو الٹی گفتگو کر رہی ہے کہ قناعت کو موجب وقوع در فتنہ وفساد کہہ رہی ہے کیونکہ فتنہ و فساد طمع سے آدمی کو لاحق ہوتے ہیں نہ کہ قناعت سے اور تو جو مجھے ترک قناعت و اختیار حرص کے ترغیب دیتے ہیں اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ قناعت سے کوئی شخص مرتا نہیں اور محض حرص کے بدوں اعانت تقدیر الٰہی کوئی شخص بادشاہ نہیں ہوا۔ ایسی حالت میں قناعت کو کیوں چھوڑا جائے۔ اور حرص کو کیوں اختیار کیا جائے۔ روٹی تو سوروں اور کتوں کو بھی ملتی ہے پھر اس کے لئے دوڑ دھوپ کیوں کی جائے۔ اور بالفرض طلب رزق کے لئے کوشش بھی کی جائے تو اس میں بھی آخر میں توکل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مبادی رزق غیر اختیاری ہیں مثلاً بارش اور ابر میں بندوں کے کسب کو کچھ دخل نہیں تو جبکہ کسب کا مآل بھی توکل ہی ہے تو کسب کیوں گوارا کی جائے ابتداء ہی سے توکل کیوں نہ کرلیا جائے۔ جو ہمارے لئے رزق کا سامان کرتا ہے وہ پہنچا بھی دے گا۔

یادرکھو جس طرح تم رزق پر عاشق ہو یونہی رزق ہی تم پر عاشق ہے۔ پس اگر تم اس کی طرف نہ دوڑو گے۔ تو وہ تمہاری طرف خود دوڑے گا اگر تم اس کی طرف دوڑو گے تو وہ تمہیں پریشان کرے گا کیونکہ اس حالت میں وہ مطلوب ہے۔

عشق رزق کے ثبوت کے لئے ہم ایک واقعہ تم سے بیان کرتے ہیں سنو کسی زاہد نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حق سبحانہ کی جانب سے رزق جاندار کو یقیناً پہنچتا ہے۔ پس خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔ تمہارا رزق تمہارے عشق سے ضرور تمہارے پاس آئے گا یہ سن کر وہ شخص آزمائش کے لئے چل دیا اور جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جا کر لیٹ رہا۔ بدیں خیال کہ دیکھوں میرا رزق میرے پاس بھی آتا ہے تاکہ اگر وہ مجھے مل جائے تو میرا عقیدہ اور پختہ ہو جائے۔ اتفاق سے ایک قافلہ راستہ بھول گیا اور پہاڑ پر پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر آزمائش کرنے والے کو سوتا پایا۔ اس وقت اس نے کہا کہ یہ آدمی یہاں جنگل میں؟ راستہ اور شہر سے دور بے سروسامان کیوں پڑا ہے۔ نہیں معلوم کہ یہ مردہ ہے یا زندہ۔ اگر زندہ ہے تو تعجب ہے کہ وہ بھیڑیئے اور دشمن سے بھی نہیں ڈرتا۔ یہ خیال کر کے وہ لوگ آئے اور اسے ٹٹولنا شروع کیا اس نے قصداً کچھ نہ کہا۔ اور خاموش رہا نہ اس نے حرکت کی اور نہ سر ہلایا اور آزمائش کے سبب اس نے آنکھ بھی نہ کھولی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ زندہ تو ہے مگر حرکت نہیں کرتا تو انہوں نے کہا کہ یہ بے مراد ناتواں بھوک کے سبب بے حس وحرکت ہو گیا ہے۔ یہ خیال کر کے وہ ایک دیگچی میں کھانا لائے تاکہ اس کے حلق میں ٹپکا دیں۔

یہ حالت دیکھ کر اس نے قصداً دانت بھینچ لئے تاکہ اس وعدہ کی سچائی اس پر پورے طور پر روشن ہو جائے اس سے ان کو اور بھی رحم آیا اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ بیچارہ بہت ہی ناتواں ہے اور بھوک کے سبب لب دم ہے۔ پس وہ لوگ دوڑ کر چھری لائے اور اس کے بند دانتوں کو کھولا۔ اور اس کے منہ میں شوربا ٹپکا دیا اور روٹی کے ٹکڑے اس میں ٹھونس دیئے یہ حالت دیکھ کر اس نے اپنے دل سے کہا کہ اے دل اب کیوں خاموش ہے تو راز جانتا ہے اور ناز کرتا ہے تجھے ایسا نہ

چاہئے دل نے کہا کہ جی ہاں میں جانتا ہوں مگر قصداً ایسا کرتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ خدا مجھے روزی پہنچا رہا ہے۔

اب تم سمجھو کہ اس سے زیادہ امتحان کیا ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صابروں کے پاس رزق خود آتا ہے۔ یہ قصہ ہم نے اس لئے بیان کیا ہے کہ تم سمجھو اور توکل کو نہ چھوڑو کیونکہ ایسے واقعات کے ہوتے ہوئے روٹی کے لئے حرص کرنا محض بے معنی ہے۔ خیر اس کے بعد اس نے منہ کھولا اور کہا کہ میں نہ بھوکا ہوں نہ کمزور۔ میں نے اپنے رزق کا امتحان کیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ جو کچھ اس پاکدامن رسول نے کہا تھا بالکل سچ ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے۔

باز جواب گفتن روباہ خر را و تحریض کردن او خر را بکسب

لومڑی کا پھر گدھے کو جواب دینا اور اس کو کمائی کی رغبت دلانا

گفت روبہ ایں حکایت را بہل	دستہا در کسب زن جہد المقل
لومڑی نے کہا اس قصہ کو چھوڑ	غریبانہ کوشش سے کمائی کے لئے ہاتھ چلا
دست دادستت خدا کارے بکن	مکسبے کن یاری یارے بکن
خدا نے ہاتھ دیئے ہیں کچھ کام کر	کمائی کر دوست کی مدد کر
ہر کسے در مکسبے پا می نہد	یاری یاران دیگر میکند
جو شخص کمائی میں قدم دھرتا ہے	دوسرے دوستوں کی مدد کرتا ہے
زانکہ جملہ کسب ناید از یکے	ہم در و گر ہم سقا ہم حائکے
اس لئے کہ سارے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے ہیں	بڑھئی بھی ہو سقا بھی بننے والا بھی
چوں بانبازیست عالم برقرار	ہر کسے کارے گزیند ز افتقار
دنیا شرکت سے قائم ہے	ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے
طبلخواری درمیانہ شرط نیست	راہ سنت کار و مکسب کردنیست
لوگوں میں پیٹو پن مناسب نہیں ہے	سنت کا راستہ کام اور کمائی کرنا ہے

جواب گفتن خر روباہ را کہ توکل بہترین کسبہاست کہ ہر کسے محتاج ست بتوکل کہ اے خدا ایں کار مرا راست دار و دعا متضمن توکل ست و توکل کسبے ست کہ ہیچ کسبے دیگر محتاج نیست

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا کہ توکل بہترین کمائی ہے کیونکہ ہر شخص توکل کا محتاج ہے کہ اے خدا میرے اس کام کو سیدھا رکھ اور دعا توکل پر مشتمل ہے اور توکل وہ کمائی ہے جو کسی دوسری کمائی کی محتاج نہیں ہے

گفت من بہ از توکل بر ربے	می ندانم در دو عالم مکسبے
اس نے کہا میں خدا پر توکل سے بہتر	دونوں جہان میں کوئی کمائی بہتر نہیں جانتا ہوں

کسب شکرش را نمی دانم ندید	تا کشد شکر خدا رزق مزید
اس کا شکریہ ادا کرنے کی کمائی کی میں کوئی نظیر نہیں جانتا ہوں	حتیٰ کہ اللہ کا شکر مزید رزق کو کھینچ لاتا ہے
خود توکل بہترین کسبہاست	زانکہ در ہر کسب دستت بر خداست
خود توکل بہترین کمائیوں میں سے ہے	کیونکہ ہر کمائی میں تو خدا کی جانب ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے
کاے خدا کار مرا تو راست آر	ویں دعا ہست از توکل در سرار
کہ اے خدا! تو میرے کام کو درست کر دے	دراصل یہ دعا توکل ہی ہے سمجھ لے
در توکل ہیچ نبود احتیاج	فارغی از نقص ریع و از خراج
توکل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے	تو پیداوار اور آمدنی کے گھٹاؤ سے فارغ ہے
بحث شاں بسیار شد اندر خطاب	ماندہ گشتند از سوال و از جواب
بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی	وہ سوال اور جواب سے تھک گئے

جواب گفتن روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

بعد ازاں گفتش کہ اندر مہلکہ	نہی لاتلقوا بایدی تہلکہ
اس کے بعد اس نے اس سے کہا کہ ہلاکت میں ڈالنے کے بارے میں	"اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" کی نہی (وارد ہوئی) ہے
صبر در صحرائے خشک و سنگلاخ	احمقی باشد جہان حق فراخ
خشک اور پتھریلے جنگل میں صبر کرنا	حماقت ہے اللہ کی دنیا وسیع ہے
نقل کن زیں جا بسوئے مرغزار	می چرآنجا سبزہ گرد جوئبار
اس جگہ سے سبزہ زار میں منتقل ہو جا	وہاں چشمے کے کنارے پر سبزہ چر
مرغزار سبز مانند جناں	سبزہ رستہ اندر آنجا تا میاں
جنتوں کی طرح کا سبزہ زار	وہاں کمر تک سبزہ اگا ہوا ہے
خرم آں حیواں کہ او آنجا رود	اشتر اندر سبزہ ناپیدا شود
وہ جانور خوش نصیب ہے جو وہاں چلا جائے	(اس) سبزہ میں اونٹ چھپ جاتا ہے
ہر طرف در وے یکے چشمہ رواں	اندر و حیوان مرفہ در اماں
اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے	وہاں حیوان امن میں خوش عیش ہے

از خری او رانمیگفت اے لعیں	چوں از آنجائی چرا زاری چنیں
گدھے پن سے اس کو نہیں کہتا تھا کہ اے ملعون!	جبکہ تو اس جگہ کی ہے' ایسی کمزور کیوں ہے؟
کو نشاط فربہی و فر تو	چیست ایں لاغر تن مضطر تو
تیری شان و شوکت اور مٹاپے کی خوشی کہاں ہے؟	تیرا پریشان اور کمزور جسم کیوں ہے؟
شرح روضہ گر دروغ وزور نیست	پس چرا چشمت ازاں مخمور نیست
اگر باغیچہ کی تفصیل جھوٹ اور فریب نہیں ہے	تو تیری آنکھیں اس سے مست کیوں نہیں ہیں؟
ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی	از گدائی تست نزبگر بگی
یہ بھکاری پن اور ندیدہ پن	بھکاری ہونے کی وجہ سے ہے' نہ کہ سرداری سے
چوں ز چشمہ آمدی چونی تو خشک	گرتو ناف آہوئی کو بوئے مشک
جبکہ تو چشمہ پر سے آئی ہے تو خشک کیوں ہے؟	اگر تو ہرن کا نافہ ہے' تو مشک کی خوشبو کہاں ہے؟
گر تو می آئی ز گلزار جناں	دستۂ گل کو برائے ارمغاں
اگر تو جنتوں کے باغیچے سے آ رہی ہے	تحفہ کے لئے گلدستہ کہاں ہے؟
زانچہ میگوئی و شرحش میکنی	چوں نشانے در تو نامد اے سنی
تو جو کچھ کہہ رہی ہے اور اس کی تفصیل کر رہی ہے	اے بھلی! تجھ میں اس کی کوئی نشانی کیوں نہیں ہے؟

شرح حبیبی

لومڑی نے گدھے کی گفتگو سن کر جواب دیا کہ اس حکایت کو چھوڑنا چاہئے۔ اور گو تھوڑا ہی سہی مگر جس قدر بھی قدرت ہے کسب کرنا چاہئے۔ خدا نے ہاتھ دیئے ہیں سو اسی لئے کہ کام کرو اور کسب کر کے اپنے ابنائے جنس کی مدد کرو۔ دیکھو ہر کوئی ایک جداگانہ کام کرتا ہے اور اپنے دوسرے ابناں جنس کی مدد کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے کیونکہ تمام کام ایک شخص نہیں کر سکتا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بڑھئی ہی ہو جائے اور سقا بھی اور جولاہا بھی وغیرہ وغیرہ اور چونکہ عالم مشارکت فی الکسب اور ایک دوسرے کی اعانت سے قائم ہے۔ لہذا ہر کوئی ایک جداگانہ کام اور پیشہ اختیار کرتا ہے۔ مثلاً کوئی بڑھئی کا پیشہ کرتا ہے کوئی لوہار کا وغیرہ وغیرہ۔ ایسی حالت میں تم کو بیٹھے بٹھائے کھانا مناسب نہیں ہے۔ پس تم کو کوئی نہ کوئی کام ضرور کرنا چاہئے کیونکہ طریق سنت کام کرنا اور کمانا ہے۔

شرح حبیبی

لومڑی کے جواب میں گدھے نے کہا کہ توکل خود ایک کسب ہے اور میں اس سے بہتر دنیا میں کوئی کسب نہیں

دیکھتا کیونکہ کسب کا حاصل اختیار طریق رزق ہے۔ اور توکل خود بھی حصول روزی کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لئے یہ بھی ایک کسب ہے اور چونکہ اس میں براہ راست استعانت من اللہ ہے اور دیگر مکاسب میں بواسطہ اس لئے یہ ان سے بڑھ کر ہی ہے دوسری بات یہ ہے کہ میں تمام جھگڑوں سے فارغ ہو کر طاعت حق میں مصروف ہوں جو کہ اس کا شکر ہے۔ پس میں بحالت توکل کسب شکر میں مصروف ہوں اور اس کے برابر کوئی کسب نہیں سمجھتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بحکم لئن شکرتم لازیدنکم میرا شکر خدا بہت سا رزق میرے پاس لائے گا۔ اچھا اس کو بھی جانے دیجئے۔ اب میں کہتا ہوں کہ تمام مکاسب میں سب سے بڑھ کر اور سب سے بہتر توکل ہے کیونکہ ہر کسب میں تم خدا کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو اور کہتے ہو کہ اے اللہ تو میرے کام کو درست کر دے اور دعا حقیقت میں توکل ہے۔ پس ہر کام کا مدار توکل پر ہوا۔ پس جبکہ ہر کام کا مدار توکل ہی پر ہے تو میں کام کر کے توکل کیوں کروں اور اس لئے ہاتھ سے ناک کیوں نہ کروں بلکہ براہ راست ہی توکل کیوں نہ کروں بالخصوص کہ توکل میں کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور نہ اس میں کمی پیداوار کی فکر ہے۔ اور نہ ادائیگی خراج کی۔ الغرض ان کی بہت کچھ بحث ہوئی۔ حتیٰ کہ سوال و جواب سے تھک گئے۔

شرح حبیبی

جبکہ بہت کچھ بحث ہو چکی اور ہر دو فریق تھک گئے تو اس کے بعد لومڑی نے آخری تقریر کی اور کہا کہ ہلاکت کے باب میں تم حق سبحانہ کی ممانعت اور ارشاد لاتلقوا باید یکم الی التهلكة پر غور کرو۔ اور سمجھو کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے۔ پس اس خشک جنگل اور پتھریلی زمین میں صبر کرنا جو کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے سخت حماقت ہوگا۔ خدا کی زمین وسیع ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس قدر وسعت کے ہوتے ہوئے اس مقام پر اپنے کو محبوس کر دیا جائے۔ تم کو یہاں سے فلاں سبزہ زار میں چلنا چاہئے اور وہاں ندی کے کنارے سبزہ چرنا چاہئے وہ سرسبز سبزہ زار ہے جو کہ جنت کے مشابہ ہے اور وہاں کمر کمر تک سبزہ اگا ہوا ہے۔ بڑی خوشی ہے اس جانور کے لئے جو وہاں جائے کیونکہ وہاں سبزہ میں اونٹ گم ہو جاتا ہے۔ اس قدر کثرت ہے اور ہر طرف چشمے جاری ہیں غرضکہ وہاں جانور خوشحال اور تکالیف سے بالکل مامون ہوتا ہے یہاں تک لومڑی کی گفتگو ختم ہوئی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گدھے نے اپنے گدھے پن سے اس سے یہ نہ کہا کہ مردود جب تو ایسے سبزہ زار میں رہتی ہے تو پھر تو اس قدر تباہ حال کیوں ہے۔ تیری فربہی کی نشاط اور تیری شان و شوکت کہاں ہے اور یہ ڈگمگاتا ہوا جسم لاغر کیوں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ تو اس چمنستان کے حالات بیان کرتی ہے۔ سب جھوٹ اور فریب ہیں کیونکہ اگر باغ کی یہ تفصیل واقعی ہے اور جھوٹ اور فریب نہیں ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تیری آنکھوں میں اس کا نشہ کیوں نہیں ہے یہ گداچشمی اور ندیدہ پن۔ تو مفلسی ہی سے ہوسکتا ہے نہ کہ ریاست و امارت سے پس میں پوچھتا ہوں کہ جب تو چشمہ میں سے آئی ہے تو سوکھی کیوں ہے اور اگر تو نافہ ہے تو بتا بوئے مشک کہاں ہے اور اگر تو باغ جنت سے آئی ہے تو تحفہ کے لئے تیرے پاس گلدستہ کہاں ہے۔ غرضکہ جس سبزہ زار کی تو حالت بیان کرتی اور جس کی تو شرح کرتی ہے اس کے آثار تیرے اندر کیوں نہیں ہیں۔ کسی نے اونٹ سے کہا تھا کہ اے مبارک قدم تو کہاں سے آ رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تمہاری گلی کے گرم حمام سے۔ اس نے سن کر کہا کہ بجا ارشاد ہے خود آپ کے گھٹنے ہی کہہ رہے ہیں کہ آپ حمام سے آ رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تو جھوٹا ہے اور تیرا حال تیرے قال کو جھٹلا رہا ہے۔

مثل آوردن اشتر در بیان آنکہ در مخبر دولتے فرو اثر آں چوں نہ بینی جائے متہم داشتن باشد کہ او مقلد ست دراں

اونٹ کی مثال لانا اس بارے میں کہ اقبال مندی کی بات کرنے والے میں اس کی شان وشوکت اور اثر اگر تو نہ دیکھے تو تہمت لگانے کا موقع ہوگا کہ وہ اس بارے میں مقلد ہے

آں یکے میگفت اشتر را کہ ہے	از کجا می آئی اے اقبال پئے
ایک نے اونٹ سے کہا کہ ہاں	اے مبارک قدم! تو کہاں سے آ رہا ہے؟
گفت از حمام گرم کوئے تو	گفت خود پیداست از زانوئے تو
اس نے کہا، تیری گلی کے گرم حمام میں سے	اس نے کہا، کہ تیری ران سے خود ظاہر ہے
مار موسیٰؑ دید فرعون عنود	مہلتے میخواست نرمی می نمود
سرکش فرعون نے (حضرت) موسیٰؑ کا سانپ دیکھا	مہلت چاہنے لگا اور نرمی برتتا تھا
زیرکاں گفتند بائیستے کہ ایں	تندتر گشتی چو ہست او رب دیں
عقلمندوں نے کہا، چاہئے تھا کہ یہ	زیادہ برہم ہو جاتا اگر مذہب کا خدا ہے
معجزہ گر اژدہا گر مار بد	نخوت و خشم خدائیش چہ شد
معجزہ خواہ اژدھا یا سانپ تھا	اس کا خدائی غصہ اور تکبر کہاں گیا؟
رب اعلیٰ گر ویست اندر جلوس	بہر یک کرمے چہ ست ایں چاپلوس
اگر وہ تخت پر بلند خدا ہے	تو ایک کیڑے کی وجہ سے یہ خوشامد کیسی ہے؟
نفس تو تا مست نقلست و نبید	دانکہ روحت خوشۂ غیبی ندید
تیرا نفس جب تک چبینے اور شراب کا مست ہے	سمجھ لے کہ تیری روح نے غیبی خوشہ نہیں دیکھا ہے
کہ علامات ست زاں دیدار نور	التجا فی منک عن دار الغرور
کیونکہ اس نور کے دیدار کی علامتیں ہیں	دھوکے کے جہان سے تیرا بچاؤ
مرغ چوں بر آب شورے می تند	آب شیریں را ندید ست او مدد
پرند جب کھاری پانی کا چکر لگائے	اس نے میٹھے پانی کی مدد نہیں دیکھی ہے
بلکہ تقلید ست آں ایمان او	روئے ایماں را ندیدہ جان او
بلکہ اس کا وہ ایمان نقلی ہے	اس کی جان نے ایمان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے

پس خطر باشد مقلد را عظیم	از رہ و رہزن ز شیطان رجیم
لہذا مقلد کے لئے بڑا خطرہ ہے	راستہ اور ڈاکو کا ملعون شیطان کی جانب سے
چوں بہ بیند نور حق ایمن شود	ز اضطرابات شک او ساکن شود
جب وہ اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھ لیتا ہے مطمئن ہو جاتا ہے	وہ شک کی پریشانیوں سے سکون پا لیتا ہے
تا کف دریا نیاید سوئے خاک	کاصل او آمدؔ بود در اصطکاک
جب تک دریا کا جھاگ زمین پر نہیں آ جاتا	جو اس کی اصل ہے وہ اضطراب میں رہتا ہے
خاکی ست آں کف غریب ست اندر آب	در غریبی چارہ نبود ز اضطراب
وہ جھاگ خاکی ہے پانی میں بے وطن ہے	بے وطنی میں، اضطراب سے چھٹکارا نہیں ہے
چونکہ چشمش باز شد آں نقش خواند	دیو را بروے دگر دستے نماند
جب اس کی آنکھ کھلی، اس نے وہ نقش پڑھ لیا	شیطان کا پھر اس پر قابو نہ رہا
گرچہ بار و باہ خر اسرار گفت	سرسری گفت و مقلد وار گفت
اگرچہ گدھے نے لومڑی کو اسرار سنائے	سرسری (طور پر) کہے اور مقلدانہ کہے
آب را بستود او تائق نبود	رخ درید و جامہؔ او عاشق نبود
اس نے پانی کی تعریف کی مشتاق نہ تھا	منہ نوچا اور کپڑے پھاڑے عاشق نہ تھا
از منافق عذر رد آمد نہ خوب	زانکہ در لب بود آں نے در قلوب
منافق کا عذر مردود ہے بھلا نہیں ہے	کیونکہ وہ لبوں پر ہے، دلوں میں نہیں ہے
بوی سیبش ہست و جزوے سیب نے	بو در او جز از پئے آسیب نے
اس میں سیب کی خوشبو ہے اور سیب کا جزو نہیں ہے	اس میں خوشبو ستانے کے سوا نہیں ہے
حملہ زن درمیان کار زار	نشکند صف بلکہ گردد کار زار
میدان جنگ میں عورت کا حملہ	صف شکن نہیں ہے بلکہ کام بگڑ جاتا ہے
گرچہ می بینی چو شیر اندر صفش	تیغ بگرفتہ ہمی لرزد کفش
اگر تو اس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے	اس نے تلوار پکڑ لی ہے (لیکن) اس کا ہاتھ لرز رہا ہے
وای آنکہ عقل او مادہ بود	نفس زشتش نر و آمادہ بود
اس پر افسوس ہے جس کی عقل، مادہ ہو	اس کا برا نفس نر اور آمادہ ہو

لاجرم مغلوب باشد عقل او	جز سوی خسراں نباشد نقل او
لامحالہ اس کی عقل مغلوب ہو گئی	ٹوٹے کے سوا اس کی منتقلی نہ ہو گی
حملۂ مادہ بصورت ہم جریست	آفت او ہم چو آں خراز خریست
مادہ کا حملہ دیکھنے میں ہی بہادرانہ ہے	اس کی مصیبت بھی اس گدھے کی طرح گدھے پن سے ہے
وصف حیوانی بود بر زن فزوں	زانکہ سوئے رنگ و بو دارد رکوں
عورت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے	کیونکہ اس کا میلان رنگ اور بو کی طرف ہوتا ہے
اے خنک آنکس کہ عقلش نر بود	نفس زشتش مادۂ و مضطر بود
وہ شخص قابل مبارکباد ہے جس کی عقل نر ہو	اس کا برا نفس مادہ اور بے چین ہو
عقل جزویش نر و غالب بود	نفس انثیٰ را خرد سالب بود
اس کی جزوی عقل نر اور غالب	مادہ نفس کو عقل سلب کرنے والی ہوتی ہے
رنگ و بوی سبزہ زار آں خر شنید	جملہ حجتہا ز طبع او رمید
اس گدھے نے سبزہ زار کے رنگ و بو کو سونگھا	اس کی طبیعت میں سے ساری دلیلیں بھاگ گئیں
تشنہ محتاج مطر شد و ابر نے	نفس را جوع البقر بد صبر نے
پیاسا بارش کا محتاج ہوگیا اور ابر نہیں ہے	نفس کو انتہائی بھوک تھی، صبر نہ تھا
اس پر آہن بود صبر اے پدر	حق نوشتہ بر سپر جاء الظفر
اے باوا! صبر لوہے کی ڈھال ہوتی ہے	اللہ (تعالیٰ) نے ڈھال پر لکھ دیا ہے "فتح ہوئی"
صد دلیل آرد مقلد در بیاں	از قیاسے گوید آں را نز عیاں
مقلد سو دلیلیں بیان کرتا ہے	وہ قیاس سے بتاتا ہے، نہ کہ مشاہدہ سے
مشک آلودست اما مشک نیست	بوی مشکستش ولے جز پشک نیست
مشک آلودہ ہے، لیکن مشک نہیں ہے	اس میں مشک کی بو ہے لیکن مینگنی کے سوا کچھ نہیں ہے
تا کہ پشکے مشک گردد اے مرید	سالہا باید دراں روضہ چرید
اے مرید! تاکہ مینگنی مشک بنے	سالوں اس باغیچہ میں چرنا چاہئے
کہ نباید خورد جو ہمچو خراں	آہوانہ درختن چر ارغواں
گدھوں کی طرح جو نہ کھانے چاہئیں	ہرنوں کی طرح ختن میں گل بابونہ چر

جز قرنفل یاسمن یا گل مچر	رو بصحرائے ختن باآں نفر
لونگ یا چنبیلی یا گلاب کے سوا نہ چر	ان لوگوں کے ساتھ ختن کے جنگل میں چلا جا
معدہ راخوکن بداں ریحان وگل	تابیابی حکمت و قوت رسل
اس ریحان اور گلاب کا معدہ کو عادی بنا لے	تاکہ تو رسولوں کی روزی اورحکمت حاصل کر لے
خوی معدہ زیں کہ و جو باز کن	خوردن ریحان و گل آغاز کن
اس گھاس اور جو سے معدے کی عادت چھڑا	ریحان اور گلاب کھانا شروع کر دے
معدۂ تن سوئ کہداں میکشد	معدۂ دل سوئ ریحاں میکشد
جسم کا معدۂ چر کی طرف لے جاتا ہے	دل کا معدۂ ریحان کی طرف کھینچتا ہے
ہرکہ کاہ و جو خورد قرباں شود	ہر کہ نور حق خورد قرآں شود
جو گھاس اور جو کھاتا ہے ذبح ہو جاتا ہے	جو اللہ کا نور کھاتا ہے قرآن بن جاتا ہے
نیم تو مشک ست نیمی پشک ہیں	ہیں میفزا پشک افزا مشک چیں
خبردار! تیرا آدھا مشک (اور) آدھا مینگنی ہے	خبردار! مینگنی نہ بڑھا چین کا مشک بڑھا
آں مقلد صد دلیل و صد بیاں	در زباں آرد ندارد ہیچ جاں
وہ مقلد سو دلیلیں اور سو بیان	زبان پر لاتا ہے' کوئی جان نہیں رکھتا ہے
جان او خالی ازاں گفتار او	کلہ اش بے مغز زاں اسرار او
اس کی جان اس کی گفتگو سے خالی ہے	اسکے اسرار سے اس کا دماغ بے مغز ہے
چونکہ گوینده ندارد جان و فر	گفت او را کے بود برگ و ثمر
چونکہ کہنے والا جان اور شان و شوکت نہیں رکھتا ہے	اس کی گفتگو میں پھل اور پتے کب ہونگے؟
میکند گستاخ مردم را براہ	او بجاں لرزاں ترست از برگ کاہ
وہ انسانوں کو راستہ (چلنے) میں دلیر بناتا ہے	وہ گھاس کے پتے سے زیادہ جان سے لرزنے والا ہے
پس حدیثش گرچہ بس بافر بود	در حدیثش لرزہ ہم مضمر بود
اس کی بات اگرچہ بہت شان و شوکت والی ہو	(لیکن) اس کی بات میں کپکپاہٹ پوشیدہ ہو گی

فرق میان دعوت شیخ کامل واصل ومیان سخن ناقصان فاضل کہ فضل تحصیلی برخود بستہ اند

کامل شیخ واصل (بحق) کی دعوت اور ان ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو فضل کے مدعی ہیں اور جنہوں نے دوسروں سے فضل لے کر اپنے آپ سے وابستہ کرلیا ہے

شیخ نورانی ذرہ آگہ کند	باسخن ہم نور را ہمرہ کند
نورانی شیخ راہ (حق) سے آگاہ کرتا ہے	بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے
جہد کن تا مست و نورانی شوی	تا حدیثت را شود نورش روی
تو کوشش کر تاکہ مست اور صاحب نور بن جائے	تاکہ اس کا نور تیری بات کے ساتھ ہو
ہرچہ درد و شاب جوشیدہ شود	در عقیدہ طعم دو شابش شود
جو چیز انگور کے شیرے میں جوش دیدی جائے	عقیدہ میں اس کا مزہ انگور کے شیرے کا ہو جاتا ہے
از جزر وز سیب و بہ وز گردگاں	لذت دو شاب یابی تو ازاں
گاجر اور سیب اور بہی اور اخروٹ	تو ان میں انگور کے شیرے کا مزہ پائے گا
علم اندر نور چوں فرغودہ شد	پس ز علمت نور یابد قوم لد
علم جب نور سے گھل مل گیا	تو تیرے علم سے سرکش قوم نور حاصل کرتی ہے
ہرچہ گوئی باشد آں ہم نورناک	کاسماں ہرگز نبارد غیر پاک
تو جو کچھ کہے وہ بھی نورانی ہو گا	کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں برساتا ہے
آسماں شو ابر شو باراں ببار	ناوداں بارش کند نبود بکار
آسمان بن جا، ابر بن جا، بارش برسا	پرنالہ بارش برساتا ہے، وہ کارآمد نہیں
آب اندر ناوداں عاریت ست	آب اندر ابر و دریا فطرت ست
پرنالہ میں پانی مانگا ہوا ہے	ابر اور دریا میں اصلی پانی ہے
فکر و اندیش ست مثل ناوداں	وحی مکشوف ست ابر و آسماں
فکر اور خیال، پرنالہ جیسا ہے	کھلی ہوئی وحی، ابر اور آسمان ہے
آب باراں باغ صد رنگ آورد	ناوداں ہمسایہ در جنگ آورد
بارش کا پانی، باغ کو سو رنگ کا بنا دیتا ہے	پرنالہ پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیتا ہے

باز گردم سوی آں روباہ و خر	تا چساں از راہ برد آں خرنگر
میں لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتا ہوں	دیکھ اس گدھے کو کس طرح راستہ سے بھٹکا دیا؟

شرح حبیبی

بیان بالا سے معلوم ہوا کہ جب حال قال کے مخالف ہوتا ہے تو وہ قال کے جھوٹ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے لئے ہم ایک اور نظیر تم کو سناتے ہیں سنو۔ جبکہ فرعون نے جو کہ مدعی الوہیت اور قائل انا ربکم الاعلیٰ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے اژدھے کو دیکھا تو وہ ڈر گیا اور جنگ کے لئے مہلت مانگی اور نرمی کرنے لگا۔ اس وقت کے عقلاء نے یہ حالت دیکھ کر کہا کہ اگر یہ خدا ہوتا تو اس کو تو اور سخت ہونا چاہئے تھا۔ معجزۂ موسیٰ خواہ اژدہا تھا یا سانپ اس کا تو مملوک اور مخلوق تھا۔ پھر اس کی خدائی نخوت و قہر کو کیا ہوا کہ وہ یہ گستاخی اور مقابلہ دیکھ کر جنبش میں نہیں آتا۔ پس معلوم ہوا کہ اس کا دعویٰ بالکل جھوٹا ہے کیونکہ اگر بالفرض رب اعلیٰ یہ ہی ہے جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے تو ایک کیڑے کے سبب یہ خوشامد کیوں ہے۔ انہیں واقعات سے تم یہی سمجھ لو کہ جب تک تمہارا نفس مقل و نیند وغیرہ ماکولات و مشروبات میں مست اور ان میں منہمک ہے۔ اس وقت تک خواہ وہ کتنا ہی دعویٰ ولایت کرے بالکل غلط ہے اور اس نے خوشہ غیبی (غذائے روحانی) کا مشاہدہ نہیں کیا ہے کیونکہ نور حق (جو کہ غذائے روح) ہے اس کے دیکھنے کی یہ علامت ہے کہ تم کو دنیا سے بعد اور نفرت ہو اور یہ بات تم میں پائی نہیں جاتی۔ پس دعویٰ ولایت سراسر غلط ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی جانور آب شور پر گرے تو سمجھا جاتا ہے کہ آب شیریں کی روانی نہیں دیکھی۔ علیٰ ہذا جبکہ اس کو غذائے جسمانی کی طرف رغبت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غذائے روحانی نہیں دیکھی بلکہ ہنوز اس کا ایمان تقلیدی ہے اور اس کے روح نے حقیقی ایمان کی صورت نہیں دیکھی۔ ایسی حالت میں اس کے لئے سخت خطرہ ہے کیونکہ مقلد کو راہ اور راہزن یعنی شیطان رجیم کا سخت خطرہ ہوتا ہے لیکن جبکہ وہ نور حق سبحانہ دیکھ لے گا اس وقت بے کھٹکے ہو جائے گا اور شکوک کے باعث جو اسے اضطرابات لاحق ہوتے ہیں وہ جاتے رہیں گے اور اسے بالکل سکون ہو جائے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب تک خس و خاشاک دریا زمین پر نہیں آتے جو کہ ان کی اصل ہے اس وقت تک وہ پانی کے ٹکڑوں میں مضطرب رہتے ہیں کیونکہ وہ خاکی ہیں اور پانی میں مسافرت کی حالت میں نہیں۔ اور مسافرت میں اضطراب اور خلق لازمی ہے لیکن جبکہ وہ خشکی میں پہنچ جاتے ہیں جو کہ ان کا وطن اصلی ہے۔ تو انہیں سکون ہو جاتا ہے علیٰ ہذا جبکہ اس کو عالم غیب سے تمکن ہو رہا ہے اس وقت اس کے تمام اضطرابات فنا ہو جاتے ہیں اور جبکہ اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور اس تحریر غیبی کو پڑھ لیتا ہے جو کہ اس کی روح پر لکھی جاتی ہے تو اب شیطان کو اس پر تسلط نہیں رہتا اور وہ ان عبادی لیس لک علیھم سلطن کا مصداق ہو جاتا ہے۔ خیر تو گدھے نے گو لومڑی سے اسرار بیان کئے تھے مگر چونکہ وہ مقلد بنا اور یہ امور اس کو ذوقاً معلوم نہ تھے بلکہ سنی سنائی کہتا تھا اس لئے اس نے جو کچھ کہا وہ اوپر سے دل سے اور مقلدانہ کہا اور اس نے گو پانی کی تعریف کی۔ مگر اس کے دل میں اس کی وقعت نہ تھی اور وہ اس کا مشتاق نہ تھا۔ اور گو اس نے منہ نوچا اور گریبان پھاڑا مگر وہ عاشق نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ یہ فعل اس کا محض بناوٹ سے ناشی تھا اور دل سے نہ تھا۔ پس چونکہ اس کے الفاظ باوجود پر مغز ہونے کے محض زبان سے تھے نہ کہ دل سے۔ اس لئے وہ محض بے حقیقت تھے۔

یہی وجہ ہے کہ منافقین کا عذر تشھد انک لرسول اللہ مردود قرار پایا اور پسندیدہ نہ ہوا۔ چنانچہ اس کے جواب میں

فرمایا گیا۔ واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون. کیونکہ وہ منہ ہی منہ میں تھا۔ دلوں میں نہ تھا اور اس کے پاس بوئے سیب تو تھی مگر سیب نہ تھا اور محض بوئے سیب بجز موجب مضرت ہونے کے اور کیا ہوسکتی ہے کیونکہ جس چیز میں بوئے سیب ہو اور کوئی اس کو سیب سمجھ کر کھائے تو وہ خواہ مخواہ اسے نقصان کریں گے کیونکہ اس میں سیب کے خواص وفوائد نہ ہوں گے۔ جس کی اسے ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اور خواص ہوں گے جن کی اسے ضرورت نہ تھی۔ نیز اس کا یہ جملہ محض فرقانہ تھا۔ اور جنگ میں عورت کا حملہ دشمن کی صفت کو تو درہم برہم نہیں کرتا بلکہ اس سے خود اپنی فوج کی حالت تباہ ہو جاتی ہے کیونکہ اگر چہ تم اس کو صف میں شیرانہ تلوار لئے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ مگر بزدلی سے اس کا ہاتھ کانپ رہا ہے پس وہ دشمن کے حملہ کی تاب نہ لائیں گے اور بھاگے گی اور دوسری فوج پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ جبکہ تم کو جنگ میں عورت کی حالت معلوم ہوگی تو اب ہم کہتے ہیں کہ افسوس ہے اس شخص کی حالت پر جس کی عقل مادہ ہو اور اس کا نفس زشت نر اور اس کے مغلوب کرنے پر مستعد ہو کیونکہ اس حالت میں عقل لامحالہ مغلوب ہوں گے اور اس طرح خسارہ کی طرف جائے گی۔ کیونکہ وہ مادہ ہے اور مادہ کا حملہ بھی اگر چہ بظاہر بہادرانہ ہو مگر تاہم بیکار ہے کیونکہ اس گدھے کی طرح یہ بھی احمق ہے اور جس طرح گدھے کی حماقت نے اس کے حملہ کو بے کار کر دیا تھا اور اس طرح اسے نقصان پہنچایا تھا۔ یوں ہی حماقت عقل عقل کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور اس راز اس کا یہ ہے کہ وہ عورت ہے اور عورت پر وصف حیوانی غالب ہوتا ہے کیونکہ وہ رنگ و بو اور تلذذ وتنعم کی طرف مائل ہوتی ہے اور تلذذ وتنعم میں انہماک صفت حیوانات ہے لہذا عورت پر غلبہ حیوانیت لازم ہے اور غلبہ حیوانیت کے لئے حماقت لازم ہے۔ پس عقل مغلوب نفس ضرور احمق ہوگی اور اس کی حماقت اسے یوں ہی نقصان پہنچائے گی۔ جیسے گدھے کی حماقت نے گدھے کو نقصان پہنچایا تھا جبکہ عقل کے مادہ ہونے کی برائی معلوم ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ بڑے مزہ میں ہے وہ شخص جس کی عقل نر ہو اور اس کا نفس مادہ اور مجبور اور اس کی عقل جری نر اور غالب ہو اور اس نے نفس مادہ کی عقل کو چھین لیا اور اس پر قبضہ کر لیا ہو اس لئے نفس اس کا تابع ہو۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سمجھو کہ گدھے نے جبکہ سبزہ زار کی رنگ اور بو کا حال سنا تو تمام دلائل اس کی طبیعت سے کافور ہو گئے اور وہ پیاسا اور ابر کا محتاج ہوا مگر وہاں ابر نہ تھا۔ یعنی وہ سبزہ زار کا طالب ہوا۔ حالانکہ وہاں سبزہ زار نہ تھا اور نفس کو سخت بھوک لاحق ہوئی اور وہ بے صبر ہو گیا اور وہ جبکہ بے صبر ہو گیا تو سارا کام بگڑ گیا۔ کیونکہ صبر ایک لوہے کی ڈھال ہے جو سخت سے سخت کو برداشت کرا دیتی ہے۔ اس لئے کہ حق سبحانہ نے صبر پر فتح لکھ دی ہے۔ پس صبر کی سپر سے مصائب پر فتح حاصل ہوتی ہے۔

الغرض گدھا لغزش کھا گیا اور منشاء لغزش تقلید تھا۔ کیونکہ مقلد گو سینکڑوں دلائل بیان کرے مگر وہ صرف عقلی گدے لگاتا ہے اور معائنہ ومشاہدہ یعنی ذوق اور حال سے نہیں کہتا۔ اس لئے اس کا بیان مشک آلود ہو جاتا ہے۔ مگر مشک نہیں ہوتا اور وہ بوئے مشک رکھتا ہے۔ مگر واقعی میں مینگنی کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا۔ یعنی مقلد کی گفتگو کا ظاہر اچھا ہوتا ہے مگر باطن خراب پس اگر تم اپنی مینگنی کو مشک بنانا چاہتے ہو یعنی اپنے بظاہر اچھی اور بباطن بری گفتگو کو ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں اچھی کرنا چاہتے ہو۔ تو تم کو گلزار معرفت میں برسوں تک چرنا اور اس سے مستفید ہونا چاہئے کیونکہ اس مینگنی کے مشک بننے کے لئے ضرورت ہے کہ برسوں اس باغ میں چرا جائے لہذا تم گدھوں کی طرح کاہ وجو بمعنی غذائے جسمانی نہ کھاؤ۔ بلکہ فتن یعنی عالم غیب میں جا کر ارغوان یا قرنفل یا سمین یا گل چرو اور اہل اللہ کے ساتھ صحرائے فتن یعنی عالم غیب میں جاؤ اور اپنے معدہ روحانی کو ریحان گل کا عادی بناؤ تا کہ تم کو ادراک حقائق علیٰ ماہی علیہ خاص ہو جو کہ پیغمبروں کی غذا ہے اور تم اپنے

معدہ کو کاہ و جو یعنی غذائے جسمانی سے الگ کرو اور ریحان و گل یعنی غذائے روحانی کھانا شروع کرو۔ کیونکہ معدہ جسمانی پاخانہ میں لے جاتا ہے اور معدۂ روحانی غذائے روحانی کی طرف لے جاتا ہے جو کہ ریحان ہے نیز جو کاہ و جو کھاتا ہے اور فنا ہوتا ہے اور جو کہ نورِ حق کھاتا ہے قرآن کی طرح باقی اور معدنِ اسرار الٰہیہ اور معظم و مکرم ہوتا ہے ہاں تم کاہ و جو نہ کھاؤ اور نورِ حق کھاؤ۔

دیکھو تم آدھی مشک ہو اور آدھی مینگنی یعنی ایک جز تمہارا روح ہے جو کہ عمدہ ہے اور ایک جز و جسم جو کہ برا ہے۔ سو تم مشک کو ترقی دو اور مینگنی کو نہ بڑھاؤ یعنی روحانیت کو بڑھاؤ اور جسمانیت کو ترقی نہ دو۔ خیر حاصل یہ ہے کہ مقلد سو دلیلیں بیان کرتا اور سو تقریریں کرتا ہے۔ مگر اس میں روحانیت بالکل نہیں ہوتی اور اس کے روح میں ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا اور اس کی کھوپڑی ان کے اسرار سے بالکل خالی ہوتی ہے اسی لئے ان دلیلوں اور تقریروں کا اثر بھی نہیں ہوتا کیونکہ جب کہنے والے میں روحانیت اور باطنی شان و شوکت نہ ہو۔ تو اس کی گفتگو بھی بے نتیجہ ہوا کرتی ہے وہ آدمیوں کو راہ چلنے پر دلیر کرتا ہے مگر بوجہ عدم یقین کے۔ خود اس کی جان پتے سے زیادہ کانپتی ہے اور اس کی گفتگو نہایت ہی پرشوکت ہو مگر روح کے اثر سے اس میں بھی لرزہ اور تھرتھراہٹ مستتر ہوتی ہے۔ پس یہ لرزہ مخفیہ قبول سے مانع ہوتا ہے۔ برخلاف عارفِ کامل کے کہ وہ ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے تو اس کے ساتھ نور بھی بجتا ہے۔ جس سے سامعین کے دل میں سکون اور طمانینت پیدا ہوتی ہے اور اس لئے وہ اسے قبول کرتے ہیں۔ پس تم اس کی کوشش کرو کہ شرابِ معرفت سے مست اور نورِ معرفت سے منور ہو جاؤ۔ تا کہ نور تمہاری گفتگو کے تابع ہو۔ دیکھو قاعدہ ہے کہ جو چیز شیرۂ انگور میں عقیدہ (ایک قسم کا کھانا ہے) کے اندر پکائے جاتے ہیں اس سے شیرہ کا مزہ آ جاتا ہے اور خواہ وہ گاجر ہو یا سیب یا بہی اخروٹ اس سے تم کو شیرہ انگور کا مزہ آتا ہے۔ یوں ہی جب علم نور میں لتھڑ جاتا ہے تو اس وقت تمہارے علم سے معاندین تک کو نور حاصل ہوتا ہے خواہ وہ اپنے عناد سے اس کو رد کر دیں یہ دوسری بات ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو وہ ایک نور اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ اس وقت تمہاری حالت آسمان کی سی ہوتی ہے اور آسمان سے جو کچھ برستا ہے وہ میل کچیل اور نجاستوں سے پاک ہوتا ہے یوں ہی جو کچھ تم کہتے ہو وہ بھی ظلمت شکوک سے پاک صاف ہوتا ہے۔ پس تم آسمان اور ابر بن جاؤ اور مینہ برساؤ اور پرنالہ نہ بنو۔ کیونکہ پرنالہ کی بارش کسی کام کی نہیں اس لئے کہ اس میں منوں کدورتیں اور نجاستیں شامل ہوتی ہیں۔ نیز پرنالہ کا پانی عاریتی ہوتا ہے اور ابر و دریا کا پانی فطری جو خود اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

مطلب ہمارا یہ ہے کہ عقل و قیاس کو چھوڑ و اور کشف و الہام حاصل کرو۔ کیونکہ عقل و فکر کی مثال پرنالہ کی سی ہے۔ جس کے مدرکات میں کدورات و شکوک و اوہام شامل ہوتے ہیں۔ اور وحی کشفی ابر و آسمان کے مشابہ ہے چونکہ صافی عن الغبار ہوتی ہے۔ نیز بارش کا قاعدہ ہے کہ وہ باغ صد رنگ تیار کرتی ہے اور پرنالہ پڑوسی کو لڑائی پر آمادہ کرتا ہے۔ پس وحی کشفی روح میں سینکڑوں معرفت کے پھول کھلائے گی اور گفتگوئے قیاسی جنگ و جدل پیدا کرے گی۔ خیر اب ہم لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتے ہیں دیکھیں اس نے اسے کیونکر گمراہ کیا ہے۔

زبوں شدن خر در دست روباہ از حرص علف

گھاس کی حرص کی وجہ سے گدھے کا لومڑی کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا

خر دو سہ حملہ بروبہ سخت کرد	چوں مقلد بد فریب او بخورد
گدھے نے لومڑی پر دو تین سخت حملے کئے	چونکہ مقلد تھا اس کا فریب کھا گیا

26

طنطنہ ادراک و بینائی نداشت	دمدمہ روبہ برو سکتہ گماشت
وہ علم اور بصیرت کا کر و فر نہ رکھتا تھا	لومڑی کے مکر نے اس پر سکتہ طاری کر دیا
حرص خوردن آنچناں کردش ذلیل	کہ زبونش کرد با پانصد دلیل
کھانے کی حرص نے اس کو ایسا ذلیل کیا	کہ پانچ سو دلیلیں ہوتے ہوئے اس کو مغلوب کر دیا

حکایت آں مخنث و پرسیدن لوطی از ود رحالت لواطت کہ ایں خنجر از بہر چیست گفت از بہر آنکہ ہر کہ با من بداندیشد اشکمش بشگافم لوطی برسر او آمد و شد میکرد و میگفت الحمد للہ کہ من با تو بدنمی اندیشم

ہیجڑے کا قصہ اور لوطی کا لواطت کی حالت میں اس سے دریافت کرنا کہ یہ خنجر کس کام کیلئے ہے اس نے کہا اس لئے کہ جو میرے ساتھ بری بات سوچے گا میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں گا لوطی اس پر چڑھتا اور اترتا تھا اور کہہ رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ میں تجھ سے برے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیت من بیت نیست اقلیم ست	ہزل من ہزل نیست تعلیم ست
میرا شعر کوٹھڑی نہیں ہے ایک خطہ ہے	میرا مذاق مذاق نہیں ہے تعلیم ہے

قولہ تعالیٰ ان اللہ لایستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضةً فما فوقھا اے فما فوقھا فی تغییر النفوس بالانکارات ماذا اراد اللہ بھٰذا مثلاً و آنکہ جواب میفرماید کہ ایں خواستم یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً کہ ہر فتنہ ہچو میزانست کہ بسیار از و سرخ روشوند و بسیاراں بے مرادشوند ولو تاملت فیہ قلیلاً لوجدت فی نتائجہ الشریفۃ کثیراً

اللہ تعالیٰ کا قول ہے بیشک اللہ حیا نہیں کرتا اس بارے میں کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے پس اس سے بھی زیادہ (چھوٹی چیز کی) جو انکار کی وجہ سے نفوس میں تغیر پیدا کرنے کے لئے اس سے بھی بڑھی ہوئی ہوں (انہوں نے کہا) اس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہے اور یہ کہ جواب فرماتا ہے کہ میں نے یہ چاہا اس سے بہت سے گمراہ ہوں اور بہت سے ہدایت پائیں کیونکہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بہت سے اس سے سرخرو ہو جاتے ہیں اور بہت سے بے مراد ہو جاتے ہیں اور اگر تو اس میں تھوڑا سا بھی غور کر لے تو اس میں بہت سے عمدہ فوائد پائے گا۔

کون دہے را لوطیے در خانہ برد	سرنگوں افگندش و دروے فشرد
ایک اغلام کرانے والے کو ایک اغلام کرنے والا گھر لے گیا	اس کو اوندھا گرایا اور اس میں گھسیڑ دیا
برمیانش خنجرے دید آں لعیں	پس بگفتش درمیانت چیست ایں
اس ملعون نے اس کی کمر پر خنجر دیکھا	تو اس سے کہا تیری کمر میں یہ کیا ہے؟

گفت آنکہ بامن اریک بدمنش	بد بیندیشد بدرم اشکمش
اس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدطینت میرے ساتھ	برے کام کا ارادہ کرے تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں
گفت لوطی حمد للہ را کہ من	بد نیندیشیدہ ام با تو بفن
اغلام کرنے والے نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے	کسی فریب سے تیرے ساتھ برا ارادہ نہیں کیا
چونکہ مردی نیست خنجر ہا چہ سود	چوں نباشد دل ندارد سود خود
جبکہ بہادری نہیں ہے، خنجروں سے کیا فائدہ؟	جب دل نہ ہو، خود فائدہ نہیں دیتی
از علیؓ میراث داری ذوالفقار	بازوی شیر خدا ہستت بیار
(حضرت) علیؓ سے تجھے ذوالفقار میراث میں مل گئی	تیرے پاس شیر خدا کا بازو ہے تو لا
گر فسونے یاد داری از مسیحؑ	کو لب و دندان عیسیٰؑ اے وقیح
اگر تو (حضرت) عیسیٰؑ کی دعا یاد رکھتا ہے	اے بےشرم! (حضرت) عیسیٰؑ کا ہونٹ اور دانت کہاں ہیں؟
کشتی سازی زتو زیع و فتوح	کو یکے ملاح کشتی ہمچو نوحؑ
تو چندے اور نذرانوں سے کشتی بناتا ہے	(حضرت) نوحؑ جیسا کوئی ایک ملاح کہاں ہے؟
بت شکستی گیرم ابراہیمؑ وار	کو بت تن را فدا کردن بنار
میں نے مانا تو نے (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح بت توڑ ڈالا	جسم کے بت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے؟
گر دلیلت ہست اندر فعل آر	تیغ چوبیں رابداں کن ذوالفقار
اگر کام میں تیرے پاس دلیل ہے، لا	اس کے ذریعہ لکڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنا دے
آں دلیلے کو ترا مانع شود	از عمل آں نقمت صانع شود
وہ دلیل جو تیرے لئے مانع ہے	عمل سے، وہ خدا کا عذاب ہے
خائفان راہ را کردی دلیر	از ہمہ لرزاں تری تو زیر زیر
تو نے راستہ میں ڈرنے والوں کو بہادر بنا دیا	چپکے چپکے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے
برہمہ درس توکل می کنی	در ہوا تو پشہ را رگ میزنی
تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے	تو ہوا میں مچھر کی رگ پر (نشتر) مارتا ہے
اے مخنث پیش رفتہ از سپاہ	بر دروغ و ریش تو کیرت گواہ
اے ہیجڑے! تو لشکر سے آگے ہوا	تیرے جھوٹ اور داڑھی پر تیرا خایہ گواہ ہے

چوں زنا مردی دل آگندہ بود	ریش و سبلت موجب خندہ بود
جب نامردی سے دل پر ہو	داڑھی اور مونچھیں ہنسی کا سبب ہوتی ہیں
توبہؑ کن اشکباراں چوں مطر	ریش و سبلت راز خندہ باز خر
توبہ کر بارش کی طرح آنسو بہا	داڑھی اور مونچھ کو مذاق سے بچا
داروی مردی بخور اندر عمل	تاشوی خورشید گرم اندر حمل
عمل میں مردانگی کی دوا کھا	تاکہ تو (برج) حمل میں گرم سورج بن جائے
داروی مردی کن و عنیں مشوی	تا بروں آیند صد گوں خوبروی
مردانگی کی دوا کر اور نامرد نہ بن	تاکہ سینکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں
معدہ را بگذار و سوی دل خرام	تاکہ بے پردہ زحق آید سلام
معدہ کو چھوڑ اور دل کی جانب چل	تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بغیر حجاب کے سلام آئے
رستمی گر بایدت خنجر بگیر	ور بحیزی مائلی چادر بگیر
اگر تجھے رستم پن چاہئے خنجر پکڑ	اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے چادر اوڑھ لے
رستمی گربایدت جوشن بپوش	ور بحیزی مائلی روکوں فروش
اگر تجھے رستم پن چاہئے زرہ پہن لے	اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے، جا مقعد بیچ
یکدو گامے رو تکلف ساز خوش	تاترا عشقش کشد اندر برش
ایک دو قدم چل، خوب تکلف کر	تاکہ تجھے عشق، اپنی آغوش میں کھینچ لے
برسر میداں چو مرداں پائیدار	تانگردی مبتلا درپائے دار
میدان میں مردوں کی طرح جم	تاکہ تو سولی کے نیچے مبتلا نہ ہو
تاکے از جامہ زناں ہمچو زناں	در صف مرداں درآ ہمچوں سناں
عورتوں کی طرح زنانہ لباس سے کب تک (تعلق رکھے گا)	نیزے کی طرح مردوں کی صف میں آ جا

شرح حبیبی

گدھے نے لومڑی پر دو تین حملہ سخت کیئے لیکن چونکہ مقلد تھا۔ اس لئے آخر کار لومڑی کے دھوکہ میں آ گیا اور چونکہ وہ شوکت ادراک و بصیرت نہ رکھتا تھا اس لئے لومڑی کے فریب نے اسے دم بخود کر دیا اور کھانے کی حرص نے اسے اس قدر ذلیل کیا کہ باوجود پانچ سو دلیلوں کے اسے مغلوب کر دیا اس مقام پر ہمیں ایک حکایت

یاد آ گئی۔ گو ہے تو فحش مگر ہمیں اس سے نصیحت مقصود ہے اس لئے ہم اس کے فحش ہونے کی پرواہ نہیں کرتے۔

کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقھا یعنی لوگ جو مچھر کی مثال بیان کرنے پر اعتراض کرتے ہیں سوان کو واضح ہو کہ حق سبحانہ کسی مثال کے بین کرنے سے نہیں شرماتے خواہ وہ مچھر ہو۔ یا معترضین کی نظر میں اس سے بھی بڑھ کر قابل اعتراض ہو۔ ماذا اراد اللہ بھٰذا مثلاً یعنی حق سبحانہ کا ایسی مثال سے کیا مقصود ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً یعنی اس سے وہ بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں اور بہت سوں کو ہدایت فرماتے ہیں گمراہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے ظاہر کو دیکھ کر اعتراض کرتے ہیں اور ہدایت وہ پاتے ہیں جو اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اس کو قابل اعتراض نہیں جانتے۔ پس یوں ہی ہم نصیحت کے لئے ایسی مثالیں بیان کرتے ہیں جو کہ بظاہر قابل انکار ہیں اور بباطن پر نصیحت تا کہ بروں کی برائی اور اچھوں کی اچھائی ظاہر ہو جائے۔

اچھا اب حکایت سنو ایک اغلام کرنے والے کو ایک مغلم اپنے گھر لے گیا اور اس کو اوندھا لٹا کر اس سے بدفعلی کرنے لگا۔ اسی اثناء میں اس نے اس کی کمر میں خنجر لگا دیکھا اس پر اس نے کہا کہ تیری کمر میں یہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ وہ ہے کہ اگر کوئی بدطینت میری نسبت شرارت کا خیال کرے تو میں اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں۔ یہ سن کر اغلام باز نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے تیری نسبت برائی کا خیال نہیں کیا۔ اس سے تم یہ نتیجہ نکالو کہ جب مردانگی بھی نہ ہو تو خنجر بے کار ہیں۔

اور جب دل ہی نہ ہو تو خود سے کیا فائدہ۔ علیٰ ہذا جب عمل ہی نہ ہو تو محض دلائل کیا کام دے سکتے ہیں۔ ہم نے مانا کہ تمہارے پاس علیؓ کی ذوالفقار ہے مگر بازوئے شیر خدا بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ لاؤ اور ہم نے مانا کہ تم کو مسیح علیہ السلام کا افسوں یاد ہے مگر لب ودنداں عیسیٰ کہاں۔ ضرورت تو اس کی ہے۔

علیٰ ہذا! ہم نے مانا کہ تم چندے اور دیگر آمدنی سے نوح علیہ السلام کی سی کشتی بنا سکتے ہو مگر نوح کا سا ملاح کہاں ہے۔ نیز ہم نے فرض کیا کہ تم نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح بت توڑ دیئے مگر ان کی طرح بت جسم کو آگ میں جھونکنا۔ یہ بات تم میں کہاں ہے پس جس طرح تم ذوالفقار سے علی اور افسوں سے مسیح اور کشتی سے نوح اور بت شکنی سے ابراہیم نہیں ہو سکتے یوں ہی محض دلائل سے ولی اور صاحب کمال نہیں ہو سکتے۔ اگر تمہارے پاس دلائل ہیں تو ان کو عمل میں لاؤ اور اس طرح اپنے غیر موثر دلائل کو ذوالفقار اور موثر بناؤ ورنہ محض دلائل کس کام کے۔ بلکہ وہ تو بجائے مفید ہونے کے الٹا مضر ہیں کیونکہ جو دلیل عمل سے مانع ہو یعنی جس دلیل پر عمل نہ ہو وہ تو عذاب الٰہی کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ دلیل خدا کی حجت ہے بندہ پر جس کی بناء پر وہ اس کو سزا دے گا اور کہے گا کہ جب تو جانتا تھا تو تو نے عمل کیوں نہیں کیا۔ تم راہ خدا سے ڈرنے والوں کو تو جرأت دلاتے ہو لیکن در پردہ تم سب سے زیادہ ڈرتے ہو اور تم سب کے سامنے توکل کا وعظ کہتے ہو۔

مگر تمہارے حرص کی یہ حالت ہے کہ ہوا میں مچھر کے فصد کھولتے ہو۔ بدیں خیال کہ شاید اس میں سے خون مل جائے۔ یعنی کہیں تم کو نفع کا دھوکہ بھی ہوتا ہے تم وہیں سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو۔ ارے ہیجڑے جو کہ فوج کے آگے آگے ہے تیرا دھوکہ دینے والی داڑھی کے دھوکہ پر تیرا ذکر شاہد ہے۔ ہم نے مانا کہ تیری ڈاڑھی مونچھ ہے اور تیری صورت مردانہ ہے لیکن یہ امر تیرے لئے کوئی فخر کی بات نہیں کیونکہ تو بزدل ہے اور قاعدہ ہے

کہ جب دل بزدلی سے پر ہو تو ڈاڑھی اور مونچھ موجب تمسخر ہوتے ہیں نہ کہ موجب فخر۔

یعنی اے بنے ہوئے شیخ اور مدعی کمال جو کہ مریدوں کی رہنمائی کرتا ہے تیری حالت خود تیرے فریب کو ظاہر کرتی ہے اور یہ وضع صوفیانہ تیرے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ اگر ظاہری حالت مشائخ کی سی ہو اور باطن پلید تو یہ وضع اہل فہم کے نزدیک موجب تمسخر ہے۔ نہ کہ قابل وقعت۔ پس تو اس حرکت سے توبہ کر اور مینہ کی طرح آنسو برسا تا کہ تو آفتاب حمل کی طرح دوسروں کی روحانی سرسبزی وشادابی کا باعث اور خود شاندار اور بابرکت ہو جائے۔

دیکھ تو نامردمت بن۔ بلکہ رجولیت کا علاج کر تا کہ ہر طرف سے سینکڑوں قسم کے حسین تیرے لئے نکل آئیں یعنی تو اپنی اصلاح کر تا کہ تو فیوض ربانیہ کا مرجع بن جائے اور تو پری معدہ کے فکر چھوڑ کر پری دل کی فکر کر تا کہ حق سبحانہ کی طرف سے بے حجابانہ تجھ پر سلام ہو۔

فائدہ:۔ بے حجابانہ سے رفع حجاب خاص مراد ہے جو کہ عوام اور حق سبحانہ کے درمیان ہے ورنہ مطلق حجاب مرتفع نہیں ہو سکتا۔

ہم تم کو نصیحت کر چکے اب تم کو اختیار ہے اگر تم کو رستی درکار ہے تو خنجر لو اور اگر ہیجڑے پن کی طرف رغبت ہے تو اوڑھنا اوڑھو۔ اور اگر تمہیں رستمی درکار ہے تو جوشن پہنو اور اگر ہیجڑے پن کی خواہش ہے تو جاؤ اغلام کراتے پھرو۔

خلاصہ یہ کہ ہم تم کو مشیخت اور کمال کا طریق بتا چکے اب تمہیں اختیار ہے خواہ شیخ بنو اور اس کا طریق اختیار کرو اور خواہ دنیادار بنو اور ان کی وضع اختیار کرو۔ آگے پھر جوش شفقت ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ تم طول راہ اور اس کی صعوبتوں سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ اور ہمت نہ ہارنا۔ اس لئے کہ اس راہ کو طے کرنا کچھ مشکل نہیں تم دو ایک قدم بہ تکلف چلو تا کہ آئندہ تمہارے لئے سہولت ہو جائے اور عشق تم کو اپنے آغوش میں لے کر مطلوب تک پہنچا دے اور تم کو کچھ بھی زحمت نہ ہو۔ اور تم مردوں کی طرح معرکہ نفس وشیطان میں قدم جماؤ تا کہ تم سولی کے پاؤں میں نہ الجھ جاؤ اور ہلاکت ابدی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ تم عورتوں کی طرح زنانہ لباس میں کب تک رہو گے اسے چھوڑو اور سناں کی طرح مردوں کی صف میں آکر شامل ہو اور مردوں کی طرح جدوجہد کرو اور عورتوں کی طرح ہمت نہ ہارو۔

اور اگر ہیجڑے پن کی طرف رغبت ہے تو اوڑھنا اوڑھو۔ اور اگر تمہیں رستمی درکار ہے تو جوشن پہنو۔ اور اگر ہیجڑے پن کی خواہش ہے تو جاؤ اغلام کراتے پھرو۔

خلاصہ یہ کہ ہم تم کو مشیخت اور کمال کا طریق بتا چکے اب تمہیں اختیار ہے خواہ شیخ بنو اور اس کا طریق اختیار کرو اور خواہ دنیادار بنو اور ان کی وضع اختیار کرو۔ آگے پھر جوش شفقت ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ تم طول راہ اور اس کی صعوبتوں سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ اور ہمت نہ ہارنا۔ اس لئے کہ اس کو طے کرنا کچھ مشکل نہیں تم دو ایک قدم بہ تکلف چلو تا کہ آئندہ تمہارے لئے سہولت ہو جائے اور عشق تم کو اپنے آغوش میں لے کر مطلوب تک پہنچا دے اور تم کو کچھ بھی زحمت نہ ہو اور تم مردوں کی طرح معرکہ نفس وشیطان میں قدم جماؤ۔ تا کہ تم سولی کے پاؤں میں نہ الجھ جاؤ اور ہلاکت ابدی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ تم عورتوں کی طرح زنانہ لباس میں کب تک رہو گے اسے چھوڑو اور سناں کی طرح مردوں کی صف میں شامل ہو اور مردوں کی طرح جدوجہد کرو اور عورتوں کی طرح ہمت نہ ہارو۔

غالب شدن حیلهٔ روباہ براستعصام وتعفف خر وکشیدن روباہ خر را بسوئے بیشهٔ شیر

گدھے کے بچاؤ اور حفاظت پر لومڑی کے حیلہ کا غالب آ جانا اور لومڑی کا گدھے کو شیر کی کچھار کی جانب کھینچ لے جانا

روبہ اندر حیلہ پائے خود فشرد	ریش خر بگرفت وآں خر را بہ برد
لومڑی نے مکاری میں قدم رکھا	گدھے کی داڑھی پکڑی اور اس گدھے کو لے گئی
مطرب آں خانقہ کوتا کہ تفت	دف زند کہ خر برفت وخر برفت
اس خانقاہ کا قوال کہاں ہے؟ کہ جلد	دف بجائے کہ گدھا گیا، گدھا گیا
چونکہ خرگوشے برد شیرے بچاہ	چوں نیارد روبہے خر تا گیاہ
جب خرگوش شیر کو کنویں میں پہنچا دے	تو لومڑی گدھے کو گھاس کے پاس کیوں نہ لے آئے گی؟
گوش را بربند و افسونہا مخر	جز فسون آں ولی داد گر
کان بند کر لے اور منتر نہ سن	اس فریاد رس ولی کے منتر کے سوا
آں فسونہا خوشتر از حلوائے او	آنکہ صد حلواست خاک پائے او
اس (غیر ولی) کے حلوے سے یہ منتر بہتر ہیں	کیونکہ سینکڑوں حلوے اس کے پاؤں کی خاک ہیں
خمہائے خسروانی پر زمے	مایہ بردہ از مے لبہائے وے
شراب سے پر شاہی مٹکوں نے	اس کے ہونٹوں سے سرمایہ حاصل کیا ہے
عاشق مے باشد آں جان بعید	کو مۓ لبہائے لعلش را ندید
وہ (اس سے) دور جان، شراب کی عاشق ہوگئی	جس نے اس کے لعل جیسے ہونٹوں کی شراب نہ دیکھی
آب شیریں چوں نہ بیند مرغ کور	چوں نگردد گرد چشمہ آب شور
اندھا پرند جب میٹھا پانی نہیں دیکھے گا	وہ کھاری پانی کا چکر کیوں نہ کاٹے گا؟
موسی جاں سینہ را سینا کند	طوطیان کور را بینا کند
روحانی موسیٰ، سینہ کو سینا بنا دیتا ہے	اندھی طوطیوں کو بینا بنا دیتا ہے
خسرو شیرین جاں نوبت زدست	لاجرم در شہر قند ارزاں شدست
روح کے شیریں شاہ نے ڈنکا پیٹ دیا ہے	لامحالہ شہر میں شکر سستی ہو گئی ہے

یوسفان غیب لشکر میکشند	تنگہائے قند مصری میرسند
غیبی یوسف لشکر کشی کر رہے ہیں	مصر میں شکر کے بورے پہنچ رہے ہیں
اشتران مصر را رو سوئے ما	بشنوید اے طوطیاں بانگ درا
مصری اونٹوں کا رخ ہماری جانب ہے	اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو
شہر ما فردا پراز شکر شود	شکر ارزان ست ارزاں تر شود
کل کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا	شکر سستی ہے (اور) زیادہ سستی ہو جائے گی
در شکر غلطید اے حلوائیاں	ہمچو طوطی کوری صفرائیاں
اے حلوائیو! شکر میں لوٹو	طوطی کی طرح، صفرائی لوگوں کے اندھے پن (کے ساتھ)
نیشکر کو بید کار اینست و بس	جاں برافشانید یارا نیست و بس
کھانڈ کھونڈو بس کام یہی ہے	جان چھڑک دو بس دوست یہی ہے
یک ترش در شہر ما اکنوں نماند	چونکہ شیریں خسرواں رابر نشاند
ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹا نہیں رہا	چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو بٹھا دیئے ہیں
نقل برنقل ست و مے برمے ہلا	برمنارہ رو بزن بانگ صلا
آگاہ! نقل پر نقل، شراب پر شراب ہے	منارہ پر چڑھ جا، بلاوے کا اعلان کر دے
سرکۂ نہ سالہ شیریں میشود	سنگ مرمر لعل و زریں میشود
نو سال کا سرکہ میٹھا ہو جائے گا	سنگ مرمر لعل اور سنہرا ہو جائے گا
آفتاب اندر فلک دستک زناں	ذرہا چوں عاشقاں بازی کناں
سورج آسمان میں دستک دے رہا ہے	ذرے عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں
چشمہا مخمور شد از سبزہ زار	گل شگوفہ میکند بر شاخسار
سبزہ زار سے آنکھیں نشیلی ہو گئی ہیں	شاخوں پر پھول کھل رہے ہیں
چشم دولت سحر مطلق میکند	روح شد منصور انا الحق میزند
دولت کی آنکھ پورا جادو کر رہی ہے	روح منصور بن گئی ہے انا الحق کا نعرہ لگا رہی ہے
شد ز یوسف آں زلیخا نوجواں	عشرت از سرگیر خوش خوش شادماں
یوسف کی وجہ سے زلیخا جوان ہو گئی	خوشی خوشی مسرت سے از سر نو عیش منا

آتشے اندر دل خود بر فروز	دفع چشم بد سپندانے بسوز
اپنے دل میں آگ روشن کر لے	نظر بد کے دفع کرنے کے لئے کالا دانہ جلا
تو بحال خویشتن میباش شاد	تا بیابی در جہان جاں مراد
تو اپنے حال پر خوش رہ	تاکہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کر لے
گر خرے را می برد روبہ زسر	گو ببر تو خرمباش و غم مخور
اگر لومڑی گدھے کا سر کاٹ دیتی ہے	کہدے کاٹ دے تو گدھا نہ بن اور غم نہ کھا

حکایت آں شخص کہ از ترس' خویشتن را در خانہ انداخت رخہا زرد کردہ چوں زعفران ولبہا کبود چوں نیل و دست لرزاں چوں برگ درخت' خداوند خانہ پرسید کہ خیر ست وچہ واقعہ است گفت از بیروں خرمی گیرند بسخرہ گفت تو خرنیستی چہ میترسی گفت بجدمی گیرند وتمیز برخاستہ است امروز ترسم کہ مراخر گیرند

اس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو گھر میں جاڈالا' رخساروں کو زعفران کی طرح زرد کئے ہوئے' اور ہونٹوں کو نیل کی طرح نیلا کئے ہوئے' ہاتھ درخت کے پتوں کی طرح کپکپاتے ہوئے' گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے اور کیا واقعہ ہے؟ اس نے کہا' باہر بیگار میں گدھے پکڑ رہے ہیں اس نے کہا تو تو گدھا نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے' اس نے کہا کوشش کر کے پکڑ رہے ہیں اور تمیز اٹھ گئی ہے اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آں یکے از ترس درخانہ گریخت	زرد رو ولب کبود و رنگ ریخت
ایک شخص خوف سے گھر میں بھاگ آیا'	چہرہ زرد' ہونٹ نیلے' رنگ فق
صاحب خانہ بگفتش خیر ہست	کہ ہمی لرزد ترا چوں بید دست
گھر کے مالک نے اس سے کہا خیر ہے؟	کہ تیرا ہاتھ بید کی طرح لرز رہا ہے
واقعہ چونست چوں بگریختی	رنگ رخسارہ چنیں چوں ریختی
کیا واقعہ ہے تو کیوں بھاگا؟	رخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا؟
گفت بہر سخرۂ شاہ حروں	خر ہمی گیرند امروز از بروں
اس نے کہا ظالم بادشاہ کی بیگار کے لئے	آج باہر سے گدھے پکڑ رہے ہیں
گفت میگیرند خر اے جان عم	چوں نہ خر رو ترا زیں چیست غم
اس نے کہا اے چچا کی جان! وہ گدھے پکڑ رہے ہیں	جبکہ تو گدھا نہیں ہے' جا تجھے اس سے کیا غم ہے؟
گفت بس جدند و گرم اندر گرفت	گر خرم گیرند ہم نبود شگفت
اس نے کہا وہ پکڑنے میں بہت سخت اور سرگرم ہیں	اگر مجھے بھی گدھا سمجھ لیں تو تعجب نہیں ہے

بہر خر گیری برآوردند دست	جد جد تمیز ہم برخاستہ است
گدھے پکڑنے میں انہوں نے ہاتھ نکالے ہیں	بہت کوشش میں تمیز بھی اٹھ گئی ہے
چونکہ بے تمیزیاں ماں سرورند	صاحب خر را بجائے خر برند
چونکہ بے تمیز لوگ ہمارے سردار ہیں	گدھے کی بجائے، گدھے والے کو پکڑ لے جائیں گے
نیست شاہ شہر ما بیہودہ گیر	ہست تمیزش سمیع ست و بصیر
ہمارے شہر کا بادشاہ، خواہ مخواہ پکڑنے والا نہیں ہے	اس کو تمیز ہے، (وہ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے
آدمی باش وز خر گیراں مترس	خر نہ اے عیسی دوراں مترس
تو آدمی بن جا، اور گدھا پکڑنے والوں سے نہ ڈر	تو گدھا نہیں ہے، اے (اپنے) دور کے عیسیٰ تو نہ ڈر
چرخ چارم ہم زنور تو پرست	حاش للہ کہ مقامت آخرست
چوتھا آسمان بھی تیرے نور سے پر ہے	خدا بچائے کہ تیرا مقام اصطبل ہو
توز چرخ و اختراں ہم برتری	گرچہ بہر مصلحت در آخری
تو آسمان اور ستاروں سے بھی بالاتر ہے	اگرچہ مصلحۃً تو اصطبل میں ہے
میر آخر گرچہ در آخر بود	ہر کہ او را خربگوید خر بود
اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہوتا ہے	جو اس کو گدھا کہے، وہ گدھا ہے
میر آخر دیگر و خر دیگرست	نے ہرآنکو اندر آخر شد خرست
داروغہ اصطبل دوسری چیز ہے اور گدھا دوسری چیز ہے	یہ نہیں ہے، کہ جو اصطبل میں ہے وہ گدھا ہے
چہ در افتادیم در دنبال خر	از گلستاں گوئے وز گلہائے تر
ہم گدھے کے پیچھے کیا پڑ گئے	چمن اور تر پھولوں کی بات کر
از انار و از ترنج و شاخ سیب	وز شراب و شاہدان بے حسیب
انار کی اور لیموں کی اور سیب کی ٹہنی کی	اور شراب کی اور بے حساب معشوقوں کی
یا ازاں دریا کہ موجش گوہرست	گوہرش گویندۂ و بینا درست
یا اس دریا کی، جس کی موج موتی ہے	اس کا موتی گویا اور بینا ہے
یا ازاں مرغاں کہ گلچیں میکنند	بیضہا زریں و سیمیں می کنند
یا ان پرندوں کی، جو پھول چنتے ہیں	سونے اور چاندی کے انڈے دیتے ہیں

یا ازاں بازاں کہ کبکاں پرورند	ہم نگوں اشکم ہم استاں میپرند
یا ان بازوں کی جو چکوریں پالتے ہیں	پیٹ کے بل بھی اور چت بھی اڑتے ہیں
نرد بانہائیست پنہاں در جہاں	پایہ پایہ تا عنان آسماں
دنیا میں مخفی سیڑھیاں ہیں	درجہ بدرجہ آسمان کی بلندی تک
ہر گرہ رانرد بانے دیگر ست	ہر روش را آسمانے دیگر ست
ہر گروہ کی ایک دوسری سیڑھی ہے	ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان ہے
ہر یکے از حال دیگر بے خبر	ملک با پہنا و بے پایان و سر
ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے	ملک وسیع ہے اور بے ابتداء اور بے انتہا ہے
ایں دراں حیراں کہ اواز چیست خوش	واں دریں خیرہ کہ حیرت چیستش
یہ اس کے بارے میں حیران کہ وہ کس چیز سے خوش ہے؟	وہ اس کے بارے میں حیران ہے کہ اس کی حیرت کس وجہ سے ہے؟
صحن ارض اللہ واسع آمدہ	ہر درختے از زمینے سر زدہ
اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے	ہر درخت ایک زمین سے اگا ہے
بر درختاں شکر گویاں برگ وشاخ	کہ زہے ملک وزہے عرصہ فراخ
درختوں پر پتے اور شاخیں شکر ادا کرتی ہیں	کہ عجب ملک ہے اور عجب وسیع میدان ہے
بلبلاں گرد شگوفہ پر گرہ	کہ ازاں چہ میخوری مارا بدہ
بلبلیں تہ بہ تہ شگوفے کے چاروں طرف (کہتی ہیں)	کہ اس میں سے کیا کھا رہا ہے؟ ہمیں دے
ایں سخن پایاں ندارد کن رجوع	سوئے آں روباہ وشیر و سقم و جوع
یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، واپسی کر	اس لومڑی اور شیر اور بیماری اور بھوک کی جانب

شرح حبیبی

لومڑی دھوکا دینے پر جم گئی اور بالآخر اس نے دھوکا دے لیا اور گدھے کی ڈاڑھی پکڑ کر لے گئی۔ کہاں ہے اس خانقاہ کا قوال جس کا قصہ دفتر دوم میں مذکور ہوا تا کہ وہ تیزی کے ساتھ گائے "گدھا چل دیا۔ گدھا چل دیا کیونکہ یہ بہت اچھا ہو۔

سچ ہے کہ فریب بری بلا ہے۔ اس کے ذریعہ سے ایک خرگوش شیر کو کنوئیں پر لے جا کر ہلاک کر دیتا ہے جیسا کہ تم کو دفتر اول میں معلوم ہوا اور جبکہ خرگوش شیر کو کنوئیں میں ڈال کر ہلاک کر سکتا ہے تو ایک بوڑھے گدھے کو سبزہ تک کیوں نہ لے جا سکے گی۔ خود لے جا سکے گی اور لے گئی۔ بس تم اپنے کان بند کرو اور بجز افسوں ولی حق کے کسی کا

افسوں نہ سنو۔ ولی حق کا کون سا افسون اس کا وہ افسون جو کہ شیرینی اور مفید ہونے میں حلوے سے بڑھ کر ہے اور اس کا وہ افسوں کہ سینکڑوں حلوے اس کے پاؤں کی خاک ہیں۔ اس ولی حق کی یہ شان ہے کہ شراب سے بھرے ہوئے شاہی مٹکے اس کے برتنوں کے شراب سے کب انکار کرتے ہیں اور ایسی حالت میں اس شراب معروف کا وہی عاشق ہوسکتا ہے جس نے اس کے لب لعل کی شراب نہیں دیکھی اور ایسے کو اس پر عاشق ہونا بھی چاہئے کیونکہ جب کوئی اندھا جانور آب شیریں کو نہ دیکھے گا تو وہ چشمہ آب شور کا طواف کیوں نہ کرے گا ضرور کرے گا پس جو اس کی شراب لب لعل نہ دیکھے گا وہ ضرور اسی شراب پر عاشق ہوگا۔

صاحبو وہ موسیٰ روح سینہ کو طور سینا کی طرح مہبط انوار الٰہیہ بنا دیتا ہے اور آندھی طوطیوں یعنی محجوبین کو بینا اور صاحب بصیرت کر دیتا ہے اس روح کے شیریں خسرو نے جو نقارہ بجایا ہے تو ہمارے شہر میں شکر سستی ہوگئی ہے کیونکہ شاہدان غیبی کثرت سے آرہے ہیں اور قند مصری کی گونوں پر گونیں چلی آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں شکر کو کون پوچھتا ہے۔ ارے طوطیو مصر کی قند سے لدے ہوئے اونٹ ہماری طرف آرہے ہیں دیکھو وہ گھنٹی کی آواز آرہی ہے پھر کل کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا اور کچھ تو شکر سستی ہے کل اور بھی سستی ہو جائے گی اور اے شیریں کے شائقو تم طوطی کی طرح لوٹو۔ گو بتلائے صفرا لوگوں کو اس سے ناگواری لاحق ہو اور اب تم گنے چوسو کیونکہ اب اس کے سوا کچھ کام نہیں ہے اور بس معشوق پر جان فدا کرو کیونکہ صرف یہی ایک شخص ہے جو معشوقی کے قابل ہے۔ جب سے اس شیریں خسرو نے شکر افشانی شروع کی ہے اس وقت سے ہمارے شہر میں ایک چیز کھٹی نہیں رہی۔ سب میٹھی ہوگئیں۔

نقل پر نقل اور شراب پر شراب ہے۔ دیکھو تم منارہ پر کھڑے ہو کر اعلان کر دو کہ آؤ جیسی شراب پیتے ہو نیز اب تو سال کا پرانا سرکہ شیریں ہو رہا ہے اور سنگ مرمر لعل اور زریں ہو رہا ہے۔ آفتاب فلک پرتالیاں جا رہا ہے اور ذرے شوق میں اچھل کود کر رہے ہیں۔ سبزہ کی یہ حالت ہے کہ سبزہ زار کے دیکھنے سے آنکھوں میں نشہ آتا ہے اور شاخوں پر پھول کھل رہے ہیں اور چشم دولت کا غضب کا جادو کر رہی ہے کسی کو پانی میں نہیں چھوڑا۔ سب پر اپنا تسلط جمالیا اور ان کو مدہوش کر دیا اور روح منصور بن کر انا الحق کہہ رہے ہیں اور اس یوسف نے زلیخا کو نوجوان کر دیا ہے۔ پس تم اب نئے سرے خوش خوش عیش وعشرت ومصروف اور اپنے سینہ میں عشق کی آگ جلاؤ اور رفع چشم بد کے لئے یہ سپندان روشن کرو اور اپنی حالت میں خوش رہو۔ تاکہ عالم روح میں تمہارا مقصد حاصل ہو۔ اگر گدھے کو لومڑی سر پکڑ کر لے جاتی ہے تو لے جانے دو۔ تم گدھے نہ بنو اور پرواہ نہ کرو۔ (خلاصہ یہ کہ عارف کامل ہی مطلوب ہے لوگوں کو اسی کا طالب ہونا چاہئے اس کے وقت میں فیوض ربانیہ کی کثرت ہوتی ہے اور اہل معنی کے لئے وہ نہایت عیش کا زمانہ ہوتا ہے اور اس وقت بہت دلوں کی بگڑی ہوئی سنور جاتی ہے اور جو لوگ ان کی صحبت سے آدمی ہو جاتے ہیں ان کو شیطان اور نفس کا خطرہ نہیں رہتا) ایک شخص خوف سے ایک گھر میں بھاگا خوف کے مارے چہرے کا رنگ زرد تھا۔ ہونٹ نیلے تھے اور منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر صاحب خانہ نے پوچھا کہ میاں خیر تو ہے۔ تمہارا جسم بید کی طرح کانپ رہا ہے۔ بات کیا ہے اور تم کیوں بھاگتے ہو اور تمہارے چہرہ کا رنگ کیوں اڑ گیا ہے اس نے جواب دیا کہ بادشاہ کے بیگار کے لئے لوگ باہر گدھے پکڑ رہے ہیں۔ یہ سن کر

اس نے جواب دیا کہ میاں گدھے ہی تو پکڑ رہے ہیں جبکہ تم گدھے نہیں ہو۔ تو تمہیں کیا فکر ہے تم جاؤ اپنا کام کرو۔ اس نے کہا کہ جناب وہ اس کام میں نہایت سرگرم ہیں۔ ایسی حالت میں اگر وہ مجھے بھی گدھا ہی سمجھ لیں تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ انہوں نے گدھوں کے پکڑنے پر سخت دست درازی کی ہے اور تمیز اٹھ گئی ہے اور چونکہ ہمارے سردار بے تمیز ہیں اس لئے وہ گدھے والے کو بھی بجائے گدھے کے لے جاتے ہیں۔ سوصاحبو۔

ہمارے ملک کا بادشاہ اس بے ہودگی سے نہیں پکڑتا۔ اس کو آدمیوں اور گدھوں میں امتیاز ہے وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ بس تم آدمی ہو جاؤ اور گدھا پکڑنے والوں (نفس وشیطان) سے نہ ڈرو کیونکہ اگر انہوں نے تم پر دست درازی کی ہے تو وہ بادشاہ ان کو روک دے گا۔ تم گدھے نہیں ہو بلکہ عیسیٰ دوراں ہو پھر کیوں ڈرتے ہو بالکل خوف نہ کرو تمہارے نور سے تو چرخ چہارم پر ہے کیونکہ تمہاری خلقت ہی اس کی خلقت اور اس کے تنور کا سبب ہے۔ پھر اصطبل تمہاری جگہ کیوں ہونے لگا تھا۔ حاش للہ ایسا نہ ہو کہ تم مصلحت اصطبل (دنیا) میں رکھے گئے ہو مگر تم تو آسمانوں اور ستاروں سے بھی رفیع القدر ہو اور ہرگز اندھے نہیں ہو اور نہ تمہارے اصطبل دنیا میں ہونے کے لئے تمہارا گدھا ہونا لازم ہے کیونکہ داروغہ اصطبل ہی اصطبل میں ہوتا ہے مگر گدھا نہیں ہوتا جو اسے گدھا کہے وہ خود گدھا ہے۔ داروغہ اصطبل اور چیز ہے گدھا اور چیز۔ اس کے اصطبل میں سے ہونے سے اس کا گدھا ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ کچھ ضرور نہیں ہے اگر کوئی اصطبل میں ہو گدھا ہو۔ لاحول ولاقوۃ۔ ہم کیا گدھے کے پیچھے پڑے ہیں۔ ابھی اس کا ذکر چھوڑو اور گلستان، گل تر، انار، ترنج، شاخ سیب، شراب، بے شمار معشوقوں کا ذکر کرو اور فیض عالم غیب کو بیان کر دیا اس دریا کا ذکر کرو جس کی موج موتی ہے اور جس کا موتی بولنے والا اور دیکھنے والا ہے۔ یعنی حق سبحانہ کا ذکر کرو جس نے انسان کو پیدا کیا جو اپنی گرانی قدر کے سبب بمنزلہ موتی کے ہے یا ان جانوروں کا ذکر کرو جو گل چینی کرتے اور سونے چاندی کے انڈے دیتے ہیں۔ یعنی ان مقدس لوگوں کا ذکر کرو جو خود عالم غیب سے فیض یاب ہوتے اور اعمال صالحہ کرتے ہیں مگر خدمت خلق ان سے متعلق نہیں ہے۔ یا ان بازوں کا ذکر کرو جو کہ چکوروں کی تربیت کرتے ہیں اور اوندھے بھی اڑتے ہیں اور سیدھے بھی یعنی ان اہل اللہ کا ذکر کرو جو کہ لوگوں کی تربیت کرتے اور حسب قوت واستعداد بعنوان مختلف ترقی کرتے ہیں بعنوان مختلف ہم نے اس لئے کہا کہ آسمان تک درجہ بدرجہ مخفی سیڑھیاں لگے ہوئے ہیں اور ہر گروہ کے لئے ایک جداگانہ سیڑھی ہے اور ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان مرتبت ہے اور ان لوگوں میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک کے حال کی دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ ملک معنی نہایت وسیع اور بے حد ونہایت ہے اور ان کے احوال میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک دوسرے کو جوش دیکھ کر حیران ہے کہ یہ جوش کیوں ہے دوسرا اس کی حیرت سے متحیر ہے کہ یہ حیران کیوں ہے اس میں تحیر کی بات کیا ہے نیز صحن ارض اللہ اور سرزمین قلب نہایت وسیع ہے اور ہر درخت معرفت ایک جداگانہ زمین سے پیدا ہوا ہے اور ان درختوں کی شاخیں اور پتے (آثار ونتائج) بولنے والے کا شکر کر رہے ہیں کہ عجیب فراخ زمین ہے اور بلبلیں (طالبین) شگوفوں کے گرد مجتمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جو غذا تم نے کھائی ہے جس سے تم کو یہ حسن ولطافت حاصل ہوئے ہیں اس سے تم ہم کو بھی دو۔ خیر یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی اس سے لومڑی اور شیر اور اس کی بیماری اور بھوک کی طرف لوٹنا چاہئے اور ان کا بیان کرنا چاہئے۔

بردن روباہ آں خررا پیش شیر و جستن خراز شیر وعتاب کردن روباہ باشیر کہ ہنوز خرد و ربود کہ تعجیل کردی وعذر گفتن شیر ولابہ کردن شیر روباہ راکہ بروبار دیگرش بفریب

لومڑی کا اس گدھے کو شیر کے سامنے لے جانا اور گدھے کا شیر سے کود بھاگنا اور لومڑی کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا کہ تو نے جلدی کردی اور شیر کا معذرت کرنا اور شیر کا لومڑی کی خوشامد کرنا کہ جا دوبارہ اس کو فریب دے

چونکہ روباہش بسوئے مرج برد	تاکند شیرش بحملہ خرد مرد
لومڑی جب اس کو چراگاہ کی جانب لے گئی	تاکہ شیر حملے سے اس کو خرد برد کر دے
دور بود از شیر و آں شیر از نبرد	تابہ نزدیک آمدن صبرے نکرد
وہ شیر سے دور تھا اور شیر نے جنگ کی وجہ سے	اس کے نزدیک آ جانے تک صبر نہ کیا
گنبدی کرد از بلندی شیر ہول	خود نبودش قوت و امکان حول
ہولناک شیر نے اونچائی سے چھلانگ لگائی	اس میں خود قوت اور طاقت کا امکان نہ تھا
خرز دورش دید و برگشت و گریخت	تا بزیر کوہ تازاں نعل ریخت
گدھے نے اس کو دور سے دیکھا اور پلٹ گیا اور بھاگ گیا	پہاڑ کے نیچے تک بھاگا چلا گیا
گفت روبہ شیر را اے شاہ ما	چوں نکردی صبر در وقت وغا
لومڑی نے شیر سے کہا، اے ہمارے بادشاہ!	تو نے معرکے کے وقت صبر کیوں نہ کیا؟
تابہ نزدیک تو آید آں غوی	تابہ اندک حملۂ غالب شوی
تاکہ وہ گمراہ تیرے قریب آ جاتا	تاکہ تو تھوڑے سے حملہ سے غالب ہو جاتا
مکر شیطان ست تعجیل و شتاب	لطف رحمانست صبر و احتساب
عجلت اور جلد سازی شیطان کا مکر ہے	صبر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا خدا کی مہربانی ہے
دور بود و حملہ را دید و گریخت	ضعف تو ظاہر شد و آب تو ریخت
وہ دور تھا اور حملہ دیکھا اور بھاگ گیا	تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آبرو ریزی ہو گئی
گفت من پنداشتم برجاست زور	خود بدم زیں ضعف خود ناداں و کور
اس نے کہا، میں سمجھا طاقت بحال ہے	اپنی اس کمزوری سے میں خود نادان اور اندھا تھا
لیک گفتم زور من بر جا بود	نے کہ در من ضعف دست و پا بود
لیکن میں نے کہا، میری طاقت بحال ہو گی	نہ کہ مجھ میں ہاتھ اور پاؤں کی کمزوری ہو گی

نیز جوع و حاجتم از حد گذشت	صبر و عقلم از تجوع یا وہ گشت
لیکن میری بھوک اور ضرورت حد سے گزر گئی	بھوک کی وجہ سے میرا صبر اور عقل بیکار ہو گئی
گر توانی بار دیگر از خرد	باز آوردن مر او را می سزد
اگر تو عقلمندی سے دوبارہ	اس کو پھر لا سکے تو مناسب ہے
منت بسیار دارم از تو من	جہد کن باشد بیاریش بفن
مجھ پر تیرا بہت احسان ہے	کوشش کر، شاید مکر سے تو اس کو دوبارہ لے آئے
گر خدا روزی کند آں خر مرا	بعد ازاں بس صیدہا بخشم ترا
اگر اللہ تعالیٰ اس گدھے کو میری روزی بنا دے گا	اس کے بعد تجھے بہت شکار بخشوں گا
گفت آرے گر خدا یاری دہد	بر دل او از عمی مہرے نہد
اس نے کہا، ہاں اگر خدا مدد کرے گا	اس کے دل پر اندھے پن کی مہر لگا دے گا
پس فراموشش شود ہولے کہ دید	از خری او نباشد ایں بعید
تو وہ اس خوف کو بھول جائے گا جو اس نے دیکھا	اس کے گدھے پن سے یہ بعید نہیں ہے
لیک چوں آرم من او را بر متاز	تا بباذش ندہی از تعجیل باز
لیکن جب میں اس کو لے آؤں دوڑ نہ پڑنا	تاکہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اس کو برباد نہ کر دے
گفت آرے تجربہ کردم کہ من	سخت رنجورم مخلخل گشتہ تن
اس نے کہا، ہاں میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں	سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیلا ہو گیا ہے
تابہ نزدیکم نیاید خر تمام	من نہ جنبم خفتہ باشم بر قوام
جب تک گدھا بالکل میرے پاس نہ آ جائے گا	میں حرکت نہ کروں گا، سوتا رہوں گا طریقہ کے مطابق
رفت روبہ گفت اے شہ ہمتے	تا بپوشد عقل او را غفلتے
لومڑی روانہ ہوئی، بولی اے شاہ!	تاکہ غفلت اس کی عقل کو چھپا دے
تو بہا کر دست خر با کردگار	کہ نگردم غرۂ ہر نابکار
گدھے نے خدا سے بہت توبہ کر لی ہوگی	کہ میں ہر نالائق کے دھوکے میں نہ آؤں
عقل خر بازیچۂ دستان ماست	فکرتش کبادۂ طفلان ماست
گدھے کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے	اس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کمان ہے

تو بہا لیش را بفن برہم زنیم	ماعدوے عقل و عہد روشنیم
ہم مکر سے اس کی توبہ کو توڑ دیں گے	ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں
گلۂ خر گوئے فرزندان ماست	فکرتش بازیچۂ دستان ماست
گدھوں کا گلہ ہماری اولاد کی گیند ہے	اس کی سمجھ ہمارے مکر کا کھلونا ہے
عقل کاں باشد ز دوران زحل	پیش عقل کل ندارد آں محل
وہ عقل جو زحل کی رفتار سے (پیدا) ہو	عقل کل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے
از عطارد و از زحل دانا شد او	ماز داد کردگار لطف خو
وہ عطارد اور زحل سے عقلمند بنا ہے	ہم مہربان خدا کی عنایت سے
علم الانسان خم طغرائے ماست	علم عنداللہ مقصد ہائے ماست
"علم الانسان" ہمارے طغرا کا دائرہ ہے	اللہ کا علمٗ ہمارے مقاصد ہیں
تربیہ آں آفتاب روشنیم	ربی الاعلیٰ ازاں رو میزنیم
ہم اس روشن سورج کی تربیت ہیں	اسی لئے ہم ربی الاعلیٰ کا نعرہ لگاتے ہیں
تجربہ گردارد او با ایں ہمہ	بشکند صد تجربہ زیں دمدمہ
اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اس سب کے ہوتے ہوئے	سینکڑوں تجربے اس مکر سے ٹوٹ جائیں گے
بو کہ توبہ بشکند آں سست خو	در رسد شومی اشکستن درو
ہو سکتا ہے کہ وہ کاہل توبہ توڑ دے	(توبہ) توڑنے کی بدبختی اس میں اثر کرے

در بیان آنکہ نقض عہد وتوبہ موجب بلا بود بلکہ موجب مسخ ست چنانکہ درحق اصحاب سبت واصحاب مائدہ عیسیٰ علیہ السلام کہ وجعل منہم القردۃ والخنازیر واندریں امت مسخ دل باشد نعوذ باللہ من ذٰلک وروز قیامت تن را صورت دل دہند

اس کا بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ کا سبب ہے' چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان والوں کے بارے میں ہے اور کردیا ان میں سے بندر اور سؤر اور اس امت میں دل مسخ ہوگا ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے دن بدن کو دل کی صورت دے دینگے

نقض میثاق و شکست توبہا	موجب لعنت شود در انتہا
عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا	انجام کارٗ لعنت کا سبب ہوتا ہے

نقضِ عہد و توبۂ اصحاب سبت	موجب مسخ آمد و اہلاک و مقت
سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا	مسخ اور ہلاکت اور عتاب کا سبب بنا
پس خدا آں قوم را بوزینہ کرد	چونکہ عہد حق شکستند از نبرد
تو خدا نے اس قوم کو بندر بنا دیا	چونکہ انہوں نے ضد سے اللہ کا عہد توڑا
اندریں امت نہ بد مسخ بدن	لیک مسخ دل بود اے ذوالفطن
اس امت میں جسمانی مسخ نہ تھا	لیکن اے سمجھدار! دل کا مسخ ہوتا ہے
چوں دل بوزینہ گردد آں دلش	از دل بوزینہ شد خواراں گلش
جب اس کا دل، بندر کا دل ہو گیا	اس کی مٹی، بندر کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی
گر ہنر بودے دلش را ز اختیار	خوار کے بودے بصورت آں حمار
اگر اس کے دل میں کوئی اختیاری ہنر ہوتا	تو صورت کے اعتبار سے وہ گدھا ذلیل کیوں ہوتا؟
آں سگ اصحاب خوش بد سیرتش	ہیچ بودش منقصت زاں صورتش
اصحاب (کہف) کے کتے کی سیرت اچھی تھی	اس صورت سے اس کو کوئی نقصان تھا؟
مسخ ظاہر بود اہل سبت را	تا بہ بیند خلق ظاہر کیت را
سبت والوں کا مسخ ظاہر تھا	تاکہ کھلے ہوئے اوندھے منہ ہونے کو مخلوق دیکھ لے
از رہ سر صد ہزاران دگر	گشتہ از توبہ شکستن خوک و خر
باطنی طور پر دوسرے لاکھوں توبہ توڑنے کی وجہ سے سور	اور گدھے بنے ہیں

شرح حبیبی

جبکہ لومڑی گدھے کو چراگاہ کی جانب اس لئے لے گئی کہ شیر اسے حملہ کر کے چٹ کر جائے تو اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ گدھا ہنوز دور تھا۔ شیر نے اس کے پاس آنے تک صبر نہ کیا اور اس ہولناک شیر نے اونچے سے جست کی۔ مگر اس میں جست کی قوت اور طاقت نہ تھی اس لئے وہ گدھے تک نہ پہنچ سکا۔ گدھے نے دور سے یہ واقعہ دیکھا اور وہیں سے لوٹ گیا اور دامن کوہ تک اتنا بھاگا کہ بھاگتے ہوئے نعل بھی ٹوٹ کر گر پڑی۔ یہ حالت دیکھ کر لومڑی نے شیر سے کہا کہ حضور آپ نے معرکہ میں اس قدر صبر کیوں نہ کیا کہ وہ آپ کے قریب آ جاتا۔ تاکہ معمولی سے حملہ میں آپ اس پر غالب ہو جاتے۔ یہ بات نہایت نامناسب تھی۔ آپ کو واضح ہو کہ عجلت شیطانی فریب ہے اور صبر اور عجلت سے پرہیز عنایت حق سبحانہ ہے۔ (کماقال صلی اللہ علیہ وسلم العجلۃ من الشیطان والتانی من الرحمن) وہ ہنوز دور تھا آپ

نے اس پر حملہ کر دیا اس نے حملہ کو دیکھا اور بھاگ گیا۔ اس سے آپ کی کمزوری ظاہر ہوئی اور آبرو جاتی رہی۔ شیر نے جوا بدیا کہ میں سمجھتا تھا کہ اس قدر میری قوت قائم ہے اور مجھے اپنے اتنے ضعف کی خبر نہ تھی۔ میں واقع میں نہایت کمزور تھا۔ مگر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس قدر میری قوت ضرور قائم ہوگی اور مجھ میں ہاتھ پاؤں کی اتنی کمزوری نہ ہوگی۔ ایک وجہ تو میرے حملہ کی یہ تھی دوسری وجہ یہ تھی کہ میری بھوک اور احتیاج غذا حد سے بڑھ گئی تھی اور بھوک کے سبب میرا صبر اور میری عقل سب جاتے رہے تھے اگر تجھ سے اپنے عقل کے زور سے اس کو دوبارہ لانا ممکن ہو تو بہت مناسب ہے میں تیرا بہت ممنون ہوں گا۔ پس تو کوشش کر۔ ممکن ہے کہ تو کامیاب ہو اور اسے چالاکی سے لے آ۔ اگر خدا نے مجھے وہ گدھا دیدیا تو میں تجھے سینکڑوں شکار دوں گا اس نے کہا اچھا میں اسے لاؤں گی بشرطیکہ خدا میری مدد کرے اور اس کے دل پر اندھے پن کی مہر کر دے اور جس خوف کو وہ دیکھ چکا ہے اس کو بھول جائے اور یہ امر اس کے گدھے پن سے کچھ بعید نہیں ہے۔ لہذا کامیابی کا ظن غالب ہے لیکن جب میں اسے لے آؤں تو دوڑ نہ پڑنا ورنہ عجلت کی بدولت وہ پھر ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اس نے کہا کہ بہت اچھا اب مجھے تجربہ ہو گیا ہے کہ میں بہت بیمار ہوں اور میرا جسم بہت ڈھیلا ہو گیا ہے جب تک وہ گدھا پورے طور پر میرے قریب نہ آ جائے گا میں حرکت نہ کروں گا بلکہ ٹھیک طور پر لیٹا رہوں گا۔ یہ سن کر لومڑی چل دی اور کہا کہ حضور دعا فرمائیں کہ اس کی عقل کو غفلت چھپا لے۔ اس نے خدا سے بہت توبہ کی ہے کہ اب میں کسی نالائق کے دھوکہ میں نہ آؤں گا۔ لیکن وہ کیا چیز ہے اور اس کی توبہ کیا ہے گدھوں کی عقل تو ہمارے مکر کا کھلونا ہے ان کی فکر ہمارے بچوں کی چکئی ہیرزم ہے۔ پس ہم اس میں جس طرح چاہیں تصرف کر سکتے ہیں کہ ہم اس کی توبہ کو چالاکی سے درہم برہم کر دیں گے۔ کیونکہ ہم تو عقل اور جان روشن کے دشمن ہیں۔ گدھوں کی کھوپڑی ہمارے بچوں کے گیند ہے اور ان کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یعنی گدھوں کے دماغ اور اس کی عقل میں تو ہمارے بچے بخوبی تصرف کر سکتے ہیں۔ پھر میں تو بالا ولی کر سکتی ہوں۔ عقل خرو عقل روباہ سے مولانا عقل جزوی و عقل کلی۔ یعنی عقل معاش اور عقل معاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ عقل جو زحل کی گردش کا نتیجہ ہو عقل کل کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتی کیونکہ اس میں تو عطارد اور زحل کے اثر دانائی آئی ہے اور ہم اہل اللہ کو حق سبحانہ کی خاص عنایت سے دانائی حاصل ہوئی ہے۔ پس کجا تاثیر زحل اور کجا تاثیر خالق زحل۔ ہمارے طغرا کا خم علم الانسان ہے یعنی ہم کو تعلیم حق کا شرف حاصل ہے اور علم خداوندی وہبی ہمارا مقصود ہے اور ہم اس آفتاب روشن کی تربیت یافتہ ہیں۔ اسی لئے ہم خاص اسی پروردگار کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب وہ ہے جو سب سے بالاتر ہے۔ ایسی حالت میں ارباب عقل معاش ہمارے برابر کیونکر ہو سکتی ہیں۔

خیر تو لومڑی نے کہا کہ گو اس کو تجربہ ہو چکا ہے مگر باایں ہمہ ہمارا فریب ایک تجربہ تو کیا اس کے سو تجربوں کو پاش پاش کر دے گا۔ الغرض امید ہے کہ اس سست طبع کی توبہ ٹوٹ جائے گی اور اس کی توبہ توڑنے کی نحوست اسے لاحق ہوگی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ عہدوں کا توڑ دینا انور توبہ کی شکست آخر میں موجب لعنت ہو جاتی ہے چنانچہ اصحاب سبت کا عہد اور توبہ کو توڑ دینا ان کی مسخ اور ہلاکت اور مغضوبیت کا سبب ہو گیا اور جبکہ انہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا تو حق سبحانہ نے اس کو بندر بنا دیا تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ امت مسخ سے مامون ہے اس لئے نقض عہود کا وبال ہم پر نہ ہوگا کیونکہ اس آیت میں مسخ ابدان ضرور نہیں ہے مگر مسخ قلوب تو ہے پس توبہ شکن کا دل بندر کے دل کی مانند ہو

ے یہ لقب ہے ان لوگوں کا جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہفتہ کی تعظیم فرض ہوئی تھی۔ مگر انہوں نے اس کی بے حرمتی کی تھی۔ ۱۲ منہ

جاتا ہے اور اس بندر کے سے دل کے سبب اس کی مٹی خراب ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ اصل چیز دل ہے نہ کہ جسم۔ پس اگر اس گدھے کے دل کے لئے اس کے اختیار سے کمال دانائی وغیرہ حاصل ہوتا تو وہ اپنے صورت خزانہ کے سبب ذلیل نہ ہوتا۔ دیکھو سگ اصحاب کہف کی سیرت اچھی تھی تو کیا صورت سگ سے۔ اس کے رتبہ میں کچھ کمی آ گئی ہرگز نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اصل چیز دل ہے اس کے درستی درستی ہے اور اس کا فساد فساد۔ پس تم عدم مسخ صورت سے مغرور نہ ہونا۔ کیونکہ نہ صلاح ظاہر کوئی وصف ہے نہ مسخ ظاہر کوئی عیب۔

رہی یہ بات کہ جب مسخ ظاہر منقصت نہیں ہے تو مسخ ظاہر سے اہل سبت کو کیوں سزا دی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مسخ ظاہر اس لئے تھا کہ لوگ اس سے قہر حق کو مشاہدہ کر لیں اور عبرت پکڑیں۔ ورنہ مسخ ظاہر تو فی نفسہ کوئی سزا نہیں تھی۔ الحاصل تو بہ توڑنے کی بدولت لاکھوں آدمی سور اور گدھے ہو گئے ہیں۔ پس تم کو عہد شکنی سے نہایت احتراز چاہئے۔

دوم بار آمدن روباہ بر آں خر گریختہ تا باز بفریبدش

بھاگے ہوئے گدھے کے پاس لومڑی کا دوبارہ آنا تاکہ اس کو پھر فریب دے

پس بیامد زود روبہ سوئے خر	گفت خر از چوں تو یارے الحذر
پھر بہت جلد لومڑی گدھے کی جانب آئی	گدھے نے کہا تجھ جیسے دوست سے پناہ ہے
ناجواں مردا چہ کردم با تو من	کہ مرا با شیر کردی پنجہ زن
اے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟	کہ تو نے مجھے شیر سے بھڑا دیا
ناجواں مردا چہ کردم من ترا	کہ بہ پیش اژدہا بردی مرا
اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟	کہ تو مجھے اژدھے کے سامنے لے گئی
موجب کین تو با جانم چہ بود	غیر خبث جوہر تو اے عنود
میری جان سے تیرے کینہ کی کیا وجہ تھی؟	اے سرکش! سوائے تیری طبیعت کی خباثت کے
ہمچو کژدم کو گزد پائے فتے	نا رسیدہ از وے او را آفتے
بچھو کی طرح جو جوان کے پاؤں میں کاٹتا ہے	بغیر اس کے کہ کوئی تکلیف اس کو اس سے پہنچے
یا چو دیوے کو عدوی جان ماست	نا رسیدہ زحمتش از ما و کاست
یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے	ہماری جانب سے اس کو زحمت اور نقصان پہنچے بغیر
بلکہ طبعاً خصم جان آدمی ست	از ہلاک آدمی در خرمی ست
بلکہ وہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے	آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے
از پئے ہر آدمی او نگسلد	خود طبع زشت خود را کے ہلد
وہ ہر آدمی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتا ہے	وہ اپنی بری عادت کب چھوڑتا ہے؟

زانکہ خبث ذات او بے موجبے	ہست سوی ظلم و عدواں جاذبے
کیونکہ اس کی ذاتی خباثت' بغیر کسی سبب کے	ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والی ہے
ہر زماں خواند ترا تا خر گہے	کہ دراندازد ترا اندر چہے
وہ تجھے ہر وقت خوشی کی جگہ بلاتا ہے	کہ تجھے کسی کنویں میں ڈال دے
کہ فلاں جا حوض آبست و عیوں	تا در اندازت بحوضت سرنگوں
کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اور چشمے ہیں	تاکہ تجھے حوض میں اوندھا گرا دے
آدمی رابا ہزاراں کر و فر	اندر افگند آں لعیں در شور و شر
آدمی کو باوجود ہزاروں شان وشوکت کے	اس ملعون نے شور و شر میں ڈال دیا ہے
آدمی را باہمہ وحی و نذیر	اندر افگند آں لعیں بردش بہ بیر
باوجود ہر طرح کی وحی اور ڈراوے کے آدمی کو	وہ ملعون کنویں پر لے گیا (اور) اندر گرا دیا
بیگناہے بیگزند سابقے	کے رسید او راز آدم ناحقے
بغیر کسی پہلی خطا اور تکلیف کے	کب اس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟
کے رسید او را ز مردم زشتیے	کو دمادم آرد از غم پشتیے
انسان سے اس کو برائی کب پہنچتی ہے؟	کہ وہ ہر وقت غم کے پشتے لگا رہا ہے
گفت روبہ آں طلسم سحر بود	کہ ترا در چشم چوں شیرے نمود
لومڑی نے کہا' وہ جادو کا طلسم تھا	جو تجھے شیر جیسا دکھائی دیا
ورنہ من از تو بتن مسکیں ترم	کہ شب و روز اندر آنجا میچرم
ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں	لیکن دن رات اس جگہ چرتی ہوں
گرنہ زاں گو نہ طلسمے ساختے	ہر شکم خوارے بدانجا تاختے
اگر اس جگہ ایسا طلسم نہ بناتا	ہر پیٹو وہاں دوڑ جاتا
یک جہان بینوا چوں پیل وارج	بے طلسمے کے بماند سبز مرج
ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے	بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟
من ترا خود خواستم گفتن بدرس	کہ چناں ہولے اگر بینی مترس
میں تجھے سکھانے میں خود کہنا چاہتی تھی	کہ اگر تو اس طرح ڈر دیکھے تو نہ ڈرنا

لیک رفت از یاد علم آموزیت	کہ بدم مستغرق دل سوزیت
لیکن تجھے علم سکھانا بھول گئی	کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی
دید مت درجوع کلب و بینوا	می شتا بیدم کہ آئی تا دوا
میں نے تجھے جوع الکلب میں اور بے سروسامان دیکھا	میں دوڑ پڑی کہ تو دوا تک آ جائے
ورنہ با تو گفتمے شرح طلسم	کاں خیالے می نماید نیست جسم
ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی	کہ وہ ایک خیال نظر آتا ہے جسم نہیں ہے
شد فراموش آنکہ گویم مر ترا	حل آں مشکل مہیب دلربا
میں بھول گئی کہ تجھ سے کہوں	اس خوفناک دل کو اڑانے والی مشکل کا حل

شرح حبیبی

شیر کے کہنے سے لومڑی گدھے کے پاس آئی۔ گدھے نے اس کو دیکھتے ہی کہا کہ تجھ جیسے دوست سے بچنا چاہئے تو ہرگز دوستی کے قابل نہیں ہے۔ ارے ناجوان مرگ۔ میں نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا کہ تو نے میرا شیر سے مقابلہ کرا دیا۔ تجھے جوانی سے پہلے موت آئے تو بول تو سہی۔ میں نے کیا بگاڑا تھا کہ تو نے کسی اژدھے کے سامنے لے جا کھڑا کی۔ آخر تیری اس عداوت اور غصہ کا سبب کیا تھا کچھ بھی نہیں بجز اس کے کہ تو خبیث الطینۃ ہے۔ اب مولانا نظائر سے اس کے خبث طینت کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ یونہی خبیث الطینت تھی جیسے بچھو جو کہ آدمی کے پاؤں میں ڈنگ مارتا ہے۔ حالانکہ اس سے اس کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا ہوتا۔ وہ طبعاً آدمی کی جان کا دشمن ہے اور اس کی ہلاکت سے خوش ہے اور کسی شخص کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ چھوڑے تو جب جبکہ اپنی خصلت کو چھوڑے اور اپنی خصلت وطبیعت کو کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ پس آدمی کا پیچھا بھی نہیں چھوڑ سکتا چونکہ اس کا خبث ذاتی بدوں کے سبب کے اس کو ظلم و تعدی کی طرف کھینچتا ہے اس لئے وہ ہر وقت تمہیں خیمہ کی طرف بلاتا ہے۔ تا کہ اس ساتھ سے تمہیں کنویں میں لے جا ڈالے۔ اور کہتا ہے کہ فلاں جگہ پانی کا حوض اور چشمے ہیں وہاں چلو اور مقصد یہ ہے کہ تمہیں حوض میں سر کے بل گرا دے۔ چنانچہ اس شیطان مردود نے باوجود آدم علیہ السلام کی شان و شوکت کے ان کو فتنہ وفساد میں ڈال دیا اور باوجود وحی الٰہی اور دھمکی کے۔ اس ملعون نے انہیں لے جا کر کنوئیں میں دھکا دیدیا۔ حالانکہ نہ انہوں نے پیشتر اس کا کوئی قصور کیا تھا اور ان سے اس کو کوئی نقصان پہنچا تھا آخر کوئی بتلائے کہ ان کی طرف سے اس کو کوئی ناحق تکلیف کب پہنچی تھی اور انہی کے کیا تخصیص ہے ہم تو کہتے ہیں کہ نوع انسان کی جانب سے کب اسے کوئی برائی پہنچی ہے کہ وہ دمبدم اس کے لئے غم کی ڈھیر لاتا ہے اور لا کر ان کو پہناتا ہے یعنی غمگین کرتا ہے کہیں بھی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مقتضائے طبیعتش اینست وہذا ہوالمدعی۔ خیر تو لومڑی نے اس کے جواب میں کیا جو کہ تمہیں شیر دکھائی دیتا تھا وہ درحقیقت شیر نہ تھا طلسم شیر تھا۔ ورنہ اگر وہ فی الحقیقت شیر ہوتا

تو میں کیسے بچتے۔ میں تو تم سے زیادہ ضعیف ہوں۔ حالانکہ میں رات دن وہیں چرتی ہوں۔
دیکھو اگر ایسا طلسم نہ بنایا جاتا تو ہر حریص وہاں دوڑ جاتا کیونکہ ایک عالم محتاج ہے۔ مثلاً ہاتھی گینڈا وغیرہ۔ ایسی حالت میں وہ سبزہ زار سرسبز کیسے رہ سکتا تھا جانور دو ہی دن میں اسے اجاڑ دیتے۔ میں تو اول ہی تم کو یہ سبق پڑھا دینا چاہتا تھا کہ دیکھو اگر اس قسم کی کوئی ہیبت ناک چیز تمہیں نظر آئے تو ڈرنا مت لیکن یہ تعلیم میری یاد سے جاتی رہی۔ کیونکہ میں تمہاری دل سوزی میں مستغرق تھی۔ بدیں وجہ کہ میں نے تم کو بھوک میں مبتلا اور بے سروسامان پایا۔ اس لئے میں جلدی کرتی تھی کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو اپنی مرضی کی دوا تک پہنچ جاؤ اس وجہ سے مجھے تم سے کہنا یاد نہ رہا۔ ورنہ میں تجھے اس طلسم کی حالت ضرور بیان کر دیتی اور کہہ دیتی کہ ایک خیالی صورت دکھلائی دیتی ہے اور جسم نہیں ہے مگر کیا کروں۔ میں تم سے اس ہیبت ناک اور دل اڑا دینے والی شکل کا قصہ بیان کر دینا بالکل بھول گئی۔

جواب گفتن خر روباہ را

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت رو رو ہیں زپیشم اے عدو	تا نہ بینم روئے تو اے زشت رو
اس نے کہا اے دشمن میرے سامنے سے دور ہو	اے بدصورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں
آں خدائے کہ ترا بد بخت کرد	روی زشتت را وقیح وسخت کرد
جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے	تیری بھدی صورت کو بے شرم اور سخت بنایا ہے
باکدامیں روی می آئی بمن	ایں چنیں سغری ندارد کرگدن
تو کس منہ سے میرے سامنے آ رہی ہے	ایسی بے حیائی گینڈا (بھی) نہیں رکھتا ہے
رفتۂ در خون و جانم آشکار	کہ ترا من رہبرم تا مرغزار
تو کھلم کھلا میرے خون اور جان کے درپے ہوئی	کہ میں تیری جنگل کے لئے رہبر ہوں
تا بدیدم روی عزرائیل را	باز آوردی فن و تسویل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کا منہ دیکھ لیا	تو پھر مکاری اور حیلہ لائی ہے
گرچہ من ننگ خرانم یا خرم	جانورم جاندارم ایں را کے خرم
اگرچہ میں گدھوں کے لئے موجب شرم یا گدھا ہوں	میں جانور ہوں میں جاندار ہوں اس کو میں کب پسند کرتا ہوں
آنچہ من دیدم زہولے بے اماں	طفل دیدے پیر گشتے در زماں
جو میں نے بے پناہ ڈر دیکھا ہے	(اگر) بچہ دیکھ لے تو فوراً بوڑھا ہو جائے
بیدل و جاں از نہیب آں شکوہ	سرنگوں خود را در افگندم زکوہ
اس خوف کے ڈر سے بے دل اور بے جان ہو کر	میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا گرا لیا

بستہ شد پایم در اندم از نہیب	چوں بدیدم آں عذاب بے حجیب
اس وقت ڈر سے میرے پاؤں بندھ گئے	جب میں نے کھلم کھلا وہ عذاب دیکھا
عہد کردم با خدا کاے ذوالمنن	برکشا زیں بستگی تو پای من
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے عہد کیا کہ اے احسانوں والے!	اس قید سے میرے پاؤں کھول دے
تا ننوشم وسوسہ کس بعد ازیں	عہد کردم نذر کردم اے معیں
اس کے بعد میں کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا	اے مددگار! میں نے عہد کرلیا میں نے منت مان لی
حق کشادہ کرد آندم پای من	زاں دعاء وزاری وہیہائے من
اللہ (تعالیٰ) نے اس وقت میرے پاؤں کھول دیئے ہیں	میری دعا اور عاجزی اور ہائے ہائے سے
ورنہ اندر من رسیدے شیر نر	چوں بدے در زیر پنجہ شیر خر
ورنہ وہ نر شیر مجھ پر آ پڑا تھا	گدھے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟
باز بفرستادت آں شیر عریں	سوئے من از مکر اے بئس القریں
اس کچھار کے شیر نے پھر تجھے بھیجا ہے	مکر سے میری جانب اے برے ساتھی!
حق ذات پاک اللہ الصمد	کہ بود بہ مار بد از یار بد
اللہ پاک بے نیاز کی قسم	کہ برے ساتھی سے برا سانپ بہتر ہوتا ہے
مار بد جانے ستاند اے سلیم	یار بد آرد سوی نار جحیم
اے بیوقوف! برا سانپ جان لے لیتا ہے	برا ساتھی دوزخ کی جانب لاتا ہے
از قریں بیقول وگفت وگوئے او	خو بدزدد دل نہاں از خوئے او
ساتھی سے اس کی گفتگو اور بات کے بغیر	دل خفیہ طور پر عادت اس کی عادت سے چرا لیتا ہے
چونکہ او افگند بر تو سایہ را	دزد دآں بے مایہ از تو مایہ را
جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے	وہ بے مایۂ تیرا سرمایہ چرا لیتا ہے
عقل تو گر اژدہائے گشت مست	یار بد او راز مرد داں کہ ہست
تیری عقل اگر مست اژدھا ہے	برے دوست کو اس کا زمرد سمجھ
دیہ عقلت بدو بیروں جہد	طعن او اندر کف طاعوں نہد
اس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑیں گی	اس کا نیزہ مارنا' تجھے طاعون کے ہاتھ میں دھر دے گا

در جہاں نبود بتر از یار بد	ویں مرا عین الیقیں گشتست خود
دنیا میں برے دوست سے بدتر کوئی نہیں ہے	یہ میرے لئے خود آنکھیں دیکھی یقینی بات ہوگئی ہے

شرح حبیبی

گدھے نے جواب دیا کہ ارے دشمن جا میرے سامنے سے چلی جا کہ مجھے تیری صورت نہ دکھائی دے۔ جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے اس نے تیرے بھونڈے منہ کو بے حیا اور سخت بھی بنایا ہے کہ باوجود اس قدر سخت عداوت کے پھر تو میرے سامنے موجود ہے اور ذرا نہیں جھجکتی۔ ارے تجھے شرم نہیں آتی تو کیا منہ لے کر میرے سامنے آتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بڑی ہی بے حیا ہے۔ ایسی سخت روئی تو گینڈے میں بھی نہیں کیونکہ تو نے یہ کہہ کر کہ میں تجھے سبزہ زار میں لے جاتی ہوں میرے مار ڈالنے کی صریح تدبیر کی تھی حتیٰ کہ میں نے عزرائیل کی صورت بھی دیکھ لی تھی۔ اس کا مقتضی یہ تھا کہ تو مجھے صورت نہ دکھائی مگر اب تو پھر مکر وفریب لے کر آئی ہے۔ سو میں گو ننگ خراں یا خر ہوں لیکن جانور اور جاندار تو ہوں۔ تھوڑا بہت حس وشعور بھی رکھتا ہوں پھر میں اس بات کو کیوں ماننے لگا ہوں۔ اس لئے کہ جو بے اماں خوف میں دیکھ چکا ہوں وہ اس قدر سخت تھا کہ اگر بچہ دیکھتا تو شدت خوف سے بوڑھا ہو جاتا۔ اور میں نے اس خوف کی عظمت کے سبب بے دل اور بے جاں ہو کر اپنے کو پہاڑ سے سر کے بل گرا دیا تھا اور جبکہ میں نے اس بے حجاب عذاب کو دیکھا تھا تو اس وقت خوف سے میرے پاؤں سن ہو گئے تھے اور میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اے ذوالمنن تو اس بستگی سے میرے پاؤں کھول دے تاکہ اب میں کسی کا فریب نہ کھاؤ۔ اب میں تجھ سے اس بات کا عہد اور ندا کرتا ہوں کہ میں اس کی باتوں میں نہ آؤں گا۔ سو اس وقت خدا نے میری اس دعا اور تضرع اور ہائے ہائے کے سبب میرے پاؤں کشادہ کرائے تھے ورنہ شیر مجھ تک پہنچ جاتا۔ پھر وہ اگر شیر مجھ پر قابو پالیتا تو اس وقت میری کیا حالت ہوتی۔ یہ واقعہ تو گزر گیا تھا۔ اب اس شیر یشہ نے مکر سے تجھے میری طرف پھر بھیجا ہے سو اب میں اس بات میں نہ آؤں گا کیونکہ تو یار بد ہے اور میں خدائے بے نیاز کی ذات پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یار بد سے خبیث سانپ بہتر ہے۔

اب مولانا سا مقولہ کو موجہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبیث سانپ تو فقط جان ہی لیتا ہے یار بد تو جہنم میں لے جاتا ہے کیونکہ دل چپکے چپکے قرین بد کی خصلت بدوں اس کی تعلیم کے بھی اڑا لیتا ہے۔ پس اگر ساتھ میں تعلیم بھی ہو تب تو بالا والی اڑائے گا۔ نیز جبکہ وہ تم پر سایہ ڈالتا ہے تو وہ تمہارے خصائل حمیدہ کو دور کر دیتا ہے اور اس طرح اس میں برائیاں آ جاتی ہیں کیونکہ تمہاری عقل اگر اژدھا سے مست ہو تو تم سمجھو کہ یار بد اس کے لیے زمرد ہے اس سے تمہاری عقل کی آنکھ نکل پڑتی ہیں اور وہ اندھی ہو جاتی ہے۔ اور نیک و بد میں اس کو تمیز نہیں رہتی اس لئے وہ اچھائیوں کو چھوڑ کر برائیاں اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اس شیطان کا کو جاتم کو طاعون روحانی کے پنجہ میں پھنسا دیتا ہے اور موت روحانی میں مبتلا کر کے جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو کہ گدھے نے کہا کہ دنیا میں یار بد سے بدتر اور خطرناک کوئی شے نہیں ہے اور مجھے تو مشاہدہ کے بناء پر اس کا حق الیقین ہو گیا ہے۔ فائدہ طعن اور اندر کف طاعون سند میں ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ طاعون جنات کے کوچے کا اثر ہے۔

جواب گفتن روباہ خررا

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ صاف ما را درد نیست	لیک تخیلات وہمی خرد نیست
لومڑی نے کہا ہمارے نیر میں کوئی تلچھٹ نہیں ہے	لیکن وہمی تخیلات (بھی) چھوٹی چیز نہیں ہیں
ایں ہمہ وہم تو است اے سادہ دل	ورنہ بر تو نے غشی دارم نہ غل
اے بھولے! یہ سب تیرا وہم ہے	ورنہ میں تجھ سے نہ کھوٹ رکھتی ہوں نہ کینہ
از خیال زشت خود منگر بمن	بر محباں از چہ داری سوئے ظن
اپنے برے خیال سے مجھے نہ دیکھ	دوستوں پر کیوں بدظنی کرتا ہے؟
ظن نیکو بر برا خوان صفا	گرچہ آید ظاہراً زیشاں جفا
مخلصوں پر نیک گمان کر	اگرچہ بظاہر ان سے ظلم سرزد ہو
ایں خیال و وہم بد چوں شد پدید	صد ہزاراں یار را از ہم برید
جب یہ برے خیال اور وہم ظاہر ہوئے ہیں	لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے
مشفقے کو کرد جور و امتحاں	عقل باید کہ نباشد بدگماں
جس مہربان نے زیادتی اور امتحان کیا ہو	عقل کو چاہئے کہ بدگمان نہ ہو
خاصہ من بدرگ نبودم زشت قسم	آنکہ دیدی بد نہ بد بود آں طلسم
خصوصاً میں بری قسم کی بدفطرت نہیں ہوں	جو تونے دیکھا' وہ برا نہ تھا وہ طلسم تھا
ور بدے بدآں سگالش قدرا	عفو فرمایندا زیاراں خطا
اگر (بالفرض) والتقدیرً وہ خیال برا تھا	(تو) دوستوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں
عالم وہم و خیال و طمع و بیم	ہست رہرو را یکے سد عظیم
وہم اور خیال اور مزاج اور خوف کی دنیا	سالک کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ہے
نقشہائے ایں خیال نقشبند	چوں خلیلے را کہ بد شد گزند
اس نقش بنانے والے خیال کے نقوش	(حضرت ابراہیم) خلیل (اللہ) جیسے کیلئے جو پہاڑ تھے نقصان بنے
گفت ہٰذا ربی ابراہیمش راد	چونکہ اندر عالم وہم اوفتاد
عقلمند (حضرت) ابراہیم نے کہا یہ میرا رب ہے	چونکہ وہ وہم کے عالم میں مبتلا ہو گئے

ذکر کوکب را چنیں تاویل گفت	آنکسے کو گوہر تاویل سفت
ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی	اس ذات نے جس نے تفسیر کے موتی پروئے
عالم وہم و خیال چشم بند	آنچناں کہ راز جائے خویش کند
وہم کی دنیا اور آنکھوں کو بند کر دینے والے خیال نے	ایسے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دیا
تا کہ ھٰذا ربی آمد قال او	خر بط و خر را چہ باشد حال او
یہاں تک یہ میرا خدا ہے ان کا قول ہوا	احمق اور گدھے کا کیا حال ہو گا؟
غرق گشتہ عقلہای چوں جبال	در بحار وہم و گرداب خیال
پہاڑوں جیسی عقلیں ڈوب گئیں	وہم کے سمندروں اور خیال کے بھنور میں
عقل ثابت تر زکہ را وہم بیں	کہ چہ فرمودست گفتن اے امیں
دیکھ وہم نے بہت جمی ہوئی عقل کو	کیا کہہ دینے کو کہا' اے امین!
کوہہا را ہست زیں طوفاں فضوح	کو امانے جز کہ در کشتی نوحؑ
اس طوفان سے پہاڑوں کی رسوائیاں ہیں	نوحؑ کی کشتی کے سوا امن کہاں ہے؟
زیں خیال رہزن راہ یقیں	گشت ہفتاد و دو ملت اہل دیں
یقیں کے راستہ کو ڈاکو کے اس خیال کی وجہ سے	دیندار' بہتر فرقے بن گئے
مرد ایقاں رست از وہم و خیال	موی ابرو را نمی گوید ہلال
صاحب یقیں وہم اور خیال سے نجات پاتا ہے	وہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے
واں کہ را نور عمر نبود سند	موئے ابروئے کجے راہش زند
جس کا سہارا عمر کا نور نہ ہو	ابرو کا ٹیڑھا بال اس کو بھٹکا دیتا ہے
صد ہزاراں کشتی باہول و سہم	تختہ تختہ گشتہ در دریائے وہم
لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے	وہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں
کمتریں فرعون چست فیلسوف	ماہ او در برج وہمی در خسوف
کم از کم فرعون' چالاک اور فلسفی	اس کا چاند وہم کے برج میں گرہن میں ہے
کس نداند روسپی زن کیست آں	وانکہ داند نیستش برخود گماں
کوئی نہیں جانتا وہ رنڈی عورت' کون ہے؟	اور جو جانتا ہے اس کو اپنے بارے میں گمان نہیں ہوتا

چوں تراوہم تو دارد خیرہ سر	ازچہ گردی گرد وہم آں دگر
جبکہ تیرا وہم تجھے حیران بنا دیتا ہے	تو دوسرے کے وہم کے کیوں چکر کاٹتا ہے؟
عاجزم من از منی خویشتن	چہ نشینی پر منی تو پیش من
میں اپنی خودی سے عاجز ہوں	تو خودی سے بھرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھتا ہے؟
از من و ماہر کہ ایں در میزند	عاشق خویش ست برلا می تند
جو خودی اور انانیت کے ساتھ اس دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے	وہ اپنا عاشق ہے، فنا کا چکر کاٹتا ہے
بے من و مائی ہمی جویم بجاں	تاشوم من گوئی آں خوش صولجاں
میں (دل و) جان سے بےخودی اور بےانانیت والے کو ڈھونڈتا ہوں	تاکہ میں اس اچھے بلے کی گیند بن جاؤں
ہرکہ بےمن شد ہمہ منہا خوداوست	یار جملہ شد چوخودرانیست دوست
جو بے خود ہوگیا تمام خودیاں وہ خود ہے	وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہیں ہے
آئینہ بے نقش شد یا بدبہا	زانکہ شد حاکی جملہ نقشہا
وہ بے نقش کا آئینہ بن گیا، قیمت پائے گا	کیونکہ وہ تمام نقشوں کا مظہر بن گیا

شرح حبیبی

لومڑی نے کہا کہ ہماری صاف دوستی میں تو فریب کی تلچھٹ کی آمیزش نہیں ہے مگر وہم کی تخیلات معمولی نہیں ہیں۔ انہوں نے تم کو بدظن کردیا ہے اور جو کہ تم کو میری نسبت خیال ہے یہ سب تمہارا وہم ہے ورنہ میں نہ تم سے دھوکہ کرتی ہوں نہ خیانت۔ تم کو اپنے برے خیال سے مجھے نہ دیکھنا چاہئے۔ دوستوں سے کیوں بدگمانی کرتی ہو ہم کو یہ بات مناسب نہیں۔ بلکہ تم کو چاہئے کہ اگر دوستوں سے بظاہر کوئی زیادتی بھی ہوجائے تو اس کو اچھے محمل پر حمل کرنا چاہئے کیونکہ بدگمانی نہایت بری شے ہے۔

دیکھو جب یہ خیال اور وہم جلوہ گر ہوا ہے تو سینکڑوں دوستوں کے تعلقات کو اس نے منقطع کردیا ہے۔ بالخصوص مجھ پر تو بدگمانی ہونی ہی نہ چاہئے کیونکہ نہ میں بدذات ہوں اور نہ بدجنس۔ میں سچ کہتی ہوں کہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا وہ فی الحقیقت کوئی بری شے نہ تھی۔ بلکہ محض طلسم تھا لیکن اگر مان لیا جائے کہ میں نے تمہاری نسبت برا ہی خیال کیا تھا تو آخر خطا بھی ہوجاتی ہے اور خطا کو معاف بھی کرتے ہیں۔ یہاں سے مولانا مذمت وہم وخیال کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم وہم وخیال اور عالم نفس وطبع اور عالم خوف بے جا سالک کے لئے ایک زبردست رکاوٹ ہے کیونکہ قوت خیالیہ مصورہ کی بنائی ہوئی تصویریں۔ خلیل اللہ جیسے شخص کے لئے جو کہ پہاڑ کی طرح غیر متزلزل تھے مضر

ثابت ہوئی ہیں۔ چنانچہ جس وقت وہ عالم وہم میں پھنسے ہیں اور وہم کا ان پر غلبہ ہوا ہے اور عقل عارضی طور پر مغلوب ہوگئی ہے تو انہوں نے حق سبحانہ کو طلب کرتے ہوئے شمس و قمر اور دیگر ستارہ کی نسبت ھٰذا ربی کہہ دیا۔

جس کسی نے ھٰذا ربی کی توجیہ کی ہے اس نے اس کی یہ بھی وجہ بیان کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ پس تم غور کرو کہ اس نظر بندی کرنے والے عالم وہم وخیال نے اپنے غیر متزلزل پہاڑ کو اپنے مقر اصلی سے تھوڑی دیر کے لئے ہٹا دیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایک ستارہ کی نسبت ھٰذا ربی کہہ دیا پھر اس عالم میں احمق اور گدھے کی کیا حالت ہوگی۔

جناب من وہم کے سمندر اور خیال کے بھنور میں پہاڑوں جیسی عظیم الشان ڈوب گئی ہیں۔ دیکھو ابراہیم علیہ السلام کی پہاڑ سے زیادہ نہ جنبش کرنے والے عقل کو وہم نے کیا کہنے کو کہا اور اس نے کیا کہہ دیا۔

الغرض یہ طوفان وہم وخیال پہاڑوں کو ذلیل کر دیتا ہے۔ ایسی حالت میں یقین کے سوا جو کہ بمنزلہ کشتی نوح کے ہے اور کہیں اماں نہیں اور اس سے نجات دلانے والا صرف یقین ہے۔ صاحب یقین شخص وہم وخیال سے نجات پا جاتا ہے اور وہ موئے ابرو کو ہلال نہیں کہتا اور نور عمرؓ جس کا مستند نہیں ہوتا یعنی جو کہ وہ نور بصیرت نہیں رکھتا جو کہ حضرت عمرؓ کو حاصل تھا۔ موئے ابرو کج اس کا راہ مارتا ہے اور خیال اس کو گمراہ کرتا ہے۔

القصہ وہم نہایت خطرناک چیز ہے عقل کی ہزاروں ہولناک اور عظیم الشان کشتیاں جن کو دیکھنے سے ڈر لگے دریائے وہم میں پاش پاش ہوگئیں۔ ان میں ادنیٰ درجہ کا آدمی فرعون تھا جو کہ نہایت ہوشیار اور فلسفی تھا مگر اس کی عقل کا چاند بھی برج وہمی میں آ کر گہن میں آ گیا تھا۔

آگے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور چونکہ لومڑی گدھے کو یوں نصیحت کر رہی تھی جیسے کوئی ولی کسی دنیادار کو نصیحت کرتا ہے اور باوجودیکہ خود بھی دنیادار ہونے کے سبب مبتلائے وہم تھی۔ مگر گدھے کو وہم سے روک رہی تھی۔ اس لئے مولانا اس کے مناسب مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لومڑی گدھے کو مبتلائے وہم کہتی تھی حالانکہ خود بھی مبتلائے وہم تھی اصل بات یہ ہے کہ واقع میں کوئی نہیں جانتا کہ کس کی عورت فاحشہ ہے۔ ہاں بنابر وہم اس کا علم ہوتا ہے سو جس کو بناپر وہم اس کا علم ہوتا ہے اس کو دوسروں ہی کے سبب وہم ہوتا ہے۔ اپنی نسبت اسے وہم بھی نہیں ہوتا۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ حقیقتاً تو بدوں کی برائی کا خدا ہی کو علم ہے لیکن لوگوں کو جو ان کا علم ہے وہ بنابر وہم ہے مگر ان کو برائی کا وہم دوسروں کی نسبت ہوتا ہے اور اپنی نسبت نہیں ہوتا۔ اسی بناء پر لومڑی نے گدھے کو مبتلائے وہم کیا اور اپنے کو مبتلائے وہم نہ جانا۔

اب ہم ان لوگوں کو خطاب کرتے ہیں جو دوسروں کی نسبت وہم کا الزام لگاتے ہیں اور ان کو نصیحت کرتے ہیں حالانکہ خود بھی مبتلائے خودی ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تیرا وہم خود تجھ کو پریشان کرتا ہے تو تو اپنے وہم کی فکر کیوں نہیں کرتا دوسروں کے وہم کے پیچھے کیوں پڑتا ہے وہ تو بے چارہ اپنی مصیبت میں خود گرفتار ہے تو اس کے پاس ہٹ کر اس کی مصیبت میں اور اضافہ کرتا ہے کیونکہ ہر ہم نشین دوسرے ہمنشیں سے کچھ نہ کچھ چراتا ہے۔ پس جبکہ تو بھی مبتلائے وہم ہے تو اگر اس کے پاس بیٹھے گا گو بغرض نصیحت ہی ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تجھ سے صفت وہم چرائے گا اور اس کی مصیبت میں اور اضافہ ہوگا۔ پس جبکہ وہ اپنی خودی سے خود پریشان اور مجبور ہے تو

کیا ضرور ہے کہ تم بھی خودی سے پرہو کر اس کے پاس بیٹھو اور اس کی مصیبت میں اضافہ کرو۔

یاد رکھو کہ جو شخص مبتلائے خودی ہو کر طالب حق بنتا اور مسند مشیخیت وارشاد پر جلوہ گر ہوتا ہے وہ درحقیقت خود اپنے اوپر عاشق اور لاشے کا طالب ہے، ہم تو دل سے ترک خودی اور فنا چاہتے ہیں تاکہ ہم ترک خودی کے سبب اس خوش چوگاں یعنی حق سبحانہ کی گیند بن جائیں اور وہ جس طرف ہم کو لے جائے اس طرف جائیں کیونکہ فنا عجیب چیز ہے جو شخص فانی ہو جاتا ہے وہ سب سے متحد باتحاد توافق ہو جاتا ہے اور جبکہ وہ اپنا دوست نہیں رہتا اور اس لئے اپنے کو مٹا دیتا ہے تو وہ سب کا دوست ہو جاتا ہے۔

دیکھو آئینہ جب حصول صفا کے سبب بے نقش یعنی بے رنگ ہو جاتا ہے تو لوگوں میں اس وقت وقعت اور قدر و قیمت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس وقت اس میں سب کی صورتیں منقش ہوتی ہیں اور ہر ایک اس کو اپنے موافق جانتا ہے اس لئے اس کا کوئی مخالف نہیں ہوتا۔

فائدہ ۱:۔ اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہ بیان خلاف واقع ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو لازم تھا کہ انبیاء واولیاء کا کوئی دشمن نہ ہوتا حالانکہ ان کے دشمن ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود مولانا نے دفتر دوم بہ ذیل سرخی ملامت کردن مادماں شخصے را کہ بہ تہمت کشت۔ یہی سوال قائم کر کے اس کا مفصل جواب دیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ درحقیقت انبیاء واولیاء کے دشمن نہیں ہیں بلکہ خود اپنے دشمن ہیں۔

فائدہ ۲:۔ اگر یوں سوال کیا جائے کہ اس سے لازم ہے کہ انبیاء واولیاء کسی کے دشمن نہ ہوں حالانکہ وہ بھی لوگوں کے دشمن ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی دشمنی ان کی ذاتی دشمنی نہیں ہوتی بلکہ ان کی دشمنی خدا کے لئے ہوتی ہے اس لئے کہ وہ خدا کے دشمن ہوتے ہیں۔

حکایت شیخ محمد سررزی غزنوی قدس اللہ روحہ العزیز

شیخ محمد سررزی غزنوی کی حکایت خدا ان کی معزز روح کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش مزی	بد محمد نام و کنیت سر رزی
غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ	نام محمد اور کنیت سر رزی تھی
بود افطارش سر رز ہر شبے	ہفت سال او دائم اندر مطلبے
ہر شام کو ان کا افطار انگور کی کونپل تھی	سات سال وہ ہمیشہ (حصول) مقصد میں تھے
بس عجائب دید از شاہ وجود	لیک مقصودش جمال شاہ بود
موجودات کے شاہ کے انہوں نے بہت سے عجائب دیکھے	لیکن ان کا مقصد شاہ کا جمال تھا
بر سر کہ رفت آں از خویش سیر	گفت بنمایا فتادم من بزیر
وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے	عرض کیا دکھا دے ورنہ میں نیچے کودوں گا

گفت نامد نوبت آں مکرمت	ورفرو افتی نمیری نکشمت
فرمایا اس اعزاز کا موقع نہیں آیا ہے	اگر تم نیچے گرو گے نہ مرو گے میں تمہیں نہ ماروں گا
او فرو افگند خود را ازوداد	درمیان عمق آبے اوفتاد
انہوں نے عشق میں اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا	ایک پانی کی گہرائی میں جا پڑے
چوں نمرد از نکس آنجاں سیر مرد	از فراق مرگ برخود نوحہ کرد
جب اوندھا گرنے سے نہ مرے وہ جان سے بیزار آدمی	اپنی موت کے فراق پر رونے لگے
کایں حیات اورا چو مرگے مینمود	کار پیشش باز گونہ گشتہ بود
کیونکہ یہ زندگی ان کو موت کی طرح نظر آتی تھی	معاملہ ان کے لئے الٹا ہو گیا تھا
موت را از غیب می کرد او کدے	ان فی موتی حیاتی میزدے
موت کی وہ غیب سے بھیک مانگتے تھے	"بیشک میری موت میں میری زندگی ہے" کا نعرہ لگاتے تھے
موت را چوں زندگی قابل شدہ	با ہلاک جان خود یک دل شدہ
موت کی زندگی کی طرح قبول کرنے والے بن گئے تھے	اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے
سیف و خنجر چوں علیؓ ریحان او	نرگس و نسریں عدو جان او
(حضرت) علیؓ کی طرح تلوار اور خنجر انکار ریحان تھا	نرگس اور نسرین ان کے جان کے دشمن تھے
بانگ آمد روز صحرا سوئے شہر	بانگ طرفہ از و رائے سر و جہر
آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جاؤ	عجیب آواز، آہستہ اور زور کی آواز کے علاوہ
گفت اے دانائے رازم مو بمو	چہ کنم در شہر از خدمت بگو
عرض کیا اے میرے تمام رازوں کے جاننے والے!	شہر میں کیا خدمت کروں؟ فرمایئے
گفت خدمت آنکہ بہر ذل نفس	خویشتن سازی تو چوں عباس دبس
فرمایا خدمت یہ ہے کہ نفس کو ذلیل کرنے کے لئے	تو اپنے آپ کو عباس دبس کی طرح بنا لے
مدتے از اغنیا زر می ستاں	پس بدرویشان مسکیں می رساں
ایک مدت تک مالداروں سے روپے لے	پھر مسکین درویشوں کو پہنچا
خدمتت اینست تا یکچند گاہ	گفت سمعاً طاعۃً اے جاں پناہ
ایک وقت تک تیری یہی خدمت ہے	عرض کیا! اے جاں پناہ! میں نے سنا، قبول کیا

بس سوال و بس جواب و ماجرا	بدمیان زاہد و رب الوریٰ
بہت سے سوال، بہت سے جواب اور قصہ	زاہد اور مخلوق کے رب کے درمیان ہوا
کہ زمین و آسماں پر نور شد	در مقالات آں ہمہ مذکور شد
کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے	''مقالات'' میں وہ سب مذکور ہیں
لیک کوتہ کردم آں گفتار را	تا نہ نوشد ہر خسے اسرار را
لیکن میں نے وہ گفتگو مختصر کر دی	تاکہ ہر کمینہ اسرار کو نہ سنے

شرح حبیبی

غزنی میں ایک درویش تھے جو کہ علم یا عقل میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ان کا نام محمد تھا اور لقب سرازی۔ کیونکہ وہ ہر شام کو سراز یعنی انگور کے پتوں سے روزہ کھولتے تھے۔ وہ سات سال سے حق سبحانہ کی طلب میں تھے۔اور انہوں نے حق سبحانہ کی طرف سے بہت کچھ عجائب وغرائب دیکھے تھے لیکن ان کی طرف انہوں نے التفات نہیں کیا کیونکہ ان کا مقصود جمال حق سبحانہ کا مشاہدہ تھا۔ایک روز کا واقعہ ہے کہ وہ جان سے بیزار درویش پہاڑ پر چڑھے اور جوش وغلبہ عشق میں عرض کیا کہ اپنا جمال دکھلا دیجئے ورنہ میں نیچے گر کر اپنی جان دے دوں گا۔ حکم ہوا کہ ابھی اس شرف کا وقت نہیں آیا۔ اگر گرو تو مرو گے نہیں اور ہم تمہیں نہ ماریں گے۔عشق کا غلبہ تھا لہذا بے تاب ہو کر پہاڑ کے نیچے گر پڑے مگر وہ زمین پر نہ گرے بلکہ ایک پانی کے اندر جا پڑے۔اور اس طرح مرنے سے بچ گئے۔ پس جبکہ وہ جان سے آزردہ درویش گر کر بھی نہ مرے تو ان کو موت کی جدائی کا صدمہ ہوا اور اپنی حالت پر خوب روئے کیونکہ ان کو یہ زندگی موت دکھائی دیتی تھی اور ان کے نزدیک معاملہ الٹا ہو گیا تھا۔اس لئے وہ حق سبحانہ سے موت کی درخواست کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مرجانے ہی میں میری زندگی ہے انہوں نے موت کو یوں قبول کیا تھا جیسے اور لوگ زندگی کو قبول کرتے ہیں اور وہ موت پر عاشق ہو گئے تھے۔

حضرت علی کی طرح سیف وخنجر ان کو ریحان معلوم ہوتے تھے۔اور نرگس ونسرین ان کے دشمن جانتے تھے یہ واقعہ بھی ہو چکا اس کے بعد ان کو آواز آئی کہ جنگل سے شہر کی طرف جاؤ یہ آواز عجیب تھی کہ نہ آہستہ تھی اور نہ زور سے۔ کیونکہ یہ صفات حروف وصوت کے ہیں۔اور آواز حق سبحانہ حرف وصوت سے منزہ ہے۔اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے تمام اسرار کے جاننے والے خدا مجھے حکم دیجئے کہ میں شہر میں جا کر کیا کام کروں حکم ہوا کہ ذلت نفس کے لئے تم اپنے کو عباس کی طرح گداگر بنالو۔تمہارا یہی کام ہے اور کچھ نہیں۔تم ایک وقت معین تک امراء سے مال لے کر فقراء کو دو۔ کچھ دنوں تک تمہارا یہی کام ہے انہوں نے عرض کیا کہ میں نے سن لیا اور میں تعمیل کروں گا۔حق سبحانہ اور ان درویش کے درمیان اور بھی بہت سے سوال و جواب اور بہت کچھ گفت وشنید ہوئی۔جن سے زمین و آسمان نور سے بھر گئے وہ سب کتاب مقالات یا مقامات شیخ سرزری میں مذکور ہے مگر میں نے اس گفتگو کو مختصر کر دیا تا کہ ہر نااہل اسرار پر مطلع نہ ہو۔

فائدہ:۔ یہ گفتگو الہامی تھی۔

گردانیدن باشارت غیبی وتفرقہ کردن آنچہ جمع آمدہ برفقراء

شیخ کا بہت سے سالوں کے بعد جنگل سے غزنی میں آنا اور غیبی اشارے سے جھولی گھمانا اور جو کچھ جمع ہوتا اس کو فقراء میں تقسیم کر دینا

ہر کرا جاں زعز لبیک ست	نامہ بر نامہ پیک بر پیک ست
جس شخص کی جان لبیک کی عزت سے (وابستہ) ہے	(اس کے لئے) خط پر خط اور قاصد پر قاصد ہے
رو بشہر آورد آں فرماں پذیر	شہر غزنیں گشت از رویش منیر
اس حکم ماننے والے نے شہر کا رخ کیا	غزنی شہر ان کے چہرے سے منور ہو گیا
از فرحے خلقے باستقبال رفت	او در آمد از رہ دزدیدہ تفت
مخلوق خوشی سے استقبال کے لئے روانہ ہوئی	وہ جلد، چور راستہ سے اندر آ گئے
جملہ اعیان و مہاں برخاستند	قصر ہا از بہر او آراستند
سب بڑے اور سردار، کھڑے ہو گئے	ان کی وجہ سے مکانات کو آراستہ کیا
گفت من از خود نمائی نامدم	جز بخواری و گدائی نامدم
انہوں نے کہا میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں	ذلت اور بھکاری پن کے سوا کے لئے نہیں آیا ہوں
نیستم در عزم قال و قیل من	دربدر گردم بکف زنبیل من
میں بات چیت کے ارادہ میں نہیں ہوں	میں ہاتھ میں جھولی لے کر دربدر گھوموں گا
بندہ فرمانم کہ امر ست از خدا	کہ گدا باشم گدا باشم گدا
میں حکم کا غلام ہوں، کیونکہ خدا کا حکم ہے	میں بھکاری بنوں، میں بھکاری بنوں، بھکاری
در گدائی لفظ نادر ناورم	جز طریق خس گدایاں نسپرم
میں بھکاری پن میں نیا لفظ نہ لاؤں گا	کمینہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا
تاشوم غرق مذلت من تمام	تاسقطہا بشنوم از خاص و عام
تاکہ میں پوری طرح ذلت میں ڈوب جاؤں	تاکہ خاص و عام سے برا بھلا سنوں
امر حق جانست من آں را تبع	او طمع فرمود و ذل من قنع
خدا کا حکم جان ہے میں اس کے تابع ہوں	اس نے لالچ کا حکم دیا اور جس نے قناعت کی وہ ذلیل ہوا

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں	خاک برفرق قناعت بعد ازیں
جبکہ دین کا شاہ مجھ سے طمع چاہتا ہے	اس کے بعد قناعت کے سر پر دھول
او مذلت خواست کے عزت تنم	او گدائی خواست کے میری کنم
اس نے ذلت چاہی میں کب عزت کے در پے ہوں گا؟	اس نے بھکاری پن چاہا، میں کب امیری کروں گا؟
بعد ازیں گدیہ و مذلت جان من	بیست عباس اند در انبان من
اس کے بعد بھیک اور ذلت میری جان ہے	میری جھولی میں بیس عباس ہیں
شیخ بر میگشت و زنبیلی بدست	شیٔ للہ خواجہ توفیقیت ہست
شیخ گھومتے تھے اور جھولی ہاتھ میں	اے خواجہ! اگر تجھے کچھ توفیق ہے تو کوئی چیز خدا کے لئے (دے)
برتر از کرسی و عرش اسرار او	شیئاً للہ شیئا للہ کار او
ان کے باطنی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے	''کچھ خدا کے لئے'' کچھ خدا کے لئے ان کا کام تھا
انبیا ہر یک ہمیں فن میزنند	خلق مفلس گدیہ ایشاں میکنند
ہر ایک نبی اسی طرح نعرہ لگاتا ہے	مخلوق مفلس ہے، ان سے بھیک مانگتے ہیں
اقرضوا اللہ اقرضوا اللہ میزنند	باژگوں برانصروا اللہ می تنند
اللہ کو قرض دو، اللہ کو قرض دو، کہتے ہیں	الٹا ''اللہ کی مدد کرو'' پر عمل کرتے ہیں
دربدر ایں شیخ می آرد نیاز	بر فلک صد در برائے شیخ باز
یہ شیخ دربدر عاجزی کرتے ہیں	شیخ کے لئے آسمان، پر سینکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں
آں گدائی کہ بجد میکرد او	بہر یزداں بودنے بہر گلو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے	خدا کے لئے تھا نہ کہ حلق کے لئے
ور بکردے نیز از بہر گلو	آں گلو از نور حق دارد غلو
اگر وہ حلق کے لئے بھی کرتے	وہ حلق خدا کے لئے نور سے پر تھا
رحق او خورد نان و شہد و شیر	بہ زچلہ و ز سہ روزہ صد فقیر
ان کے لئے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک	سینکڑوں فقیروں کے چلہ اور سہ روزہ سے بہتر تھی
نور مینوشد مگوناں می خورد	لالہ میکارد بصورت می چرد
نور پی رہے ہیں، حلق روٹی کھا رہا ہے	لالہ بو رہے ہیں بظاہر چر رہے ہیں

چوں شرارے کو خورد روغن ز شمع	نور افزاید ز خوردش بہر جمع
جیسا کہ وہ آگ جو شمع کا روغن کھا رہی ہے	اس کے کھانے سے لوگوں کے لئے نور بڑھتا ہے
نان خورے را گفت حق لاتسرفوا	نور خوردن را نگفت ست اکتفوا
اللہ (تعالیٰ) نے روٹی کھانے والے کے لئے فرمایا اسراف نہ کر	نور کھانے کے لئے "بس کرو" نہیں فرمایا
ایں گلوئے ابتلا بدویں گلو	فارغ از اسراف و ایمن از غلو
یہ حلق آزمائش تھا اور یہ حلق	اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے
امر و فرماں بود نے حرص و طمع	آنچناں جان حرص را نبود تبع
حکم اور فرمان تھا نہ کہ لالچ اور طمع	ایسی جان حرص کے تابع نہیں ہوتی ہے
گو بگوید کیمیا مس رابدہ	تو بمن خود را طمع نبود فرہ
اگر کیمیا تانبے سے کہے کہ دے	تو اپنے آپ کو مجھے (تو یہ) زیادتی اور لالچ نہ ہوگا
آں گدائی کہ بجد میکرد او	بود از آثار حکمتہائے ہو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے	وہ اللہ کی حکمتوں کا نتیجہ تھا
گنجائے خاک تا ہفتم طبق	عرضہ کردہ بود پیش شیخ حق
زمین کے خزانے ساتویں طبقہ تک	اللہ (تعالیٰ) نے شیخ کے سامنے پیش کر دیئے تھے
شیخ گفتا خالقا من عاشقم	ور بجویم غیر تو من فاسقم
شیخ نے کہا، اے خالق! میں تو عاشق ہوں	اگر میں تیرے غیر کی جستجو کروں تو میں فاسق ہوں
ہشت جنت گر در آرم در نظر	ور کنم خدمت من از خوف سقر
اگر میں آٹھوں جنتوں کو نظر میں لاؤں	اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں
مومنے باشم سلامت جوئے من	زانکہ ایں ہر دو بود حظ بدن
میں سلامتی کا طالب ہوں، ایک مومن بنوں گا	کیونکہ یہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہیں
عاشقے کز عشق یزداں خورد قوت	صد بدن پیشش نیرزد ترہ توت
وہ عاشق جس نے خدا کے عشق کی روزی کھا لی	اس کے آگے سینکڑوں بدن، شہتوت کے پتے کی قیمت نہیں رکھتے
ویں بدن کہ دارد آں شیخ فطن	چیز دیگر گشت کم خوانش بدن
وہ سمجھدار شیخ جو یہ بدن رکھتے ہیں	وہ دوسری چیز بن گیا اس کو بدن نہ کہہ

عاشق عشق خدا و انگاه مزد	جبرئیلؑ موتمن آنگاه دزد
عشق خدا کا عاشق اور پھر مزدوری	امانتدار جبرئیل اور پھر چور
عاشق آں لیلی کور و کبود	ملک عالم پیش او یک تره بود
اندھی' نیلی' لیلیٰ کا عاشق	دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک پتہ تھی
پیش او یکساں شده بد خاک وزر	زرچہ باشد کہ نہ بد جاں را خطر
اس کے لئے مٹی اور سونا یکساں ہو گیا تھا	سونا کیا ہوتا ہے' اس کو جان کا خطرہ نہ تھا
شیر و گرگ و دد ازو واقف شده	ہمچو خویشاں گرد او گرد آمده
شیر اور بھیڑیا اور درندہ اس سے واقف ہو گیا تھا	اپنوں کی طرح اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے
کایں شدست از خوئے حیواں پاک پاک	پر ز عشق و لحم شحمش زہرناک
کہ یہ حیوان کی خصلت سے بہت پاک ہو گیا ہے	عشق اور زہریلے گوشت اور چربی سے پر ہے
زہر دو باشد شکر ریز خرد	زانکہ نیک نیک باشد ضد بد
عقل کا شکر کا نچھاور' درندہ کا زہر ہوتا ہے	کیونکہ اچھا نیک ' بد کی ضد ہوتا ہے
لحم عاشق رانیارد خورد دد	عشق معروفست پیش نیک و بد
درندہ' عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتا	ہر نیک و بد کے لئے عشق پہچانی ہوئی چیز ہے
ور خورد فی المثل دام وددش	لحم عاشق زہر گردد بکشدش
بالفرض اگر اس کو جانور اور درندہ کھا لے	عاشق کا گوشت زہر بن جائے' اس کو ہلاک کر دے
ہر چہ جز عشق ست شد ماکول عشق	دو جہاں یکدانہ پیش نول عشق
جو عشق کے سوا ہے' وہ عشق کی غذا ہے	عشق کی چونچ کے لئے دونوں جہاں ایک دانہ ہیں
دانۂ مر مرغ را ہرگز خورد	کاہداں مر اسپ را ہرگز چرد
دانہ مرغ کو کبھی کھاتا ہے!	آخور کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے
بندگی کن تاشوی عاشق لعل	بندگی کسب ست آید در عمل
عبادت کر تاکہ تو شاید عاشق بن جائے	عبادت کسب ہے عمل میں آ جاتی ہے
بنده آزادی طمع دارد ز جد	عاشق آزادی نخواہد تا ابد
بندہ' قسمت سے آزادی کا لالچ رکھتا ہے	عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا

بندہ دائم خلعت و ادرار جوست	خلعت عاشق ہمہ دیدار اوست
بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جویاں ہے	عاشق کی سب خلعت اس کا دیدار ہے
درنگنجد عشق در گفت و شنید	عشق دریائیست قعرش نا پدید
عشق کہنے اور سننے میں نہیں سماتا	عشق وہ دریا ہے جس کی گہرائی معلوم نہیں ہے
قطرہ ہائے بحر رانتواں شمرد	ہفت دریا پیش آں بحرست خرد
سمندر کے قطروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا	اس سمندر کے سامنے ساتوں دریا چھوٹے ہیں
ایں سخن پایاں ندارد اے فلاں	باز رو در قصۂ شیخ زماں
اے فلاں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	شیخ زمانہ کے قصہ کی طرف واپس چل

در معنی لولاک لما خلقت الافلاک

اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا

شد چنیں شیخے گدائے کوبکو	عشق آمد لا ابالی اتقوا
ایسے شیخ گلی گلی کے بھکاری بن گئے	عشق لاپروا ہے بچو
عشق جوشد بحر را مانند دیگ	عشق ساید کوہ را مانند ریگ
عشق، سمندر کو دیگ کی طرح کھولا دیتا ہے	عشق، پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے
عشق بشگافد فلک را صد شگاف	عشق لرزاند زمیں را از گزاف
عشق، آسمان میں سو شگاف ڈال دیتا ہے	عشق، زمین کو آسانی سے لرزا دیتا ہے
با محمدؐ بود عشق پاک جفت	بہر عشق او را خدا لولاک گفت
پاک عشق، محمد کا ساتھی تھا	عشق کی وجہ سے خدا نے آپ کے بارے میں لولاک فرمایا
منتہی در عشق چوں او بود فرد	پس مر او راز انبیاء تخصیص کرد
عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکتا تھے	تو انبیاء میں سے ان کو مخصوص کر لیا
گر نبودے بہر عشق پاک را	کے وجودے دادمے افلاک را
اگر آپ پاک عشق کے لئے نہ ہوتے	تو میں آسمانوں کو وجود کب عطا کرتا؟
من بداں افراشتم چرخ سنی	تا علو عشق را فہمی کنی
میں نے اونچے آسمان کو اسی لئے بلند کیا	تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ لیں

منفعتہائے دگر آید ز چرخ	آں چو بیضہ تابع آید ایں چو فرخ
آسمان کے دوسرے فوائد (بھی) ہیں	وہ انڈے کی طرح تابع ہیں، یہ مرغی کے بچہ کی طرح ہے
خاک را من خار کردم یکسری	تاز ذل عاشقاں بوی بری
میں نے مٹی کو بالکل مٹی بنایا	تاکہ آپ عاشقوں کی ذلت کا پتہ لگا لیں
خاک را دادیم سبزی و نوی	تاز تبدیل فقیر آگہ شوی
مٹی کو ہم نے تازگی اور سبزی بخشی	تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں؟
باتو گویند ایں جبال راسیات	وصف حال عاشقاں اندر ثبات
یہ جمے ہوئے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں	عاشقوں کی حالت جماؤ میں
گرچہ آں مغیست ویں نقش اے پسر	تا بفہم تو کند نزدیک تر
اے بیٹا! اگرچہ وہ معنیٰ ہیں اور یہ صورت ہے	تاکہ (یہ تشبیہ) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کر دے
غصہ را با خار تشبیہے کنند	آں نباشد لیک تنبیہے کنند
غصہ کو کانٹے سے تشبیہ دیتے ہیں	وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں
آں دل قاسی کہ سنگیں خوانند	نامناسب بد مثالے رانند
وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں	مناسب نہیں ہے، ایک مثال دیتے ہیں
در تصور درنیاید عین آں	عیب بر تصویر نہ نفیش مداں
اگر وہ بعینہ تصور میں نہ آئے	(تو) مثال پر عیب لگا، اس کا انکار نہ کر

شرح حبیبی

خیر تو جب ان کو گداگری کا حکم ہوا تو وہ مطیع فرمان درویش متوجہ شہر ہوئے اور شہر غزنی ان کے روئے منور سے منور ہوا۔ لوگ تو خوش خوش ان کے استقبال کو گئے مگر وہ خفیہ راستہ سے شہر میں آ پہنچے اس کے بعد تمام امراء ان کی خدمت پر کمربستہ ہوئے اور محلات ان کے لئے سجائے مگر انہوں نے کہا کہ میں خودنمائی کی غرض سے نہیں آیا بلکہ میں تو صرف گداگری کے لئے آیا ہوں اور میرا عزم لوگوں کو تعلیم وتلقین کا نہیں ہے بلکہ میں ہاتھ میں جھولے لئے ہوئے دربدر پھروں گا۔ کیونکہ مجھے حق سبحانہ کا یہ حکم ہے کہ میں فقیر بنوں میں اس کا مطیع ہوں۔ پس میں فقیر ہی بنوں گا اور فقیری مجھے مہذب طریق سے نہ کروں گا اور سوال میں شاندار الفاظ استعمال نہ کروں گا۔ بلکہ معمولی فقیر بنوں گا اور ذلیل فقیروں کی روش کے سوا اور کوئی روش اختیار نہ کروں گا۔ تاکہ میں سر سے پاؤں تک ذلت میں ڈوب جاؤں اور تاکہ میں ہر خاص و عام سے سخت سست سنوں گا خدا کا حکم جان کے برابر ہے اور میں اس کا متبع ہوں۔ پس چونکہ اس نے طمع کا حکم دیا ہے لہذا

میں طامع اور گداگر بنوں گا کیونکہ ایسی حالت میں جو قناعت وترک گداگری نہ کرے وہ ارتکاب معصیت کے سبب ذلیل ہے جبکہ خدا خود مجھ سے طمع اور گداگری چاہتا ہے تو قناعت کے سر پر خاک جب وہ ذلت چاہتا ہے تو میں کب عزت کے درپے ہوں گا اور جب وہ گداگری چاہتا ہے تو میں کب رئیس بنوں گا۔ میں تو ایسے دھڑلے کی گداگری کروں گا کہ اس گداگری اور ذلت جان کے بعد بیس عباس میرے قبیلے میں ہوں گے۔

الغرض انہوں نے گداگری اختیار کی اور جھولے ہاتھ میں لئے پھرتے تھے اور کہتے تھے ''جناب کچھ توفیق ہے اچھا خدا کے لئے کچھ دیجئے حالت تو ان کی یہ تھی کہ ان کے اسرار عرش وکرسی سے بالاتر تھی اور کام ان کا یہ کہ خدا کے لئے کچھ دو۔ خدا واسطے کچھ دو۔ کیوں اس لئے کہ وہ انبیاء کے قدم پر تھے اور انبیاء بھی یہی کام کرتے ہیں اور مخلوق خود مفلس ہے مگر وہ اس سے مانگتے ہیں اور کبھی اقرضوا اللہ اقرضوا اللہ کے نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی انصروا اللہ کہتے ہیں جو کہ الٹی بات ہے۔ کیونکہ خدا تو خود سب کی مدد کرتا ہے۔ اس کو مدد کی کیا حاجت ہے اور جو خود محتاج مدد ہیں اس کی کیا مدد کر سکتے ہیں مگر یہ حق سبحانہ کی عنایت ہے کہ ان کی خودی اپنی مدد کو حق سبحانہ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور خود ان کے اپنے لئے خرچ کرنے کو خدا کا قرض دینا ٹھہرایا ہے۔

خیر یہ درویش دربدر گداگری کرتے ہیں حالانکہ آسمان پر سو دروازہ ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں پھر وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خدا کا حکم ہے اور خدا کے لئے وہ گداگری کرتے ہیں نہ کہ خود اپنے کھانے کے لئے۔ لیکن اگر بالفرض وہ اپنے ہی کھانے کے لئے کرتے تب بھی کوئی بری بات نہیں کیونکہ ان کا حلق نور حق سے لبریز ہے۔ اس لئے ان کے لئے کھانا برا نہیں ہے بلکہ ان کے حق میں روٹی' شہد' دودھ وغیرہ سینکڑوں فقیروں کے چلہ اور صیام ایام بیض سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ روٹی نہیں کھاتے بلکہ نور کھاتے ہیں اور گو بظاہر چرتے ہیں مگر فی الحقیقت لالہ کاری کرتے اور روح میں صفات حمیدہ بڑھاتے ہیں ان کے کھانے کی ایسی مثال ہے جیسے شعلہ چراغ تیل پیتا ہے مگر اس کھانے سے لوگوں کے لئے نور بڑھتا ہے جب یہ حالت ہے تو ان کے لئے زیادہ کھانے کی ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ حق سبحانہ نے روٹی کھانے کے لئے لاتسرفوا کہا ہے نور کھانے کو نہیں کہا کہ بس کرو۔ روٹی کھانے والا حلق زیر امتحان ہے اس کو ضرورت ہے اسراف سے ممانعت کی۔ اور نور کھانے والا حلق اس مرتبہ کو طے کر گیا ہے اور اس لئے وہ اسراف اور غلو سے بے تعلق ہو گیا ہے۔ اب نہ وہاں اسراف ہے اور نہ حد سے تجاوز۔ لہذا اسراف کی ممانعت بھی نہیں ہے۔

فائدہ:۔ ابن گلوی ابتلاء بدالخ سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہئے کہ اہل اللہ حد تکلیف سے خارج ہو جاتے ہیں اور مکلف نہیں رہتے بلکہ تحقیق اس کی یہ ہے کہ اوامر الہیہ مقید بقیود اور مبنی بر مصالح خاصہ ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے مواقع کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں نہ کہ عام مثلاً حکم ہے کہ زکوۃ دو مگر یہ مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ مال نامی ہو حوائج ضروریہ سے فارغ ہو حولان حول ہو چکا ہو۔ پس جہاں یہ قید پائی جائے گی وہیں یہ حکم بھی ہوگا اور جہاں یہ قید نہ پائی جائے گی وہاں یہ حکم نہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس امر لاتسرفوا مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ غذا موجب تقویت نفس ہو پس جہاں غذا موجب تقویت دفع ہو گی وہاں کثرت اکل کی ممانعت نہ ہوگی اس لئے جو لوگ اس حکم کے مخاطب ہوں گے وہ اس حکم کے لحاظ سے زیر امتحان ہوں گے اور جو لوگ مخاطب نہ ہوں گے وہ فارغ از

امتحان ہوں گے۔ پس شعر مذکور میں اہل اللہ سے امتحان خاص کی نفی کی گئی ہے نہ کہ امتحان عام کی لیکن یہ امر بھی واضح رہے کہ اہل اللہ کا نفس گو نہایت مضمحل ہو جاتا ہے مگر بالکل مردہ نہیں ہو جاتا۔ دلیل اس کی خود مولانا کا ارشاد یک قدم نُہ دآدم اندر ذوق نفس الخ۔ اور حق سبحانہ کا ارشاد حکایت عن یوسف علیہ السلام ما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء ہے اس لئے یہ حکم مبنی بر اغلب احوال ہو گا نہ کہ کلی۔ پس ثابت ہوا کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو بحالت صحت عقل مرفوع القلم اور مطلق العنان نہیں ہو سکتا۔ اس مقام پر یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ گو احکام شرعیہ مقید بقیود و شروط بشرائط خاصہ ہوتے ہیں مگر ہر کسی کو اس کی گنجائش نہیں ہے کہ اپنے عقل سے مقید کرے۔ بلکہ یہ کام یا خود شارع کر سکتا ہے یا وہ لوگ جو رمز شناس مثلاً مجتہدین وحی ہیں۔ واللہ اعلم۔

غرضکہ وہ گداگری بحکم وفرمان الٰہی تھی نہ کہ حرص وطمع سے کیونکہ یہ مقدس لوگ تابع حرص نہیں ہوتے۔ نیز یہ گداگری خودان لوگوں کی منفعت کے لئے تھی اس لیے بھی حرص نہ تھی۔ مثلاً کیمیا تانبے سے کہے کہ تو اپنے کو مجھے دیدے تو یہ حرص نہ ہوگی۔ بلکہ خود کیمیا کا احسان ہوگا۔ پس ان وجوہ سے یہ گداگری ممنوع اور قبیح نہ تھی اور جو گداگری وہ کرتے تھے وہ حکمت الٰہیہ کے آثار نامتناہیہ کا ایک اثر تھی۔ نہ کہ عام گداگری وہ عام گداگری کیسے کر سکتے تھے۔ مگر شیخ نے کہا کہ اے اللہ میں تو عاشق ہوں میں خزانے کیا کروں گا۔ اگر میں تیرے سوا اور کا طالب ہوں تو عاشق کاہے کو ہوں گا۔ میں تو نفس پرست عاشق ہوں گا اور اگر میں طاعت میں آٹھوں جنتوں کو پیش نظر رکھوں یا خوف دوزخ سے عبادت کروں تو اس وقت میں عامی مومن اور سلامتی کا طالب ہوں گا کیونکہ ان دونوں کا تعلق جسم سے ہے نہ کہ روح سے پس اس وقت میں اپنے جسم کو مضرت سے بچانے والا اور اس کو نفع پہنچانے والا ہوگا جو کہ عامہ مومنین کے شان ہے نہ کی عاشق کی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جو عاشق غذائے عشق خداوندی کھاتا ہے اس کے سامنے ایک جسم کیا۔ سو جسم توت کے پتے کے برابر بھی نہیں ہوتے پھر وہ بدن کی کیا فکر کرتا۔ شاید کوئی کہے کہ بزرگ کھاتے تھے پیتے تھے اس کو گرمی سردی سے بچاتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ اور عاشق الٰہی بھی تھے۔ پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ عشاق الٰہی بھی تھے پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ عشاق الٰہی کو بدنوں کی ذرا بھی پروا نہیں ہوتی اس لئے اس کا جواب دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جو بدن شیخ کو حاصل ہے وہ بدن نہیں رہا۔ بلکہ کچھ اور بھی ہو گیا ہے تو اسے بدن نہ کہو کیونکہ وہ روح ہو گیا ہے۔

فائدہ:۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جسم میں ذاتی دو قسم کی صفات ہیں ذمیمہ وغیرہ ذمیمہ۔ مثلاً حرص کینہ وغیرہ صفات ذمیمہ ہیں۔ لون' تحیر وتشکل وغیرہ غیر ذمیمہ ہیں۔ علیٰ ہذا روح میں بھی دو قسم کے اوصاف ہیں حمیدہ وغیر حمیدہ صبر وقناعت وغیر صفات حمیدہ ہیں۔ جوہریت لطافت' بدنیت' وغیرہ غیر حمیدہ پس ارباب تصوف جب روح اور جسم کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے صفات حمیدہ وذمیمہ کے لحاظ سے کرتے ہیں۔

مثلاً جب کہتے ہیں کہ روح جسم ہو گئے تو اس سے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نے جسم کی صفات ذمیمہ اختیار کر لیں اور جب کہتے ہیں کہ جسم روح ہو گیا تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنی صفات ذمیمہ کو چھوڑ دیا اور صفات حمیدہ سے متصف ہو گیا پس جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب جسم صفات ذمیمہ سے خالی ہو گیا تو اب اس کی خدمت جسم بمعنی مراد ارباب تصوف جسم کی خدمت نہیں ہے۔ بلکہ اب وہ روح کی خدمت ہے۔

فاتضح المرام وللہ الحمد) ہاں تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ عاشق خدا حظوظ جسمانیہ کی پرواہ نہیں کرتے اس لئے وہ جنت و دوزخ کے لئے طاعت نہیں کرتے اب اس کی وجہ سنو۔ وجہ یہ ہے کہ یہ طاعت باجرت ہے اور عاشق خدا ہو اور مزدوری چاہے ناممکن ہے۔ جبرائیل امین ہو اور چور ہو محال ہے عاشق خدا تو بڑی چیز ہے ایک ذلیل لیلیٰ کے عاشق کی یہ حالت تھی کہ سلطنت عالم اس کے سامنے ہیچ تھی اور مٹی اور سونا اس کے نزدیک برابر ہو گئے تھے۔ سونا تو کیا چیز ہے۔ اس کے نزدیک خود جان کی کوئی وقعت نہ رہی تھی اور عشق نے اس کے یوں قلب ماہیت کر دی تھی کہ شیر اور لومڑی اور دیگر درندے اس سے واقف ہو گئے تھے۔ اور عزیزوں کی طرح اس کے گرد جمع ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب یہ عام جانداروں کا سا نہیں رہا۔ بلکہ ان کی خصلت وطبیعت سے پاک صاف ہو گیا ہے اب یہ عشق سے پر ہے اور اس کا گوشت اور اس کی چربی زہر آلود ہو گئے ہیں کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب عشق زہر ہے تو بری چیز ہے کیونکہ وہ درندوں کے لئے زہر ہے اور جو چیز درندوں کے حق میں زہر ہو وہ عقلاء کے حق میں شکر ریز ہوتی ہے کیونکہ ان دونوں کے طبائع میں تضاد ہے۔ پس جو چیز ایک طبیعت کے لئے مضر ہو گی۔ اس کی ضد کے لئے خواہ مخواہ مفید ہو گی۔ مثلاً جو چیز اچھے کے حق میں اچھی ہے وہ برے کے حق میں ضرور بری ہو گی۔

خیر تو وہ درندوں کے حق میں زہر ہے۔ لہذا درندے عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتے۔ کیونکہ عشق کو بری اور بھلی درندے اور عقلاء سب جانتے ہیں اور اپنے اپنے موافق خواص سے واقف ہو۔ اس لئے درندے بھی جانتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے زہر ہے اور اس لئے وہ عاشق کا گوشت نہیں کھاتے اور اگر بالفرض اسے کھا بھی لیں تو وہ ہضم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان کے حق میں زہر ہو جائے گا اور انہیں مار ڈالے گا۔

دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ عشق آکل ہے اور تمام جہاں ماکول اور ہر دو عالم اس کی چونچ کے سامنے ایک دانہ ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ماکول آکل کو نہیں کھا سکتا۔ بتلاؤ کبھی دانہ بھی جانور کو کھاتا ہے اور سمجھو کہ کبھی گھاس بھی گھوڑے کو چرتا ہے ہرگز نہیں۔ پس یونہی عشق کو بھی کوئی چیز نہیں کھا سکتی اور جب عشق کو کوئی چیز نہیں کھا سکتی تو اس گوشت کو بھی نہیں کھا سکتے جس میں عشق ساری ہے۔ وھوالمدعی۔ پس اگر تم درندوں (نفس و شیطان) سے بچنا چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ تمہیں نہ کھا جائیں۔ تو تم عاشق حق سبحانہ ہو جاؤ۔ تم یہ کہو گے کہ ہم عاشق کیسے ہو جائیں عشق تو اختیاری شے نہیں ہے کہ جو چاہے عاشق ہو جائے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے مبادی تو اختیاری ہیں۔ تم ان مبادی کو اختیار کرو اور بتکلف طاعت حق سبحانہ کرو امید ہے کہ تم کو عشق حاصل ہو جائے گا۔ گو عشق اختیاری اور کسبی نہیں۔ مگر اطاعت تو کسبی ہے اور وہ تو عمل میں آ سکتی ہے۔ پس تم طاعت کرو اس طرح تم کو عشق حاصل ہو جائے گا۔ عشق بڑی چیز ہے اور اس میں اور بندگی میں بہت فرق ہے بندہ اور غلام کو تو دلی خواہش آزادی ہوتی ہے اور عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا۔ نیز بندہ ہمیشہ خلعت اور وظیفہ چاہتا ہے۔

برخلاف عاشق کے کہ اس کی خلعت صرف دیدار یار ہے۔ پس بندہ اور غلام کی طاعت اور عاشق کی طاعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس کا خلوص اس کے خلوص سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ عشق کیحالت میں کیونکر بیان کروں یہ مضمون گفت وشنید میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ عشق ایک دریا ہے جس کی تہہ ہی معلوم نہیں اور معلوم ہے کہ کوئی دریائے قطرے

نہیں گن سکتا۔ پھر عشق کا بیان مکمل اور مفصل کوئی کیونکر کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے تو ساتوں سمندر چھوٹے ہیں۔

خیر یہ گفتگو تو ختم نہیں ہوسکتی۔ اب لوٹنا چاہئے اور شیخ سرازی کا قصہ بیان کرنا چاہئے۔ تم غور کرو کہ ایسا عظیم المرتبہ شیخ گلی گلی بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ کیوں محض اس لئے کہ وہ عاشق ہے۔ سو عشق بھی عجیب بے نیاز ہے نہ یہ کسی کی عزت کا لحاظ کرتا ہے نہ کسی کی عظمت کا۔ پس اے خواستگاران عزت و جاہ تم اس سے بچتے رہنا عشق وہ شے ہے کہ دریا کو ہانڈی کی طرح ابالتا ہے اور پہاڑ کو پیس کر ریت بنا دیتا ہے۔ عشق آسمان کے سوٹکڑے کر دیتا ہے اور عشق زمین کو سخت متزلزل کر دیتا ہے یہ تو اس کی سختی کی حالت تھی اب اس کی برکات سنو۔ عشق منشاء وجود عالم ہے کیونکہ حق سبحانہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا اس عشق کے سبب اس نے لولاک لما خلقت الافلاک فرمایا۔ یعنی اگر مجھے تم سے محبت نہ ہوتی اور اس لئے تمہیں پیدا نہ کرتا تو عالم کو پیدا نہ کرتا۔ پس عالم کو میں نے تمہاری خاطر پیدا کیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حق سبحانہ کو اور انبیاء اور صلحاء سے محبت نہیں ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ آپ محبوبیت میں خرد اور کامل ہیں۔ اس لئے انبیاء و صلحا میں سے آپ کو مخصوص بالذکر کیا گیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب مضمون سابق سنو حق سبحانہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر عشق کی وجہ نہ ہوتی اور مجھے اس کی حالت کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو میں عالم کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے آسمان کو اس لئے رفعت دی ہے کہ تم اس سے عشق کی رفعت سمجھو اور خیال کرو کہ جس سبب کا مسبب اتنا رفیع ہے اس مسبب کی رفعت کس قدر ہوگی۔ گو آسمان سے اور منفعتیں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ مگر وہ بیضہ کی طرح غیر مقصود ہیں اور یہ بچہ کی طرح مقصود ہے اور میں نے زمین کو اس لئے متذلل پیدا کیا ہے کہ تم عاشقوں کے تذلل کو سمجھو۔ اور میں نے اس کو اس لئے سرسبز کیا ہے تا کہ تم فقراء کے تبدل و تغیر حالت سے واقف ہو جاؤ۔ اور سمجھو کہ جس طرح زمین کو اس کے تذلل کا یہ ثمرہ ملا کہ وہ سرسبز و شاداب ہوگئی۔ یوں ہی فقراء کے تذلل سے ان کو سرسبزی و شادابی روحانی حاصل ہوتی ہے اور یہ جمے ہوئے اور مضبوط پہاڑ عاشق کی ثابت قدمی کی حالت بتاتی ہے۔

غرضکہ ہر چیز سے مقصود عشق اور عشاق کے حال پر دلالت ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو رفعت آسمان اور تذلل و شادابی زمیں اور قرار جبال امور حسیہ ہیں اور رفعت عشق و تذلل و شادابی و ثبات عشاق امر معنوی و عقلی اس لئے کہ یہ ان کی صحیح نظیر نہیں ہو سکتے۔ مگر مقصود محض تقریب فہم ہے اور محاورات میں ایسا کہا جاتا ہے چنانچہ غصہ کو خار سے تشبیہ دیتے ہیں گو غصہ خار نہیں ہوتا۔ مگر اس سے غصہ کی حالت بتلائی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا قلب قاری اور سخت دل کو پتھر کا دل کہتے ہیں گو یہ ٹھیک نہیں ہے لیکن تقریب فہم کے لئے تشبیہ دیتے ہیں اور وجہ ان تقریبی مثالوں کے اختیار کی یہ ہے کہ بیان میں عین حالت عشق و عشاق کی تصویر نہیں کھینچی جاسکتی اس لئے اگر بیان میں کچھ نقص ہو تو اس کو تصویر کا نقصان سمجھو اس سے حقیقت کو منتفی اور معدوم نہ سمجھو۔

رفتن شیخ در خانہ امیرے بہر گدیہ روزے چہار بار بازنبیل باشارت غیب و عتاب کردن امیر او را بدان وقاحت و عذر گفتن او امیر را

شیخ کا ایک امیر کے گھر پر غیبی اشارے سے چار مرتبہ مع زنبیل کے بھیک مانگنے جانا اور امیر کا ان پر اس بے شرمی کے لئے ناراض ہونا اور ان کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ روزے چار کرت چوں فقیر	بہر گدیہ رفت در قصر امیر
شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ	بھیک کے لئے امیر کے محل میں گئے

در کفش زنبیل و شیٔ للہ زناں	خالق جاں می بجوید تائے ناں
انکے ہاتھ میں زنبیل اور "کچھ اللہ کے لئے" کا نعرہ لگاتے ہوئے	جان کا پیدا کرنے والا ایک روٹی مانگتا ہے
نعلہائے باژگونہ است اے پسر	عقل کلی را کندہم خیرہ سر
اے بیٹا! الٹی نعل بندیاں ہیں	جو مکمل عقل کو بھی حیران کر دیتی ہیں
چوں امیرش دید گفتش اے وقیح	گویمت چیزے منہ نامم شحیح
جب امیر نے ان کو دیکھا ان سے کہا اے بے شرم	میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں میرا نام بخیل نہ رکھ
اے خس بے شرم چندیں جست وجوئے	تاکے و تاچند با رزق دو توئے
اے کمینہ بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ	کب تک اور کتنی دو گنے رزق کے لئے؟
ایں چہ سغری وچہ رویست وچہ کار	کہ بروزے اندر آئی چار بار
یہ کیا ڈھٹائی اور کیا منہ اور کیا کام ہے	کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے
کیست اینجا شیخ اندر بند تو	من ندیدم نر گدا مانند تو
بڈھے! یہاں تیری قید میں کون ہے؟	میں نے تجھ جیسا برا فقیر نہیں دیکھا
حرمت و آب گدایاں بردۂ	ایں چہ عباسی زشت آوردۂ
تونے فقیروں کی عزت اور آبرو برباد کر دی	یہ کیا بری عباسیت تونے اختیار کی
غاشیہ بردوش تو عباس دبس	ہیچ ملحد را مبادا ایں نفس نحس
عباس دبس تو تیرا غلام ہے	یہ منحوس نفس کسی بے دین کا نہ ہو
گفت امیرا بندہ فرمانم خموش	ز آتشم آگہ نۂ چندیں مجوش
انہوں نے کہا اے امیرا میں حکم کا غلام ہوں چپ رہ	تو میری آگ سے آگاہ نہیں ہے اس قدر جوش میں نہ آ
بہرناں درخویش حرص اردیدمے	اشکم نانخوارہ را بدریدمے
اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا	روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا
ہفت سال از سوز عشق جسم پز	در بیاباں خوردہ ام من برگ رز
جسم کو پکا دینے والی عشق کی گرمی سے سات سال	میں نے جنگل میں انگور کے پتے کھائے ہیں
تاز برگ خشک و تازہ خوردنم	سبز گشتہ بود ایں رنگ تنم
یہاں تک کہ خشک اور تر پتے کھانے سے	میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہو گیا

تا تو باشی در حجاب بوالبشر	سرسری در عاشقاں کمتر نگر
جب تک تو آدمیت کے پردے میں ہے	عاشقوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھ
زیر کاں کہ مویہا بشگافتند	علم ہئیت رابجاں دریا فتند
ذہین لوگ جنہوں نے موشگافیاں کی ہیں	انہوں نے علم ہیئت کو (دل و) جان سے دریافت کرلیا
علم نیر نجات و سحر و فلسفہ	گرچہ نشناسند حق المعرفہ
شعبدوں اور جادو اور فلسفہ کا علم	اگرچہ پورے طور پر وہ نہ جان سکے
لیک کوشیدند تا امکان خود	بر گذشتند از ہمہ اقران خود
لیکن اپنے مقدور بھر انہوں نے کوشش کی	اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے
عشق غیرت کردو زاایشاں درکشید	شد چنیں خورشید زاایشاں ناپدید
عشق نے غیرت کی اور ان سے جدا رہا	ایسا سورج ان سے پوشیدہ ہو گیا
نور چشمے کہ بروز استارہ دید	آفتابے چوں ازو رو در کشید
آنکھ کی وہ روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ لیا	ایسا سورج اس سے کیوں چھپ گیا؟
زیں گذر کن پند من بپذیر ہیں	عاشقاں را تو بچشم عشق بیں
اس کو چھوڑ، ہاں میری نصیحت مان لے	تو عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ
وقت نازک گشتہ و جاں در رصد	باتو نتواں گفت ایں دم عذر خود
وقت نازک ہو گیا اور جان انتظار میں ہے	اس وقت تجھ سے اپنا عذر نہیں بیان کیا جا سکتا
فہم کن موقوف آں گفتن مباش	سینہائے عاشقاں را کم خراش
سمجھ لے کہنے پر موقوف نہ رہ	عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر
نے گمانے بردۂ توزیں نشاط	حزم را مگذار و میکن احتیاط
نہیں، تو نے عیش و عشرت میں بدگمانی کی ہے	پختہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر
واجب ست و جائزست و مستحیل	ایں وسط را گیر در حزم اے دخیل
فرض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے	اے دوست! احتیاط میں تو اس درمیانہ کو اختیار کر لے

شرح حبیبی

ایک روز کا واقعہ ہے کہ شیخ مذکور ایک امیر کے مکان پر چار مرتبہ فقیرانہ سوال کرنے گئے ان کے ہاتھ میں جھولے

تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ خدا کے لئے کچھ دلوایئے۔ اب مولانا تعجب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو کیسی عجیب بات ہے کہ روٹی کا پیدا کرنے والا روٹی مانگ رہا ہے۔ صاحبو یہ الٹی باتیں ہیں جو کہ عقل کل کو بھی مخبوط الحواس کر دیتی ہیں۔

فائدہ:۔ یہاں چند امور توضیح طلب ہیں امر اول یہ کہ شیخ کے فعل کو حق سبحانہ کی طرف کیوں منسوب کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ فانی تھے اس لئے ان کا فعل گویا کہ حق سبحانہ کا فعل تھا یعنی چونکہ یہ گدائی بامر حق سبحانہ تھی اس لئے گویا کہ خدا ہی مانگ رہا تھا۔ دوم یہ کہ عقل کلی سے اس مقام پر عقل معاش کامل مراد ہے اور مقصود یہ ہے کہ دنیا میں بہت سی ایسی الٹی باتیں ہیں جن کی حقیقت اہل دنیا کو خواہ وہ کتنی ہی بڑی عاقل ہوں نہیں معلوم ہو سکتی)

خیر جبکہ امیر نے اسے دیکھا تو کہا کہ ارے بے حیا میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں مگر تو مجھے کنجوس نہ کہنا کیونکہ اس کا منشاء کنجوسی نہیں ہے بلکہ تیری خیر خواہی ہے وہ بات یہ ہے کہ ارے ذلیل اور بے شرم تو رزق کی اس قدر تلاش المضاعف فریب کے ساتھ کب تک کرے گا یہ کیا بے حیائی اور کیا منہ اور کیا حرکت ہے کہ دن میں چار مرتبہ آئے۔ یہاں کون آپ کے فکر میں ہے اور کون روٹی لئے ہوئے بیٹھا ہے کہ جس وقت آپ آئیں کھانا آپ کو تیار ملے۔

فائدہ:۔ کیست اینجا شیخ اندر بند تو" کے بعض محشیں نے یہ معنی لکھے ہیں کہ یہاں آپ کا کون مرید اور معتقد ہے واللہ اعلم) میں نے اپنی عمر میں تجھ سا بڑا بھکاری نہیں دیکھا۔ تو نے بھکاریوں کی آبرو خاک میں ملا دی۔ ارے تو نے یہ کیا بری گداگری اختیار کی ہے عباس دیسی جو کہ گداگری میں ضرب المثل تھا تو تو اس سے بھی بڑھ گیا اور وہ بھی تیرا غلام ہو گیا خدا نہ کرے کہ کسی کافر کا بھی ایسا کنجوس نفس ہو۔ یہ ملامت سن کر شیخ نے فرمایا کہ اے امیر خاموش رہ۔ میں بحکم خداوندی ایسا کرتا ہوں اور تم میرے آگ سے واقف نہیں ہو۔ پس اس قدر غصہ نہ کرو اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا تو بجائے اس کے بھیک مانگوں میں اس روٹی کھانے والے پیٹ ہی کو پھاڑ ڈالتا۔ جناب میری تو یہ حالت ہے کہ جسم کا پکا دینے والے عشق کے جلن کے سبب میں نے سات برس تک جنگل میں انگور کے پتے کھائے ہیں۔ یہاں تک کہ خشک اور سبز پتوں کے کھانے سے میرے جسم کا رنگ سبز ہو گیا تھا۔ پھر میں کیا روٹی کی حرص کروں گا۔ پس جب تک تو انسانیت کے جامہ میں ہے (تا کہ تو انسانیت کے جامہ میں رہے) عشاق کو سرسری نظر سے نہ دیکھنا کیونکہ ان کی حالت کا معلوم ہونا سخت دشوار ہے۔ چنانچہ وہ عقلاء جنہوں نے موشگافیاں کیں اور علم ہیئت اور علم نیرنجات اور علم سحر اور علم فلسفہ کو دل و جان سے دریافت کیا اور گو وہ ان کو جیسا جاننا چاہئے ویسا نہ جان سکے مگر انہوں نے اس کے جاننے میں امکانی کوشش کی اور اپنے اقران پر فائق ہو گئے۔ عشق نے غیرت کی اور ان سے کھینچ لیا اور ایسا آفتاب تاباں ان کی نظر سے مخفی ہو گیا نیز بو علی سینا کی وہ آنکھ جو دن کو ستارہ دیکھتی تھی تو دیکھ لے تو ایک آفتاب نے اس سے کیسے منہ پھیر لیا اور اس کو محسوس نہ ہوا پھر تیری تو کیا حقیقت ہے۔ پس تو اپنی اس روش کو چھوڑ میرا کہنا مان اور عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ۔ یعنی جس طرح عشق ان کی قدر و منزلت کرتا ہے تو بھی ان کی وقعت کر۔ یا یہ کہ تو بھی عشق حاصل کر اور پھر ان کو دیکھ! عشاق پر وقت نازک ہوتا ہے اس کی جان جلوۂ جاناں کی مترصد و منتظر ہوتی ہے اس لئے وہ اس وقت اپنا عذر نہیں بیان کر سکتے۔ پس تم قرائن و احوال سے اس کو سمجھ لیا کرو اور خود ان کے کہنے پر نہ رہا کرو کہ وہ بھی اپنی حالت بیان کریں اور معذوری ظاہر کریں تو سمجھو ورنہ نہیں۔ ایسا نہ کیا کرو اور عشاق کے سینوں کو طعن ملامت سے زخمی نہ کیا کرو جیسا اس وقت تم نے کیا ہے۔ اچھا بتلاؤ کیا تم نے میری گداگری سے طلب عیش و عشرت کا خیال نہیں کیا اور یہ نہیں سمجھا کہ مجھے اس سے تعیش و تلذذ مقصود ہے۔ ضرور

کیا ہے۔ اور یہ ایک بدگمانی ہے جو کہ خرم کے خلاف ہے۔ پس تم خرم کو ہاتھ سے نہ دو اور احتیاط رکھو۔ تم کو واضح ہو کہ امور تین قسم کے ہوتے ہیں۔ واجب، ممکن، ممتنع۔ پس باب خرم میں تم بیچ کا درجہ لے لو۔ مثلاً اگر کوئی گدا تمہارے پاس آئے تو اس وقت تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ اس کا کامل ہونا واجب ہو۔ دوم یہ کہ اس کا کمال ممکن ہو۔ سوم یہ کہ اس کا کمال محال ہو۔ پس احتیاط یہ ہے کہ تم اوسط درجہ لے لو اور سمجھو کہ ممکن ہے کہ کامل ہو اور ممکن ہے کہ نفس پرست ہو اور اس بناء پر تم اس کے تذلل اور توہین نہ کرو۔

(هذا هو المرام والمحشون خبطوا فى هذا المقام)

گریاں شدن امیر از نصیحت شیخ و عکس صدق او و ایثار کردن مخزن بعد ازاں جرأت و گستاخی و استعصام شیخ و قبول نا کردن شیخ و گفتن کہ من بے اشارت نیارم تصرف کردن کہ بے امر غیب نستانم

شیخ کی نصیحت اور ان کی سچائی کے پرتو سے امیر کا رو پڑنا اور جرأت اور گستاخی کے بعد خزانہ پیش کر دینا اور شیخ کا بچنا اور شیخ کا قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ میں بغیر اشارے خرچ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ میں بغیر غیبی حکم کے نہیں لے سکتا ہوں

ایں بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے	اشک غلطاں بر رخ او جائے جائے
یہ فرمایا اور ہائے ہائے کر کے رونے لگے	جگہ بجگہ ان کے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے
صدق او ہم بر ضمیر میر زد	عشق ہر دم طرفہ دیگے میپزد
ان کی سچائی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا	عشق ہر وقت ایک عجیب دیگ پکاتا ہے
صدق عاشق بر جمادے می تند	چہ عجب گر بر دل دانا زند
عاشق کی سچائی پتھر پر اثر کرتی ہے	کیا تعجب ہے اگر عقلمند کے دل پر اثر کرے
صدق موسیٰؑ بر عصا و کوہ زد	بلکہ بر دریائے پر اشکوہ زد
(حضرت) موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا	بلکہ ہیبت ناک دریا پر اثر کیا
صدق احمدؐ بر جمال ماہ زد	بلکہ برخورشید رخشاں راہ زد
(حضرت) احمدؐ کی سچائی نے چاند کے حسن کو متاثر کیا	بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا
روبرو آوردہ ہر دو در نفیر	گشتہ گریاں ہم امیر و ہم فقیر
آمنے سامنے دونوں رونے (اور) فریاد کرنے لگے	امیر اور فقیر بھی رو پڑا
ساعتے بسیار چوں بگریستند	گفت میر او را کہ خیز اے ارجمند
جب بہت دیر تک روئے	امیر نے ان سے کہا، اے اقبالمند! اٹھو
ہر چہ خواہی از خزانہ بر گزیں	گرچہ استحقاق داری صد چنیں
جو چاہو خزانے سے لے لو	اگرچہ ایسے سو گنے کے مستحق ہو

خانہ آن تست ہر چہ میل ہست	برگزیں خود ہر دو عالم اندکست
آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے	خود پسند کر لیجئے دونوں جہان تھوڑے ہیں
گفت دستوری ندادندم چنیں	کہ بدست خویش چیزے برگزیں
فرمایا، انہوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے	کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا
من زخود نتوانم ایں کردن فضول	کہ کنم من ایں دخیلا نہ دخول
میں یہ بیہودہ بات اپنی جانب سے نہیں کر سکتا	کہ میں دوستانہ دخل دوں
ایں بہانہ کرد و مہرہ در ربود	مانع آں بدکاں عطا صادق نبود
یہ بہانہ کیا اور وہ بازی جیت گئے	مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پرخلوص نہ تھی
گرچہ صادق بود بےغل بود و خشم	شیخ راہر صدق می ناید بچشم
اگرچہ وہ سچا، بے کھوٹ اور بغیر غصہ کے تھا	(لیکن) ہر سچ شیخ کی نظر میں نہیں آتا
گفت فرمانم چنیں دادست الٰہ	کہ گدایانہ برو نانے بخواہ
فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے	کہ فقیرانہ جا، روٹی مانگ
ما گدایانہ ازاں درخواستیم	ورنہ از اموال بے پرواستیم
ہم نے اسی وجہ سے فقیروں کی طرح درخواست کی	ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہیں

شرح حبیبی

شیخ نے یہ تقریر کی اور امیر نے ہائے ہائے کر کے رونا شروع کیا اور اس کے رخساروں پر جگہ جگہ آنسو ڈھل رہے تھے۔ بات یہ تھی کہ شیخ کے خلوص نے امیر کے دل پر اثر کیا تھا۔ واقعی عشق بھی عجیب چیز ہے کہ یہ ہر دم ایک عجیب ہانڈی پکاتا اور ہر وقت ایک نیا گل کھلاتا ہے۔ دیکھو امیر دو منٹ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گیا تم اس سے متعجب نہ ہونا۔ کیونکہ سچائی اور خلوص کا اثر تو جمادات پر ہوتا ہے پھر اگر وہ اس نے ایک ذی شعور کے دل پر اثر کیا تو تعجب کی کیا بات ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے صدق نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا۔ چنانچہ لاٹھی اژدہا بن گئی اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ **کما قال اللہ تعالیٰ و رفعنا فوقھم الطور** بلکہ اس کا اثر پرشکوہ سمندر پر ہوا کہ وہ خشک ہو گیا۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوص نے چاند کے حسن پر اثر کیا کہ چاند ٹکڑے ہو گیا بلکہ آفتاب درخشاں کا راہ مار دیا کہ اس کو آگے چلنے سے روک کر پیچھے ہٹا دیا۔

اس میں اشارہ ہے ایک روایت کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر رکھے سو رہے تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور حضرت علیؓ کی عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ تو آفتاب کو لوٹا دے اس پر آفتاب لوٹ آیا۔

یہ واقعہ گو فی نفسہ ممکن ہے مگر محققین نے اس کو موضوع ہونے کی تصریح کی ہے گو بعض محققین نے تعدد طرق سے دھوکہ کھا کر اس کو صحیح یا حسن بھی کہا ہے مگر میرے نزدیک یہ واقعہ حضرات شیعہ کا تراشا ہوا ہے جو لباس تسنن پہن کر ابن سبا کے اختراعی دین کی ترویج من ہمہ تن کوشاں تھے۔ واللہ اعلم) خیر وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف منہ لئے ہوئے رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا اور شیخ بھی۔ جب ایک عرصہ تک رو چکے تو امیر نے ان سے کہا گو میرا خزانہ آپ کے قابل نہیں ہے اور آپ اس کے مستحق ہیں کہ ایسے سینکڑوں خزانہ آپ کو دیے جائیں مگر آپ تشریف لے چلیں اور جس قدر آپ چاہیں میرے خزانہ سے لے لیں میرا مکان آپ ہی کا مکان ہے۔ پس آپ تکلف کو کام نہ فرمائیں اور وہاں چل کر آپ جو چاہیں لے لیں گو میرا خزانہ آپ کے لائق نہیں ہے کیونکہ آپ کے سامنے ہر دو عالم بے حقیقت ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔ اور مجھ سے یہ نہیں کہا گیا کہ جو چاہو لے لو۔ اس لئے میں یہ بے ہودگی نہیں کر سکتا کہ مداخلت بے جا کروں یہ عذر کیا اور بچ گئے اور اس طرح اس معرکہ میں بازی جیت لینے سے مانع یہ تھا کہ وہ عطا صدق کامل سے ناشی نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ غلبہ حال میں تھی پس ممکن تھا کہ بعد کو پچھتانا گو اس وقت وہ عطا صدق دل سے تھے اور اس وقت دل میں کوئی کھوٹ یا ناخوشی نہ تھی مگر ہر صدق شیخ کی نظر میں نہیں آتا بلکہ وہ صدق کامل دیکھتا ہے بنابریں انہوں نے عذر کر دیا اور کہہ دیا کہ مجھے تو حق سبحانہ کا یہ حکم ہے کہ فقیرانہ جاؤ اور روٹی مانگو اسی لئے ہم گدایانہ سوال کرتے ہیں ورنہ ہمیں مال کی ضرورت نہیں ہے۔

اشارت آمدن از غیب بشیخ کہ ایں دو سال فرمان ما بستدی و بدادی بعد ازیں بدہ و مستاں دست درزیر حصیر میکن کہ آنرا چوں انبان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کردیم درحق تو ہر چہ خواہی بیابی تا یقین شود عالمیاں را کہ ورائے ایں عالم عالمے ست کہ خاک بکف گیری زر شود و مردہ در وآید زندہ شود و نحس اکبر در وآید سعد اکبر شود و کفر در وآید ایمان شود و زہر در وآید تریاق شود نہ داخل ایں عالم است نہ خارج ایں عالم نہ فوق نہ تحت نہ متصل نہ منفصل بیچوں و بیچگونہ۔ ہر دم از وہزار اثر و نمونہ ظاہر میشود چنانکہ صنعت دست با صورت دست و غمزۂ چشم با صورت چشم و فصاحت زبان با صورت زبان نہ داخل ست نہ خارج نہ متصل و نہ منفصل والعاقل تکفیہ الاشارۃ

شیخ کو غیب سے اشارہ ہونا کہ ہمارے حکم کے مطابق ان دو سال میں تم نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور لو نہیں۔ بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالو کیونکہ ہم نے اس کو تمہارے لئے (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تھیلے کی طرح کر دیا ہے تم جو چاہو گے لے لو گے تاکہ دنیا والوں کو یقین آ جائے کہ اس عالم کے علاوہ کوئی عالم ہے جس میں تم مٹی ہاتھ میں لو تو سونا ہو جائے اور مردہ اس میں آ جائے تو زندہ ہو جائے نحس اکبر اس میں آئے تو سعد اکبر بن جائے کفر اس میں آئے تو ایمان بن جائے زہر اس میں آئے تو تریاق بن جائے وہ نہ اس عالم میں داخل ہے نہ اس عالم سے خارج نہ اوپر نہ نیچے نہ ملا ہوا نہ جدا بے مثال اور بے کیف ہے۔ ہر وقت اس سے ہزاروں اثر اور نمونے ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسی کہ ہاتھ کی دستکاری ہاتھ کی صورت کے ساتھ اور آنکھ کی ادا آنکھ کی صورت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت زبان

کی صورت کے ساتھ نہ داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ جدا ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے۔

تا دو سال ایں کار کرد آں مرد کار	بعد ازاں امر آمدش از کردگار
ان کار گزار نے دو سال تک یہ کام کیا	اس کے بعد ان کو خدا کا حکم پہنچا
بعد ازیں می دہ و لے از کس مخواہ	ما بدادیمت زغیب ایں دستگاہ
اس کے بعد دے لیکن کسی سے نہ مانگ	ہم نے تجھے غیب سے یہ قدرت دیدی ہے
ہر کہ خواہد از تو از یک تا ہزار	دست در زیر حصیرے کن برآر
جو تجھ سے ایک سے ہزار تک مانگے	بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈال، نکال لے
ہیں زگنج رحمت بے مر بدہ	در کف تو خاک گردد زر بدہ
رحمت کے بے حساب خزانہ سے دے	تیرے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائے گی، دے
ہر چہ خواہندت بدہ مندیش ازاں	داد یزداں را تو بیش از بیش داں
جو تجھ سے مانگیں دے، اس کی فکر نہ کر	تو خدا کی عطا کو بیش از بیش سمجھ
در عطائے مانہ تخسیر و نہ کم	نے پشیمانی نہ حسرت زیں کرم
ہماری عطا میں نہ ٹوٹا ہے اور نہ کمی	اس عطا میں نہ شرمندگی ہے، نہ حسرت
دست زیر بوریا کن اے سند	از برائے روئے پوش چشم بد
اے معتمد بوریئے کے نیچے ہاتھ کر	بری نظر سے پردے کے لئے
پس ز زیر بوریا پر کن تو مشت	دہ بدست سائل بشکستہ پشت
پھر تو بوریئے کے نیچے سے مٹی بھر لے	کمر ٹوٹے ہوئے، مانگنے والے کے ہاتھ میں دیدے
بعد ازیں از اجر نا ممنون بدہ	ہر کہ خواہد گوہر مکنوں بدہ
اس کے بعد ختم نہ ہونے والا اجر دے	جو چاہے اس کو اچھوتا موتی دے
رو یداللہ فوق ایدیھم تو باش	ہمچو دست حق گزافہ رزق پاش
جا تو ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ بن	اللہ کے ہاتھ کی طرح مفت رزق بانٹ
وام داراں راز عہدہ وارہاں	ہمچو باراں سبز کن فرش جہاں
قرض داروں کو ذمہ داری سے چھڑا	دنیا کی زمین کو بارش کی طرح سبز کر دے
بود یک سال دگر کار ہمیں	کہ بدادے زر زکیسہ رب دیں
ایک سال اور ان کا یہی کام رہا	دین کے رب کی تھیلی میں سے سونا بانٹتے

زر شدے خاک سیہ اندر کفش	حاتم طائی گدائے در صفش
کالی مٹی ان کے ہاتھ میں سونا بن جاتی	حاتم طائی ان سے (بھیک مانگنے والوں کی) صف میں تھا

دانستن شیخ ضمیر سائل را بے گفتن و دانستن قدر وام و امداراں بے گفتن ایشان و گفتن کہ نشان ایں باشد کہ اخرج بصفاتی الیٰ خلقی فمن راک فقدرانی

بغیر کہے شیخ کا سائل کے دل کی بات جان لینا اور ان کے کہے بغیر قرض خواہوں اور قرض کی مقدار کو جان لینا اور کہنا کہ علامت یہ ہوتی ہے کہ میری مخلوق کی جانب میری صفات کے ساتھ نکل۔ جس نے تجھے دیکھا اس نے مجھے دیکھا

حاجت خود گر نگفتے آں فقیر	او بدادے و بدانستے ضمیر
اگر فقیر اپنی ضرورت نہ بتاتا	وہ دے دیتے اور دل جان جاتا
پیش او روشن ضمیر ہر کسے	از فقیر و وام دار و محبسے
ان کے لئے ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی	فقیر اور قرض خواہ اور قیدی کی
آنچہ دردل داشتے آں پشت خم	قدر آں دادے بدونے بیش و کم
وہ دہری کمر والا جو دل میں رکھتا	اس کی بقدر اس کو دیدیتے نہ زیادہ نہ کم
پس بگفتندے چہ دانستی کہ او	ایں قدر اندیشہ دارد اے عمو
تو لوگوں نے ان سے کہا آپ کیسے جان لیتے ہیں	اے چچا! کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟
او بگفتے خانۂ دل خلوت ست	خالی از گدیہ مثال جنت ست
وہ فرماتے' کہ دل کا گھر خالی ہے	جو سوال سے خالی ہو وہ جنت کی طرح ہے
اندرو جز عشق یزداں کار نیست	جز خیال وصل او دیار نیست
اس میں خدا کے عشق کے سوا معاملہ نہیں ہے	وصل کے خیال کے سوا اس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے
خانہ را من روفتم از نیک و بد	خانہ ام پر ست از عشق احد
میں نے اچھے برے سے دل کو صاف کر لیا ہے	میرا گھر خدا کے عشق سے پر ہے
ہرچہ بینم اندر و غیر خدا	آن من نبود بود عکس گدا
میں اس میں خدا کے علاوہ جو کچھ دیکھتا ہوں	وہ میرا نہیں ہوتا' فقیر کا عکس ہوتا ہے
گر در آبے نخل یا عرجوں نمود	جز ز عکس نخلۂ بیروں نبود
اگر پانی میں کھجور کا درخت یا شاخ نظر آئی	باہر کے کھجور کے درخت کے عکس کے سوا نہ تھا

29

در تگ آب ار بہ بینی صورتے	عکس بیروں باشد آں نقش اے فتے
پانی کی تہہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے	اے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہو گا
لیک تا آب از قذیٰ خالی شدن	تنقیہ شرط ست در جوئے بدن
لیکن پانی کے کوڑے کرکٹ سے خالی ہونے تک	بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے
تا نماند تیرگی و خس درو	تا امیں گردد نماید عکس رو
تاکہ اس میں کدورت اورگھاس (پھونس) نہ رہے	حتیٰ کہ وہ امین بن جائے (اور) چہرے کا عکس دکھا دے
جز گلابہ در تنت کو اے مقل	آب صافی کن زگل اے خصم دل
اے مفلس! کیچڑ کے سوا تیرے بدن میں کیا ہے؟	اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کر لے
تو برآنی ہر دمی کز خواب و خور	خاک ریزی اندریں جو بیشتر
تیرا یہ حال ہے کہ سونے اور کھانے سے	اس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالتا ہے

سبب دانستن ضمیر ہائے خلق

لوگوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

چوں دل آں آب ازینہا خالیست	عکس روہا از بروں در آب جست
جب اس پانی کا دل ان سے خالی ہے	تو باہر سے چہروں کا عکس پانی میں جا پڑا
پس مصفا کن درون خویش را	تا بدانی سر ہر درویش را
تو اپنے باطن کو صاف کر لے	تاکہ تو ہر فقیر کے دل کی بات جان لے
پس ترا باطن مصفا ناشدہ	خانہ پر از دیو ونسناس و ددہ
تیرا باطن مصفیٰ نہیں ہوا	بھوت اور بن مانس اور درندوں سے بھرا گھر ہے
اے خرے زاستیزہ ماندہ درخری	کے ز ارواح مسیحاً بو بری
او گدھے! تو جھگڑے کی وجہ سے گدھے پن میں رہا	(حضرت) مسیحؑ کی روحوں سے تو کب واقف ہو گا؟
کے شناسی گر خیالے سرکند	کز کدامیں مکمنے سر برکند
اگر کوئی خیال نمودار ہوا تو کب پہچانے گا	کہ کس نہاں خانہ سے وہ ابھرا؟
چوں خیالے میشود در زہد تن	تا خیالات از درونہ روفتن
زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے	باطن سے خیالات کو صاف کرنے میں

تا نگرداند ترا ز اہل بروں	ایں خیال کژ بروب از اندروں
تاکہ وہ تجھے باہر والوں میں سے نہ بنا دے	باطن میں سے یہ ٹیڑھا خیال نکال دے

شرح حبیبی

شیخ نے دوسال تک یہ خدمت انجام دی اس کے بعد ان کو حق سبحانہ کا حکم ہوا کہ جب تم لوگوں کو دو اور کسی سے نہ مانگو تو ہم نے تم کو یہ قدرت عطا کر دی کہ جو کوئی بھی ایک سے لے کر ہزار تک تم سے مانگے تم بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالو اور نکال لو۔ پس تم اس سے بے مشقت خزانہ رحمت میں سے لوگوں کو دو اور ضرور دو۔ تمہارے ہاتھ میں مٹی سونا ہو جائے گی۔ ہم لوگ جو کچھ بھی تم سے مانگیں تم بے کھٹکے دو اور کچھ خیال نہ کرو کہ کہاں سے آئے گا۔ بلکہ تم عطاء حق سبحانہ کو بیش از بیش سمجھو۔ اس کے نزدیک کسی کا مطلوب خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ پس تم فکر کو اصلاً دل میں راہ نہ دو کیونکہ ہمارے خزانہ میں کمی نہیں اور نہ ہم کو دیکھ کر پچھتاوا یا افسوس ہوتا ہے بلکہ چشم بدکی روپوشی کے لئے بوری کے نیچے ہاتھ لے جاؤ اور وہاں سے مٹھی بھر کر کمر شکستہ سائل کے حوالہ کر دو۔ بس اب سے تم یہی کرو کہ تمہاری خدمات کا جو نا منقطع اجر ہے اس میں سے تم لوگوں کو دو اور اگر کوئی گوہر مکنون بھی مانگے تو بھی دے دو۔ اچھا اب جاؤ ہم تمہارے ہاتھ کو اپنا ہاتھ بناتے ہیں۔ بس تم **یدالله فوق ایدیھم** کا مصداق ہو اور حق سبحانہ کے ہاتھ کی طرح بے حساب صرف کرو۔ قرض داروں کے قرضہ کے بار سے سبکدوش کرو اور ابر کی طرح جہاں کو سرسبز و شاداب کر دو۔

خیر تو تیسرے سال ان کا یہی کام تھا کہ حق سبحانہ کے تھیلے میں سے لوگوں کو روپیہ دیتے تھے اور راکھ ان کے ہاتھ میں سونا ہوتی تھی اور بخشش کی یہ حالت تھی کہ حاتم طائی اس کے گداؤں کی صف میں ایک گدا تھا نیز یہ بات بھی تھی اگر کوئی اپنی حاجت شرم کے مارے نہ کہتا تو وہ اس کے مقصد دلی پر مطلع ہو جاتے اور اسے دے دیتے خواہ کوئی فقیر ہو خواہ قرض دار یا قیدی خواہ اور کچھ۔ وہ ہر کسی کے خیال پر مطلع ہو جاتے اور جس قدر رحمال اس کے دل میں ہوتا اتنا اسے دے دیتے تھے نہ کم ہوتا تھا نہ زیادہ۔ اس پر لوگ استفسار کرتے کہ آپ کو کیا معلوم کہ اس کو اتنے روپوں کا خیال ہے۔ اس کے جواب میں فرماتے کہ میرا دل تو خالی ہے اور اس میں گداگری کو دخل نہیں ہے بلکہ وہ جنت کی مثل ہے جہاں گداگری کا نام نہیں ہے اور اس میں عشق حق سبحانہ کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں اس میں جو کچھ ہے وہ اس صاحب خانہ کے وصل کا خیال ہے میں نے ہر بھلی بری بات سے اپنے دل کو صاف کر دیا ہے اور میرا خانہ دل عشق واحد حقیقی سے بھرا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں اس کے اندر غیر کو دیکھتا ہوں تو اس سے میں دوسروں کے مقصد پر استدلال کرتا ہوں کیونکہ وہ میرا خیال نہیں ہوتا بلکہ فقیر کا عکس ہوتا ہے۔ مثلاً اگر پانی میں کھجور کا درخت یا اس کی شاخ دکھائی دے تو وہ صورت پانی کی نہ ہوگی۔ بلکہ وہ بیرونی شے کی صورت ہوگی۔ بس یہی حالت میرے دل کی ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ قلب مصفا تو ضرور ہو جاتا ہے اور اس میں اشیاء خارجیہ کا عکس بھی ضرور پڑتا ہے مگر اس پانی کی خس وخاشاک سے خالی ہونے کے لئے جوئے بدن کا تنقیہ ضروری ہے تاکہ وہ پانی بالکل صاف ہو جائے اور اس میں کدورت اور خس وخاشاک نہ رہیں اور تاکہ آب دل معکوس کے قابل ہو جائے اور عکوس اس میں نمایاں ہوں تم کو یہ بات حاصل نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے جسم میں سوائے گلہ یہ اخلاق رذیلہ وخیالات لایعنی کے اور کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ پھر انعکاس کے لئے ہو ہاں تم اپنے آب قلب کو گل اخلاق رذیلہ وخیالات لایعنی سے پاک صاف کرو۔ تمہارے اندر انعکاس بھی ہونے لگے گا مگر تم تو بجائے تصفیہ کے

اوراس کومکدر کررہے ہواوراس نہر میں خواب وخورد وتلذذات جسمانیہ کی خاک ڈال رہے ہو۔ پھر انعکاس کی کیا صورت ہے۔ چونکہ اس پانی یعنی شیخ کا دل ان خس وخاشاک خواب وخور سے پاک ہے اس لئے اس میں مقاصد فقراء کے چہروں کا عکس پڑتا ہے۔ پس تم بھی اپنے دل کو پاک صاف کردتا کہ تم کو بھی فقراء کے باطن کا حال معلوم ہوجائے۔ تمہارا باطن تو ہنوز صاف نہیں اور یہ گھر شیاطین اور بن مانس اور درندوں یعنی اخلاق رذیلہ وخیالات لایعنی سے پر ہے اور اے گدھوتم تعنت وعناد سے گدھے پن میں پھنسے ہوئے ہو۔ ایسی حالت میں تم کو ارواح مسیحا اور حقیقی اہل اللہ کا کیا پتہ چل سکتا ہے اور اگران کے عکس سے کوئی خیال تمہارے دل میں آئے بھی جس سے تم اس کے حسن و جمال پر استدلال کرسکو۔ تو تم کو کثرت خیالات لایعنی کے سبب یہ پتہ کیسے چل سکتا ہے کہ یہ کس کمین گاہ سے آیا ہے اور کس کا عکس ہے۔ پس تم اپنے دل کو تمام خیالات سے پاک صاف کرو لیکن خیالات کا نکال دینا کوئی کھیل نہیں ہے۔ ریاضات ومجاہدات سے جسم دبلا ہو کر مثل ایک خیال کے ہوجاتا ہے جب یہ بات حاصل ہوتی ہے مگر تم ہمت نہ ہارو اور جس طرح بھی ہوان خیالات فاسدہ کو دل سے نکالو تا کہ تم مردود درگاہ رب العزت نہ ہوجاؤ۔

اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ شیر وخر کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں۔

غالب شدن مکر روباہ بر استعصام خر

لومڑی کے مکر کا گدھے کے بچاؤ پر غالب آجانا

خر بسے کوشید و او را دفع گفت	لیک جوع الکلب با خر بود جفت
گدھے نے بہت کوشش کی اور اس کی مدافعت کی	لیکن گدھے میں جوع الکلب تھی
غالب آمد حرص وصبرش شد ضعیف	پس گلوہا کہ برد عشق رغیف
حرص غالب آ گئی اور صبر کمزور ہو گیا	روٹی کے عشق نے بہت سے گلے کاٹے ہیں
زاں رسولے کش حقائق داد دست	کاد فقراً ان یکون کفر آمدست
اس رسول سے جن کو حقائق حاصل تھے	"فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" منقول ہے
گشتہ بود آں خر مجاعت را اسیر	گفت اگر مکرست یکرہ مردہ گیر
وہ گدھا، بھوک کا قیدی بن گیا تھا	سوچا اگر مکر ہے، ایکدم سے مردہ سمجھ لے
زیں عذاب جوع بارے وارہم	گر حیات این ست من مردہ بہم
بھوک کے عذاب سے تو نجات پا جاؤں گا	اگر زندگی یہ ہے تو میں مردہ بہتر ہوں
گر خر اول توبہٴ و سوگند خورد	عاقبت ہم از خری خطبے بکرد
گدھے نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور قسم کھائی	انجام کار گدھے پن سے، گڑ بڑ بھی کر دی
حرص کور و احمق و ناداں کند	مرگ را بر احمقاں آساں کند
لالچ اندھا اور احمق اور بیوقوف بنا دیتا ہے	احمقوں پر موت کو آسان کر دیتا ہے

ہست آساں مرگ بر جان خراں	کہ ندارند آب جان جاوداں
گدھوں کی جان پر مرنا آسان ہے	کیونکہ وہ ابدی جان کی رونق نہیں رکھتے ہیں
چوں ندارد جان جاوید آں شقیست	جرأت او براجل از احمقی ست
چونکہ وہ ابدی جان نہیں رکھتا، بدبخت ہے	موت پر اس کی جرأت حماقت سے ہے
جہد کن تا جاں مخلد گردت	تا بروز مرگ برگے باشدت
کوشش کر تاکہ تیری جان ابدی بن جائے	تاکہ موت کے دن تیرا توشہ ہو
اعتمادش نیز بر رازق نبود	کہ برافشاند برو از غیب جود
اس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا	جو اس پر غیب سے سخاوت کرتا تھا
تاکنونش فضل بیروزی نداشت	گرچہ گہہ گہہ برتنش جوعے گماشت
اس کو اللہ کے فضل نے اب تک بے رزق کے نہیں رکھا	اگرچہ کبھی کبھی اس پر بھوک کو مسلط کر دیا

در بیان فضیلت جوع واحتماء

پرہیز اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گر نباشد جوع صد رنج دگر	از پئے ہیضہ برآرد از تو سر
اگر بھوک نہ ہو دوسری سینکڑوں بیماریاں	ہیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہو جائیں گی
رنج جوع اولیٰ بود خود زاں علل	ہم بلطف وہم بخفت، ہم عمل
ان بیماریوں سے بھوک کی تکلیف زیادہ بہتر ہے	پاکیزگی کے اعتبار سے بھی ہلکے پن کے اعتبار سے بھی اور عمل کے اعتبار سے بھی
رنج جوع از رنجہا پاکیزہ تر	خاصہ در جوع ست صد نفع و ہنر
بھوک کی تکلیف بیماریوں سے زیادہ پاکیزہ ہے	خصوصاً بھوک میں سینکڑوں فائدے اور ہنر ہیں
جوع خود سلطاں داروہاست ہیں	جوع در جاں نہ چنیں خوارش مبیں
آگاہ! بھوک خود دواؤں کی بادشاہ	بھوک کو جان میں جگہ دے اس کو ذلیل نہ سمجھ
جملہ ناخوش از مجاعت خوش شدست	جملہ خوشہا بے مجاعتہار دست
سب بے مزا بھوک کی وجہ سے خوش ذائقہ ہو گئے ہیں	تمام خوش مزہ بغیر بھوک کے مردود ہیں
آں یکے میخوردناں فخفرہ	گفت سائل چوں بدین ستت شرہ
ایک شخص جو کی روٹی کھا رہا تھا	سوال کرنے والے نے پوچھا تجھے اس کا شوق کیوں ہے؟

گفت جوع از صبر چوں دوتا شود	نان جو در پیش من حلوا شود
اس نے کہا جب بھوک صبر سے دہری ہو جاتی ہے	میرے لئے جو کی روٹی حلوا بن جاتی ہے
پس توانم کہ ہمہ حلوا خورم	چوں کنم صبر ضروری لاجرم
تو میں کر سکتا ہوں کہ سب حلوا کھاؤں	جب لامحالہ ضروری صبر کر لوں
خود نباشد جوع ہر کس را زبوں	کایں علف زاریست زاندازہ بروں
بھوک ہر شخص کے قابو میں نہیں آتی ہے	کیونکہ گھاس کی چراگاہ اندازے سے زیادہ ہے
جوع مر خاصان حق را دادہ اند	تا شوند از جوع شیر و زور مند
بھوک خاصان خدا کو دی ہے	تا کہ وہ بھوک سے شیر اور طاقتور بنیں
جوع ہر جلف گدارا کے دہند	چوں علف کم نیست پیش او نہند
بھوک ہر کمینہ بھکاری کو کب دیتے ہیں؟	چونکہ چارہ کم نہیں ہے' اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں
کہ بخور تو ہم بدیں ارزانیے	تو نہ مرغ آب مرغ نانیے
کہ تو کھا تو اسی کے لائق ہے	تو پانی کا پرند نہیں ہے تو روٹی کا پرند ہے
نبود اندر دل ترا جز فکر ناں	ناید اندر خاطرت جز ذکر ناں
تیرے دل میں روٹی کے فکر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا	تیرے دل میں روٹی کے ذکر کے سوا کچھ نہیں آتا ہے
بعد چندیں سال حاصل چیستت	جوع مردن بہ بود زیں زیستت
اتنے سال کے بعد تجھے کیا ملا؟	مرنے کی بھوک تیرے اس جینے سے بہتر ہے

حکایت مریدے کہ شیخ از حرص ضمیر او واقف شد و او را نصیحت کرد بزبان و در ضمن نصیحت قوت توکل بخشیدش بامر حق عزوجل

اس مرید کی حکایت جس کے دل کی حرص سے شیخ واقف ہو گیا اور اس کو زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو توکل کی قوت بخش دی

شیخ میشد با مریدے بید رنگ	سوی شہرے ناں درانجا بود تنگ
شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقف کے روانہ ہوئے	شہر کی جانب وہاں روٹی کم یاب تھی
ترس جوع و قحط در فکر مرید	ہر دمے میگشت از غفلت مزید
مرید کے فکر میں قحط اور بھوک کا خوف تھا	جو غفلت کی وجہ سے' ہر لحہ بڑھ رہا تھا

شیخ آگہ بود و واقف از ضمیر	گفت او را چند باشی در زحیر
شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے	انہوں نے اس سے کہا کب تک پریشانی میں رہے گا؟
از برائے غصۂ ناں سوختی	دیدۂ صبر و توکل دوختی
تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے	تونے صبر اور توکل کی آنکھ بند کر لی ہے
تو نۂ زاں نازنینان عزیز	کہ ترا دارند بے جوز و مویز
تو ان پیارے ناز پرور دروں میں سے نہیں ہے	کہ تجھے بغیر اخروٹ اور منقی کے رکھیں
جوع رزق جان خاصان خدا ست	کے زبون ہمچو تو گیج گدا ست
بھوک، خاصان خدا کا رزق ہے	وہ تجھ جیسے احمق فقیر کے قابو میں کہا ہے؟
باش فارغ تو ازانہا نیستی	کاندریں مطبخ تو بے ناں بایستی
تو مطمئن رہ، تو ان میں سے نہیں ہے	کہ تو اس مطبخ میں بغیر روٹی کے ٹھہرے
کاسہ بر کاسہ ست ناں برناں مدام	از برائے ایں شکم خواران عام
ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے	ان عام پیٹوؤں کے لئے
چوں بمیرد میرود ناں پیش پیش	کہ زبیم بے نوائی کشتہ خویش
جب مرتا ہے، روٹی آگے آگے جاتی ہے	کہ بے سروسامانی کے ڈر سے اپنے آپ کو مارا ہے
تو برفتی ماندناں برخیز و گیر	اے بکشتہ خویش را اندر زحیر
تو چلا، روٹی رہ گئی کھڑا ہو لے لے	اے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پریشانی میں مار ڈالا
ہیں توکل کن ملرزاں پا و دست	رزق تو بر تو ز تو عاشق تر ست
خبردار! توکل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا	تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے
عاشق ست و میزند او مول مول	کہ ز بے صبریت داند اے فضول
وہ عاشق ہے اور آواز دے رہا ہے، ٹھہر ٹھہر	کیونکہ اے بیہودہ! وہ تیری بے صبری کو جانتا ہے
گر ترا صبرے بدے رزق آمدے	خویشتن چوں عاشقاں بر تو زدے
اگر تجھے صبر ہوتا تو رزق آ جاتا	عاشقوں کی طرح اپنے آپ کو تجھ پر لا ڈالتا
ایں تپ ولرزہ زخوف جوع چیست	در توکل سیر می تانید زیست
بھوک کے ڈر سے یہ جاڑا اور بخار کیوں ہے؟	توکل میں پیٹ بھرا ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایت آں گاو کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ، حق تعالیٰ آں جزیرۂ بزرگ راہر روز پر کند از نبات وریاحین کہ تا علف آں گاو باشد تا بشب آں گاؤ ہمہ را بچرد فربہ شود چوں کوہ پارہ، چوں شب شود خوابش نبرد از غصہ وخوف کہ ہمہ صحرا را چریدم فردا چہ خورم تا ازیں غصہ لاغر شود ہمچوں خلال روز برخیزد ہمہ صحرا را سبز تر وانبوہ تر بیند از وے باز بخورد وفربہ شود باز شبش ہماں غم بگیرد سالہاست کہ او ہمچنیں مے بیند واعتماد نمی کند

اس بیل کی حکایت جو ایک بڑے جزیرہ میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ اس بڑے جزیرے کو روز گھاس اور خوشبودار پودوں سے بھر دیتا ہے تا کہ رات تک اس بیل کے لئے چارا رہے وہ بیل سب کو چر لیتا ہے اور پہاڑ کی طرح موٹا ہو جاتا ہے جب رات ہو جاتی ہے اس کو رنج اور ڈر سے نیند نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جنگل چر لیا کل کو کیا چروں گا یہاں تک کہ وہ اس رنج سے تنکے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز اٹھتا ہے تمام جنگل کو زیادہ سبز اور زیادہ گھنا دیکھتا ہے اس میں سے پھر کھاتا ہے اور موٹا ہو جاتا ہے پھر رات کو اسے وہی غم آ پکڑتا ہے سالوں گزر گئے ہیں کہ وہ یہی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے۔

یک جزیرہ سب ہست اندر جہاں	اندر و گاویست تنہا خوش دہاں
دنیا میں ایک سبز جزیرہ ہے	اس میں ایک اکیلا بیل عمدہ گھاس چرنے والا ہے
جملہ صحرا را چرد او تا بشب	تاشود زفت و عظیم و منتجب
وہ رات تک تمام جنگل کو چر لیتا ہے	حتیٰ کہ موٹا اور بڑا اور بزرگ بن جاتا ہے
شب ز اندیشہ کہ فردا چہ خورم	گردد او چوں تارمو لاغر ز غم
رات میں اس ڈر سے کہ کل کو کیا کھاؤں گا؟	وہ غم سے بال کی طرح کمزور ہو جاتا ہے
چوں برآید صبح گردد سبز دشت	تامیاں رستہ قصیل سبز و کشت
جب صبح ہوتی ہے جنگل سبز ہو جاتا ہے	سبز چارا اور کھیتی کمر تک ہوتی
اندر افتد گاؤ باجوع البقر	تا بشب آں راچرد او سربسر
بیل جوع البقر کے ساتھ اس میں گھس جاتا ہے	رات تک وہ اس کو چر جاتا ہے
باز زفت و فربہ و لمتر شود	آں تنش از پیہ و قوت پرشود
پھر موٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے	اس کا بدن چربی اور طاقت سے بھر جاتا ہے
باز شب اندر تپ افتد از فزع	تاشود لاغر ز خوف منتجع
وہ پھر رات کو گھبراہٹ کے بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے	چراگاہ کے ڈر سے لاغر ہو جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد فردا وقت خور	سالہا این ست کار آں بقر
کہ کھانے کے وقت میں کل کو کیا کھاؤں گا؟	اس بیل کی سالوں یہی حالت رہی
ہیچ نیندیشد کہ چندیں سال من	میخورم زیں سبزہ زار وزیں چمن
وہ کبھی نہ سوچتا کہ اتنے سال سے میں	اس سبزہ زار اور اس چمن کو چر رہا ہوں
ہیچ روزے کم نیاید روزیم	چیست ایں ترس وغم و دلسوزیم
کسی دن بھی میرا رزق کم نہیں ہوتا ہے	(پھر) میرا یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے؟
باز چوں شب میشود آں گاؤ زفت	میشود لاغر کہ آوہ رزق رفت
پھر جب رات ہوتی وہ موٹا بیل	لاغر ہو جاتا کہ ہائے رزق ختم ہوگیا
نفس آں گاوست وآں دشت ایں جہاں	کو ہمی لاغر شود از خوف ناں
نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جنگل ہے	جو روٹی کے ڈر سے لاغر ہوا جاتا ہے
کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب	لوت فردا از کجا سازم طلب
کہ حیرت ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا؟	کل کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا؟
سالہا خوردی و کم نامد زخور	ترک مستقبل کن و ماضی نگر
تونے سالوں کھایا اور وہ کھانے سے کم نہ ہوا	آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر
لوت پوت خوردہ راہم یاد آر	منگر اندر غابرو کم باش زار
کھائے ہوئے مرغن کھانوں کو یاد کر	مستقبل کو نہ دیکھ اور بدحال نہ بن
قصۂ آں گاؤ را یکسوئے نہ	زاں خروزاں شیر نر پیغام دہ
اس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ	اس گدھے اور نر شیر کا پیغام دے

شرح حبیبی

گدھے نے بہت کچھ کوشش کی اور بہت کچھ ٹالا لیکن بالآخر مغلوب ہوگیا کیونکہ اس کو بھوک لگی ہوئی تھی جس سے حرص غالب ہوگئی اور صبر وتحمل کمزور ہوگیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ جان دیدی۔ واقعی روٹی کی محبت بھی بہت بری چیز ہے کہ یہ سینکڑوں گلے کاٹ دیتی ہے اور لاکھوں جانوں کو تباہ کردیتی ہے۔ اسی بناء پر اس حقائق شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کاد الفقر ان یکون کفرا مروی ہے۔ کیونکہ بسا اوقات آدمی فقر وفاقہ سے تنگ ہوکر ایمان کھو

بیٹھتا ہے اور دین بیچ دیتا ہے۔ خیر تو وہ گدھا بھوک کی تکلیف میں مبتلا تھا اس لئے اس نے کہا کہ اچھا اگر لومڑی کا مکر بھی ہے تو جان بھی تو جائے گی بلا سے جائے روز کی مصیبت سے تو چھوٹیں گے۔ ایسی زندگی سے تو مرجانا بہتر ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گدھے نے اگرچہ اول میں توبہ کی تھی اور قسم کھائی تھی مگر آخر میں اس نے اپنے گدھے پن سے حماقت بھی کی کہ لومڑی کے ساتھ پھر چل دیا۔ حالانکہ وہ ایک مرتبہ خطرہ کا مشاہدہ کر چکا تھا۔ وجہ اس کی کیا تھی محض حرص۔ یہ حرص ایسی بری بلا ہے کہ اندھا اور احمق اور نادان بنا دیتی ہے اور احمقوں پر موت کو آسان کر دیتی ہے حالانکہ ایسا نہ ہو چاہئے۔ اب سنو کہ موت احمقوں کی نظر میں بے وقعت کیوں ہوتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کو روح باقی کی چمک حاصل نہیں ہوتی۔ جس سے ان کو موت کے آثار و نتائج کا علم ہو ورنہ وہ ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ جب ان کو روح باقی حاصل نہیں تو وہ شقی ہیں اور اشقیاء کے لئے موت ہرگز مفید نہیں۔ پس ایسی حالت میں ان کا موت پر جرات کرنا سراسر حماقت ہے۔ پس تم کوشش کرو کہ تمہاری روح فنافی اللہ ہو کر باقی بقاء حق اور اس طرح سے مخلد ہو جائے تاکہ تم کو موت کے دن کے لئے سامان حاصل ہو جائے اور تم صحیح طور پر موت کے خطرہ سے آزاد ہو جاؤ اور موت واقع میں تمہارے لئے آسان ہو جائے خیر ایک وجہ تو اس کے جانے کی یہ تھی کہ وہ بھوک سے بے تاب تھا دوسری وجہ یہ تھی کہ اس کو رازق مطلق پر اعتماد نہ تھا اور نہ سمجھتا تھا کہ خدا غیب سے اس پر بخشش کرے گا حالانکہ حق سبحانہ نے اب تک اس کو اپنے فضل سے بے روزی کے نہیں رکھا تھا گو کبھی کبھی اس پر بھوک کو بھی مسلط کر دیتا تھا اور یہ کوئی بری بات نہ تھی کیونکہ اگر بھوک نہ ہو اور ہمیشہ سیری ہو تو کبھی نہ کبھی ہیضہ ہو جاوے گا اور ہیضہ کے بعد سینکڑوں تکلیفیں پیدا ہو جائیں گی۔

پس بھوک کی تکلیف ان بیماریوں سے اچھی ہے۔ لطف میں بھی کمی میں بھی اور اثر میں بھی یعنی بھوک کی تکلیف میں لطف و عنایت حق سبحانہ زیادہ ہے۔ بہ نسبت اور تکلیفوں کے۔ نیز بھوک میں بہ نسبت اور امراض کے تکلیف بھی کم ہوتی ہے اور بہ نسبت اور امراض کے بھوک کے نتائج بھی اچھے ہیں۔ پس بھوک اور بیماریوں سے اچھی ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ اس میں بہت سی منفعتیں اور خوبیاں ہیں چنانچہ ایک بہت بڑا نفع تو یہ ہے کہ وہ سب سے بڑی دوا ہے۔ اسی بناء پر اطباء نے کہا ہے کہ اگر کوئی اس امر کا التزام کرلے کہ جب خوب بھوک لگے تو کھانا کھائے اور جب کچھ بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دے ایسا شخص تندرست رہے گا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بھوک موت کے سوا ہر مرض کی دوا ہے۔ پس تم بھوک کو جان میں جگہ دو اور اسے اس قدر ذلیل نہ سمجھو ایک خوبی بھوک کی یہ بھی ہے کہ تمام نامرغوبات کھانے اس سے مرغوب ہو جاتے ہیں۔ برخلاف سیری کے کہ اس سے تمام مرغوبات مکروہ بن جاتے ہیں۔

ایک شخص کا واقعہ ہے کہ وہ جو کی روٹی کھا رہا تھا کسی نے پوچھا ''کہ او میاں اس کے کھانے کو تمہارا جی کیسے چاہتا ہے'' اس نے جواب دیا کہ ''جناب جب صبر کے سبب بھوک بڑھ جاتی ہے تو پھر مجھے یہ جو کی روٹی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ میرے نزدیک حلوا ہو جاتی ہے۔ پس جبکہ بھوک میں یہ صفت ہے تو آدمی اگر چاہے کہ بالکل حلوا ہی کھائے تو وہ صبر کر کے ایسا کر سکتا ہے۔

اب ہم ان خوبیوں سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ بھوک ہر شخص کو تو دی بھی نہیں جاتی۔ کیونکہ جانوروں کے لئے تو بہت وسیع چراگاہ موجود ہے یعنی شکم خواروں کے لئے حق سبحانہ کے یہاں غذا کی کمی نہیں۔ پھر ان کو کیوں بھوکا رکھا جائے گا۔ بھوک تو خاصان حق کو دی جاتی ہے کہ وہ بمقتضائے الجوع طعام الصدیقین اس سے غذائے

روحانی حاصل کر کے شیر اور زور آور ہو جائیں اور ہر کمینہ بھکارے کو بھوک نہیں دیتے اور چونکہ چارہ کی کمی نہیں ہے اس لئے اس کو اس جانور کے آگے ڈال دیتے ہیں کہ لے کھا۔ کیونکہ تو اسی قابل ہے کیونکہ تو آب حیات کا طالب جانور نہیں۔ بلکہ روٹی کا طالب جانور ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اے طالب نان۔ تیرے دل میں روٹی کی فکر کے سوا اور کچھ بھی ہی نہیں اور مجھے روٹی کے سوا کچھ یاد ہی نہیں آتا لیکن تو یہ تو بتا کہ اتنے دنوں تک تو نے کھایا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا کچھ بھی نہیں پس ایسی لا حاصل زندگی سے بھوکا مر جانا بہتر ہے اچھا ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں۔ جس سے تم کو توکل کی ضرورت معلوم ہو سنو۔ ایک بزرگ اپنے ایک مرید کے ساتھ شہر کو جا رہے تھے اور وہاں روٹیوں کی کمی تھی بنا بریں مرید کو بھوک اور قحط کا خوف اس کی عقلت کے سبب ہر دم زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ شیخ صاحب کشف تھے ان کو اس کی اندرونی حالت پر اطلاع تھی لہذا انہوں نے فرمایا کہ ارے تو کب تک پریشان رہے گا بھلے مانس تو روٹی کے غم میں فنا ہو گیا اور صبر و توکل کی طرف سے تو نے بالکل آنکھیں بند کر لیں۔ تجھ کو ایسا نہ چاہئے۔ بھائی تو عزیز نازنینوں سے نہیں ہے کہ تجھے بے جوز و مویز یعنی بے غذائے جسمانی رکھیں گے بھوک تو خواص اہل اللہ کی ارواح کا رزق ہے وہ تجھ سے پریشان خاطر گداگر کو کب ملے گا۔ پس تو اطمینان رکھ تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے کہ اس مطبخ میں بدوں روٹی کے کھڑا رہے۔ اس لئے تجھے روٹی خود ضرور ملے گی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحب شکم خوار عوام کے لئے پیالوں پر پیالے اور روٹی پر روٹی چلی آ رہی ہے۔ یعنی شکم پروروں کو بکثرت غذا مل رہی ہے حتیٰ کہ جب ان میں سے کوئی مر جاتا ہے تو اس کے آگے روٹی چلتی ہے کیونکہ وہ روٹی ہی کے فکر میں جان دے دیتا ہے۔ اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس نے خوف فقر سے اپنے کو ہلاک کر دیا۔ لہذا حق سبحانہ کے حکم تکوینی سے اس کے آگے آگے روٹی چلتی ہے جس میں اشارہ ہوتا ہے اس طرف کہ اے اپنے کو پریشانی سے مار ڈالنے والے شخص تو تو چل دیا حالانکہ تو تو بزبان حال خلود کا مدعی تھا اور روٹی ہنوز باقی ہے حالانکہ تو اس کو ختم ہو جانے والا سمجھتا تھا لے اٹھ کر لے لے۔

فائدہ:۔ میرود نان پیش پیش میں اشارہ ہے ایک رسم کی طرف اور وہ رسم یہ ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کی قبر پر جنازہ کے ساتھ روٹیاں اور اناج وغیرہ صدقہ کے لئے لے جاتے ہیں یہ رسم چونکہ بدعت ہے اس لئے ہم نے شرح میں حکم حق سبحانہ کو تکوینی کے ساتھ مقید کیا ہے۔ واللہ اعلم) پس جبکہ حالت یہ ہے کہ تم کو خدا پر بھروسہ چاہئے اور خوف فقر سے تھرانا نہ چاہئے۔ اس لئے کہ جس قدر تم رزق پر عاشق ہو اس سے زیادہ خود رزق تم پر عاشق ہے۔ شاید تم کہو کہ عاشق ہے تو ملتا کیوں نہیں۔ سو بات یہ ہے کہ وہ عاشق ضرور ہے مگر تمہاری بے صبری کا اسے علم ہے اسی لئے وہ توقف کرتا ہے لیکن اگر تمہیں صبر ہوتا تو وہ خود آتا اور عاشقوں کی طرح اپنے کو تمہارے اوپر ڈالتا۔ پس تم کیوں بے صبر ہو اور فقر و فاقہ سے کیوں ڈرتے ہو تم توکل کرو۔ توکل میں تم مستغنیانہ زندگی بسر کر سکتے ہو۔ اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تم کو بے صبری کا لایعنی ہونا معلوم ہو اور تمہاری توکل کو قوت ہو۔ دنیا میں ایک سرسبز جزیرہ ہے اور ایک تنہا گائے ہے وہ شام تک تمام جنگل چر لیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ خوب موٹی تازی ہو جاتی ہے لیکن رات کو اس خیال سے کہ کل کو کہاں سے کھاؤں گی نہایت دبلی ہو جاتی ہے۔

پس جبکہ اگلا دن ہوتا ہے تو جنگل ہرا ہو جاتا ہے اور خوید اور کھیتی کمر کمر تک ہو جاتی ہے اس میں گائے بے تابانہ گھستی ہے اور شام تک سب کو صاف کر دیتی ہے اور پھر خوب موٹی تازی ہو جاتی ہے اور اس کا جسم چربی اور قوت سے بھر جاتا ہے مگر رات کو پھر وہ ڈرتی ہے تا آنکہ وہ اس خوف سے کہ کل کو گھاس کہاں سے ملے گا۔ دبلی ہو جاتی ہے۔

غرضکہ برسوں سے اس کا یہی کام ہے اور وہ ہرگز نہیں خیال کرتی کہ میں اس سبزہ زار اور اس چمن میں اتنے دنوں سے گھاس کھا رہی ہوں اور میری روزی اصلاً کم نہیں ہوتی پھر یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے اور جب رات ہوتی ہے تو وہ موٹی تازی گائے خواہ مخواہ دبلی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ ہائے میرا رزق جاتا رہا۔

یہ قصہ تو سن چکے اب سنو کہ نفس اس گائے کے مانند ہے اور دنیا اس جنگل کے مشابہ کیونکہ وہ ہر روز کھاتا ہے مگر پھر روٹی کے خوف سے گھلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے میں کل کو کیا کھاؤں گا اور کل کو روٹی کہاں سے حاصل کروں گا۔ اس سے کوئی کہے کہ ارے احمق تو نے برسوں کھایا اور کھانے میں کمی نہیں آئی تو آئندہ کی فکر چھوڑ اور گذشتہ زمانہ پر نظر کر اور جس قدر تو غذا کھا چکا ہے اس میں غور کر کہ وہ کہاں سے آئی تھی جہاں سے وہ آئی تھی وہیں سے اور آئے گی۔ پس تو آئندہ کی فکر چھوڑ اور دبلا مت ہو۔ اچھا اب گائے کے قصہ کو الگ کرنا چاہئے اور گدھے اور شیر کی حالت بیان کرنی چاہئے۔

صید کردن شیر آں خر را و تشنہ شیر از کوشش و رفتن بہ چشمہ تا آب خورد تا باز آمدن شیر روباہ جگر بند و دل و گردۂ خر را خوردہ بود کہ لطیف تر ست شیر طلب کرد دل و جگر نیافت از روبہ پرسید کہ دل و جگر و گردہ کجاست روبہ گفت اگر او را دل و جگر بودے آنچناں سیاستے کہ دیدہ بود آں روز بہزار حیلہ جان بردہ بود کے برتو باز آمدے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا من اصحاب السعیر

شیر کا اس گدھے کو شکار کر لینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پیاسا ہو جانا اور چشمہ پر جانا تا کہ پانی پئے شیر کے واپس آنے تک لومڑی گدھے کا جگر اور دل اور گردہ کھا چکی تھی کیونکہ عمدہ تھا شیر نے تلاش کیا تو دل و جگر نہ پایا لومڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے؟ لومڑی نے کہا اگر اس کے دل و جگر ہوتا تو وہ سختی جو اس نے اس دن دیکھی تھی جس سے ہزار حیلہ سے جان بچائی تھی تو تیرے پاس کب آتا؟ اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے

برد خر را روبہک تا پیش شیر	پارہ پارہ کردش آں شیر دلیر
لومڑی گدھے کو شیر کے سامنے لے گئی	اس بہادر شیر نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے
تشنہ شد از کوشش آں سلطان دد	رفت سوئے چشمہ تا آبے خورد
محنت کی وجہ سے وہ درندوں کا بادشاہ پیاسا ہو گیا	چشمہ کی جانب گیا تاکہ پانی پی لے
روبہک خورد آں جگر بند و دلش	آں زماں چوں فرصتے شد حاصلش
لومڑی اس کا جگر اور دل کھا گئی	اس وقت چونکہ اس کو موقع ملا
شیر چوں واگشت از چشمہ بخور	جست در خر دل نہ دل بد نے جگر
شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب واپس آیا	گدھے میں دل ڈھونڈا نہ دل تھا نہ جگر

گفت روبہ را جگر کو دل چہ شد	کہ نباشد جانور را زیں دوبد
لومڑی سے کہا جگر کہاں ہے، دل کیا ہوا	جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں
گفت اگر بودے ورا دل یا جگر	کے بدیں جا آمدے بار دگر
اس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا	وہ دوبارہ اس جگہ کب آتا؟
آں قیامت دیدہ بود و رستخیز	واں زکوہ افتادن و ہول و گریز
اس نے قیامت اور حشر دیکھا تھا	وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگ دوڑ
گر جگر بودے ورا یا دل بدے	بار دیگر کے بر تو آمدے
اگر اس کے جگر ہوتا یا دل ہوتا	دوبارہ تیرے پاس کب آتا؟
چوں نباشد نور دل، دل نیست آں	چوں نباشد روح جز گل نیست آں
جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے	جب روح نہ ہو تو مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے
آں زجاجے کو ندارد نور جاں	بول قارورہ است قندیلش مخواں
وہ شیشہ، جو جان کا نور نہیں رکھتا	اس کو قندیل نہ کہہ وہ پیشاب کی شیشی ہے
نور مصباح ست داد ذوالجلال	صنعت خلقست آں شیشہ و سفال
چراغ کا نور خدا کی عطا ہے	شیشہ اور دیولا مخلوق کی کارگیری ہے
لاجرم در ظرف باشد اعتداد	در لہب ہا نبود الا اتحاد
لامحالہ ظرف میں تعدد ہے	روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے
نور شش قندیل چوں آمیختند	نیست اندر نور شاں اعداد و چند
جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا	ان کے نور میں تعدد اور شمار نہیں ہے
آں جہود از ظرفہا مشرک شدست	نور دید آں مومن و مدرک شدست
یہودی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا	مومن نے نور دیکھا وہ شناسا بن گیا
چوں نظر بر روح افتد مرورا	پس یکے بیند خلیلؑ و مصطفیؐ
چونکہ اس کی نگاہ روح پر پڑتی ہے	اس لئے خلیلؑ اور مصطفیؐ کو ایک دیکھتا ہے
چوں نظر بر ظرف افتد روح را	پس دو بیند شیثؑ را و نوحؑ را
جب روح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے	وہ شیثؑ اور نوحؑ کو دو دیکھتا ہے

جو کہ آبش ہست جو خود آں بود	آدمی آنست کو را جاں بود
جس نہر میں پانی ہے نہر وہی ہے	آدمی وہی ہے جس میں جان ہو
ایں نہ مرد انند ایں ہا صورت اند	مردۂ ناننداو کشتہ شہوتند
یہ مرد نہیں ہیں یہ مورتی ہیں	روٹی پر جان دینے والے ہیں اور شہوت پر قربان ہیں

شرح حبیبی

القصہ لومڑی گدھے کو شیر کے پاس لے گئی اور شیر نے اسے چیر پھاڑ ڈالا چونکہ ضعیف تو تھا ہی اس کے ساتھ مشقت کی۔ اس سے اس پر حرارت کا غلبہ ہوا اور پیاس لگ گئی۔ پیاس بجھانے کے لئے وہ چشمہ پر گیا لومڑی کو موقعہ ملا اس نے دل اور جگر کو کھالیا۔ جب شیر پانی پی کر کھانے کے لئے لوٹا تو اس نے دل تلاش کیا مگر اس کو نہ اس میں دل ملا نہ جگر ملا۔ اس نے لومڑی سے کہا کہ آخر دل کہاں گیا اور جگر کیا ہوا۔ کیونکہ جانور میں ان دونوں کا ہونا تو ضروریات سے ہے۔ لومڑی نے جواب دیا کہ حضور اگر اس کے اندر دل یا جگر ہوتا تو یہ یہاں دوبارہ آتا ہی کیوں۔ کیونکہ وہ قیامت اور محشر کا نمونہ جو گزر چکا ہے اور وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگڑ وہ خود اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا پس اگر اس کے اندر دل یا جگر ہوتا تو دوسری دفعہ آپ کے پاس آتا ہی کیوں۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو جب دل میں نور نہ ہو جو دل کی روح ہے تو وہ دل نہیں ہے اور جبکہ اس میں روح نہ ہو تو وہ محض ایک گوشت پارہ اور مٹی ہے۔ دیکھو جو شیشہ کہ اپنے اندر نور نہیں رکھتا جو کہ اس کی جان ہے وہ قارورہ کا شیشہ ہے اسے قندیل نہ کہنا چاہئے کیونکہ جو کمال کی چیز ہے تو اس میں نور چراغ ہے کیونکہ وہ عطائے کردگار ہے۔ باقی رہا شیشہ قندیل یا چراغ کا ٹھیکرا۔ سو وہ تو کچھ بھی نہیں کیونکہ مخلوق کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں پس جبکہ اس میں وہی شے نہیں جس سے اس کا کمال ہے تو گویا کہ وہ بمنزلہ لاشے کے ہے اس مقام پر ہم کو ایک اور مناسب مضمون یاد آ گیا پس ہم اس کو بیان کرتے ہیں سنو۔ چونکہ نور و شعلہ چراغ کامل ہے اور سفال و شیشہ ناقص۔ یہی وجہ ہے کہ ظروف یعنی سفال و شیشہ میں تعدد ہوتا ہے اور شعلوں میں صرف اتحاد ہوتا ہے چنانچہ جب قندیلوں کے انوار مل جائیں تو وہ سب ایک ہوتے ہیں اور ان میں تعدد و تفرق نہیں ہوتا۔ پس یہی حالت ارواح اور اجسام انبیاء کی سمجھو کہ ان کی ارواح کے انوار متحد ہیں اور اجسام مختلف۔ پس چونکہ کفار مکہ نے اجسام پر نظر کی اور ابراہیمؑ اور مصطفیٰ کو دو سمجھا اور اپنے شرک کو دین ابراہیمی خیال کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مانع پایا تو وہ مشرک رہے اور مومنین نے ان کے انوار کو دیکھا اور دونوں کو ایک جانا۔ تو وہ حقیقت شناس ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا حکم سمجھا اور بت پرستی کو ترک کر دیا۔

پس خلاصہ یہ نکلا کہ جب آدمی کی نظر روح پر پڑتی ہے تو وہ ابراہیم اور مصطفےٰ یعنی انبیاء کو ایک سمجھتا ہے اور جبکہ اس کی روح کی نظر اجسام پر پڑتی ہے تو وہ شیث علیہ السلام اور نوح علیہ السلام یعنی انبیاء کو دو سمجھتا ہے چنانچہ کفار نے اجسام

پر نظر کی تو نومن ببعض و نکفر ببعض کیا اور مومنین نے ارواح کو دیکھا تو لا نفرق بین احد من رسله کہا۔
خیر یہ مضمون تو لطیفہ تھا کہنا ہم کو یہ ہے کہ دیکھو جس ندی میں پانی ہوتا ہے ندی حقیقی وہی ہے۔ علی ہذا آدمی وہی ہے جس میں حق شناس روح ہو۔ رہے یہ لوگ جو تم کو دکھائی دیتے ہیں یہ آدمی نہیں ہیں بلکہ آدمیوں کی تصویریں ہیں۔ کیونکہ یہ حق شناس نہیں ہیں بلکہ عاشق نان اور مغلوب شہوت ہیں اس پر ہمیں ایک حکایت یاد آ گئی۔ سنو۔

حکایت آں راہب کہ روز با چراغ میگشت درمیان بازار از سر حالتے کہ او را بود

اس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لئے ہوئے بازار میں چکر لگا تا تھا اس باطنی حالت کی وجہ سے جو اس کی اصل تھی

آں یکے با شمع بر میگشت روز	گرد بازار و دلش پر عشق و سوز
ایک شخص دن میں چراغ لئے ہوئے گھومتا تھا	بازار میں اور اس کا دل عشق و سوزش سے پر تھا
بوالفضولے گفت او را کاے فلاں	ہیں چہ میجوئی بسوئے ہر دکاں
ایک بیہودہ نے اس سے کہا کہ اے فلاں!	ہر دکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟
ہیں چہ میگردی تو جویاں با چراغ	درمیان روز روشن چیست لاغ
ہائیں تو چراغ لئے ہوئے کیوں گھومتا ہے؟	روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے؟
گفت میجویم بہر سو آدمے	کہ بودے از حیات آں دمے
اس نے کہا میں ہر جانب انسان تلاش کرتا ہوں	جو اس سانس کی زندگی سے زندہ ہو
گفت من جویائے انساں گشتہ ام	می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ ام
اس نے کہا میں انسان کا جویاں بنا ہوں	میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں
گفت مردے ہست ایں بازار پر	مرد مانند آخر اے دانائے حر
(فضولی) مرد نے کہا، یہ بازار بھرا ہوا ہے	اے عقلمند آزاد! بالآخر انسان ہی ہیں
گفت خواہم مرد بر جادہ دورہ	در رہ خشم و بہنگام شرہ
اس نے کہا میں دو راہے راستہ پر انسان چاہتا ہوں	غصہ کے راستہ میں اور حرص کے وقت
وقت خشم و وقت شہوت مرد کو	طالب مردے دوانم کو بکو
غصہ کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟	میں ایسے انسان کی طلب میں کوچہ بکوچہ دوڑتا ہوں
کو دریں دو حال مردے در جہاں	تا فدائے او کنم امروز جاں
دنیا میں ان دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟	تاکہ آج میں اس پر جان قربان کر دوں

گفت نادر چیز میجوئی و لیک	غافل از حکم قضائی نیک نیک
اس نے کہا تو کمیاب چیز تلاش کرتا ہے لیکن	تو (اللہ کی) قضا کے حکم سے بالکل غافل ہے
ناظر فرعی زاصلے بے خبر	فرع مائیم اصل احکام قدر
تو شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے	ہم شاخ ہیں، تقدیر کے احکام اصل ہیں
چرخ گرداں را قضا گمرہ کند	صد عطارد را قضا ابلہ کند
قضا گھومنے والے آسمان کو گمراہ کر دیتی ہے	قضا سینکڑوں عطارد کو بے وقوف بنا دیتی ہے
تنگ گرداند جہان چارہ را	آب گرداند حدید و خارہ را
وہ تدبیر کی دنیا کو تنگ کر دیتی ہے	وہ لوہے اور (سنگ) خارہ کو پانی بنا دیتی ہے
اے قرارے دادہ رہ را گام گام	خام خامی خام خامی خام خام
اے (وہ کہ تونے) قدم بقدم راستہ (طے کرنا) قرار دیا ہے	تو کچا ہی کچا ہے، کچا ہی کچا ہے، کچا، کچا
چوں بدیدی گردش سنگ آسیا	آب جوراہم ببیں آخر بیا
جبکہ تونے پن چکی کے پتھر کے چکر کو دیکھا ہے	آ، بالآخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے
خاک رادیدی برآمد بر ہوا	درمیان خاک بنگر باد را
تونے ہوا پر گرد کو دیکھا ہے	گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے
دیگہائے فکرمی بینی بجوش	اندر آتش ہم نظر می کن بہوش
تو نے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے	ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے
گفت حق ایوبؑ را در مکرمت	من بہر موئیت صبرے دادمت
اعزاز میں اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) ایوب سے فرمایا	میں نے تجھے ہر ہر بال کی برابر صبر دیدیا ہے
ہیں بصبر خود مکن چندیں نظر	صبر دیدی صبر دادن را نگر
خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر	تونے صبر دیکھا ہے، صبر دینے کو دیکھ لے
چند بینی گردش دو لاب را	سربروں کن ہم ببیں مراب را
رہٹ کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟	سر باہر کو نکال، پانی والے کو بھی دیکھ لے
تو ہمی گوئی کہ می بینم و لیک	دید آنرا بس علامتہاست نیک
تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، لیکن	اس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں

گردش کف را چو دیدی مختصر	حیرتت باید بدریا در نگر
جب تونے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے	تجھے حیرت درکار ہے دریا کو دیکھ
آنکہ کف را دید سر گویاں بود	و آنکہ دریا دید او حیراں بود
جس نے جھاگ کو دیکھا اس نے سر پیٹا	جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے
آنکہ کف را دید نیتہا کند	وآنکہ دریا دید دل دریا کند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے	اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بنا لیتا ہے
آنکہ کفہا دیدۂ باشد در شمار	وآنکہ دریا دیدۂ شد بے اختیار
جس نے جھاگوں کو دیکھا' وہ گنتی میں ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہوگیا
آنکہ کف را دید در گردش بود	و آنکہ دریا دید او بیغش بود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ چکر میں ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھوٹ ہے
آنکہ کف را دید بیگارش کند	وآنکہ دریا دید بردارش کند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس سے بیگار لیتا ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اس کو سولی پر چڑھا دیتا ہے
آنکہ کف را دید گردد مست او	وآنکہ دریا دید باشد غرق ہو
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس کا مست بن جاتا ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ خدا میں غرق ہو جاتا ہے
آنکہ کف را دید آید در سخن	وآنکہ دریا دید شد بے ما و من
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے خود اور بے انانیت کے ہو جاتا ہے
آنکہ کف را دید پالودہ شود	وآنکہ دریا دید آسودہ شود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہو جاتا ہے

شرح حبیبی

ایک شخص دن کے وقت شمع لئے ہوئے کسی مطلوب کے عشق اور سوز سے بھرا ہوا بازار میں گھوم رہا تھا۔ ایک فضول نے کہا کہ جناب آپ ہر دکان کے سامنے کیا ڈھونڈتے ہیں ارے آپ روز روشن میں چراغ سے کیا تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ یہ کیا مذاق ہے اس نے جواب دیا کہ میں ہر طرف ایک ایسے آدمی کو تلاش کرتا ہوں جو حق سبحانہ کے نفخ روح سے زندہ ہو۔ یعنی عارف ہو۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں ہر طرف آدمی کو تلاش کرتا ہوں مگر مجھے بالکل نہیں ملتا اور اس لئے میں حیران ہوں کہ اس نے کہا کہ صاحب آدمیوں سے تو بازار بھرا ہوا ہے آخر یہ بھی تو

آدمی ہیں۔ اس نے کہا کہ میں ایسے آدمی تلاش نہیں کرتا مجھے تو ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو دو راستوں پر مرد ثابت ہوا ان میں سے ایک راہ غضب ہے اور دوسرا راہ حرص اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ غصہ اور خواہش نفس کے وقت مرد کہاں ہے۔ اور میں ان دونوں صفتوں کے مرد کو کوچہ بکوچہ تلاش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جو ان دو حالتوں میں مرد ہو۔ ایسا شخص دنیا میں کہاں ہے تا کہ اس پر آج ہی جان قربان کردوں چونکہ اس گفتگو سے مقصود اس شخص کا لوگوں کو نصیحت کرنا اور یہ کہنا تھا کہ تم کو ایسا ہونا چاہئے چنانچہ طریق جستجو اس پر شاہد ہے اس لئے مجیب نے جواب میں جبر سے تمسک کیا۔ اور یوں جواب شروع کیا۔ آپ واقعی ایک عجیب چیز تلاش کرتے ہیں جو کہ دستیاب نہیں ہوتی۔ مگر یہ آپ کی غلطی ہے کہ اس میں بندوں کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی حالت اس پر شاہد ہے اور یہ آپ کے حکم قضا سے نہایت سخت غفلت ہے۔ آپ فرع کو دیکھتے ہیں مگر اصل کو نہیں دیکھتے۔ اصل تو احکام قدر ہیں۔ رہے ہم سو ہم تو اس کے تابع ہیں۔ پس جیسا حکم قضا وقدر ہوتا ہے ہم ویسے ہی بن جاتے ہیں پھر اگر ہم میں ایسا آدمی نہیں ہے جیسا آپ چاہتے ہیں تو الزام کی کیا بات ہے۔ بدوں حکم الٰہی کے ہم ایسے بن کیسے سکتے ہیں۔ پس یہ آپ کی نصیحت فضول ہے انسان تو کیا چیز ہے قضا وقدر میں تو وہ قوت ہے کہ اس وضع خاص سے پھرنے والے آسمان کو اس روش سے پھیر دے اور عطارد جو کہ دبیر فلک ہے اس جیسے سینکڑوں کو احمق کردے اور عالم تدبیر کو بالکل تنگ کردے کہ کسی کو تدبیر ہی نہ بن پڑے اور لوہے اور سنگ خارا کو پانی بنادے۔ پس اے شخص جس نے راہ خدا کو اقدام انسان اور اس کی سعی سے طے ہونے والا اقرار دے رکھا ہے تو ہنوز خام ہے خام ہے خام ہے تو نے انسانی تصرفات کو دیکھ لیا اور اس کو مختار سمجھ لیا اور مختار سمجھ کر اسے ملزم ٹھہرادیا اور نصیحت پر آمادہ ہوگیا۔ آخر تجھے اس پر تو نظر کرنی چاہئے جو اس مشین کو چلا رہا ہے اور جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کو گھومتے دیکھا ہے تو تجھے پانی کو بھی تو دیکھنا چاہئے جو اس کو گردش دے رہا ہے۔ نیز تو نے خاک کو ہوا میں حرکت کرتے دیکھا ہے مگر تجھے خاک کے اندر ہوا کو بھی تو دیکھنا چاہئے نیز تو افکار کی ہانڈیاں پکتے دیکھا ہے مگر تجھے تصرف حق سبحانہ کو بھی تو عقل سے دیکھنا چاہئے جو انہیں پکا رہی ہے۔ غرضکہ آدمی مجبور اور تابع اختیار خداوندی ہے۔ پس وہ قابل ملامت نہیں ہے۔

میرے اس بیان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حق سبحانہ نے ایوب علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ ہم نے تمہارے بال بال کو صبر عطا کیا ہے پس تم اپنے صبر پر نظر نہ کرنا تم نے صبر ضرور کیا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ صبر دیا کس نے ہے پس تم اپنے صبر پر گھمنڈ نہ کرنا بلکہ ہمارے ممنون ہونا۔ پس اے شخص تو گردش دولاب پر کب تک نظر کرے گا اور کب تک اس کو اس حرکت میں مختار سمجھے گا۔ ذرا سر باہر نکال اور دولاب چلانے والے کو دیکھ کہ وہ چلا رہا ہے ورنہ دولاب کیا چیز ہے تو کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں اور میں قضا وقدر کا منکر نہیں ہوں لیکن جناب دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں جو تم میں نہیں پائی جاتیں اس لئے یہ محض تمہارا زبانی دعویٰ ہے۔ اچھا جبکہ حرکت خس وخاشاک یعنی مساعی انسانیہ کو ناچیز سمجھا ہے جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو تم کو حیرت چاہئے اور صفت تعطل تم پر غالب ہونے چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ خود تمہارے اس وعظ سے ظاہر ہے۔ پس تم کو دریا (متصرف حقیقی) پر نظر کرنی چاہیے اور مساعی انسانیہ کو نظر انداز کردینا چاہئے۔

دیکھو جو شخص صرف کف پر نظر کرتا ہے اور انسان کو فاعل مختار سمجھتا ہے وہی سر مارتا اور مساعی میں سرگرم ہوتا رہا ہے اور وہ شخص جو کہ دریا کو دیکھتا ہے اور حق سبحانہ کو متصرف سمجھتا ہے وہ تو حیران اور معطل ہوتا ہے اور جو کف کو دیکھتا ہے وہی ارادہ کرتا ہے کہ میں آج یہ کروں گا اور کل وہ کروں گا اور جو شخص دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے دل کو دریا کر لیتا ہے یعنی نہایت وسیع الاخلاق ہو جاتا ہے کہ نہ کسی پر طعن و تشنیع کرتا ہے اور نہ کسی کو پند و نصیحت کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے بقضائے الٰہی ہو رہا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہ ہی کہتا ہے کہ ہم بھی قابل شمار ہیں یعنی اپنے کو ہی فاعل مختار سمجھتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے کو جماد محض جانتا ہے اور تعطل اس پر غالب ہوتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہی گردش میں ہوتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اس نقص سے منزہ ہوتا ہے اور جو کوئی کف دیکھتا ہے وہی اس کی بیگار کرتا ہے یعنی استرضائے خلق کے لئے ان کی خدمت کرتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ ان کو سولی دیتا ہے اور سب کو آگ لگاتا ہے اور جو شخص کف کو دیکھتا ہے وہ اسی پر عاشق ہوتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ سراسر اس میں مشغول ہوتا ہے اور جو شخص کف کو دیکھتا ہے وہی گفتگو کرتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے کو مٹا دیتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے اس کو افکار گھلائے ڈالتے ہیں۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ چین سے ہوتا ہے۔

یہ علامتیں ہیں حق سبحانہ پر نظر کرنے والے اور مخلوق پر نظر کرنے والے کی۔ اور ان علامتوں میں سے تمہارے اندر وہی علامتیں پائی جاتی ہیں جو کہ مخلوق پر نظر کرنے والے کی ہیں۔ پس تم حق سبحانہ پر نظر کرنے والے نہیں ہو۔ اور تمہارا دعویٰ حق بینی محض غلط ہے یہ جواب تھا اس مجیب کا۔ جس کی بناء اعتقاد جبر ہے اب ہم تم کو ایک جبری اور ایک سنی کا مناظرہ سناتے ہیں تا کہ تم کو اس مجیب کی تلمیع و تلبیس پر اطلاع ہو جائے اچھا سنو۔

دعوت کردن مسلمان مر مغے را با سلام و جواب او

مسلمان کا ایک آتش پرست کو اسلام کی دعوت دینا اور اس کا جواب

مر مغے را گفت مردے کاے فلاں	ہیں مسلماں شو بباش از مومناں
ایک شخص نے ایک آتش پرست سے کہا اے فلاں!	خبردار! مسلمان ہو جا، مومنوں میں سے بن جا
گفت اگر خواہد خدا مومن شوم	ور فزاید فضل ہم موقن شوم
اس نے کہا اگر خدا چاہے گا میں مومن بن جاؤں گا	اگر زیادہ مہربانی کرے گا صاحب یقین بن جاؤں گا
گفت میخواہد خدا ایمان تو	تا رہد از دست دوزخ جان تو
اس نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہشمند ہے	تا کہ تیری جان دوزخ کے ہاتھ سے نجات پا جائے
لیک نفس نحس و آں شیطان زشت	می کشندت سوئے کفران و کنشت
لیکن منحوس نفس اور بد شیطان	تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے

گفت اے منصف چوایشاں غالبند	یار او باشم کہ باشد زور مند
اس نے کہا اے منصف! جب وہ غالب ہیں	میں اس کا دوست بنوں گا جو طاقت ور ہو
یار آں تانم بدن کو غالب ست	آں طرف افتم کہ غالب جاذب ست
میں اس کا یار بنوں گا جو غالب ہے	میں اس طرف جھکوں گا جو زیادہ کھینچنے والا ہے
چوں خدا میخواست از من صدق زفت	خواستش چہ سود چوں پیشش نرفت
جب خدا مجھ سے پختہ سچائی چاہتا ہے	اس کے چاہنے کا کیا فائدہ جبکہ اس کی نہیں چلتی ہے؟
نفس وشیطاں خواہش خود پیش برد	واں عنایت قہر گشت و خرد و مرد
نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چلی	وہ مہربانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی
تو یکے قصر و سرائے ساختی	اندر و صد نقش خوش افراختی
تونے ایک محل اور سرائے بنائی	اس میں تونے اچھے نقش بنائے
خواستی مسجد شود آں جائے خیر	دیگرے آمد مر آنرا ساخت دیر
تونے چاہا وہ اچھی جگہ مسجد بنے	دوسرا آیا اس نے اس کو بت خانہ بنا لیا
یاتو بافیدی یکے کرباس تا	خوش بسازی بہر پوشیدن قبا
یا تونے سوت بنا تاکہ	پہننے کے لئے اچھی قبا بنائے
تو قبا میخواستی خصم از نبرد	رغم تو کرباس را شلوار کرد
تو نے قبا (بنانی) چاہی دشمن نے مخالفت سے	تیرے برخلاف کپڑا کو شلوار کر دیا
چارۂ کرباس چہ بود جان من	جز زبون رائے آں غالب شدن
اے میری جان ! کپڑے کے لئے کیا چارہ ہو گا؟	غالب آنے والے کے تابع بن جانے کے سوا
او زبوں شد جرم ایں کرباس چیست	آنکہ او مغلوب غالب نیست کیست
وہ مغلوب ہوگیا اس کپڑے کی کیا خطا ہے؟	جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟
چوں کسے ناخواہ او بروے براند	خار بن در ملک و خانہ او نشاند
جب کسی نے اس کے خلاف اس پر حملہ کیا	اس کی ملکیت اور گھر میں کانٹوں کی جھاڑی لگا دی
صاحب خانہ بدیں خواری بود	کایں چنیں بروے خلافت میرود
گھر والا اس ذلت میں ہو	کہ اس طرح کی اس پر حکومت ہو

ہم خلق گردم من ار تازہ و نوم	چونکہ یارے ایں چنیں خوارے شوم
میں بھی بوسیدہ بن جاؤں گا خواہ تازہ اور نیا	جبکہ میں ایسے کمزور کا دوست بن جاؤں
چونکہ خواہ نفس آمد مستعاں	تسخر آمد ایش شاء اللہ کاں
جبکہ نفس کی خواہش مددگار ہے	تو جو اللہ نے چاہا ہوا" مذاق ہے
من اگر ننگ مغاں یا کافرم	آں نیم کہ بر خدا ایں ظن برم
میں اگر آتش پرستوں (کے لئے) ننگ یا کافر ہوں	میں وہ نہیں ہوں کہ خدا پراس طرح کا گمان کروں
گر کسے ناخواہ او ورغم او	گردد اندر ملکت او حکم جو
اگر کوئی اس کی خواہش کے بغیر اور اس کی ذلت کے ساتھ	اس کی ملک میں حاکم ہو
ملکت او را فرو گیرد چنیں	کہ نیارد دم زدن دم آفریں
اس کی مملکت پر اس طرح قبضہ جما لے	کہ دم کو پیدا کرنے والا دم نہ مار سکے
دفع او میخواہد و می بایدش	دیو ہر دم غصہ می افزایدش
وہ اس کو دفع کرنا چاہے اور اس کو کرنا چاہیے	شیطان ہر وقت اس کا غصہ بڑھائے
بندۂ ایں دیو میباید شدن	چونکہ غالب اوست در ہر انجمن
اس شیطان کا بندہ ہونا چاہئے	جبکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے
تامبادکیں کشد شیطان زمن	پس چہ دستم گیرد آنجا ذوالمنن
تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ وری کرے	تو اس جگہ خدا میری دستگیری کرے گا؟
آنکہ او خواہد مراد او شود	از کہ کار من دگر نیکو شود
جو وہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے	پھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہو گا

مثل شیطان بر در رحمٰن

رحمٰن کے در پر شیطان کی مثال

حاش للہ ایش شاء اللہ کاں	حاکم آمد در مکان و لا مکاں
اللہ پاک ہے جو اس نے چاہا ہوا	وہ مکان اور لا مکان میں حاکم ہے
ہیچکس در ملک او بے امر او	در نیفزاید سریک تار مو
کوئی شخص اس کے حکم کے بغیر اس کی ملک میں	ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے

ملک ملک اوست فرماں آن او	کمتریں سگ بردر آں شیطان او
سلطنت اسی کی سلطنت ہے، حکم اس کا ہے	اس کا شیطان اس کے دروازہ پر ادنیٰ کتا ہے
ترکماں را گر سگے باشد بدر	بردرش بنہادہ باشد روئے و سر
اگر ترکمان کے دروازے پر کتا ہو	اس کے دروازے پر منہ اور سر رکھے ہوتا ہے
کود کان خانہ دمش میکشند	باشد اندر دست طفلاں خوارمند
گھر کے بچے اس کی دم کھینچتے ہیں	وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے
باز اگر بیگانۂ معبر کند	حملہ بروے ہمچو شیر نر کند
پھر اگر کوئی اجنبی گزرتا ہے	نر شیر کی طرح، اس پر حملہ کرتا ہے
کہ اشداء علی الکفار شد	باولی گل با عدو چوں خار شد
کیونکہ ''وہ کفار پر سخت ہیں'' بن گیا	دوست کے ساتھ پھول اور دشمن کے ساتھ کانٹا جیسا بن گیا
زآب تتماجے کہ دادش ترکماں	آنچناں وافی شدست و پاسباں
پتلے حریرے کی وجہ سے جو ترکمان نے اسے دیا	ایسا وفادار اور محافظ بن گیا
پس سگ شیطاں کہ حق ہستش کند	اندر و صد فکرت و حیلت تند
تو شیطان کتا جس کو اللہ (تعالیٰ) پیدا کرتا ہے	اس میں سینکڑوں خیال اور حیلے ڈالتا ہے
آبرو ہا را غذائے او کند	تا برد او آبروئے نیک و بد
آبروؤں کو اس کی غذا بناتا ہے	تاکہ وہ بھلے اور برے کی آبرو اڑا لے جائے
آب تتماج ست آب روی عام	کہ سگ شیطاں ازاں یابد طعام
عوام کی آبرو پتلا حریرہ ہے	کہ شیطان کتا اس سے غذا حاصل کرتا ہے
بردر خرگاہ قدرت جان او	چوں نباشد حکم را قرباں بگو
اس کی جان قدرت کے خیمہ کے دروازے پر	حکم پر قربان کیسے نہ ہو گی؟ بتا
گلہ گلہ از مریدو از مرید	چوں سگ باسط ذراعے بالوصید
مرید اور سرکش جماعت در جماعت	کتے کی طرح چوکھٹ پر بازو پھیلائے ہوئے ہے
بردر کہف الوہیت چو سگ	ذرہ ذرہ امر جو برجستہ رگ
الوہیت کے غار کے دروازے پر کتے کی طرح	ذرہ ذرہ بھڑکتی ہوئی رگ کے ساتھ حکم کا طالب ہے

اے سگ دیو امتحاں میکن کہ تا	چوں دریں رہ می نہند ایں خلق پا
اے شیطان کتے! امتحان کر کہ کب تک	اس راستہ میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے
حملہ میکن منع میکن، می نگر	تا کہ باشد مادہ اندر صدق و نر
حملہ کر، روک دیکھ	کہ سچائی میں کون مادہ اور کون نر ہے؟
پس اعوذ از بہر چہ باشد چو سگ	گشتہ باشد از ترفع تیز تگ
تو اعوذ کس لئے ہوتی ہے؟ جب کتا	بڑائی کی وجہ سے تیز دوڑتا ہے
ایں اعوذ آنست اے ترک خطا	بانگ برزن بر سگ و رہ برکشا
یہ اعوذ اس لئے ہے کہ اے خطا کے ترک!	کتے کو دھمکا اور راستہ کھول دے
تا بیایم بر در خرگاہ تو	حاجتے خواہم زجود و جاہ تو
تاکہ میں تیرے خیمہ کے در پر آ جاؤں	تیری سخاوت اور رتبہ سے حاجت کا سوال کروں
چونکہ ترک از سطوت سگ عاجزست	ایں اعوذ و ایں فغاں ناجائز ست
جبکہ ترک (بھی) کتے کے حملہ سے عاجز ہے	یہ اعوذ اور یہ فریاد بیکار ہے
ترک ہم گوید اعوذ از سگ کہ من	ہم ز سگ درماندہ ام اندر وطن
ترک بھی کہے کہ میں کتے سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں	بھی گھر میں کتے سے عاجز ہوں
تو نمی یاری بدیں در آمدن	من نمی یارم زدر بیروں شدن
تو اس دروازے تک نہیں آ سکتا	میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا
خاک اکنوں برسر ترک و قنق	کہ یکے سگ ہر دو را بندد عنق
اب ترک اور مہمان کے سر پر خاک	کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں جکڑ دے
حاش للہ ترک بانگے بر زند	سگ چہ باشد شیر نرخوں قے کند
خدا پاک ہے، ترک ایسی ڈانٹ پلائے گا	کتا کیا ہوتا ہے؟ نر شیر خون کی قے کر دے
ایکہ خود را شیر یزداں خواندۂ	سالہا شد با سگے در ماندۂ
اے وہ! کہ تو اپنے آپ کو خدا کا شیر کہتا ہے	سالوں گزر گئے تو کتے سے عاجز ہے
چوں کند ایں سگ برائے تو شکار	چوں شکار سگ شدستی آشکار
یہ کتا تیرے لئے شکار کب کرے گا؟	جبکہ تو کھلے بندوں کتے کا شکار بن گیا

شرح حبیبی

ایک شخص نے کسی کافر سے کہا کہ ارے فلانے تو مسلمان ہو جا اور مومن بن جا اس نے جواب دیا کہ ہاں اگر خدا چاہے گا تو مومن ہو جاؤں گا اور اگر اس کا فضل اور زیادہ ہوگا تو عارف ہو جاؤں گا اس پر مومن نے کہا کہ خدا تو چاہتا ہے کہ تو مومن ہو جائے تا کہ دوزخ کے پنجہ سے تیری جان چھوٹے مگر نفس و شیطان تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں اس نے جواب دیا کہ اب آپ ہی انصاف سے کہہ دیجئے کہ جب نفس و شیطان خدا سے زوردار ہیں؟ تو مجھے کیا کرنا چاہئے میں تو اسی کا ساتھ دوں گا جو طاقتور ہوگا اور اسی کا ساتھی ہو سکتا ہوں جو غالب ہے اور اسی طرف جاوے گا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو زوردار ہوتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

اچھا بتلاؤ جبکہ خدا مجھ سے صدق و خلوص عبودیت چاہتا ہے تو اس کے چاہنے سے کیا فائدہ جبکہ اس کی خواہش چلتی ہی نہیں برخلاف اس کے نفس و شیطان اپنے خواہش چلا لیتے ہیں اور ان کے سامنے خدا کا ارادہ مغلوب اور فنا ہو جاتا ہے۔ پھر میں خدا کا طرف دار کیسے ہو سکتا ہوں۔ دیکھو تم نے ایک محل اور مکان بنایا اور اس میں عمدہ عمدہ نقش و نگار بنائے اور تم نے چاہا کہ تم اس کو مسجد بناؤ۔ دوسرا آیا اور اس نے اس کو بت خانہ کر دیا۔ تو اب بتلاؤ کہ اس مکان کا کیا قصور ہے وہ تو غالب کی اطاعت کے لئے مجبور ہے یا یوں کہو کہ تم نے ایک کپڑا تیار کیا تا کہ تم پہننے کے لئے اس کو عمدہ قبا بناؤ۔ پس تم تو اس کو قبا بنانا چاہتے تھے مگر دوسرا شخص آیا اور اس نے تمہاری خواہش کے خلاف اسے پاجامہ بنا دیا۔ ایسی حالت میں کپڑا بجز اس کے کیا کر سکتا ہے کہ وہ غالب کی رائے سے مغلوب ہو جائے اور جو وہ چاہے وہ بن جائے اور اگر اس حالت میں وہ مغلوب ہو گیا تو اس کا کیا قصور ہے کیونکہ وہ کون ہے جو غالب سے مغلوب نہیں ہوتا۔ مغلوب غالب ہونا تو لازمی امر ہے پس جبکہ کوئی شخص خدا کی مرضی کے خلاف اس پر حملہ کرے اور اس کے ملک اور گھر میں کانٹے بودے اور خدا اسی قدر کمزور ہیں کہ اس پر دوسروں کی یوں حکومت چلے تو میں اس کا ساتھ کیسے دے سکتا ہوں۔ جبکہ میں ایسے کمزور کا ساتھ دوں گا تو لامحالہ میری گت بنے گی۔ اور میں اچھی حالت سے بری حالت میں ہو جاؤں گا۔ نیز جبکہ نفس و شیطان خدا پر اس درجہ تسلط حاصل کئے ہوئے ہیں جیسا کہ تمہاری بات سے ظاہر ہے تو خواہش نفس و شیطان ہی قابل استط[illegible]ت ہوئے اور یہ کہنا کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے محض بے معنی اور مضحکہ خیز امر ٹھہرا۔ سو جناب خواہ میں کافر ہوں اور خواہ کافر سے بھی بڑھ کر ہوں میں تو خدا کی نسبت ایسا نہیں خیال کر سکتا۔ اگر یہی اسلام ہے تو یہ اسلام آپ ہی کو مبارک رہے اور اگر بالفرض خدا مجبور ہے ہی تو میں کہتا ہوں کہ جب خدا کی یہ حالت کہ دوسرے اس کی منشا کے خلاف اس کی حکومت میں اپنے احکام نافذ کریں اور اس کے ملک پر یوں تسلط حاصل کر لیں کہ خدا دم نہ مار سکے اور وہ اس کو نکالنا چاہے مگر نکال نہ سکے اور نفس و شیطان اپنی سرکشی سے ہر وقت اس کا رنج بڑھاتے رہیں تو ہرگز ایسے خدا کی غلامی نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ شیطان و نفس کا بندہ ہونا چاہئے کیونکہ ہر مقام پر وہی غالب ہیں۔ لہٰذا انہی کی اطاعت ضروری ہے تا کہ مبادا خلاف ورزی کی صورت میں مجھ سے انتقام لیں۔ کیونکہ اگر میں نے اس کی مخالفت کی اور انہوں نے مجھ سے انتقام لیا تو اس وقت خدا مجھے کیا سہارا لگائے گا اور جبکہ نفس و شیطان کی یہ حالت ہے کہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے تو پھر اس کے کسی سے برا کام بنے گا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور وہ ضعف و مغلوبیت سے منزہ ہیوہ مکان اور لامکان ہر دو جگہ حاکم ہے کوئی شخص اس کے ملک میں بدوں اس کے حکم کے بال برابر تغیر نہیں کر سکتا۔ ملک اس کا ہے اور حکم اس کا۔ شیطان اس کے در کا ایک کتا ہے اس کی کیا مجال ہے کہ وہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کارروائی کرے اور خدا کسی کی ہدایت چاہے اور شیطان اسے گمراہ کردے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دیکھو ایک ترک کے دروازہ پر کتا ہوتا ہے جو کہ اس کے ہی در پر پڑا رہتا ہے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ گھر کے لونڈے اس کی دم کھینچتے ہوئے ہیں اور وہ بچوں کے ہاتھ میں ذلیل اور کمزور ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر کوئی بیگانہ گزرنا چاہے تو وہ اس پر شیر کی طرح حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ مخالفین کے مقابلہ میں سخت اور موافقین کے مقابلہ میں نرم ہوتا ہے اور دوست کے حق میں گل اور دشمن کے حق میں خار ہوتا ہے۔ یہ کتا اس قدر وفادار ہوتا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ترک اسے شوربا پلاتا کھلاتا ہے۔ پس جبکہ ایک کتے کی ترک کے سامنے یہ حالت ہے تو سگ شیطان جس کو خدا وجود عطا کرتا ہے اور اس کے اندر سینکڑوں خیالات اور تدابیر پیدا کرتا ہے اور لوگوں کی آبروؤں کو اس کی غذا بناتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بھلے بروں کی آبرو لے اڑتا ہے کیونکہ عوام کی آبروی اس کا شوربا ہے۔ جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اور بارگاہ قدرت پر پڑا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں وہ خدا پر کیوں نہ قربان ہوگا اور اس کا مخالف کیسے ہوگا۔ خدا کی تو یہ حالت ہے کہ مطیعین اور نافرمانوں کے گروہ کے گروہ اس کے آستانہ پر یوں پڑے ہیں جیسا کتا آستانہ غار پر ہاتھ پھیلائے ہوئے پڑا ہے اور الوہیت کی غار پر ہر ہر ذرہ کتے کی طرح حکم کا منتظر اور چوکنا پڑا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز خدا کے حکم کی مطیع ہے اور کوئی مخالفت نہیں کرسکتا خواہ وہ شیطان ہو یا نفس یا اور کوئی۔ پس شیطان جو کچھ کرتا ہے اس کے حکم سے کرتا ہے کیونکہ اس کو حکم ہے کہ اے شیطان ذرا جانچ لینا کہ اس راہ میں لوگ کیسے پاؤں رکھتے ہیں تو حملہ کیا کر اور اس کو روکا کرتا کہ معلوم ہوجائے کہ کون خلوص میں پر ہے اور کون بے خلوص ور۔ ورنہ اگر شیطان مطیع نہ ہوتا اور بحکم خدا ایسا نہ کرتا بلکہ مخالفانہ کرتا تو جبکہ تو کھلے بندوں کتے کا شکار بن گیا اعوذ کے کیا معنیٰ ۔ اعوذ کے تو یہی معنیٰ ہیں کہ اے ترک اس کتے کو ڈانٹ دے اور میرے لئے راستے کھول دے۔ تا کہ میں تیری بارگاہ تک آ جاؤں اور تیری سخاوت اور تیرے منصب سے اپنی حاجت کا سوال کروں۔ پس جبکہ ترک سطوت سگ سے عاجز ہوگا تو یہ اعوذ اور یہ فغاں ناجائز ہوگا کیونکہ ترک کہے گا کہ میں خود کتے سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ میں خود اس کے خوف سے گھر میں بند ہوں تو اس کے خوف سے دروازہ پر نہیں آ سکتا۔ میں اس کے ڈر سے باہر نہیں نکلتا۔ پس میں اور تو دونوں برابر ہیں۔ پس اس ترک کے سر پر بھی خاک پڑے اور اس مہمان کے سر پر بھی کہ ایک کتے نے دونوں کو محبوس کر رکھا ہے توبہ توبہ کہیں ترک کی یہ حالت ہوسکتی ہے اس کی حالت تو یہ ہے کہ اگر وہ ڈانٹ بتادے تو کتا تو کیا ہے شیر خون اگل دے۔ ارے تو اپنے کو شیر یزداں یعنی مومن اور محبّ خدا کہتا ہے اور برسوں سے کتے کے ساتھ الجھا ہوا ہے۔ پس جبکہ تو خود کسی کا شکار ہو رہا ہے۔ تو کتا تیرے لئے شکار کیونکر کرسکتا ہے اور تجھ سے مغلوب کیونکر ہوسکتا ہے۔

فائدہ:۔ میرے خیال میں **حاش لله ' ما شاء الله کان** سے آخری سرخی تک خود مولانا کا کلام ہے اوران ابیات میں مولانا اعطر اداً چند مضامین بیان کئے ہیں۔ حاش للہ سے حق سبحانہ کا اپنی مخلوقات پر تسلط دکھلایا ہے اور ''اے سگ'' الخ سے حملہ میکن تک وجود شیطان کی حکمت بیان کی ہے اور پس اعوذ الخ سے ''حاش للہ ترک بانگے برزند'' تک اس کا حق سبحانہ کے سامنے مغلوب ہونا بیان کیا ہے اور ایکہ خود را شیر نرداں سے آخر سرخی تک مضمون ارشادی بیان فرمایا ہے۔ واللہ اعلم)

جواب گفتن مومن سنی مر کافر جبری را در اثبات اختیار بندہ و دلیل گفتن کہ سنت راے باشد کہ کوفتہ اقدام انبیاء علیہم السلام و بر یمین آں راہ بیابان جبرست کہ خود را اختیار نہ بیند وامر ونہی را منکر شود و تاویل کند واز منکر شدن امر ونہی لازم آید انکار بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مطیعان امرست و دوزخ جزائے مخالفن امر و دیگر نگویم کہ بچہ انجامد کہ العاقل تکفیہ الاشارۃ و بر یسار آں راہ بیابان قدرست کہ قدرت خالق را مغلوب قدرت خلق داند واز اں فسادہا زاید کہ آں مغ جبری بر شمرد

بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنی مومن کا جبری کافر کو جواب دینا اور دلیل بیان کرنا کہ سنت وہی راستہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاؤں کا روندا ہوا ہے۔ اس کے دائیں جانب جبر کے جنگل کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں سمجھتا ہے اور امر ونہی کا منکر ہو جاتا ہے اور تاویل کرتا ہے اور امر ونہی کے منکر ہونے سے بہشت اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت فرمانبرداروں کی جزاء ہے۔ اور دوزخ حکم کے مخالفوں کی جزاء ہے میں اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے، عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور اس کے بائیں جانب قدر کا جنگل ہے جو اللہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اس سے وہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کو وہ جبری آتش پرست گناتا ہے۔

گفت مومن بشنو اے جبری خطاب	آن خود گفتی تک آوردم جواب
مومن نے کہا اے جبری! بات سن	تو نے اپنی بات کہہ لی اب میں جواب دیتا ہوں
بازی خوددیدی اے شطرنج باز	بازی خصمت بہ بیں پہن و دراز
اے شطرنجی! تو نے اپنی چال دیکھ لی	مخالف کی لمبی چوڑی چال بھی دیکھ لے
نامۂ عذر خودت برخواندی	نامۂ سنی بخواں چہ ماندی
تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ دی	سنی کی کتاب (بھی) پڑھ (کہ) تیرا کیا حال ہے؟
نکتہ گفتی جبریانہ در قضا	سر آں بشنوز من در ماجرا
قضا کے بارے میں تونے جبریوں کا نکتہ بیان کر دیا	معاملہ میں مجھ سے اس کا راز سن لے

اختیارے ہست مارا بے گماں	حس را منکر نتانی شد عیاں
یقیناً ہمارے لئے (بھی) اختیار ہے	تو آنکھوں دیکھی حس کا انکار نہیں کر سکتا
اختیار خود ببیں جبری مشو	رہ رہا کردی براہ آ کج مرو
اپنے اختیار کو دیکھ جبری نہ بن	تو نے راستہ چھوڑ دیا' راستہ پر آ جا' ٹیڑھا نہ چل
سنگ را ہرگز نگوید کس بیا	از کلوخے کس کجا جوید وفا
پتھر سے کوئی نہیں کہتا تو آ جا	ڈھیلے سے وفاداری کون چاہتا ہے؟
آدمی را کس نگوید ہیں بپر	یا بیا اے کور خوش در من نگر
انسان سے کوئی نہیں کہتا' ہاں اڑ	یا اے اندھے! آ مجھے غور سے دیکھ
گفت یزداں ما علی الاعمیٰ حرج	کے نہد برکس حرج رب الفرج
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اندھے پر تنگی نہیں ہے	کشادگی کا پروردگار' کسی پر تنگی نہیں ڈالتا ہے
کس نگوید سنگ را دیر آمدی	یا کہ چوبا تو چرا برمن زدی
پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تاخیر سے آیا	یا اے لکڑی! تونے مجھے کیوں مارا؟
ایں چنیں و اجتہا مجبور را	کس نگوید یا زند معذور را
مجبور سے ایسی جواب طلبیاں	کوئی نہیں کرتا ہے' یا مجبور کو مارے
امر و نہی و خشم وتشریف وعتیب	نیست جز مختار را اے پاک جیب
حکم دینا اور روکنا اور غصہ اور اعزاز اور عتاب	اے پاک دل! مختار کے سوا کے لئے نہیں ہے
اختیارے ہست در ظلم و ستم	من ازیں شیطان ونفس ایں خواستم
ظلم اور ستم میں اختیار ہے	میری مراد نفس اور شیطان سے یہی تھی
اختیار اندر درونت ساکن ست	تا ندید او یوسفے کف رانخست
تیرے اندر اختیار باقی ہے	جب تک اس نے یوسف کو نہیں دیکھا ہاتھ کو زخمی نہیں کیا
اختیار و داعیہ در نفس بود	روش دید انگہ پر و بالے کشود
اختیار اور داعیہ نفس میں تھا	ان کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے
سگ بخفتہ اختیارش گشتہ گم	چوں شکنبہ دید جنبا نید دم
سوئے ہوئے کتے کا اختیار گم ہو گیا ہے	جب معدہ دیکھا اس نے دم ہلائی

اسپ ہم جو جو کند چوں دید جو	چوں بجنبد گوشت گربہ گفت مو
گھوڑا بھی جو جو کرنے لگتا ہے جب جو دیکھتا ہے	جب گوشت ہلتا ہے' بلی میاؤں کہتی ہے
دیدن آمد جنبش آں اختیار	ہمچو نفخے ز آتش انگیزد شرار
دیکھنا اس اختیار کی حرکت بنا	اس پھونکنے کی طرح جو آگ سے چنگاریاں اڑاتا ہے
پس بجنبد اختیارت چوں بلیس	شد دلالہ آردت پیغام و لیس
تو تیرا اختیار حرکت میں آ جاتا ہے' جب شیطان	دلالہ بنتا ہے' تیرے پاس ولیس کا پیغام لاتا ہے
چونکہ مطلوبے بریں کس عرضہ کرد	اختیار خفتہ بکشاید نبرد
جب اس شخص پر مطلوب پیش کیا	سویا ہوا اختیار جنگ شروع کر دیتا ہے
واں فرشتہ خیرہا بر رغم دی	عرضہ دارد میکند دردل غریو
فرشتہ شیطان کے برخلاف بھلائیاں	پیش کرتا ہے' دل میں شور برپا کر دیتا ہے
تا بجنبد اختیار خیر تو	زانکہ پیش از عرضہ خفتہ است ایں دوخو
تا کہ تیرا بھلائی کا اختیار حرکت میں آئے	کیونکہ پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں خصلتیں سوئی ہوتی ہیں
پس فرشتہ و دیو گشتہ عرضہ دار	بہر تحریک عروق اختیار
تو فرشتہ اور شیطان پیش کرنے والے بنے	اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لئے
می شود ز الہامہاؤ وسوسہ	اختیار خیر و شرت دہ کسہ
وسوسہ اور الہاموں کی وجہ سے بن جاتا ہے	تیرا خیر اور شر کا اختیار دس مردوں والا
وقت تحلیل نماز اے بانمک	زاں سلام آورد باید بر ملک
اے ملیح! نماز ختم کرنے کے وقت	اسی لئے فرشتوں کو سلام کرنا چاہئے
کہ ز الہام و دعائے خوب تاں	اختیار ایں نمازم شد رواں
کہ تمہاری اچھی دعا اور الہام سے	اس نماز کا (برا) اختیار ختم ہو گیا
باز از بعد گنہ لعنت کنی	بر بلیس ایرا کہ ازوے منحنی
پھر گناہ کے بعد تو لعنت کرتا ہے	شیطان پر' کیونکہ تو اسی وجہ سے کبڑا بنا
ایں دو ضد عرضہ کنندہ در سرار	در حجاب غیب آمد عرضہ دار
در پردہ وہ دو متضاد پیش کرنے والے	غیب کے پردے میں پیش کرنے والے ہیں

چونکہ پردہ غیب برخیزد ز پیش	تو بہ بینی روی دلالان خویش
جب غیب کا پردہ سامنے سے اٹھ جائے گا	تو اپنے دلالوں کا چہرہ دیکھ لے گا
وز سخن شاں وا شناسی بے گزند	کاں سخن گو در حجاب اینہا بدند
اور تو بلا تکلف ان کی گفتگو کو پہچان لے گا	کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے
دیو گوید اے اسیر طبع و تن	عرضہ میکردم نہ کردم زور من
شیطان کہے گا' اے طبیعت اور جسم کے قیدی!	میں نے پیش کیا تھا میں نے مجبور نہ کیا تھا
واں فرشتہ گویدت من گفتمت	کہ ازیں شادی فزوں گردد غمت
اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا تھا	کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہو گا
آں فلاں روزت نگفتم من چناں	کہ ازاں سویست رہ سوئے جناں
کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا؟	کہ جنتوں کا راستہ اس جانب ہے
ما محبّ جان و روح افزای تو	ساجدان و مخلص بابای تو
ہم جان کو پیار کرنے والے اور تیری روح کو بڑھانے والے ہیں	تیرے باوا کے مخلص اور سجدہ کرنے والے ہیں
ایں زمانت خدمتے ہم میکنم	سوئے مخدومی صلایت میزنم
میں اس وقت بھی تیری خدمت کر رہا ہوں	مخدوم بننے کی جانب تجھے بلاتا ہوں
آں گرہ بابات را بودہ عدیٰ	وز خطاب اسجدوا کردہ ابا
وہ گروہ تیرے باوا کا دشمن تھا	اور "سجدہ کرو" کے حکم سے اس نے انکار کیا تھا
آں گرفتی واں ما انداختی	حق خدمت ہائے ما نشناختی
تو نے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظرانداز کر دیا	تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانا
ایں زماں مارا و ایشاں را عیاں	درنگر بشناس از لحن و بیاں
اب ہمیں اور ان کو آنکھ سے	دیکھ لے لہجے اور گفتگو سے پہچان لے
نیم شب چوں بشنوی زاری دوست	چوں سخن گوید سحر دانی کہ اوست
جب تو آدھی رات کو دوست کی (آہ و) زاری سنتا ہے	جب وہ صبح کو بات کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہ وہی ہے
ور دو کس در شب خبر آرد ترا	روز از گفتن شناسی ہر دو را
اگر رات میں دو شخص تیرے پاس خبر لائیں	دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے

بانگ شیر و بانگ سگ شب در رسید	صورت ہر دوز تاریکی ندید
رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز آئی	تو نے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی صورت نہ دیکھی
روز شد چوں باز در بانگ آمدند	پس شناسد شاں ز بانگ آں ہوشمند
دن نکلا، پھر جب وہ بولے	تو وہ ہوشمند آواز سے ان کو پہچان لیتا ہے
مخلص اینکہ دیو و روح عرضہ دار	ہر دو ہستند از تتمہ اختیار
خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کرنے والے	دونوں اختیار کا تکملہ ہیں
اختیارے ہست در ما ناپدید	چوں دو مطلب دید آید در مزید
ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے	جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے
اوستاداں کودکاں را میزنند	آں ادب سنگ سیہ را کے کنند
استاد بچوں کو پیٹتے ہیں	یہ سزا کالے پتھر کو کب دیتے ہیں؟
ہیچ گوئی سنگ را فردا بیا	ورنیائی من دہم بد را سزا
تو کبھی پتھر کو کہتا ہے، کل آنا	اگر تو نہ آئے گا، تو میں برے کو سزا دوں گا
ہیچ عاقل مر کلوخے را زند	ہیچ بانگے عتابے کس کند
عقلمند انسان کبھی ڈھیلے کو مارتا ہے	کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے
ورخرد جبر از قدر رسوا ترست	زانکہ جبری حس خود را منکر ست
عقلاً جبر قدر سے زیادہ برا ہے	کیونکہ جبری اپنے حس کا منکر ہے
منکر حس نیست آں مرد قدر	فعل حق حسی نباشد اے پسر
قدری انسان، حس کا منکر نہیں ہے	اے بیٹا! اللہ (تعالیٰ) کا کام حس میں نہیں آتا
منکر فعل خداوند جلیل	ہست در انکار مدلول دلیل
خداوند جلیل کے فعل کا منکر	دلیل کے نتیجہ کے انکار میں (مبتلا) ہے
آں بگوید دود ہست و نارنے	نور شمعے بے ز شمع روشنے
وہ کہتا ہے، دھواں ہے اور آگ نہیں ہے	شمع کی روشنی، بغیر شمع کے روشن ہے
ویں ہمیں بیند معین نار را	نیست میگوید پئے انکار را
اور یہ (جبری) آگ کو موجود دیکھتا ہے	انکار کے لئے "نہیں ہے" کہتا ہے

جامہ اش سوزد بگوید نار نیست	جامہ اش دوزد بگوید تار نیست
اس کا کپڑا جلتا ہے، کہتا ہے آگ نہیں ہے	اس کا کپڑا سیتا ہے، کہتا ہے دھاگا نہیں ہے
پس تسفسط آمد ایں دعویٰ جبر	لاجرم بدتر بود زیں روز گبر
یہ جبر کا دعویٰ سو فسطائیت ہے	اس اعتبار سے وہ لامحالہ دہریہ سے بدتر ہے
گبر گوید ہست عالم نیست رب	یار بے گوید کہ نبود مستجب
دہریہ کہتا ہے عالم موجود ہے، خدا نہیں ہے	یارب کہتا ہے، جو قبول نہیں ہوتا ہے
ایں ہمی گوید جہاں خود نیست ہیچ	ہست سو فسطائی اندر پیچ پیچ
یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے	سو فسطائی پیچ و تاب میں ہے
جملۂ عالم مقر در اختیار	امر و نہی ایں بیار و آں میار
اختیار کا سارا جہاں مقر ہے	حکم دینا اور منع کرنا یہ لا اور وہ نہ لا
او ہمی گوید کہ امر و نہی لاست	اختیارے نیست ایں جملہ خطاست
وہ کہتا ہے، کہ حکم دینا اور منع کچھ نہیں ہے	کوئی اختیار نہیں ہے، یہ سب غلط ہے
حس را حیواں مقرست اے رفیق	لیک ادراک دلیل آمد دقیق
اے دوست! حس کا حیوان مقر ہے	لیکن دلیل کا ادراک دقت طلب ہے
زانکہ محسوس ست مارا اختیار	خوب می آید برو تکلیف کار
کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے	اس کی بنیاد پر کام کا مکلّف بنانا مناسب ہے

درک وجدانی چوں اختیار و اضطرار و خشم و اصطبار و سیری و ناہار بجائے حس ست کہ زرد از سرخ بداں فرق کنند و خرد از بزرگ و تلخ از شیریں و مشک از سرگیں و درشت از نرم و سرد از گرم و سوزاں از شیر گرم و تر از خشک و لمس دیوار از لمس درخت پس منکر وجدانی منکر حس باشد و زیادہ کہ وجدان از حس ظاہر ترست زیرا کہ حس را تواں بستن و منع کردن از احساس و بستن راہ و مدخل وجدانیات را ممکن نیست والعاقل تکفیہ الاشارۃ

باطنی احساس جیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور پیٹ بھرنا اور بھوک، حس کے قائم مقام ہے، جو کہ زرد کو سرخ سے اور چھوٹے کو بڑے سے اور کڑوے کو میٹھے سے اور مشک کو گوبر سے اور سخت کو نرم سے سرد کو گرم سے اور جلانے والے کو کنکنے سے اور تر کو خشک سے اور دیوار کے چھونے کو درخت کے چھونے سے فرق کرتی ہے تو باطنی احساس کا منکر حس کا منکر ہوگا

اوراس سے بھی بڑھ کر کیونکہ باطنی احساس حس سے بڑھ کر ہے کیونکہ حس کو احساس کرنے سے باندھا اور روکا جاسکتا ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

درک وجدانی بجائے حس بود	ہر دو در یک جدول اے عم میرود
باطنی احساس حس کی جگہ ہے	اے چچا! دونوں ایک گول میں جاتے ہیں
نغزمی آید برو کن یا مکن	امر و نہی و ماجراہا در سخن
اسی پر بھلا بنتا ہے کر یا نہ کر	حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات
ایں کہ فردا ایں کنم یا آں کنم	ایں دلیل اختیار ست اے صنم
یہ کہ کل یہ کروں گا' یا وہ کروں گا	اے پیارے! یہ اختیار کی دلیل ہے
واں پشیمانی کہ خوردی زاں بدی	ز اختیار خویش گشتی مہتدی
اور وہ شرمندگی جو تونے بدی سے اٹھائی	اپنے اختیار سے تو ہدایت یاب بنا
جملہ قرآں امر و نہی ست و وعید	امر کردن سنگ مرمر را کہ دید
سارا قرآن امر اور نہی اور ڈراوا ہے	سنگ مرمر کو حکم کرنا' کس نے دیکھا ہے؟
ہیچ دانا ہیچ عاقل ایں کند	باکلوخ و سنگ خشم و کیں کند
کوئی سمجھدار کوئی عقلمند یہ کرتا ہے	ڈھیلے اور پتھر سے غصہ اور کینہ کرتا ہے؟
کہ بگفتم کہ چنیں کن یا چناں	چوں نکردید اے موات و عاجزاں
کہ میں نے کہا تھا ایسا کر یا ویسا	اے مردو اور عاجزو! تم نے کیوں نہ کیا؟
عقل کے حکمے کند بر چوب و سنگ	مرد چنگی کے زند بر نقش چنگ
لکڑی اور پتھر کو عقل کب حکم دیتی ہے؟	چنگ بجانے والا چنگ کی تصویر کو کب بجاتا ہے؟
کاے غلام بستہ دست اشکستہ پا	نیزہ برگیر و بیا سوئے وغا
کہ اے ہاتھ بندھے' پاؤں ٹوٹے ہوئے غلام!	نیزہ تھام اور جنگ کی جانب آ
خالقے کو اختر و گردوں کند	امر و نہی جاہلانہ چوں کند
وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا	جاہلوں کا سا حکم دینا اور منع کرنا کب کرتا ہے؟
احتمال عجز از حق را ندی	جاہل و گیج و سفیہش خواندی
تونے اللہ (تعالیٰ) سے عاجزی کا احتمال رفع کیا	(اور) اس کو جاہل اور احمق اور بیوقوف کہہ دیا

عجز نبود در قدر ور خود شود	جاہلی از عاجزی بدتر بود
قدر (کے عقیدہ) میں عجز (لازم) نہیں آتا ہے اور اگر آئے	جہالت' عجز سے بدتر ہے
ترک میگوید قنق را از کرم	بے سگ و بے دلق آسوی درم
مہربانی سے ترک مہمان سے کہتا ہے	میرے دروازے کی جانب بغیر کتے اور گدڑی کے آ جا
وز فلاں سو اندر آہیں با ادب	تاسگم بندد ز تو دندان و لب
خبردار! فلانے دروازے سے ادب کے ساتھ اندر آ جا	تاکہ میرا کتا تجھ سے ہونٹ اور دانت بند رکھے
تو بعکس آں کنی بر دری روی	لاجرم از زخم سگ خستہ شوی
تو اس کا الٹا کرتا ہے' دروازے پر جاتا ہے	لامحالہ کتے کے زخم سے خستہ ہو جاتا ہے
آنچناں رو کہ غلاماں رفتہ اند	تاسگش گردد حلیم و مہرمند
وہ روش اختیار کر جو غلام اختیار کرتے ہیں	تاکہ اس کا کتا بردبار اور مہربان بن جائے
تو سگے باخود بری یا روبہے	سگ بشورداز بن ہر خرگہے
تو اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جاتا ہے	ہر خیمہ میں سے کتا بھڑک جاتا ہے
غیر حق گر نباشد اختیار	خشم چوں می آیدت بر جرم دار
(اگر) خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہ ہو	تو تجھے مجرم پر غصہ کیوں آتا ہے؟
چوں ہمی خائی تو دنداں بر عدو	چوں ہمی بینی گناہ و جرم ازو
تو دشمن پر دانت کیوں پیستا ہے؟	تو اس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟
گر زسقف خانہ چوبے بشکند	بر تو افتد سخت مجروحت کند
اگر گھر کی چھت کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے	تجھ پر گرے' تجھے بہت زخمی کر دے
ہیچ خشمے آیدت بر چوب سقف	ہیچ اندر کین او باشی تو وقف
تجھے چھت کی کڑی پر کوئی غصہ آتا ہے؟	تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہوگا؟
کہ چرا برمن زد و دستم شکست	یا چرا برمن فتاد و کرد پست
کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟	یا وہ مجھ پر کیوں گری اور گرا دیا؟
او عدو و خصم جان من بدست	قاصداً در بند خون من شدست
وہ میری جان کی دشمن اور مخالف تھی	قصداً میرے خون کی درپے ہوئی ہے

کودکان خرد را چوں میزنی	چوں بزرگاں را منزه میکنی
تو چھوٹے بچوں کو کیوں پیٹتا ہے؟	جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) مبرا سمجھتا ہے
آنکه دزدد مال تو گوئی بگیر	دست و پایش را ببر سازش اسیر
جو شخص تیرا مال چراتا ہے تو کہتا ہے پکڑ لے	اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈال، اس کو قید کر لے
وانکه قصد عورت تو می کند	صد ہزاراں خشم از تو میدمد
جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے	(اس پر) تیرے لاکھوں غصے پھوٹ پڑتے ہیں
گر بیاید سیل و رخت تو برد	ہیچ با سیل آورد کینے خرد
اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان (بہا) لے جائے	کوئی عقل سیلاب سے کینہ وری کرتی ہے
ور بیاید باد و دستارت ربود	کے ترا با باد دل خشمے نمود
اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اڑا) لے جائے	تیرا دل ہوا پر کب غصہ کرتا ہے
خشم در تو شد بیان اختیار	تا نگوئی جبریانه اعتذار
تیرا غصہ کرنا اختیار کا بیان بنا	تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ نہ کر سکے
گر شتربان اشترے را میزند	آں شتر قصد زننده میکند
اگر اونٹ والا اونٹ کو مارتا ہے	تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے
خشم اشتر نیست باآں چوب او	پس زمختاری شتر برد ست بو
اونٹ کا غصہ اس کی لاٹھی پر نہیں ہے	تو اونٹ نے بھی مختار ہونے کا پتہ لگا لیا ہے
ہمچنیں سگ گر برو سنگے زنی	بر تو آرد حمله گردد منثنی
اسی طرح کتا اگر تو اس کے پتھر مارے	تیرے اوپر حملہ کرتا ہے، پلٹتا ہے
سنگ را گر گیرد از خشم تو است	کہ تو دوری و ندارد بر تو دست
وہ اگر پتھر کو پکڑتا ہے تو تیرے اوپر غصہ کی وجہ سے ہے	کیونکہ تو دور ہے اور وہ تجھ پر قابو نہیں پاتا ہے
عقل حیوانی چو دانست اختیار	ایں مگو اے عقل انساں شرمدار
حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا	اے انسانی عقل! شرم کر تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو
روشن ست ایں لیک از طمع سحور	آں خورنده چشم می بندد ز نور
یہ (بات) واضح ہے لیکن سحری کے لالچ میں	وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے

چونکہ کلی میل او ناں خورد نیست	رو بتاریکی کند کہ روز نیست
چونکہ اس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے	اندھیرے کی طرف منہ کر لیتا ہے کہ دن نہیں ہے
حرص چوں خورشید را پنہاں کند	چہ عجب گر پشت بر برہاں کند
لالچ، جب سورج کو چھپا دیتا ہے	کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پشت کر لے
ایں مثل بشنو مشو منکر بداں	اختیار خویش را در امتحاں
یہ مثل سن لے اس کے باوجود منکر نہ بن	امتحان کے وقت، اپنے اختیار کا

حکایت دزد کہ با شحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیر خدا بود و جواب شحنہ و ہم در بیان تقریر اختیار خلق و ہم بیان آنکہ تقدیر و قضا سبب کنندہ اختیارست و سلب کنندہ اختیار نیست

حکایت اس چور کی جس نے کوتوال سے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور
کوتوال کا جواب نیز مخلوق کے اختیار کو ثابت کرنے کے بیان میں نیز اس کا بیان کہ
تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانے والے ہیں اور اختیار کو سلب کرنے والے نہیں ہیں

گفت دزدے شحنہ را کاے پادشاہ	آنچہ کردم بود آں حکم الٰہ
ایک چور نے کوتوال سے کہا، اے حاکم!	جو کچھ میں نے کیا، وہ خدا کا حکم تھا
گفت شحنہ آنچہ من ہم میکنم	حکم حق ست اے دو چشم روشنم
کوتوال نے کہا میں بھی جو کر رہا ہوں	اے میرے پیارے! خدا حکم ہے
از دکانے گر کسے ترب بے برد	کایں ز حکم ایزدست اے باخرد
کسی دکان سے اگر کوئی شخص مولی لے جائے	کہ اے عقلمند! یہ خدا کے حکم سے ہے
برسرش کوبی دو سہ مشت اے کرہ	حکم حق ست ایں کہ اینجا باز نہ
دو تین گھونسے اس کے سر پر مار کہ اے نالائق!	خدا کا حکم ہے کہ اس جگہ واپس رکھ
در یکے ترہ چوں ایں عذر اے فضول	می نیاید پیش بقالے قبول
اے بیوقوف! ایک ترکاری کے بارے میں جبکہ یہ عذر	سبزی فروش کے لئے قابل قبول نہیں
تو بدیں عذر اعتمادے می کنی	گرد مارو اژدہائے میکنی
تو اس عذر پر بھروسہ کرتا ہے	سانپ اور اژدہے کے گرد چکر لگاتا ہے

از چنیں عذر اے سلیم نانبیل	خون و مال و زن ہمیکر دی سبیل
اے بیوقوف کمینے! ایسے عذر سے	تو نے جان اور مال اور بیوی کو قربان کر دیا
ہر کسے پس سبلت تو برکند	عذر آرد خویش را مضطر کند
پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچے گا	عذر کرے گا اپنے آپ کو مجبور ٹھہرائے گا
حکم حق گر عذر می شاید ترا	پس بیاموز و بده فتویٰ مرا
اگر اللہ (تعالیٰ) کے حکم کا عذر تیرے لئے مناسب ہے	تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دیدے
کہ مرا صد آرزو و شہوت ست	دست من بستہ زبیم و ہیبت ست
کیونکہ میری بھی سینکڑوں آرزوئیں او خواہشیں ہیں	خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں
پس کرم کن عذر را تعلیم ده	برکشا از دست و پائے من گره
تو مہربانی سے مجھے عذر کرنا سکھا دے	مجھ مجبور کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے
اختیارے کردۂ تو پیشۂ	کاختیارے دارم و اندیشۂ
تونے ایک پیشہ اختیار کیا ہے	(اور تو سمجھتا ہے) کہ میں اختیار اور سمجھ رکھتا ہوں
ورنہ چوں بگزیدۂ آں پیشہ را	از میان پیشہا اے کد خدا
ورنہ تونے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟	اے صاحب! سب پیشوں میں سے
چونکہ آید نوبت نفس و ہوا	بیست مرده اختیار آید ترا
جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے	تجھ میں بیس مردوں کا اختیار آ جاتا ہے
چوں برد یک حبہ از تو یار سود	اختیار جنگ در جانت کشود
جب دوست تجھ سے ایک رتی کا فائدہ اٹھا لے جاتا ہے	تو تیری جان میں لڑائی کا اختیار کشادہ ہو جاتا ہے
چوں بیاید نوبت شکر و نعم	اختیارت نیست از سنگے تو کم
جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے	تجھے اختیار نہیں ہے، تو پتھر سے کم ہے
دوزخت را عذر ایں باشد یقیں	کاندریں سوزش مرا معذور بیں
تیرے لئے دوزخ کا بھی یہ عذر یقینی ہے	کہ اس جلانے میں مجھے معذور سمجھ
کس بدیں حجت چو معذورت نداشت	وز کف جلاد ایں دورت نداشت
اس دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا	اور جلاد کے ہاتھ سے تجھے اس نے دور نہ رکھا

پس بدیں داور جہاں منظوم شد	حال آں عالم ہمت معلوم شد
تو اس منصف (حاکم) سے دنیا کا کام منظم ہو گیا	اس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

حکایت ہم در جواب جبری و اثبات اختیار و صحت امر و نہی و در بیان آنکہ عذر جبری در ہیچ ملتے و دینے مقبول نیست و موجب خلاص نیست از سزائے آں کار کہ کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیس بداں کہ گفت رب بما اغویتنی والقلیل یدل علی الکثیر

نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی صحت کے بارے میں اور اس بیان میں کہ جبری کا عذر کسی ملت اور دین میں مقبول نہیں ہے اور اس کام کی سزا سے جو اس نے کیا ہے، چھٹکارے کا سبب نہیں ہے چنانچہ شیطان اس قول کی وجہ سے کہ "خدا تو نے مجھے گمراہ کیا" چھٹکارا نہ پا سکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

آں یکے میرفت بالائے درخت	می فشاند او میوہ را دز دانہ سخت
ایک شخص درخت پر چڑھا	چوروں کی طرح بہت پھل جھاڑنے لگا
صاحب باغ آمد و گفت اے دنی	از خدا شرمیت کو چہ میکنی
باغ والا آیا اور اس نے کہا اے کمینے!	خدا سے تیری شرم کہاں گئی تو کیا کر رہا ہے؟
گفت از باغ خدا بندہ خدا	گر خورد خرما کہ حق کردش عطا
اس نے کہا اللہ تعالٰی کے باغ سے خدا کا بندہ	اگر کھجوریں کھا رہا ہے جو کہ اس کو خدا نے دی ہیں
عامیانہ چہ ملامت میکنی	بخل بر خوان خداوند غنی
جاہلوں کی طرح تو کیا ملامت کر رہا ہے	بے نیاز خدا کے دستر خوان پر بخل (کر رہا ہے)
گفت اے ایبک بیاور آں رسن	تا بگویم من جواب بوالحسن
اس نے کہا اے غلام! رسی لے آ	تاکہ میں (اس) بھلے کا جواب دوں
پس ببستش سخت آندم بر درخت	میزد او بر پشت و ساقش چوب سخت
پھر اس وقت اس نے اس کو درخت سے کس کر باندھ دیا	اس کی کمر اور پنڈلی پر سخت لاٹھی مارنے لگا
گفت آخر از خدا شرمے بدار	می کشی ایں بیگنہ را زار زار
اس نے کہا، آخر خدا سے شرم کر	تو اس بے قصور کو بری طرح سے مار رہا ہے
گفت کز چوب خدا ایں بندہ اش	میزند بر پشت دیگر بندہ خوش
اس نے کہا خدا کی لاٹھی سے یہ اس کا بندہ	دوسرے بندے کی کمر پر خوب مار رہا ہے

چوب حق و پشت و پہلو آن او	من غلام آلت و فرمان او
لاٹھی اللہ (تعالیٰ) کی، کمر اور پہلو اللہ (تعالیٰ) کا	میں اس کے آلے اور حکم کا غلام ہوں
گفت توبہ کردم از جبر اے عیار	اختیار ست اختیار ست اختیار
اس نے کہا اے خالص! میں نے جبر سے توبہ کی	اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار
اختیارت اختیارش ہست کرد	اختیارش چوں سوارے زیر گرد
تیرے اختیار کو اس کے اختیار نے پیدا کیا	اس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے
اختیارش اختیار ما کند	امر شد بر اختیارے مستند
اس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے	حکم کا مدار اختیار پر ہے
حاکمی بر صورت بے اختیار	ہست ہر مخلوق را در اقتدار
بے اختیار صورت پر حکومت کرنا	قادر ہونے میں ہر مخلوق کو (حاصل) ہے
تا کشد بے اختیارے صید را	تا برد بگرفتہ گوش او زید را
حتیٰ کہ وہ بے اختیار شکار کو کھینچ لے جاتا ہے	حتیٰ کہ زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے
لیک بے ہیچ آلتے صنع صمد	اختیارش را کمند او کند
لیکن اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری بغیر کسی آلہ کے	اس کے اختیار کو اس کا پھانسہ بنا دیتی ہے
اختیارش زید را قیدش کند	بے سگ و بے دام چوں صیدش بود
زید کا اختیار اس کو قید کر دیتا ہے	وہ بغیر کتے اور جال کے شکار جیسا بن جاتا ہے
آں دروگر حاکم چو بے بود	واں مصور حاکم خوبے بود
بڑھئی، لکڑی پر حاکم بن جاتا ہے	مصور، حسین کا حکم بن جاتا ہے
ہست آہنگر بر آہن قیمے	ہست بناہم بر آلت حاکمے
لوہار، لوہے پر حاکم ہے	معمار بھی اوزار پر حاکم ہے
نادرا باشد کہ چندیں اختیار	ساجد آید ز اختیارش بندہ وار
عجب بات ہے کہ اس قدر اختیار	اس (اللہ تعالیٰ) کے اختیار سے غلام کی طرح سجدہ کرنے والے ہیں
قدرت تو بر جمادات از نبرد	کے جمادی را از آنہا نفی کرد
خصومت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت	ان کے بے جان ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟

قدرتش بر اختیارات آنچناں	نفی نکند اختیارے را ازاں
اس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت اختیارات پر اسی طرح	اس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے
خواستش میگوئی بر وجہ کمال	کہ نباشد نسبت جبر و ضلال
اس (اللہ تعالیٰ) کے ارادہ کا اہل کمال کے طریقہ پر قائل بن	تا کہ (اللہ تعالیٰ کی جانب) جبر اور گمراہی کی نسبت نہ ہو
چونکہ گفتی کفر من خواہ ویست	خواہ خود را نیز ہم میدانکہ ہست
جب تونے یہ کہا کہ میرا کفر اس کی منشاء ہے	تو اپنی منشاء کو بھی سمجھ لے کہ وہ ہے
زانکہ بیخواہ تو خود کفر تو نیست	کفر بیخواہش تناقض گفتنی ست
کیونکہ تیری منشاء کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے	"بغیر منشا کے کفر کرنا" متضاد بات کہنا ہے
امر عاجز را قبیح ست و ذمیم	خشم بدتر خاصہ از رب رحیم
عاجز کو حکم دینا برا اور ناپسند ہے	غصہ کرنا زیادہ برا ہے خصوصاً رحیم پروردگار کی جانب سے
گاو گر یوغے نگیرد میزنند	ہیچ گاوے کو نپرد شد نژند
بیل اگر جوا نہیں لیتا ہے مارتے ہیں	بیل نہ اڑے تو وہ عاجز ہے
گاؤ چوں معذور نبود در فضول	صاحب گاو از چہ معذورست و دول
بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا	(تو) بیل والا کس وجہ سے معذور اور احمق ہے؟
چوں نۂ رنجور سر را برمبند	اختیارت ہست برسبلت مخند
جبکہ تو بیمار نہیں ہے سر کو نہ کس	تجھے اختیار ہے مذاق نہ اڑا
جہد کن کز جام حق یابی نوی	بیخود و بے اختیار آنگہ شوی
کوشش کر تاکہ خدائی جام سے تو تازگی حاصل کرے	پھر تو بے خود اور بے اختیار ہو جائے گا
آنگہ آں مے را بود کل اختیار	تو شوی معذور مطلق مست وار
تب اس شراب کو پورا اختیار ہو گا	تو مدہوش کی طرح بالکل معذور ہو جائے گا
ہرچہ گوئی گفتۂ مے باشد آں	ہرچہ روبی رفتۂ وے باشد آں
تو جو کچھ کہے گا وہ شراب کا کہا ہوا ہو گا	تو جو کچھ جھاڑے گا اس کا جھاڑا ہوا ہو گا
کے کند آں مست جز عدل وصواب	کہ ز جام حق کشید ست او شراب
وہ مست، انصاف اور صواب کے علاوہ کب کچھ کرتا ہے؟	کیونکہ اس نے خدائی جام سے شراب پی لی ہے

جادواں فرعون را گفتند بیست	مست را پروائے دست و پائے نیست
جادو گروں نے فرعون سے کہہ دیا، ٹھہر جا	مست کو ہاتھ اور پاؤں کی پروا نہیں ہے
دست و پائے مائے آں واجدست	دست ظاہر سایہ است و کاسدست
ہمارے ہاتھ اور پاؤں اس خدا کی شراب (محبت) ہے	ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھوٹا ہے
چوں بسر پرشد زجام او مدام	خانۂ دل را فروگیرد تمام
جب اس کے جام کی شراب سر میں بھر جاتی ہے	دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

معنی ماشاءاللہ کان یعنی خواست، خواست اوستو رضارضائے اوواز خشم وردد یگراں دل تنگ نباشید کان اگر چہ لفظ ماضی ست لیکن در فعل خدا ماضی و مستقبل نباشد کہ لیس عندربنا صباح ولا مساء

جواللہ (تعالیٰ) نے چاہا ہوا کے معنیٰ یعنی مشیت، اس ہی کی مشیت ہے اور رضا مندی، اسی کی رضامندی ہے تم دوسروں کے غصہ اور ردسے رنجیدہ نہ ہو (لفظ) کان اگر چہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح اور شام نہیں ہوتی ہے۔

قول بندہ ایش شاء اللہ کاں	بہرآں نبود کہ منبل شود راں
بندہ کا یہ کہنا، جو خدا نے چاہا وہ ہوا	اس لئے نہیں ہے کہ تو اس میں کاہل بنے
بلکہ تحریض ست بر اخلاص وجد	کاندراں خدمت فزوں شو مستعد
بلکہ اخلاص اور کوشش پر برانگیختہ کرتا ہے	کہ تو اس دربار میں زیادہ مستعد بنے
گر بگویند آنچہ میخواہی توراد	کار کار تست بر حسب مراد
اگر وہ کہہ دیں، اے جوانمردا تو جو چاہے	کام، تیرا ہی کام ہے منشاء کے مطابق
آنگہاں تنبل کنی جائز بود	کانچہ خواہی وانچہ گوئی آں شود
اس وقت تو کاہلی برتے، جائز ہوگا	کیونکہ جو تو چاہے گا اور جو تو کہیگا، وہ ہو گا
چوں بگویند ایش شاء اللہ کان	حکم حکم اوست مطلق جاودان
جب وہ کہیں، جو اللہ نے چاہا ہوا	ہمیشہ اور مطلقاً اسی کا حکم، حکم ہے
پس چرا صد مردہ اندر ورد او	برنگردی بندگانہ گرد او
تو پھر کیوں سو انسانوں کی برابر اس کے گھاٹ میں	غلاموں کی طرح اس کے گرد چکر نہ کاٹے گا

گر بگویند آنچہ می خواہد وزیر	خواست آن اوست اندر دار و گیر
اگر کہہ دیں کہ وزیر جو چاہے	پکڑ دھکڑ میں وہ منشاء کا مالک ہے
گرد او گرداں شوی صد مردہ زود	تا بریزد برسرت احسان وجود
تو سو انسانوں کی طاقت سے اس کے گرد چکر کاٹے گا	تاکہ وہ تیرے سر پر احسان اور سخاوت بہا دے
یا گریزی از وزیر و قصر او	ایں نباشد جستجوی و نصر او
یا تو وزیر اور اس کے محل سے بھاگے گا	یہ اس کی مدد اور جستجو نہ ہو گی
باژگونہ زیں سخن کاہل شدی	منعکس ادراک و خاطر آمدی
تو اس بات سے الٹا کاہل بنا	تو الٹی سمجھ اور رائے والا ثابت ہوا
امر امر آں فلاں خواجہ است ہیں	چیست یعنی باجز او کمتر نشیں
خبردار! حکم فلاں خواجہ کا حکم ہے	کیا ہے؟ یعنی اس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ
گرد خواجہ گرد چوں امر آن اوست	کو کشد دشمن، رہاند جان دوست
خواجہ کے گرد چکر کاٹ جبکہ حکم اس کی ملکیت ہے	کیونکہ وہ دشمن کو مارے گا، دوست کی جان چھڑا دے گا
ہرچہ او خواہد ہماں یابی یقیں	یا وہ کم رو خدمت او برگزیں
جو وہ چاہے گا وہ یقینا تو حاصل کر لے گا	بیہودہ روی نہ کر، اس کا دربار منتخب کر لے
نے چو حاکم اوست گرد او مگرد	تاشوی نامہ سیا و روی زرد
نہ کہ چونکہ وہ حاکم ہے اس کے گرد چکر نہ کاٹ	تاکہ تو سیاہ اعمالنامہ والا، زرد چہرے والا بنے
چونکہ حاکم اوست اورا گیر و بس	غیر او رانیست حکم و دسترس
چونکہ حاکم وہی ہے اس کو پکڑ اور بس	اس کے غیر کے لئے حکم اور قدرت نہیں ہے
حق بود تاویل کاں گرمت کند	پرامید و چست و باشرمت کند
وہ تاویل صحیح ہے، جو تجھے سرگرم کر دے	تجھے پرامید اور چست اور باحیا بنا دے
ور کند سستت حقیقت ایں بداں	ہست تبدیل و نہ تاویلست آں
اور اگر تجھے سست بنائے، یہ حقیقت سمجھ لے	وہ تحریف ہے، تاویل نہیں ہے
ایں برائے گرم کردن آمدست	تا بگیرد ناامیداں را دو دست
یہ سرگرم کرنے کے لئے آیا ہے	تاکہ وہ مایوسوں کی دستگیری کرے

معنی قرآں ز قرآں پرس و بس	وز کسے کاتش زدست اندر ہوس
قرآن کے معانی، قرآن سے دریافت کر اور بس	اور اس شخص سے جس نے ہوس کو پھونک دیا ہے
پیش قرآں گشت قربانے و پست	تا کہ عین روح او قرآں شدہ است
جو قرآن کے سامنے قربان اور فرمانبردار بن گیا ہو	حتیٰ کہ اس کی روح بعینہ قرآن بن گئی ہو
روغنے کوشد فدائے گل بکل	خواہ روغن بوئے کن خواہی تو گل
جو تیل، پھول پر بالکل فدا ہو گیا ہے	(اب) تو خواہ تیل کو سونگھ لے یا پھول کو
گر نمیدانی بجو تاویل آں	تابتابد بر دلت آں را عیاں
اگر تو نہیں سمجھتا ہے تو اس کا مصداق تلاش کرلے	تاکہ تیرے دل پر اس کا ظاہر چمک اٹھے

وہمچنیں قد جف القلم و کتب ان لایستوی الطاعة والمعصیة ولایستوی الامانة والسرقة ' جف القلم ان لا یستوی الشکر و الکفران' جف القلم ان اللہ لایضیع اجر المحسنین

اوراسی طرح اس کی تاویل ہے' کہ قلم (تقدیر) خشک ہوچکا ہےاوراس نے لکھدیا ہے کہ اطاعت اورنافرمانی برابرنہیں ہےاورنہ امانت اورچوری یکساں ہے' قلم خشک ہوگیا ہے کہ شکراورکفر برابرنہیں ہے' قلم خشک ہوگیا ہے بیشک اللہ نیکوں کا اجرضائع نہیں کرتا ہے

ہمچنیں تاویل قد جف القلم	بہر حریض ست بر شغل اہم
اسی طرح بیشک قلم خشک ہو گیا ہے کہ تاویل	اہم کام کی مشغولیت پر برانگیختہ کرنے کے لئے ہے
پس قلم نبوشت کہ ہر کار را	لائق آں ہست تاثیر و جزا
قلم نے لکھ دیا، کہ ہر کام کی	تاثیر اور جزاء اس کے مناسب ہے
کژ روی جف القلم کژ آیدت	راستی آری سعادت زایدت
تو ٹیڑھا چلے گا تجھ میں کجی آئے گی، (لکھ کر) قلم خشک ہوگیا ہے	تو سیدھا پن اختیار کرے گا تیرے لئے نیک بختی پیدا ہوگی
ظلم آری' مدبری جف القلم	عدل آری برخوری جف القلم
تو ظلم کرے گا تو تو بدبخت ہے (لکھ کر) قلم خشک ہوگیا ہے	تو انصاف کرے گا پھل کھائے گا قلم (لکھ کر) خشک ہوگیا ہے
چوں بدزدد دست شد جف القلم	خوردہ بادہ مست شد جف القلم
جب چوری کرے گا ہاتھ کٹا قلم (لکھ کر) خشک ہوگیا ہے	شراب پی کر مست ہوگیا قلم (لکھ کر) خشک ہوگیا ہے

تو رواداری روا باشد کہ حق	ہمچو معزول آید از حکم سبق
تو جائز سمجھتا ہے، مناسب ہوگا کہ اللہ (تعالیٰ) ازلی حکم کی	وجہ سے معزول کی طرح ہو جائے
کہ ز دست من بروں رفت ست کار	پیش من چندیں میا چندیں مزار
کہ معاملہ میرے قابو سے باہر ہو گیا ہے	میرے سامنے اتنا نہ آ، اتنی عاجزی نہ کر
بلکہ معنیٰ آں بود جف القلم	نیست یکساں پیش من عدل و ستم
بلکہ معنیٰ یہ ہیں کہ قلم (لکھ کر) خشک ہوگیا ہے	میرے سامنے انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں
فرق بنہادم میان خیر و شر	فرق بنہادم زبد ہم از بتر
میں نے خیر و شر میں فرق رکھا ہے	میں نے برے اور بدتر میں فرق رکھا ہے
ذرۂ گر در تو افزاید ادب	باشد از یارت بداند فضل رب
اگر تجھ میں ادب کی ایک ذرہ بڑھوتری	ہو، دوست سے خدا کا فضل جانتا ہے
قدر آں ذرہ ترا افزوں دہد	ذرہ چوں کوہے قدم بیروں نہد
اس ذرے کی بقدر تجھے زیادہ دے گا	(وہ) ذرہ پہاڑ کی طرح رونما ہو گا
پادشاہے کہ بہ پیش تخت او	فرق نبود از امین و ظلم جو
وہ بادشاہ کہ اس کے تخت کے روبرو	امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو
آنکہ می لرزد زبیم رد او	وانکہ طعنہ میزند بر جد او
وہ شخص جو اس کے جواب سے لرز رہا ہو	اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زن ہو
فرق نبود ہر دو یک باشد برش	شاہ نبود خاک تیرہ بر سرش
وہ دونوں میں فرق نہ کرے اس کے نزدیک دونوں یکساں ہوں	وہ بادشاہ نہ ہو گا اس کے سر پر کالی مٹی ہو
ذرۂ گر جہد تو افزوں شود	در ترازوئے خدا موزوں شود
اگر تیری کوشش میں ایک ذرہ بڑھے	وہ خدا کی ترازو میں تولا جائے گا
پیش ایں شاہاں ہمارہ جانکنی	بیخبر ایشاں زغدر و روشنی
ان بادشاہوں کے سامنے تو ہمیشہ مصیبت بھرتا ہے	وہ غداری اور نور (قلب) سے غافل ہیں
گفت غمازے کہ بدگوید ترا	ضائع آرد خدمتت را سالہا
اس چغلخور کی بات جو تجھے برا کہتا ہے	وہ تیری سالوں کی خدمت کو ضائع کرا دیتا ہے

پیش شاہے کو سمیع ست و بصیر	گفت غمازاں نباشد جائے گیر
اس بادشاہ کے سامنے جو کہ سمیع و بصیر ہے	چغلخوروں کی بات نہیں ٹھہرتی ہے
جملہ غمازاں ازو آئیس شوند	سوئے ما آیند و افزایند بند
سب چغلخور اس سے مایوس ہو جاتے ہیں	ہمارے پاس آتے ہیں اور رکاوٹ ہیں اضافہ کرتے ہیں
بس جفا گویند شہ را پیش ما	کہ برو جف القلم کم کن وفا
اللہ (تعالیٰ) کا ہم سے بہت ظلم بیان کرتے ہیں	کہ جا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر
معنی جف القلم کے آں بود	کہ جفا ہا باوفا یکساں بود
قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنی کب ہو سکتے ہیں؟	کہ ظلم، وفاداری کے برابر ہوتا ہے
بل جفارا ہم جفا جف القلم	واں وفا را ہم وفا جف القلم
بلکہ ظلم کے لئے (بدلہ) ظلم ہے قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے	اور وفا کے لئے (بدلہ) وفا ہے قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے
عفو باشد لیک کوفر امید	کہ بود بندہ ز تقویٰ رو سپید
معافی ہوگی، لیکن امید کی وہ شان و شوکت کہاں؟	کہ بندہ پرہیز گاری کی وجہ سے سرخرو ہو
وزد را گر عفو باشد جاں برد	کے وزیر و خازن مخزن شود
چور کو اگر معاف کیا جاتا ہے تو جان بچا لیتا ہے	وزیر اور خزانہ کا خزانچی کب بنتا ہے؟
اے امین الدین ربانی بیا	کز امانت رست ہر تاج و لوا
اے امین الدین اللہ والے! آ جا	کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جھنڈا رونما ہوا ہے
پور سلطاں گر برو خائن شود	آں سرش از تن بداں بائن شود
شہزادہ اگر بادشاہ کا خائن بن جائے	اس کی وجہ سے اس کا سر تن سے جدا ہو جائے
ورغلامے ہندوے آرد وفا	دولت او را میزند طال بقا
اگر ہندوستانی غلام وفا برتے	نصیبہ اس کے لئے زندہ باد کا اعلان کر دے
چہ غلام ار بردرے سگ باوفاست	دردل سالار او را صد رضاست
غلام کیا، اگر دروازے پر کتا وفادار ہے	آقا کے دل میں اس کی جانب سے سینکڑوں رضامندیاں ہیں
زیں چو سگ را بوسہ بر پوزش دہد	گر بود شیرے چہ پیروزش کند
اس (وفا) کی وجہ سے جب کتے کی تھوتڑی چومتا ہے	اگر وہ شیر ہو تو اس کو کس قدر کامیابی عنایت کریگا؟

چہ مگر دزدے کہ خدمتہا کند	صدق او بیخ جفا را برکند
سوائے اس چور کے جو خدمتیں کرے	اس کی سچائی ظلم کی جڑ اکھاڑ دے
چوں فضیلؒ رہزنے کوراست باخت	زاں کہ دہ مردہ بسوئے تو بتاخت
جیسا کہ ڈاکو (حضرت) فضیلؒ جنہوں نے سچائی کی بازی لگائی	کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانب دوڑے
وانچناں کہ ساحراں فرعون را	روسیہ کردند از صبر و وفا
اور جس طرح کہ جادوگروں نے فرعون کا	منہ کالا کر دیا صبر اور وفاداری سے
دست و پا دادند در جرم وقود	آں بصد سالہ عبادت کے شود
قصور اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیئے	وہ سو سال کی عبادت سے کب ہوتا ہے؟
تو کہ پنجہ سال خدمت کردۂ	کے چنیں صدقے بدست آوردۂ
تو جس نے پچاس سال عبادت کی ہے	ایسی سچائی کب حاصل کی ہے؟

حکایت آں درویش کہ در ہرات غلامان عمید خراسانی را آراستہ دید بر اسپان تازی باقباہائے زربفت وکلاہائے مغرق وغیرہ آں پرسید کہ اینہا کدام امیرانند و چہ شاہانند گفتند اورا کہ اینہا امیراں نیستند اینہا غلامان عمید خراسان اند روبآسمان کرد کہ اے خداوند غلام پروردن از عمید بیاموز آنجا مستوفی را عمید گویند

اس فقیر کی حکایت جس نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا بنا ٹھنا' عربی گھوڑوں پر زربفت کی قبائیں پہنے ہوئے اور (کڑھائی سے) ڈھپی ہوئی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے اس نے پوچھا یہ کونسے سردار ہیں؟ اور کیسے بادشاہ ہیں؟ لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ سردار نہیں ہیں' یہ عمید خراسانی کے غلام ہیں اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ غلاموں کو پرورش کرنا عمید سے سیکھ لے وہاں وزیر اعظم کو عمید کہتے ہیں

آں یکے گستاخ رو اندر ہرے	چوں بدیدے او غلام مہترے
ایک منہ پھٹ نے ہرات میں	جب اس نے ایک سردار کے غلام کو دیکھا
جامۂ اطلس کمر زریں رواں	روئے کردے سوئے قبلہ آسماں
اطلس کا لباس سونے کی پٹی (پہنے ہوئے) جا رہا ہے	اس نے آسمان کی جانب منہ کیا
کاے خدا! زیں خواجہ صاحب منن	چوں نیاموزی تو بندہ داشتن
کہ اے خدا! اس احسانوں والے آقا سے	تو غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتا

بندہ پروردن بیاموز اے خدا	زیں رئیس و اختیار شہر ما
اے خدا! بندہ پروری سیکھ لے	ہمارے شہر کے اس رئیس اور برگزیدہ سے
بود محتاج و برہنہ بینوا	در زمستاں لرز لرزاں از ہوا
وہ محتاج اور ننگا بے سروسامان تھا	جاڑے میں ہوا سے کانپ رہا تھا
انبساطے کرد آں از خود بری	جرأتے بنمود او از کمترے
اس بے خود نے بے تکلفی برتی	اور بھکو پن سے اس نے جرأت کی
اعتمادش بر ہزاراں موہبت	کہ ندیم حق شد اہل معرفت
ہزاروں بخششوں پر اس کو بھروسہ (تھا)	کیونکہ معرفت والا اللہ (تعالیٰ) کا مصاحب ہوتا ہے
گر ندیمے شاہ گستاخی کند	تو مکن چوں تو نداری آں سند
اگر بادشاہ کا مصاحب گستاخی کرے	تو نہ کرنا، کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے
حق میاں داد و میاں بہ از کمر	گر کسے تاجے دہد او داد سر
اللہ (تعالیٰ) نے کمر عطا کی اور کمر پیٹی سے بہتر ہے	اگر کوئی تاج دیتا ہے تو اس نے سر دیا ہے
تا یکے روزے کہ شاں آں خواجہ را	متہم کرد و بہ بستش دست و پا
یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اس سردار پر	تہمت لگا دی اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے
آں غلاماں را شکنجہ می نمود	کہ دفینہ خواجہ بنمائید زود
ان غلاموں کو سزا دی	کہ آقا کا خزانہ جلد دکھاؤ
سر او بامن بگوئید اے خساں	ورنہ برم از شما حلق و لساں
اے کمینو! اس کا راز مجھے بتا دو	ورنہ میں تمہارا حلق اور زبان کاٹ ڈالوں گا
مدت یک ماہ شاں تعذیب کرد	روز و شب اشکنجۂ و افشار و درد
ایک مہینہ تک ان کو ستایا	دن رات شکنجہ اور دباؤ اور تکلیف تھی
پارہ پارہ کرد شان و یک غلام	راز خواجہ و انگفت از اہتمام
ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور غلام نے (بھی)	ہمت کر کے آقا کا راز نہ کھولا
گفتش اندر خواب ہاتف کے کیا	بندہ بودن ہم بیاموز و بیا
غیبی آواز نے اس سے خواب میں کہا کہ اے سردار!	غلام بننا بھی سیکھ لے اور آ جا

اے دریدہ پوستین یوسفاں	گر بدرد گرگت آں از خویش داں
اے یوسفوں کی پوستین پھاڑنے والے!	اگر تجھے بھیڑیا پھاڑے تو وہ اپنے سبب سے سمجھ
زانکہ می بافی ہمہ سالہ بپوش	زانکہ می کاری ہمہ سالہ بنوش
کیونکہ جو تو سارے سال بنتا ہے، وہ پہن	تو جو سارے سال بوتا ہے، وہ کھا
فعل تست ایں غصہائے دمبدم	ایں بود معنی قد جف القلم
یہ ہر وقت کے رنج، تیرا کارنامہ ہے	قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنی ہیں
کہ نگردد سنت ما از رشد	نیک را نیکی بود بد راست بد
کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہے	نیک کے لئے نیکی ہوتی ہے، برے کے لئے برائی ہے
کار کن ہیں کہ سلیماں زندہ است	تا تو دیوی تیغ او برندہ است
کام میں لگا رہ، کیونکہ سلیمان زندہ ہے	جب تک تو دیو ہے اس کی تلوار کاٹ کرنے والی ہے
چوں فرشتہ گشت از تیغ ایمن ست	از سلیماں فارغ واز خوف رست
جب فرشتہ بن گیا، تلوار سے محفوظ ہے	سلیمان سے فارغ اور ڈر سے نجات پا گیا ہے
از سلیماں ہیچ او را خوف نیست	دشمنے دیو ست واز وے ایمنے ست
سلیمان سے اسے کوئی ڈر نہیں ہے	کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہے اور اس سے (فرشتہ کو) امن حاصل ہے
حکم او بر دیو باشد نے ملک	رنج در خاکست نے فوق فلک
(سزا کا) حکم دیو پر لگتا ہے، نہ کہ فرشتہ پر	تکلیف زمین پر ہے، نہ کہ آسمان پر
ترک کن ایں جبر را کہ بس تہیست	تا بدانی سر سر جبر چیست
اس جبر (کے عقیدے) کو چھوڑ کیونکہ خالی (ڈھول) ہے	تاکہ تو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟
ترک کن ایں جبر جمع منبلاں	تا خبر یابی ازاں جبر چو جاں
کاہلوں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے	تاکہ تجھے اس جبر کا پتہ لگ جائے جو جان جیسا ہے
ترک معشوقی کن و کن عاشقی	اے گماں بردہ کہ خوب و فائقی
معشوقی چھوڑ اور عاشقی کر	اے وہ شخص جس نے گمان کر لیا ہے کہ تو حسین اور بڑھا ہوا ہے
اے کہ در معنی ز شب خامش تری	گفت خود را چند جوئی مشتری
اے وہ کہ معانی میں رات سے بھی زیادہ خاموش ہے	اپنی گفتگو کا خریدار کب تک تلاش کرے گا؟

سر بجنبانند پیشت بہر تو	رفت در سودائے ایشاں دہر تو
تیرے سامنے تیری خاطر سے وہ جھومتے ہیں	ان کے شوق میں تیری عمر برباد ہو گئی
تو مرا گوئی حسد اندر میچ	چہ حسد آرد کسے بر فوت ہیچ
تو مجھ سے کہتا ہے کہ حسد کرنے میں نہ لگ	نا چیز کے فوت ہو جانے پر کوئی کیا حسد کرے؟
ہست تعلیم خساں اے بارسوخ	ہمچو نقش خوب کردن بر کلوخ
اے بارسوخ! کمینوں کو تعلیم دینا	ڈھیلے پر اچھے نقش بنانا ہے
خویش را تعلیم کن عشق و نظر	کاں بود کالنقش فی جرم الحجر
اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے	کیونکہ وہ پتھر کی لکیر کی طرح ہے
نفس تو باتست شاکر در وفا	غیر' فانی شد کجا جوئی کجا
تیرا نفس وفاداری میں تیرا شکر گزار ہے	غیرٗ فنا ہو گیا کہاں ڈھونڈتا ہے کہاں؟
تا کنی مر غیر را جبر و سنی	خویش را بد خو و خالی میکنی
جب تک تو دوسرے کو بڑا عالم اور اونچا بناتا رہے گا	اپنے آپ کو بدعادت اور خالی کرتا رہے گا
متصل چوں شد دلت باآں عدن	ہیں بگو مہر اس از خالی شدن
جب تیرا دل عدن سے وابستہ ہو گیا	ہاں کہتا رہٗ خالی ہونے سے ہراساں نہ ہو
امر قل زیں آمدش کاے راستیں	کم نخواہد شد بگو دریاست ایں
قل کا حکم ان کو اسی لئے آیا کہ اے راست رو!	کہئےٗ کم نہ ہو گا' یہ دریا ہے
انصتوا یعنی کہ آبت را بلاغ	ہیں تلف کم کن کہ لب خشک ست باغ
"تم خاموشی سے سنو" یعنی کہ اپنے پانی کو لغو باتوں سے	خبردار! تباہ نہ کرٗ کیونکہ باغ پیاسا ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے پدر	ایں سخن را ترک کن پایاں نگر
اے بابا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	اس بات کو چھوڑٗ انجام پر نظر کر
غیرتم آید کہ پیشت بیستند	برتو می خندند و عاشق نیستند
مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں	تیری ہنسی اڑاتے ہیں اور وہ عاشق نہیں ہیں
عاشقانت درپس پردہ کرم	بہر تو نعرہ زناں بیں دمبدم
تیرے عاشق کرم کے پس پردہ	(ان کو) تو لحہ بلحہ اپنے لئے نعرے لگاتے ہوئے دیکھ لے

عاشق آں عاشقان غیب باش	عاشقان پنج روزہ کم تراش
تو ان غیب کے عاشقوں کا عاشق بن	چند روزہ عاشق نہ بنا
کہ بخوردندت زخدعہ و جذبہٴ	سالہا زیشاں ندیدی حبہٴ
دھوکے اور کشش سے انہوں نے تجھے کھایا	سالوں تونے ان کی جانب سے ایک رتی نہ دیکھی
چند ہنگامہ نہی بر راہ عام	کام جستی برنیامد ہیچ کام
عام راستہ پر تو کب تک مجمع لگائے گا؟	تونے مقصد کی تلاش کی کوئی مقصد پورا نہ ہوا
وقت صحت جملہ یارند و حریف	وقت درد و غم بجز حق کو الیف
تندرستی میں سب دوست اور ساتھی ہیں	درد وغم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے؟
وقت درد چشم و دنداں ہیچکس	دست تو گیرد بجز فریاد رس
دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت، کوئی شخص	تیری دستگیری کرتا ہے؟ سوائے خدا کے
پس ہماں درد و مرض رایاد دار	چوں ایاز از پوستیں گیر اعتبار
تو اسی درد اور مرض کو یاد رکھ	ایاز کی طرح پوستیں سے عبرت حاصل کر
پوستیں آں حالت درد تو است	کہ گرفتہ است آں ایاز آنرا بدست
پوستین، تیرے درد کی حالت ہے	جو اس ایاز نے ہاتھ سے پکڑی ہے

شرح حبیبی

مومن نے جواب دیا کہ اے معتقد جبر کا فر اب تو میری گفتگوسن تو نے اپنی تو کہہ لی اب میں اس کا جواب دیتا ہوں اور اے شطرنج باز تو نے اپنی چال تو چل لی اب تو اپنے حریف کی لمبی چوڑی چال دیکھ اور تو نے اپنا معذرت نامہ تو پڑھ لیا اب تو ایک سنی کا جواب نامہ پڑھ اور اس عقیدہ کو چھوڑ اس میں کیا الجھ کر رہ گیا ہے۔ تو نے باب قضا میں جبریانہ گفتگو کی اب مجھ سے اس کی حقیقت سن۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم کو فی الجملہ اختیار حاصل ہے اور یہ ایک امر محسوس اور بدیہی بات ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ تم حس وبداہت کا انکار نہیں کر سکتے پس تم اپنے اختیار کو دیکھو اور جبری نہ بنو تم نے اس عقیدہ میں صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے۔ پس تم صراط مستقیم پر آؤ اور ٹیڑھے نہ چلو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ آدمی مکلف ہے اور اس کا مکلف ہونا اس کے اختیار کی واضح دلیل ہے کیونکہ پتھر کو کوئی نہیں کہتا کہ آ اور ڈھیلے سے کوئی وفاداری کا طالب نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں ان امور کی قدرت ہی نہیں ہے۔

علیٰ ہذا آدمی کو اڑنے کا حکم کوئی نہیں دیتا کیونکہ اس میں اڑنے کی قدرت ہی نہیں ہے یایوں سمجھو کہ اندھے

سے کوئی نہیں کہتا کہ تو مجھے دیکھ وجہ اس کی یہی ہے کہ وہ عاجز ہے حق سبحانہ نے اسے جہاد سے مستثنیٰ کر دیا ہے کہ لیس علی الاعمیٰ حرج اور کرنا بھی چاہئے کیونکہ حق سبحانہ تو اپنے بندوں کو فراخی عطا فرماتے ہیں وہ کسی پر تنگی کیوں رکھیں گے اور سنو پتھر سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تو دیر میں آیا یا یوں کہو کہ لکڑی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ اے لکڑی تو میرے کیوں لگی۔ غرض کہ مجبور سے اس قسم کے سوالات کوئی نہیں کرتا اور نہ کوئی معذور کو مارتا ہے بلکہ امر اور نہی یا اکرام اور عتاب صرف صاحب اختیار کے لئے ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہم کو فی الجملہ اختیار ہے اور ہم ظلم و ستم وغیرہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں اور میں نے جو کہا ہے کہ نفس و شیطان تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں اس کا یہی مطلب تھا کہ تم امور کو اپنے اختیار سے کرتے ہو۔ مگر یہ تمہارے معین ہوتے ہیں۔

توضیح اس کی یہ ہے کہ تم کو اختیار حاصل ہے مگر وہ ساکن ہوتا ہے اور جب تک وہ کسی یوسف کو نہیں دیکھتا اس وقت تک اپنے ہاتھ کو زخمی نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اختیار اور داعیہ معصیت نفس میں ساکن ہوتا ہے مگر جب وہ کسی مغلوب کو دیکھتا ہے اس وقت وہ ہر پردے پھاڑ کر اس کو لپٹتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کتا جس وقت سوتا ہوتا ہے اس وقت اس کا اختیار مخفی ہوتا ہے مگر جب کہ وہ اوجڑی کو دیکھتا ہے تو اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ دم ہلاتا ہے یا یوں سمجھو کہ گھوڑا سکون کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے اور اس وقت اس کا اختیار مستور ہوتا ہے مگر جس وقت وہ جو دیکھتا ہے اس وقت اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ ہنہناتا ہے۔

یا یوں سمجھو کہ بلی خاموش ہوتی ہے مگر جس وقت وہ گوشت کو دیکھتی ہے اس وقت اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ میاؤں میاؤں کرتی ہے۔ پس ان مثالوں سے ثابت ہو گیا کہ کسی مطلوب کو دیکھنا اختیار کو حرکت میں لاتا ہے جیسے آگ کہ جس وقت اس میں پھونک ماری جاتی ہے اس وقت اس سے شعلہ اٹھتے ہیں جبکہ یہ تمہیدی مضمون معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جس وقت ابلیس دلال منکر تمہارے پاس کسی مطلوب کا پیغام لاتا ہے اس وقت تمہارے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور جبکہ وہ کسی مطلوب کو کسی عباد کے سامنے پیش کرتا ہے اس وقت اس کا سویا ہوا اختیار شور و شر کرتا ہے مگر برخلاف شیطان کے فرشتے اس کے سامنے اچھے مطلوبات پیش کرتے ہیں اور اس کے دل میں شورش پیدا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارے اختیار خیر کو حرکت ہوتی ہے۔ شیطان اور فرشتوں کے مطلوبات خیر و شر کو پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو جگایا جائے تا کہ معنیٔ امتحان متحقق ہوں۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ شیطان اور فرشتے ہر دو فریق مطالب خیر و شر کو بر گہائے اختیار کو جنبش دینے کے لئے پیش کرتے ہیں اور الہامہائے ملائک اور وساوس شیاطین سے آدمی کا اختیار خیر و شر ظہور میں بہت کچھ بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ تحلیل نماز یعنی ختم نماز کے وقت فرشتوں کو سلام کرو جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تمہارے الہام اور دعوت الی اللہ فرشتے سے تیرا نماز کا اختیار جاری ہو گیا پھر جبکہ تم سے کوئی معصیت صادر ہوتی ہے تو تم شیطان پر لعنت کرتے ہو کیونکہ تم پر گناہ بار لاد کر تمہاری کمر اسی نے جھکائی ہے لیکن یہ خفیہ مقاصد کو پیش کرنے والے پردۂ غیب میں رہ کر مقاصد کو پیش کرتے ہیں اور تم کو نظر نہیں آتے مگر جس وقت پردۂ غیب آگے سے اٹھ جائے گا اور قیامت میں مخفیات کا ظہور ہو گا اس وقت تم اپنے دلالوں کے منہ دیکھو گے اور اس کی باتوں سے پہچان لو گے کہ پردہ میں باتیں کرنے والے فی الحقیقت یہی تھے کیونکہ شیطان کہے گا کہ اے

پابند نفس وجسم میں نے برائیوں کو صرف تیرے سامنے پیش کیا تھا میں نے تجھے مجبور نہ کیا تھا۔ **فلا تلوموني ولوموا انفسكم** اور فرشتے کہیں گے کہ ہم نے تو تجھ سے کہہ دیا تھا کہ اس کام کو نہ کر۔ گو اس وقت تجھے خوشی ہوگی۔ مگر آخر میں اس سے تیرا غم بڑھے گا۔ اچھا بتلا کہ کیا فلاں دن ہم نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ جنت کا راستہ یہ ہے تو ہمارا کہنا مان۔ ہم تیرے جانی دوست اور تیری روح کو بڑھانے والے اور تیرے جد امجد کو سجدہ کرنے والے اور آپ کے مخلص ہیں اور جس طرح ہم ہمیشہ سے اس خاندان کے خادم ہیں یوں ہی اب بھی خدمت کرتے ہیں اور نیک مشورہ دے کر تجھے مخدومی کی طرف بلاتے ہیں اور یہ جماعت جو تجھے برائیوں کی ترغیب دیتی ہے یہ تیرے جد امجد کی دشمن اور ان کے سجدہ سے انکار کرنے والی ہے مگر تو نے ان کی بات مانی اور ہماری نہ مانی اور ہماری خدمات کا حق نہ پہچانا۔ اب تو تقریر اور لہجہ سے ہم کو اور ان کو پہچان لے کہ ہم وہی ہیں یا نہیں جو تجھے بھلائیوں کی ترغیب دیتے تھے اور یہ جماعت وہی ہے یا نہیں جو تجھے برائیوں کی طرف بلاتی تھی آواز اور لہجہ سے پہچاننا کوئی بڑی بات نہیں۔

دیکھو جب تم رات کے وقت کسی دوست کا تضرع سنتے ہو تو جب وہ صبح کو بولتا ہے تو تم جان لیتے ہو کہ یہ وہی ہے جو رات کو گڑگڑا رہا تھا۔ علیٰ ہذا اگر رات کو دو شخص کوئی خبر لادیں تم صبح کے وقت گفتگو سے دونوں کو پہچان سکتے ہو اور سمجھ سکتے ہو کہ یہ وہی ہے جس نے رات یہ بات کہی تھی اور یہ وہ جس نے یہ کہا تھا علیٰ ہذا رات کے وقت شیر اور کتے کی آواز آتی ہے اور اندھیرے کے سبب صورت دونوں کی غیر محسوس ہوتی ہے مگر جس وقت صبح ہوتی ہے اور دونوں پھر بولتے ہیں تو تم دونوں کو آواز سے پہچان لیتے ہو۔ پس اسی طرح آواز سے فرشتے اور شیاطین بھی پہچانے جائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیاطین اور ملائک جو مطالب خیر وشر کو پیش کرتے ہیں وہ اختیار کو حرکت دے کر اس کی تکمیل کرتے ہیں اس لئے میں نے تیرے افعال کو ان کی نسبت کر دیا تھا اور کہا تھا کہ نفس وشیطان تجھے کفر اور بت خانے کی طرف لے جاتے ہیں۔

غرضکہ ہم کو اختیار حاصل ہے جو کہ ایک عرصہ تک غیر محسوس ہوتا ہے مگر جبکہ آدمی کو دو مطلوب نظر آتے ہیں تو وہ اختیار ظہور اور اثر میں بڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد بچوں کو مارتے ہیں تاکہ ان کے اختیار کو حرکت ہو اور پتھر کو سزا نہیں دیتے۔ اچھا بتلاؤ کیا تم پتھر سے کہتے ہو کہ کل آنا ورنہ میں تجھے سزا دوں گا۔ یا کوئی عاقل ڈھیلے کو مارتا ہے یا پتھر پر غصہ ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ برخلاف آدمیوں کے کہ ان کو مکلف بھی بنایا جاتا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں ان کو سزا بھی دی جاتی ہے اور ان پر عتاب بھی کیا جاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آدمی کی حالت جمادات کے خلاف ہے اور وہ جمادات کی طرح مجبور نہیں ہے۔ پس تو اعتقاد جبر کو چھوڑ کیونکہ گو انکار تقدیر بھی برا اعتقاد ہے مگر جبر اس سے بھی زیادہ ذلیل عقیدہ ہے۔ کیونکہ جبری اپنے مشاہدہ کا انکار کرتا ہے۔ برخلاف قدری کے کہ وہ امر حسی کا انکار نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ افعال کو مخلوق عباد کہہ کر فعل حق کا انکار کرتا ہے اور فعل حق امر محسوس نہیں ہے۔ پس جو شخص فعل حق کا انکار کرتا ہے وہ کسی امر حسی کا انکار نہیں کرتا۔ بلکہ ایک ایسے امر کا انکار کرتا ہے جو برہان ودلیل عقلی سے ثابت ہے اس لئے ان دونوں کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص کو دھواں دکھلائی دیتا ہے اور آگ اس کی نظر سے مخفی ہو یا روشنی دکھلائی دیتی ہو اور شمع اس کی نظر سے اوجھل ہو اور وہ شخص کہے کہ دھواں تو

ہے مگر آگ نہیں۔ یا نور تو ہے مگر شمع نہیں اور دوسرا آگ کو مشخص اور معین دیکھ رہا ہے اور اس کے وجود سے انکار کرتا ہے اس کا کپڑا جل رہا ہے اور کہتا ہے کہ آگ ہے ہی نہیں اور اس کا کپڑا جل رہا ہے اور کہتا ہے کہ تار ہے ہی نہیں اس سے ثابت ہوا کہ دعویٰ جبر فی الحقیقت انکار حساب ہے اس سے لازم آیا کہ جبری دہری سے بھی بدتر ہو کیونکہ دہری کہتا ہے کہ عالم ہے مگر اس کا خالق اور اس میں تصرف کوئی نہیں اور اس لئے وہ گویا کہ ایسے دعا کرتا ہے جس کو کوئی قبول کرنے والا نہیں مگر جبری کہتا ہے کہ خود جہان ہی کوئی چیز نہیں۔ پس یہ شخص سوفسطائی یعنی منکر بدیہیات اور مبتلائے ضلال ہے کیونکہ تمام عالم باب اختیار میں امر و نہی یعنی یہ لاؤ وہ نہ لاؤ وغیرہ کا اقرار کرنا اور جائز کہتا ہے مگر جبری کہتا ہے کہ امر و نہی کوئی چیز نہیں اور کسی کو کچھ اختیار نہیں لہذا یہ سب غلط ہیں۔ خیر انسان تو بڑی چیز ہے ہم کہتے ہیں کہ محسوسات تو حیوانات کو بھی اعتراف ہے۔ ہاں ادراک دلیل دقیق ہے اس لئے حیوانات کو دلائل کا احساس نہیں ہوسکتا۔ پس جبری جو کہ منکر اختیار محسوس ہے جانور سے بھی بدتر ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ ہم کو اختیار حاصل ہے اور وہ ایک امر محسوس ہے لہذا اس کی بناء پر مکلف بنانا بالکل درست ہے۔

شاید کوئی کہے کہ حس اختیار کو محسوس کیونکر کہا جاتا ہے آخر وہ کون سے حاسہ سے محسوس ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اختیار حقیقیہ حسی نہیں ہے بلکہ مجازاً حسی ہے کیونکہ وہ ایک وجدانی اور ذوقی امر ہے اور وجدانیات وحسیات ہر دو ایک ہی فہرست میں داخل ہیں کیونکہ دونوں بدیہیات میں سے ہیں۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم کہتے ہیں کہ چونکہ اختیار ایک بدیہی امر ہے لہذا اس کی بناء پر حکم فعل وترک اور امر و نہی وغیرہ واقعات مثلاً عتاب وتشریف وغیرہ بالکل ٹھیک اور عمدہ ہیں اور ان میں کسی قسم کا قبح اور کوئی برائی نہیں اور یہ ارادہ کہ میں کل یہ کروں گا اور وہ کروں گا یہ اختیار کی واضح دلیل ہے کیونکہ اگر اختیار ہی نہیں تو قصد وارادہ چہ معنی دارد۔ نیز کسی برائی پر نادم ہونا یہ بھی اختیار کے وجود کی دلیل ہے کیونکہ یہ راہ اسی نے دکھائی ہے ورنہ فعل غیر اختیاری پر ندامت کیسے۔ نیز یہ امر کہ قرآن اوامر ونواہی سے پر ہے یہ بھی ثبوت اختیار کی دلیل ہے کیونکہ مجبور کو امر نہیں کیا جاسکتا۔ بھلا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی پتھر کو حکم بالمعنی الحقیقی کرتا ہو اور کوئی دانا کوئی عاقل ایسا کرتا ہے یا پتھر اور ڈھیلے پر غصہ کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ میں نے تم سے یہ کہا تھا اور وہ کہا تھا۔ ارے بے جانو اور عاجز وتم نے ایسا کیوں کیا۔ ہرگز نہیں بھلا کہیں عقل پتھروں اور لکڑیوں کو بھی حکم کرتی ہے اور چنگ نواز کہیں تصویر چنگ کو بھی بجاتا ہے۔ جو کہ بجنے کی قابلیت نہیں رکھتی یا کوئی کہتا ہے کہ اے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے غلام نیزہ اٹھا اور معرکہ جنگ میں چل۔ ہرگز نہیں پس جبکہ عام عقلاء ایسا نہیں کرتے تو حق سبحانہ جو خالق نجوم وسما ہیں یہ احمقانہ امر ونہی کیسے کرسکتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ بندہ کو ضرور اختیار ہے جس کی بناء پر وہ مکلف ہے اور اس سے باز پرس ہوگی تم نے قدر کو چھوڑ کر جبر کو اختیار کیا اور اس طرح گویا کہ اپنے زعم میں ایک اچھی بات کی کہ الزام عجز کو کہ جو تمہارے زعم میں بنا بر اعتقاد قدر حق سبحانہ پر عائد ہوتا ہے اس سے دفع کیا مگر تم اعتقاد جبری سے اس سے بڑی بلا میں مبتلا ہو گئے۔ کیونکہ تم نے جہل وحماقت وسفہ کو اس کی نسبت کیا نیز اول اعتقاد وقدر پر نسبت عجز الی اللہ لازم نہیں آتی کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اور صرف اتنی بات سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مقدور حق نہ ہوں لیکن اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ بات مان لیں کہ واقع اس میں نسبت عجز بسوئے قادر مطلق ہے تب بھی معتقد قدر تم سے اچھے ہیں کیونکہ وہ اگر عجز کو اس کی طرف نسبت کرتے ہیں

توتم جہل وحماقت کواس کی طرف نسبت کرتے ہواور جہل عجز سے برا ہے کیونکہ عجز میں تخلی عن الفضائل ہے اور جہل میں تجلی بالرذائل۔ وبینھما بون بعید واستوضح ذلک من امر الجماد العاجز والشیطان الجاھل شاید تمہیں تسلط شیطان سے عجز انسان کا شبہ ہولہذا اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ کوتمثیل کے لئے ایسا سمجھو جیسا ولہ المثل الاعلیٰ اور شیطان کو اس کا کتا۔ پس تسلط شیطان کی حالت ایسی ہے جیسے ترک اجنبی مہمان کو اپنی عنایت سے مطلع کردے اور کہہ دے کہ میرے دروازہ پر تم نہ تو کتالے کرآنا اور نہ گدڑی پہن کرآنا اور ادب کے ساتھ فلاں جانب سے میرے پاس آنا تاکہ میرا کتا تمہیں نہ کاٹ لے۔ مگر وہ مہمان جس طرح ترک نے کہا تھا اس کی خلاف صورت میں جائے اس کا لامحالہ یہ نتیجہ ہوگا کہ کتا اسے کاٹے گا اور وہ زخمی ہوگا۔ پس اسے یوں جانا چاہئے جیسے غلام جاتے ہیں تاکہ اس کا کتا حلیم اور شفیق ہوجائے لیکن جبکہ وہ اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جائے گا تو لامحالہ ہرخیمہ سے ایک کتا بھڑے گا اور اسے صدمہ پہنچائے گا۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ گوحق سبحانہ نے شیطان کو مسلط کیا ہے مگر اس کے ساتھ اس سے بچنے کا طریق بھی بتا دیئے ہیں۔ پس اگر کوئی ان طریقوں سے کام نہ لے اور اس لئے وہ شیطان کے پنجہ میں پھنس جائے تو یہ خود اس کا قصور ہے جو کہ خود اس نے اپنے اختیار سے کیا ہے۔ پس تسلط شیطان سے بھی آدمی کا عاجز اور مجبور ہونا لازم نہ آیا۔ اچھا یہ تو بتاؤ اگر خدا کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں تو پھر قصورواروں پر تمہیں غصہ کیوں آتا ہے اور دشمن پر تم دانت کیوں پیستے ہو اور اس کے افعال کو تم اس کا قصور اور جرم کیوں سمجھتے ہو۔ دیکھو اگر چھت میں سے کوئی کڑی ٹوٹ جائے اور تمہارے اوپر گر کر تمہیں سخت زخمی کردے تو کیا تمہیں کڑی پر غصہ آئے گا اور تم اس کے دشمن ہو جائے گے اور یہ کہو گے کہ یہ مجھ پر کیوں گری اور اس نے میرا ہاتھ کیوں توڑا۔ یا پھر مجھ پر کیوں گری اور مجھے کیوں دبا دیا یہ میری دشمن جانی ہے اور اس نے قصداً میری جان لینے کا ارادہ کیا ہے تم ہرگز ایسا نہ کرو گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب آدمی ایسا ہی ہے جیسے کڑی تو تم اس کے دشمن ہوتے ہو۔ نیز ہم پوچھتے ہیں کہ جب آدمی مجبور ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم افعال ناشائستہ کی بناء پر بچوں کو مارتے ہو اور افعال حمیدہ کی بناء پر بزرگوں کو زدوکوب سے منزہ کرتے ہو اور دونوں میں فرق کیا ہے اور جو شخص تمہارا مال چرالے اس کو کہتے ہو لینا پکڑنا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو اسے قید کردو۔ وغیرہ وغیرہ اور جو تمہاری بی بی کے درپے ہوتا ہے اس پر بے حد ونہایت تم کو غصہ آتا ہے۔ لیکن اگر روآ کر تمہارے تمام اسباب کو بہالے جائے تو کیا اس پر بھی تمہیں غصہ آئے گا۔ یا اگر ہوا آئے اور تمہاری پگڑی اڑالے جائے تو تمہارے دل میں ہوا کے اوپر غصہ نہیں آتا یہ امتیاز اور تفرقہ کیوں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ تمہارا غصہ خود اختیار کو ثابت کر رہا ہے تاکہ تم جبریانہ معذرت نہ کرسکو۔ اور خود اپنے افعال سے ملزم ہو جاؤ۔ اور سنو دیکھو اگر کوئی شخص اونٹ کو مارتا ہے تو اونٹ مارنے والے کے درپے ہوتا ہے اس کو لکڑی پر غصہ نہیں آتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اختیار عبد کا اونٹ کو بھی احساس ہے۔ علیٰ ہذا اگر تم کتے کے ڈھیلا مارو تو وہ پلٹ کر تم پر حملہ کرے گا اور پتھر کو کچھ نہ کہے گا۔ لیکن اگر وہ کسی پتھر کو ہی پکڑے اور چبالے تو اس کی وجہ بھی تمہارا غصہ ہے کیونکہ تم دور ہو اور اس لئے وہ تم پر قابو نہیں پاتا لہذا وہ پتھر کو چباتا ہے پس جبکہ عقول حیوانیہ کو بھی اختیار کا پتہ ہے تو اے عقل انسانی تجھے شرم کرنی چاہئے اور یہ نہ کہنا چاہئے کہ بندہ مجبور ہے۔ رہی یہ بات کہ جب اختیار اتنا واضح ہے تو پھر لوگ اس کے منکر کیوں ہیں سو اس کی وجہ یہ ہے کہ امر اختیار سفیدیٔ صبح کی طرح روشن ہے۔

لیکن قاعدہ ہے کہ سحری کی طمع سے کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے اور چونکہ اسے روٹی کھانے کی پوری خواہش ہوتی ہے اس لئے اندھیرے کی طرف منہ کر کے کہتا ہے کہ ابھی تو رات ہے ابھی دن نہیں نکلا۔ پس جبکہ حرص خور آفتاب کو نظر سے مخفی کر دیتی ہے تو کیا عجب ہے اگر ہوائے نفس کی بناپر وہ دلیل کی طرف سے منہ موڑ لے اور اس پر نظر نہ کرے۔

اچھا یہ حکایت سنو اور اس سے تم اپنے اختیار کو عالم امتحان میں محسوس کرو ایک چور نے کوتوال سے کہا کہ میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ بقضاء و بحکم الٰہی کیا ہے۔ کوتوال نے جواب دیا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں وہ بھی حکم خدا ہی ہے۔ پس جبکہ تو اپنے کو چوری میں معذور سمجھتا ہے تو مجھے سزا میں معذور سمجھ یہ تو واقعہ تھا اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ بندہ مجبور نہیں ہے بلکہ مختار ہے کیونکہ چور کوتوال کو معذور نہ سمجھتا تھا۔ پس وہ خود ہی معذور نہ ہو گا اور اس کا اپنے کو معذور نہ سمجھنا کید نفس ہو گا اور سنو اگر کوئی شخص کسی دکان سے مولی اٹھالے اور کہے کہ یہ بحکم خدا ہے اور میں معذور ہوں تو تم اس کے عذر کو قبول نہ کرو گے اور دو تین گھونسے اس کے سر میں لگاؤ گے اور کہو گے کہ اگر چوری حکم حق ہے تو یہ بھی حکم خدا ہے کہ یہیں رکھ دے۔ پس جبکہ ایک مولی کے بارے میں بقال کے نزدیک عذر جبر مقبول نہیں ہے تو بڑے غضب کی بات ہے کہ تم اس پوچ اور بیہودہ عذر کے بھروسہ پر سانپ اور بچھوؤں کے پاس جاتے ہو اور اپنے کو خطرہ میں مبتلا کرتے ہو۔ ارے بھولے نادان اگر تو ایسے عذروں سے لوگوں کے خون اور مال اور عورتوں کو اپنے لئے حلال کرے گا تو ہر شخص تیری مونچھیں اکھیڑے گا۔ اور یہی عذر کرے گا اور اپنے کو مجبور قرار دے گا اور کہے گا کہ اگر قضائے الٰہی تیرے لئے عذر ہے تو یہ عذر تو ہمیں بھی سکھا دے اور فتویٰ دے دے کہ جو کچھ میں کروں میں اس میں معذور ہوں کیونکہ میرے دل میں بہت سی آرزئیں اور خواہشات ہیں۔

پس تو عنایت کر اور مجھے بھی یہ عذر سکھا دے اور اس طرح میرے ہاتھ اور پاؤں سے گرہ کھول دے۔ اس کی اس بات کو تو ہرگز نہیں مان سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ تیرا عذر جبر غلط ہے اور تو مختار ہے اور سنو تم ایک پیشہ اختیار کرتے ہو جن کے معنی یہ ہیں کہ میں اختیار اور غور و فکر رکھتا ہوں ورنہ بتلاؤ کہ تم نے اس پیشہ کو اور پیشوں کے درمیان میں سے کیوں انتخاب کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تم مختار ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے تو بیس آدمیوں کا اختیار تمہارے اندر آ جاتا ہے۔ اور تم نہایت کوشش سے اس کام کو انجام دیتے ہو اور اگر کوئی نفع نفس تم سے ایک حبہ لے جاتا ہے تو جنگ کا اختیار تمہارے اندر پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب انعامات الٰہیہ کے شکر کا موقع آتا ہے تو پھر تمہیں اختیار نہیں رہتا اور تم پتھر سے بھی زیادہ کم رتبہ ہو جاتے ہو لیکن یہ واضح رہے کہ دوزخ کو بھی تیرے لئے۔ یقیناً یہی عذر ہو گا کہ تو معاصی کے لئے مجبور تھا۔ میں جلانے میں معذور ہوں پس تو جس طرح اپنے کو معذور سمجھتا تھا مجھے بھی معذور سمجھ کیونکہ جب یہاں کوئی تجھے اس دلیل کی بناء پر معذور نہیں سمجھتا اور یہ دلیل یہاں تجھے جلاد کے ہاتھ سے دور نہیں رکھتی تو چونکہ مدبر عالم ایک ہی ہے اور جو یہاں کا حاکم ہے وہی وہاں کا ہے اور جس کا قانون یہاں جاری ہے اسی کا وہاں۔

لہٰذا اس سے اس عالم کا حال بھی معلوم ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ وہاں بھی کوئی تجھے معذور نہ رکھے گا۔ اور یہ دلیل تجھے دوزخ سے نہ بچا سکے گی۔

اب ہم تجھے ایک اور حکایت سناتے ہیں جس سے اختیار کا ثبوت ہو۔ اچھا سن ایک شخص درخت پر چڑھ گیا اور چوری

سے خوب میوہ گرائے اتنے میں باغ والا آ گیا اس نے کہا کہ ارے ذلیل آدمی تجھے خدا سے بھی شرم نہیں آتی یہ کیا حرکت کرتا ہے اس نے کہا اس میں شرم کی کیا بات ہے باغ خدا کا ہے اگر خدا کے باغ میں ایک خدا کا بندہ چھوہارے کھائے جو کہ اس کو خدا نے دیئے ہیں تو تو جاہلانہ ملامت کیوں کرتا ہے ارے خدا کے دستر خوان پر بخل کرتا ہے یہ سن کر اس نے کہا کہ ارے غلام ذرا اسے لانا کہ میں اسے ایک عمدہ جواب دوں۔ یہ سن کر غلام اسکو لایا اور اس نے اسے درخت سے خوب جکڑ دیا اور اس کی پنڈلی پر اور کمر پر سخت ڈنڈے مارنے شروع کئے۔ اس پر اس نے کہا کہ ارے خدا سے شرما کہ تو ایک خدا کے بندہ کو بے قصور مارے ڈالتا ہے اس نے کہا کہ خدا کا ایک بندہ خدا کی لکڑی سے۔ خدا کی دوسرے بندہ کی کمر کوٹ رہا ہے۔ بس جبکہ لکڑی بھی خدا کی ہے اور کمر اور پسلیاں بھی اسی کی اور میں اس کا غلام اور اس کے حکم کا آلہ ہوں تو مجھ پر کیا ملامت ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ میں نے جبر کو عذر بنایا تھا یہ میری غلطی تھی اب میں جبر سے توبہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ضرور بندہ کو اختیار ہے اور چوری میرا قصور تھا تو مجھے چھوڑ دے اس سے ثابت ہوا کہ تم کو بھی اختیار ہے اب سمجھو کہ تمہارا اختیار خدا کے اختیار کو ثابت کرتا ہے۔

اور حق سبحانہ کے اختیار اور تمہارے اختیار کی ایسی مثال ہے جیسے سوار اور گرد کیونکہ جس طرح گرد سوار کی برانگیختہ کی ہوئی ہوتی ہے اور وہ برانگیختہ ہو کر خود ظاہر ہوتی ہے اور سوار کو چھپا لیتی ہے یوں ہی تمہارا اختیار ناشی ہے اختیار حق سے مگر اس نے اختیار حق کو چھپا لیا ہے۔

پس حاصل یہ ہے کہ حق سبحانہ کو اختیار حاصل ہے اور اس کے اختیار نے تم کو اختیار دیا ہے اور تکالیف شرعیہ اسی اختیار پر مبنی ہیں جبکہ تم کو معلوم ہو گیا کہ حق سبحانہ کو بھی اختیار ہے اور تم کو بھی۔ اب اپنے اور اس کے اختیار کا فرق سمجھو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر مخلوق کو ایک بے اختیار صورت پر حکومت حاصل ہے۔ یہاں تک کہ وہ شکار کو بدوں اختیار کے کھینچتا ہے اور زید کو کان پکڑ کر کھینچ لاتا ہے مگر حق سبحانہ کی کاریگری کو دیکھو کہ اس نے اختیار عبد کو اس کے کمند بنایا ہے اور اس کا اختیار خود اسے قید کرتا ہے اور حق سبحانہ بے کتے اور بے جال کے اس کا شکار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مقدورات عبد بنا خواہ اور اضطرار اس کا انقیاد کرتی ہیں مگر حق سبحانہ بندوں سے اس کے اختیار سے اپنی خواہش کے موافق کام لیتے ہیں دیکھو بڑھئی کو لکڑی پر حکومت حاصل ہے مصور کو صورت جمیلہ پر اقتدار حاصل ہے لوہار لوہے پر حکومت کرتا ہے۔ معمار کو کرتی بسولے پر حکومت حاصل ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ تمام اختیارات اور اقتدار حق سبحانہ کے اختیار اور اس کے اقتدار کے غلامانہ مطیع اور محکوم ہیں۔ شاید تم یہ کہو کہ جب اختیار عبد محکوم اختیار حق ہے تو وہ اختیار ہی کہاں رہا۔ لہذا اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کا محکوم ہونا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا۔

دیکھو کیا تمہاری قدرت پر جمادات نے ان سے جمادیت کو سلب کر دیا ہرگز نہیں پس جس طرح تمہارے جمادات پر قدرت ان سے جمادیت کو سلب نہیں کرتی یونہی تمہارے اختیارات کا محکوم ہونا ان سے اختیاریت کو مسلوب نہ کرے گا پس گو ہر چیز بمشیت حق سبحانہ ہے مگر تم اس مشیت کو اس طرح سے کہو کہ وہ کامل رہے اور نقص جبر وہ میرا ہے اس کی طرف منسوب نہ ہو۔ یعنی جبکہ تم یہ کہو کہ میرا کفر بمشیت حق سبحانہ ہے تو خود اپنی خواہش کو بھی سمجھو کہ وہ ہے اور اسے معدوم نہ بتاؤ کیونکہ واقع میں تمہاری خواہش کے بغیر تمہارا کفر نہیں ہو سکتا۔ پس کفر کا اقرار ہو اور اپنی خواہش کا انکار۔ یہ واقع میں متناقض کلام ہے کیونکہ کفر کو اپنی طرف منسوب کرنا نفس الامر میں اقرار ہے۔ اپنی خواہش اور اپنے ارادہ اور اپنے

اختیار کا اس لئے کہ فی الواقع کفر ایک امر اختیاری ہے۔ گو قائل کو ان کا اقرار نہ ہو اور افعال اختیار یہ بدوں مشیت و ارادہ و اختیار کے صادر نہیں ہو سکتے۔ پس اقرار کفر خود من حیث لا یعلم المقر اقرار ہے۔ ان سب امور کا۔ پس ان امور کا اقرار کر کے ان کی نفی کرنا واقع میں متناقض کلام بولنا ہے۔ خواہ قائل کو اس تناقض کا ادراک نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنے افعال میں مختار ہو نہ کہ مجبور۔ اب ہم اس کا مزید ثبوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عبد مکلف ہے اور اس سے کہا گیا ہے کہ تم یہ کام کرو اور یہ نہ کریں اور یہ امر بدوں اختیار کے نہیں ہو سکتا کیونکہ عاجز کو حکم کرنا عام عقلاء سے قبیح اور مذموم ہے اور کوئی عاقل اس کو جائز نہیں رکھ سکتا پھر اس کے عدم امتثال پر غصہ کرنا اور بھی برا ہے اس کو تو عقلاء بالاولی جائز نہ رکھیں گے۔ پس جبکہ عاجز کو حکم کرنا اور عدم امتثال پر اس پر غصہ ہونا ہی عقلاء سے مذموم ہے تو حق سبحانہ اسے تو بالاولی قبیح ہو گا اور حق سبحانہ قبائح سے منزہ ہیں۔ پس وہ اس کا ارتکاب نہ کریں گے حالانکہ انہوں نے بندوں کو مکلف ہی بنایا ہے اور عدم امتثال پر عتاب بھی فرمایا ہے۔ پس لازم ہے کہ یہ افعال قبیح نہ ہوں اور قبیح اسی وقت نہ ہوں گے جبکہ اختیار ہو۔ پس اختیار ثابت ہو گیا تم غور تو کرو اگر بیل جوا نہیں لیتا۔ تو اسے مارتے ہیں۔ بھلا کسی بیل کو اس لئے ہی مارتے ہیں کہ وہ اڑتا نہیں۔ ہر گز نہیں۔ پس یہ فرق کیوں ہے اسی لئے وہ جوا لینے میں مختار ہے اور اڑنے میں مجبور۔ جس میں وہ مجبور ہے اس پر وہ قابل عتاب نہیں ہے اور جس میں مختار ہے اس میں مستحق عتاب ہے۔ اب تم اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرو اور سمجھو کہ جب بے ہودگی میں بیل معذور نہیں ہے چنانچہ تم خود ان کو معذور نہیں جانتے تو بیل والا کیسے معذور ہو سکتا ہے۔

الحاصل جب کہ تم بیمار نہیں ہو تو سر میں پٹی نہ باندھو یعنی جب تم مجبور نہیں ہو۔ تو خواہ مخواہ مجبور نہ بنو۔ تم کو اختیار حاصل ہے۔ پس تم اس کا انکار کر کے اپنا مضحکہ نہ اڑاؤ۔ اور اختیار سے کام لو اور طلب حق میں امکانی کوشش کرو تا کہ تجھے جام محبت حق سبحانہ ملے اور اس سے تیری کایا پلٹ ہو جائے اور اس وقت تو بے خود اور بے اختیار ہو جائے اور کل اختیار سے عشق کو حاصل ہو جائے اور تو مستوں کی طرح معذور مطلق ہو جائے اور تو جو کچھ کہے وہ مئے عشق ہی کا کیا ہوا ہو۔ اور جس کو تو صاف کرے وہ مئے عشق کا ہی صاف کیا ہوا ہو خلاصہ یہ کہ تم کوشش کرو تا کہ تم کو عشق حق سبحانہ حاصل ہو جائے اور تم فنا فی المحبوب ہو جاؤ۔ جب تم کو یہ بات حاصل ہو جائے گی اس وقت تمہاری حالت یہ ہو گی کہ دوسروں کی طرح بے اختیار ہو گے اور تمہارے افعال و اقوال عشق کی طرف منسوب ہوں گے جو کہ منشا ہے ان اقوال و افعال کا۔ تم تشبیہ بسکاری سے یہ نہ سمجھنا کہ سب عشق حق سبحانہ کے افعال و اقوال عام مستوں کی طرح مضطرب ہوں گے کیونکہ ایسا نہیں ہے بھلا جو مست کہ جام حق سے شراب محبت پی چکا ہے اور فنا فی الحق ہو کر متخلق باخلاق اللہ ہو چکا ہے وہ کہیں عدل اور صواب کے بعد کوئی حرکت کرے گا ہر گز نہیں۔

فائدہ:۔ ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ فنائے تام اور اتحاد محض ناممکن ہے پس اس کلام کو اغلب احوال پر محمول کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ فانی من حیث ھو فانی عدل صواب کے سوا کچھ نہیں کرتا اور جو اس سے لغزشیں ہوتی ہیں وہ من حیث الفنا نہیں ہوتیں بلکہ فی الجملہ بقاء خودی کے سبب ہوتی ہیں۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا جو دفع دخل مقدر کے لئے لایا گیا تھا۔ اب پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں

اور کہتے ہیں کہ دیکھو جب فرعون نے جادوگروں سے کہا **لاقطعن ایدیکم و ارجلکم من خلاف** تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ بس کر۔ ہم مست شراب عشق حق سجانہ ہیں اور مستوں کو ہاتھ پاؤں کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ہمارے اصلی ہاتھ پاؤں تو شراب عشق حق سجانہ ہے۔ رہے ہاتھ پاؤں ظاہری سو یہ تو محض بے حقیقت اور نکمے ہیں ہم ان کو رکھ کر کیا کریں گے۔ تم سمجھتے کیا یہ الفاظ وہ اپنے اختیار سے کہہ رہے تھے نہیں۔ بلکہ وہ شراب اور مستی عشق تھی جو ان سے یہ الفاظ کہلوا رہی ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب سر میں جام حق کی شراب بھر جاتی ہے تو پھر وہ تمام دل پر تسلط کر لیتی ہے اور کچھ نفع ونقصان دنیاوی نہیں سوچنے دیتی۔ پس ایسی حالت میں آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ بالاضطرار کرتا ہے اور مستی بھی اس سے کراتی ہے یہاں تک ہم نے اختیار کو ثابت کیا تھا۔

اب ہم ان نصوص کی توضیح کرتے ہیں جن سے جبر کا شبہ ہوتا ہے منجملہ ان کے ایک ماشاء اللہ کان ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ آدمی جو کہتا ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدمی مجبور ہے اور یہ اس کو اس سے تعلیم نہیں کیا گیا ہے کہ وہ سعی چھوڑ دے بلکہ اس کی تعلیم میں ترغیب ہے خلوص اور سعی زائد کے اور کنایہ ہے کہ تم طاعت پر بہت زیادہ مستور ہو جاؤ کیونکہ اگر یہ کہیں کہ جو بندہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور زمام امور اسی کے قبضہ میں ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا۔ ایسی حالت میں اگر وہ کچھ نہ کرے تو جائز ہے کیونکہ تمام امور اسی کے قبضہ وقدرت میں ہوں گے اور جو وہ چاہے گا اور جو وہ کہے گا وہ ہی ہوگا۔ اس کے خلاف ہوسکتا ہے نہیں تو اس کو کسی ضرر کا اندیشہ ہی نہیں ہوسکتا۔ اور جب اسے کسی ضرر کا اندیشہ نہیں تو اس کو اختیار ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ لیکن جب کہ اس سے یہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور حکم فی الحقیقت اور ہمیشہ اسی کا حکم مطلق ہے۔

ایسی حالت میں کون سی وجہ ہے کہ آدمی پوری کوشش سے غلامانہ اس کے گرد نہ گھومے اور اس کو اپنا مطاع اور مقصود نہ بنائے۔ دیکھو اگر لوگ یہ کہیں کہ جو وزیر چاہے وہی ہوتا ہے اور معاملات حکومت میں اسی کی خواہش معتبر ہے تو تم انتہائی کوشش کے ساتھ اس کا طواف کرو گے اور حتی الامکان اس کی رضا جوئی میں کوشش کرو گے تا کہ وہ تم سے خوشنود ہو کر تم پر انعام واحسان کا مینہ برسادے۔ یا تم وزیر اور اس کے محل سے بھی بھاگو گے؟ یقیناً تم پہلے بات کرو گے اور اس سے بھاگو گے نہیں کیونکہ اس سے بھاگنا۔ اس کی جستجو اور اس کے اعانت نہیں ہے جس کی بناء پر تم انعام و احسان کے مستحق ہو۔ پس اس قاعدہ کی بناء پر تم کو چاہئے یہی تھا کہ تم ماشاء اللہ کان کو سن کر اس کی اطاعت میں اور سرگرم ہوتے۔ مگر تم نے الٹا یہ کیا کہ اس کو سن کر اور کاہل ہو گئے اور الٹی سمجھ اور الٹے خیال کے آدمی بن گئے۔ دیکھو یہ جو کہتے ہیں کہ حکم تو اصل فلاں صاحب کا ہے اس کے کیا معنی ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اسی سے تعلق رکھو اور اس کے سوا کسی سے ربط ضبط نہ رکھو اور کوئی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ پس جبکہ اسی کی چلتی ہے تو اسی سے تعلق رکھنا چاہئے کیونکہ وہ دشمنوں کو ہلاک کرتا اور دوستوں کو مصیبت سے چھڑاتا ہے لہذا اس کی مخالفت اور اس سے تعلق نہ رکھنا موجب خطرہ ہے اور اس سے تعلق رکھنا باعث نفع اور فائدہ ہے اور جو کچھ وہ چاہے گا وہی تم کو ملے گا اس کے سوا کچھ نہیں مل سکتا پس تم ادھر ادھر کہیں نہ بھٹکو اور اسی کی خدمت کرو اس کے ہیں کہ چونکہ وہ حاکم ہے اس لئے اس کے پاس نہ بھٹکو۔ تا کہ ایسا

کرنے سے تم بداعمال اور زردرو ہو جاؤ اور اس طرح اس کے قہر وغضب کے مستحق ہو جاؤ بلکہ اس کے معنیٰ یہی ہیں لہٰذا اسی کو پکڑ لینا چاہئے اور کسی طرف نہ جانا چاہئے کیونکہ اور کسی کو کوئی اختیار اور کوئی قدرت نہیں ہے۔ پس اسی طرح ماشاء اللہ کان کے معنی سمجھ لو کیونکہ معنی صحیح وہی ہیں جو کہ تم کو طلب حق میں سرگرم کریں اور پرامید اور چست اور باحیا بنا دیں اور جو معنی تمہیں سست اور کاہل بنا دیں وہ حقیقت میں تحریف کلام ہے نہ کہ اس کے صحیح معنی۔ اس کو خوب سمجھ لو پس یہ کلام ماشاء اللہ کان اس لئے وارد ہوا ہے کہ لوگ اور زیادہ کوشش کریں اور اس سے مقصد ناامیدوں کی دستگیری ہے تا کہ وہ یہ سمجھ کر کہ حق سبحانہ قادر مطلق ہیں جو چاہیں کر سکتے ہیں ناامیدیں کو چھوڑ دیں اور سعی میں مصروف رہیں۔ تم نصوص قرآنیہ کے معنی اپنے ہی سے نہ گھڑو۔ بلکہ یا قرآن سے اس کی توضیح ڈھونڈو یا ان سے پوچھو جنہوں نے خواہشات نفسانیہ کو آگ لگا دی ہے اور اپنے کو قرآن کا تابع محض بنا دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ قرآن ان کا عین روح ہو گیا ہے کیونکہ ایسے لوگوں سے پوچھنا بھی قرآن ہی سے پوچھنا ہے مثلاً جو روغن اپنے کو گل میں فنا کر چکا ہو اور یہی گل کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اس کا سونگھنا اور پھول کا سونگھنا دونوں یکساں ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے اگر تم کو اس نص کے صحیح معنی معلوم نہیں ہیں تو تم ان کو تلاش کرو تا آنکہ وہ معنی تم کو مشاہدہ ہو جاویں اور ذوقاً تم کو ان کی صحت معلوم ہو جائے اور یہی توجیہ جف القلم کی بھی ہے کہ وہ بھی مشاغل ضروریہ اور امور دینیہ کی طرف رغبت دلانے کے لئے ہیں اور معنی جف القلم بما ھو کائن کے یہ ہیں کہ حق سبحانہ نے ہر کام میں اس کے مناسب ایک خاص اثر رکھا ہے اور اس پر خاص نتیجہ مرتب کیا ہے۔ قلم ان تمام کاموں کو ان کے آثار و نتائج سمیت لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ اب اس کے خلاف نہ ہوگا۔ پس اگر کج روی اختیار کرو گے تو اس کا نتیجہ بد تم کو بھگتنا ہوگا کیونکہ جف القلم بہٰذا الامر۔ اور اگر تم ٹھیک ٹھیک چلو گے تو اس سے تمہارے لئے سعادت پیدا ہوگی کیونکہ جف القلم بہٰذا الامر اور اگر تم ظلم کرو گے تو برا نتیجہ بھگتو گے کیونکہ جف القلم بہٰذا اور انصاف کرو گے تو اس کا پھل پاؤ گے کیونکہ جف العلم بہٰذا۔ اور جب کوئی چوری کرے گا تو ہاتھ کٹے گا لا نہ جف القلم بہٰذا اور اگر کوئی شراب پئے گا تو مست ہوگا کیونکہ جف القلم بہٰذا۔

تم ہی بتاؤ کیا تم جائز رکھتے ہو یا یہ امر فی نفسہ جائز ہے کہ حق سبحانہ حکم سابق کی بناء پر بمنزلہ معزول کے ہو جائیں اور کہیں کہ اب معاملہ میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے کیونکہ جف القلم بماھو کائن لہٰذا اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔ پس تم نہ میرے پاس آئے اور نہ روؤ پیٹو۔ امید ہے کہ تم یہی کہو گے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ ایسا نہیں ہو سکتا تو اس نص کے یہ معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پس ہمیں کچھ نہ کرنا چاہئے بلکہ جف القلم بما ھو کائن کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے نزدیک عدل اور ستم دونوں یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ ہم نے بھلائی اور برائی کے درمیان امتیاز رکھا ہے۔ نیز ہم نے بد اور بدتر میں بھی امتیاز رکھا ہے اور اگر تمہارے اندر اپنے بارے ایک ذرہ برابر بھی ادب اور خوبی زائد ہوگی تو حق سبحانہ کو اس زیادتی کا بھی علم ہوگا۔ بلکہ بقدر اس ذرہ کے تم کو اجر زیادہ دیں گے اور وہ ذرہ پہاڑ کی طرح ظاہر ہوگا یعنی جس طرح بڑی بڑی نیکیاں قیامت میں محسوب ہوں گی یوں ہی وہ ذرا سی نیکی بھی محسوب ہوگی اور نظر انداز نہ کی جائے گی اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے کیونکہ جس بادشاہ کی عدالت میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو۔ اور جو شخص کہ مردود بارگاہ سلطانی ہو جانے کے خوف سے کانپتا ہو۔ اور

جو شخص کہ اقبال شاہی پر طعنہ زن ہو ان دونوں میں اس کے نزدیک کچھ فرق نہ ہو اور اس کے نظر میں دونوں یکساں ہوں اس کے سر پر خاک سیاہ پڑے وہ بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ **وتعلی الله عن ذلک علواً کبیراً** حق سبحانہ اس اندھیر کھاتے سے منزہ ہیں اس کی تو یہ حالت ہے کہ اگر تمہاری کوشش میں دوسروں کی سعی سے ذرہ برابر بھی زیادتی ہے تو وہ بھی میزان عدل خداوندی میں تولی جائے گی اور اتنا ہی اجر تم کو اوروں سے زائد دیا جائے گا۔

دیکھو تم ان بادشاہوں کی جان توڑ کر خدمت کرتے ہو حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ ان کو معلوم نہیں کہ کون غدار ہے اور کون صاف باطن اور مخلص اس بناء پر اگر کوئی شکایت کر دے کہ فلاں شخص حضور کو برا کہتا تھا تو وہ تمہاری برسوں کی خدمت کو ملیا میٹ کر دیتے ہیں اور تمہیں سزا دیتے ہیں۔ مگر حق سبحانہ جو کہ اپنے باوفا غلاموں اور بے وفاؤں کو پہچانتے ہیں تم ان کی خدمت سے جی چراتے ہو اور حیلہ بہانہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ خدمت سے کیا فائدہ جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ کتنی بے انصافی کی بات ہے نیز ان بادشاہوں کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی چغل خور کہہ دے کہ حضور فلاں شخص آپ کو برا کہتا تھا تو تمہاری برسوں کی خدمت کو ملیا میٹ کر دیں گے اور فوراً تمہیں سزا دے دیں گے۔ مگر حق سبحانہ یک یہ حالت ہے کہ اس کے یہاں کسی چغل خور کی بات موثر نہیں ہوتی۔

بنا بریں تمام غماز ادھر سے مایوس ہو کر ہماری طرف آتے ہیں اور ہم کو سمجھاتے ہیں اور بادشاہ حقیقی کی برائیاں ہم سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجی وہ تمہاری جانفشانیوں پر کب نظر کرتے ہیں اس کو تو جو کرنا تھا وہ پہلے ہی لکھ چکے ہیں اور وہی کریں گے۔ پس تمہاری اطاعت فضول ہے تم اپنے کو خواہ مخواہ مصیبت میں پھنساتے ہو تم بھی طاعت چھوڑ دو۔ جو ہوتا ہے وہ ہو رہے گا۔ پس تم ان چغل خوروں شیاطین الجن والانس کی بات نہ سنو اور طاعت حق میں جد و جہد کرو۔ جف القلم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ طاعت و معصیت دونوں یکساں ہیں جیسا کہ یہ چغل خور کہتے ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ معصیت کے لئے سزا مقرر ہو چکی ہے اور طاعت کے لئے انعام مقرر ہو چکا ہے۔ مگر ہر دو تقدیروں میں یہ فرق ہے کہ تقدیر اول معلق بشرط مشیت ہے اور تقدیر ثانی حتمی اور لازم۔ اس بنا پر جرائم معاف ہو سکتے ہیں لیکن اگر جرائم معاف بھی ہو جائیں تو وہ امید درجات عالیہ کہاں جو نیکوں کو ہوتی ہے کیونکہ آدمی روشن چہرہ تو تقویٰ سے ہی ہوتا ہے مثلاً اگر چور کو اگر معاف بھی کر دیا جائے تو اس کا زیادہ سے زیادہ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی جان بچا لے گا یہ تو نہ ہوگا کہ اس کو امین اور خزانہ شاہی کا خزانچی بنا دیا جائے وعلیٰ ہذا گنہگاروں کو بخش ہی دیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ دوزخ سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں گے مگر ان پر وہ انعام و افضال کب ہو سکتے ہیں جو بندگان خاص پر ہوں گے پس اے خدا کے دین کے امینو یعنی مکلفو آؤ اور اپنی وفاداری کا ثبوت دے کر مراتب رفیعہ حاصل کرو۔ کیونکہ مراتب رفیعہ کا منشا وفاداری ہی ہے نہ کہ بے وفائی۔

دیکھو اگر شاہزادہ بھی خیانت شاہی کرے تو اس کا سر بھی اس کے جسم سے جدا کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی غلام ہندی بھی وفا کرے جو گورنمنٹ اس پر مہربان ہوگی اور اس کے لئے طال بقاکے نعرے لگائے گی۔ خیر غلام تو پھر بھی بڑی چیز ہے اگر دروازہ پہ کتا بھی وفادار ہو تو اس کے آقا کے دل میں اس کی بھی جگہ ہوتی ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اب تم غور کرو کہ جب وفا کی بدولت کسی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ مالک اس کا منہ چومتا ہے تو اگر شیر باوفا ہو تو اس کو کس قدر کامیابی ہوگی۔

کہ اگر چور بھی چوری سے توبہ کرکے طاعت سلطانی میں مصروف ہو جائے تو اس کا یہ خلوص اس کے جرم سابق کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتا اور کالعدم کر دیتا ہے۔

مثال کے طور پر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو جو کہ ابتداء میں ڈاکو تھے مگر بعد کو صحیح چالیس چلے کیونکہ پوری کوشش سے حق سبحانہ کی طرف دوڑے اور غور کرو کہ اس خدمت کی بدولت درگاہ حق سبحانہ میں ان کا کیا مرتبہ ہو گیا۔ علیٰ ہذا جادوگروں کو دیکھ لو کہ جنہوں نے اپنے صبر اور وفا سے فرعون کا منہ کالا کر دیا اور اس جرم اور اس کے انتقام میں ہاتھ پاؤں بھی دیدیے اور دیکھو کہ اس رتبہ سے ان کا کیا رتبہ ہو گیا یہ وہ خلوص تھا جو سو برس کے عامیانہ عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اپنے کو دیکھ لو کہ تم نے پچاس سال یا زائد از پچاس سال عبادت کی ہے مگر تم کو وہ صدق حاصل نہیں ہوا جو ان کو ذرا سی دیر میں حاصل ہو گیا تھا۔

اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہو کہ صدق اور وفا نہایت ضروری چیز ہے۔ اچھا سنو ہرات میں ایک بزرگ تھے جو کہ بظاہر گستاخ اور بے باک تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب وہ ایک رئیس کے غلاموں کو دیکھتے اور دیکھتے کہ اطلس کے کپڑے پہنے ہوئے اور کمر پر زریں پٹکا باندھے ہوئے جا رہے ہیں تو وہ آسمان کی طرف منہ کرکے یہ کہتے کہ اے اللہ آپ اس محسن سردار سے غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھتے۔ آپ ہمارے شہر کے رئیس اور حاکم سے بندہ پروری سیکھئے۔ وجہ اس گفتگو کی یہ تھی کہ یہ بزرگ محتاج اور ننگے اور بالکل بے ساز و سامان تھے اور ہوا کی سردی سے جاڑے کے موسم میں تھر تھر کانپ رہے تھے۔ پس جبکہ اس نے رئیس ہرات کا اپنے غلاموں کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا اور اپنے بادشاہ کا اپنے ساتھ یہ سلوک مشاہدہ کیا تو اس فانی فی اللہ نے ذرا بے تکلفی سے کام لیا اور اپنی عظمت شان کے سبب حق سبحانہ کی جناب میں جرات کر بیٹھے اور ایک فقرہ کس دیا۔ اور منشأ اس بے تکلفی کا یہ تھا کہ ان کو حق سبحانہ کی ہزاروں عنایتوں پر بھروسہ تھا۔ اور جانتے تھے کہ حق سبحانہ کی مجھ پر اس قدر عنایتیں ہیں کہ وہ اس بے تکلفی سے ناخوش نہ ہوں گے اور وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ عارف تھے اور عرفا حق سبحانہ کے ندیم اور مزاج شناس ہوتے ہیں۔

بنابریں وہ بھی مصاحب اور مزاج شناس تھے اس مقام پر تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ گو ان بزرگ نے گستاخی کی تھی مگر تمہارے لئے ان کی تقلید جائز نہیں۔ پس تم ان کی دیکھا دیکھی گستاخی نہ کرنا کیونکہ وہ تو حق سبحانہ کے مصاحب اور مزاج دان تھے مگر تم ایسے نہیں ہو اور اگر بادشاہ کا کوئی مصاحب بادشاہ کی جناب میں کوئی گستاخی کرے جس سے بادشاہ برا نہ مانے تو تم کو وہ بات نہ کرنی چاہئے کیونکہ جس اعتماد پر ندیم یہ جرأت کرتا ہے وہ اعتماد تم کو حاصل نہیں ہے اب سمجھو کہ جس طرح ان بزرگ کا کلام حق سبحانہ کی جناب میں گستاخی تھا۔ یوں ہی فی نفسہ غلط بھی تھا کیونکہ اس میں اس رئیس کے انعامات کو انعام خداوندی سے بڑھ کر بتلایا گیا تھا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ اس رئیس نے غلاموں کا پٹکا دیا تھا اور ان بزرگ کو حق سبحانہ نے کمر دی ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ کمر پٹکے سے

ـــــه مولانا نے ان کو گستاخ رو یعنی بظاہر گستاخ فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ نبض عاشق بے ادب بر می جہد خویش را در کفۂ شہ می نہد
بے ادب تر نیست زو کس در جہاں

بہتر ہے نیز اس نے ان کو تاج دیا تھا اور حق نے ان بزرگ کو سر دیا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ سر تاج سے افضل ہے۔ پس ضروری ہے کہ حق سبحانہ کا انعام ان بزرگ پر بہ نسبت اس انعام کے جو رئیس ہرات نے اپنے غلاموں پر کیا تھا بہت زائد ہو نہ کہ کم۔ جیسا کہ ان بزرگ نے ظاہر کیا ہے۔ ایک جواب ان بزرگ کے کلام کا یہی تھا مگر حق سبحانہ نے ان کو تحقیقی یہ جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس الزامی جواب کے لئے جو اس سے زیادہ دلچسپ تھا مگر ایک واقعہ پر موقوف تھا۔ سر دست کچھ جواب نہ دیا۔ تا آنکہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز بادشاہ نے اس رئیس پر کوئی جرم قائم کیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور اس کے غلاموں کو بھی شکنجہ میں دیدیا۔ اور کہا کہ اس رئیس کا خزانہ بتلاؤ اور اس کا راز ہم سے کہہ دو۔ ورنہ ہم تمہاری زبان اور تمہارا گلا کاٹ ڈالیں گے ایک ہفتہ تک برابر ان کو تکلیف دی۔ اور رات دن ان کے لئے شکنجہ اور دباؤ اور ایذا تھی اور مارتے مارتے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے تھے۔ مگر کسی نے بھی اس رئیس کا راز ظاہر نہیں کیا۔ اس پر ہاتف غیبی نے خواب میں ان بزرگ سے کہا کہ جناب آپ اس رئیس کے غلاموں سے غلامی سیکھئے اور آ جائیے۔ ہم ویسے ہی انعامات کرنے کو تیار ہیں جیسے وہ آقا کرتا تھا تم تو اس کے غلاموں کی سی وفاداری نہ سیکھو اور مجھ سے اس کا سلوک چاہو۔ کتنی بڑی بے انصافی کی بات ہے۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس نے بے گناہوں پر زیادتی کی ہے تو حق سبحانہ کے اس جواب سے سبق حاصل کر اور سمجھ کہ تجھ کو اگر کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کا سبب خود تو ہے کیونکہ تو نے اوروں پر ظلم کیا تھا۔ اوروں نے تجھ پر ظلم کیا۔ پس جو کچھ تو نے اسی کو سال بھر پہن اور جو کچھ تو بوئے اسی کو سال بھر کھا۔ یعنی جو کچھ تو کرے اس کا خمیازہ بھگت۔

یاد رکھ کہ تجھ کو جو ہر وقت رنج پہنچتے رہتے ہیں یہ سب تیرے کرتوتوں کے نتائج ہیں اور جف القلم کے معنی یہی ہیں کہ ہماری عادت راستے سے نہیں ہٹتی اس لئے اچھے کو اچھائی ملتی ہے اور برے کو برائی۔ پس اگر تم کو مضار سے بچنا مقصود ہے تو اطاعت حق سبحانہ کرو کیونکہ وہ حی قیوم موجود ہے اور افعال کی نگرانی کر رہا ہے ایسی حالت میں اگر تم سرکشی کرو گے تو یاد رکھو کہ اس کا قہر تمہارے لئے موجود ہے۔ دیکھو جب آدمی مطیع ہو جاتا ہے تو پھر اس کو قہر حق سبحانہٗ کا کھٹکا نہیں رہتا اور وہ عتاب حق سبحانہ ہے واقع میں مطمئن ہو جاتا ہے اور خوف سے نجات پا جاتا ہے۔ (مگر اسے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اب میرے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے) کیونکہ دشمنی و عتاب سرکشوں کیطرف سے ہے اور حق سبحانہ کی طرف سے تو بے خونی ہے یعنی عتاب سرکشی سے پیدا ہوتا ہے ورنہ وہ تو نہایت رحیم ہیں اور حق سبحانہ کا تشدد تو نافرمانوں اور سرکشوں پر ہوتا ہے نہ کہ مطیعین پر اور تکلیف تو اسی وقت تک رہتی ہے جب تک آدمی محبوس ناسوت رہے ورنہ جبکہ وہ بذریعہ طاعت کے ملحق بہ ملکوت ہو گیا اس وقت تک اس کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی جبکہ یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہئے کہ طاعت میں مشغول ہو۔ اور جبر میں کچھ نہیں دھرا اسے چھوڑ و۔ جب تم جبر کو چھوڑ دو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل حقیقت جبر کیا ہے۔ پس تم اس جبر کو جس کو کاہل لوگوں نے کام نہ کرنے کا حیلہ بنا رکھا ہے چھوڑ دو تا کہ تم اس جبر سے آگاہ ہو جو جان کی طرح عزیز ہے وہ جبر یہ ہے کہ آدمی اپنے اختیار کو حق سبحانہ کی مرضی کے تابع کر دے اور اپنے کو اس کی خواہش کا آلہ بنا کر خود معطل ہو جائے۔ یہ جبر محمود ہے اور قابل تحصیل ہے۔

برخلاف جبر سابق الذکر کے جس کو کاہل لوگ اپنے کام نہ کرنے کا حیلہ بناتے ہیں۔ یہاں تک تو مولانا نے

عوام کو نصیحت فرمائی تھی جو کہ کچھ کام نہیں کرنا چاہتے اور عذر یہ کرتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں۔ اب ان ناقصین کی اصلاح فرماتے ہیں جو مشائخ یا معلم بنے ہوئے ہیں اور اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے وہ لوگو جو اپنے کو اچھا اور بڑھیا سمجھتے ہو اور اس لئے طالبین کے فکر میں منہمک ہو تم مطلوبی خلق کو چھوڑ واور طالب حق بنو اور اے وہ لوگ جن کے باطن میں رات سے زیادہ سناٹا ہے۔ تم اپنی گفتگو کے خریدار کب تک تلاش کرو گے۔ اس لغو حرکت کو چھوڑ و اور کمال حاصل کرو۔ لوگ تمہاری باتیں سن سن کے جھومتے ہیں۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ اور ایسے لوگوں کو تلاش کرتے ہو سوان کی تلاش ہی میں تمہارا وقت ضائع ہو گیا اور نہ حاصل کیا۔ شاید تم میری نصیحت کو رشک اور حسد پر محمول کرو اور کہو کہ تم ہمارے اوپر حسد نہ کرو۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ بھلے مانسو یہ کچھ چیز بھی ہو جس کے حاصل نہ ہونے پر کوئی رشک کرے گا۔ تم سوچو تو سہی کہ ایک لاشے کے فوت ہونے پر کوئی کیا رشک کر سکتا ہے۔ پس تم میری گفتگو کو حسد پر محمول نہ کرو اور سمجھو کہ تم جو عوام کی تعلیم وتلقین میں مصروف ہو۔ اس کا کوئی معتد بہ نتیجہ نہیں ہے کیونکہ ان کی تعلیم ایسی ہے جیسے ڈھیلے پر عمدہ نقش بنانا کہ ذرا سی ٹھیس لگی ڈھیلا ٹوٹ گیا اور تمہاری ساری محنت اکارت ہوگئی۔ پس تم اس دھندے کو چھوڑ و اور خود اپنے کو عشق ومعرفت حق سبحانہ سکھلاؤ کیونکہ یہ پتھر کی لکیر اور پائیدار ہے۔ اس لئے اس کا نفع بھی دائم ہوگا۔

دیکھو تمہاری ہستی جو کہ ایک وفادار شاگرد ہو کر ہمیشہ تمہارے پاس رہے گا تم اسے کیوں نہیں تعلیم کرتے۔ اغیار تو فانی اور بے وفا ہیں انہیں کہاں ڈھونڈتے ہو۔ پس ان کو چھوڑ و اور اپنے کو تعلیم دو۔ دیکھو جب تک تم دوسروں کو فاضل اور لائق بنانے کی کوشش کرتے ہو اس وقت تک اپنے کو بدخواہ اور خالی کرتے ہو۔ اس کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ عوام کے ساتھ اختلاط ہوگا۔ ان کے اختلاط سے تمہارے اندر سے صفات حمیدہ زائل ہوں گی اور صفات ذمیمہ جائے گیر ہوں گی۔ دوسری یہ کہ گفتگو میں یہ خاص اثر ہے کہ اس سے کیفیات قلبیہ میں فتور واقع ہوتا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ تعلیم عوام کو ترک کیا جائے۔ ہاں جب تمہارا قلب عالم غیب سے تعلق پیدا کرلے جو کہ جواہر معارف کا معدن ہے تو اس وقت خوب گفتگو کرو اور خالی ہونے سے نہ ڈرو کیونکہ جس قدر ذخیرہ خرچ ہو گا اس قدر یا اس سے زائد آمد ہو جائے گی۔ پس خالی ہونے کا اندیشہ نہ رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کہو اور لوگوں کو حکم دیا ہے کہ خاموش رہو کیونکہ قل کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا باطن مثل دریا کے ہے اس میں کمی نہ آئے گی۔ پس خوب کہو اور انصتوا کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا پانی ختم ہو جانے والا ہے۔ پس تم اسے برباد نہ کرو۔ کیونکہ خود تمہارے باغ دل کو اس کی ضرورت ہے خیر یہ بات تو ختم نہ ہوگی۔ لہذا ہم اسے مختصر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بابا تم گفتگو چھوڑ و اور اپنے انجام پر نظر کرو۔ مجھے غیرت آتی ہے کہ لوگ تمہارے سامنے کھڑے ہوں اور بزبان حال تمہارا مذاق اڑا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں دیکھو ہم نے کیا اسے احمق بنایا ہے۔ یہ لوگ تمہارے سچے عاشق نہیں ہیں تمہارے سچے عاشق پردۂ کرم کے پیچھے برابر آوازیں دے رہے ہیں اور تمہیں اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ پس تم اپنے ان غیبی عاشقوں پر عاشق ہو۔ اور عاشقاں پنج روزہ نہ بناؤ۔ جنہوں نے تم کو فریب اور کشش سے چٹ کرلیا ہے اور برس ہو گئے مگر تم کو ان سے ذرا سا ہی حقیقی نفع حاصل نہیں ہوا۔

خلاصہ یہ کہ معارف الٰہیہ یا ملائکہ جو شاہدان غیبی ہیں وہ تمہارے طالب اور تم کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ پس تم ان کے طالب ہو اور عام خریداروں کو اپنا مطلوب نہ بناؤ۔ کیونکہ یہ فانی ہیں اور تم کو حقیقی نفع نہیں پہنچا سکتے بلکہ الٹا ضرر پہنچاتے ہیں کہ تم کو اپنے میں مشغول کر کے تجارت آخرت سے روکتے ہیں۔

دیکھو تم کب تک شاہراہ عام پر تماشہ کرو گے اور اپنے کمال کی شہرت دیکر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو گے آخر اس کا کچھ نتیجہ بھی۔ اب تک تم نے اس طریق سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا اور وہ حاصل بھی ہوا اور لوگ تمہارے معتقد بھی ہو گئے۔ مگر آخرت کا مقصود جو کہ اصل مقصود ہے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پس تم کو چاہئے کہ ان کو چھوڑو اور حق سبحانہ کے ساتھ مشغولیت پیدا کرو یہ لوگ صرف تندرستی کے یار ہیں۔ اور تکلیف کے وقت خدا کے سوا کوئی تمہارا دوست نہیں ہے۔

اچھا بتلاؤ جب کہ تمہاری آنکھ میں یا دانت میں درد ہوتا ہے تو اس وقت کیا ان میں سے کوئی تمہاری دستگیری کرتا ہے اور تمہاری تکلیف کو دور کر دیتا ہے کوئی نہیں کرتا۔ بجز حق سبحانہ کے۔ پس تم اپنے اسے زمانہ تکلیف اور مرض کو یاد رکھو۔ جس میں تم خدا سے مدد چاہتے ہو اور وہ تمہاری مدد کرتا ہے اور ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کرو۔ پوستین جس کو ایاز ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اس سے ہماری مراد تمہاری حالت مرض ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ حالت مرض جو بمنزلہ پوستین ایاز کے ہے تم اس کو پیش نظر رکھو اور خدا کو نہ بھولو۔

باز جواب گفتن آں کافر جبری آں مومن سنی را کہ باسلام وترک اعتقاد جبرش دعوت میکرد و دراز شدن مناظرہ از طرفین کہ مادۂ اشکال و جواب را نبرد الا عشق حقیقی کہ اورا پروائے آں نماند و ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

اس جبری کافر کا دوبارہ اس سنی مومن کو جواب دینا اس کو اسلام اور جبر ترک کرنے کی دعوت دے رہا تھا اور دونوں طرف سے مناظرے کا دراز ہونا کیونکہ اعتراض اور جواب کے مادے کے سوائے حقیقی عشق کے کوئی چیز ختم نہیں کرتی ہے کیونکہ اس کو اس کی پرواز نہیں رہتی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا کر دیتا ہے

کافر جبری جواب آغاز کرد	کہ ازاں حیراں شد آں منطیق مرد
جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا	جس نے وہ زیادہ بولنے والا شخص حیران ہو گیا
لیک گر من آں جوابات و سوال	جملہ واگویم بمانم زیں مقال
لیکن اگر میں وہ جوابات اور سوال	سب بیان کروں اس بات سے رہ جاؤں گا
زاں مہم تر گفتنیہا ہست ماں	کہ بداں فہم تو بہ یابد نشاں
ہمیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہنی ہیں	جن سے تیری سمجھ بہتر نشانی حاصل کر لے گی
اندکے گفتیم زاں بحث اے عتل	زاند کے پیدا بود قانون کل
اے سنگدل! اس بحث میں سے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا	تھوڑے سے سب قاعدہ کھل جاتا ہے

درمیان جبری و اہل قدر	ہمچنیں بحث ست تا حشر و نشر
جبری اور قدریوں کے درمیان	حشر و نشر تک ایسی ہی بحثیں ہیں
گر فرو ماندے ز دفع خصم خویش	مذہب ایشاں بر افتادے ز پیش
اگر اپنے مخالف کی مدافعت سے عاجز آ جاتے	تو ان کا مذہب باطل ہو جاتا
چوں بروں شوشاں نبودے در جواب	پس رمیدندے ازاں راہ تباب
اگر جواب میں ان کا مخلص نہ ہوتا	تو اس ہلاکت کے راستہ سے بھاگ جاتے
چونکہ مقضی بد دوام آں روش	میدہد شاں از دلائل پرورش
چونکہ اس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہو چکا تھا	تو ان کی دلائل سے (خدا) پرورش کرتا ہے
تا نگردد ملزم از اشکال خصم	تا بود محجوب از اقبال خصم
تاکہ مخالف کے اعتراض سے ملزم نہ بنے	تاکہ مخالف کے اقبال سے محفوظ رہے
تا کہ ایں ہفتاد و دو ملت مدام	در جہاں ماندے الیٰ یوم القیام
تاکہ یہ بہتر ملتیں ہمیشہ	قیامت کے دن تک دنیا میں باقی رہیں
چوں جہان ظلمت ست و غیب ایں	از برائے سایہ می باید زمیں
چونکہ یہ تاریکی اور غیب کی دنیا ہے	سایہ کے لئے زمین درکار ہے
تا قیامت ماند ایں ہفتاد و دو	کم نیاید مبتدع را گفتگو
تاکہ یہ بہتر فرقے قیامت تک رہیں	بدعتی کی گفتگو کم نہ پڑے
عزت مخزن بود اندر بہا	کہ برو بسیار باشد قفلہا
قیمت کے اعتبار سے اس خزانہ کی عزت ہوتی ہے	جس پر بہت سے قفل ہوں
عزت مقصد بود اے ممتحن	پیچ پیچ راہ عقبہ و راہزن
اے مصیبت زدہ! مقصد کی عزت ہے	گھاٹی کا خمدار راستہ اور ڈاکو
عزت کعبہ بود آں ناحیہ	دزدی اعراب و طول بادیہ
وہ گوشہ کعبہ کی عزت ہے	(اور) بدوؤں کی چوری اور صحرا کا طول
ہر روش ہر رہ کہ آں محمود نیست	عقبۂ و مانعے و رہزنے ست
جو روش (اور) راہ قابل ستائش نہیں ہے	وہ گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے

ایں روش خصم و حقود آں شدہ	تا مقلد در دورہ حیراں شدہ
یہ روش اس کی مخالف اور کینہ ور بنی	یہاں تک کہ مقلد دونوں راستوں میں حیران ہو گیا
صدق ہر دو ضد بہ بیند در روش	ہر فریقے در رہ خود خوش منش
روش میں ہر دو ضدوں کی سچائی خیال کرتا ہے	ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے
گر جوابش نیست می بند دستیز	بر ہماندم تا بروز رستخیز
اگر اس کے پاس جواب نہ ہو تو جھگڑا ختم ہو جائے	اسی وقت سے قیامت کے دن تک کے لئے
کہ مہان ما بدانند ایں جواب	گرچہ از ما شد نہاں وجہ صواب
کہ ہمارے بڑے اس جواب کو جانتے ہیں	اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے
پوز بند وسوسہ عشق ست و بس	ورنہ کے وسواس را بست ست کس
وسوسہ کے لئے مچکا عشق ہی ہے اور بس	ورنہ وسوسہ کو کس نے بند کیا ہے؟
عاشقے شو شاہد خوبے بجو	صید مرغابی ہمی کن جو بجو
عاشق بن، حسین معشوق تلاش کر	نہر در نہر مرغابی کا شکار کرتا رہ
کے بری زاں آب کاں آبت برد	کے کنی زاں فہم کہ فہمت خورد
تو اس پانی سے کیا فائدہ اٹھائے گا جو تیری آبرو برباد کرے؟	تو اس سے کیا سمجھ سکتا ہے جو تیری سمجھ کو کھا لے؟
غیر ایں معقولہا معقولہا	یابی اندر عشق با فر و بہا
ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں	تو عشق میں شوکت والی اور قیمتی پائے گا
غیر ایں عقل تو حق را عقلہاست	کہ بداں تدبیر اسباب سماست
اس تیری عقل کے سوا اللہ کے پاس عقلیں ہیں	جن سے آسمان کے اسباب کی تدبیر ہوتی ہے
تا بدیں عقل آوری ارزاق را	زاں دگر مفرش کنی اطباق را
تو اس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا	تو اس دوسری سے (آسمانی) طبقوں کو بستر بنا لے گا
عشر امثالت دہد تا ہفت صد	چوں ببازی عقل در عشق صمد
تجھے دس گنے سے سات سو گنے تک عطا کردے	جب تو اللہ (تعالیٰ) کے عشق میں عقل کی بازی لگا دے
آں زناں چوں عقلہا درباختند	بر رواق عشق یوسفؑ تاختند
ان عورتوں نے جب عقلیں ہار دیں	وہ یوسف کے عشق کے چھجے پر چڑھ گئیں

عقل شاں یکدم ستد ساقی عمر	سیر گشتند از خرد باقی عمر
عمر کے ساقی نے ایک دم ان کی عقل لے لی	باقی عمر کے لئے ان کا عقل سے پیٹ بھر گیا
اصل صد یوسفؑ جمال ذوالجلال	اے کم از زن شو فدای آں جمال
سینکڑوں یوسفوں کی اصل اللہ (تعالیٰ) کا حسن ہے	اے عورت سے کم! اس حسن پر قربان ہو جا
عشق برد بحث را اے جان و بس	کوز گفت و گوشود فریاد رس
اے جان! عشق بحث کو کاٹ دیتا ہے اور بس	کیونکہ وہ گفتگو کے معاملہ میں فریاد رس بن جاتا ہے
حیرتے آید ز عشق آں نطق را	زہرہ نبود کہ کند او ماجرا
عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے	اس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے
کہ بترسد گر جوابے وا دہد	گوہرے از لنج او بیروں جہد
کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر جواب دے	موتی اس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا
لب بہ بندد سخت او از خیر و شر	تانباید کز دہاں افتد گہر
بھلے اور برے سے ہونٹ خوب بالکل بند کر لیتی ہے	تا کہ ایسا نہ ہو کہ منہ میں سے موتی گر جائے
ہمچناں کہ گفت آں یار رسولؐ	چوں نبیؐ برخواندے بر ما فضول
جیسا کہ ان صحابی نے فرمایا ہے	جب نبی ہم ناکاروں کو سناتے
آں رسولؐ مجتبیٰ وقت نثار	خواستے از ما حضور و صد وقار
نچھاور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسولؐ	ہم سے سینکڑوں وقار اور حضور (قلب) چاہتے
آنچنانکہ برسرت مرغے بود	کز فواتش جان تو لرزاں شود
جس طرح کہ تیرے سر پر پرندہ ہو	جس کے اڑ جانے سے تیری جان لرزتی ہو
پس نیاری ہیچ جنبیدن ز جا	تانگیرد مرغ خوب تو ہوا
تو جگہ سے ہل نہ سکے گا	تاکہ تیرا حسین پرندہ ہوا نہ پکڑ لے
دم نیاری زد بہ بندی سرفہ را	تانباید کہ پرد آں ہما
تو سانس نہ لے سکے گا، کھانسی کو روک لے گا	تاکہ وہ ہما نہ اڑ سکے
ور کست شیریں بگوید یا ترش	برلب انگشتے نہی یعنی خمش
اگر تجھے کوئی شخص، میٹھی بات کہے یا کڑوی	تو ہونٹ پر انگلی رکھے گا یعنی چپ رہ
حیرت آں مرغست خاموشت کند	برنہد سر دیگ و پر جوشت کند
حیرت وہ پرندہ ہے، جو تجھے خاموش کر دیتا ہے	دیگ کا ڈھکنا ڈھک دیتا ہے اور تجھے جوشیلا بنا دیتا ہے

شرح حبیبی

اب ہم اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب سنی اپنی گفتگو کو ختم کر چکا تو کافر جبری نے جواب دینا شروع کیا جس سے وہ پر گوشخص دنگ ہو گیا لیکن میں ان سوالات اور جوابات کو جوان دونوں کے درمیان اس کے بعد ہوئے بیان نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اگر میں ان تمام سوالوں اور جوابوں کو بیان کروں تو میں اس بات سے رہ جاؤں گا جو میں زیادہ ضروری سمجھ کر کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے ان سوالوں اور جوابوں سے زیادہ ضروری کچھ اور باتیں کہنی ہیں۔ جن سے تمہارے فہم کو ان سے بہتر مضامین کا پتہ چلے گا۔

رہی اس مجادل کی گفتگو سو اس کا کچھ حصہ تو ہم نے بیان کر ہی دیا ہے۔ رہی اس کی گفتگو سو اسے مختصر گفتگو سے تم کو اس کا طریق بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ پس اس کو چھوڑ کر ہم زیادہ ضروری باتیں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو زیادہ ضروری بات اس وقت ہم کو کہنی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اہل جبر و اہل قدر وغیر ہم کے درمیان قیامت تک یوں ہی گفتگو جاری رہے گی اور اس کا کبھی خاتمہ نہ ہوگا کیونکہ اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے حریف کے جواب سے عاجز ہو جاتا تو اس کا مذہب ساقط ہو جاتا اس لئے کہ جب اس فریق کو کوئی جواب ہی نہ بن پڑتا تو لامحالہ وہ اس تباہ راستہ کو چھوڑ دیتا اور اس طرح اس مذہب کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن چونکہ یہ امر مقدر ہو چکا ہے کہ یہ مذہب ہمیشہ قائم رہے گا اس لئے حق سبحانہ ان لوگوں کو دلائل سے قوت پہنچاتے رہتے ہیں اور دلائل کا القاء ان کے دل میں کرتے رہتے ہیں تا کہ یہ گروہ اپنے مقابل سے الزام نہ کھائے اور اس طرح اپنے حریف کی سعادت واقعیہ یا متوہمیہ سے محجوب اور محروم رہے۔ (یعنی وہ اس سے مغلوب ہو کر اس کے اس مذہب کو قبول نہ کر لے جس کو وہ اپنے زعم میں دولت اور سعادت سمجھتا ہے) اور تا کہ اس طرح یہ بہتر ان باطل مذہب۔ مذہب حق کے ساتھ دنیا میں قیامت تک باقی رہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ حق سبحانہ نے امتحان کی غرض سے دنیا کو عالم ظلمت و تستر حقائق بنایا ہے کیونکہ اگر اس میں حقائق بالکل بے حجاب ہوتیں۔ تو پھر امتحان بھی نہ ہو سکتا تھا اور جبکہ یہ عالم ظلمت و تستر حقائق ہے لہذا اس میں تاریکی و خفا کی ضرورت ہے اور تاریکی و خفا اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ حق کے ساتھ باطل بھی ہو۔ تا کہ وہ حق کو چھپا سکے۔ اس لئے باطل کا وجود ضروری ہوا اور بنا بریں یہ بہتر باطل فرقے قیامت تک قائم رہیں گے اور اہل بدعت و ہوا کا منہ بند نہ ہو سکے گا۔

فائدہ:۔ تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ قولہ ''از برائے سایہ می باید زمین'' اھ زمین سے مراد باطل ہے) شاید کسی کو شبہ نہ ہو کہ آخر اس ستر کی کیا ضرورت تھی اس لئے ہم اس کا جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ جس مطلوب کے حصول کے بہت سے موانع ہوتے ہیں وہ اسی قدر گرامی قدر سمجھا جاتا ہے اور اس کی عزت اسی میں ہے کہ اس کے لئے بہت سے موانع ہوں۔ چنانچہ خزانہ کی گراں قدری اسی میں ہے کہ اس پر بہت سے قفل ہوں اور مقصد سفر کی گراں قدری اسی میں ہے کہ راہ پیچ در پیچ ہو اور اس میں خطرات اور ڈاکو بہت ہوں اور کعبہ و

مایتعلق بہا کی عزت اسی میں ہے کہ بدو چوری کریں اور اس کے اور زائر کے درمیان لق و دق صحرا واقع ہو۔ بنا بریں حق سبحانہ نے اپنی دین کی عزت کے اظہار کے لئے طالب اور دین حق کے درمیان گھاٹیاں اور موانع اور ڈاکو قائم کردیئے ہیں کیونکہ ہرنا محمود مذہب اس کے لئے گھاٹی اور مانع اور راہزن ہے۔

اور مذہب باطل۔ مذہب حق کا دشمن اور مخالف ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقلد ناحقیقت شناس اس دوراہہ پر حیران کھڑا ہے اور وہ احتمالاً حق و باطل دونوں کو حق سمجھتا ہے اور جو جس راستہ پر پڑ گیا ہے اور جس نے جو مذہب اختیار کرلیا ہے وہ اسی کو حق سمجھ کر اسی سے خوش ہے اور جو کوئی اس کو سمجھا تا ہے اور دلائل سے اس کے بطلان کو واضح کرتا ہے تو جہاں تک اس سے ہوسکتا ہے اس کا رد کرتا ہے اور اگر اس سے رد نہیں ہوسکتا تو فوراً یہ کہہ کر قیامت تک کے لئے اس جھگڑے کو ختم کردیتا ہے کہ ہمارے علماء اس کا جواب جانتے ہیں گو ہم کو اس کا صحیح جواب معلوم نہیں اور اس کو اس مذہب کے بطلان کا وسوسہ تک نہیں ہوسکتا۔ جانتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہی ہے کہ وہ اس مذہب پر عاشق ہے۔

پس ثابت ہوا کہ وساوس کا منہ بند کرنے والا صرف عشق ہے۔ ورنہ وساوس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ جب تم کو یہ معلوم ہوگیا تو اب تم کو چاہئے کہ تم اس دین پر عاشق ہو جو کہ واقع میں اچھا ہے اور مذاہب باطلہ پر عاشق نہ ہو۔ اور ندیوں میں مرغابی کا شکار کرو۔ صحرا میں سور کا شکار نہ کرو۔ یعنی دین حق کے طالب ہو باطل کے پیچھے نہ پڑو۔ تم باطل کو اس لئے اختیار کرتے ہو کہ اس سے ہم کو نفع ہوگا اور فہم حقائق حاصل ہوگی۔ لیکن یہ تمہاری غلطی ہے اس لئے کہ جو مذہب انجام کار تم کو ذلیل کرنے والا ہے اس سے تم کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور جو کہ تمہاری رہی سہی سمجھ کو بھی چٹ کر جانے والا ہے۔ **لاحبک الشیء یعمی و یصم** اس سے تم کو سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر تم کہو کہ مذہب حق کو اختیار کرنے سے بھی تو عقل جاتی رہے گی۔ کیونکہ **لاحبک الشیء یعمی و یصم** اس پر صادق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو مذہب حق پر عاشق ہو کر بھی تمہاری عقل جاتی رہے گی۔ مگر اس کے بعد تمہیں اور نہایت باشان وشوکت عقل ملے گی جو اس عقل سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔ کیونکہ حق سبحانہ کے پاس اس عقل کے سوا جس سے تم اپنے اسباب معاش مہیا کرتے ہو اور بھی بڑی بڑی عقلیں ہیں۔ یہاں تک کہ اس عقل سے تو تم رزقوں ہی کو مہیا کرتے ہو اور وہ عقل جو کہ حق سبحانہ کے خزانہ عقول میں محفوظ ہے اور جو تم کو اس عقل کے کھولنے کے بعد ملے گی اس سے تم آسمانوں کو زمین بنا سکتے ہو۔ یعنی اس کے ذریعہ سے تم اتنی روحانی بلند پروازی کرسکتے ہو کہ آسمان تمہاری بلندی اور عروج روحانی کے مقابلہ میں انہیں زمیں معلوم ہوں گے۔

الغرض جب تم حق سبحانہ کے عشق میں اپنی عقل کو کھودو گے تو وہ تم کو اس معاوضہ میں دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عقل عطا فرماویں گے۔ کیونکہ جب مال خرچ کرنے والوں کے لئے اس قدر انعام کا وعدہ فرمایا ہے تو جو عقل خرچ کردے گا وہ تو اس انجام کا بالاولی مستحق ہے۔ دیکھو جبکہ زنان مصر نے یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو کر اپنی عقلیں کھودی تھیں اور اس بھولے ساقی نے ان کی عقلیں سلب کرلی تھیں تو ان کو تمام عمر اپنے عقول رفتہ کا افسوس نہیں ہوا تھا

اور وہ عمر بھر کے لئے ان سے سیر ہو گئی تھیں۔ پس جبکہ جمال یوسف کے لئے عقول کا کھویا جانا باعث افسوس نہیں ہے تو حق سبحانہ کا جمال جو کہ سینکڑوں یوسفوں کے جمال کا منبع ہے اس کے لئے عقل کا کھویا جانا کیوں باعث افسوس ہو گا۔

ارے تم تو عورتوں سے بھی کم عقل اور کم ہمت ہو تم کو چاہئے کہ مرد بنو اور جمال حق پر قربان ہو جاؤ۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ عشق جو کہ گفتگو کے نرغہ سے چھڑاتا ہے وہ ہی بحث و مباحثہ کو ختم کرتا ہے۔ اس کے بغیر اعتراضات و جوابات کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ جب عشق آ جاتا ہے تو اس سے اہل نطق پر حیرت طاری ہو جاتی ہے اور اس کی مجال نہیں ہوتی کہ بات کر سکیں کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر معترض کا جواب دیا جاتا ہے تو ان کے منہ سے ایک موتی نکلا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ مولانا نے خیال یار کے ہٹ جانے کو موتی کا ضائع ہونا قرار دیا ہے اور چونکہ کلام اس کے ضائع ہونے کا سبب ہوا ہے اس لئے کلام کے منہ سے نکلنے کو اس موتی کا نکلنا قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم) عاشق کی حالت یہی ہوتی ہے جس کا نقشہ ایک صحابی نے یوں کھینچا کہ جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو قرآن وغیرہ سناتے ہیں تو ہم سے ایسا حضور اور ایسا سکون چاہتے جیسے کسی کے سر پر جانور بیٹھا ہو۔ جس کے ضائع ہو جانے کا اس کو نہایت خوف ہو اور اس لئے وہ اپنے جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکتا ہو۔ تاکہ اس کے سر سے وہ عمدہ جانور اڑ نہ جائے اور سانس بھی نہ لے سکتا ہو اور کھانسنے کو بھی روکتا ہو۔ تاکہ وہ مبارک جانور پرواز نہ کر جائے اور اگر ایسی حالت کوئی اسے برا بھلا بھی کہے تو وہ بھی اس کو بھی جواب نہ دے اور منہ پر انگلی رکھ کر کہہ دے کہ بھائی ذرا خاموش رہو۔ ایسا نہ ہو میرا شکار جاتا رہے۔

القصہ حیرت عشق ہی وہ جانور ہے جو تم کو خاموش کر سکتا ہے اور تم پر چپنی رکھ کر پکا سکتے۔ یعنی تمہارا منہ بند کر کے اندر ہی اندر تم کو کامل بنا سکتی ہے۔ پس تم حیرت عشق حاصل کرو اور قیل و قال کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اس سے تم مقصود تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

تمت الربع الثالث بعون الله تعالیٰ

نوٹ:۔ ربع ثانی میں محمود اور ایاز کا قصہ واقع ہوا تھا جو کہ ان میں تمام نہ ہوا تھا ربع رابع میں اس کو تمام کیا جائے گا۔ ۱۲ منہ

ربع رابع دفتر خامس

پرسیدن بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندیں غم وشادی با چارق و پوستین

کہ جماد ست بچہ میگوئی تا ایاز را در سخن در آرد و سوال سلطان از و

بادشاہ کا ایاز سے قصداً دریافت کرنا کہ رنج اور خوشی کی اس قدر باتیں تو چپل اور پوستین سے جو کہ بے روح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تا کہ ایاز سے بات کہلائے اور بادشاہ کا اس سے دریافت کرنا

اے ایاز ایں مہر ہا بر چارقے	چیست آخر ہمچو بر بت عاشقے
اے ایاز! چپل سے اس قدر محبتیں	آخر کیوں ہیں؟ جیسا کہ بت پر عاشق
ہمچو مجنوں از رخ لیلیٰ خویش	کردۂ تو چارقے را دین و کیش
مجنوں کی طرح اپنی لیلیٰ کے رخ کو	تو نے چپل کو دین اور مذہب بنا لیا ہے
بادو کہنہ مہر جاں آمیختہ	ہر دو را در حجرۂ آویختہ
دو پرانی چیزوں سے جان کی محبت وابستہ کر دی ہے	دونوں کو حجرے میں لٹکا لیا ہے
چند گوئی باد و کہنہ تو سخن	در جمادے می دمی سر کہن
تو دو پرانی چیزوں سے کتنی باتیں کرے گا؟	تو پرانا راز پتھر میں پھونکتا ہے
چوں عرب با ربع و اطلال اے ایاز	میکنی از عشق، گفت خود دراز
اے ایاز! عربوں کی طرح، منزل اور ٹیلوں سے	عشق کی وجہ سے تو بات کو لمبا کرتا ہے
چارقت ربع کدامیں آصف ست	پوستیں گوئی قمیص یوسفؑ ست
تیری چپل کونسے آصف کی منزل ہے؟	گویا پوستین یوسف کی قمیص ہے
ہمچو ترسا کو شمارد با کشش	جرم یکسالہ زنا و غل و غش
عیسائی کی طرح، جو پادری کے سامنے گنتا ہے	ایک سال کے زنا اور کھوٹ اور دھوکے کے جرم
تا بیامرزد کشیشش آں گناہ	عفو او را عفو داند از الٰہ
تا کہ پادری اس کا وہ گناہ بخش دے	اس کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کرنا سمجھتا ہے

نیست آگہ آں کشیش از جرم وداد	لیک بس جادوست عشق و اعتقاد
وہ پادری جرم اور انصاف سے واقف نہیں	لیکن عشق اور اعتقاد بہت بڑا جادو ہے
دوستی در وہم، صد یوسفؑ تند	اسحر از ہاروت ماروتست خود
عشق، وہم میں سینکڑوں یوسف بنا لیتا ہے	وہ خود ہاروت اور ماروت سے زیادہ جادو گر ہے
صورتے پیدا کند بریاد او	جذب صورت آردت در گفتگو
وہ (عشق) اس کی یاد پر ایک صوت پیدا کر دیتا ہے	صورت کی کشش تجھے گفتگو پر آمادہ کر دیتی ہے
راز گوئی پیش صورت صد ہزار	آنچناں کہ یار گوید پیش یار
تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے	جس طرح دوست، دوست کے سامنے بیان کرتا ہے
نے بدانجا صورتے نے ہیکلے	زادہ از وے صد الست و صد بلے
نہ وہاں کوئی تصویر ہے، نہ بت	اس (عشق) سے سینکڑوں سوال و جواب پیدا ہو جاتے ہیں
آں چناں کہ مادر دل بردہٗ	پیش گور بچہٗ نور مردہٗ
جیسا کہ غمگین ماں	نئے مرے ہوئے بچہ کی قبر کے سامنے
راز ہا گوید بجد و اجتہاد	می نماید زندہ او را آں جماد
کوشش اور محنت سے راز کہتی ہے	وہ بے روح، اس کو زندہ نظر آتا ہے
حی و قایم داند او آں خاک را	خوش نگر ایں عشق ساحر ناک را
وہ اس مٹی کو زندہ اور قائم سمجھتی ہے	اس جادو گر عشق پر غور کر لے
پیش او ہر ذرہٗ آں خاک گور	گوش دارد، ہوش دارد وقت شور
اس کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ	شور کے وقت کان رکھتا ہے، ہوش رکھتا ہے
مستمع داند بجد آں خاک را	چشم و گوشے داند او خاشاک را
وہ واقعی طور پر اس مٹی کو سننے والا سمجھتی ہے	وہ مٹی کے کان اور آنکھ سمجھتی ہے
آں چناں برخاک گور تازہ او	دمبدم خوش می نہد با اشاک رو
وہ نئی قبر کی مٹی پر اس طرح	لحہ بہ لحہ اشک آلود چہرہ مستعدی سے رکھتی ہے
کہ بوقت زندگی ہرگز چناں	روی نہادہ است بر پور چو جاں
کہ زندگی کے وقت اس طرح کبھی بھی	جان جیسے بیٹے پر چہرہ نہیں رکھا

از عزا چوں چند روزے بگذرد	آتش آں عشق او ساکن شود
جب سوگ کے چند روز گزر جائیں	اس کی محبت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے
عشق برمردہ نباشد پائدار	عشق را برحی جاں افزای دار
مردے سے عشق پائیدار نہیں ہوتا ہے	زندہ، جان بڑھانے والے سے عشق کر
بعدازاں زاں گورخودخواب آیدش	از جمادے ہم جمادی زایدش
اس کے بعد خود اس کو اس قبر سے نیند آنے لگتی ہے	اس میں بے روح سے بے حسی پیدا ہو جاتی ہے
زانکہ عشق افسون خود بر بود و رفت	ماند خاکستر چو آتش رفت تفت
کیونکہ عشق اپنا منتر لے گیا اور چل دیا	جب آگ تیزی سے چلی گئی راکھ رہ گئی
آنچہ بیند آں جواں در آئینہ	پیر اندر خشت بیند آں ہمہ
جوان، جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے	پیر، اینٹ میں وہ سب کچھ دیکھتا ہے
پیر عشق تست نے ریش سپید	دستگیر صد ہزاراں نا امید
عشق، تیرا پیر ہے، نہ سفید داڑھی	جو لاکھوں مایوسوں کا دستگیر ہے
عشق صورتہا بسازد در فراق	تا مصور سرکند وقت تلاق
عشق، جدائی میں تصویریں بناتا ہے	یہاں تک کہ ملاقات کے وقت تصویر رونما ہو جاتی ہے
کہ منم آں اصل اصل ہوش و مست	برصورہا عکس حسن ما بدست
کہ ہوش اور مست کا اصل اصول میں ہوں	صورتوں پر ہمارے ہی حسن کا عکس تھا
پردہا را ایں زماں برداشتم	حسن را بے واسطہ بفراشتم
اب میں نے پردے اٹھا دیئے ہیں	میں نے حسن کو بے واسطہ جلوہ گر کر دیا ہے
زانکہ بس با عکس من دریافتی	قوت تجرید ذاتم یافتی
کیونکہ تو نے مجھے عکس کے ساتھ بہت پایا ہے	(اب) تو نے میری ذات کو مجرد کرنے کی قوت حاصل کر لی ہے
چوں ازیں سو جذبۂ من شد رواں	او کشش را می نہ بیند درمیاں
جب اس جانب سے میرا جذبہ روانہ ہوا	وہ کشش کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے
مغفرت میخواہد از جرم و خطا	از پس آں پردہ از لطف خدا
وہ جرم اور خطا کی معافی چاہتا ہے	خدا کی مہربانی سے اس پردے کے بعد

چوں ز سنگے چشمہ جاری شود	سنگ اندر چشمہ متواری شود
جب کسی پتھر سے چشمہ بہہ پڑتا ہے	پتھر چشمہ میں چھپ جاتا ہے
کس نخواند بعدازاں آں را حجر	زانکہ جاری شدازاں سنگ آں گہر
اس کے بعد اس کو کوئی پتھر نہیں کہتا	کیونکہ اس پتھر سے وہ موتی بہہ پڑا ہے
کاسہاداں ایں صور را داند رو	آنچہ حق ریزدبداں گیرد علو
ان عکسوں کو پیالے سمجھ اور ان میں	حق (تعالیٰ) جو ڈالتا ہے اس سے وہ سربلندی حاصل کر لیتے ہیں۔

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا قصہ ایاز کی طرف پھر رجوع فرماتے ہیں جو کہ ربع ثانی میں گزر چکا ہے اور کہتے ہیں کہ بادشاہ نے ایاز سے دریافت کیا کہ اے ایاز تیری جوتیوں سے ایسی محبت جیسے کہ کوئی معشوق پر عاشق ہوتا ہے کیوں ہے؟ اور اس کا سبب کیا ہے تو نے تو ان لیتروں کو یوں اپنا دین ومذہب بنالیا ہے جیسے مجنوں نے رخ لیلیٰ کو کہ تو نے ان سے بجان ودل محبت کر کے ان کو اپنے حجرہ میں لٹکا رکھا ہے۔ آخر یہ بات کیا ہے۔ آخر تو ان پرانے لیتروں سے کب تک گفتگو کرتا رہے گا اور ایک بے حس وحرکت شے سے کب تک اپنے اسرار بیان کرتا رہے گا۔ جس طرح عرب منازل محبوب اور اس کے کھنڈروں سے گفتگو کیا کرتے ہیں۔ تو اپنی عشق کی بنا پر ان سے گفتگو کو طول دیتا ہے تو بتلا تو سہی یہ تیرے لیترے کس باعظمت شخص کی یادگار ہیں اور تیرا پوستین کس یوسف کا کرتا ہے تیری حالت تو ایسی ہے جیسے کوئی نصرانی جو کہ اپنے پادری کے سامنے اپنے سال بھر کے گناہوں زنا چوری اور دیگر نقصانات کو بیان کرتا ہوتا کہ وہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ وہ اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس کی معافی کو خدا کی معافی سمجھتا ہے حالانکہ اس کو نہ اس کی نیکیوں کی خبر ہوتی ہے نہ بدیوں کی۔ مگر عشق واعتقاد بری بلا ہیں وہ اس کو عالم الغیب وغیرہ ظاہر کرتے ہیں اور اس کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اس سے معافی کا خواستگار ہو۔ بات یہ ہے کہ محبت عجیب چیز ہے کہ یہ ایک نہایت ہی مکروہ شے کو خیال میں سینکڑوں یوسفوں کے برابر حسین ظاہر کرتی ہے اور وہ ہاروت و ماروت سے بھی زیادہ جادوگر ہے اور ان سے زیادہ اشیائے غیر واقعیہ کو واقعہ دکھلاتی ہے۔ محبت محبوب کے خیال میں تمہارے سامنے ایک صورت بنا دیتی ہے اور وہ صورت اپنی کشش سے تمہیں گویا کرتی ہے بنابریں تم اس صورت کے سامنے لاکھوں اسرار یوں بیان کرتے ہو جیسے عاشق اپنے معشوق کے سامنے کیا کرتا ہے۔ حالانکہ نہ وہاں واقع میں کوئی صورت ہوتی ہے نہ جسم اور اس سے تمہارے خیال میں سینکڑوں سوالات وجوابات پیدا ہوتے ہیں اور تم اسے واقع میں سائل اور مجیب سمجھتے ہو۔ اور تم اس سے یوں سوال وجواب کرتے ہو جیسے کہ ایک مادر مشفقہ اپنے عنقریب مرے ہوئے بچے کی گور پر کیا کرتی ہے۔ وہ وہاں جا کر اپنی پوری کوشش سے اسرار بیان کرتی ہے اور وہ بے حس وحرکت شے اسے زندہ معلوم ہوتی ہے اور وہ اس خاک کو حی وقائم سمجھتی ہے۔ اب تم اس جادوگر عشق کی حالت کو

غور سے دیکھو کہ یہ کیا جادو کرتا ہے اور کس طرح آدمی کی عقل کو معطل اور وہم کو غالب کرتا ہے۔ اس ماں کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ اس کی آہ وزاری کے وقت سامع اور فہیم ہوتا ہے اور وہ واقع میں اس خاک کو سامع سمجھتی ہے اور اس خاشاک کو وہ ہمہ تن چشم و گوش جانتی ہے۔ بنابریں وہ اپنے بچہ کی نئی قبر کی مٹی پر رو کر یوں متوجہ ہوتی ہے کہ اس نے اس کی زندگی کی حالت میں اس کی طرف کبھی یوں توجہ نہ کی تھی۔ لیکن جب اس سانحہ کو کچھ دن ہو جاتے ہیں تو اس کے عشق کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور یہ شورو شر اور غلبہ خیال سب رفو چکر ہو جاتا ہے۔

پس تم اس واقعہ سے سبق لو اور سمجھو کہ مردوں (خواہ حالاً مردے ہوں یا مآلاً) کا عشق قائم نہیں رہتا۔ پس تم ان سے دل نہ لگاؤ اور اس سے لو لگاؤ جو آئندہ رہے گا۔ نہ صرف خود ہی زندہ رہے گا بلکہ تمہارے اندر حیات بڑھائے گا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب سمجھو کہ جب اس سانحہ کو زیادہ دن ہو جاتے ہیں تو ماں پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور اس جماد سے اس میں جمادیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ بے حس ہو جاتی ہے کیونکہ یہ شورو شر عشق کا اثر تھا۔ عشق اپنا کرشمہ دکھلا گیا اور چلتا ہوا۔ اور جب آگ جاتی رہے تو اب ٹھنڈی راکھ رہ گئی۔

اب سمجھو کہ جوان (ناتجربہ کار) جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے (پیرو تجربہ کار اس کو اسی وقت دیکھ لیتا ہے جبکہ آئینہ مکمل بھی نہیں ہوتا یعنی ناقصین تو عشق فانیات کی برائی اس کے زوال کے بعد معلوم ہوئی مگر اہل کمال کو اس کا قبح اس کے وجود سے معلوم ہوتا ہے اور اس بناء پر وہ فانیات سے دل ہی نہیں لگاتے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر آگے بمناسبت پیر اندر خشت بیند الخ ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل پیر تو تمہارا عشق ہے جو کہ سینکڑوں ناامیدوں کی دستگیری کرتا اور ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچاتا ہے نہ کہ سفید ڈاڑھی والا شخص۔ پس تم عشق حق سبحانہ اختیار کرو یاد رکھو کہ عشق حقیقی کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تک محبوب حقیقی تک رسائی نہیں ہوتی اس وقت تک تو وہ مطلوب حقیقی کو طالب کے سامنے مختلف صورتوں میں جلوہ گر کرتا ہے۔ (جو کہ اس کے لئے ایسے ہوتے ہیں جیسے نصاریٰ کے لئے قسیسین) یہاں تک کہ ایک وقت اس کو وصال ہوتا ہے اور مطلوب حقیقی جس کی صورتیں اس نے اپنے خیال میں تراش رکھی تھیں۔ اس کے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہر ہوش اور بے ہوشی کی اصل الاصل میں ہوں۔ اور ان صورتوں میں جس قدر بھی حسن ہے وہ میرے ہی حسن کا پرتو ہے۔ اب میں نے حجابات اٹھا دیئے ہیں اور تمہارے سامنے حسن کو بے پردہ جلوہ گر کر دیا ہے چونکہ تم میرے خیال میں اپنی خیالی صورتوں پر بہت کچھ عاشق رہ چکے ہو۔ اس لئے اب تمہارا پختہ ہو گیا ہے اور میری ذات مجردہ کے مشاہدہ کی استعداد تم میں پیدا ہو گئی ہے۔

لو اب دیکھو القصہ جب جذبہ حق سبحانہ اپنا کام کرتا ہے تو پھر وہ اپنے صور خیالیہ کو جو کہ غیریت حق سبحانہ فی الواقع اور الوہیت فی الخیال میں بمنزلہ قسیسین کے تھیں درمیان سے اٹھ جاتی ہیں اور طالب ان کو درمیان میں نہیں دیکھتا اس وقت وہ رفع حجابات کے بعد براہ راست حق سبحانہ سے اپنے جرائم کی معافی چاہتا ہے جیسا کہ اس سے قبل وہ ان صور خیالیہ سے چاہتا تھا جو کہ اس کے لئے بمنزلہ قسیسین کے تھیں۔

اب ہم ایک شبہ کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں۔ تقریر شبہ یہ ہے کہ جب یہ عاشق قبل وصال صورت غیر خدا کی

پرستش کرتا تھا تو اس کو مشرک ہونا چاہئے یہ تو شبہ تھا اب ہم جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کسی پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر اس میں مشہور ہو جاتا ہے تو پھر اسے کوئی نہیں پتھر کہتا۔ بلکہ چشمہ کہتے ہیں کیونکہ اس سے پانی جاری ہوگیا ہے جس نے اسے چھپالیا ہے۔ جب یہ امر معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ یہ صور خیالیہ تو منزلہ پیالے کے ہے۔ حق سبحانہ ان میں جس قدر اپنا حسن ڈالتے ہیں اس سے ان کو علو مرتبت حاصل ہوتا ہے اور اسی حسن کی بناء پر وہ مطلوب ہوتے ہیں نہ کہ من حیث ھی اور اس حیثیت سے وہ غیر خدا نہیں ہیں۔

فائدہ:۔ اس پر اگر یہ شبہ کیا جائے کہ مشرکین کی طرف سے بھی یہی جواب ہوسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی طرف سے یہ جواب نہیں ہوسکتا وجہ اس کی یہ ہے کہ اصل تو یہ ہے کہ ذات حقہ حقیقیہ کی پرستش کی جائے اور کسی ایسی شے کی پرستش نہ ہو جس میں یہی وجہ بھی غیریت ہو۔ اسی لئے حق سبحانہ نے پرستش اغیار کی ممانعت فرمائی ہے۔ مگر حق سبحانہ کی صور خیالیہ سے ناقصین کے لئے احتراز ناممکن تھا۔ ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا بنابریں اس نے اپنے صور خیالیہ کے پرستش کو اپنی پرستش قرار دیا اور ان کو معذور سمجھا۔ اور بتوں وغیرہ کی پرستش سے اجتناب ممکن تھا اس لئے ان کی پرستش کی ممانعت علیٰ حالہا باقی رہی اور عبدۃ اصنام کو معذور نہ قرار دیا۔ واللہ اعلم)

گفتن خویشاوندان مجنوں را کہ حسن لیلیٰ باندازہ ایست، چنداں نیست از و نغز تر در شہر ما بسیار ست یکے و دو و دہ بر تو عرضہ کنیم اختیار کن و ما را و خود را وارہاں و جواب گفتن مجنوں ایشاں را

رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمولی حسن ہے زیادہ نہیں ہے ہمارے شہر میں اس سے بہتر بہت ہیں، ہم ایک اور دو اور دس تیرے سامنے پیش کر دیتے ہیں تو ان میں سے پسند کر لے اور ہمیں اور اپنے آپ کو نجات دے اور مجنوں کا ان کو جواب دینا

ابلہاں گفتند مجنوں را ز جہل	حسن لیلیٰ نیست چنداں، ہست سہل
بیوقوفوں نے نادانی سے مجنوں سے کہا	لیلیٰ کا حسن زیادہ نہیں ہے، معمولی ہے
بہتر از وے صد ہزاراں دلربا	ہست ہمچوں ماہ اندر شہر ما
اس سے زیادہ حسین لاکھوں معشوق	ہمارے شہر میں چاند جیسے ہیں
نازنیں تر زو ہزاراں حور وش	ہست بگزیں زاں ہمہ یکیار خوش
ہزاروں حوروں جیسے اس سے زیادہ ناز و انداز والے	موجود ہیں ان سب میں سے ایک حسین یار منتخب کر لے
وارہاں خود را و ما را نیز ہم	از چنیں سودای زشت متہم
اپنے آپ کو اور ہمیں بھی نجات دے	ایسے برے متہم عشق سے
گفت صورت کوزہ ست او حسن مے	مے خدا یم میدہد از ظرف وے
اس نے کہا صورت پیالہ ہے اور حسن شراب ہے	مجھے اس کے پیالے سے خدا شراب پلاتا ہے

مرشمارا سرکہ دادا ز کوزہ اش	تانباشد عشق او تاں گوش کش
اس کے پیالے سے تمہیں سرکہ دیا ہے	تاکہ اس کا عشق تمہارے کان نہ کھینچے
از یکے کوزہ دہدزہر و عسل	ہر یکے را دست حق عز و جل
ایک ہی پیالے سے زہر اور شہد	اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہر ایک کو عطا کرتا ہے
کوزہ می بینی ولیکن آں شراب	روی ننماید بچشم ناصواب
تو پیالہ دیکھتا ہے لیکن وہ شراب	غلط آنکھ کو چہرہ نہیں دکھاتی ہے
قاصرات الطرف باشد ذوق جاں	جز بخصم خویش ننماید نشاں
طبیعت کا ذوق نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے	اپنے اہل کے سوا چہرہ نہیں دکھاتا ہے
قاصرات الطرف باشد آں مدام	ویں حجاب ظرفہا ہمچوں خیام
وہ شراب نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے	اور یہ پیالوں کا پردہ خیموں کی طرح ہے
ہست دریا خیمۂ دروے حیات	بط را، لیکن کلاغاں را ممات
دریا ایک خیمہ ہے، اس میں زندگی ہے	بطخ کی، لیکن کوؤں کی موت ہے
زہر باشد مار را ہم قوت و برگ	غیر او را زہر او دردست و مرگ
زہر، سانپ کی روزی بھی ہے اور سازو سامان بھی	اس کے غیر کے لئے اس کا زہر درد اور موت ہے
صورت ہر نعمتے و محنتے	ہست ایں را دوزخ آنرا جنتے
ہر نعمت اور محنت کی صورت	اس کے لئے دوزخ ہے، اس کے لئے جنت ہے
پس ہمہ اجسام اشیاء تبصرون	اندر وقوت ست وسم لاتبصرون
پس تم تمام چیزوں کے جسم دیکھتے ہو	ان کے اندر روزی ہے اور زہر، تم نہیں دیکھتے ہو
ہست ہر جسمے چو کاسۂ و کوزۂ	اندر وہم قوت و ہم دل سوزۂ
ہرجسم، پیالے اور کٹورے کی طرح ہے	اس میں روزی بھی ہے اور دل کا جلادا بھی
کاسہ پیدا اندر و پنہاں رغد	طاعمش داند کزاں چہ می خورد
پیالہ، ظاہر ہے اس میں خوش عیشی پوشیدہ ہے	اس کا کھانے والا جانتا ہے کہ اس میں سے کیا کھا رہا ہے
صورت یوسفؑ چو جامے بود خوب	زاں پدر می خورد صد بادہ طروب
(حضرت) یوسفؑ کی صورت ایک عمدہ جام تھی	باپ اس سے سینکڑوں مست کرنے والی شرابیں پیتے تھے

باز اخواں را ازاں زہراب بود	کاندر ایشاں زہر کینہ میفزود
پھر بھائیوں کے لئے اس میں زہریلا پانی تھا	جو ان کے اندر، کینے کا زہر بڑھا رہا تھا
باز ازوے مر زلیخا را شکر	می کشید از عشق افیون دگر
پھر اس میں سے زلیخا کے لئے شکر	عشق کے ذریعہ دوسری افیون نکالتی تھی
غیر آں چہ بود مر یعقوبؑ را	بود از یوسفؑ غذا آں خوب را
اس کے سوا جو (حضرت) یعقوبؑ کے لئے تھی	اس حسینہ کے لئے یوسفؑ میں سے غذا تھی
گونہ گونہ شربت و کوزہ یکے	تانماند درمۓ غیبت شکے
طرح طرح کی شرابیں ہیں اور پیالہ ایک ہے	تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شک نہ رہے
بادہ ازغیب ست وکوزہ زیں جہاں	کوزہ پیدا بادہ دروے بس نہاں
شراب غیب کی ہے اور پیالہ اس جہان کا ہے	پیالہ ظاہر ہے اس میں شراب بہت مخفی ہے
بس نہاں از دیدۂ نا محرماں	لیک بر محرم ہویدا و عیاں
نامحرموں کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے	لیکن محرم پر، ظاہر اور کھلی ہوئی ہے
یا الٰہی سکرت ابصارنا	فاعف عنا اثقلت اوزارنا
اے میرے خدا ہماری بینائیاں مدہوش کر دی گئی ہیں	ہمیں معاف کر، ہمارے (گناہوں کے) بوجھ بھاری ہوگئے ہیں
یا خفیاً قد ملات الخافقین	قدعلوت فوق نور المشرقین
اے پوشیدہ! تو نے مشرق و مغرب کو پر کر دیا ہے	تو دونوں مشرقوں کے نور سے بڑھ گیا ہے
انت سرکاشف اسرارنا	انت فجر مفجرا انھارنا
تو راز ہے ہمارے بھیدوں کو کھولنے والا ہے	تو صبح کا سفیدہ ہے، ہماری نہروں کو جاری کرنے والا ہے
یا خفی الذات محسوس العطا	انت کالماء و نحن کالرحا
اے مخفی ذات والے، محسوس عطا والے	تو پانی کی طرح اور ہم پن چکی کی طرح ہیں
انت کالریح و نحن کالغبار	تختفی الریح و غبراہ جہار
تو ہوا کی طرح اور ہم غبار کی طرح ہیں	ہوا پوشیدہ رہتی ہے اور اس کا غبار ظاہر ہے
تو بہاری ما چو باغ سبز و خوش	او نہان و آشکارا بخشش
تو (موسم) بہار ہے ہم سبز اور خوش باغ کی طرح ہیں	وہ پوشیدہ اور اس کی عطا کھلی ہوئی ہے

تو چو جانے ما مثال دست و پا	قبض و بسط دست از جاں شد روا
تو جان کی طرح ہے ہم ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہیں	ہاتھ کا بند ہونا اور کھلنا' جان سے ممکن ہوا
تو چو عقلی ما مثال ایں زباں	ایں زباں از عقل دارد ایں بیاں
تو عقل کی طرح ہے' ہم اس زبان جیسے ہیں	اس زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے
تو مثال شادی و ماخندہ ایم	کہ نتیجہ شادی فرخندہ ایم
تو خوشی کی طرح ہے اور ہم ہنسی ہیں	کیونکہ ہم مبارک خوشی کا نتیجہ ہیں
جنبش ما ہر دمے خود اشہد ست	کو گواہ ذوالجلال سرمدست
ہماری حرکت ہر وقت خود بڑا گواہ ہے	کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والی ذوالجلال کی گواہ ہے
گردش سنگ سیا در اضطراب	اشہد آمد بر وجود جوی آب
پن چکی کے پتھر کی گردش' بے قراری میں	نہر کے پانی پر بڑا گواہ بنی
اے بروں از وہم و قال و قیل من	خاک بر فرق من و تمثیل من
اے وہ! جو کہ میرے وہم اور بات چیت سے باہر ہے	میری سر کی مانگ اور مثال دینے پر خاک
بندہ نشکیبد ز تصویر خوشت	ہر دمے گوید کہ جانم مفرشت
تیرے حسین تصور پر بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے	ہر لمحہ کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو
ہمچو آں چوپاں کہ میگفت اے خدا	پیش چوپان محبّ خود بیا
اس گڈریئے کی طرح جو کہہ رہا تھا اے خدا!	اپنے عاشق گڈریئے کے سامنے آ جا
تا شپش جویم من از پیراہنت	چارقت دوزم بوسم دامنت
تاکہ میں تیرے کپڑوں میں سے جوئیں پاؤں	تیرا چپل سی دوں' تیرا دامن چوموں
کس نبودش در ہوا و عشق جفت	لیک قاصر بود از تسبیح و گفت
محبت اور عشق میں کوئی اس جیسا نہ تھا	لیکن تسبیح اور گفتگو میں کوتاہ تھا
عشق او خرگاہ بر گردوں زدہ	جاں سگ خرگاہ آں چوپاں شدہ
اس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑ دیا تھا	جان اس گڈریئے کے خیمہ کا کتا بن گئی تھی
چونکہ بحر عشق یزداں جوش زد	بر دل اوزد ترا برگوش زد
جب اللہ (تعالیٰ) کے عشق کے سمندر نے جوش مارا	اس کے دل سے ٹکرایا' تیرے کان سے ٹکرایا

شرح حبیبی

اب مولانا کا سہاوان این صورالخ کی مناسبت سے مجنوں کا قصہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ احمقوں نے اپنی حماقت سے مجنوں سے کہا کہ لیلیٰ کا حسن تو اس قدر نہیں ہے کہ اس کے لئے آدمی یوں دیوانہ ہو جائے وہ تو بہت معمولی ہے اس سے بہتر ہمارے یہاں سینکڑوں معشوق ہیں جو کہ حسن میں چاند کے مثل ہیں اور اس سے زیادہ نازنین ہزاروں حورش ہیں تو ان میں سے کسی کو چھانٹ لے اور اس بے ہودہ جنون سے جو بدنامی کا باعث ہے اپنے کو بھی نجات دے اور ہمیں بھی۔ اس نے جواب دیا کہ صاحبو سنو صورت ایک پیالہ ہے اور حسن شراب خدا مجھے اسی کے پیالہ سے شراب پلاتا ہے اور مجھے اسی کے حسن سے لذت ملتی ہے تم کو اس کے حسن سے لذت حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے یوں کہا جائے گا کہ تمہیں خدا اس پیالہ سے بجائے شراب کے سرکہ پلاتا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ اس کا عشق تمہارے کان پکڑ کر اس کی طرف نہیں لے جاتا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ بڑے کامل القدرت ہیں وہ اپنی قدرت کاملہ سے مختلف لوگوں کو ایک ہی پیالہ سے شراب بھی پلاتے ہیں اور سرکہ بھی یعنی کوئی مخلوقات میں تجلیات حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور کوئی اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ تم پیالہ تو دیکھتے ہو مگر شراب حسن الٰہی تمہاری غلط بیں آنکھ سے مخفی ہے اور اسے دکھلائی نہیں دیتی۔ اس لئے تمہیں ان سے لطف روحانی حاصل نہیں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ لطف روحانی ان حوروں کے مشابہ ہے جو کہ اپنی نظر صرف اپنے شوہروں تک محدود رکھتی ہیں اور اجنبی آدمی پر نظر نہیں ڈالتیں۔ بنابریں وہ اپنے اہل کے سوا دوسرے کو اپنا پتہ نہیں دیتا۔ نیز شراب حسن الٰہی بمنزلہ انہی حوروں کے ہے جو کہ اپنی نظر کو صرف شوہروں تک محدود رکھتی ہیں۔ اور ظروف صور اس کے لئے بمنزلہ خیموں کے ہیں۔

بنابریں نااہلوں کی اس شراب تک رسائی نہیں ہوتی اور خیمہ ہائے صور دریا کے مشابہ ہیں جو کہ بطون کے لئے موجب حیات ہوتا ہے اور کودن کے لئے موت۔ اس لئے صور محسوسات اہل اللہ کے لئے حیات روحانی ہیں اور محجوس کے لئے موت روحانی کا سبب ہیں اور یہ کچھ بعید نہیں۔ دیکھو زہر سانپ کے لئے غذا اور سامان عیش ہوتا ہے مگر دوسروں کے لئے موجب تکلیف و موت ہوتا ہے۔

علیٰ ہذا ہر نعمت اور تکلیف کسی کے لئے دوزخ اور موجب اذیت ہے اور کسی کے لئے جنت اور موجب راحت۔

القصہ تم جس قدر اجسام یا اشیاء دیکھتے ہو ان میں غذا بھی ہے اور زہر بھی۔ مگر تمہیں ان میں دو چیزیں نظر نہیں آتیں۔

اب ہم اس مضمون کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہر جسم بمنزلہ ایک پیالہ اور کے ہے۔ جس میں غذا بھی ہے اور اذیت قلبی بھی اور کاسہ تو ظاہر ہے مگر شراب یا نعمت وغیرہ اس میں پوشیدہ ہے جس کو ہر ایک نہیں دیکھ سکتا۔ جو اس کو کھاتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں کیا ہے اور وہ کیا کھا رہا ہے پس جو ان سے لذت حاصل کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں لذت ہے اور جو اس سے تکلیف اٹھاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس میں اذیت ہے چنانچہ صورت یوسف علیہ السلام ایک عمدہ پیالہ کے مثل تھی پس ان کے باپ تو اس سے سینکڑوں مست کن شرابیں پیتے تھے۔ اب بھائیوں کی حالت سنو بھائیوں کو اس سے زہر ملا پانی ملتا تھا جو کہ ان کے اندر زہر کینہ بڑھاتا تھا۔

اچھا اب زلیخا کی حالت سنو۔ زلیخا کو اس پیالہ سے شکر ملتی تھی اور وہ اس کے عشق سے ایک اور ہی افیون کھاتی تھی اور اس سے اس کے اندر ایک اور ہی نشہ پیدا ہوتا تھا جو کہ اس نشہ کے مغائر تھا جو اس سے یعقوب علیہ السلام کو حاصل ہوتا تھا۔ (کیونکہ زلیخا کا عشق شہوانی تھا برخلاف یعقوب علیہ السلام کے) اور یوسف علیہ السلام سے اس کو بھی ایک طرح کی غذا ملتی تھی۔ (گو وہ اس غذا کے مغائر تھی جوان سے یعقوب علیہ السلام کو ملتی تھی) پس کوزہ ایک تھا مگر اس سے مختلف لوگوں کو مختلف شربت ملتے تھے۔ اب تم کو شراب پینے کے بارہ میں شک نہ رہنا چاہئے اور تم کو خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس کے آثار کیونکہ مختلف ہو سکتے ہیں۔

القصہ کوزہ تو نا سوتی ہیں مگر ان میں شراب غیبی بھری ہوئی ہے اور کوزہ محسوس ہیں۔ مگر شراب ان میں نہایت مخفی ہے۔ یعنی نامحرموں کے آنکھوں سے مخفی ہے لیکن محرموں کے لئے نہایت واضح اور ظاہر ہے۔ بنابریں وہ بے تکلف ان میں تجلیات حق سبحانہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اب مولانا مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ ہماری آنکھیں ست اور بے ہوش ہوگئی ہیں کہ اس لئے تیرے جمال کا مشاہدہ نہیں کرسکتیں۔ پس ہمیں معاف کردے ہمارے گناہوں کا بوجھ بہت ہوگیا ہے تاکہ یہ مانع دور ہوکر ہم کو تیرے جمال کا مشاہدہ نصیب ہوسکے۔ اے خفی الذات تو نے اپنے نور سے مشرق و مغرب کو پُر کردیا ہے اور تو ظہور میں نور مشرقین سے بھی بڑھ گیا ہے تو ذات کے لحاظ سے پوشیدہ ہے مگر ہمارے اسرار کو ظاہر کرنے والا ہے اور تو آثار کے لحاظ سے صبح روشن ہے اور ہماری خشک نہروں کو اپنے کمالات کے آب سے جاری کرنے والا ہے اے خفی الذات اور محسوس العطاء تو مثل پانی کے ہے اور ہم مثل چکی کے پاٹوں کے ہیں اور تو مثل ہوا کے ہے اور ہم بمنزلہ غبار کے ہیں۔ کیونکہ ہوا مخفی ہوتی ہے مگر اس کا غبار ظاہر ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جو کہ ہم مثل غبار کے ہیں ظاہر ہیں اور تو جو کہ مثل ہوا کے ہے مخفی ہے۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ بہار کے ہے اور ہم بمنزلہ سرسبز اور شاداب باغ کے۔ کیونکہ بہار غیر ظاہر ہوتے ہیں اور اس کی عطا ظاہر۔ یوں ہی تو مخفی ہے اور ہم جو کہ تیرے عطا ہیں ظاہر ہیں یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ جان کے ہے اور ہم مثل ہاتھ پاؤں کے۔ کیونکہ ہاتھ پاؤں کا کھلنا اور ان کا بند ہونا روح کے ہی سبب ہوتا ہے یوں ہی ہماری حرکات بھی تیرے ہی ذریعہ سے ہیں۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ عقل کے ہے اور ہم مثل زبان کے اس لئے کہ زبان کو گویائی عقل ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یوں ہی ہمارے آثار بھی تیرے ہی ذریعہ سے ہیں۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ خوشی کے ہے اور ہم بمنزلہ ہنسنے کے۔ کیونکہ جس طرح ہنسی سے معلول ہوتی ہے خوشی کا۔ یوں ہی ہم تیرے معلول ہیں اور ہماری حرکات ہر وقت بزبان حال اشھد کہتی ہیں کیونکہ وہ گواہ ہیں ایک صاحب عظمت خدا کے وجود وغیرہ کے جس طرح کہ چکی کے پتھر کی مضطربانہ حرکات شاہد ہوتی ہیں وجود جوئے آب کی۔

یہاں تک بیان کر کے مولانا کو سکر سے سہو ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ ارے میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اے اللہ تو تو میرے وہم اور میری گفتگو کے احاطہ سے بالا ہے۔ میرے سر پر اور میرے مثالوں کے سر پر خاک پڑے۔ کجا میں اور میری مثالیں اور کجا تو۔ مگر اے اللہ غلام سے تیرے عمدہ تصور کے بغیر صبر نہیں ہوسکتا۔ وہ تو ہر وقت یہی کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو جس طرح وہ چوپاں کہتا ہے کہ اے اللہ اپنے عاشق چوپاں کے پاس آ۔ تاکہ میں تیرے کرتہ میں جوئیں دیکھوں اور تیرے جوتے سیوں۔ اور تیرا دامن چوموں اور یہ گفتگو اس کی بنا بر عشق و محبت تھی نہ کہ بغرض توہین وتنقیص۔ یوں ہی میں بھی جوش

محبت میں اپنے حوصلہ کے مطابق تیری تصویر کھینچتا ہوں تو معاف کرنا۔ یہاں سے خطاب کا رخ بدلتے اور فرماتے ہیں کہ عشق ومحبت میں کوئی شخص اس چوپاں کا ہمسر نہ تھا۔ مگر بے چارہ تسبیح وتقدیس اور گفتار مناسب ذات پاک سے قاصر تھا اس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑا تھا اور وہ چوپاں بارگاہ حق سبحانہ کا یوں ہی مقرب ہوگیا تھا جیسے کتا امراء کے خیموں کا مقرب ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ فی نفسہ ایک ذلیل جانور ہوتا ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو جو کچھ وہ چوپاں کہتا تھا اس کا منشاء بھی عشق حق سبحانہ تھا اور جو تسبیح وتقدیس تم کرتے ہو اس کا منشا بھی عشق الٰہی ہی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ جب بحر عشق حق سبحانہ جوش زن ہوا تو اس نے اس کے دل پر اثر کیا اور تمہارے کانوں پر اثر کیا بنابریں وہ وہی الفاظ کہتا تھا جو اس کے دل سے بے ساختہ اور بے تکلف اور جوش محبت سے نکلتے تھے اور تم وہ الفاظ کہتے ہو۔ جو تمہارے کانوں کو بھلی معلوم ہوں دل سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس چونکہ اس کی تعریف دل سے تھی اور تمہاری زبان سے اس لئے وہ مقرب ہوا۔ اور تم دور رہے۔

حکایت جوحی کہ چادر پوشیدہ در وعظ میان زنان نشست وحرکتے کرد زنے اورا بشناخت کہ مرد ست ونعرہ بزد

جوحی کا قصہ جو کہ چادر اوڑھ کر وعظ میں عورتوں کے درمیان بیٹھ گیا اور اس نے ایسی حرکت کی کہ ایک عورت نے اس کو پہچان لیا کہ مرد ہے اور اس نے نعرہ مارا

واعظے بدبس گزیدہ در بیاں	زیر منبر جمع مردان و زناں
ایک واعظ تقریر میں بہت منتخب تھا	(اس کے) منبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں
رفت جوحی چادر و روبند ساخت	درمیان آں زناں شد ناشناخت
جوحی چلا اور اور نقاب پہنا	ان عورتوں میں ان جان ہو گیا
سائلے پرسید واعظ را براز	موی عانہ ہست نقصان نماز
ایک سوال کرنے والے نے آہستہ سے واعظ سے دریافت کیا	زیر ناف کے بال نماز کے نقصان (کا باعث) ہیں؟
گفت واعظ چوں شود عانہ دراز	پس کراہت باشد از وے در نماز
واعظ نے کہا جب زیرناف کے بال بڑھ جائیں	تو اس سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے
یا بنورہ یا بسترہ بسترش	تا نمازت کامل آید خوب وخوش
چونے سے یا استرے سے ان کو مونڈ دے	تاکہ تیری نماز بھلی اچھی مکمل ہو
گفت سائل آں درازی تاچہ حد	شرط باشد تا نماز اکمل بود
سوال کرنے والے نے کہا' لمبائی کس حد تک	مناسب ہے' تاکہ نماز مکمل ہو جائے؟
گفت چوں قدر جوئے گردد بطول	پس ستردن فرض باشد اے سئول
اس نے کہا' اگر جو کی بقدر لمبے ہو جائیں	اے جھگڑو! مونڈنا فرض ہو جائے گا

پیش جوحی یک زنے بنشستہ بود	ہوش را بر وعظ واعظ بستہ بود
جوحی کے آگے ایک عورت بیٹھی تھی	جس نے ہوش کو واعظ کے وعظ سے وابستہ کر دیا تھا
گفت جوحی زود اے خواہر ببیں	عانۂ من گشتہ باشد ایں چنیں
جوحی نے کہا' اے بہن! جلد دیکھ لے	میرے زیرِ ناف بال ایسے ہو گئے ہونگے
بہر خوشنودی حق پیش آر دست	کاں بمقدار کراہت، آمدست
اللہ (تعالیٰ) کی خوشنودی کے لئے ہاتھ بڑھا	کہ وہ کراہت کی بقدر ہو گئے ہیں؟
دست زن در کرد در شلوار مرد	کیرِ او بر دست زن آسیب کرد
عورت نے مرد کے شلوار کے اندر ہاتھ ڈال دیا	اس کے خایہ نے عورت کے ہاتھ پر اثر کیا
نعرۂ زد سخت اندر حال زن	گفت واعظ بر دلش زد گفت من
عورت نے فوراً ایک نعرہ مارا	واعظ نے کہا میری بات نے اس کے دل پر اثر کیا ہے
صدق راز یں زن بیاموزید ہیں	چونکہ بر دل زد و را گفت چنیں
ہاں' تم سچائی اس عورت سے سیکھ لو	جبکہ ایسی گفتگو نے اس کے دل پر اثر کیا ہے
گفت نی بر دل نزد بر دست زد	وای گر بر دل زدی ای پر خرد
اس نے (جوحی) نے کہا دل پر نہیں' ہاتھ پر اثر کیا ہے	اے عقلمند! کیا کہنا تھا اگر دل پر اثر کرتا
بر دل آں ساحراں زداند کے	شد عصا و دست ایشانرا یکے
ان جادوگروں کے دل پر تھوڑا سا اثر کیا	ان کے لئے لکڑی اور ہاتھ یکساں بن گیا
گر ز پیرے در ربائی تو عصا	بیش رنجد کاں گروہ از دست و پا
اگر تو کسی بڈھے کی لاٹھی اڑا لے	وہ اس سے زیادہ رنجیدہ ہوگا جتنا وہ گروہ ہاتھ پاؤں سے
نعرہ لا ضیر بر گردوں رسید	ہیں ببر کہ جاں ز جان کندن رہید
"کوئی ہرج نہیں" کا نعرہ آسمان پر پہنچا	ہاں کاٹ لے' جان' جاں کنی سے نجات پا گئی
چوں بدانستیم ما گیں تن نہ ایم	از ورای تن بیزداں میزئیم
چونکہ ہم جان گئے' کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں	جسم کے سوا ہم خدا کے ذریعہ جی رہے ہیں
اے خنک آں را کہ ذات خود شناخت	اندر امن سرمدی قصرے بساخت
قابل مبارکباد ہے' وہ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا	ہمیشگی کے امن میں اس نے محل بنا لیا

کود کے گرید پئے جوز و مویز	پیش عاقل باشد آں بس سہل چیز
بچہ جس اخروٹ اور منقیٰ کے لئے روتا ہے	عقلمند کے لئے وہ آسان چیز ہے
پیش دل جوز و مویز آمد جسد	طفل کے در دانش مرداں رسد
دل کے لئے جسم، اخروٹ اور منقیٰ ہے	بچہ مردوں کی عقل کو کب پہنچتا ہے؟
ہر کہ محجوبست او خود کود کیست	مرد آں باشد کہ بیروں از شکیست
جو پردے میں ہے وہ بچہ ہے	مرد وہ ہے جو شک سے باہر ہے
گر بریش و خایہ مردستے کسے	ہر بزیرا ریش و خصیہ استے بسے
اگر کوئی داڑھی اور خایہ کی وجہ سے مرد ہے	تو ہر بکرے کے داڑھی اور خصیہ ہے
پیشوای بدبود آں بزِ شتاب	میبرد اغنام را پیش قصاب
وہ بکرا برا پیشرو ہے، جلد	بکریوں کو قصاب کے آگے لے جاتا ہے
ریش شانہ کردہ کہ من سابقم	سائقی لیکن بسوئے درد و غم
داڑھی کو کنگھی کئے ہوئے کہ میں رہنما ہوں	تو رہنما ہے لیکن درد اور غم کی جانب
ہیں روش بگزیں و ترک ریش کن	ترک ایں ماؤ من و تشویش کن
خبردار! روش اختیار کر اور داڑھی کو چھوڑ	اس تکبر و غرور اور پریشانی کو ترک کر
ریش خود را خندہ زارے کردہٗ	نازکم کن چونکہ ریش آوردہٗ
تو نے اپنی داڑھی کو مضحکہ بنا لیا ہے	جبکہ تیرے داڑھی نکل آئی ہے نخرے نہ دکھا
تاشوی چوں بوئے گل بر عاشقاں	پیشواؤ رہنمای گلستاں
تاکہ تو پھول کی خوشبو کی طرح، عاشقوں کے لئے بن جائے	باغ کا رہنما اور پیشوا
چیست بوی گل دم عقل و خرد	خوش قلاؤ ز رہ باغ ابد
پھول کی خوشبو کیا ہے؟ عقل اور سمجھ کی بات	جو ابدی باغ کے لئے بہترین راہنما ہے

شرح حبیبی

''بردل اوز دترا بر گوش زد'' کی مناسبت سے مولانا ایک مذاقیہ حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک نہایت عمدہ واعظ وعظ میں مصروف تھا اور پیر کے نیچے بہت سے مرد اور عورتیں بیٹھی تھیں اس مجمع میں جوجی (ایک مسخرہ کا نام ہے) بھی پہنچ گیا اس نے اوڑھنا اوڑھ لیا اور منہ کو چھپا لیا۔ اس طرح زنانہ بھیس بدل کر عورتوں کے

مجمع میں بیٹھ گیا اور کسی نے اس کو نہ پہچانا کہ یہ مرد ہے۔ اتفاقاً ایک سائل نے واعظ سے پوچھا کہ حضرت کیا موئے زیرناف سے نماز میں نقصان آتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ جب وہ بڑھ جائیں تو ان سے نماز مکروہ ہوتی ہے ایسی حالت میں تم کو یا تو چونے سے یا استرہ سے ان کو صاف کر دینا چاہئے تاکہ تمہاری نماز کامل اور عمدہ ہو۔ اس پر اس نے سوال کیا کہ حضرت اس درازی کی حد کیا ہے۔ جہاں تک نماز کامل ہو اور اس کے بعد مکروہ اس نے جواب دیا کہ جب جو برابر ہو جائیں تو ان کا صاف کرنا ضروری ہو جاتا ہے اس سے کم میں مضائقہ نہیں۔

یہ سوال و جواب سن کر جوجی کو مسخرہ پن سوجھا۔ اس کے پاس ایک عورت نہایت خوبصورت بیٹھی ہوئی تھی۔ جس نے واعظ کو دنگ کر رکھا تھا۔ اور جس کی وجہ سے اس سے وعظ بھی ٹھیک نہ کہا جاتا تھا۔ اس نے اس سے کہا کہ بہن ذرا دیکھنا میرے موئے زیرناف تو اس قدر نہیں بڑھ گئے ہیں۔ خدا کے لئے ذرا ہاتھ بڑھا کر دیکھنا کہ کہیں میرے بال کراہت کی حد تک تو نہیں پہنچ گئے۔ اس عورت نے اس مرد کے پاجامہ میں ہاتھ ڈالا اور اس کا اعضاء تناسل اس کے ہاتھ میں لگا اس پر اس نے چیخ ماری۔ واعظ نے سمجھا کہ اس کے دل پر میرے وعظ سے چوٹ لگی ہے اور کہا کہ لوگو خلوص اس عورت سے سیکھو کہ میرے بیان سے اس کے دل پر چوٹ لگی ہے اور تم پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ جوجی نے کہا جناب اس کے دل پر چوٹ نہیں لگی بلکہ صرف ہاتھ میں ٹکر لگی ہے۔ اس کا یہ اثر ہے اگر دل پر چوٹ لگتی تو خدا جانے کیا حال ہوتا۔ یہ مذاقیہ حکایت بیان فرما کر پھر اپنے رنگ کی طرف عود کرتے ہیں اور مضمون سابق کی تکمیل فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

شرح حبیبی

ہم نے کہا تھا کہ عشق الٰہی نے چوپان کے دل پر اثر کیا ہے مگر تمہارے دل پر اثر نہیں کیا۔ یہ ایک واقعی بات ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تم ہنوز تن پروری میں مشغول ہو۔ پس اگر تمہارے دل پر اثر ہوتا تو تمہارا یہ اشتغال ناممکن تھا۔ دیکھو اس نے ساحران فرعون کے دل پر ذرا سا اثر کیا تھا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ لاٹھی اور ہاتھ پاؤں ان کے نزدیک برابر ہو گئے تھے۔ بلکہ یوں کہئے کہ ان کے ہاتھ پاؤں ان کی نظر میں لاٹھی سے کم وقعت رکھتے تھے۔ اس لئے کہ اگر تم کسی بڈھے کے ہاتھ سے لاٹھی چھین لو تو جس قدر اسے لاٹھی کا رنج ہوگا ان کو اپنے ہاتھ پاؤں کے کٹنے کا اتنا بھی رنج نہ تھا۔ چنانچہ جب فرعون نے ان کو ہاتھ پاؤں کاٹنے کی دھمکی دی ہے تو انہوں نے نہایت زور سے کہا کہ اس سے ہم کو کچھ بھی نقصان نہیں تو شوق سے کاٹ ڈال۔ کیونکہ اب ہماری جان فکر جسم سے چھوٹ گئی ہے جو کہ واقع میں جان کنی اور سخت موجب اذیت ہے۔ اس لئے کہ اب ہم کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں بلکہ ہماری حقیقت روح ہے اور ہم بحکم الروح من امر ربی بحکم وقدرت الٰہی جیتے ہیں نہ کہ اس جسم کے ذریعہ سے ایسی حالت میں اگر جسم فنا ہو جائے تو ہم میں کچھ بھی کمی نہ آسکی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے بڑے مزہ ہیں اس شخص کے جو اپنی حقیقت پہچان لے اور اس طرح رنج و راحت دنیوی سے بے پرواہ ہو کر راحت روحانی حاصل کرے اور اس ہمیشہ رہنے والے محل میں گھر بنائے۔

صاحبو دیکھو جوز و مویز کے لئے لونڈے رویا کرتے ہیں۔ اے اہل عقل سو وہ ان کی کچھ بھی وقعت نہیں

کرتے۔ پس جو حالت عقلاً کے سامنے جوز و مویز کی ہے وہی حالت اہل دل کے سامنے جسم کی ہے۔ لہذا وہ جسم کو کوئی چیز بھی نہیں سمجھتے اور اس کے رنج و راحت کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ مگر لونڈوں کو مردوں کے برابر سمجھ نہیں ہوسکتی اس لئے محجوبین اس پر مٹے ہوئے ہیں۔

یاد رکھو کہ جو کوئی محجوب ہے وہ لونڈا ہے۔ مرد وہ ہے جو عارف ہو اور صاحب یقین اور شک کی حد سے گزر چکا ہو۔ رہی یہ بات کہ ان کی ڈاڑھی اور اعضاء تناسل ہے تو سو یہ ان کے مردی اور کمال کی دلیل نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی ڈاڑھی اور اعضاء تناسل سے مرد (صاحب کمال) ہوسکتا تو ہر بکرے کی ڈاڑھی اور بڑے بڑے خصیہ اور ذکر ہوتے ہیں۔ اس بناء پر ہر بکرا مرد (صاحب کمال) ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اس کو تم ہی مانتے ہو پس معلوم ہوا کہ مردی اور کمال ریش اور خصیوں وغیرہ سے نہیں ہے بلکہ کمال اور ہی چیز ہے اس مقام پر یہی بتلا دینا ضروری ہے کہ بنے ہوئے پیر واقعی مرد (صاحب کمال) نہیں ہیں۔ بلکہ بکرے یعنی شبیہ اہل اللہ ہیں اور بکریوں یعنی اپنے مریدوں اور معتقدوں کو قصاب یعنی شیطان کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ڈاڑھی میں کنگھی کر کے اور اپنی صورت اہل اللہ کی سی بنا کر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم پیشوا ہیں اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ضرور پیشوا ہیں اور اپنی بکریوں کو لئے جا رہے ہیں مگر رنج و تکلیف کی طرف نہ کہ راحت و آرام کی جانب۔ ارے بھلے مانس تو کیا ڈاڑھی بگھار رہا ہے۔ اسے چھوڑ اور صحیح روش اختیار کر اور تو خودی اور دعویٰ اور پریشانیوں کو چھوڑ کر فنا اور طمانیت حاصل کر۔ تو نے اپنی ڈاڑھی کو اہل اللہ کا مضحکہ بنا رکھا ہے تو اس روش تصنع کو چھوڑ اور نازمت کر کیونکہ تیرے ڈاڑھی آگئی ہے اس لئے تو ناز کے قابل نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تو ناقص ہے اس لئے مشیخیت کے قابل نہیں ہے۔ پس تو مخدومی کو چھوڑ کر خدمت اہل اللہ اختیار کر۔ تاکہ تو عشاق کے لئے بمنزلہ بوئے گل کے ہو جائے اور باغ عالم محبت کا قیمتی پیشوا اور رہنما بن جائے تو جانتا ہے کہ بوئے گل اور رہنمائے راہ حقیقت کیا چیز ہے۔ یہ تیرے مشائخانہ صورت اور مکاری کی گفتگو نہیں ہے بلکہ وہ کلام ہے جو عقل وہبی سے ناشی ہو جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ پس تو اسے حاصل کر اور صورت اور تزویر کو چھوڑ۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی وہ کلام باغ ابدی (عالم غیب یا علوم و معارف کا عجیب اور نہایت نفیس رہنما ہے۔

فرمودن شاہ با ایاز بار دیگر کہ شرح چارق و پوستین را آشکارا بگوتا خواجہ تاشانت ازاں اشارت پند گیرند کہ الدین النصیحۃ

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ حکم دینا کہ چپل اور پوستین کی تشریح کو واضح طور پر بنا تا کہ تیرے آقا شریک اس اشارے سے نصیحت حاصل کرلیں چونکہ ''دین نصیحت ہے''

سر چارق را بیاں کن اے ایاز	پیش چارق چیستت چندیں نیاز
اے ایاز! چپل کا راز بتا	چپل کے سامنے تیری اس قدر نیازمندی کیوں ہے؟
تا نیوشد سنقر و بگیار رقت	سر سر پوستین و چارقت
تاکہ سنقر اور تیرے ساتھی سن لیں	تیرے پوستین اور چپل کا راز راز

اے ایاز از تو غلامی نور یافت	نورت از پستی سوی گردوں شتافت
اے ایاز! تجھ سے غلامی نے نور حاصل کیا	تیرا نور پستی سے آسمان کی جانب دوڑ گیا
حسرت آزادگاں شد بندگی	بندگی راچوں تو دادی زندگی
غلامی آزادوں کے لئے (باعث) حسرت بن گئی	جبکہ تونے غلامی کو زندگی بخشی
مومن آں باشد کہ اندر جزرومد	کافر از ایمان او حسرت خورد
مومن وہ ہوتا ہے کہ جوار بھاٹے میں	کافر اس کے ایمان پر حسرت کرے

شرح حبیبی

اب پھر ہم قصہ ایاز کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ نے کہا کہ اے ایاز تو ان جوتیوں کے اسرار کو بیان کردے اور بتلادے کہ کیا وجہ ہے کہ تو ان جوتوں کے سامنے اتنی عاجزی کرتا ہے تاکہ سنقر اور تیرے خواجہ تاشاں تیرے پوستین اور چارق کے اسرار کو سن لیں اور اس سے سبق حاصل کریں۔

فائدہ:۔ سنقر ایک خاص غلام کا نام ہے) مگر یہاں مطلق غلام مراد ہے۔ اور بمعنی خواجہ تاش ہے واللہ اعلم) آگے بادشاہ ایاز کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ایاز تو نے غلامی کو رونق دے دے اور تیرا نور نیک نامی زمین سے آسمان تک پہنچ گیا اور جبکہ تو نے غلامی کے قالب میں روح پھونک دی ہے۔ تو اس سے غلامی کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ احرار غلامی کی تمنا کرتے ہیں۔

حکایت گبرے کہ درعہد شیخ بایزید قدس سرہ گفتندش کہ مسلمان شو وجواب او ایشان را

اس کافر کا قصہ کہ بایزید قدس سرہ کے زمانے میں لوگوں نے اس سے کہا کہ مسلمان ہوجا اور اس کا ان کو جواب دینا

بود گبرے در زمان بایزیدؒ	گفت او را یک مسلمان سعید
(حضرت) بایزیدؒ کے زمانے میں ایک کافر تھا	اس سے ایک نیک بخت مسلمان نے کہا
کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری	تا بیابی صد نجات و سروری
اگر تو اسلام لے آئے تو کیا اچھا ہو	تاکہ تو سینکڑوں نجاتیں اور سرداریاں حاصل کرلے
گفت ایں ایماں اگر ہست اے مرید	آنکہ دارد شیخ عالم بایزیدؒ
اس نے کہا اے مرید! اگر ایمان وہ ہے	جو کہ دنیا بھر کے شیخ بایزیدؒ رکھتے ہیں
من ندار طاقت آں تاب آں	کاں فزوں آمد زکوششہائے جاں
میں اس کی طاقت اس کی قوت نہیں رکھتا ہوں	کیونکہ وہ جان کی کوشش سے بالاتر ہے

گرچه در ایمان و دیں نا موقنم	لیک در ایمان او بس موقنم
اگرچہ میں (مسلمانوں کے) ایمان اور دین میں اعتقاد نہیں رکھتا ہوں	لیکن ان کے ایمان کے بارے میں میرا ایمان ہے
دارم ایماں کاں ز جملہ برترست	بس لطیف و با فروغ و با فرست
میرا ایمان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر ہیں	بہت پاکیزہ اور بارونق اور شان و شوکت والے ہیں
مومن ایمان اویم در نہاں	گرچہ مہرم ہست محکم بر دہاں
میں پوشیدہ طور پر، ان کے ایمان کا مومن ہوں	اگرچہ میرے منہ پر سخت مہر ہے
باز ایماںؑ خود گر ایمان شماست	نے بداں میلستم و نے اشتہاست
پھر اگر ایمانؑ تمہارا ایمان ہے	نہ اس کی طرف میرا جھکاؤ ہے نہ خواہش ہے
آنکہ صد میلش سوی ایماں بود	چوں شمارا دید آں فاتر شود
جس کو ایمان کی جانب سینکڑوں میلان ہوں	جب اس نے تمہیں دیکھا وہ ست پڑ گیا
زانکہ نامے بیند و معنیش نے	چوں بیاباں را مفازہ گفتنے
کیونکہ وہ (صرف) نام دیکھے گا اور اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے	جس طرح بیابان کو مفازہ کہہ دینا ہے
چوں بایمان شما او بنگرد	عشق اوز آورد ایماں بفسرد
جب وہ تمہارے ایمان کو دیکھے گا	اس کا عشق ایمان لانے میں ٹھٹھر جائے گا
ایں حکایت یادگیر اے تیز ہوش	صورتش بگزار و معنیٰ رانیوش
اے تیز ہوش! اس حکایت کو یاد کرے	اس کی صورت کو چھوڑ اور معنی کو سن لے

حکایت آں موذن زشت آواز کہ درکافرستان بانگزد برای نماز و مرد کافر او را ہدیہ ہاداد

اس بھدی آواز دے موذن کی حکایت جس نے نماز کیلئے کفرستان
میں اذان دی اور ایک کافر شخص نے اس کو بہت سے تحفے دیئے

یک موذن داشت بس آواز بد	شب ہمہ شب میدریدے حلق خود
ایک موذن کی بری آواز تھی	وہ پوری پوری رات اپنا حلق پھاڑتا تھا
خواب خوش برمرداں کردہ حرام	درصداع افتادہ ازوے خاص و عام
اس نے انسانوں پہ میٹھی نیند حرام کر دی تھی	اس کی وجہ سے عوام و خواص درد سر میں مبتلا تھے

کودکاں ترساں ازو در جامہ خواب	مرد و زن ز آواز او اندر عذاب
بچے بستروں میں اس سے ڈرتے تھے	مرد و عورت اس کی آواز سے عذاب میں تھے
مجتمع گشتند مر توزیع را	بہر دفع زحمت و تصدیع را
وہ لوگ چندہ جمع کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے	درد سر اور تکلیف کو رفع کرنے کے لئے
پس طلب کردند او را در زماں	اقچہا دادند و گفتند اے فلاں
انہوں نے اس کو فوراً طلب کیا	نقدیاں دیں، اور انہوں نے کہا اے فلاں!
ازا ذانت جملہ آسودیم ما	بس کرم کردی شب و روز اے کیا
ہم سب نے تیری اذان سے راحت پائی	اے جناب! آپ نے دن اور رات بڑا کرم کیا
چوں رسید از تو بہر یک دولتے	خواب رفت از ما کنوں ہم مدتے
چونکہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو دولت میسر آ گئی ہے	اب کچھ مدت کے لئے ہماری نیند اڑ گئی ہے
بہر آسائش زباں کوتاہ کن	در عوض ما ہمتے ہمراہ کن
آرام کی خاطر، آپ زبان بند کر لیجئے	اس کے بدلے میں باطنی توجہ فرمایئے
قافلہ می شد بکعبہ از ولہ	اقچہ بستد شد رواں با قافلہ
شدت شوق کی وجہ سے ایک قافلہ کعبہ کو روانہ ہوا	اس نے نقدی لے لی، قافلہ کیساتھ روانہ ہو گیا
شبگہے کردند اہل کارواں	منزل اندر موضع کافرستاں
قافلہ والوں نے رات کے وقت کیا	کفرستان کے مقام پر پڑاؤ
واں موذن عاشق آواز خود	درمیان کافرستان بانگ زد
اس اپنی آواز کے عاشق موذن نے	کفرستان میں اذان دی
چند گفتندش مگو بانگ نماز	کہ شود جنگ و عداوتہا دراز
بہت سے لوگوں نے اس سے کہا نماز کی اذان نہ دے	ورنہ جنگ اور لمبی دشمنیاں ہو جائیں گی
او ستیزہ کرد و بس بے احتراز	گفت در کافرستاں بانگ نماز
اس نے جھگڑا کیا اور بہت لاپروائی سے	کفرستان میں اذان دے دی
خلق خائف شد ز فتنہ عامۂ	خود بیامد کافرے با جامۂ
عام فتنے سے لوگ ڈر گئے	ایک کافر کپڑے لئے ہوئے خود آیا

شمع و حلواؤ یکے جامہ لطیف	ہدیہ آورد و بیامد چوں الیف
شمع اور حلوا اور ایک عمدہ لباس	تحفہ لایا اور دوست کی طرح آیا
پرس و پرساں کایں موذن کو کجاست	کہ صلای و بانگ او راحت فزاست
پوچھتے ہوئے کہ یہ مؤذن کہاں ہے؟	جس کی اذان کی آواز راحت بڑھانے والی ہے
ہیں چہ راحت بود زاں آواز زشت	کو فتاد از وے بنا گہ در کنشت
ہائیں، اس بھدی آواز سے کیا راحت ملی؟	جو اچانک اس سے مندر میں پہنچی
دخترے دارم لطیف و بس سنی	آرزو می بود او را مومنی
میرے ایک لڑکی ہے، پاکیزہ اور بہت خوبصورت	اس کو مومن بننے کی آرزو تھی
ہیچ ایں سودا نمیرفت از سرش	پندہامی داد چندیں کافرش
یہ جنون اس کے سر سے کبھی زائل نہیں ہوتا تھا	بہت سے کافر اس کو نصیحتیں کرتے تھے
دردل او مہر ایماں رستہ بود	ہمچو مجمر بود ایں غم من چو عود
اس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہو گئی تھی	یہ فکر انگیٹھی کی طرح اور میں اگر کی لکڑی کی طرح تھا
در عذاب و درد و اشکنجہ بدم	کہ بجنبد سلسلہ او دمبدم
میں مصیبت اور شکنجہ اور درد میں تھا	کیونکہ اس کا (یہ) سلسلہ ہر وقت حرکت میں تھا
ہیچ چارہ می ندانستم دراں	تا فرو خواند ایں مؤذن آں اذاں
میں اس کا کوئی علاج نہ سمجھ پا رہا تھا	یہاں تک کہ اس موذن نے وہ اذان دی
گفت دختر چیست ایں مکروہ بانگ	کہ بگوشم آمد ایں دو چار دانگ
لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ ڈراؤنی آواز کیسی ہے؟	جس کے دو چار ٹکڑے میرے کان میں آئے ہیں
من ہمہ عمر ایں چنیں آواز زشت	ہیچ نشنیدم دریں دیر و کنشت
میں نے تمام عمر اس طرح کی بھدی آواز	اس مندر اور بت خانہ میں کبھی نہیں سنی
خواہرش گفتہ کہ ایں بانگ اذاں	ہست اعلام و شعار مومناں
اس کی بہن نے کہا، کہ یہ اذان کی آواز	مومنوں کا اعلان اور علامت ہے
باورش نامد پرسید از دگر	آں دگر ہم گفت آرے اے قمر
اس کو یقین نہیں آیا، اس نے دوسرے سے پوچھا	دوسرے نے بھی کہا، ہاں اے چاند!

چوں یقیں گشتش رخ اوز رد شد	از مسلمانی دل او سرد شد
جب اس کو یقین ہو گیا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا	مسلمانی سے اس کا دل افسردہ ہو گیا
باز رستم من ز تشویش و عذاب	دوش خوش خفتم دراں بیخوف خواب
میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا	گذشتہ رات بغیر ڈر کی نیند خوب سویا
راحتم ایں بود از آواز او	ہدیہ آوردم بشکر آں مرد کو
مجھے اس کی آواز سے یہ راحت پہنچی	میں شکرانہ میں تحفہ لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے؟
چوں بدیدش گفت ایں ہدیہ پذیر	کہ مرا گشتی مجیر و دستگیر
جب اس نے اس کو دیکھا کہا یہ ہدیہ قبول کر لیجئے	کیونکہ آپ میرے پناہ دینے والے اور دستگیر ہیں
آنچہ کردی با من از احسان و بر	بندۂ تو گشتہ ام من مستمر
آپ نے جو احسان اور بھلائی مجھ سے کی	میں ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام ہو گیا ہوں
گر بمال و ملک و ثروت فردمے	من دہانت را پر از زر کردمے
اگر میں مال اور سلطنت اور مالداری میں منفرد ہوتا	میں سونے سے آپ کا منہ بھر دیتا
ہست ایمان شما زرق و مجاز	راہزن ہمچوں کہ آں بانگ نماز
تمہارا ایمان مکر اور مجاز ہے	اسی طرح کا ڈاکو ہے جس طرح کہ وہ اذان

رجوع بحکایت گبر با مسلمان در ایمان

ایمان کے بارے میں کافر کی مسلمان سے حکایت کی جانب رجوع

لیک از ایمان و صدق بایزیدؒ	چند حسرت در دل و جانم رسید
لیکن بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی سے	میرے دل اور جان میں بہت سی حسرتیں آگئی ہیں
ہمچو آں زن کو جماع خر بدید	گفت آوہ چیست ایں فحل فرید
اس عورت کی طرح جس نے گدھے کی جفتی دیکھی	بولی، آہ کیسا یکتا نر ہے
گر جماع این ست کاید از خراں	بر کس ما میرند ایں شوہراں
اگر جفتی یہ ہے، جو گدھے کرتے ہیں	تو یہ شوہر ہماری شرمگاہ پر ہگتے ہیں

داد جملہ داد ایماں بایزیدؒ	آفرینہا بر چنیں شیر فرید
بایزیدؒ نے ایمان کا پورا حق ادا کر دیا	ایسے یکتا شیر کو آفرین ہے
قطرۂ ز ایمانش در بحرار رود	بحر اندر قطرہ اش غرقہ شود
ان کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے	اس کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے
ہمچو آتش ذرۂ در بیشہا	کاندراں ذرہ شود بیشہ فنا
جیسا کہ آگ کا ایک ذرہ جنگلوں میں	کہ اس ذرہ میں جنگل فنا ہو جائیں
چوں خیالے دردل شہ باسپاہ	میکند در جنگ خصماں را تباہ
جیسا کہ ایک خیال لشکر والے بادشاہ کے دل میں	جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے
یک ستارہ در محمد رو نمود	تافناشد کفر ہر گبرو جہود
ایک ستارہ محمدؐ میں رونما ہوا	یہاں تک کہ ہر کافر اور منکر کا کفر فنا ہو گیا
یک ستارہ در محمد شد سطرب	تا فناشد کفر جملہ شرق و غرب
ایک ستارہ محمدؐ میں پھیلا	یہاں تک کہ مشرق و مغرب کا سارا کفر فنا ہو گیا
آنکہ ایماں یافت رفت اندراماں	کفرہائے باقیاں شد در گماں
جس نے ایمان حاصل کر لیا وہ امن میں آ گیا	بقیہ کا کفر مشکوک ہو گیا
کفر صرف اولیں بارے نماند	یا مسلمانی و یا بیمے نشاند
اب پہلوں کا سا خالص کفر نہ رہا	یا مسلمانی اور یا خوف بٹھا دیا
ایں بحیلہ آب و روغن کردنیست	ایں مثلہا کفو ذرہ نور نیست
یہ تدبیر سے پانی اور تیل ملاتا ہے	یہ مثالیں نور کے ذرے کی ہمسر نہیں ہیں
ذرہ نبود جز ز چیز مجسم	ذرہ نبود شارق یا ینقسم
ذرہ جسم بن جانے والی چیز کے علاوہ کچھ نہیں ہے	ذرۂ روشن، تقسیم نہ ہونے والا نہیں ہوتا ہے
گفتن ذرہ مرادے داں خفی	محرم دریا نہ ایں دم کفی
ذرہ کہنے کا مقصد پوشیدہ سمجھ	تو اس وقت دربار کا رازداں نہیں ہے تو جھاگ ہے
آفتاب نیر ایمان شیخ	گر نماید رخ زشرق جان شیخ
شیخ کے ایمان کا روشن سورج	اگر شیخ کی جان کی مشرق سے رونما ہو جائے

جملہ پستی گنج گیرد تاثرے	جملہ بالا خلد گردد اخضرے
تمام پست حصہ تاثیر میں تحت الثریٰ خزانہ بن جائے	تمام بالائی حصہ سرسبز جنت بن جائے
او یکے جاں دارد از نور منیر	او یکے تن دارد از خاک حقیر
وہ روشن کرنے والے نور کی ایک جان رکھتا ہے	وہ حقیر مٹی کا ایک جسم رکھتا ہے
اے عجب اینست او یا آں بگو	کہ بماند درشکال و جستجو
تعجب ہے! وہ یہ ہے یا وہ وہ ہے بتا	کیونکہ میں اشکال اور جستجو میں پڑ گیا ہوں
گروے اینست اے برادر چیست آں	پر شدہ از نور او ہفت آسماں
اگر وہ یہ ہے اے بھائی! وہ کیا ہے؟	کہ جس کے نور سے ساتوں آسمان بریز ہیں
وروے آنست ایں بدن اے دوست چیست	اے عجب زیں دو کدامین ست و کیست
اور اگر وہ وہ ہے تو اے دوست! یہ بدن کیا ہے؟	ہائے تعجب! ان دونوں میں سے وہ کون ہے اور کیا ہے؟

حکایت آں زن کہ گفت شوہر را کہ گوشت را گربہ خورد شوہر گربہ را بترازو برکشید گربہ نیم من برآمد گفت اے زن گوشت نیم من بود وافزوں اگر ایں گوشت ست گربہ کو واگر ایں گربہ ست گوشت کو

اس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت بلی کھا گئی شوہر نے بلی کو ترازو میں رکھا بلی آدھا من نکلی، شوہر نے اس سے کہا اے بیوی! گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ اگر یہ گوشت ہے تو بلی کہاں ہے اور اگر یہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

بود مردے کد خدا او راز نے	سخت طناز و پلید و رہزنے
ایک گھر والے مرد کی ایک بیوی تھی	سخت نخرے باز، اور ناپاک اور لٹیری
ہرچہ آوردے تلف کردیش زن	مرد مضطر بود اندر تن زدن
وہ جو کچھ لاتا بیوی اس کو برباد کر دیتی	شوہر چپ رہنے سے عاجز آ گیا تھا
بہر مہماں گوشت آورد آں معیل	سوی خانہ بادو صد جہد طویل
وہ بال بچوں والا، مہمان کے لئے گوشت لایا	گھر، دو سو طویل مشقتوں کے ساتھ
زن بخوردش باشراب و با کباب	مرد آمد گفت دفع ناصواب
بیوی نے اس کو شراب و کباب کے ساتھ کھا لیا	شوہر آیا، اس نے اس کو غلط جواب دیا
مرد گفتش گوشت کو مہماں رسید	پیش مہماں لوت می باید کشید
شوہر نے اس سے کہا گوشت کہاں ہے؟ مہمان آ گیا	مہمان کے سامنے لذیذ کھانا رکھنا چاہئے

گفت زن کیں گربہ خورد آں گوشت را	گوشت دیگر خر گرت باید ترا
بیوی نے کہا، یہ بلی وہ گوشت کھا گئی	اگر تجھے چاہئے اور گوشت خرید لا
گفت اے ایبک ترازو را بیار	گربہ را من برکشم اندر عیار
اس نے کہا، او نوکر! ترازو لا	میں بلی کا وزن کروں گا
برکشیدش بود گربہ نیم من	پس بگفت آں مرد کاے محتال زن
اس نے اس کو تولا، بلی آدھا من تھی	تو اس شوہر نے کہا! اے حیلہ گر عورت
گوشت بد شش اوقیہ افزوں ازاں	گربہ ہم شش اوقیہ ست اے حیلہ داں
گوشت چھ اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا	اے حیلہ باز! بلی بھی چھ اوقیہ ہے
گوشت نیمن بود افزوں یک ستیر	ہست گربہ نیم من ہم اے ستیر
گوشت نصف من سے ایک استار بڑھا ہوا تھا	اے پردہ نشین! بلی بھی نصف من ہے
ایں اگر گربہ است پس آں گوشت کو	ور بود ایں گوشت بنما گربہ تو
اگر یہ بلی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟	اور اگر یہ گوشت ہے، تو تو بلی دکھا
بایزیدؒ ار ایں بود آں روح چیست	ور وے آں روحست ایں تصویر کیست
بایزیدؒ اگر یہ ہے، وہ روح کیا ہے؟	اگر وہ، وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے؟
حیرت اندر حیرتست اے یار من	ایں نہ کار تست نے ہم کار من
اے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے	یہ نہ تیرا کام ہے نہ میرا کام ہے
ہر دو او باشد ولیک از ریع و زرع	دانہ باشد اصل واں کہ ہست فرع
وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کھیتی میں	دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے
حکمت ایں اضداد را باہم بہ بست	اے قصاب ایں گرد راں با گردتست
حکمت (خداوندی) نے ان دوضدوں کو باہم باندھ دیا ہے	اے قصائی! یہ ران کا گردہ گردن سے وابستہ ہے
روح بے قالب نتاند کار کرد	قالب بیجاں فسردہ بود و سرد
روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کر سکتی ہے	بے روح جسم، ٹھٹھرا ہوا اور ٹھنڈا ہوتا ہے
قالب بے جاں کم از خاکست دوست	روح چوں مغزست و قالب ہمچو پوست
اے دوست! بے روح جسم، مٹی سے بھی کم ہے	روح گری کی طرح ہے اور جسم چھلکے کی طرح ہے

قالب بے جاں نمی آید بکار	سعی کن جانے بدست آرا اے عیار
بے روح جسم کسی کام نہیں آتا ہے	اے کھرے! کوشش سے جان حاصل کر لے
قالبت پیدا و آنجاں بس نہاں	راست شدزیں ہردواسباب جہاں
تیرا جسم ظاہر ہے اور وہ روح بہت پوشیدہ ہے	دنیا کے کام ان دونوں سے درست ہوتے ہیں۔
خاک را برسر زنی سر نشکند	آب را بربرزنی بر نشکند
خاک کو سر پر مارے گا وہ سر کو نہ توڑے گی	تو پانی کو جسم پر مارے گا وہ جسم کو نہ توڑے گا
گر تو میخواہی کہ سر را بشکنی	آب را و خاک را برہم زنی
اگر تو چاہتا ہے سر کو پھوڑ دے	پانی اور مٹی کو آپس میں ملا لے
چوں شکستی سر رود آبش باصل	خاک سوی خاک آید روز فصل
جب تو نے سر پھوڑ دیا اس کا پانی اصل کی طرف چلا جاتا ہے	جدائی کے دن مٹی مٹی کی جانب آ جاتی ہے
حکمتے کہ بود حق را ز ازدواج	گشت حاصل از نیاز و از لجاج
باہمی ملنے میں اللہ (تعالیٰ) کی جو حکمت تھی	وہ عاجزی اور سرکشی سے حاصل ہو گئی
باشد آنگہ از دواجات دگر	لاسمع اذن ولا عین بصر
وہاں دوسرے ملاؤ ہوں گے	جن کو نہ کان سے سنا نہ آنکھ نے دیکھا
گر شنیدے اذن کے ماندے اذن	یا کجا کردے دگر ضبط سخن
اگر کان سنتا کان کب رہتا؟	یا پھر دوسری بات کہاں محفوظ رکھتا؟
گر بدیدے برف و یخ خورشید را	از یخی برداشتے امید را
اگر برف اور یخ سورج کو دیکھ لیتا	یخ پن سے امید ہٹا لیتا
آب گشتے بے عروق و بیگرہ	کہ ز لطف از باد میگشتے زرہ
بغیر رگوں اور بغیر گرہ کے پانی بن جاتا	جو ہوا کی لطافت سے زرہ (کی طرح) بن جاتا ہے
پس شدے درمان جان ہر درخت	ہر درختے از قدومش نیک بخت
پھر وہ ہر درخت کی جان کا علاج بن جاتا	اس کی آمد سے ہر درخت نیک بخت ہو جاتا
واں یخ بفسردہ در خود ماندہٗ	لا مساسے با درختاں خواندہٗ
ٹھٹھرے ہوئے عاجز یخ نے	"نہ چھو" درختوں پر پڑھ دیا ہے

لیس یالف لیس یولف جسمہٗ	لیس الا شح نفس قسمہ
اس کا جسم نہ محبت کرتا ہے نہ محبت کیا جاتا ہے	اس کا حصہ سوائے نفس کے بخل کے کچھ نہیں ہے
نیست ضائع زو شود تازہ جگر	لیک نبود پیک سلطان خضر
وہ بیکار نہیں ہے' اس سے جگر تازہ ہوتا ہے	لیکن وہ سبزی کے شہنشاہ کا قاصد نہیں ہے

شرح حبیبی

اوپر بیان تھا کہ ایاز کی غلامی پر احرار کو رشک ہوتا ہے۔ اب مولانا اس مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح ایاز حقیقی بندہ تھا۔ اور اس کا یہ نتیجہ تھا کہ احرار کو اس کی بندگی پر رشک ہوتا تھا۔ اور وہ آزادی کو چھوڑ کر غلامی چاہتے تھے۔ یوں ہی مومن اور حق سبحانہ کا عبد حقیقی وہ ہے جس کی ہر اچھی اور بری حالت میں یہ حالت ہو کہ کفار جو کہ حق سبحانہ کے نافرمان بندہ ہیں ان کو بھی ان کے ایمان اور ان کی بندگی پر رشک آئے اور ان کو اس کی آرزو ہو۔ شاید تم کہو کہ ایسا کون ہوسکتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ استبعاد صحیح نہیں کیونکہ یہ ایک واقعہ ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے زمانہ میں ایک کافر تھا اس سے کسی نیک بخت مسلمان نے کہا کہ تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم مسلمان ہو جاؤ اور اس ذریعہ سے تم نجات اخروی اور شرف عنداللہ حاصل کرو۔ اس نے جواب دیا کہ جناب اگر ایمان اور اسلام اسے کہتے ہیں جو بایزید کو حاصل ہے تو واقعی بات یہ ہے کہ اسلام اچھی چیز ہے اور مجھے مسلمان ہو جانا چاہئے لیکن میں اپنے اندر اس کی طاقت نہیں دیکھتا۔ کیونکہ وہ ہمارے مساعی سے بالاتر ہے۔ لہذا میں معذور ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ میں مسلمان نہیں لیکن مجھے ان کے ایمان کا اعتقاد ہے اور میں اس کے تصدیق رکھتا ہوں کہ اس زمانہ میں وہ سب سے فائق ہے اور نہایت پاکیزہ اور بارونق اور باشان وشوکت ہے۔ اور میں دل سے ان کے ایمان کی تصدیق کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ ان کا دین نہایت سچا ہے۔ گو تیرے منہ پر مضبوط مہر ہے اور میں زبان سے اس دین کی حقانیت کا اعتراف نہیں کرتا۔ اور اگر ایمان یہ ہے جو تم کو حاصل ہے اور جس کو تم ایمان کہتے ہیں۔ سو جناب نہ مجھے اس ایمان کی خواہش ہے اور نہ اس کی طرف رغبت۔ آپ مجھے معاف رکھئے۔

سو صاحبو ایمان اسے کہتے ہیں جس کو کافر بھی تسلیم کرلیں کہ یہ ایمان ہے اور اس کے آرزومند ہوں نہ کہ تمہارا ایمان۔ تمہارے ایمان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو ایمان کی طرف بہت کچھ میلان ہو تو تمہارے ایمان کو دیکھ کر اس کا دل بھی بجھ جائے گا اس سے کسی کو رغبت پیدا ہونا تو رکنار کیونکہ وہ تمہارے اندر صورت ایمان تو پائے گا مگر حقیقت نہ پائے گا۔ لہذا وہ اس لفظ کو بے معنی اور برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق سمجھے گا اور ایسا پائے گا جیسا کہ بیابان (مقام خالی عن فوز المرام) کو مفازہ (محل فوز) کہا جاتا ہے۔ لہذا جب وہ تمہارے ایمان پر نظر کرے گا تو اس کے ایمان لانے کے شوق کا جوش فوراً ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اب ہم تمہیں اس کے مناسب ایک حکایت سناتے ہیں۔ تم اس کو سنو اور اس کی صورت کو چھوڑ کر معنی اور مقصود کو لے لو۔

ایک مؤذن کریہہ الصوت تھا وہ رات کو تمام رات چلاتا رہتا تھا۔ اس نے لوگوں پر سونا حرام کر دیا تھا۔ اور اس کی آواز سے تمام لوگوں کے سر میں درد رہنے لگا تھا۔ بچوں کی یہ حالت تھی کہ رات کو بستر پر پڑے ہوئے ڈرتے تھے اور مرد اور عورتیں سب اس کے ہاتھوں مصیبت میں تھیں۔ آخر وہ لوگ چندہ کے لئے اکٹھے ہوئے۔ تا کہ اس زحمت اور دردسری کو دور کیا جائے اور انہوں نے چندہ کر لیا۔ جب ایک معقول رقم اکٹھی ہوگئی تو انہوں نے اس موذن کو بلایا اور اس کو وہ روپے دیدے اور کہا کہ جناب آپ کی اذان سے ہم سیر ہو گئے ہیں۔ آپ نے رات دن ہم پر بہت کرم کیا ہے۔ پس جبکہ آپ کی جانب سے ہم سب کو یہ دولت ملی ہے کہ ہماری نیند جاتی رہی۔ تو اب گزارش ہے کہ آپ براہ مہربانی کچھ دنوں کے لئے زبان کو بند رکھئے۔ تا کہ ہم کو کسی قدر راحت نصیب ہو اور اس کے عوض میں ہم سے یہ روپے لیجئے۔ اور ہمارے لئے یہ دعا کرتے رہئے۔ یہ سن کر اس نے روپے لے لئے اور خاموش ہو رہا۔ اتفاقاً ایک قافلہ حج کے لئے کعبہ کو جا رہا تھا وہ بھی اس قافلہ کے ہمراہ چل دیا۔ رات کے وقت اس قافلہ نے کافروں کے ایک شہر میں قیام کیا۔ اس موذن نے جو کہ اپنی آواز کا عاشق تھا وہاں اذان دینی شروع کی لوگوں نے اس سے بہت کچھ کہا کہ میاں یہاں اذان نہ کہو خواہ مخواہ جنگ و جدل برپا ہو جائے گی اور طول طویل دشمنی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا یہ سن کر وہ لڑنے لگا اور بے کھٹکے اذان کہہ دی۔ لوگوں کو ڈر ہوا کہ مبادا کوئی فتنہ برپا ہو لیکن شور و شر کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ ایک کافر کپڑے وغیرہ لئے ہوئے آیا وہ شمع اور کچھ شیرینی اور کچھ عمدہ کپڑے ہدیتہ لے کر دوستانہ پوچھتا ہوا آیا کو صاحبو ذرا یہ بتلا دو کہ وہ موذن کہاں ہے جس کی آواز سے ہمیں بے حد راحت پہنچی۔ لوگوں نے تعجب سے کہا کہ جناب اس بھدی آواز سے کون سی راحت ہوگی۔ جو اس بت خانہ میں پہنچی ہوگی۔ یعنی نہ تو اس کی آواز ہی اچھی ہے جس سے کسی کو راحت ہو اور نہ یہاں کے لوگ ہی ایسے ہیں جن کو اللہ کے نام سے راحت ہو۔ پھر وہ کیا راحت ہے جو تم کو پہنچی اس نے جواب دیا کہ میرے ایک لڑکی ہے جو نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی ہے۔ اس کو مسلمان ہونے کی خواہش تھی اور یہ خیال کسی طرح اس کے دل سے نہ نکلتا تھا۔ لوگ اس کو بہت کچھ سمجھاتے تھے مگر وہ کسی طرح نہ مانتی تھی کیونکہ اس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہو چکی تھی اس کا مجھے نہایت رنج تھا اور یہ غم گویا کہ میرے لئے انگیٹھی تھا اور میں اس کے لئے عود۔ پس میں بہت کچھ تکلیف اور مصیبت میں تھا کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ اس کے خیالات میں یوماً فیوماً ترقی ہوتی جاتی ہے اور مجھے اس کی کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی۔ تا آنکہ اس مؤذن نے اذان کہی اس کو اس لڑکی نے سنا۔ اور کہا کہ یہ مکروہ آواز کیسی ہے جس کی کچھ بھنک میرے کانوں میں پڑی ہے۔ میں نے تو تمام عمر ایسی مکروہ آواز اپنے بت خانہ میں نہیں سنی۔ اس کی بہن نے کہا کہ یہ اذان کی آواز مسلمانوں کے دین کا طریقہ ہے اور اس سے وہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع کرتے ہیں۔ اس کو اس کہنے کا یقین نہ آیا۔ اس لئے اس نے کسی اور سے پوچھا اس نے کہا میرے چاند یہ بات بالکل ٹھیک ہے جب کہ اس کو یقین ہو گیا تو اس کا چہرہ زرد ہو گیا اور اسلام کی طرف سے اس کا دل سرد ہو گیا۔ اس طرح مجھے اس پریشانی اور تکلیف سے نجات ہوئی اور رات میں خوب چین سے سویا۔ یہ وہ راحت تھی جو مجھے اس کی آواز سے پہنچی اور اس لئے میں اس کے لئے ہدیہ لایا ہوں تم بتاؤ کہ وہ کہاں ہے آخر کار لوگوں نے اسے بتلا دیا ہے کہ وہ حضرت یہ ہیں۔

جب اس نے اسے دیکھا تو کہا کہ جناب یہ ہدیہ قبول فرمایئے کیونکہ آپ نے مجھے اس غم سے پناہ دی ہے اور اس مصیبت میں میری دستگیری فرمائی ہے۔ آپ نے جو مجھ پر احسان اور میرے ساتھ سلوک کیا ہے اس سے میں ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام ہو گیا ہوں۔ اگر میں مال اور ملک اور دولت میں یکتا ہوتا تو تمہارا منہ اشرفیوں سے بھر دیتا۔ مگر کیا کیجئے کہ غریب

ہوں اوراس لئے اس سے زیادہ خدمت نہیں کرسکتا۔ پس صاحبو جس طرح اس مؤذن کی اذان کی آواز اس لڑکی کے لئے راہزن ہوگئی تھی یوں ہی تمہارا ایمان بھی کفار کے لئے راہزن ہے کیونکہ وہ ایک دھوکا اور مجازاً ایمان ہے نہ کہ اصلی اور حقیقی۔

خیر تو اس کافر نے کہا کہ مجھے تمہارے ایمان کی طرف تو میلان نہیں ہے ہاں بایزیدؒ کے ایمان اور ان کی سچائی سے میرے دل وجان میں یہ آرزو ہے کہ ایسا ایمان مجھے حاصل ہو جائے اس کافر کا یہ کہنا اس عورت کے مقولہ کے مشابہ تھا جس نے گدھے کو جماع کرتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا کہ ارے واہ کیا کہنا ہے اس یکتا نرکا۔ اگر جماع یہ ہے جو گدھے کرتے ہیں تو میں کہتی ہوں کہ ہمارے شوہر ہم سے جماع نہیں کرتے بلکہ ہمارے فرج پر ہگتے ہیں۔

القصہ میں کہتا ہوں کہ بایزید نے ایمان کا کماحقہ حق ادا کر دیا۔ شاباش ہے اس یکتا شیر خدا کو۔ ان کے ایمان کا اگر ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر اس قطرہ میں غرق ہو جائے۔ جیسے کہ آگ کی ایک چنگاری بن میں جا پڑتی ہے تو سارا بن بھسم ہو جاتا ہے۔ یا جیسا کہ بادشاہ یا فوج کے دل میں ایک خیال آتا ہے تو وہ خیال جنگ میں دشمنوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

دیکھو آفتاب ایمان کا ایک ستارہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر رونما ہوا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام کفار کا کفر فنا ہو گیا۔

فائدہ:۔ اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ایمان نعوذ باللہ کامل نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدم کمال سے کیا مراد ہے آیا یہ کہ دوسری مخلوق انسان یا جنات یا ملائکہ سے کم تھا۔ تو یہ مضمون نہ اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے نہ واقع میں ایسا تھا۔ بلکہ آپ کا ایمان تمام مخلوق کے ایمان سے اکمل تھا۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ گو آپ کا نور ایمان تمام مخلوق کے نور ایمان سے بڑھا ہوا تھا مگر وہ کل نور ایمان کا قلیل حصہ تھا تو اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ نور ایمان کے مراتب غیر متناہی ہیں اور جو نور آپ کو حاصل تھا وہ اس کا ایک خاص مرتبہ تھا جس سے اوپر مراتب غیر متناہیہ ہیں۔

اور اس آفتاب کا ایک ستارہ جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں واقع ہوا تھا اتنا بڑھا تھا جس سے تمام مشرق اور مغرب کی ظلمت کفر فنا ہو گئی تھی کیونکہ جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے ان کا کفر تو فنا ہی ہو گیا تھا اور وہ تو اس سے مامون ہی ہو گئے تھے رہ گئے اور لوگ سو ان کے کفر بھی تذبذب میں آ گئے تھے کیونکہ کم سے کم حقیت اسلام کا شبہ تو ہر ایک کو پیدا ہو ہی گیا تھا۔

الغرض وہ پہلا کفر محض باقی نہ رہا تھا۔ بلکہ اس کی جگہ یا اسلام آ گیا تھا یا یہ کھٹکا کہ شاید اسلام ہی حق ہو جائے گیر ہو گیا تھا۔ ہماری تشبیہات سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ نور ایمان کی مثلیں ہیں۔ نہیں بلکہ تمثیلات اور تشبیہات ہیں اور محض تقریب فہم کے لئے یہ تکلف کیا گیا ہے اور کبھی اس کو آگ سے تشبیہ دی گئی ہے کبھی پانی سے اور کبھی خیال سے اور کبھی آفتاب اور ستارہ سے یہ اشیاء نور ایمان کے تو کیا برابر ہوتیں یہ تو اس کے ذرہ کے برابر بھی نہیں۔

اور ہم نے جو اس کے لئے ذرہ قرار دیا ہے یہ بھی محض تقریب فہم کے لئے ہے ورنہ ذرہ تو جسم کے لئے ہوتا ہے جو کہ قابل انقسام ہے۔ اور ناقابل انقسام شے کے لئے ذرہ نہیں ہو سکتا۔ اور نور ایمان ناقابل انقسام ہے تو اس کے

لئے ذرہ نہیں ہوسکتا۔ پس ذرہ نور ایمان سے ہمارے مراد اس کا ایک ضعیف اور خفی مرتبہ ہے مگر تو مچھلیوں کی طرح بحر معرفت کا محرم راز نہیں بلکہ اس کے لئے بمنزلہ خس وخاشاک کے ہے اس لئے ان تمثیلات کی ضرورت پڑتی ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب ہم پھر حالت شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا ایمان اتنا کامل ہے کہ اگر وہ آفتاب روشن (ایمان شیخ) مشرق جان شیخ سے طالع ہو اور عالم پر اپنا اثر ڈالے تو تمام عالم سفلی کے تحت الثریٰ تک گنج معرفت سے مملو ہو جائے اور تمام علوم علوی معارف کی ایک سرسبز جنت بن جائے۔ اس کے اندر دو چیزیں ہیں۔ ایک نور روشن کی بنی ہوئی روح اور ایک ناچیز مٹی کا بنا ہوا جسم۔

میں شیخ کی تعریف کرتا ہوں مگر میں حیران ہوں کہ بایزید کون ہے آیا روح یا جسم۔ اور میں اس اشکال اور اس کے حل کی فکر میں پڑ گیا ہوں۔ اچھا تم بتلاؤ کہ بایزید کون ہے اگر وہ جسم ہے تو پھر روح کیا چیز ہے جس کے نور نے ہفت آسمان کو پر کر دیا ہے اور اگر وہ روح ہے تو پھر جسم کیا ہے۔

غرضکہ میں حیران ہوں کہ ان دونوں میں سے بایزید کون ہے اور یہ میرا سوال ایسا ہے جیسا ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کی شادی ہو چکی تھی اور اس کی بیوی نہایت نخرہ باز اور گندی اور غارت گر تھی۔ چنانچہ وہ جو کچھ لاتا وہ اسے ضائع کر دیتی تھی اور وہ شخص مجبوراً خاموش ہو جاتا تھا۔ اتفاقاً وہ عیالدار شخص ایک مہمان کے لئے بڑی کوشش سے گھر میں گوشت لایا اور کہا کہ اسے پکا دینا عورت نے اسے شراب وکباب میں اڑا دیا۔ جب مرد آیا اور گوشت مانگا تو اس نے ایک غلط جواب دے دیا۔ یعنی جب اس نے کہا کہ مہمان آ گیا ہے لاؤ وہ گوشت کہاں ہے کیونکہ اب ضرورت ہے کہ مہمان کے سامنے کھانا لے جایا جائے تو عورت نے ایک بلی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ گوشت تو یہ بلی کھا گئی اگر ضرورت ہو تو اور گوشت لے آؤ۔ اس نے غلام کو حکم دیا کہ ذرا ترازو لانا۔ میں بلی کو تولوں وہ ترازو لے آیا اور بلی کو تولا۔ تو بلی آدھ سیر کی اتری۔ اس پر اس نے کہا کہ اے مکار عورت گوشت چھ اوقیہ سے بلکہ اس سے زیادہ تھا اور بلی صرف چھ اوقیہ ہے اور گوشت ایک استار اوپر آدھ سیر تھا۔ اور بلی صرف آدھ سیر ہے اب اگر یہ بلی ہے تو بتلا گوشت کہاں ہے اور اگر یہ گوشت ہے تو بلی دکھا کہاں ہے۔ پس میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر بایزید جسم ہے تو بتلاؤ روح کیا ہے اور اگر بایزید روح ہے تو یہ پیکر جسمانی کون ہے۔

غرضکہ یہ سخت حیرت کا مقام ہے اور اس عقدہ کو حل کرنا نہ تمہارا کام ہے نہ میرا کام۔ بلکہ یہ کام حق سبحانہ کا ہے جو کہ حقائق اشیاء کو جانتے ہیں پورے طور پر تو اس کو وہی حل کر سکتے ہیں مگر جس قدر بھی علم عطا کیا گیا ہے اس کے موافق میں بھی کچھ کہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میرے نزدیک بایزید دونوں کا مجموعہ ہے مگر فرق اتنا ہے کہ روح جزو مقصود ہے اور جسم جزو غیر مقصود۔ جیسا کہ پیداوار اور کھیتی میں دانہ مقصود ہوتا ہے اور بھوسہ تابع۔ رہی یہ بات کہ روح اور جسم اپنے صفات کے لحاظ سے متضاد ہیں تو ان کو یکجا کیوں کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اجتماع میں ایک خاص حکمت ہے اور وہ حکمت ان کے تعلق باہمی کو مقتضی ہوئی ہے۔

شرح اس حکمت کی یہ ہے کہ روح بدون جسم کے کام نہیں کر سکتی اور جسم بے جان کے جماد محض ہے۔ پس ضرور ہوا کہ ان دونوں کو یکجا جمع کیا جائے تاکہ اعمال کا وجود ہو سکے اور امتحان متصور ہو۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں کہ دیکھو قالب بے جان مٹی سے بھی بدتر ہے اور روح اس کے لئے بمنزلہ مغز کے ہے اور وہ بمنزلہ پوست کے۔ اور جس جسم میں جان نہ ہو وہ کسی کام کا ہی نہیں۔ پس تم کوشش کر کے جان حاصل کرو۔

فائدہ:۔ مقصود یہ ہے کہ تمہاری جان غلبہ صفات جسمانیہ ونفسانیہ کے سبب حکم میں جسم کے ہو گئے ہے اس لئے اب تم بمنزلہ جسم کی جان کے ہو۔ پس تم اوصاف جسمانیہ کو مغلوب کر کے صفات روحانیہ کو غالب کر دو تا کہ تم جاندار اور زندہ کہلا سکو۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو کہ حق سبحانہ نے باقتضاء حکمت تمہارے اندر روح اور جسم دونوں کو جمع کر دیا ہے اور جسم تمہارا ظاہر ہے مگر روح نہایت مخفی اس سے دین ودنیا کے کام درست ہو گئے اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پھر یہ کام نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ نہ ان کاموں کا سرانجام صرف روح سے ہو سکتا ہے نہ صرف جسم سے اس لئے روح اور جسم کی ایسی مثال ہے جیسے پانی اور مٹی کی۔ کہ اگر تم صرف خاک کو سر پر مارو تو اس سے سر نہ پھوٹے گا اور اگر صرف پانی کو پہلو پر مارو تو اس سے پہلو نہ ٹوٹے گا۔ بلکہ اگر تم سر کو پھوڑنا چاہتے ہو تو پانی اور مٹی کو ملا لو۔ اس سے سر ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر تم چاہو کہ کام کر دو تو یہ نہ صرف روح سے ہو سکتا ہے نہ صرف جسم سے۔ بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے دونوں کے ملانے کی۔ تا کہ اعمال متصور ہو سکیں۔

اب سنو کہ جب تم پانی اور مٹی کو ملا کر سر پھوڑ دو گے تو اس وقت اس کے اجزاء جدا جدا ہو جائیں گے اور پانی اپنے کرہ میں چلا جائے گا اور مٹی اپنے کرہ میں پہنچ جائے گی۔ یوں ہی جب اعمال مقدرہ ختم ہو جائیں گے اس وقت روح اور جسم میں افتراق ہو جائے گا اور ان میں سے ہر ایک اپنے مسکن کی طرف لوٹ جائے گا کیونکہ جو حکمت حق سبحانہ کے ملاپ میں تھی وہ حاصل ہو گئی ہیں اور جس کو طاعت اور معمولی منافع لوگوں کو پہنچتے ہیں اس لئے بیکار ان کا وجود بھی نہیں ہے۔

اے ایاز استارۂ تو بس بلند	نیست ہر برجے عبورش را پسند
اے ایاز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے	ہر برج اس کے عبور کا پسندیدہ نہیں ہے
ہر وفا را کے پسند و ہمتت	ہر صفارا کے گزیند صفوتت
تیری ہمت ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے؟	تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کرتی ہے؟

شرح حبیبی

یہ اشعار حسرت آزادگاں شد بندگی الخ سے مرتبط ہیں جو کہ بذیل سرخی فرمودن شاہ با ایاز۔ بار دیگر الخ واقع ہے اور تتمہ ہے تعریف محمود کا۔ اور حل اشعار یہ ہے کہ ایاز تیرا ستارہ بہت بلند ہے جو اپنے عبور کے لئے ہر برج کو پسند نہیں کرتا یعنی تو اور لوگوں سے بہت ممتاز ہے اور تیرا طالع ان ستاروں میں سے کوئی ستارہ نہیں ہے جو اوروں کے لئے طالع ہیں بلکہ وہ ان سے بہت اونچا ہے اور وہ ایسے ویسے برجوں میں گزرنا بھی پسند نہیں۔ بلکہ اس کے عبور کے لئے کوئی اور بھی برج ہیں جو بروج متعارفہ سے جداگانہ ہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ تو اپنے اوصاف خلقیہ وخلفیہ میں دوسرے لوگوں سے نہایت ممتاز ہے اس لئے کہ گویا کہ تیرا طالع ولادت ہی کچھ اور ہے اور وہ نہیں ہے جو اوروں کا ہوتا ہے) تیری ہمت عالی ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے اور تیرا انتخاب ہر صفا کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے خاص وفا اور خاص صفا کی ضرورت ہے اور تیری مثال ایسی ہے جیسے اس زاہد کی جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ جس میں شراب حلال تھی لیکن وہ باوجود حکمت کے شراب خواری کو پسند نہ کرتا تھا۔ قصہ اس کا حسب ذیل ہے۔

حکایت آں امیر کہ غلام را گفت مے بیار غلام رفت وسبوئے مے آورد درراہ زاہدے بود امر معروف کرد سنگے بزد وسبورا بشکست امیر بشنید قصد ہلاک وگوشمال زاہد کرد زاہد گریخت ایں قضیہ درعہد عیسیٰ علیہ السلام بود کہ ہنوز مے حرام نشدہ بود لیکن زاہد تقذرے میکرد واز لذت وتنعم منع می کرد

اس امیر کی حکایت جس نے غلام سے کہا شراب لے آ غلام گیا اور شراب کی ٹھلیا لا رہا تھا راستہ میں ایک زاہد تھا جس نے بھلائی کا حکم کیا' پتھر مارا اور ٹھلیا کو توڑ دیا' امیر نے سنا زاہد کو ہلاک کرنے اور سزا دینے کا ارادہ کیا زاہد بھاگ گیا' یہ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی' لیکن زاہد گھن کرتا تھا اور مزے اڑانے اور عیش پرستی سے روکتا تھا

بود امیرے خوشدلے مے بارۂ	کہف ہر مخمور ہر بیچارۂ
ایک امیر خوش دل' شراب دوست تھا	ہر شرابی اور ہر بے کس کا سہارا تھا
مشفقے مسکیں نوازے عادلے	مکرمے زر بخشے و دریا دلے
مہربان' غریب پرور' منصف تھا	سخی' سونا عطا کرنے والا اور دریا دل تھا
شاہ مردان و امیر المومنیں	راہ بان و راز دان و دوربیں
بہادروں کا شاہ' مومنوں کا امیر تھا	راستہ کا محافظ اور راز سے واقف اور دور بین تھا
دور عیسیٰ بود و ایام مسیحؑ	خلق دلدار و کم آزار و ملیح
(حضرت) عیسیٰ کا دور تھا اور (حضرت) عیسیٰ کا زمانہ تھا	لوگ دلدار اور نہ ستانے والے اور خوش مزاج تھے
آمدش مہماں بناگاہاں شبے	ہم امیر جنس او خوش مذہبے
ایک رات اچانک اس کے پاس مہمان آیا	جو اس ہی جیسا حاکم اور دیندار تھا
بادہ میبالیست شاں در نظم حال	بادہ بود آنوقت ماذون و حلال
ان کو حالت کی باقاعدگی کے لئے شراب درکار تھی	اس وقت شراب جائز اور حلال تھی
بادہ شاں کم بود و گفتا اے غلام	روسبو پر کن بما آور مدام
ان کی شراب کم تھی اور اس نے کہا اے غلام!	جا ٹھلیا بھر' ہمارے پاس شراب لے آ
از فلاں راہب کہ دارد خمر خاص	تاز خاص و عام یابد جاں خلاص
فلاں راہب کے پاس سے' کیونکہ وہ مخصوص شراب رکھتا ہے	تاکہ عوام و خواص سے جان کو چھٹکارا حاصل ہو

جرعہ زاں جام راہب آں کند	کہ ہزاراں جرۂ و خماں کند
اس راہب کے جام کا ایک گھونٹ وہ کرتا ہے	جو ہزاروں ٹھلیاں اور مٹکے کرتے ہیں
اندراں مے مایۂ پنہانی ست	آنچناں کاندر عبا سلطانی ست
اس شراب میں ایک سرمایہ پوشیدہ ہے	جس طرح چوغہ میں شہنشاہی ہے
تو بدلق پارہ پارہ کم نگر	کہ سیہ کردند از بیروں زر
تو پھٹی پرانی گدڑی کو نہ دیکھ	کیونکہ اوپر سے سونے کو کالا کر دیا ہے
از برای چشم بد مردود شد	وز بروں آں لعل دود آلود شد
بدنظری کی وجہ سے وہ ناپسند بنا ہے	اور باہر سے وہ لعل دھوئیں سے آلودہ ہے
گنج و گوہر کے میان خانہاست	گنجہا پیوستہ در ویرانہاست
خزانہ اور گوہر گھروں میں کہاں ہے؟	خزانے ویرانوں سے وابستہ ہیں
گنج آدمؑ چوں بویراں بد دفیں	گشت طینش چشم بند آں لعیں
(حضرت) آدمؑ کا خزانہ چونکہ ویرانہ میں دفن تھا	اس کی مٹی اس لعین کی آنکھ کا پردہ بن گئی
او نظر میکرد در طین سست سست	جاں ہمی گفتش کہ طینم سد تست
وہ مٹی کو حقارت سے دیکھتا تھا	روح اس سے کہتی تھی کہ میری مٹی تیری روک ہے
دو سبو بستد غلام و خوش دوید	در زماں در دیر رہباناں رسید
غلام نے دو ٹھلیاں لیں اور تیز دوڑا	فوراً راہبوں کے گرجا گھر میں پہنچ گیا
زر بداد و بادۂ چوں زر خرید	سنگ داد و در عوض گوہر خرید
سونا دیا اور سونے جیسی شراب خرید لی	پتھر دیا اور بدلے میں گوہر خرید لیا
بادۂ کاں برسر شاہاں جہد	تاج زر برتارک ساقی نہد
وہ شراب جو بادشاہوں کے سر میں اثر کرتی ہے	ساقی کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتی ہے
فتنہا و شورہا انگیختہ	بندگان و خسرواں آمیختہ
فتنے اور شور برانگیختہ کر دیتی ہے	غلاموں اور شاہوں کو ملا دیتی ہے
استخوانہا رفتہ جملہ جاں شدہ	تخت و تختہ آں زماں یکساں شدہ
ہڈیاں ختم ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بن جاتا ہے	اس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

وقت ہشیاری چو آب و روغن اند	وقت مستی ہمچو جاں اندر تن اند
(انسان) ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں	مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں
چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم	ہیچ سبقے نے درایشاں فرق ہم
جیسا کہ ہریسہ' گوشت اور گیہوں باہمی غرق ہیں	ان میں کوئی دوڑ نہیں' نہ ان میں باہمی فرق ہے
چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست	نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست
جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے	کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہو گیا ہو
ایں چنیں بادہ ہمی برد آں غلام	سوی قصر آں امیر نیک نام
وہ غلام اس طرح کی شراب لے جا رہا تھا	نیک نام امیر کے محل کی جانب
پیش آمد زاہدے غم دیدۂ	خشک مغزے در بلا پیچیدۂ
ایک غموں کا مارا زاہد' سامنے آ گیا	جس کا دماغ خشک ہوگیا تھا' مصیبت میں پھنسا ہوا تھا
تن ز آتشہای دل بگداختہ	خانہ از غیر خدا پرداختہ
جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا	اس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر لیا تھا
گوشمال محنت بے زینہار	داغہا بر داغہا چندیں ہزار
بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے	داغوں پر داغ کئی ہزار تھے
دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد	روز و شب چفسید او بر اجتہاد
وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اٹھاتا تھا	وہ دن رات مجاہدے سے چمٹا ہوا تھا
سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ	صبر و حلمش نیم شب بگریختہ
سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا	اس کا صبر اور بردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی
دید در شب یک غلام نیک پے	در شتابش اوز میں میکرد طے
اس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا	وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا
گفت زاہد در سبوہا چیست آں	گفت بادہ گفت آن کیست آں
زاہد نے کہا ٹھلیوں میں کیا ہے؟	اس نے کہا شراب' اس نے کہا کس کی ہے؟
گفت ایں آن فلاں میر اجل	گفت طالب را چنیں باشد عمل
اس نے کہا یہ بڑے سردار کی ملکیت ہے	اس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے

طالب یزداں و آنگہ عیش و نوش	بادۂ شیطان و آنگہ تیز ہوش
خدا کا طلبگار اور پھر عیش اور پینا	شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی؟
ہوش تو بے مے چنیں پژمردہ است	ہوشہا باید براں ہوش تو بست
تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مرجھایا ہوا ہے	تیرے ہوش سے بہت سے ہوش وابستہ کرنے چاہئیں
تاچہ باشد ہوش تو ہنگام سکر	اے چو مرغے گشتہ صید دام سکر
پھر نشہ کے وقت تجھے ہوش کہاں ہو گا؟	اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشہ کے جال میں ہے

حکایت ضیائے بلخ کہ دراز بالا بوڈ و برادرش شیخ الاسلام تاج بلخ بغایت کوتاہ بالا بوڈ وایں شیخ الاسلام از برادرش ننگ داشت' روزے ضیا درآمد بدرس اوُ و ہمہ صدور بلخ حاضر بودند بدرس او ضیا خدمتے کرد و بگذشت شیخ الاسلام نیم قیام کرد سرسری ضیا گفت آرے سخت درازی پارۂ دردزداز خود

ضیاء بلخ کا قصہ جو دراز قد تھے اور ان کے بھائی شیخ الاسلام تاج بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے۔ اور یہ شیخ الاسلام اپنے بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا ان کے درس میں پہنچ گئے اور بلخ کے تمام صدر ان کے درس میں حاضر تھے' ضیا نے حاضری دی اور چلدیئے شیخ الاسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہو گئے ضیا نے کہا بیشک آپ بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک حصہ چرالیا

آں ضیائے بلخ خوش الہام بود	دا در آں تاج شیخ الاسلام بود
ضیا بلخی خوش طبع تھے	تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے
از برای علم خلقے پیش او	گشتہ دائم در ملازم درس جو
علم کی وجہ سے لوگ ان کے سامنے	ہمیشہ رہتے تھے' صحبت میں درس کے طالب
تاج شیخ الاسلام دارالملک بلخ	بود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ
دارالخلافہ کے شیخ الاسلام تاج	پست. قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے
گرچہ فاضل بود و فحل و ذوفنوں	ایں ضیا اندر ظرافت بد فزوں
اگرچہ فاضل تھے اور یکتا اور فنون والے	یہ ضیاء مذاق میں بڑھے ہوئے تھے
او بسے کوتہ ضیا بے حد دراز	بود شیخ اسلام را صد کبر و ناز
وہ بہت ٹھگنے' ضیاء بہت لمبے	شیخ الاسلام میں سینکڑوں تکبر اور ناز تھے

زیں برادر عار و ننگش آمدے	آں ضیا ہم واعظے بد باہدے
ان بھائی سے، ان کو عار اور ذلت آتی	وہ ضیاء بھی باہدایت واعظ تھے
روز محفل اندر آمد آں ضیا	بارگہ پر قاضیان واصفیا
مجلس کے دن ضیاء اندر آئے	دربار قاضیوں اور منتخب لوگوں سے بھرا ہوا تھا
کرد شیخ اسلام از کبر تمام	ایں برادر را چنیں نصف القیام
شیخ الاسلام نے پورے غرور سے کیا	اس بھائی کے لئے، ایسے ہی آدھا قیام
پس ضیا چوں دید کبر اندر سرش	انفعالے داد حالے در خورش
جب ضیا نے ان کے سر میں غرور دیکھا	ان کے مناسب فوراً ان کو شرمندہ کیا
گفت آرے بس درازی بہر مزد	اند کے زاں قد سروت ہم بدزد
انہوں نے کہا، جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں مزدوری کے لئے	اپنے سرو جیسے قد سے بھی تھوڑا سا چرا لیا

رجوع بحکایت زاہد با غلام امیر

امیر کے غلام کے ساتھ زاہد کی حکایت کی طرف واپسی

پس ترا خود ہوش کو و عقل کو	تا خوری مے اے تو دانش را عدو
پھر تجھے خود ہوش کہاں اور عقل کہاں ہے؟	تاکہ تو شراب پئے، اے عقل کے دشمن؟
روت بس زیباست نیلی ہم بکش	ضحکہ باشد نیل بر روی حبش
تیرا چہرہ بہت حسین ہے، نیل بھی لگا لے	حبشی کے چہرے پر نیل مذاق ہوتا ہے
درتو نورے کے درآمد اے غوی	تا تو مے نوشی و ظلمت جو شوی
اے گمراہ! تیرے اندر نور ہی کب آیا ہے؟	کہ تو شراب پئے اور ظلمت کا طالب بن جائے
سایہ در روز ست جستن قاعدہ	در شب ابرے تو سایہ جو شدہ
سایہ تلاش کرنے کا قاعدہ دن میں ہے	تو ابر والی رات میں سایہ کا طالب بنا ہے
گر حلال آمد پئے قوت عوام	طالبان دوست را آمد حرام
اگر وہ (شراب) عوام کی خوراک کے لئے حلال ہے	دوست کے طلبگاروں کے لئے حرام ہے
عاشقاں را بادہ خون دل بود	چشم شاں بر راہ و بر منزل بود
عاشقوں کی شراب، خون دل ہوتا ہے	ان کی نگاہ، راہ اور منزل پر رہتی ہے

در چنیں راہ و بیابان مخوف	اے قلاو وز خرد باصد کسوف
ایسے راستے اور خوفناک جنگل میں	(اور) اے عقل کے رہنما سینکڑوں گہن میں
خاک در چشم قلاو وزاں زنی	کارواں را ہالک و گمرہ کنی
تو رہنماؤں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے	قافلہ کو تباہ اور گمراہ کرتا ہے
نان جو حقا حرام ست و فسوس	نفس را در پیش نہ نان سبوس
جو کی روٹی (بھی) حرام اور (باعث) افسوس ہے	نفس کے سامنے بھوسی کی روٹی رکھ
دشمن راہ خدا را خوار دار	دزد را منبر منہ بردار دار
اللہ (تعالیٰ) کے راستہ کے دشمن کو ذلیل کر	چور کے لئے منبر نہ بچھا' سولی پر چڑھا
دزد را تو دست بریدن پسند	از بریدن عاجزی دستش بہ بند
تو چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کو پسند کر	(اگر) تو کاٹنے سے عاجز ہے' اس کے ہاتھ باندھ دے
گرنہ بندی دست او دست تو بست	گر تو پایش نشکنی پایت شکست
اگر تو اس کے ہاتھ نہ باندھے گا وہ تیرے ہاتھ باندھ دے گا	اگر تو اس کا پاؤں نہ توڑے گا وہ تیرا پاؤں توڑ دے گا
تو عدو را مے دہی و نیشکر	بہر چہ گو زہر نوش و خاک خور
تو دشمن کو شراب اور گنا دیتا ہے	کس لئے؟ کہہ دے زہر پیئے اور خاک پھانکے
زد ز غیرت بر سبو سنگ و شکست	او سبو انداخت از زاہد بجست
اس نے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا اور توڑ دیا	اس (غلام) نے (دوسری) ٹھلیا پھینک دی (اور) زاہد سے بھاگ گیا

شرح حبیبی

ایک امیر تھا جو کہ خوش دل اور شراب دوست اور مستوں اور عاجزوں کی جائے پناہ اور مشفق اور غریب نواز اور منصف اور صاحب کرم اور لوگوں کو مال دینے والا اور دریا دل اور بڑا مرد اور مسلمانوں کا حاکم اور رہنما اور واقف اسرار اور دور بین تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا جو کہ مخلوق کی دل داری کرنے والا اور کسی کو دکھ نہ دینے والے اور پسندیدہ شخص تھے۔

اتفاق سے ایک رات اس کے یہاں ایک صاحب مہمان ہوئے جو کہ امیر اور اس کے ہم جنس اور اچھے مسلک کے آدمی تھے۔ ان صاحبوں کو درستی حالت کے لئے شراب سجانہ کرنی تھی وہ طاعت کر چکا ہے اور جس کو مخالفت کرنی تھی وہ مخالفت کر چکا ہے غرضکہ یہ ترکیب تو ختم ہوئی اس کے بعد روح کو عقوبات اور انعامات الٰہیہ کے ساتھ اور بہت سے اتصاف ہونگے جن کو نہ کسی کان والے نے سنا ہے اور نہ کسی آنکھ والے نے دیکھا ہے جبکہ وہ ہنوز کتم غیب میں مستور ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی کان والا یعنی غافل ان کو یوں سن

لیتا جیسا کہ سننے کا حق ہے تو وہ کان والا یعنی غافل ہی نہ رہتا۔ نیز اس وقت وہ فرط اشتغال آخرت کے سبب کوئی لایعنی بات ہی نہ سن سکتا۔ اس لئے کہ ان امور کیا ایسی مثال ہے جیسے خورشید اور کان والے یعنی غافل کی ایسی مثال ہے جیسے برف۔ پس اگر یہ برف (کان والا) آفتاب (احوال اخرویہ) کا مشاہدہ کر لیتا تو اس کو اپنی برفیت اور غفلت سے امید کو منقطع کر دینا پڑتا اور وہ خالص مساء کی مانند ہو جاتا جو کہ لطف ہوا سے بل کھا کر زرہ کی مانند ہو جاتا۔ یعنی اس وقت وہ مطیع محض ہوتا جو حق سبحانہ کے حکم پر چلتا اور خودی میں محبوس نہ رہتا اور اس کے بعد وہ آب حیات بن جاتا اور درختوں یعنی طالبوں کے جان کی دوا ہو جاتا۔ اور ہر درخت (طالب) اس کی آمد سے خوش قسمت ہو جاتا وہ خود کامل اور دوسروں کے لئے مکمل ہو جاتا۔ اسے وہ لوگ جو ٹھٹھرے ہوئے برف کی مانند اور احوال آخرت سے متحیر ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ وہ خودی میں محبوس ہیں اور درختوں کے ساتھ میل نہیں کھاتے۔ یعنی دوسروں کو ان سے فائدہ نہیں پہنچتا اور نہ تو وہ خود کسی سے میل کھاتے ہیں اور نہ ان سے کوئی میل کھاتا ہے۔ بلکہ ان کے حصہ میں بخل آ گیا ہے کہ وہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ لیکن تاہم وہ بیکار نہیں ہیں۔ بلکہ جس طرح برف سے کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے یوں ہی ان سے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ دوسروں کو ضرور ہوتا ہے۔ مگر وہ سبزہ کے بادشاہ یعنی حق سبحانہ کا قاصد نہیں بن سکتے اور حق سبحانہ کے فیوض کو سبزہ تک نہیں پہنچا سکتے۔ یعنی وہ شیخ بن کر طالبین کی تربیت روحانی نہیں کر سکتے جو کہ صفت ہے کاملین کی۔ ہاں ان سے درکار تھی کیونکہ اس زمانہ میں شراب حلال تھی۔ اس کے پاس شراب نہ تھی۔ اس لئے آقا نے کہا کہ ارے غلام جا اور فلاں راہب کے پاس سے جو کہ خاص شراب رکھتا ہے گھڑا بھر کے ہمارے لئے شراب لے آ۔ تا کہ خاص و عام کے خیالات سے ہماری جان کو نجات ہو جائے اور ہم اسکو پی کر مست اور بے خود ہو جائیں۔

یہاں سے مولانا شراب معروف سے شراب عشق الٰہی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تارک الدنیا لوگوں کی جام محبت کا ایک گھونٹ وہ کام کرتا ہے جو کہ ہزاروں گھڑے اور خم کرتے ہیں اور ان کے اندر وہ شراب یونہی باطنی دولت ہے جیسے کمبل میں سلطنت ہو تم ان کی ظاہری خستگی اور اس کی پھٹی ٹوٹی گدڑی کو نہ دیکھنا۔ اس لئے کہ یہ ان کے کمال باطنی کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ سونے کو اوپر سے کالا کر دیا کرتے ہیں تا کہ چوروں اور ڈکیتوں سے محفوظ رہے اور نظر بد سے حفاظت کے لئے وہ بظاہر قابل رد ہوتا ہے اور صرف باہر سے وہ بیش قیمت مال دود آلود ہوتا ہے اور اندر سے نہایت عمدہ ہوتا ہے۔

نیز خزانہ اور جواہرات لوگ گھروں میں نہیں رکھتے بلکہ ویرانوں میں رکھتے ہیں جہاں کسی کو ان کے وجود کا شبہ بھی نہ ہو۔ یونہی دولت باطنی بھی خستہ حالوں کو دی جاتی ہے تا کہ بیگانوں کی نظر بد سے محفوظ رہے۔

چنانچہ آدم علیہ السلام کی دولت باطنی ویرانہ یعنی ان کے جسم خاکی میں مستور تھی اس لئے ان کی مٹی نے ابلیس ملعون کی آنکھ بند کر دی اور وہ اس دولت کو نہ دیکھ سکا۔ اور مٹی پر حقارت سے نظر کرتا تھا۔ مگر ان کی جان بزبان حال کہہ رہی تھی کہ یہ میری مٹی میرے لئے اس خزانہ تک پہنچنے سے مانع ہے اور تو اپنی محرومی و شقاوت کے سبب اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

خیر یہ مضمون استطرادی تو ختم ہوا۔ اب قصہ سنو غلام نے آقا کا حکم سن کر دو گھڑے لئے اور تیز رفتاری کے ساتھ گیا اور راہبوں کے دیر میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے روپیہ ان کے حوالہ کیا اور سونے کی مثل روشن شراب خرید لی

اور اس طرح اسے گویا کہ پتھر دے کر موتی خرید لئے۔ یعنی شراب لے لی جس کی یہ شان ہے کہ بادشاہوں کے سر پر چڑھتی اور ساقی کے سر پر تاج زر رکھتی ہے اور جو کہ بہت سے فتنہ اور شور و شغب پیدا کرتی اور غلاموں اور بادشاہوں کو یک رنگ کر دیتی ہے۔ اور جس سے ان کی ہڈیاں نکال کر ان کی جائیں ایک ہو جاتی ہیں۔ یعنی ان کے امتیازات مٹ کر اتحاد پیدا ہو جاتا ہے اور جس سے تخت اور تختہ دونوں یکساں ہو جاتے ہیں اور جو لوگ بھلے تیل اور پانی کی طرح آپس میں نہ نکلنے والے تھے ان کی حالت مستی میں ایسی ہو جاتی ہے جیسے جان کی جسم میں اور جس طرح ہریسہ میں گیہوں اور گوشت ایک دوسرے میں فنا ہو جاتے ہیں یوں ہی وہ سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں کوئی تفوق اور فرق باقی نہیں رہتا۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب گوشت اور گیہوں ہریسہ بن جاتے ہیں تو پھر گیہوں اور گوشت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اور اس وقت کوئی امتیاز ایسا نہیں رہتا جو کہ مٹ نہ گیا ہو۔ غرضکہ وہ غلام ایسی شراب اس امیر کی دولت سرا کی طرف لئے جاتا تھا اتفاق سے راستہ میں ایک زاہد مل گیا جو کہ محزون اور خشک مغز اور مصیبت عشق میں مبتلا تھا اس کا جسم دل کی آگ سے گھل گیا تھا اور اس کا خانہ دل غیر خدا کی محبت سے خالی ہو چکا تھا۔ عشق کی بے پناہ مصیبت اس کی گوشمالی کر رہی تھی۔ اور اس کے دل پر اوپر تلے ہزاروں داغ تھے وہ مجاہدہ و ریاضت میں ہر وقت اپنے اندر محبت کی ایک نئی خلش پاتا تھا اور رات دن ریاضت کو لپٹا ہوا تھا۔ تمام سال اور تمام مہینہ خون میں لتھڑا ہوا تھا اور آدھی رات کے وقت تو اس کا صبر اور تحمل بالکل ہی فنا ہو جاتا تھا کیونکہ وہ وقت بالکل یکسوئی کا ہوتا ہے اور اس وقت خیال یار پوری طور پر اپنا کام کرتا ہے اس نے رات کے وقت ایک غلام کو دیکھا کہ وہ اپنی جلدی میں زمین کو طے کرتا تھا یعنی تیز جا رہا تھا اس پر زاہد نے اسے ٹوکا اور کہا کہ گھڑوں میں کیا ہے اس نے جواب دیا کہ شراب اس پر اس نے پوچھا کہ کس کی ہے اس نے کہا کہ فلاں صاحب کی ہے جو کہ بڑے عالی رتبہ امیر ہیں اس پر اس زاہد نے کہا کہ کیا طالب خدا کا یہ کام ہوتا ہے؟ طالب خدا ہو کر تعیش و شراب نوشی؟ اور شیطان کی شراب پی کر عقل تیز ہو؟ ناممکن ہے۔ اس سے کوئی کہے کہ ارے جانور کی طرح نشہ کے جال میں گرفتار جبکہ شراب کے بغیر تیری عقل اس قدر پژمردہ ہے کہ اس میں اور بہت سی عقلوں کے ملانے کی ضرورت ہے تو نشہ کے وقت تیری عقل کی کیا حالت ہوگی۔ پس تجھے ہرگز زیبا نہیں ہے کہ تو شراب کا شغل کرے اس پر ہمیں ایک حکایت یاد آ گئی وہ یہ ہے کہ ضیائے بلخ نہایت خوش الہام شخص تھے اور ان کے سائے تاج شیخ الاسلام تھے۔ تحصیل علم کے لئے بہت سے لوگ ان کے یہاں حاضر خدمت رہتے تھے اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے ملازمین خدمت سے ہمیشہ سبق کے طالب رہتے تھے یعنی ہر وقت تعلیم میں مصروف رہتے تھے۔ یہ تاج دار السلطنت بلخ کے شیخ الاسلام بہت کوتہ قد اور صغیر الجثہ تھے اور اگر چہ وہ بہت بڑے فاضل اور متبحر اور صاحب علوم کثیرہ تھے اور ان کے سائے ضیاء علم میں ان کے مرتبہ کے نہ تھے مگر وہ ظرافت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے نیز وہ بہت چھوٹے تھے اور ضیا بہت لمبی اور شیخ الاسلام کو بہت کچھ غرور اور ناز تھا اس لئے ان کو اپنے ان سائے سے بہت عار اور ننگ تھی حالانکہ یہ بھی کچھ معمولی آدمی نہ تھے بلکہ بڑے صاحب ہدایت واعظ تھے۔ ایک روز اتفاق سے ضیا ان کی مجلس میں پہنچ گئے اس وقت ان کی بارگاہ قاضیوں اور منتخب لوگوں سے پر تھی ایسی حالت میں نہ ان کو پوری تعظیم ہی کرتے ہیں اور نہ انہوں نے بالکل ترک تعظیم کو مناسب سمجھا۔ اسی لئے انہوں نے اپنے سائے کی تعلیم کے لئے آدھا قیام کیا۔ پس جبکہ ضیا نے ان کے اندر اتنا تکبر دیکھا تو ان

کو فوراً ایک پھبتی کہہ کر شرمندہ کیا جس کے وہ مستحق تھے اور انہوں نے ان پر ایک پھبتی کہی۔ یعنی انہوں نے کہا کہ جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں۔ ذرا اپنے سرو کی مانند لمبے قد میں سے کچھ اور بھی کم کر لیجئے۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ ایک تو ماشاء اللہ آپ کا قد ہی ایسا ہے کہ آپ کا قیام بھی مثل اوروں کے قعود کے ہے اس پر آپ نے یہ کیا کہ نصف قیام کیا جس سے وہ قیام اور بھی کالعدم ہو گیا۔ بس اس قد کے ساتھ اتنا قیام نامناسب تھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ارے عقل کے دشمن تجھے ہوش اور عقل ہی کہاں ہے کہ تو شراب پئے۔ تیرا منہ خوب صورت بھی تو بہت ہے اس پر کالا پٹکا بھی لگا لے۔ تیری یہ حرکت نہایت نازیبا ہے کیونکہ حبشیوں کے چہرہ پر کالا پٹکا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ موجب تمسخر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ بے عقل ہو کر شراب پینا ہرگز مناسب نہیں۔ پس تجھے شراب خواری ترک کرنی چاہئے کیونکہ اگر تو شراب پئے گا اور اس طرح ظلمت کا طالب ہو گا تو تیرے اندر نور پیدا نہیں ہو سکتا۔ خیر اگر عقل وافر ہو اور ایسی حالت میں شراب پی لی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ دن کے وقت سایہ تلاش کرتے ہیں مگر تو بے عقلی کی حالت میں شراب پیتا اور گویا کہ شب ابر میں سایہ ڈھونڈتا ہے کس قدر حماقت کی بات ہے۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ شراب حرام ہے نہیں بلکہ وہ حلال ہے لیکن اگر عوام کے لئے حلال ہو تو طالبان خدا کے لئے حرام ہی ہو گی۔

فائدہ:۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شریعت نے اس کے اندر یہ تفصیل کی ہے کہ عوام کے لئے حلال اور خواص کے لئے حرام ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ گو شریعت نے اسے مطلقاً حلال کیا ہے مگر خواص کو چاہئے کہ باوجود اعتقاد حلت کے اس کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو حرام کے ساتھ کرتے ہیں اور اس کو نہایت سختی اور اہتمام کے ساتھ ترک کریں کیونکہ وہ عقل کو کھو کر حق سبحانہ سے غافل کرنے والی چیز ہے) عاشقوں کی شراب تو خون دل ہوتا ہے اور ان کی نظر تو بجائے ساغر کے راہ اور منزل محبوب پر ہوتی ہے ایسے رستہ اور اس قدر خوف ناک سامان یعنی راہ آخرت میں اور ایسی ناقص عقل رہنا اور اس پر طرہ یہ کہ تو اس ناقص رہنما کی آنکھ میں اور خاک جھونکتا ہے اور قافلہ کو بالکل ہی تباہ اور اس کو راہ راست سے گمراہ کرنا ہے۔ یہ امر نہایت ہی نازیبا ہے ارے شراب تو بڑی چیز ہے میں تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کی روٹی کھانا بھی حرام اور قابل افسوس ہے نفس کے سامنے تو بھوسے کی روٹی رکھنی چاہئے اور اس دشمن راہ خدا کو خوب ذلیل کرنا چاہئے کیونکہ چور کے لئے منبر مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس کو تو سولی پر چڑھانا چاہئے اور چور کا تو ہاتھ کاٹنا پسند ہونا چاہئے اور اس کو کاٹنا چاہئے لیکن اگر تو اس کا ہاتھ نہ کاٹ سکے تو کم از کم اس کے ہاتھ باندھ دینے چاہئیں کیونکہ اگر تو اس کے ہاتھ نہ باندھے گا تو وہ تیرے ہاتھ باندھ دے گا اور اگر تو اس کے پاؤں نہ توڑے گا تو وہ تیرے پاؤں توڑ دے گا۔ پس اپنے ہاتھ پاؤں بچانے کے لئے اس کے ہاتھ باندھنا اور پاؤں توڑنا لازم قرار پایا۔

بھلے مانس تو دشمن کو شراب پلاتا اور گنے کھلاتا ہے یہ کیوں ارے اس سے کہہ کہ کیسے شراب اور کیسے گنے۔ زہر پی اور خاک کھا۔ یہ کہہ کر اس نے جوش غیرت سے گھڑے میں پتھر مارا اور وہ ٹوٹ گیا اس پر غلام گھڑا پھینک کر بھاگ گیا اور اس طرح زاہد کے قبضہ سے نکل گیا۔

رفتن امیر خشم آلودہ برای گوشمال زاہد

امیر کا غصہ میں بھر کر زاہد کو سزا دینے کے لئے جانا

رفت پیش میر و گفتش بادہ کو	ماجرا را گفت یک یک پیش او
وہ (غلام) امیر کے سامنے پہنچا امیر نے اس سے کہا شراب کہاں ہے؟	اس نے ایک ایک کر کے اس کے سامنے قصہ کہہ دیا
میر چوں آتش شد و برجست راست	گفت بنما خانۂ زاہد کجا ست
امیر آگ جیسا ہوگیا اور سیدھا اٹھا	بولا دکھا، زاہد کا گھر کہاں ہے؟
تابدیں گرز گراں کو بم سرش	آں سر بے دانش مادر غرش
تا کہ میں اس بھاری گرز سے اس کا سر توڑ دوں	وہ سر جو بے عقل، مادر بخطا کا ہے
اوچہ داند امر معروف از سگی	طالب معروفی ست و شہر گی
وہ بھلائی کا حکم کرنا کیا جانے؟ کتے پن سے	نام آوری اور شہرت کا طالب ہے
تا بدیں سالوس خود را جا کند	تا بچیزے خویشتن پیدا کند
تا کہ اس مکر سے اپنی جگہ بنائے	تا کہ ایسی ڈھٹ سے اپنے آپ کو نمایاں کرے
کو ندارد خود ہنر الا ہماں	کہ تسلس میکند با این و آں
وہ خود ہنر نہیں رکھتا ہے، بجز اس کے	کہ ہماشما سے مکاری کرتا ہے
او اگر دیوانہ است و فتنہ کاؤ	داروی دیوانہ باشد کیر گاؤ
وہ اگر دیوانہ ہے اور فتنہ انگیز	دیوانہ کی دوا بیل کا آلۂ تناسل ہے
تا کہ شیطاں از سرش بیروں رود	بے لت خر بندگاں خر چوں رود
تا کہ اس کے سر سے شیطان باہر نکل جائے	گدھا کمہاروں کی مار کے بغیر کب چلتا ہے؟
میر بیروں جست و دبوسے بدست	نیم شب آمد بزاہد نیم مست
امیر باہر نکلا اور گرز ہاتھ میں تھا	زاہدؔ کے پاس آدھی رات کو ادھوری مستی میں پہنچا
خواست کشتن مرد زاہد را ز خشم	مرد زاہد گشتہ پنہاں زیر پشم
غصہ سے زاہد کو مار ڈالنا چاہا	زاہد انسان، اون کے نیچے چھپ گیا
مرد زاہد می شنود از میر آں	زیر پشم آں رسن تاباں نہاں
زاہد انسان، امیر سے وہ سن رہا تھا	رسی بٹنے والوں کی اون کے نیچے چھپا ہوا

گفت در رو گفتن زشتی مرد	آئینہ تاند کہ رو را سخت کرد
بولا انسان کی برائی منہ در منہ	آئینہ کر سکتا ہے جس نے منہ کو سخت کر دیا ہے
روی باید آئینہ وار آہنیں	تات گوید روی زشت خود بہیں
آئینہ جیسا لوہے کا منہ چاہئے	تا کہ تجھ سے کہے کہ اپنا بھدا چہرہ دیکھ

حکایت مات کردن دلقک سید شاہ ترمذ را

ایک مسخرے کی سید شاہ ترمذ کو مات دینے کی حکایت

شاہ با دلقک ہمی شطرنج باخت	مات کردش زود خشم شہ بتاخت
بادشاہ نے مسخرے کیساتھ شطرنج کی بازی لگائی	اس نے اس (شاہ) کو مات دیدی بادشاہ کا غصہ جلد دوڑ پڑا
گفت شہ شہ واں شہ کبر آورش	یک یک آں شطرنج میزد برسرش
اس نے شہ شہ کہا اور وہ متکبر بادشاہ	شطرنج کا ایک ایک مہرہ اس کے سر پر مارتا تھا
کہ بگیر اینک شہت اے قلتباں	صبر کرد آں دلقک و گفت الاماں
کہ اے دیوث! لے یہ تیری شہ ہے	اس مسخرے نے صبر کیا اور پناہ چاہی
دست دیگر باختن فرمود میر	او چناں لرزاں کہ عور از زمہریر
امیر نے دوسری بازی لگانے کو کہا	وہ اس طرح کانپا جیسے کہ ننگا جاڑے سے
باخت دست دیگر و شہ مات شد	وقت شہ شہ گفتن و میقات شد
اس نے دوسری بازی کھیلی اور بادشاہ کو مات ہوگئی	شہ شہ کہنے کا وقت اور جگہ آ گئی
برجہید آں دلقک و در کنج رفت	شش نمد بر خود فگند از بیم تفت
وہ مسخرا کودا اور گوشہ میں چلا گیا	فوراً خوف سے چھ نمدے اپنے اوپر ڈال لئے
زیر بالشہا وزیر شش نمد	خفت پنہاں تاز زخم شہ رہد
تکیوں کے نیچے اور چھ نمدوں کے نیچے	چھپ کر لیٹ گیا تا کہ بادشاہ کی مار سے نجات پائے
گفت شہ ہے ہے چہ کردی چیست ایں	گفت شہ شہ شہ شہ اے شاہ گزیں
بادشاہ نے کہا ہائیں ہائیں تو نے کیا کیا یہ کیا ہے؟	بولا اے منتخب شاہ! شہ شہ شہ شہ

کے تواں حقگفت جز زیرِ لحاف	باچو تو خشم آور آتش سجاف
حق (بات) لحاف کے نیچے کے علاوہ کب کہی جا سکتی ہے؟	آپ جیسے غصیلے آگ کے استرو اے کے سامنے
اے تو مات و من ز زخم شاہ مات	میزنم شہ شہ ز زیرِ رختہات
آپ ہارے اور میں شاہ کی مار سے ہارا	میں کپڑوں کے نیچے سے آپ کو شہ شہ کہتا ہوں

آمدن امیر بدر خانہ زاہد و بہ لکد کوفتن در

امیر کا زاہد کے دروازے پر آنا اور لاتوں سے دروازے کو پیٹنا

چوں محلّہ پر شد از ہیہای میر	وز لکد بر در زدن وز دار و گیر
جب امیر کی ہا ہو سے محلّہ بھر گیا	دروازے پر لاتیں مارنے سے اور پکڑ دھکڑ سے
خلق بیروں جست زوداز چپ و راست	کاے مقدم وقت عفوست و رضاست
دائیں اور بائیں سے لوگ باہر نکل آئے	کہ اے پیشرو! معافی اور راضی ہو جانے کا وقت ہے
مغز او خشک ست و عقلش ایں زماں	کمترست از عقل و فہم کودکاں
اس کا دماغ خشک ہو گیا ہے اور اب اس کی عقل	بچوں کی عقل اور سمجھ سے کمتر ہے
زہد و پیری ضعف بر ضعف آمدہ	واندراں زہدش کشادے ناشدہ
زہد اور بڑھاپا' کمزوری پر کمزوری آ گئی	اور اس زہد میں اس کو بسط حاصل نہ ہوا
رنج دیدہ گنج نادیدہ زیار	کارہا کردہ ندیدہ مزد کار
اس نے تکلیف برداشت کی یار کا خزانہ نہ دیکھا	کام کئے' کام کی مزدوری نہ دیکھی
یا نبود آں کار او را خود گہر	یا نیامد وقت پاداش از قدر
یا تو اس کے کام میں خود جوہر نہ تھا	یا تقدیر (خداوندی) سے بدلے کا وقت نہیں آیا ہے
یا کہ بود آں سعی چوں سعی جہود	یا جزا وابستۂ میقات بود
یا اس کی کوشش' یہود کی کوشش کی طرح تھی	یا بدلہ' وقت مقررہ سے وابستہ تھا
مر ورا درد و مصیبت ایں بس ست	کاندریں وادی پرخوں بیکس ست
اس کے لئے یہ درد اور مصیبت کافی ہے	کہ وہ اس خوناک وادی میں بیکس ہے

چشم پر درد و نشستہ او بہ کنج	رو ترش کردہ فرو افگندہ لنج
آنکھ درد سے پر ہے اور وہ گوشہ نشین ہے	منہ بنائے ہوئے ہے، ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے
نے یکے کحال کو را غم خورد	نیش عقلے کو بکحلے پے برد
نہ کوئی آنکھوں کا معالج ہے کہ اس کی فکر کرے	نہ اس کو عقل ہے کہ وہ سرمہ کی تلاش کرے
اجتہادے میکند باوہم و ظن	کار در بوک ست تا نیکو شدن
وہم اور گمان کے ساتھ کوشش کر رہا ہے	معاملہ ٹھیک ہونے تک وہ وہم میں ہے
زاں رہش دورست تا دیدار دوست	کہ نماندش مغز سر از عشق پوست
اسی لئے دوست کے دیدار تک کا راستہ اس کے لئے دور ہے	کیونکہ چھلکے کے عشق سے اس کے سر میں گودا نہیں رہا
ساعتے او باخدا اندر عتاب	کہ نصیبم رنج آمد زیں جناب
کسی وقت وہ خدا سے غصہ میں ہے	کہ اس درگاہ سے مجھے غم کا حصہ ملا ہے
ساعتے بابخت خود اندر جدال	کہ ہمہ پراں و ما بریدہ بال
کسی وقت اپنے مقدر سے لڑائی میں ہے	کہ سب پرواز میں ہیں اور ہم بال کٹے ہیں
ہر کہ محبوس ست اندر بو و رنگ	گرچہ در زہد ست باشد خوش بہ تنگ
جو شخص بو اور رنگ میں مقید ہے	اگرچہ وہ زہد میں ہے بہت تنگ ہو گا
تا بروں ناید ازیں تنگیں مناخ	کے شود خویش خوش و صدرش فراخ
جب تک وہ اس تنگ پڑاؤ سے باہر نہ نکلے	اس کی عادت بھلی اور اس کا سینہ فراخ کب ہو گا؟
زاہداں را در خلا پیش از کشاد	تیغ و استرہ نشاید ہیچ داد
(اسی لئے) زاہدوں کو بسط سے پہلے تنہائی میں	تلوار اور استرہ کبھی نہ دینا چاہئے
کز ضجر خود را بدر اند شکم	غصۂ آں بے مرادیہا و غم
کیونکہ تنگدلی کی وجہ سے وہ اپنا پیٹ پھاڑ لے گا	ان ناکامیوں کے غصہ اور غم (سے)
بے مرادی ہای ایں دنیا خوش ست	بامرادی تند خوی و سرکش ست
اس دنیا کی نامرادیاں بھلی ہیں	مراد مندی، بدمزاج اور سرکش ہے

انداختن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود را از کوہ حرا از وحشت و دیر نمودن دیدار و نمودن جبرئیل علیہ السلام خود را بوے کہ میندا ز کہ ترا دولتہا و سعادتہا در پیش ست

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار میں تاخیر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو حرا پہاڑ پر سے گرا دینے کا ارادہ کرنا اور جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو ان پر ظاہر کرنا کہ نہ گرائیے کیونکہ آپ کو دولتیں اور سعادتیں درپیش ہیں

مصطفیٰ را ہجر چوں بفراختے	خویش را از کوہ می انداختے
(حضرت) مصطفیٰ پر جب فراق غلبہ پاتا	اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ کرتے
تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکن	کہ ترا بس دولت ست از امر کن
حتیٰ کہ ان کو جبرئیل کہتے خبردار! یہ نہ کیجئے	کیونکہ امر کن کی وجہ سے آپ کے لئے بہت دولتیں ہیں
مصطفیٰ ساکن شدے ز انداختن	باز ہجراں آوریدے تاختن
(حضرت) مصطفیٰ گرانے سے رک جاتے	پھر فراق حملہ کرتا
باز خود را سرنگوں از کوہ او	میفگندے از غم و اندوہ او
پھر خود کو وہ پہاڑ سے اوندھا	غم اور رنج کی وجہ سے گرانے کا ارادہ کرتے
باز خود پیدا شدے آں جبرئیل	کہ مکن ایں اے تو شاہے بے بدیل
پھر وہ جبرئیل خود رونما ہوتے	کہ اے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجئے
ہمچنیں می بود تا کشف حجیب	تا بیابید آں گہر را او ز جیب
پردہ کھلنے تک یہی ہوتا رہتا	یہاں تک کہ انہوں نے جیب میں سے وہ موتی پا لیا
بہر ہر محنت چو خود را می کشند	اصل محنتہا ست ایں چونش کشند
جبکہ ہر مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو مار ڈالتے ہیں	یہ مصیبتوں کی جڑ ہے اس کو کیسے برداشت کریں؟
از فدائی مرد ماں را حیرتیست	ہر یکے از ما فدائے سیرتیست
قربان ہونے پر لوگوں کو حیرت ہے	(حالانکہ) ہم میں سے ہر ایک ایک خصلت پر قربان ہے
اے خنک آنکو فدا کردست تن	بہر آں کارزد فدای آں شدن
وہ قابل مبارکباد ہے جس نے جسم کو قربان کر دیا	اس کام پر جو قربان ہو جانے کے لائق ہے
مرد حق بارے فدای ایں فن ست	کاندر و صد زندگی در کشتن ست
بہرحال مرد خدا اس فن پر قربان ہے	جس میں فنا ہو جانے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں

عاشق و معشوق و عشقش بر دوام	درد و عالم بہرہ مند و نیک نام
عاشق اور معشوق اور اس کا عشق ہمیشہ	دونوں جہان میں نصیبہ ور اور نیک نام ہیں
در جہاں ہر کس فدای آں فنے ست	کاندراں رہ صرف عمر و کشتنے ست
دنیا میں ہر شخص اس فن پر قربان ہے	کہ اس راہ میں عمر کا خرچ ہونا اور مر جانا ہے
کشتنی اندر غروبی یا شروق	کہ نہ شائق ماند آنجا نے مشوق
غروبی یا شروق میں مر جانا (بجا ہے)	کیونکہ وہاں نہ عاشق رہتا ہے نہ معشوق
یا کرامی ارحموا اھل الھویٰ	شانھم وردالتوی بعد التوی
اے میرے مہربانو! اہل عشق پر رحم کرو	ان کی حالت ہلاکت کے بعد ہلاکت کے گھاٹ پر اترنا ہے
عفو کن اے میر بر سختی او	در نگر در درد و بدبختی او
اے امیر! اس کی سختی کو معاف کر دے	اس کے درد اور بدبختی پر نظر کر
تاز جرمت ہم خدا عفوے کند	زلتت را مغفرت درآگند
تاکہ خدا تیری خطا بھی معاف کر دے	تیری لغزش کو معافی سے بھر دے
توز غفلت بس سبو بشکستۂ	برامید عفو دل در بستۂ
تونے غفلت سے بہت سی ٹھلیں توڑی ہیں	معافی کی امید سے دل وابستہ کیا ہے
عفو کن تا عفو یابی در جزا	می شگافد موقدر اندر سزا
معاف کرتا کہ بدلے میں تو معافی حاصل کر لے	تقدیر (خداوندی) سزا میں موشگافی کرتی ہے
موشگافان قدر را ہوش دار	قصۂ مارا تو نیکو گوش دار
قدر (خداوندی) کے نکتہ چینوں کے لئے ہوش کر	تو ہمارے قصہ کو اچھی طرح سن لے
باز بشنو قصۂ میراں دگر	تا بیابی زیں حکایت صد خبر
پھر دوسرے امیروں کا قصہ سن لے	تاکہ تجھے اس قصہ سے سینکڑوں خبریں حاصل ہوں

شرح حبیبی

وہ غلام زاہد کے پاس سے بھاگ کر امیر کے پاس پہنچا۔ امیر نے کہا کہ شراب کہاں ہے اس نے الف سے لے کر ''ی'' تک سارا قصہ مفصل کہہ دیا یہ واقعہ سن کر امیر غصہ سے آگ ہوگیا اور بے تابانہ کھڑا ہوگیا اور کہا کہ چل بتا اس زاہد کا مکان کہاں ہے۔ تاکہ میں اس سارے گرز سے اس کا سر یعنی وہ سرکوٹوں جو عقل سے خالی اور

بدمعاش ہے۔ (مادر غر ایک گالی ہے اور غیر زن فاحشہ کو کہتے ہیں) وہ اپنے کتے پن کے سبب امر بالمعروف کیا جانے اور وہ کسی کی اصلاح کیا کرے گا وہ تو خود قابل اصلاح ہے کیونکہ ریاکار اور طالب شہرت ونام ہے اور مقصود اس کا یہ ہے کہ اس فریب سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لے اور لوگوں پر ظاہر کر دے کہ میں کچھ ہوں حالانکہ واقع میں اس میں کوئی خوبی بھی نہیں بجز اس کے کہ وہ لوگوں سے دھوکہ بازی اور بناوٹ کرتا ہے وہ اگر دیوانہ ہو گیا ہے اور خواہ مخواہ فتنہ اٹھاتا ہے تو میں اس کا کیرگاؤ سے علاج کروں گا کیونکہ دیوانوں کا علاج کیرگاؤ ہی سے ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ کیرگاؤ سے مراد بیل کا عضو تناسل ہے جو کہ بجائے کوڑے اور ہنٹر کے استعمال کیا جاتا ہے) تاکہ شیطان اس کے سر سے بالکل نکل جائے وہ بدوں سزا کے ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ گدھے بدوں گدھے والوں کی لاتوں کے نہیں چلتے۔

الغرض وہ امیر باہر نکلا گرز اس کے ہاتھ میں تھا اور آدھی رات کے وقت شراب سے کسی قدر مخمور زاہد کے مکان پر آیا اور چاہا کہ مرد زاہد کو مارے غصہ کے مار ڈالے لیکن وہ خوف سے اون کے نیچے چھپ گیا اور رسی بٹنے والوں کی اون کے تلے چھپا ہوا امیر کی گفتگو سن رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ آدمی کی برائی کو اس کے منہ پر کہہ دینا آئینہ کا کام ہے جو نہایت بے باک اور دلیر ہے اور آئینہ کی طرح لوہے کے منہ کی ضرورت ہے کہ تجھ سے کہے کہ اپنا برا منہ دیکھ یعنی اس کام کے لئے بے باکی اور جرات کی ضرورت ہے اور مجھ میں یہ بات ہے نہیں۔ اس لئے میں معذور ہوں۔

اب مولانا اس کے مناسب ایک حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس زاہد کی ایسی مثال تھی جیسے دلقک کی اور قصہ اس کا یہ ہے کہ بادشاہ دلق کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا۔ دلقک نے بادشاہ کو مات کر دی اس سے بادشاہ کو غصہ آ گیا۔ دلقک نے حسب عادت شطرنج بازاں شہ شہ کہنی شروع کی۔ یہ سن کر مغرور بادشاہ نے شطرنج کے مہرے لے کر ایک ایک کو مہران کے سر میں ٹھونکنا شروع کیا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ لے یہ ہے تیری شہ۔

دلقک نے اس مصیبت پر صبر کیا اور کہا کہ حضور مجھے امان دیں۔ خیر یہ قصہ ختم ہو گیا اور بادشاہ کا غصہ جاتا رہا۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ اچھا اب کے پھر کھیلو۔ وہ یہ سن کر یوں کانپنے لگا جیسے سخت جاڑے میں ننگا آدمی کانپتا ہے لیکن مجبوراً اسے کھیلنا پڑا اور بادشاہ کو پھر مات ہو گئی اور شہ شہ کہنے کا وقت آیا اس وقت وہ اچھل کر ایک کونہ میں گیا اور وہاں جا کر خوف سے اس نے اپنے اوپر چھ نمدے ڈال لئے اور وہ بادشاہ کی مار سے چھپنے کے لئے چھ نمدہ کے فرشوں کے نیچے چھپ رہا۔ بادشاہ نے کہا کہ ارے یہ کیا حرکت اس نے کہا کہ حضور والا شہ شہ شہ شہ جناب اصل بات یہ ہے کہ آپ سے غصہ ور اور آتش لباس شخص کے سامنے حق بدوں لحاف کے نہیں کہا جا سکتا۔ پس چونکہ میں نے آپ کو مات کی ہے اور آپ کے مار سے مجھے اس لئے میں آپ کو فرش کے نیچے سے شہ شہ کرتا ہوں۔

فائدہ:۔ محشین نے شہ شہ کو بضم شین منضبط کہا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ لفظ بفتح شین بمعنی مات ہے۔)

خیر یہ قصہ تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ جب امیر نے بہت کچھ شور و شغب کیا تو اس کے شور و شغب سے لوگ اکٹھے ہو گئے اور محلہ لوگوں سے بھر گیا اور انہوں نے خوشامد کرنی شروع کی اور کہا کہ حضور یہ موقع معافی اور رضامندی کا ہے آپ اسے معاف کر دیجئے کیونکہ اس کے دماغ میں خشکی آ گئی ہے اور اس زمانہ میں اس کو اتنی بھی سمجھ نہیں ہے۔ جتنی کہ بچوں کو ہوتی ہے اس لئے کہ اول تو وہ زاہد ہے اور دوسرے بڈھا ہے اس لئے اس میں دونا ضعف آ گیا

ہے پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ اس زہد میں اس کو بسط نہیں ہوا ہے بلکہ ہنوز قبض میں مبتلا ہے کیونکہ تکلیف تو اس نے اٹھائی مگر دولت وصال اسے ہنوز میسر نہیں ہوئی اور اس نے کام تو کیا مگر صلہ اسے نہیں ملا۔ خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہے اور یا یہ وجہ ہو کہ ابھی ثمرہ مرتب ہونے کا وقت نہیں آیا بنابریں یا تو اس کی سعی کوشش کفار کی طرح بے سود ہے یا بے سود تو نہیں مگر اس کی جزا ایک وقت خاص سے متعلق ہے۔ خیر کچھ بھی ہو وہ اس وقت ناکام ضرور ہے اور یہ تکلیف اور یہ مصیبت ہی اس کے لئے کافی ہے کہ وہ اس وادی پر خون میں بیکس ہے اور اس کی آنکھیں درد سے پر ہیں اور وہ ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا ہے اور غم سے منہ چڑھائے ہوئے اور ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے اور نہ کوئی اس کے آنکھوں میں سرمہ بصیرت لگانے والا ہے کہ اس سے اس کی باطنی آنکھیں کھلیں اور نہ اسے اتنی عقل ہے کہ وہ خود کوئی سرمہ معلوم کرے۔ غرضکہ وہ محض وہم اور ظن کی بنا پر مجاہدات کر رہا ہے اور جب تک اس کی حالت درست نہ ہو جائے اس وقت تک وہ لیت ولعل میں گرفتار ہے اور اس لئے ہنوز اس کے لئے حصول وصال کی کوئی توقع ہی نہیں ہے کہ عشق پوست (راحت ولذت میں ان کا مغز سر ختم ہو گیا ہے کیونکہ کبھی تو وہ خدا سے شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بس ہمارے حصہ میں تو آپ کے یہاں سے صرف رنج آیا ہے اور خوشی ہماری قسمت ہی میں نہیں ہے اور کبھی اپنی قسمت سے لڑتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگ تو عروج کر رہے ہیں اور ہم لاچار اور مجبور ہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو جو شخص بو و رنگ (راحت ولذت) میں گرفتار ہوتا ہے خواہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ پریشان رہتا ہے اور جب تک وہ اس تنگ مقام سے باہر نہیں نکلتا۔ اس وقت تک وہ خوش خلق اور عالی حوصلہ نہیں ہوتا اسی لئے ضرورت ہے کہ حل مشکل اور حصول مقصود سے پہلے زاہدوں کو تلوار یا استرہ کچھ نہ دیا جائے کیونکہ وہ دل تنگی اور پریشانی کے سبب اور اپنی ناکامیوں کے رنج وغم میں اپنا پیٹ پھاڑ لے گا اس لئے اس کو اپنی ناکامی کا سخت صدمہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنی جان سے بیزار ہوتا ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ اخروی ناکامی ضرور رنج کے قابل ہے مگر بشرطیکہ واقعی ہو اور مثل عدم حصول کشف وغیرہ امور غیر مقصودہ خیالی نہ ہو لیکن دنیاوی ناکامیاں اور رنج بری چیز نہیں ہیں بلکہ وہ اچھی ہیں کیونکہ ان سے تذلل اور تمکن اور افتقار کی شان پیدا ہوتی ہے اور جو کوئی کامیاب ہوتا ہے وہ تندخو اور سرکش ہو جاتا ہے۔

فائدہ:۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بے مراد ہائے ایں دنیا سے عدم حصول کشف وغیرہ مراد ہو۔ اور مقصود یہ ہو کہ ان امور غیر مطلوبہ کا حاصل نہ ہونا ہی اچھا ہے کیونکہ ان سے نایدازیں تنگیں مناخ کے دعویٰ اور غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ ویؤید ہذا الاحتمال قولہ ہر کہ محبوس ست اندر بو ورنگ۔ گرچہ ورزہد ست باشد خوش بہ تنگ۔ تا بروں نایدازیں۔

کے شود خویش خوش وصدرش فراخ

خیر یہ جملہ تو معترضہ تھا۔ اب ہم زاہدوں کے دل تنگی اور ان کی جان سے بیزاری کی تائید ایک واقعہ سے کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ جب صدمہ فراق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لے جاتا۔ تو آپ وہاں پہنچ کر اپنے کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کی تسکین فرماتے اور کہتے تھے کہ آپ ایسا نہ کریں۔ آپ کو بحکم خداوندی بہت سی دولتیں ملنے والی ہیں مگر ہنوز ان کا وقت نہیں ہے آپ گھبرائیں نہیں اور صبر فرمائیں۔ اس تسکین سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو گرانے سے رک جاتے تھے۔ پھر ہجر یورش کرتا تھا تو پھر آپ رنج وغم سے اپنے کو

گرانے کا ارادہ کرتے تھے لیکن پھر جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور فرماتے تھے کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ ایسا نہ کیجئے۔

غرضکہ جب تک حسب دل خواہ کشف حجاب نہیں ہو گیا۔ اور گوہر مقصود جیب قلب سے نہیں پالیا اس وقت تک آپ کی یہ حالت رہی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ جب آدمی عام مصیبتوں کے سبب اپنے کو ہلاک کر دیتے ہیں تو مصیبت فراق حق سبحانہ تو تمام مصائب سے بڑھ کر ہے اس کو وہ کیونکر جھیل سکتے ہیں۔ لوگوں کو حیرت ہے کہ زاہد لوگ کیونکر اپنی جان دیدیتے ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ ان کو یہ حیرت کیوں ہے اس لئے کہ ہر ایک کی یہ حالت ہے کہ وہ کسی نہ کسی بات پر جان دے رہا ہے اور کسی کو مال مطلوب ہے وہ مال کے لئے جان دے رہا ہے اور کسی کو جاہ مطلوب ہے وہ جاہ کے لئے جان دے رہا ہے۔ ہٰذا پھر زاہدوں کے جان دینے پر کیوں تعجب کیا جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی مقصود کے لئے جان دے رہا ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ بڑے مزہ میں ہے وہ شخص جو اپنے جسم کو ایسے مقصود کے لئے فنا کردے جو فدا کرنے کے قابل ہے اور وہ اہل اللہ ہیں جو کہ ایسے مقصود کے لئے فنا کرتے ہیں جس کے لئے جان دینے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں

اور یہ عشاق اور ان کا معشوق اور ان کا عشق سب کے سب باقی ہیں اور یہ لوگ دین اور دنیا دونوں میں نیک نام ہیں۔ رہے اہل دنیا سو ان کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے ہر شخص ایک مقصود پر قربان ہے جس کی راہ میں عمر کھونا اور جان دینا ہے اور یہ جان دینا غروب آفتاب یا شروق آفتاب کے اندر ہے جہاں کہ نہ مطلوب رہے گا اور نہ طالب۔ (مطلب یہ ہے کہ ان کے عشق کا تعلق عالم ناسوت سے ہے جو محل طلوع وغروب آفتاب اور فانی ہے اور اس لئے خود وہ بھی فانی ہیں اور ان کے معشوق بھی اور ان کا عشق بھی۔ (واللہ اعلم) خلاصہ یہ ہے کہ عشق بری بلا ہے اور عشاق کا کام پیہم بلائیوں میں پڑنا ہے۔ لہٰذا ان کی حالت قابل رحم ہے۔ پس لوگو تم ان پر رحم کرو۔

اب مولانا بنا بر استحضار واقعہ امیر کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاں اے امیر آپ بھی اس کی مصیبت پر رحم کریں اور اس کی تکلیف اور بدقسمتی پر نظر کریں تاکہ حق سبحانہ آپ کے قصور بھی معاف فرمائیں اور آپ کی لغزش کو مغفرت سے بھر دیں آپ نے بھی اپنی غفلت کے سبب امر حق کے بہت سے گھڑے توڑے ہیں اور تاہم آپ عفو الٰہی کی توقع رکھتے ہیں۔ پس آپ بھی اس کا قصور معاف کر دیجئے تاکہ اس کے معاوضہ میں حق سبحانہ آپ کے قصور کو معاف کر دیں کیونکہ جس طرح آپ اس غریب کے مقابلہ میں بال کی کھال نکالتے ہیں یوں ہی حکم الٰہی آپ کے مقابلہ میں بھی بال کی کھال نکالے گا۔ پس آپ موشگافاں تقدیر کو نظر انداز نہ کیجئے اور ان کا لحاظ رکھئے اور ہماری نصیحت کو خوب اچھی طرح سن لیجئے۔

اس گفتگو کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا اب پھر اس امیر کا قصہ سنو کہ اس نے انہیں کیا جواب دیا۔ تاکہ اس واقعہ کی تم کو بخوبی اطلاع ہو جائے۔

فائدہ: ۔ واضح ہو کہ ہم نے ۔ عفو کن اے میر بر سختی او الخ کو خود مولانا کی سفارش قرار دیتا ہے اور اس کے تین قرینہ ہیں۔ قرینہ اول سفارش عام ہے جو مولانا نے یا کرامی ارحموا اہل النوی الخ سے فرمائی ہے اور قرینہ دوم اختلاف طرز سفارش ہے کہ لوگوں کی سفارش میں خوشامد کا رنگ ہے اور اس سفارش میں شان ارشاد غالب ہے اور تیسرا قرینہ مولانا کا قول باز بشنو قصہ میر آں دگر الخ سے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تک گفتگو خود مولانا کی تھی۔ واللہ اعلم)

جواب گفتن امیر مرآں شفیعان زاہد را کہ گستاخی چرا کرد و سبوی مارا چرا بشکست من دریں باب شفاعت قبول نخواہم کرد کہ سوگند خوردہ ام کہ سزای او بدہم

امیر کا ان زاہد کے سفارشیوں کو جواب دینا کہ اس نے گستاخی کیوں کی؟ اور ہماری ٹھلیا کیوں توڑی؟ میں اس سلسلے میں سفارش قبول نہ کروں گا کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے، کہ اس کو سزا دوں گا

میر گفت آں کیست تا سنگے زند	بر سبوی ماسبورا بشکند
امیر نے کہا وہ کون ہوتا ہے، کہ پتھر مارے	ہماری ٹھلیا پر، ٹھلیا کو پھوڑ دے؟
چوں گذر سازد ز کویم شیر نر	ترس ترساں بگذرد باصد حذر
جب میرے کوچہ سے نر شیر گزرتا ہے	سینکڑوں بچاؤ کے ساتھ ڈرتا ڈرتا گزرتا ہے
بلکہ بگذارد ز ہیبت پنجہ را	مور گردد پیش قہرم اژدہا
بلکہ خوف سے پنجہ کو چھوڑ بھاگتا ہے	اژدھا، میرے غصہ کے سامنے چیونٹی بن جاتا ہے
بندۂ مارا چرا آزرد دل	کرد مارا پیش مہماناں خجل
اس نے ہمارے غلام کا دل کیوں دکھایا؟	اس نے ہمیں مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا
شربت کاں بہ زخون اوست ریخت	ایں زماں ہمچوں زناں از ما گریخت
وہ شراب جو اس کے خون سے بہتر تھی اس نے بہادی	اب عورتوں کی طرح ہم سے بھاگ گیا
لیک جاں از دست من او کے برد	گرچہ ہمچوں مرغ بر بالا پرد
لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں بچا سکے گا؟	اگرچہ پرندے کی طرح اوپر کو اڑ جائے
تیر قہر خویش بر پرش زنم	پر و بال مردہ ریگش برکنم
میں اپنے قہر کا تیر اس کے پروں پر ماروں گا	اس کے ورثہ کے بال اور پر نوچ دوں گا
ورشود چوں ماہی اندر آب در	از نہیب من شود زیر و زبر
اگر وہ مچھلی کی طرح پانی میں گھس جائے	میرے خوف سے تہ و بالا ہو جائے گا
جاں نخواہد برد از شمشیر من	ورکند صد حیلۂ و تدبیر و فن
وہ میری تلوار سے جان نہ بچا سکے گا	خواہ سینکڑوں حیلے اور تدبیر اور فن کر لے

گر رود در سنگ سخت از کوششم	از دل سنگش کنوں بیروں کشم
اگر وہ میری کوشش سے بچ کر سخت پتھر میں گھس جائے گا	اس کو پتھر کے اندر سے باہر نکال لوں گا
من برانم برتن او ضربتے	کہ بود مر دیگراں را عبرتے
میں اس کے جسم پر ایسی ضرب لگاؤں گا	جو دوسروں کے لئے (باعث) عبرت ہوگی
کار او سالوس و زرق و حیلت ست	لیک مقصودش بیان شہرت ست
اس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے	لیکن اس کا مقصد شہرت ظاہر کرنا ہے
باہمہ سالوس و باما نیز ہم	داد او وصد چو او ایں دم دہم
سب کے ساتھ مکر اور ہمارے ساتھ بھی	میں اس کا اور اس جیسے سینکڑوں کا ابھی انصاف کروں گا
برسرش چنداں زنم گرز گراں	کز تنش بیروں رود جان و رواں
بھاری گرز اس کے سر پر اتنے ماروں گا	کہ اس کے جسم سے روح اور جان باہر نکل پڑے
خشم خونخوارش شدہ بدسر کشے	از دہانش می برآمد آتشے
اس (امیر) کا خونخوار غصہ بے قابو ہو گیا تھا	اس کے منہ سے آگ نکل رہی تھی

شرح حبیبی

امیر نے جواب دیا کہ وہ ہمارے گھڑے کو پتھر مار کر توڑ دینے والا کون ہوتا تھا اور اس نے کیوں توڑا۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ جب ہمارے کوچہ سے شیر نر گزرتا ہے تو وہ بھی بہت ڈرتا ڈرتا گزرتا ہے۔ بلکہ ہیبت سے اپنا پنجہ ہمارے کوچہ میں چھوڑ جاتا ہے یا یوں کہو کہ اپنا زور اور سرکشی چھوڑ دیتا ہے اور اژدہا ہمارے قہر کے سامنے چیونٹی ہو جاتا ہے اور باوجود اس کے اس نے میری گستاخی کی پس وہ ضرور قابل سزا ہے۔ آخر اس نے ہمارے غلام کو کیوں ستایا جس کا اثر یہ ہوا کہ ہم کو اپنے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ ہم اسے ضرور سزا دیں گے اس نے وہ شراب گرائی جو کہ اس کے خون سے بہتر تھی پھر اس کا خون کیوں نہ بہایا جائے اس نے یہ گستاخی کی مگر اب عورتوں کی طرح ہمارے سامنے سے بھاگ گیا لیکن وہ اس تدبیر سے بچ نہیں سکتا۔ وہ اگر پرندہ بن کر ہوا میں اڑ جائے گا تب بھی ہم سے جانبر نہ ہوگا ہم اپنے قہر کا تیر اس پر ماریں گے اور اس کے ذلیل پر و بازو توڑ ڈالیں گے اور اگر وہ مچھلی بن کر پانی میں چلا جائے گا تب بھی وہ نجات نہ پائے گا کیونکہ میرے خوف سے وہاں بھی وہ برباد ہو جائے گا۔

الغرض وہ میری تلوار سے نجات نہیں پا سکتا خواہ وہ سینکڑوں تدبیریں کرلے اگر وہ پتھر میں بھی گھس جائے گا تب بھی میں اپنی کوشش سے اسے پتھر میں سے نکال لوں گا اور اس کے جسم پر ایسی کاری ضرب لگاؤں گا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ اس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ وہ برا ہو مگر باایں ہمہ اس

کا مقصود یہی نیک نامی کا ظہور ہے خیر اوروں کے ساتھ تو وہ مکر کرتا ہی تھا ہم سے بھی فریب کرتا ہے پس میں اس کی اور ایسے سینکڑوں کی بھی گت بناؤں گا اور اس کے سر پر اتنے گرز ماروں گا کہ اس کے جسم سے جان نکل جائے۔ الغرض اس کا خونخوار غصہ سرکش ہو گیا تھا جو کہ کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا اور اس کے منہ سے آگ نکل رہی تھی۔

دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن ولابہ کردن شفیعان و ہمسایگان زاہد

اس زاہد کے پڑوسیوں اور سفارشیوں کا امیر کے ہاتھ پاؤں کو دوبارہ بوسہ دینا اور خوشامد کرنا

آں شفیع ان وہیہائے او	چند بوسیدند دست و پائے او
ان سفارشیوں نے اس کے شور وغوغا اور دعوے کی وجہ سے	اس کے ہاتھ پاؤں بہت چومے
کاے امیر از تو نشاید کیں کشی	گر بشد بادہ تو بے بادہ خوشی
کہ اے امیر بدلہ لینا آپ کے مناسب نہیں ہے	اگر شراب جاتی رہی تو آپ بغیر شراب کے اچھے ہیں
بادہ سرمایہ ز لطف تو برد	لطف آب از لطف تو حسرت خورد
شراب، آپ کے سرور سے سرمایہ حاصل کرتی ہے	پانی کا لطف آپ کے لطف پر حسرت کرتا ہے
بادشاہی کن بہ بخشش اے رحیم	اے کریم ابن الکریم ابن الکریم
اے رحم کرنے والے! بادشاہی کر، اس کو بخش دے	اے داتا! داتا کے بیٹے داتا کے پوتے
ہر شرابے بندۂ ایں قد و خد	جملہ مستاں را بود بر تو حسد
ہر شراب اس قدر اور رخسار کی غلام ہے	تمام مستوں کو آپ پر حسد ہے
ہیچ محتاج مے گلگون نۂ	ترک کن گلگونہ تو گلونۂ
تو کسی گلابی شراب کا محتاج نہیں ہے	تو گلول کو چھوڑ، تو خود گلال ہے
ای رخ چوں زہرہ ات شمس الضحٰی	ای گدای رنگ تو گلگونہا
تیرا زہرہ جیسا رخ دن چڑھے کا سورج ہے	گلال تیرے رنگ کے بھکاری ہیں
بادہ کاندر خم ہی جوشد نہاں	زاشتیاق روی تو جوشد چناں
چھپی ہوئی شراب جو مٹکے میں جوش مار رہی ہے	تیرے چہرے کے شوق میں اس طرح جوش مار رہی ہے
اے ہمہ دریا، چہ خواہی کرد، نم	وے ہمہ ہستی چہ می جوئی عدم
اے مجسم دریا! تو شبنم کا کیا کرے گا؟	اے مجسم ہستی! تو عدم کا جویاں کیوں ہے؟
اے مہ تاباں چہ خواہی گرد کرد	اے کہ خور در پیش رویت روی زرد
اے چمکدار چاند! تو گرد کا کیا کرے گا؟	اے وہ کہ تیرے چہرے کے سامنے سورج کا چہرہ زرد ہے

تو خوشی و خوب و کان ہر خوشی	تو چرا خود منت بادہ کشی
تو بھلا ہے اور خوبصورت اور تو ہر بھلائی کی کان ہے	تو کیوں شراب کا احسان لیتا ہے؟
تاج کرمناست بر فرق سرت	طوق اعطیناک آویز برت
تیرے سر پر "ہم نے مکرم بنایا" کا تاج ہے	"ہم نے آپ کو دیا" کا ہار تیرے سینے کا آویزہ ہے
جوہرست انساں و چرخ اورا عرض	جملہ فرع و سایہ اند و او غرض
انسان جوہر ہے اور آسمان اس کا عرض ہے	سب سایہ اور فرع ہیں اور وہ مقصود ہے
اے غلامت عقل و تدبیرات و ہوش	چوں چنینی خویش را ارزاں فروش
اے وہ کہ عقل اور تدبیریں اور ہوش تیرے غلام ہیں	تو اپنے آپ کو اتنا سستا بیچنے والا کیوں ہے؟
خدمتت بر جملہ ہستی مفترض	جوہرے چوں مزد خواہد از عرض
تمام موجودات پر تیری خدمت فرض ہے	جوہر عرض سے کیسے مزدوری چاہے گا؟
علم جوئی از کتبہا اے فسوس	ذوق جوئی توز حلوای سبوس
ہائے افسوس تو کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے	تو بھوسی سے لطف حاصل کرتا ہے
بحر علمی در نمی پنہاں شدہ	در سہ گز تن عالمی حیران شدہ
تو قطرے میں چھپا ہوا علم کا سمندر ہے	تین گز کے جسم میں، عالم حیران ہو گیا ہے
مے چہ باشد یا جماع و یا سماع	تا بجوئی زو نشاط و انتفاع
شراب، یا جماع، یا سماع کیا ہوتا ہے؟	کہ تو اس سے نشاط اور نفع اندوزی چاہتا ہے
آفتاب از ذرہ کے شد وام خواہ	زہرہ از خمرہ کے شد کام خواہ
سورج ذرے سے قرض مانگنے والا کب بنا ہے؟	زہرہ انگارے سے کب مقصد کا خواہاں ہوا ہے؟
جان بے کیفے شدہ محبوس کیف	آفتابے حبس عقدہ اینت حیف
بے کیف جان، کیف میں مقید ہوگئی	سورج عقدہ میں پھنس گیا، یہ افسوس ہے

شرح حبیبی

ان سفارشی لوگوں نے اس کی گفتگو اور شور و شغب کے سبب بہت کچھ اس کے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا کہ اے امیر آپ کو اس سے انتقام لینا مناسب نہیں کیونکہ اگر شراب جاتی رہی تو اس کے جانے سے آپ کے اندر کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ اور اس سے آپ کے کمال میں فرق نہیں آیا۔ بلکہ آپ تو بدوں اس کے بھی اسی طرح

اچھے ہیں جیسے پہلے تھے تو جبکہ اس کے جانے سے آپ کا کچھ ضرر نہیں ہوا تو آپ انتقام کی فکر کیوں کرتے ہیں۔ آپ کے خوبی کی تو یہ حالت ہے کہ خود شراب اس سے خوبی حاصل کرتی ہے اور آپ کی پاکیزگی کی تو یہ حالت ہے کہ اس پر پانی کی پاکیزگی کو حسرت ہوتی ہے۔ پس اے رحیم اور کریم کے بیٹے اور کریم کے پوتے آپ بادشاہی کو کام فرمائیے اور اس کا قصور معاف کیجئے۔ صاحب شراب کی تو یہ حالت ہے کہ وہ آپ کے قد اور رخسار کی لونڈی ہے اور تمام مستوں کو آپ پر رشک ہوتا ہے کہ آپ ایسی شراب رکھتے ہیں جس کی شراب معروف لونڈی ہے۔ یعنی شراب حسن۔ پس آپ کو بادۂ گلگوں کی اصلاً ضرورت نہیں ہے آپ اس کے جانے کا افسوس نہ کریں۔ اے امیر آپ کا زہرہ کی مانند چہرہ خود آفتاب چاشت کی مانند ہے اور گلگونہ آپ کے رنگ کے گدا ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ اس کو بالکل ترک فرمادیں کیونکہ آپ تو خود گلگوں ہیں۔ آپ کو شراب پی کر چہرہ کو گلگوں بنانے کی کیا حاجت ہے۔

شراب جو خم میں جوش کھاتی ہے تو یہ اس کا اس طرح جوش کھانا آپ کے چہرہ کے اشتیاق میں ہے۔ اجی آپ تو سراسر دریائے خوبی ہیں پس آپ تم یعنی اس معمولی خوبی کو کیا کریں گے جو کہ شراب سے حاصل ہوتی ہے اور آپ تو سراپا ہستی و کمال ہیں۔ آپ کمال شراب کو کیوں طلب کرتے ہیں جو کہ آپ کے کمال کی مقابلہ میں بمنزلہ عدم کے ہے اور آپ عقل کے لحاظ سے ماہ تاباں ہیں۔ آپ نشہ شراب کو کیا کریں گے جو کہ اس کے لئے بمنزلہ گرد کے ہے اور آپ کی تو یہ حالت ہے کہ آپ کے حسن کے مقابلہ میں آفتاب شرمندہ ہے اور آپ تو سراپا خوبی اور سراسر خوب اور ہر خوبی کی کان ہیں۔ آپ شراب کا احسان کیوں لیتے ہیں آپ کے سر پر کرمنا کا تاج ہے اور **اعطیناک الکوثر** کا طوق آپ کے سینہ پر لٹکتا ہے یعنی معظم و مکرم ہیں۔ اور خدا نے آپ کو بہت کچھ کمالات عطا فرمائے ہیں۔ پھر آپ اپنے کو ایک ذلیل اور خسیس شے شراب کا محتاج کیوں سمجھتے ہیں۔

یہ باتیں آپ کے شایاں نہیں ہیں۔ آپ شراب کا خیال چھوڑیں اور زاہد کو معاف فرمادیں۔ آگے مولانا مطلق انسان کی حالت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان متبوع ہے اور آسمان وجود میں اس کا تابع اس لئے وہ بمنزلہ جوہر کے ہے اور آسمان بمنزلہ عرض کے۔ اور آسمان ہی کی تخصیص نہیں بلکہ تمام ممکنات خلقت میں اس کے تابع ہیں اور وہ مقصود بالخلقت۔ پس ہم اس سے کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو کہ اس قدر عالی رتبہ ہے کہ عقول و تدبیرات اور ہوش تیرے خادم ہیں۔ تو نے اپنے کو اس قدر معمولی قیمت میں کیوں بیچ رکھا ہے کہ ادنیٰ اور معمولی لذت کے لئے ہر خسیس شے کا غلام بنا ہوا ہے۔ ارے تیری خدمت تو تمام کائنات پر لازم ہے پھر تو اپنے غلاموں کا غلام کیوں بنا ہوا ہے اور ان سے اپنے خدمتوں کا صلہ کیوں چاہتا ہے بھلا کہیں جو ہر بھی اعراض سے خدمت کرتا اور ان سے کوئی منفعت چاہتا ہے ہرگز نہیں۔ پس تو کیوں چاہتا ہے۔

ہائے افسوس تو کتابوں سے علم چاہتا ہے اور بھوسے کے حلوے سے لذت چاہتا ہے کس قدر غضب کی بات ہے۔ ارے تیرا مقصود اصلی تو صرف علم لدنی اور لذت وصال حق سبحانہ ہونا چاہئے اور کتب اور حلوے اسبوس وغیرہ کو خدمتگاروں کے درجہ میں رکھنا چاہئے اور ان سے یوں کام لینا چاہئے جیسا کہ خدمت گاروں سے لیتے ہیں۔ مگر تو نے خود ان کو مقصود اصلی بنالیا ہے اور ان کی خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھ لیا ہے تو تو علم حقیقی کا ایک سمندر

ہے جو کہ تری یعنی علم ظاہری میں مستور ہو گیا ہے۔ اور گو تیرا قد تین گز کا ہے مگر تیری جامعیت کمالات میں جو کہ درجہ استعداد میں تیرے لئے حاصل ہے ایک عالم حیران ہے۔ پس جبکہ تیری حالت یہ ہے کہ تو شراب یا جماع یا راگ باجے کیا چیز ہیں کہ تو ان سے تفریح اور نفع کا طالب ہو۔ تو تو ایسا ہے جیسا آفتاب اور دیگر اشیاء ایسی ہیں جیسے ذرہ بھلا کہیں آفتاب بھی ذرہ سے کمال کا طالب ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں تو پھر تو ان سے کیوں طالب ہوتا ہے۔ نیز تیری ایسی مثال ہے جیسے زہرہ اور دوسری اشیاء کی ایسی مثال ہے جیسے چنگاری۔ پھر کہیں زہرہ بھی چنگاری سے کوئی مقصود حاصل کرتا ہے جبکہ نہیں کرتے تو تو کیوں کرتا ہے۔ افسوس کہ تیری روح جو خود بے کیف اور عالم ناسوتی سے خارج تھی۔ کیف یعنی عالم ناسوت میں گرفتار ہوگئی ہے اور اس طرح اس کے کمالات مخفی ہو گئے ہیں اور اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ آفتاب گرہ میں آ کر گہن میں پڑ گیا ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے۔

فائدہ:۔ علم ہیئت میں یہ امر مقرر ہے کہ جب آفتاب اور ماہتاب عقدہ راس یا ذنب پر مجتمع ہوتے ہیں تو سورج گہن ہوتا ہے۔ پس آفتاب جس عقدہ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے اور جس عقدہ کنایہ ہے کسوف آفتاب سے)

باز جواب گفتن امیر مر شفیعاں را

امیر کا سفارشیوں کو پھر جواب دینا

گفت نے نے من حریف آں میم	من بذوق ایں خوشی قانع نیم
اس نے کہا نہیں نہیں میں اس شراب کا دوست ہوں	میں اس خوشی کے ذوق پر قانع نہیں ہوں
وارہیدہ از ہمہ خوف و امید	کژ ہمی گردم بہر سو ہمچو بید
میں سب خوفوں اور امیدوں سے نجات پائے ہوئے ہوں	بید کی طرح ہر جانب کو جھومتا ہوں
من چناں خواہم کہ ہمچوں یاسمیں	کژ شوم گاہے چناں گاہے چنیں
میں ایسا چاہتا ہوں کہ یاسمین کی طرح	جھوموں، کبھی یوں کبھی یوں
ہمچو شاخ بید گرداں چپ و راست	کہ ز بادش گونہ گونہ رقصہا ست
بائیں اور دائیں جانب کو بید کی شاخ کی طرح جھومتا ہوں	جس کے ہوا کی وجہ سے طرح طرح کے رقص ہیں

شرح حبیبی

امیر نے جواب دیا کہ ہم ان باتوں کو نہیں سنتے ہم کو شراب سے تعلق ہے۔ جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہر امید و ہم سے جدا ہو کر ہر طرف بید کی طرح جھومیے۔ اور ہم کو تو بس یہ مطلوب ہے کہ یاسمین کی طرح کبھی ادھر جھک جائیں اور کبھی ادھر۔ اور اس شاخ بید کی طرح جو کہ ہوا کے سبب طرح طرح رقص کرتی ہے ہم بھی کبھی بائیں جانب حرکت کریں اور کبھی دائیں جانب اور یہ بات سوائے شراب کے اور شے میں نہیں ہے۔ لہذا ہم کو شراب کے سوا کوئی چیز مطلوب نہیں ہے۔

آنکه خو کردست باشادی مے	ایں خوشی را کے پسندد خواجہ کے
جس نے شراب (معرفت) کی خوشی کی عادت ڈال لی ہے	اس خوشی کو کب پسند کرتا ہے اے صاحب کب؟
انبیا زاں زیں خوشی بیروں شدند	کہ سرشتہ در خوشی حق بدند
انبیاء اس خوشی سے اسی لئے علیحدہ ہو گئے	کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی خوشی میں گندھے ہوئے تھے
زانکہ جاں شاں آں خوشی را دیدہ بود	ایں خوشیہا پیش شاں بازی نمود
کیونکہ ان کی جان نے اس خوشی کو دیکھا ہے	یہ خوشیاں ان کے لئے کھیل نظر آتی ہیں
ہر کہ را نور حقیقی رونمود	کے شود قانع بتاریکی و دود
جس کے لئے حقیقی نور نمودار ہوگیا ہو	وہ اندھیرے اور دھویں پر کب قناعت کرتا ہے؟
وانکہ در جوع او طعام اللہ خورد	کے زنان و شوربا حسرت برد
اور جو شخص بھوک میں خدا کا کھانا کھائے	وہ روٹی اور شوربے کی تمنا کب کرتا ہے؟
وانکہ باشد خفتہ اندر گلستاں	میل گلخن کے کند چوں ابلہاں
اور جو شخص گلستاں میں سویا ہو ہو	وہ بیوقوفوں کی طرح بھٹی کی خواہش کب کرتا ہے؟
چوں کند مستسقی از آب اجتناب	چوں کند مخمور دوری از شراب
استقا کا مریض پانی سے کیسے پرہیز کرے	شرابی شراب سے کیسے دور ہو؟
سیر نبود ہیچ عاشق از حبیب	صبر نکند ہیچ رنجور از طبیب
عاشق، معشوق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے	کوئی بیمار طبیب سے صبر نہیں کرتا ہے
بابت زندہ کسے چوں گشت یار	مردہ را چوں در کشد اندر کنار
جو شخص زندہ معشوق کا دوست ہوگیا ہو	وہ مردے سے بغل گیر کب ہو گا؟
مردہ را کس در کنار آرد مگر	کو ندارد، در جہاں از دل خبر
ہاں مردے کو وہ بغل میں لے گا	جس کو دنیا میں دل کا پتہ نہ چلے

تفسیر ایں آیہ کہ و ان الدار الأخرة لهی الحیوان لو کانوا یعلمون کہ در و دیوار و عرصۂ آں عالم و آب و کوزہ و میوہ و درخت ہمہ زندہ اند و سخن گو، و سخن شنو جہت آں فرمودہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ الدنیا جیفة وطالبها کلاب اگر آخرت را حیات نبودے آخرت ہم جیفہ بودے، جیفہ را از برائے مردگیش جیفہ گویند نہ برائے بوی زشت

اس آیت کی تفسیر کہ اور بیشک آخرت کا گھر وہی زندہ ہے کاش وہ جان لیتے'' کیونکہ اس عالم کے در اور دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے اسی لئے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مردار ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مردار ہوتی مردار کو اس کے مردہ ہونے کی وجہ سے مردار کہتے ہیں نہ کہ بدبو کی وجہ سے

آں جہاں چوں ذرہ ذرہ زندہ اند	نکتہ دانند و سخن گوینده اند
جبکہ اس جہان کا ذرہ ذرہ زندہ ہے	وہ نکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنے والے ہیں
در جہان مردہ شاں آرام نیست	کایں علف جز لائق انعام نیست
مردہ جہاں میں ان کو راحت نہیں ہے	کیونکہ یہ چارہ چوپاؤں ہی کے لائق ہے
ہرکرا گلشن بود بزم و وطن	کے خورد او بادہ اندر گولخن
جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو	وہ بھٹی میں شراب کب پئے گا؟
جای روح پاک علیین بود	جای روح ہر نجس سجیں بود
پاک روح کا مقام علیین ہے	ہر ناپاک روح کا مقام سجین ہے
جای بلبل گلبن و نسریں بود	کرم باشد کش وطن سرگیں بود
بلبل کا مقام بوٹا اور نسرین ہے	کیڑا ہوتا ہے' جس کا وطن گوبر ہوتا ہے
بہر مخمور خدا جام طہور	بہر ایں مرغان کور ایں آب شور
خدا کے مست کے لئے (شراب) طہور کا جام ہے	ان اندھے پرندوں کے لئے کھاری پانی ہے
ہر کرا عدل عمرؓ ننمود دست	پیش او حجاج خونی عادل ست
جس کے لئے عمرؓ کا انصاف نمودار نہ ہوا	اس کے لئے خونی حجاج' منصف ہے
دختراں را لعبت مردہ دہند	کہ ز لعب زندگاں بے آگہند
لڑکیوں کو مردہ گڑیں دیتے ہیں	کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں
چوں ندارند از فتوت زور دست	کودکاں را تیغ چوبیں بہتر ست
جبکہ جوانی کی قوت بازو نہیں رکھتے ہیں	بچوں کے لئے لکڑی کی تلوار بہتر ہے
کافراں قانع بہ نقش انبیا	کہ نگاریدہ ست اندر دیرہا
کافر' انبیاء کی تصویروں پر قانع ہیں	جو کہ انہوں نے گرجا گھروں میں بنا رکھی ہیں

وان جہاں ما را چو روز روشنے ست	ہیچ ماں پروای نقش و سایہ نیست
وہ جہان ہمارے لئے روشن دن کی طرح ہے	ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے
واں یکے نقشش نشستہ در جہاں	واں دگر نقشش چومہ بر آسماں
ان کا ایک نقش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے	اور ان کا دوسرا نقش چاند کی طرح آسمان پر ہے
ایں دہانش نکتہ گویاں با جلیس	واں دگر با حق بگفتار و انیس
ان کا یہ منہ ہم نشین سے نکتے کہتا ہے	اور وہ دوسرا اللہ (تعالی) کا ہمکلام اور دوست ہے
گوش ظاہر ضبط ایں افسانہ کن	گوش جانش جاذب اسرار کن
ظاہری کان اس افسانے کو سننے والا ہے	اس کی جان کا کان کن کے رازوں کو جذب کرنے والا ہے
چشم ظاہر ضابط حلیہ بشر	چشم سر حیراں مازاغ البصر
ظاہری آنکھ انسان کے حلیے کو محفوظ رکھنے والی ہے	باطنی آنکھ ''مازاغ البصر'' میں حیران ہے
دست ظاہر میکند داد و ستد	دست باطن بردر فرد صمد
ظاہری ہاتھ لین دین کرتا رہتا ہے	باطنی ہاتھ یکتا بے نیاز کے در پر ہے
پای ظاہر در صف مسجد صواف	پای معنی فوق گردوں در طواف
ظاہری پاؤں مسجد کی صف میں صف باندھنے والوں میں ہے	باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے
جزو جزوش را تو بشمر ہمچنیں	ایں درون وقت وآں بیرون حیں
تو اس کے جزو جزو کو اسی طرح گن لے	یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے
اینکہ در وقتست باشد تا اجل	واں دگر یار ابد قرن ازل
یہ جو وقت میں ہے موت تک ہے	اور وہ دوسرا ابد کا یار' ازل کا ساتھی ہے
ہست یک نامش ولی الدولتین	واں دگر نامش امام القبلتین
اس کا ایک نام ''دونوں دولتوں کا والی'' ہے	اور اس کا دوسرا نام ''دونوں قبلوں کا امام'' ہے
خلوت و چلہ برو لازم نماند	ہیچ غیمے مرو را غائم نماند
تنہائی اور چلہ (کشی) اس کے لئے ضروری نہ رہی	کوئی ابر اس پر چھانے والا نہ رہا
قرص خورشیدست خلوت خانہ اش	کے حجاب آرد شب بیگانہ اش
اس کا تنہائی کا گھر' سورج کی ٹکیا ہے	اجنبی رات اس کے لئے کب پردہ ڈال سکتی ہے؟

علت و پرہیز شد بحراں نماند	کفر او ایماں شد و کفراں نماند
بیماری اور پرہیز ختم ہو گیا' بحران نہ رہا	اس کا کفر' ایمان بن گیا ناشکری نہ رہی
چوں الف از استقامت شد بہ پیش	او ندارد ہیچ از اوصاف خویش
الف کی طرح راستی سے وہ پیشی میں پہنچ گیا	اس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا
گشت فرد از کسوت خوہائے خویش	شد برہنہ جاں بجاں افزای خویش
وہ اپنی عادتوں کے لباس سے برہنہ ہو گیا	ننگی جان کے ساتھ اپنی جان بڑھانے والے کی جانب روانہ ہو گیا
چوں برہنہ رفت پیش شاہ فرد	شاہش از اوصاف قدسی جامہ کرد
جب یکتا شاہ کے پاس' وہ ننگا پہنچا	شاہ نے اس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا
خلعتے پوشید از اوصاف شاہ	بر پرید از چاہ تا ایوان جاہ
اس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا	کنویں سے رتبہ کے محل پر اڑ کر چلا گیا
اینچنیں باشد چو دردے صاف گشت	از بن طشت آمد او بالائے طشت
یہی ہوتا ہے' جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے	طشت کی تلی سے طشت کے اوپر آ جاتی ہے
در بن طشت ارچہ بود او دردناک	شومی آمیزش اجزای خاک
طشت کی تلی میں وہ دردمند کیوں تھی؟	خاک کے اجزاء کی آمیزش کی بدبختی (کی وجہ) سے
یار ناخوش پرو بالش بستہ بود	ورنہ او دراصل بستہ برجستہ بود
برے دوست نے اس کے پر و بال باندھ دیئے تھے	ورنہ وہ اصل میں بہت تیز تھی
چوں عتاب اھبطوا انگیختند	ہمچو ہاروتش نگوں آویختند
جب انہوں نے "نیچے اترو" کا عتاب برپا کیا	اس کو ہاروت کی طرح الٹا لٹکا دیا
بود ہاروت از ملائک بیگماں	از عتابے شد معلق ہمچناں
ہاروت' یقیناً فرشتوں میں سے تھا	وہ عتاب کی وجہ سے اس طرح لٹکا دیا گیا
سرنگوں زاں شد کہ از سر دور ماند	خویش را سر ساخت تنہا پیش راند
وہ اوندھا اس لئے ہوا کیونکہ وہ اصل سے دور ہو گیا	اس نے اپنے آپ کو سر بنایا' تنہا آگے چلدیا
آں سبد خود را چو پر از آب دید	کرد استغنا و از دریا برید
ٹوکری نے جب اپنے آپ کو پانی سے بھرا دیکھا	اس نے بے نیازی برتی اور دریا سے جدا ہو گئی

در جگر چوں قطرۂ آبش نماند	بحر رحمت کرد او را باز خواند
جب اس کے جگر میں پانی کا ایک قطرہ نہ رہا	سمندر نے رحم کیا' اس کو واپس بلا لیا
رحمت بے علتے بے خدمتے	آید از دریا مبارک ساعتے
بغیر سبب' بغیر تکلیف کے رحمت	دریا سے مبارک وقت میں آتی ہے
اللہ اللہ گرد دریا باز گرد	گرچہ باشند اہل دریا بار زرد
خدا کے لئے دریا کی جانب واپس ہو	اگرچہ دریا والے زرد ہوں
تا کہ آید لطف بخشایش گری	سرخ گردد روی زرد از گوہری
حتیٰ کہ بخشش کی مہربانی آ پہنچے	جوہر پن سے زرد چہرہ سرخ ہو جائے
زردی رو بہترین رنگہاست	زانکہ اندر انتظار آں لقاست
چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے بہتر ہے	کیونکہ وہ اس ملاقات کے انتظار میں ہے
لیک سرخی بر رخے کاں لامعست	بہر آں آمد کہ جانش قانع ست
لیکن اس چہرے پر سرخی جو چمکدار ہے	اس لئے آئی ہے کہ اس کی جان قانع ہے
کہ طمع لاغر کند زرد و ذلیل	نے ز درد و علت آید آں علیل
کیونکہ لالچ کمزور' زرد اور ذلیل کرتا ہے	وہ درد اور بیماری کا مریض نہیں ہوتا ہے
چوں بہ بیند روی زرد بے سقم	خیرہ گردد عقل جالینوس ہم
جب بغیر بیماری کا' زرد چہرہ دیکھتی ہے	جالینوس کی عقل بھی حیران ہو جاتی ہے
چوں طمع بستی تو در انوار ہو	مصطفیٰ گوید کہ ذلت نفسہٗ
جب تو نے اللہ (تعالیٰ) کے انوار سے طمع وابستہ کر دی	مصطفیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا نفس ذلیل ہو گیا
نور بے سایہ لطیف و عالیست	آں مشبک سایۂ غربالیست
بے سایہ نور' پاکیزہ اور بلند ہے	جالیدار سایۂ چھلنی والا ہے
عاشقاں عریاں ہمی خواہند تن	پیش عنیناں چہ جامہ چہ بدن
عاشق ننگے بدن کے خواہاں ہیں	نامردوں کے لئے کیا کپڑا؟ کیا بدن؟
روزہ داراں را بود آں نان و خواں	خر مگس را چہ اباچہ دیگ داں
وہ روٹی اور خوان' روزہ دار کے لئے ہے	بڑی مکھی کے لئے کیا شوربا' کیا چولھا؟

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر کا عذر بھی ایک حد تک صحیح ہے کیونکہ جو شراب کی خوشی کا عادی ہو وہ اس خوشی خوشامد وغیرہ کو کب پسند کر سکتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ خوشی کے مقابلہ میں ادنیٰ خوشی نظر انداز کر دی جاتی ہے اور اس سے انبیاء کی ترک تنعم کا راز معلوم ہو گیا یعنی یہ کہ انہوں نے خوشی دنیاوی کو اس وجہ سے چھوڑا ہے کہ خوشی وصال حق ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور چونکہ انہوں نے اس خوشی کو دیکھا تھا جو کہ تمام خوشیوں سے اعلیٰ ہے۔ اس لئے یہ خوشیاں ان کی نظر میں کھیل معلوم ہوتی ہیں تم غور تو کرو کہ جس کو نور حقیقی دکھائی دے گا وہ کہیں ظلمات ناسوتیہ پر قناعت کر سکتا ہے اور جو بھوک میں طعام اللہ اور غذائے روحانی کھائے گا اس کو روٹی اور شوربے کی حسرت ہو سکتی ہے؟ اور جو باغ میں سو رہا ہے کیا وہ احمقوں کی طرح کوڑی کی طرف مائل ہو گا؟ بھلا مستسقی پانی سے کیسے پرہیز کر سکتا ہے اور شرابی شراب سے کیونکر دور ہو سکتا ہے اور کوئی عاشق اپنے معشوق سے سیر نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی بیمار طبیب کے بغیر صبر نہیں کر سکتا اور جب کوئی کسی زندہ معشوق کا ندیم ہو جائے تو پھر وہ مردہ کو بغل میں کیسے لے سکتا ہے۔ مردہ کو تو وہ ہی بغل میں لے گا جس کو عالم میں دل کی خبر نہ ہو۔ پس انبیاء جو کہ بھوک میں طعام اللہ کھاتے تھے اور نور حقیقی کو دیکھتے تھے اور گلزار روحانی میں آرام کر رہے تھے اور عشق الٰہی سے ان کو وہی نسبت تھی جو مستسقی کو پانی سے۔ اور شراب عشق ان کے لئے ایسے تھی جیسے مستوں کے لئے شراب معروف اور حق سبحانہ سے ان کو وہ تعلق تھا جو کہ عاشق کو معشوق سے اور بیمار کو طبیب سے اور وہ حق سبحانہ کے ندیم تھے۔ ایسی حالت میں وہ اشیاء ناسوتیہ کی طرف کیسے مائل ہو سکتے تھے اور لذات روحانیہ کو کیسے چھوڑ سکتے تھے چونکہ عقبیٰ زندہ ہے اور اس کی ہر چیز میں حیات ہے اور وہ نکتہ داں اور سخن گو ہے اس لئے ان کو اسی سے لذت حاصل ہوتی ہے اور اس مردار دنیا میں اس لئے ان کو آرام نہ ملتا تھا کہ اس کی اشیاء تو جانوروں کا چارہ ہیں اور آدمیوں کی غذا نہیں ہیں۔

پس ان کو اس میں کیسے آرام حاصل ہو سکتا تھا پس وہ دنیا میں مصروف تنعم اس لئے نہ تھے کہ عقبیٰ جو کہ اپنی خرابی اور بمنزلہ باغ کے ہے اور جس کے مقابلہ میں دنیا بمنزلہ کوڑی کے ہے۔ ان کا وطن اور ان کی محفل تھی۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کا وطن اور جس کی بزم باغ ہو وہ کوڑی پر مصروف تنعم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ وہ بھی دنیا میں مصروف تنعم نہ ہوں اس میں مصروف تنعم ہونا اہل دنیا کا کام ہے نہ کہ اہل اللہ کا کیونکہ ان کا وطن عقبیٰ ہے اور ان کا وطن دنیا اور ہر کوئی اپنے وطن میں مصروف تنعم ہوتا ہے اور اس کو ایسے تنعم میں مزہ آتا ہے جو اس کے وطن میں ہو ہم نے یہ کیوں کیا کہ ان کا وطن عقبیٰ ہے اور اہل دنیا کا وطن دنیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کا وطن اس کے مناسب ہوتا ہے مثلاً ارواح پاک کا وطن علیین ہے اور ارواح خبیثہ کا وطن سجین اور بلبل کا وطن گل اور نسرین وغیرہ ہیں۔ اور جعل کا وطن سرگین اور چونکہ اہل اللہ مستی عشق الٰہی میں چور ہیں اس لئے ان کے حصہ میں شراب طہور عقبیٰ ہے اور اہل دنیا مثل اندھے جانوروں کے ہیں اس لئے ان کے حصہ میں آب شور دنیا ہے مگر وہ اس سے اس لئے خوش ہیں کہ انہوں نے اس شراب طہور کو نہیں پیا۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی اعلیٰ شے سے ناواقف ہوتا ہے تو وہ ادنیٰ ہی کو اعلیٰ سمجھتا ہے۔

چنانچہ جس نے عدل عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا وہ حجاج خونیں ہی کو عادل سمجھے گا اور لڑکیوں کو بے جان گڑیا اس لئے دیتے ہیں کہ ہوز ندوں کے کھیل سے ناواقف ہوتی ہیں۔ نیز چونکہ بچوں میں مردانگی کا زور باز و نہیں ہوتا اس لئے ان کے لئے لکڑی کی تلوار ہی اچھی ہوتی ہے۔ نیز کفار چونکہ عقبیٰ سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے وہ انبیاء کی صرف ان تصاویر پر قناعت کرتے ہیں جو کہ ان کے معبدوں میں منقوش ہوتے ہیں لیکن چونکہ ہم کو عقبیٰ کا علم ہے اور پھر عقبیٰ روز روشن کی طرح ظاہر ہے اس لئے ہم ان نقوش کی پرواہ نہیں رکھتے۔

پس ان واقعات کی بنا پر ضروری ہے کہ وہ آپ شور دنیا ہی کو نعمت عظمیٰ سمجھیں اگر کوئی کہے کہ اہل دنیا ہی کی کیا تخصیص ہے اہل اللہ بھی تو لذات دنیا سے متمتع ہوتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ یہ صحیح ہے لیکن دونوں کے تمتع میں فرق ہے۔ اہل دنیا نے ان کو مقصود سمجھ رکھا ہے اور وہ عقبیٰ سے غافل ہیں مگر اہل اللہ نے ان کو مقصود نہیں سمجھا اور نہ وہ عقبیٰ سے غافل ہیں۔ بلکہ ان کی حالت یہ ہے کہ ان کی ایک تصویر (جسم) دنیا میں ہے اور دوسری تصویر (روح) چاند کی طرف آسمان پر ہے۔ اور ان کا جسمانی ذہن اپنے ہم نشین سے نکات بیان کر رہا ہے اور روحانی وقلبی منہ حق تعالیٰ سے ہم کلام اور اس کا انیس ہے اور ان کا جسمانی کان عام گفتگوئیں سن رہا ہے اور گوش قلب اسرار خداوندی کھینچ رہا ہے اور ان کی ظاہری آنکھ آدمیوں کی صورتیں دیکھ رہی ہے اور چشم باطن مشاہدہ حق میں مصروف ہے دوؤ تگ ہے اور اس سے نفی نہیں ہے اور ان کا ظاہری ہاتھ لین دین کرتا ہے لیکن ان کا باطنی ہاتھ خدا کے سامنے پھیلا ہوا ہے اور ان کے ظاہری پاؤں مسجد میں صف بستہ ہیں مگر ان کے باطنی پاؤں عالم بالا کا چکر لگا رہے ہیں۔

غرضکہ تم ان کے ایک ایک جز کو یوں ہی گن جاؤ۔ اور سمجھو کہ ان کا ایک جز و زمانہ میں محبوس ہے اور دوسرا زمانہ سے خارج لیکن جو جز ان کا زمانہ میں محبوس ہے وہ ان کا اصل جز نہیں ہے بلکہ وہ تو اس کے ساتھ صرف موت تک ہے۔ رہا دوسرا جز جو زمانہ سے خارج ہے وہ ان کا اصلی جز اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ رہنے والا ہے۔ اب سمجھو کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہے ان کا نام ولی الدولتین اور امام القبلتین ہے۔ کیونکہ وہ دولت دینی و دنیوی دونوں سے بہرہ مند ہیں اور دین و دنیا دونوں کے بادشاہ ہیں اور جب آدمی اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اس پر خلوت اور چلہ لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ خلوت اور چلہ کی غرض یہ ہے کہ ان امور سے انقطاع ہو جو کہ توجہ الی الحق سے مانع ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے کوئی چیز مانع نہیں رہتی اور کوئی امیر دنیاوی آفتاب حقیقی کو ان کی نظر سے مخفی نہیں کر سکتا اور قرص خورشید (روز روشن) ان کا خلوت خانہ ہے۔ یعنی ان کو دن کے وقت جلوت میں بھی وہی بات حاصل ہے جو کہ رات کے وقت خلوت میں اور اغیار جو کہ ستر آفتاب حقیقی میں بمنزلہ شب کے ہیں۔ آفتاب حقیقی کو ان کی نظر سے مخفی نہیں کر سکتے۔ بس ان کو خلوت اور چلہ کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی مرض اور پرہیز کا زمانہ ختم ہو گیا اور بحران یعنی روح اور نفس وشیطان کی جنگ کا خاتمہ ہو گیا ہے اور اس میں روح کو کامل فتح حاصل ہو چکی ہے اور ان کا کفر مبدل بہ ایمان حقیقی ہو گیا ہے اور کفر ان کا نام تک باقی نہیں رہا ہے اور خلوت و چلہ کی ضرورت مرض اور پرہیز اور تحصیل ایمان کے لئے تھی تو جب مرض جاتا رہا اور پرہیز کا زمانہ ختم ہو گیا اور ایمان حقیقی حاصل ہو گیا تو اب ان کی ضرورت نہ رہی۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ اشخاص مذکورہ پر خلوت اور چلہ لازم نہیں رہتا۔ اور ان کا تکلیف احکام شرعیہ کے احاطہ سے خارج ہو جانا اور غیر مکلّف بن جانا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ خلوت اور چلہ کا لزوم عارضی تھا نہ کہ اصلی۔ پس وہ تو زوال عارض سے ساقط ہو سکتے ہیں لیکن عبادات اصلیہ چونکہ کسی عارضی پر مبنی نہ تھیں اس لئے وہ کسی وقت میں ساقط نہیں ہو سکتیں اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔

بعض لوگ ایسے مضامین یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ کاملین پر نہ کوئی طاعت لازم ہے اور نہ ان کو کوئی معصیت مضر ہے۔ یہ خیال بالکل اسلام کیخلاف اور سراسر الحاد ہے اعاذنا اللہ منہ)

فائدہ ۲:۔ کفر او ایمان شدالخ میں کفر سے مراد عدم ایمان کامل ہے جو شامل ہے کفر محض اور نقص ایمان دونوں کو اور معنی یہ ہیں کہ پہلے جو اس کو کمال ایمان حاصل نہ تھا اب وہ بات نہ رہی بلکہ اب وہ مومن کامل ہو گیا اور اب نہ اس میں کفر حقیقی رہا اور نہ کفر مجازی یعنی نقص ایمان واللہ اعلم)

وہ درست اور سیدھا ہو کر الف خالی کی طرح حق سبحانہ کے سامنے گیا ہے اور اپنے اوصاف میں سے کچھ بھی اپنے اندر نہیں رکھتا یعنی وہ خودی کو بالکل ہٹا چکا ہے اور اپنے خصائل کا لباس بالکل اتار چکا ہے اور اپنے جان افزا محبوب کے پاس اس لباس سے بالکل ننگا ہو کر گیا ہے۔ پس جبکہ وہ اپنے لباس سے ننگا ہو کر حق سبحانہ کے سامنے گیا ہے تو حق سبحانہ نے اس کو اپنے اوصاف قدسیہ کا لباس پہنایا ہے اور اس نے اوصاف خداوندی کی خلعت زیب تن کر لی ہے۔ یعنی وہ متخلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے اور اس طرح وہ چاہ ناسوت سے نکل کر دیوان تقرب من اللہ تک پہنچ گیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ تلچھٹ کے اجزاء لطیفہ جس وقت اجزاء ارضیہ سے جدا ہو جائیں تو پھر وہ طشت کی تہہ میں نہیں رہتے بلکہ اوپر آ جاتے ہیں۔

اچھا اب اس کی وجہ سمجھو کہ وہ دردی کی طرح غیر مصفا شخص طشت ناسوت کی تہہ میں کیوں تھا۔ اس کی وجہ اجزائے ارضیہ یعنی جسم ناسوتی کی نحوست تھی اور ناپسندیدہ ساتھی نے اس کے پروبال باندھ رکھے تھے۔ یعنی ناسوتی جسم نے اس کے قوئ عروج روحانی کو معطل کر رکھا تھا اور اس کو عروج روحانی نہ کرنے دیتے تھے۔ ورنہ وہ اپنی ذات سے نہایت ترقی کرنے والا اور بلند پرواز تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس وقت قضا وقدر نے معاتبانہ حکم اھبطو کیا۔ یعنی اس کو تسفل کا حکم دیا تو وہ جاہ ناسوت میں ہارون کی طرح سے الٹا لٹکا دیا گیا یعنی اس کا رخ تعلّی سے تسفل کی طرف کر دیا گیا۔ ہاروت کی طرح ہم نے اس لئے کہا کہ وہ بھی اصل میں فرشتہ اور تعلّی طلب تھا۔ مگر عتاب خداوندی سے یوں ہی لٹکا دیا گیا جیسا کہ شخص مذکور لٹکا دیا گیا۔ اچھا اب یہ سنو اس پر عتاب کیوں ہوا۔ اور وہ الٹا کیوں ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے سردار (حق سبحانہ) سے دور رہ گیا۔ اور اس نے خود اپنے کو سردار بنا لیا اور تنہا روئی اختیار کی۔ اور جب اس ٹوکری کی طرح مشک اور سوراخ دار یعنی فی نفسہ معرا عن الکمال شخص نے اپنے آپ کو آب کمال مثل قدرت و اختیار و علم و سمع و بصر وغیرھا سے پر دیکھا تو اس نے اپنے کو دریائے حقیقی (حق سبحانہ) سے مستغنی سمجھا اور اس سے قطع تعلق کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا کمال روحانی سب جاتا رہا اور وہ خالی رہ گیا لیکن جبکہ پھر اسے ہوش آیا اور وہ منفعل ہوا۔ اور روتے روتے اس کے جگر میں قطرہ اشک باقی نہ رہا تو پھر دریائے حقیقی نے رحم کیا اور اس کو واپس بلا لیا۔ اس سے تم یہ نہ سمجھنا کہ اس کی رحمت پابند

ہے رونے دھونے کے۔ نہیں بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی نیک ساعت میں اس کی رحمت بلا کسی سبب اور بلا کسی خدمت کے متوجہ ہو جاتی ہے۔ عبد کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اسے کھینچ لیتی ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ روح اپنی ذات سے متوجہ الی الحق تھی۔ مگر جبکہ اس کا تعلق جسم سے ہو گیا تو وہ حق سبحانہ سے غافل ہو کر لذات جسمانیہ میں مصروف ہو گئی۔ گویا کہ اس نے اپنے کمال کو ذاتی سمجھا۔ اس لئے اپنے کو مشتغل خیال کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ معتوب ہوئی اور معتوب ہو کر سرنگوں ہو گئی اور بجائے اوپر کی طرف جانے کے نیچے کی طرف چلے گئے اور روز بروز اس کی حالت ردی ہوتی گئی اور سا کا تسفل بڑھتا گیا لیکن جبکہ اس کو ندامت ہوئی اور وہ خوب روئے دھوئے اور اشتغال بالجسم کو چھوڑا اور خصائل ذمیمہ جو اس کے اندر اشتغال بالجسم سے پیدا ہو گئی تھی ان کو دور کیا تو حق سبحانہ نے اس پر پھر رحم کیا اور اس کو اپنے قرب سے سرفراز فرمایا۔ پس اس کو عروج سے روکنے والے اور ناسوت کی تہہ میں مقید کرنے والے اجزاء عروضیہ تھے)

ہاں اے مخاطب گو یہ ضرور ہے کہ ساحل کے رہنے والوں کا رنگ زرد ہوتا ہے اس لئے اگر تو دریائے حقیقی سے قرب حاصل کرے گا تو ریاضات و مجاہدات کے سبب تیری رنگت بھی زرد ہو جائے گی۔ مگر تو اس کی پرواہ نہ کر۔ اور قرب دریائے حقیقی ضرور حاصل کر۔ تاکہ ایسا کرنے سے کسی نہ کسی وقت اس جواد و کریم کی تجھ پر نظر عنایت ہو جائے اور تجھے دولت وصال میسر ہو جائے جس کی خوشی سے تیری زردی رنگ سرخی سے بدل جائے اور اگر بالفرض اگر یہ رنگ نہ بھی بدلے تب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ خود یہ زردی رنگ بھی تمام رنگوں سے بہتر ہے کیونکہ اس کا سبب دیدار حق سبحانہ کا انتظار ہے وہی سرخی جو کہ کسی تمتماتے ہوئے چہرہ پر ہے سو اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی جان کے اندر طلب حق سبحانہ نہیں ہے اور وہ اس کے فراق پر قناعت کئے ہوئے ہے کیونکہ اس کو طلب ہوتی تو سرخی رنگ ناممکن تھی اس لئے کہ طلب کا خاصہ ہے کہ وہ دبلا اور زرد اور مسکین طبیعت بنا دیتی ہے اور وہ کسی بیماری اور تکلیف سے بیمار نہیں ہوتا کہ زردی رنگ اس بیماری اور تکلیف کے سبب ہو۔ بلکہ یہ صرف اس طلب اور انتظار کا اثر ہوتا ہے اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر جالینوس بھی اس کا بدوں کسی مرض کے زرد چہرہ دیکھ لے تو اس کی عقل بھی دنگ ہو جائے اور کہے کہ یہ شخص بیمار تو ہے نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس کا چہرہ زرد ہے۔

القصہ تم کو زردی رنگ سے خوف نہ کرنا چاہئے (کیونکہ اول تو وہ عارضی ہے اور وصال کے بعد سرخی سے بدل جائے پھر اگر نہ بھی بدلے تو وہ زردی جو انتظار دیدار حق سبحانہ میں ہو اس سرخی سے بہتر ہے جو استغناء عن الحق کے سبب ہو) اور طلب حق سبحانہ میں مصروف ہونا چاہئے۔

دیکھو جب تم انوار حق سبحانہ کے طالب ہو گے تو تمہاری سرکشی فانی رہے گی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دل میں طمع اور جس قدر تمہاری طلب بڑھے گی اسی قدر تمہاری سرکشی فنا ہو گی اور جس قدر تمہاری سرکشی فنا ہو گی اسی قدر صفائی باطن حاصل ہو گی۔ پس تم کو طلب کامل حاصل کرنی چاہئے تاکہ تم کو صفائی کامل حاصل ہو اور حجابات تمام مرتفع ہو جائیں اور نور بے سایہ تم کو حاصل ہو۔ اور تم بلا حجاب دیدار حق سبحانہ سے مشرف ہو کیونکہ جس نور میں سایہ کی آمیزش نہ ہو وہ نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ رہا شبک یعنی نور و تاریکی آمیختہ۔ سو وہ چھلنی کا سایہ ہوتا ہے سو وہ ایسا اچھا نہیں ہے جیسا کہ وہ نور جس میں سایہ کی بالکل آمیزش نہ ہو۔ پس

تم طلب ناقص اور تصفیہ ناقص پر اکتفا نہ کرو بلکہ اس کو کامل کرو نور بے سایہ اور مشاہدہ بلا حجاب کی قدر اہل اللہ جانتے ہیں عوام اس کی قدر نہیں جان سکتے کیونکہ عشاق چاہتے ہیں کہ ان کا اور ان کے محبوب کا جسم بالکل ننگا ہو اور ان کے اور ان کے محبوب کے درمیان کپڑا ابھی حائل نہ ہوتا کہ انہیں وصل عریان حاصل ہو جائے۔

رہے نامرد سو ان کے نزدیک کپڑا اور بدن دونوں برابر ہیں۔ علیٰ ہذا روٹی اور خوان روزہ داروں کے لئے ہوتے ہیں رہے زخموں پر بیٹھ کر ان میں کیڑے ڈالنے والی مکھی۔ سو اسے نہ شوربے سے واسطہ ہے اور نہ چولہے سے۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ حجابات کا بالکلیہ مرتفع ہو جانا اور فنا کے تمام مدارج کا طے ہو جانا ممکن ہے۔ پس اس مقام پر تمام حجابات کے مرتفع ہونے اور حصول فنائے تام سے مراد استغراق حقیقی نہیں ہے بلکہ مقصود محض کثرت ہے۔ واللہ اعلم۔

دیگر بار استدعای شاہ از ایاز کہ تاویل کار خود بگو، مشکل منکراں و طاعناں را حل کن کہ ایشاں را در التباس رہا کردن مروت نیست

شاہ کا ایاز سے دوبارہ کہنا کہ اپنے کام کا مطلب بتا اور منکروں اور معترضوں کی مشکل کو حل کر دے، کیونکہ ان کو شبہ میں مبتلا چھوڑ دینا مروت نہیں ہے

ایں سخن از حد و انداز ست بیش	اے ایاز اکنوں بگو احوال خویش
یہ بات حد اور اندازہ سے زیادہ ہے	اے ایاز! اب تو اپنے احوال بتا
ہیں بگو احوال خود را اے ایاز	گرچہ تصویر حکایت شد دراز
ہاں اے ایاز! اپنے احوال بتا	اگرچہ حکایت کا نقشہ دراز ہو گیا ہے
ہست احوال تو از کان نوی	تو بدیں احوال کے راضی شوی
تیرے احوال نئی کان کے ہیں	تو ان احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟
ہیں حکایت کن ازاں احوال خوش	خاک بر احوال درس پنج و شش
ہاں اپنے اچھے احوال بیان کر	پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے
حال باطن گر نمی آید بگفت	حال ظاہر گویمت در طاق و جفت
باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آ سکتا	میں تجھ سے طاق اور جفت میں ظاہر کا حال بیان کرتا ہوں
کہ ز لطف یار تلخیہای مات	گشت برجاں خوشتر از قند و نبات
کیونکہ شکست کی تلخیاں یار کی مہربانی سے	جان کے لئے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہو گئی ہیں
زاں نبات ار گرد در دریا رود	تلخی دریا ہمہ شیریں شود
اگر اس شکر کی گرد بھی سمندر میں پہنچ جائے	سمندر کا کھارا پن سب میٹھا ہو جائے

صد ہزار احوال عالم ایں چنیں	باز سوی غیب رفتند اے امیں
اسی طرح عالم کے لاکھوں احوال	اے امانتدار! پھر غیب کی جانب چلے گئے
حال ہر روزے بہ دی مانند نے	ہمچو جو اندر روش کش بند نے
ہر روز کا حال کل کی مانند نہیں ہے	جیسے کہ جاری ہونے میں وہ نہر جس پر کوئی بندش نہیں ہے
شادی ہر روز از نوع دگر	فکرت ہر روز را دیگر اثر
ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے	ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

شرح حبیبی

اچھا مذکورہ بالا گفتگو تو ختم نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ حد اور اندازہ سے خارج ہے اس لئے اسے چھوڑ و اور سنو کہ محمود نے ایاز سے کیا کہا۔ اس نے کہا کہ اے ایاز تو اپنے احوال بیان کر۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ہاں اے ایاز گو قصہ کو طول ہو گیا ہے مگر اس کے کچھ پرواہ نہیں تم اپنی حالت ضرور بیان کرو۔ بھائی تمہارے احوال تو نہایت تر و تازہ اور پسندیدہ اور گویا کہ جدت کی کان سے نکلے ہیں۔ پس تم ان احوال کو کیوں پسند کرو گے جو میں تمہارے بیان کرتا ہوں۔ لہذا تم خود اپنے ان پاکیزہ اور نفیس حالات کو بیان کرو اور ان احوال پر خاک ڈالو۔ جو اس بیان سے تعلق رکھتے ہیں جس کا علاقہ عالم ناسوت سے ہے لیکن تم تو بیان نہیں کرتے اس لئے مجبوراً میں ہی بیان کرتا ہوں اور اگر تمہارے باطنی احوال بعینہا بیان میں نہیں آسکتے کیونکہ وہ وجدانی ہیں۔ جس کا ادراک وجدان سے ہوسکتا ہے۔ تو تمہارے ظاہری اور سرسری احوال ہی خلا و بلا میں بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ تمہارے یار کی خوبی اور پاکیزگی نے تمہارے ناگاہوں کی تلخیوں اور ناگواریوں کو اس قدر گوارا اور شیریں بنا دیا ہے کہ وہ قند اور نبات سے بڑھ گئی ہیں اور وہ اس قدر شیریں ہوگئی ہیں کہ اگر ان کی گرد بھی سمندر میں پڑ جائے تو سمندر کی تلخی شیرینی سے بدل جائے یعنی تم اپنے محبوب سے اس قدر محبت کرتے ہو اور وہ تمہاری نظر میں اس درجہ محبوب اور مرغوب ہے کہ اس کے عشق میں جو مصیبت بھی تم پر پڑتی ہے اور جو ناکامی بھی تم کو پیش آتی ہے تم اپنے محبوب کی خاطر اس کو نہایت فراخ حوصلگی اور کشادہ روئی کے ساتھ قبول کرتے ہو۔

فائدہ:۔ ہم نے ہیں بگو احوال خود رائے ایاز۔ کو مولانا کا مقولہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ شعر مذکور کا مصرع ثانی اور اشعار آئندہ بآواز بلند اس امر کو ظاہر کرتے ہیں۔ شراح نے اس مقام پر بہت خبط کیا ہے۔ تنبہ لہٗ)

یہاں تک اس مضمون کو بیان فرما کر انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اوپر تلخی دریا کے فنا ہونے کا ذکر کیا ہے۔ سنو بھائی ایک تلخی دریا کیا چیز ہے عالم میں لاکھوں احوال آئے اور پھر غیب کو سدھار گئے چنانچہ ہر روز کی حالت اس سے پہلے دن کی حالت کے مشابہ نہیں ہوتی۔ جیسے ندی کا بہتا ہوا پانی۔ جس کے لئے کوئی روک نہیں ہے کہ وہ ہر دم نیا ہوتا ہے اور جو ایک دفعہ آچکا وہ پھر نہیں آتا۔ اور ہر روز کی خوشی پہلے دن کی خوشی سے مختلف ہوتی ہے اور ہر روز کے خیال کا اثر

پہلے دن کے خیال سے جدا ہوتا ہے۔ اس بیان سے ایک نتیجہ پیدا ہوتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تمثیل تن آدمی بمہمانخانہ واندیشہائے مختلف ہمچوں مہماناں، وعارف صابر دراں اندیشہا چوں مرد مہمان دوست، غریب نواز خلیل وار

آدمی کے جسم کی مثال مہمان خانہ سے ہے اور مختلف فکریں مہمانوں کی طرح ہیں اور عارف صابران فکروں کے معاملہ میں مہمان دوست غریب نواز ابراہیم خلیل اللہ کی طرح ہے

ہست مہماں خانہ ایں تن اےجواں	ہر صباحے ضیف نو آید دواں
اے جوان! یہ جسم مہمان خانہ ہے	ہر صبح کو نیا مہمان دوڑتا آتا ہے
نے غلط گفتم کہ آید دمبدم	ضیف تازہ فکرت شادی و غم
نہیں میں نے غلط کہا، لحہ بہ لحہ آتا ہے	خوشی اور رنج کے فکر کا نیا مہمان
میزباں تازہ رو شو اے خلیل	درمبند و منتظر شو در سبیل
اے خلیل! خندہ پیشانی والا میزبان بن	دروازہ بند نہ کر اور راستہ میں منتظر رہ
ہرچہ آید از جہان غیب وش	دردلت ضیفست او را دار خوش
غیب جیسے جہان سے جو آئے	وہ تیرے دل میں مہمان ہے اس کو خوش رکھ
ہیں مگو کیں ماند اندر گردنم	کو ہم اکنوں باز پرد در عدم
خبردار! نہ کہہ کہ یہ میرے گلے کا ہار بن گیا	کیونکہ وہ بھی اب عدم کی جانب پرواز کر جائے گا

حکایت آں مہمان وزن خداوند خانہ کہ آہ باراں گرفت ومہمان درگردن ما ماند

مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت، کہ ہائے بارش جم گئی اور مہمان ہماری گردن میں پڑ گیا

آں یکے را بیگہاں آمد قنق	ساخت او را ہمچو طاق اندر عنق
ایک (میزبان) کے یہاں بے وقت مہمان آ گیا	اس نے اس کو گلے کے طوق کی طرح بنا لیا
خواں کشید او را کرامتہا نمود	آں شب اندر کوی ایشاں سور بود
اس کے لئے دستر خوان بچھایا، تواضع کی	اس رات میں ان کی گلی میں شادی تھی
مرد زن را گفت پنہانی سخن	کامشب اے خاتون دو جامہ خواب کن
شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا	اے خاتون! آج رات کو دو بسترے بچھانا

بستر مارا بگستر سوی در	بہر مہماں گستراں سوی دگر
ہمارا بستر دروازے کی جانب بچھا	مہمان کے لئے دوسری جانب بچھا
گفت زن خدمت کنم شادی کنم	سمع و طاعت اے دو چشم روشنم
بیوی نے کہا خدمت بجا لاؤں گی، خوش ہوں گی	اے میری دو روشن آنکھیں! سنا اور مانا
ہر دو بستر گسترید و رفت زن	سوی خانہ سور کرد آنجا وطن
بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی	شادی کے گھر کی جانب، وہاں ٹھہر گئی
ماند مہمان عزیز و شوہرش	نقل بنہادند از خشک و ترش
مہمان عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے	خشک اور کھٹا چبینا انہوں نے (سامنے) رکھا
در سمر گفتند ہر دو منتخب	سرگذشت نیک و بد تا نیمشب
دونوں شریفوں نے کہانی میں ذکر کیا	آدھی رات تک، نیک اور بد کا قصہ
بعد ازاں مہماں زخواب و از سمر	شد دراں بستر کہ بد آنسوی در
اس کے بعد نیند اور کہانی کی وجہ سے مہمان	اس بستر میں چلا گیا جو دروازے کی جانب تھا
شوہر از خجلت بدو چیزے نگفت	کہ ترا ایں سوست اے جاں جای خفت
شوہر نے شرمندگی کی وجہ سے اس سے کچھ نہ کہا	کہ اے جان! تیرے سونے کی جگہ اس جانب ہے
کہ برای خواب تو اے بوالکرم	بستر آں سوی دگر افگندہ ام
کہ اے بزرگ! تیرے سونے کے لئے	میں نے بستر دوسری طرف بچھوایا ہے
آں قرارے کہ بزن او دادہ بود	گشت مبدل واں طرف مہماں غنود
وہ بات جو اس نے بیوی سے طے کی تھی	بدل گئی اور اس جانب مہمان سو گیا
آنشب آنجا سخت باراں در گرفت	کز شکوہ ابرشاں آمد شگفت
اس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی	کہ ابر کی ہیبت سے وہ حیران ہو گئے
زن بیامد برگمان آنکہ شو	سوی در خفتہ است و آنسو آں عمو
بیوی آئی، اس گمان سے کہ شوہر	دروازے کی جانب سویا ہوا ہے اور اس جانب وہ چچا
رفت عریاں در لحاف آندم عروس	داد مہماں را برغبت چند بوس
دلہن، ننگی ہو کر فوراً لحاف میں گھس گئی	اور رغبت سے مہمان کے چند بوسے لئے

گفت می ترسیدم ای مرد کلاں	خود ہمان آمد ہمان آمد ہماں
اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں	وہی ہوا' وہی ہوا' وہی
مرد مہماں را گل و باراں نشاند	بر تو چوں صابون سلطانی بماند
مہمان شخص کو کیچڑ اور بارش نے بٹھا دیا	تم پر شاہی ٹیکس کی طرح ہو گیا
اندریں باران و گل او کے رود	برسر و جان تو اوتاواں شود
اس بارش اور کیچڑ میں وہ کب جائے گا	آپ کے سر اور جاں پر وہ تاوان بنے گا
زود مہماں جست و گفت اے زن بہل	موزہ دارم من ندارم غم ز گل
جلدی سے مہمان اٹھا اور بولا اے عورت! جانے دے	میرے پاس موزہ ہے مجھے کیچڑ کا فکر نہیں ہے
من رواں گشتم شمارا خیر باد	در سفر یکدم مبادا روح شاد
میں چل دیا' تم سلامت رہو	خدا کرے سفر میں تھوڑی دیر کے لئے بھی روح خوش نہ ہو
تا کہ زوتر جانب معدن رود	کایں خوشی اندر سفر رہزن شود
تا کہ بہت جلد کان کی جانب چلی جائے	کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہزن بن جاتی ہے
زن پشیماں شد ازاں گفتار سرد	چوں رمید و رفت آں مہمان فرد
عورت اس سرد (مہری کی) بات سے شرمندہ ہو گئی	جبکہ وہ یکتا مہمان بھڑک گیا اور چلا گیا
زن بسے گفتش کہ آخر اے امیر	کہ مزاحے کردم از طیبت مگیر
عورت نے اس سے بہت کہا کہ اے سردار! آخر	میں نے مذاق کیا ہے' مذاق سے رنجیدہ نہ ہو
سجدہ و زاری زن سودے نداشت	رفت وایشاں رادراں حسرت گذاشت
عورت کے سجدے اور عاجزی نے فائدہ نہ دیا	وہ چلا گیا اور ان کو اس حسرت میں چھوڑ گیا
جامہ ازرق کردزاں پس مرد و زن	صورتش دیدند شمع بے لگن
میاں اور بیوی نے اس کے بعد کپڑے نیلے کر لئے	انہوں نے اس کی صورت بے شمعدان کی شمع دیکھی
میشد و صحرا ز نور شمع مرد	چوں بہشت از ظلمت شب گشت فرد
وہ جا رہا تھا اور جنگل' مرد کی شمع کے نور سے	بہشت کی طرح' رات کی تاریکی سے جدا ہو گیا
کرد مہمانخانہ خانہ خویش را	از غم و از خجلت ایں ماجرا
اس نے اپنے گھر کو' مہمان خانہ بنا دیا	اس قصہ کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

در درون ہر دو از راہ نہاں	ہر زماں گفتے خیال میہماں
مخفی راہ سے دونوں کے باطن میں	ہر وقت مہمان کا خیال کہتا
کہ بدم یار خضر صد گنج جود	می فشاندم لیک روزی تاں نبود
کہ میں خضر یار تھا بخشش کے سیکڑوں خزانے	میں نے بکھیرے لیکن تمہارا حصہ نہ تھے

تمثیل فکر ہر روز ینہ کہ اندر دل آید بمہمان نو کہ از اول روز در خانہ فرود آید و تحکم و بدخوی کند و فضیلت مہمانداری و ناز مہمان کشیدن

ہر روز جو خیال دل میں آتا ہے اس کی مثال دینا اس نئے مہمان کیساتھ جو پہلے ہی دن گھر میں آیا ہے اور حکم چلاتا ہے اور بدمزاجی کرتا ہے اور مہمانداری کی فضیلت اور مہمان کی ناز برداری کرنا

ہر دمے فکرے چو مہمان عزیز	آید اندر سینۂ ہر روز نیز
ہر وقت عزیز مہمان کی طرح ایک فکر	ہر روز سینہ میں بھی آتا ہے
فکر را اے جاں بجای شخص داں	زانکہ شخص از فکر دارد قدر جاں
اے جان! فکر کو انسان کی طرح سمجھ	کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے
فکر غم گر راہ شادی میزند	کار سازیہائے شادی میکند
غم کا فکر اگر خوشی کی رہزنی کرتا ہے	وہ خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے
خانہ می روبد بہ تندی اوز غیر	تادر آید شادی نوز اصل خیر
وہ سختی سے غیر سے گھر کو صاف کر دیتا ہے	تاکہ اصل خیر سے نئی خوشی آئے
میفشاند برگ زرد از شاخ دل	تا بروید برگ سبز متصل
دل کی شاخ سے زرد پتے جھاڑ دیتا ہے	تاکہ مسلسل سبز پتے اگیں
می کند او بیخ سرو کہنہ را	تاخرامد سرو نو از ما ورا
وہ پرانے سرو کی جڑ اکھاڑ دیتا ہے	تاکہ عالم غیب سے نیا سرو جھومے
غم کند بیخ کژ بوسیدہ را	تانماید بیخ رو پوشیدہ را
غم، ٹیڑھی سڑی ہوئی جڑ کو اکھاڑتا ہے	تاکہ جڑ چھپے رخ کو رونما کر دے
غم ز دل ہرچہ بریزد یا برد	در عوض حقا کہ بہتر آورد
غم، دل سے نکالتا یا ڈالتا ہے	یقیناً بدلے میں بہتر لاتا ہے

خاصہ آں را کہ یقینش باشد ایں	کہ بود غم بندۂ اہل یقیں
خصوصاً اس کے لئے جس کو یہ یقین ہو	کہ غم اہل یقین کا غلام ہوتا ہے
گر ترش روئی نیارد ابر و برق	رز بسوزد از تبسمہای شرق
اگر ابر اور بجلی بدمزاجی نہ کرے	مشرق کی مسکراہٹوں سے انگور کی بیل جل جائے
سعد و نحس اندر دلت مہماں شود	چوں ستارہ خانہ خانہ میرود
تیرے دل میں اچھا اور برا مہمان ہوتا ہے	ستارے کی طرح خانہ بخانہ چلتا ہے
آں زماں کہ او مقیم برج تست	باش ہمچوں طالعش شیریں و چست
جس زمانے میں وہ تیرے برج میں مقیم ہے	تو اس کے عروج کی طرح شیریں اور چست بن
تا کہ با مہ چوں شود او متصل	شکر گوید از تو با سلطان دل
تا کہ جب وہ سورج سے ملے	دل کے شاہ (خدا) سے تیرا شکریہ ادا کرے
ہفت سال ایوبؑ با صبر و رضا	در بلا خوش بود با ضیف خدا
(حضرت) ایوبؑ صبر اور خوشی کے ساتھ سات سال	خدا کے مہمان کے ساتھ مصیبت میں خوش تھے
تا چو وا گردد بلای سخت رو	پیش حق گوید بصد گوں شکر او
تا کہ جب سخت مصیبت واپس ہو	اللہ (تعالیٰ) کے سامنے سینکڑوں طرح اس کا شکریہ ادا کرے
کز محبت با من محبوب کش	روکرد ایوبؑ یک لحظہ ترش
کہ مجھ دوست کش کے ساتھ محبت سے	(حضرت) ایوبؑ نے ایک لمحہ کیلئے بھی منہ نہ بنایا
از وفا و خجلت حکم خدا	بود چوں شیر و عسل او با بلا
وفاداری اللہ تعالیٰ کے حکم کے لحاظ سے	وہ مصیبت میں دودھ اور شہد کی طرح تھے
فکر در سینہ درآید نو بنو	خند خنداں پیش او تو بار زو
فکر سینہ میں تازہ بتازہ آتا ہے	تو ہنستا ہنساتا پھر اس کے سامنے جا
کہ اعذنی خالقی من شرہ	لا تحرمنی انل من برہ
کہ اے میرے پیدا کرنے والے مجھے اس کے شر سے پناہ دے	مجھے محروم نہ کر، مجھے اس کی بھلائی عطا کر
رب اوزعنی ان اشکر ما اری	لا تعقب حسرۃً لی ان مضیٰ
اے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں جو دیکھتا ہوں اس کا شکر ادا کروں	اگر وہ چلا جائے اس کے بعد تو حسرت پیدا نہ فرما

آں ضمیر روترش را پاسدار	آں ترش راچوں شکر شیریں شمار
ترشرو خیال کا تو لحاظ کر	تو اس ترش کو شکر شمار کر
ابر را گرہست ظاہر رو ترش	گلشن آرندہ ست ابروشورہ کش
ابر اگرچہ بظاہر ترش رو ہے	وہ چمن پیدا کرنے والا ہے اور شور کو مٹانے والا ہے
فکرت غم را مثال ابر داں	باترش تو روترش کم کن چناں
تو غم کے فکر کو ابر کی طرح سمجھ	اس طرح تو ترشرو کے ساتھ ترشروئی نہ کر
بو کہ آں گوہر بدست او بود	جہد کن تا از تو او راضی رود
ہو سکتا ہے کہ کوئی گوہر اس کے ہاتھ میں ہو	کوشش کر تاکہ وہ تجھ سے خوش جائے
ور نباشد گوہر و نبود غنی	عادت شیرین خود افزوں کنی
اور اگر گوہر بھی نہ ہو وہ مال دار بھی نہ ہو	توں تو اپنی شیریں عادت بڑھا لے گا
جاے دیگر سود دارد عادتت	ناگہاں روزی برآید حاجتت
تیری عادت دوسری جگہ مفید ہوگی	اچانک' کسی روز تیری مراد بر آئے گی
فکرتے کز شادیت مانع شود	آں بامرد حکمت صانع شود
وہ فکر جو تیرے لئے خوشی سے مانع ہو	وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بنا پر ہوتا ہے
تو مخواں دوچاردانگش اے جواں	بو کہ نجمے باشد و صاحب قراں
اے جوان! تو اس کو حقیر نہ سمجھ	ہو سکتا ہے کہ وہ ستارہ اور سعادت مند ہو
تو مگو فرعے ست اورا اصل گیر	تا شوی پیوستہ بر مقصود چیر
تو (اس کو) شاخ نہ کہہ اس کو جڑ سمجھ	تاکہ ہمیشہ' مقصود پر غالب رہے
ورتو آں را فرع گیری و مضر	چشم تو دراصل باشد منتظر
اگر تو اس کو شاخ اور مضر سمجھے گا	تیری آنکھ جڑ کے لئے منتظر رہے گی
زہر آمد انتظار اندر چشش	دائما در مرگ باشی زاں روش
انتظار' ذائقہ میں زہر ہے	اس روش سے تو ہمیشہ موت میں رہے گا
اصل داں آنرا بگیرش در کنار	باز رہ دائم ز مرگ انتظار
اس کو جڑ سمجھ' اس کو بغل میں لے لے	موت کے انتظار سے' ہمیشہ نجات حاصل کر

شرح حبیبی

یعنی تمہارا دل ایک مہمان خانہ ہے۔جس میں ہر روز ایک نیا مہمان آتا ہے۔نہیں میں نے غلط کہا بلکہ ہر دم آتا ہے اس نئے مہمان سے مراد ہماری کیا ہے؟ خوش کن یار بخد و خیال۔ پس تم کو چاہئے کہ تم کشادہ رومیزبان بنو اور نہایت خوشی کیساتھ اس کو اپنے یہاں ٹھہراؤ اور اس کے منتظر رہو۔

حاصل یہ ہے کہ عالم علوی سے (جو کہ عوام سے غائب اور خواص کے سامنے حاضر ہے۔جس کو غیب وش اور مثل غیب کہا جا سکتا ہے) تمہارے دل میں خیالات مہمانان خداوندی ہو کر آتے ہیں۔ پس تم کو چاہئے کہ ان کو راضی رکھو۔ دیکھنا تم یہ نہ کہنا کہ یہ میرے گلے کا ہار اور وبال جان ہو گئے ہیں کیونکہ وہ رہنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ جہاں سے آئے تھے وہیں پھر لوٹ جائیں گے۔یعنی عدم سے آئے تھے اور عدم کو واپس ہو جائیں گے اور ان کے چلے جانے کے بعد ممکن ہے کہ تمہیں افسوس ہو جیسا کہ ان خاوند اور بیوی کو ہوا تھا جن کا قصہ یہ ہے۔

ایک صاحب ایک شخص کے ہاں بے وقت مہمان ہوئے۔اس نے ان کو یوں عزیز رکھا جیسا کہ گلے میں طوق ہوتا ہے اور اس نے ان کے سامنے کھانا رکھا۔اور بھی ان کی بہت کچھ خاطر کی۔اتفاق سے اس روز ان کے محلہ میں کوئی محفل شادی تھی اور عورت کو وہاں جانا تھا اس لئے اس مرد نے اپنی عورت سے چپکے سے کہا کہ آج دو بستر بچھا دینا اور ہمارا بستر ہ دروازہ کی طرف کرنا اور مہمان کا بستر دوسری طرف رکھنا۔عورت نے کہا بہت اچھا۔ میں ایسا ہی کروں گی بنابریں اس نے دو بستر بچھا دیئے اور عورت تقریب میں چلی گئی۔اب وہ شوہر اور مہمان رہ گئے انہوں نے اپنے سامنے کچھ کھانے پینے کی چیزیں رکھ لیں اور کھاتے رہے اور آدھی رات تک ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول رہے۔اس حالت میں مہمان کو نیند آ گئی اور وہ گفتگو کو ختم کر کے اس بستر پر آ لیٹا جو کہ دروازہ کی طرف تھا۔میزبان کو یہ کہتے ہوئے شرم آئی کہ یہ بستر میرا ہے۔آپ دوسرے بستر پر تشریف رکھئے۔اس لئے وہ خاموش ہو رہا۔اب وہ قرارداد جو عورت اور مرد کے درمیان ہو چکی تھی بدل گئی اور جو جانب شوہر کے لئے تجویز ہوئی تھی اس طرف مہمان سو رہا۔اتفاق سے اس رات کو بارش بکثرت ہوئی اور یہ حالت تھی کہ ابر کو دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا۔خیر عورت بدیں خیال کہ شوہر دروازہ کی طرف سو رہا ہے اور مہمان دوسری جانب۔ننگی ہو کر لحاف میں آ داخل ہوئی اور مہمان کے چٹا چٹ بوسے لینے لگی اور یہ کہا کہ دیکھو جس بات کا مجھے کھٹکا تھا وہ ہو کر رہا یعنی ابر اور بارش نے مہمان کو روک لیا اور وہ شاہی ٹیکس کی طرح تم پر وبال ہو گیا۔ بھلا اس گارے پانی میں وہ کیونکر جاوے گا اس لئے تجھ ہی پر ڈنڈ ہو گا۔ یہ سنتے ہی مہمان اٹھ بیٹھا اور کہا کہ بی بی مجھے چھوڑ میرے پاس جوتا ہے مجھے گارے کی پرواہ نہیں ہے۔اچھا لو میں جاتا ہوں اور تم کو خیرباد کہتا ہوں اور یہ ناگواری جو سفر میں مجھے پیش آئی ہے میں اس کو غنیمت سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدا کرے سفر میں آدمی کو راحت نہ ملے۔تا کہ ہو جلد اپنے وطن کی طرف لوٹ جائے کیونکہ سفر میں خوشی راہزن ہو جاتی ہے اور وطن کا خیال بھلا دیتی ہے۔

فائدہ:۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ طالب آخرت کے لئے تنعم دنیاوی سخت خطرہ کی خبر ہے۔ کیونکہ اس میں اندیشہ ہے اس کا کہ وہ دنیا میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہو جائے اور اگر در سفر یکدم مبادا

روح شاد کو مولانا کا مضمون ارشادی کہا جائے تو پھر یہ اس مدعا میں نص ہوگا۔ واللہ اعلم)

خیر جبکہ وہ چلنے لگا تو عورت کو اپنی بے مروتی کی گفتگو پر سخت ندامت ہوئی اور اس نے بہت کہا کہ میں نے تو محض خوش طبعی سے مذاق میں یہ بات کہی تھی آپ اس پر گرفت نہ کیجئے مگر اس کی منت و خوشامد نے کچھ بھی نہ دیا اور وہ مہمان رخصت ہوگیا اور ان کو حسرت میں چھوڑ گیا۔ اس پر انہوں نے اسی غم میں ماتمی لباس پہن لیا کیونکہ انہوں نے اس کی صورت ایک شمع کی صورت میں دیکھی۔ اور دیکھا کہ وہ جارہا ہے اور اس کے نور سے تمام جنگل بہشت کی طرح جگمگا رہا ہے اور تاریکی کا اس میں نام نہیں ہے۔ اب انہوں نے اس واقعہ سے مغموم اور شرمندہ ہوکر اپنے گھر کو مہمان خانہ بنالیا۔ اور جو مسافر آتا اس کو اپنے یہاں ٹھہراتے اور اس کی خوب خاطر کرتے ان کے دل میں اس مہمان کا خیال خفیہ خفیہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں خضر تھا اور چاہتا تھا کہ تم کو بہت کچھ دولت دوں گا لیکن کیا کیجئے کہ تمہاری قسمت میں نہ تھا۔ پس تم اس واقعہ سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ ہر وقت خیال ایک گرامی قدر مہمان کی طرح تمہارے دل میں بھی ہر آ روز آتا ہے۔

تم کو چاہئے کہ اس خیال کو بمنزلہ آدمی کے سمجھو اور اس کی قدر کرو۔ کیونکہ آدمی کی وقعت خیال ہی کی بناء پر ہوتی ہے۔ پس جبکہ خیال کے سبب آدمی قابل رفعت ہے تو خود خیال بالاولی قابل وقعت ہوگا۔

یہ ضرور ہے کہ رنجیدہ خیال تمہاری خوشی کو کھوتا ہے لیکن وہ تمہارے لئے خوشی کا انتظام بھی کرتا ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کو تمہارے دل سے نکالتا اور فانیات کو تمہاری نظر میں محقر کرکے اور ان سے تمہاری توجہ ہٹا کر حق سبحانہ کی طرف پھیرتا ہے تاکہ حق سبحانہ کی جانب سے تم کو ایک نئی خوشی حاصل ہو جو اب تک کبھی نہ حاصل ہوئی تھی اور وہ شاخ دل سے خزاں رسیدہ تھی (خیالات بے ہودہ) کو دور کرتا ہے تاکہ اس کی بجائے سبز پتے (اعلیٰ خیالات) پیدا ہوں اور وہ پرانی سرو (دنیاوی خوشی) کی جڑ اکھاڑتا ہے تاکہ اس کی جگہ ماورائے ناسوت سے ایک نیا سرو (خوشی دینی) آ کر قائم ہو اور وہ بری اور بوسیدہ جڑ کو اکھیڑتا ہے تاکہ وہ ایک ایسی جڑ کو ظاہر کرے جو ہنوز مخفی تھی۔ یعنی فساد عارضی کو دور کرکے صلاحیت اصلیہ کو ظاہر کرتا ہے اور میں بہ قسم کہتا ہوں کہ غم دل سے جو چیز بھی کھوتا ہے اس کے عوض میں اس سے بہتر عطا کرتا ہے۔ بالخصوص اس شخص کو جس کو امر مذکور متیقن ہو کیونکہ غم اہل یقین کا خادم ہوتا ہے اور ان کے لئے سامان راحت مہیا کیا کرتا ہے۔

شاید غم کی ترشروئی سے کسی کو خیال ہو کہ وہ سامان راحت و خوشی کیونکر مہیا کرتا ہے۔

اس لئے ہم اس مضمون کو ایک نظیر سے سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ابر اور برق ترشروئی نہ دکھلائیں تو آفتاب کی چمک کی تبسم سے انگور جل کر بھسم ہو جائے۔ پس انگور کی سرسبزی اور شادابی کا مدار ابر برق ترشرو ہوئی اور ثابت ہوگیا کہ ہر ترش رو مضر نہیں ہے اور وہ استبعاد جاتا رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اور برے ہر طرح کے خیالات دل میں آتے ہیں اور ستاروں کی طرح گھر گھر پھرتے ہیں۔ پس جس وقت وہ تمہارے برج قلب میں آئیں تو تم ان کے لئے طالع کی طرح شیریں اور چست ہونا چاہئے تاکہ جب وہ ماہ حقیقی یعنی حق سبحانہ سے ملاقی ہوں تو وہ اس مالک اور بادشاہ دل سے تمہاری تعریف کریں۔

:۔ باش ہمچوں طالعش شیریں و چست کی تفصیل یہ ہے کہ اہل نجوم نے بارہ برجوں کو کواکب سبعہ پر یوں تقسیم کیا ہے کہ چاند اور سورج کو ایک ایک برج دیا ہے اور باقی پانچ کو دو دو اور کہا ہے کہ ہر ستارہ کو اپنے گھر میں

قوت حاصل ہوتی ہے اس لئے اس کا گھر اس کے موافق ہوگا۔

پس تم کو چاہئے کہ تم بھی خیالات کے موافق رہو واللہ اعلم) دیکھو ایوب علیہ السلام ساٹھ برس تک صبر اور رضا کے ساتھ مصیبت کی حالت میں مہمان خداوندی یعنی رنج و غم سے خوش رہے تا کہ جب وہ شدید مصیبت واپس ہو تو حق سبحانہ سے ان کی بہت کچھ تعریف کرے اور کہے کہ اپنی محبت کے سبب انہوں نے مجھ محبوب کش سے ایک دم کے لئے بھی منہ نہیں چڑھایا۔ نیز وہ اپنی وفاداری اور ناخوشی حکم خدا سے شرمندگی کے سبب سات برس تک مصیبت کے ساتھ یوں ملے جلے رہے جیسے دودھ اور شہد۔ پس تم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ خیالات دل میں نئے نئے آتے رہتے ہیں۔ پس تم کو ان کے ساتھ ہنسی خوشی جانا چاہئے اور یہ دعا کرنی چاہئے کہ الٰہی جو کچھ اس کی آمد میں میرے لئے برائی ہو تو مجھے اس سے بچانا اور جو کچھ اس میں بھلائی ہو اس سے مجھے کامیاب کرنا اور اے اللہ تو مجھے توفیق عطا کرنا کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ یعنی عطائے غم کا اور اگر یہ نعمت مجھ سے زائل ہو جائے تو اس کے پیچھے تو میرے لئے حسرت نہ چھوڑنا یعنی تو صبر اور شکر عطا کرنا تا کہ اس کے زوال کے بعد مجھے افسوس نہ ہو کہ میں نے اس وقت صبر اور شکر کیوں نہ کیا اور تم کو چاہئے کہ اس ترش رَو خیال کا لحاظ کرو اور اس ترش رو کو شیریں سمجھو اور اس کے ترش روئی سے متوحش نہ ہو۔ کیونکہ اس کے مثال ابر کی سی ہے اور ابر اگر بظاہر ترش رو ہوتا ہے تو اس میں ایک بڑی خوبی بھی وہ یہ کہ وہ گلشن پیدا کرنے والا اور شورہ کو فنا کرنے والا ہے۔ پس تم غم کو ابر کی مانند سمجھو اور اس ترش رو کے ساتھ ترش روئی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے اندر کوئی مخفی دولت ہو جس کا ملنا موقوف ہو صبر اور شکر پر۔ اور شکر و صبر نہ کرنے سے تم اس سے محروم ہو جاؤ۔ لہذا کوشش کرو کہ وہ تم سے راضی جائے اور وہ دولت تمہیں دیتا جائے اور اگر اس میں کوئی دولت مخفی نہ ہو تب بھی شکر مفید ہے کیونکہ اس سے تمہاری عادت درست ہوگی اور یہ تمہاری اچھی عادت تم کو اور جگہ فائدہ دے گی۔ اور ایک نہ ایک دن تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ تمام غم خالی نہیں ہو سکتے لہذا کوئی غم ایسا بھی ہوگا جو دولت لئے ہوئے ہوگا اور تم حسب عادت اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے تو وہ تمہیں دولت دے جائے گا۔ نیز خیال غم سے ناخوش ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ وہ جو تمہاری خوشی کو روکتا ہے تو از خود نہیں روکتا بلکہ بحکم اور باقتضائے حکمت الٰہی روکتا ہے ایسی حالت میں اس سے ناخوش ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

الحاصل تم غم کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کوئی نہایت با سعادت ستارہ ہو اور بہت بڑی دولت اپنے ساتھ رکھتا ہو اور تم اس سے ناخوشی کے سبب اس سے محروم ہو جاؤ۔ یہ گفتگو تو تمہاری تسلی کے لئے ہے ورنہ ہم کو چاہئے کہ اس کو مقصود اور وسیلہ دولت نہ سمجھو بلکہ خود اسی کو مقصود سمجھو تا کہ تم ہمیشہ کامیاب رہو۔ کیونکہ جب خود غم ہی مقصود ہوگا اور وہ حاصل ہوگا تو کامیابی ظاہر ہے۔

اور اگر تم اس کو غیر مقصود اور مضر لذاتہ مفید لغیرہ سمجھو گے تو اس وقت تم کو اصل مقصود کا انتظار رہے گا۔ اور انتظار کا مزہ نہایت تلخ ہے اس لئے تم اپنی اس طرز عمل سے ہمیشہ موت کی مصیبت میں مبتلا رہو گے۔ پس تم کو چاہئے کہ خود اسی کو اصل مقصود سمجھ کر بغل میں لو اور اس طرح انتظار کی موت کی مانند تکلیف سے بچ جاؤ۔ ایسا کرنے سے تم کو تکلیف بھی نہ ہوگی اور منافع غم بھی حاصل ہو جائیں گے۔

نواختن سلطان محمود ایاز را

سلطان محمود کا ایاز کو نوازنا

اے ایاز پر نیاز صدق کیش	صدق تو از بحر و زکوه ست بیش
اے نیاز مند سچائی کے طریقہ والے ایاز!	تیری سچائی سمندر اور پہاڑ سے زیادہ ہے
نے بوقت شہوتت باشد عثار	کہ رود عقل چو کوہت کاہ وار
نہ شہوت کے وقت تیرے لئے لغزش ہے	کہ تیری پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے
نے بوقت خشم و کینہ صبر ہات	ست گردد در قرار و در ثبات
نہ غصے اور کینے کے وقت، تیرے صبر	ٹکاؤ اور جماؤ میں ست ہوتے ہیں
ہست مردی ایں نہ آں ریش و ذکر	ورنہ بودے میر میراں کیر خر
مردانگی یہی ہے، نہ وہ داڑھی اور شرمگاہ	ورنہ گدھے کی شرمگاہ سرداروں کی سردار ہوتی
حق کرا خواندست در قرآں رجال	کے بود ایں جسم را آں جا مجال
جن کو اللہ تعالٰی نے قرآن میں مرد کہا ہے	وہاں اس جسم کی کہاں گنجائش ہے؟
روح حیواں را چہ قدرست اے پسر	آخر از بازار قصاباں گذر
اے بیٹا! حیوانی روح کی کیا قدر ہے؟	آخر قصائیوں کے بازار سے گزر
صد ہزاراں سر نہادہ بر شکم	ارزشاں از دنبہ و از دم کم
لاکھوں سریاں، پیٹ پر رکھی ہوئی ہیں	جن کی قیمت چکدی اور دمچی سے سستی ہے
تا توانی بندۂ شہوت مشو	در پئے شہوت مکن دل را گرو
جب تک تجھ سے ہو سکے شہوت کا غلام نہ بن	شہوت کے پیچھے دل کو گروی نہ کر
ورنہ شہوت خان و مانت بر کند	زندہ ات در گور تاریک افگند
ورنہ شہوت تیرا گھر بار اکھاڑ دے گی	تجھے زندہ، اندھیری قبر میں پھینک دے گی
روسپی باشد کہ از جولان کیر	عقل او موشے شود شہوت چو شیر
رنڈی ہو گی کہ (مرد کی) شرمگاہ کی حرکت سے	اس کی عقل چوہے جیسی (اور) شہوت شیر جیسی ہو جاتی ہے

وصیت پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازیں شوہر

باپ کی بیٹی کو نصیحت کہ اپنی حفاظت کر، تا کہ تو اس شوہر سے حاملہ نہ ہو جائے

خواجۂ بودست او را دخترے	زہرہ خدے مہ رخے سیمیں برے
ایک صاحب کے ایک لڑکی تھی	زہرہ جیسے رخسار والی، چاند جیسے چہرے والی، چاندی کے جسم والی
گشت بالغ داد دختر را بشو	شو نبود اندر کفایت کفو او
وہ بالغ ہو گئی اس نے وہ شوہر کو دے دی	شوہر حیثیت میں اس کا ہمسر نہ تھا
خربزہ چوں در رسد شد آبناک	گر نہ بشگافی تبہ گشت و ہلاک
خربوزہ جب پک جاتا ہے رسیلا ہو جاتا ہے	اگر تو اس کو نہ چیرے گا تباہ اور برباد ہو جائے گا
چوں ضرورت بود دختر را بداد	او بنا کفوے ز تخویف فساد
چونکہ مجبوری تھی، لڑکی دے دی	اس نے فساد کے ڈر سے غیر ہمسر کو
گفت دختر را کزیں داماد تو	خویشتن پرہیز کن حامل مشو
اس نے لڑکی سے کہا، کہ تو اس داماد سے	اپنے آپ کو بچا، حاملہ نہ ہو
کز ضرورت بود عقد ایں گدا	ایں غریب خوار را نبود وفا
اس لئے کہ اس فقیر سے شادی مجبوری سے تھی	اس ذلیل، فقیر میں وفاداری نہ ہو گی
ناگہاں بجہد، کند ترک ہمہ	بر تو طفل او بماند مظلمہ
اچانک بھاگ جائے گا، سب کو چھوڑ دے گا	اس کا بچہ تیرے ذمہ پاداش بن جائے گا
گفت دختر اے پدر خدمت کنم	ہست پندت دلپذیر و مغتنم
لڑکی نے کہا، اے ابا! تعمیل کروں گی	آپ کی نصیحت دل کو لگنے والی اور غنیمت ہے
ہر دو روزے ہر سہ روزے آں پدر	دختر خود را بفرمودے حذر
ہر دوسرے اور تیسرے دن وہ باپ	لڑکی کو بچنے کا حکم دیتا
ایں چنیں قومے بعالم ہم بدند	کز چنیں نوعے نصیحت گر شدند
دنیا میں ایسے لوگ بھی تھے	کہ اس طرح کی نصیحت کرنے والے ہوئے ہیں
حاملہ شد ناگہاں دختر ازو	چونکہ بد ہر دو جواں خاتون و شو
اچانک لڑکی اس سے حاملہ ہو گئی	چونکہ شوہر اور بیوی دونوں جوان تھے

از پدر آں رانہاں میداشتش	پنج ماہہ گشت کودک یا کہ شش
اس نے اس کو باپ سے چھپائے رکھا	بچہ پانچ یا چھ مہینے کا ہو گیا
گشت پیدا گفت بابا چیست ایں	من نہ گفتم کہ ازو دوری گزیں
وہ ظاہر ہو گیا، بادا نے کہا یہ کیا ہے؟	میں نے تجھے نہیں کہا تھا اس سے دوری اختیار کر
آں وصیتہائے من خود باد بود	کہ نکردت پند و وعظم ہیچ سود
وہ میری نصیحتیں خود باد ہوائی ہوئیں	کیونکہ میرے وعظ اور نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا
گفت بابا چوں کنم پرہیز من	آتش وپنبہ است بیشک مرد وزن
اس نے کہا ابا! میں کیسے بچتی؟	مرد و عورت آگ اور روئی ہیں
پنبہ را پرہیز از آتش کجاست	یادر آتش کے حفاظست وتقاست
روئی کا آگ سے کہاں بچاؤ ہے؟	یا آگ میں نگہداشت اور بچاؤ کہاں ہے؟
گفت کے گفتم سوی او مرو	تو پذیرای منی او مشو
اس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اس کے پاس نہ جا؟	(یہ کہا تھا) تو اس کی منی کو قبول کرنے والی نہ بن
در زمان حال و انزال و خوشی	خویشتن باید کہ ازوے در کشی
کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت	چاہئے (تھا) کہ اس سے اپنے آپ کو کھینچتی
گفت کے دانم کہ انزالش کیست	ایں نہانست و بغایت دور دست
اس نے کہا مجھے کب معلوم تھا کہ اس کو انزال کب ہوگا؟	یہ پوشیدہ اور انتہائی بعید ہے
گفت چوں چشمش کلا پیسہ شود	فہم کن کاں وقت انزالش بود
اس نے کہا، جب اس کی آنکھیں چڑھیں	سمجھ لیتی کہ اس کے انزال کا وقت ہے
گفت تا چشمش کلا پیسہ شدن	کود میگرد دز شہوت چشم من
اس نے کہا، اس کی آنکھیں چڑھنے تک	شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں
نیست ہر عقل حقیرے پائدار	وقت حرص و وقت جنگ و کارزار
ہر حقیر عقل، مضبوط نہیں ہے	حرص کے وقت اور جنگ و کارزار کے وقت

شرح حبیبی

اب ہم پھر قصہ ایاز کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمود نے کہا کہ اے منکر المزاج اور مخلص ایاز تیرا صدق نہ سمندر میں سما سکتا ہے اور نہ لوٹے میں اور نہ تجھے شہوت کے وقت لغزش ہوتی ہے جس سے کہ تیرے کوہ کی مانند غیر متزلزل عقل کاہ کی طرح اڑ جائے اور نہ غصہ اور کینہ کے وقت۔ تیرے صبروں کے ثبات اور قرار میں خلل آتا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو مردانگی اس کا نام ہے کہ آدمی نہ شہوت سے مغلوب ہو اور نہ غصہ اور عداوت سے اور مردی اس کا نام نہیں ہے۔ کہ کسی کے عضو تناسل ہو یا ڈاڑھی ہو کیونکہ اگر عضو تناسل پر مردی کا مدار ہوتا تو گدھے کا عضو تناسل کو امیر الامراء ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ جب عضو تناسل میں یہ خاصیت ہے کہ وہ دوسروں کو عزت اور شرف بخشتا ہے تو خود اس کو بالاولیٰ معظم اور مکرم ہونا چاہئے اور جبکہ عضو تناسل خود مکرم اور معظم ہوا تو لازم ہے کہ ان لوگوں سے زیادہ معظم ہو جن کو اس کی جہت سے شرف حاصل ہوا ہے اور جبکہ وہ اوروں سے زیادہ معظم ہوا تو اس کے افراد میں جو سب سے بڑا ہوگا وہ اپنے سے چھوٹوں سے ضرور معظم تر ہوگا۔ وھو ذکرالحمار فثبت انہ امیر الامراء واعظم الاعاظم اللازم باطل فالملزوم مثلہ تم غور تو کرو کہ حق سبحانہ نے قرآن میں رجال کن کو کہا ہے کیا اہل ذکر کو ہرگز نہیں بلکہ جن کو رجال کہا ہے ان کو تو جسمیت سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔ بلکہ وہ تو غلبہ روحانیت سے سراسر روح میں چنانچہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ یخافون یوماً تتقلب فیہ القلوب والابصار

پس مرد وہ ہیں جن کو خدا مرد کہتا ہے کہ جن کے یہ صفات بیان کرتے ہیں کہ ان کو تجارت اور بیع وغیرہ ذکر اللہ اور اقامت صلوٰۃ واعطاء زکوٰۃ سے غافل نہیں کرسکتی اور وہ قیامت کا خوف رکھتے ہیں۔ اور جس کے لئے مالک شہوت و غضب ہونا لازم ہے نہ کہ اہل ریش وذکر۔ (یہ استدلال شعری ہے) تم غور تو کرو کہ روح حیوانی کی قدر و قیمت ہی کیا ہے جو مناط مردے ہو سکے اس کی حیثیت تو وہ ہے جو تم کو قصائیوں کے بازار میں معلوم ہوگی تم جاؤ اور دیکھو کہ ہزاروں سر جانور مذبوح پڑے ہوں گے اور ان کے سران کے پیٹ پر رکھے ہوئے ہوں گے اور ان کی قدر و قیمت دنبہ اور دم سے بھی کم ہوگی۔ یہ حیثیت ہے روح حیوانی کی تو وہ کیا خاک مناط مردی وعظمت وجلالت قدر ہو سکتی ہے پس تم کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے شہوت کے غلام نہ بنو اور شہوت میں دل کو نہ پھنساؤ ورنہ یہ شہوت تمہارا خانہ خراب کردے گی اور تم کو زندہ درگور کردیں گے کیونکہ اس سے تمہاری حیات روحانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اس طرح گویا کہ تم زندہ درگور ہو جاؤ گے مردوں کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ مغلوب شہوت ہو جائیں وہ تو رنڈی ہوتی ہے جو مغلوب شہوت ہوتی ہے اور ذکر کی آمد وشد سے اس کی عقل مغلوب اور شہوت غالب ہو جاتی ہے مردوں کا یہ کام نہیں ہے کہ شہوت سے مغلوب ہو جائیں۔

اچھا اب ہم تمہیں ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے تم کو شہوت کی قوت کی حالت معلوم ہو۔ اور تم اس سے عبرت حاصل کرسکو سنو۔

ایک شخص تھے جس کی ایک نہایت حسین لڑکی تھی وہ بالغ ہوگئی اور انہوں نے اس کی شادی کردی لیکن اتفاق سے اس کا

خاوند دولت مند نہ تھا۔ بلکہ ایک غریب آدمی تھا اس پر شاید یہ سوال ہو کہ ایسے سے شادی کیوں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تربوز پک جاتا ہے اور پانی سے بھر جاتا ہے تو اگر اسے چیرا نہ جائے تو خراب ہو جاتا ہے یہی حالت لڑکی کی ہے کہ اگر وہ بالغ ہو جائے اور اس کی شادی نہ کی جائے تو خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں بگڑ نہ جائے اس لئے شادی کی ضرورت تھی اور چونکہ ضرورت تھی اور کوئی مناسب لڑکا ملا نہیں اس لئے مجبوراً اس کو غریب ہی کے پلہ باندھنا پڑا تا کہ کوئی خرابی نہ ہو جائے لیکن اس نے لڑکی کو وصیت کر دی کہ تو اس شوہر سے الگ رہنا اور حاملہ نہ ہونا کیونکہ اس مفلس سے یہ شادی بضرورت کر دی گئی ہے۔

یہ بے چارہ ذلیل آدمی نباہ نہ سکے گا۔ بلکہ دفعۃً سب کو چھوڑ بیٹھے گا اور اس کا بچہ تیرے گلے پڑے گا لڑکی نے کہا بہت خوب میں ایسا ہی کروں گی کیونکہ آپ کی نصیحت جی لگتی اور قابل قدر ہے۔ خیر لڑکی رخصت ہوگئی اور شوہر کے ساتھ رہنے سہنے لگی باپ کا یہ معمول تھا کہ ہر دوسرے تیسرے دن لڑکی کو احتراز کی ہدایت کر دیتا تھا۔

اب مولانا تعجب سے فرماتے ہیں کہ اے اللہ کہ دنیا میں ایسے احمق لوگ بھی ہوئے ہیں جو اس قسم کے ناممکن العمل نصیحت کیا کرتے تھے خیر اتفاقاً اس کو اس شخص کا حمل رہ گیا۔ کیونکہ دونوں جوان تھے۔ خاوند بھی اور بیوی بھی ایسی حالت میں حمل رہ جانا کون سی بڑی بات ہے لیکن وہ لڑکی اس کو باپ سے چھپاتی تھی اسی عرصہ میں وہ حمل پانچ چھ مہینہ کا ہو گیا اور معاملہ کھل گیا۔ اس پر باپ نے کہا کہ بیٹی یہ کیا بات ہے کیا میں نے تجھے نہ روکا تھا۔ کہ تو اس سے الگ رہنا میری وصیتیں تمام بے سود ثابت ہوئیں کیونکہ انہوں نے تجھ پر کچھ اثر نہ کیا۔ اب لڑکی نے کہا کہ ابا جان آخر میں بچ کیونکر سکتی ہوں۔ عورت اور مرد کا تو آگ اور روئی کا میل ہے بھلا روئی آگ سے کہیں بچ سکتی ہے یا وہ آگ میں پڑ کر جلنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں باپ نے کہا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ تو اس کے پاس نہ جانا میں نے تو یہ کہا تھا کہ اس کی منی کو قبول نہ کرنا اور تجھے چاہئے کہ جب اسے انزال ہونے لگے تو تو الگ ہو جائے اس پر اس نے کہا کہ میں یہ کیسے سمجھ سکتی ہوں کہ اسے کب انزال ہوگا۔ یہ تو ایک مخفی امر اور میری آنکھوں سے نہایت دور ہے۔ اس نے کہا کہ جب اس کی آنکھوں میں تغیر آجائے اور آنکھیں چڑھ جائیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب اسے انزال ہوگا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ جب تک اس کی یہ حالت ہو میری آنکھیں پہلے شہوت سے اندھی ہو جاتی ہیں پھر میں کیسے معلوم کر سکتی ہوں۔

یہ واقعہ تھا اس سے تم کو سمجھنا چاہئے کہ ہر معمولی عقل کا کام نہیں ہے کہ وہ جنگ اور شہوت کے وقت قائم رہ سکے۔ اس سے تم کو شہوت کی برائی معلوم ہوگئی ہوگی پس تم کو اس سے نہایت احتراز چاہئے۔ شہوت کے وقت عقل کے قائم نہ رہنے کا بیان تو سن چکے۔ اب جنگ کے وقت اس کے قائم نہ رہنے کا بیان سنو۔

وصف ضعف دلی و سستی صوفی سایہ پروردہ٬ مجاہدہ نا کردہ٬ درد و داغ عشق ناچشیدہ٬ بسجدہ و دست بوس عام و بحرمت نظر کردن و بانگشت نمودن ایشاں کہ امروز در زمانہ صوفی اوست٬ غرہ شدہ و بوہم بیمار شدہ چوں آں معلم کہ کودکاں گفتند کہ رنجوری٬ و بایں وہم کہ من مجاہدم مرا دریں راہ پہلوان میدانند باغازیاں بغزا رفتہ کہ بظاہر نیز بنمایم جہاد٬ کہ در جہاد اکبر مستثنیٰ ام٬ جہاد اصغر خود پیش من چہ محل دارد و خیال شیر

درد یدہ و دلیر یہا کردہ و مست ایں دلیر یہا شدہ و روی بہ بیشہ نہادہ بقصد شیر و شیر
بزبان حال گفتہ کہ کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون

اس صوفی کے دل کی کمزوری اور سستی کا بیان جو سائے میں پلا تھا' مجاہدہ نہ کئے ہوئے تھا' عشق کا درد اور داغ نہ چکھے ہوئے تھا۔ سجدے اور عوام کی دست بوسی اور احترام سے دیکھنے اور ان کی انگلی اٹھانے سے کہ آج کل دنیا میں وہی صوفی ہے وہ دھوکے میں آ گیا تھا اور وہم کی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا اس استاد کی طرح جس کو بچوں نے کہا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور اس وہم سے کہ میں مجاہد ہوں لوگ مجھے اس راہ کا پہلوان سمجھتے ہیں' غازیوں کے ساتھ جہاد میں چلا گیا کہ میں ظاہری جہاد بھی کروں گا کیونکہ میں بڑے جہاد میں ممتاز ہوں۔ چھوٹا جہاد میرے سامنے کیا وقعت رکھتا ہے؟ اور شیر ہونے اور بہادریوں کا نقشہ آنکھ میں جما کر اور ان بہادریوں میں مست ہو کر اور شیر کے ارادے سے جنگل کا رخ کیا اور شیر نے زبان حال سے کہا کہ ہرگز نہیں' تم عنقریب جان لو گے پھر ہرگز نہیں تم عنقریب جان لو گے

رفت یک صوفی بہ لشکر در غزا	ناگہاں آمد قطاریق و وغا
ایک صوفی جہاد میں لشکر کے ساتھ چلا گیا	اچانک جنگ کا شور و غوغا اٹھا اور جنگ شروع ہو گئی
ماند صوفی بابنہ و خیمہ و ضعاف	فارساں راندند تا صف مصاف
صوفی سامان اور خیمہ اور کمزوروں کے ساتھ رہ گیا	شہسواروں نے میدان جنگ کی صف کی طرف گھوڑے دوڑا دیئے
مثقلان خاک برجا ماندند	سابقون السابقون در راند ند
مٹی کے بوجھل' (اپنی) جگہ پر رہ گئے	سبقت کرنے والے پیش قدم آگے دوڑ گئے
جنگہا کردہ مظفر آمدند	باز گشتہ باغنائم سودمند
جنگ کر کے کامیاب واپس آ گئے	مالدار ہو کر غنیموں کے ساتھ لوٹ آئے
ارمغاں داند کاے صوفی تو نیز	او بروں انداخت نستد ہیچ چیز
انہوں نے تحفہ دیا کہ اے صوفی! تو بھی (لے)	اس نے باہر پھینک دیا' کوئی چیز نہ لی
پس بگفتندش کہ خشمینی چرا	گفت من محروم ماندم از غزا
پھر انہوں نے کہا کہ تو غصہ میں کیوں ہے؟	اس نے کہا' میں جہاد سے محروم رہ گیا
زاں تلف ہیچ صوفی خوش نشد	کومیان غز و خنجر کش نشد
اس مہربانی سے صوفی کچھ بھی خوش نہ ہوا	کیونکہ وہ جہاد میں خنجر چلانے والا نہ بنا

پس بگفتندش کہ آور دیم اسیر	آں یکے را بہر کشتن تو بگیر
تو انہوں نے اس سے کہا، ہم قیدی لائے ہیں	اس ایک کو تو قتل کرنے کے لئے لے لے
سر برش تاتو ہم غازی شوی	اند کے خوش گشت صوفی دل قوی
اس کا سر قلم کر دے، تاکہ تو بھی غازی بن جائے	صوفی تھوڑا خوش ہوا اور مضبوط دل بن گیا
کاب را گر در وضو صد روشنی ست	چونکہ آں نبود تیمّم کرد نیست
کہ اگرچہ وضو میں پانی کے سینکڑوں نور ہیں	جب وہ نہ ہو تو تیمم کرنا ہی ہے
برد صوفی آں اسیر بستہ را	در پس خرگہ کہ آرد او غزا
اس بندھے ہوئے قیدی کو صوفی لے گیا	خیمہ کے پیچھے کہ وہ جہاد کرے
دیر ماند آں صوفی آنجا با اسیر	قوم گفتند اے عجب چوں شد فقیر
صوفی، قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا	لوگوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا؟
کافر بستہ دو دست او کشتنی ست	بسملش را موجب تاخیر چیست
دونوں ہاتھ بندھا کافر، قتل ہو جانے والا ہے	اس کے ذبح کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟
رفت آں یک در تفحص در پیش	دید کافر را بالای ویش
جستجو میں، ایک اس کے پیچھے چلا	اس نے کافر کو اس کے اوپر دیکھا
ہمچو نر بالای مادہ آں اسیر	ہمچو شیرے خفتہ بالای فقیر
وہ قیدی مادہ پر نر کی طرح تھا	وہ فقیر پر، شیر کی طرح پڑا تھا
دستہا بستہ ہمی خائید او	از سر استیزہ صوفی را گلو
ہاتھ بندھے ہوئے وہ چبا رہا تھا	صوفی کا گلا، کینہ وری کی وجہ سے
گبر میخائید بادنداں گلوش	صوفی افتادہ بزیر و رفتہ ہوش
کافر دانتوں سے اس کا گلا چبا رہا تھا	صوفی نیچے پڑا تھا اور ہوش اڑ گئے تھے
دست بستہ گبر ہمچوں گربۂ	خستہ کردہ حلق او بے حربۂ
ہاتھ بندھے ہوئے کافر نے بلی کی طرح	بغیر نیزے کے اس کے گلے کو زخمی کر دیا
نیم کشتش کرد بادنداں اسیر	ریش او پرخوں ز حلق آں فقیر
قیدی نے دانتوں سے اس کو ادھ موا کر دیا	اس فقیر کے حلق کے خون سے اس کی داڑھی بھری ہوئی تھی

ہمچو تو کز دست نفس بستہ دست	ہمچو آں صوفی فتادستی بہ پست
تیری طرح کہ ہاتھ بندھے نفس سے	اس صوفی کی طرح نیچے گرا پڑا ہے
اے شدہ عاجز زتلی کیش تو	صد ہزاراں کوہہادر پیش تو
اے وہ کہ تو اپنے مذہب کے ٹیلے سے عاجز ہے	تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ ہیں
زینقدر خر پشتہ مردی از شکوہ	چوں روی برعقبہاے ہمچو کوہ
تو ڈر سے اس قدر ڈھلوان ٹیلے سے مر گیا	تو پہاڑ جیسی گھاٹیوں پر کیسے گزرے گا؟
غازیاں کشتند کافر را بہ تیغ	ہمدراں ساعت زحمیت بیدریغ
غازیوں نے کافر کو تلوار سے مار ڈالا	بے دریغ اسی وقت غصہ سے
بررخ صوفی زدند آب وگلاب	تابہوش آید ز بیہوشی و خواب
صوفی کے چہرے پر پانی اور گلاب چھڑکا	تاکہ وہ بیہوشی اور غفلت سے ہوش میں آ جائے
چوں بخویش آمد بدید آں قوم را	پس پرسیدند چوں بد ماجرا
وہ جب ہوش میں آیا' اس نے قوم کو دیکھا	تو انہوں نے پوچھا کیا قصہ ہوا؟
اللہ اللہ اینچہ حال ست اے عزیز	اینچنیں بیہوش گشتی از چہ چیز
اللہ اللہ اے پیارے! یہ کیا حال ہے؟	تو کس چیز سے ایسا بے ہوش ہو گیا ؟
از اسیر نیم کشتہ بستہ دست	اینچنیں بیہوش افتادی و پست
ادھ موئے ہاتھ بندھے قیدی سے	اس طرح بے ہوش اور پست ہو کر گر پڑا
گفت چوں قصد سرش کردم بخشم	طرفہ درمن بنگرید آں شوخ چشم
اس نے کہا' جب میں نے غصہ سے اس کے سر کا ارادہ کیا	اس بے حیا نے مجھے عجیب طرح پر گھورا
چشم را واکرد پہن او سوی من	چشم گردانید و شد ہوشم ز تن
اس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں	آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اڑ گئے
گردش چشمش مرا لشکر نمود	می ندانم گفت چوں پرہول بود
اس کی آنکھوں کا گھومنا مجھے لشکر نظر آیا	میں بتا نہیں سکتا کہ کس قدر خوفناک تھیں
قصہ کوتہ کن کزاں چشم اینچنیں	رفتم از خود او فتادم بر زمیں
قصہ مختصر کر' کہ ان آنکھوں سے میں ایسا	بے ہوش ہوا' زمین پر گر پڑا

فتنہ کوتہ کن کزاں غمزہ گراں	رفتم از خود اوفتادم من دراں
فتنہ کو مختصر کر' کہ اس کی تیکھی نظروں سے	میں بے ہوش ہو گیا' میں اس میں گر پڑا

نصیحت کردن مبارزاں اورا کہ بایں دل وزہرہ کہ تو داری از کلا پیسہ شدن چشم کافر اسیر دست بستہ بیہوش ودشنہ از دست بیفگندی زینہار ہزار زینہار کہ ملازم مطبخ خانقاہ باش وسوی پیکار مرو تا رسوا نشوی

اس کو جنگ جویوں کا نصیحت کرنا کہ اس دل اور پتے کے ساتھ جو کہ تو رکھتا ہے ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کافر کی پتلیاں چڑھنے سے بے ہوش ہو گیا اور تیشہ ہاتھ سے گرا دیا خبردار' خبردار' کہ خانقاہ کے مطبخ میں بیٹھا رہ اور جنگ کی طرف نہ جا تا کہ رسوا نہ ہو

قوم گفتندش بہ پیکار و نبرد	با چنیں زہرہ کہ تو داری مگرد
لوگوں نے اس سے کہا لڑائی اور جنگ میں	اس پتے سے جو تو رکھتا ہے' نہ جا
گرد مطبخ گرد و اندر خانقاہ	تا دگر رسوا نگردی در سپاہ
مطبخ اور خانقاہ کے اندر چکر کاٹنا	کہ لشکر میں دوبارہ رسوا نہ ہو
چوں ز چشم آں اسیر بستہ دست	غرقہ گشتی کشتی تو در شکست
جب اس ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کی آنکھوں سے	تو ڈوب گیا' تیری کشتی ٹوٹ گئی
پس میان حملہ شیران نر	کہ بود با تیغ شاں چوں گوی سر
تو نر شیروں کے حملہ کے دوران	جن کی تلواروں کے سامنے سر گیند کی طرح ہیں
کہ ز طاقا طاق گردنہا زدن	طاق طاق جامہ کوباں ممتہن
کہ ان کے گردن کاٹنے کی تڑاخ پڑاخ سے	دھوبیوں کی چھوا چھو کمتر ہے
کہ ز فشا فاش تیر جانستاں	ابر آذاری خجل در امتحاں
کہ مار ڈالنے والے تیروں کے زناٹے سے	موسم بہار کا ابر آزمائش میں شرمندہ ہے
کے توانی کرد در خوں آشنا	چوں تئہ با جنگ مرداں آشنا
تو خون میں کیسے تیراکی کر سکے گا؟	جبکہ تو بہادروں کی جنگ سے آشنا نہیں ہے
بس تن بے سر کہ دارد اضطراب	بس سر بے تن بخوں بر چوں جناب
بہت سے بے سر کے دھڑ' تڑپتے ہیں	بہت سے بے دھڑ کے سر خون پر بلبلوں کی طرح ہیں

زیردست و پای اسپاں در غزا	صدفنا کن غرقہ گشتہ در فنا
جہاد میں گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے	سینکڑوں قاتل فنا میں غرق ہیں
اینچنیں ہوشے کہ از موشے پرید	اندراں صف تیغ چوں خواہد کشید
ایسا ہوش، جو چوہے سے اڑا	اس صف میں تو تلوار کیسے سونت سکے گا؟
چالش ست ایں، خمر خوردن نیست ایں	تاتو بر مائی بخوردن آستیں
یہ جنگی تگ و دو ہے، یہ شراب نوشی نہیں ہے	تاکہ تو پینے کے لئے آستین چڑھائے
نیست حمزہ خوردن اینجا تیغ بیں	حمزہؓ باید دریں صف آہنیں
یہ جگہ ترہ و تیزک کھانا نہیں ہے، تلوار دیکھ	اس صف میں لوہے جیسا (حضرت) حمزہؓ درکار ہے
نیست لوت چرب، تیغ و خنجر ست	جاں بباید باخت چہ جای سر ست
لذیذ کھانا نہیں ہے، تلوار اور خنجر ہے	سر کا کیا ہے؟ جان کی بازی لگانی چاہئے
کار ہر نازک دلے نبود قتال	کہ گریزد از خیالے چوں خیال
ہر نازک دل کا کام، جنگ کرنا نہیں ہے	جو ایک وہم سے خیال کی طرح بھاگ جائے
کار ترکان ست نے ترکاں برو	جای ترکاں ہست خانہ خانہ شو
بہادروں کا کام ہے، بو بو کا نہیں ہے، جا	بو بو کی جگہ گھر ہے گھر میں جا بیٹھ
قصہ کوتہ کن کزاں چشم اینچنیں	رفتی از دست و فتادی بر زمیں
قصہ مختصر کر، کہ ان آنکھوں سے اس طرح	تو بے قابو ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

شرح حبیبی

ایک صوفی لشکر کے ہمراہ جہاد میں گئے وہاں دفعۃً شور جنگ برپا ہو گیا اور لڑائی ٹھن گئی۔ بس یہ صوفی تو اسباب اور خیموں اور عورتوں وغیرہ کی حفاظت کے لئے رہ گئے اور شہسوار صف جنگ میں شریک ہو گئے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہی حالت جہاد باطنی کی ہے کہ اس میں بھی جو لوگ غلبہ خاک سے گراں بار تھے پیچھے رہ گئے اور آگے بڑھنے والے تیز دوڑ گئے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب تم اصل قصہ سنو۔

لوگ جہاد کر کے فتح حاصل کئے ہوئے اور اموال غنیمت لئے ہوئے سود مند لوٹ آئے اور اس میں سے صوفی کو بھی تحفہ دیا اور کہا کہ آپ بھی لیجئے اس نے اسے پھینک دیا اور کچھ نہ لیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ آپ ناخوش کیوں ہیں اس نے کہا کہ میں ناخوش نہ ہوں کہ جہاد سے محروم رہ گیا۔ تم کو واضح ہو کہ کوئی صوفی جو کہ جہاد

میں خنجر کش نہ ہوا ہو۔ ایسی عنایت سے خوش نہیں ہوسکتا اس پر لوگوں نے کہا کہ آپ ناخوش نہ ہوں ہم ایک قیدی لائے ہیں آپ اس قیدی کو مارنے کے لئے لے لیجئے اور اس کا سر کاٹیے تاکہ آپ بھی غازی ہو جائیں یہ سن کر صوفی کسی قدر خوش ہوا اور اس کی دل شکنی کم ہوئی کیونکہ اس نے اپنے دل میں کہا کہ گو وضو کے باب میں پانی نہایت خوب ہے لیکن جب پانی نہ ہو تو ناچار تیمّم کرنا ہوگا۔ اسی طرح گو صف جنگ میں شرکت نہایت اعلیٰ تھی مگر جبکہ وہ ناممکن ہے تو اب مجبوراً قتل اسیر ہی پر قناعت کرنی پڑے گی۔

یہ خیال کر کے وہ اپنی مشکیں کسی ہوئے قیدی کو خیمہ کے پیچھے اس لئے لے گیا کہ وہاں پر یہ جہاد کرے وہ لے تو گیا مگر واپس نہ آیا اور بہت دیر ہوگئی لوگوں نے کہا کہ ارے صوفی کیا ہوا۔ کافر مشکیں کسا ہوا اور واجب القتل تھا پھر اب تک اس نے اسے قتل کیوں نہیں کیا۔ القصہ جب یہ تحیر بڑھا تو ایک شخص تفتیش حال کے لئے گیا اس نے وہاں جا کر دیکھا کہ کافر صوفی کے اوپر سوار ہے اور جس طرح کہ نر مادہ پر سوار ہوتا ہے یوں وہ قیدی شیر کی طرح صوفی پر پڑا ہے اور مشکیں کسی ہوئی ہونے کی حالت میں مخالفت سے صوفی کا گلہ چبا رہا ہے وہ کافر تو اس کا گلہ چبا رہا ہے اور صوفی بے ہوش نیچے پڑا ہوا ہے اور مشکیں کسی ہوئی کافر نے بلی کی طرح بدوں کسی ہتھیار کے صوفی کو زخمی کر رکھا ہے اور اس قیدی نے دانتوں سے اس کو ادھ موا بنا دیا ہے اور صوفی کے حلق کے خون سے اس کی ڈاڑھی رنگی ہوئی ہے۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس صوفی کی ایسی ہی حالت تھی جیسے تیری کہ تو بھی مشکیں کسے ہوئے نفس کے ہاتھ سے اس صوفی کی طرح مغلوب ہو کر پیچھے پڑا ہوا ہے۔

ارے تو ایک ٹیلے یعنی اپنے ظاہر مذہب سے عاجز ہو گیا ہے اور اس کی پابندی نہیں کر سکتا ابھی تو تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ یعنی دقائق مذہب ہیں۔ پس جبکہ تو اتنے بڑے ٹیلے کے خوف سے مر گیا ہے تو تو ان پہاڑ کی طرح دشوار گزار گھاٹیوں سے کیونکر عبور کرے گا مرد خدا اتنا کمزور نہ بن اور ہمت سے کام لے کر نفس کو مغلوب کر۔ اس کا مغلوب کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ فی نفسہ بہت کمزور ہے مگر ہمت کی ضرورت ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ جب غازیوں نے صوفی کی یہ حالت دیکھی تو جوش غیرت سے فوراً اس کافر کو تہ تیغ کر دیا اور صوفی کے منہ پر پانی اور گلاب کے چھینٹے دیئے تاکہ وہ بے ہوشی اور بے خودی سے ہوش میں آئے۔ پس جبکہ وہ اس تدبیر سے ہوش میں آ گیا تو اس نے آنکھ کھولی اور لوگوں کو اپنے پاس جمع دیکھا۔ اس پر لوگوں نے اس سے واقعہ پوچھا اور کہا کہ میاں تمہاری کیا حالت ہوگئی اور تم اس طرح کیوں بے ہوش ہو گئے۔ تعجب ہے کہ تم اس ادھ موئے اور مشکیں کسی ہوئی قیدی سے یوں بے ہوش ہو کر گر پڑے اور مغلوب ہو گئے اس نے جواب دیا کہ صاحبو بات یہ ہے کہ جب میں نے غصہ سے اس کی گردن مارنے کا ارادہ کیا تو اس دیدہ دلیر نے میری طرف عجیب طرح سے دیکھا یعنی اس نے مجھ پر آنکھیں نکالیں اور مجھے گھورا۔ یہ دیکھ کر میرے حواس غائب ہو گئے۔ اس کی گردش چشمہ مجھے ایک لشکر معلوم ہوتی تھی اور میں نہیں بیان کر سکتا کہ وہ کس قدر ہولناک تھی۔

قصہ مختصر اس کی اس خوفناک آنکھ سے میں بے ہوش ہوا اور زمین پر گرا ہوا اور اس کے تحت اشارہ چشم سے میں آپ میں نہیں رہا اور زمین پر گر پڑا یہ سن کر اس نے لوگوں سے کہا کہ میاں ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ اس کمزور ہمت

کے ساتھ جو کہ تم کو حاصل ہے لڑائی کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ بلکہ باورچی خانہ اور خانقاہ ہی میں رہنا۔ تا کہ پھر اہل لشکر کے سامنے تمہیں ذلت نہ اٹھانی پڑے کیونکہ جب کہ ایک مشکیں کسی ہوئے قیدی کی آنکھ سے تم ڈوب گئے اور تمہاری کشتی ٹوٹ گئی تو شیران نر کے حملہ میں جہاں کہ تلواروں سے سروں کی وہ حالت ہوتی ہے جو کہ گیند کی اور جہاں کہ گردن زنی کی آوازیں کے مقابلہ میں دھوبیوں کے کپڑے چھیٹنے کی آوازیں محض ہوتی ہیں اور جہاں کہ جان لیوا تیروں کی شائیں شائیں سے ابر آذری کی شائیں شائیں شرمندہ ہوتی ہے تم کب خون میں تیر سکتے ہو جبکہ تم مردوں کی جنگ سے بالکل ہی ناآشنا ہو۔ وہاں تو یہ حالت ہوتی ہے کہ بہت سے بے سر لاشے تڑپتے ہوتے ہیں اور بہت سے سر خون پر بلبلوں کی طرح تیرتے ہوتے ہیں اور گھوڑوں کے سموں کے نیچے سینکڑوں بہادر فنا ہو جاتے ہیں۔ ایسی صف میں ایسا ہوش جو کہ چوہے سے رخصت ہو گیا کیسے تلوار کھینچ سکتا ہے۔ جناب یہ تو معرکہ ہے۔ شراب خواری نہیں ہے کہ تم بھی آستین چڑھا کر پینے کے لئے تیار ہو جاؤ اور یہ کوئی تیرہ تبرک کا کھانا نہیں کہ خود سے پہلے کھانے کے لئے تیار ہو جاؤ یہاں تلوار کا سامنا ہے اور اس صف میں حمزہ سے بہادر اور لوہے کے کلیجے والے کی ضرورت ہے یہ کوئی مرغن کھانا نہیں ہے کہ جھٹ سے کھا لیا جائے یہاں تلوار اور خنجر کا مقابلہ ہے سر کیا چیز ہے یہاں جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اس لئے جنگ میں ان نازک دلوں کا کام نہیں ہے جو کہ ایک خیال سے خیال کی طرح رفو چکر ہو جائیں۔ بس جائیے آپ کیا جہاد کریں گے جہاد کام بہادروں کا ہے نہ کہ عورتوں کا۔ عورتوں کی جگہ تو گھر ہے۔ گھر میں جا کر بیٹھئے۔

قصہ مختصر تم اس کافر کی آنکھ سے یوں بے خود ہو گئے اور زمین پر گر گئے پس تم جنگ کے قابل نہیں ہو۔ یہ تو ایک نام کے صوفی کی حالت تھی۔ اب ہم اصلی صوفیوں کی حالت دکھلاتے ہیں تا کہ کسی کو صوفیوں کی بزدلی کا شبہ نہ ہو اور وہ یہ نہ سمجھے کہ بس تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اچھا سنو۔

حکایت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کہ نود بار بغزوہ رفتہ بود سینہ برہنہ وغزاہا کردہ بامید شہید شدن و چوں نومید شد از جہاد اصغر روی بجہاد اکبر آورد و خلوت گزید ناگہاں آواز طبل غازیاں شنید نفس از اندروں رنجہ می داشت سوی غزا و متہم داشتن او نفس خود را دریں رغبت کہ کرد

حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کہ وہ نوے بار جہاد میں گئے تھے کھلے سینے اور شہید ہو جانے کی امید پر جہاد میں گئے اور جب جہاد اصغر سے مایوس ہو گئے تو جہاد اکبر کا رخ کیا اور خلوت اختیار کر لی۔ انہوں نے اچانک غازیوں کے نقارے کی آواز سنی نفس اندر سے جہاد کی جانب مجبور کرنے لگا اور ان کا نفس کو اس رغبت کے بارے میں متہم بنانا جو اس نے کی

گفت عیاضی نود بار آمدم	تن برہنہ بو کہ زخمے آیدم
(حضرت) عیاضی نے فرمایا کہ میں نوے بار پہنچا	ننگے بدن' شاید میرے جسم پر کوئی زخم لگے
تن برہنہ می شدم در پیش تیر	تا یکے تیر خورم من جای گیر
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا	تا کہ کوئی گھس جانے والا تیر کھاؤں

تیر خوردن برگلو یا مقتلے	در نیابد جز شہیدے مقبلے
گلے یا مقتل پر تیر کھانا	سوائے نصیبہ ور شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے
بر تنم یک جاگہ بے زخم نیست	ایں تنم از تیر چوں پرویز نیست
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے	میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے چھلنی کی طرح ہے
لیک بر مقتل نیامد تیرہا	کار بختست ایں نہ جلدی ودہا
لیکن تیر مقتل پر نہ پہنچے	یہ مقدر کی بات ہے نہ کہ بہادری اور ہوشیاری کی
چوں شہیدی روزی جانم نبود	رفتم اندر خلوت و در چلہ زود
چونکہ شہادت میری جان کی روزی نہ تھی	میں جلد خلوت اور چلہ میں چلا گیا
در جہاد اکبر افگندم بدن	در ریاضت کردن و لاغر شدن
میں نے جہاد اکبر میں جسم ڈال دیا	محنت کرنے اور لاغر ہونے میں
بانگ طبل غازیاں آمد بگوش	کہ خرامیدند جیش غز و کوش
غازیوں کے نقارے کی آواز کان میں آئی	کہ جہاد کا کوشاں لشکر روانہ ہو گیا
نفسم از باطن مرا آواز داد	کہ بگوش حس شنیدم بامداد
میرے نفس نے مجھے اندر سے آواز دی	جو میں نے حس کے کان سے صبح کو سنی
خیز ہنگام غزا آمد برو	خویش را در غزو کردن کن گرو
اٹھ جہاد کا وقت آ گیا، جا	اپنے آپ کو جہاد میں مصروف کر دے
گفتم اے نفس خبیث بے وفا	از کجا میل غزا تو از کجا
میں نے کہا، اے بے وفا خبیث نفس!	تجھے جہاد کی خواہش کہاں سے، کہاں سے
راست گوائے قفس کایں حیلت گریست	ورنہ نفس شہوت از طاعت بریست
اے نفس، سچ بتا یہ تیری [illegible] بازی ہے	ورنہ شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے
گر نگوئی راست حملہ آرمت	در ریاضت سخت تر افشارمت
اگر تو سچ نہ کہے گا میں تجھ پر حملہ کردوں گا	میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤں گا
نفس بانگ آورد آندم از دروں	با فصاحت بے دہاں اندر فسوں
نفس نے اندر سے آواز دی	بغیر منہ کے، فصاحت کے ساتھ، جادو (گری) میں

کہ مرا ہر روز ایں جامی کشی	جان من چوں جان گبراں میکشی
کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کھینچ لاتا ہے	میری جان کو کافروں کی جان کی طرح قتل کرتا ہے
ہیچ کس را نیست از حالم خبر	کہ مرا تو میکشی بے خواب و خور
کسی کو میری حالت کی خبر نہیں	کہ تو مجھے بغیر سوئے اور کھائے قتل کر رہا ہے
در غزا بجہم بیک زخم از بدن	خلق بیند مردی و ایثار من
میں جہاد میں ایک زخم سے، بدن سے بھاگ نکلوں گا	لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھ لیں گے
گفتم اے نفسک منافق زیستی	ہم منافق میری تو چیستی
میں نے کہا اے ذلیل نفس! تو منافق جیا	منافق ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟
خوار و خود رای و مرائی بودۂ	در دو عالم تو چنیں بیہودۂ
تو ذلیل، خود سر اور ریاکار رہا ہے	دونوں جہاں میں تو اس قدر بیہودہ ہے
نذر کردم کہ ز خلوت ہیچ من	سر بروں نارم چو زندہ ست ایں بدن
میں نے منت مان لی ہے کہ میں خلوت سے کبھی	باہر نہیں نکلوں گا جب تک یہ بدن زندہ ہے
زانکہ در خلوت ہر آنچہ تن کند	نز برای روی مرد و زن کند
اس لئے کہ خلوت میں بدن جو کچھ کرتا ہے	وہ مرد و عورت کے دکھاوے کیلئے نہیں کرتا ہے
جنبش و آرامش اندر خلوتش	جز برای حق نباشد نیتش
خلوت میں اس کی حرکت اور سکون	اللہ (تعالیٰ) کے سوا کے ئے اس کی نیت نہیں ہوتی ہے
ایں جہاد اکبر ست آں اصغر ست	ہر دو کار رستم ست وحیدر ست
یہ بڑا جہاد ہے، وہ چھوٹا جہاد ہے	دونوں کام، رستم اور حیدرؓ کے ہیں
کار آنکس نیست کورا عقل و ہوش	پرداز تن چوں بجنبد دم موش
اس شخص کا کام نہیں ہے کہ جس کی عقل اور ہوش	بدن سے پرواز کر جائے جب چوہے کی دم ہلے
کار آنکس نیست ایں سودا و جوش	کوز موش و جنبشش گم کرد ہوش
یہ جنون اور جوش اس کا کام نہیں ہے	جو چوہے اور اس کے ہلنے سے، ہوش گنوا دے
آنچناں کس را بباید چوں زناں	دور بودن از مصاف و از سناں
ایسے شخص کو عورتوں کی طرح چاہئے	میدان جنگ اور نیزے سے دور رہنا

صوفیے آں صوفی ایں اینت حیف	آں زسوزن کشتہ ایں راطعمہ سیف
ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی یہ ہے عجب افسوس ہے	وہ سوئی کا مقتول، اس کی خوراک تلوار ہے
نقش صوفی باشداو رانیست جاں	صوفیاں بدنام ہم زیں صوفیاں
وہ صوفی کی تصویر ہے، اس میں جان نہیں ہے	ان صوفیوں سے، صوفی بھی بدنام ہیں
بر در و دیوار جسم گل سرشت	حق زغیرت نقش صد صوفی نوشت
مٹی کے بنے ہوئے جسم کے در و دیوار پر	اللہ (تعالیٰ) نے غیرت سے سینکڑوں صوفیوں کی تصویریں بنادیں
تاز سحر آں نقشہا جنباں شود	تا عصای موسوی پنہاں شود
تاکہ وہ تصویریں جادو سے متحرک رہیں	جب تک موسوی عصا مخفی رہے
نقشہا را می خورد صدق عصا	چشم فرعونی ست پر گرد و حصا
ان تصویروں کو لاٹھی کی سچائی نگل جاتی ہے	فرعونی آنکھ ہے جو گرد اور کنکریوں سے پر ہے

حکایت مجاہد دیگر و جانبازی او در غزا

دوسرے مجاہد، اور جہاد میں اس کی جان بازی کی حکایت

صوفی دیگر میان صف حرب	اندر آمد بست بار از بہر ضرب
جنگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی	تلوار بازی کے لئے بیس بار آیا
با مسلماناں بکا فروقت کر	و انگشت او با مسلماناں بفر
مسلمانوں کے ساتھ (ہوتا تھا) کافر پر حملہ کے وقت	فرار کے وقت وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ پلٹتا تھا
زخم خورد و بست زخمے را کہ خورد	بار دیگر حملہ آورد و نبرد
زخم کھاتا اور جو زخم کھاتا اس کی بندش کرتا	دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا
تا نمیرد تن بیک زخم از گزاف	تا خورد او بیست زخم اندر مصاف
تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ مخواہ نہ مر جائے	یہاں تک کہ وہ جنگ میں بیس زخم کھائے
حیفش آمد کہ بزخمے جاں دہد	جاں زدست صدق او آساں رہد
اس کو افسوس ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دے دے	جان اس کی سچائی کے ہاتھ سے آسانی سے چھوٹ جائے

حکایت آں مجاہد کہ از ہمیان سیم ہر روز یکدرم در خندق انداختے بتفاریق، از بہر ستیزۂ حرص و آرزوی نفس و وسوسۂ نفس کہ چوں می اندازی بخندق بارے یک بار بینداز تا خلاص یابم کہ الیاس احدیٰ الراحتین واو میگفت مر نفس را کہ ترا ایں راحت ہم ندہم

اس مجاہد کی حکایت جو چاندی کی تھیلی سے ہر روز ایک درہم خرچ بنا کر خندق میں پھینک دیتا نفس کی آرزو اور لالچ سے جنگ کے لئے اور نفس کی تمنا یہ کہ تو جب کہ خندق میں پھینکتا ہے اب ایک بار پھینک دے تاکہ میں چھٹکارا پا جاؤں، کیونکہ مایوسی بھی دو راحتوں میں سے ایک راحت ہے اور وہ نفس سے کہتا تھا کہ میں تجھے یہ راحت بھی نہ دوں گا۔

آں یکے بودش بکف در چل درم	ہر شب افگندے یکے در آب یم
ایک (صوفی) کے ہاتھ میں چالیس درہم تھے	وہ ہر رات کو ایک دریا کے پانی میں پھینک دیتا
تا کہ گردد سخت بر نفس مجاز	در تانی درد جاں کندن دراز
تاکہ جھوٹے نفس پر سخت بن جائے	جان کنی کا دراز درد ست روی میں
نفس او فریاد کردے ہر شبے	در فتادے زار در تاب و تبے
اس کا نفس ہر رات کو فریاد کرتا	تکلیف اور مصیبت میں لاغر ہوتا
کیں چرامی نفگنی یک بارگی	کشتیم در غصہ و بیچارگی
کہ تو ایک بار کیوں نہیں پھینک دیتا ہے؟	تونے مجھے رنج اور مجبوری میں مار ڈالا
بہر حق یکبارگی بگزار دین	نفس را کالیاس احدیٰ الراحتین
خدا کے لئے ایک مرتبہ میں قرض اتار دے	نفس کا، کیونکہ مایوسی دو راحتوں میں سے ایک ہے
او نگشتے ملتفت مر نفس را	ہمچنیں کشتے مر او را در عنا
وہ نفس کی جانب متوجہ نہ ہوتا	اس کو اسی طرح مصیبت میں مارتا
ہمچنیں آں صوفی اندر صف جنگ	بہر حق بگرفتہ بد بر نفس تنگ
اسی طرح اس صوفی نے جنگ کی صف میں	اللہ (تعالیٰ) کے لئے نفس پر سخت گرفت کر رکھی تھی
با مسلماناں بکر او پیش رفت	وقت فر او وانگشت از خصم تفت
حملہ کے وقت مسلمانوں کے ساتھ وہ آگے بڑھتا	پسپائی کے وقت دشمن سے جلد پیچھے نہ ہٹتا
زخم دیگر خورد آں راہم بہ بست	بیست کرت رمح و تیر ازوے شکست
دوسرا زخم کھایا اس کو بھی باندھا	بیس مرتبہ نیزے اور تیر اس پر ٹوٹے

بعد ازاں قوت نماند افتاد پیش	مقعد صدق او ز صدق عشق خویش
اس کے بعد طاقت نہ رہی سامنے گر گیا	اپنی سچائی کی جگہ میں اپنے عشق کی سچائی کی وجہ سے
صدق' جاں دادن بود ہیں سابقوا	از نبے برخواں رجال صدقوا
سچائی' جان دیدینا ہوتی ہے' خبردار! آگے بڑھو	قرآن میں سے رجال' صدقوا پڑھ لے
ایں ہمہ مردن نہ مرگ صورتست	ایں بدن مر روح راچوں آلتست
یہ کامل موت نہ صرف جسم کی موت ہے	یہ بدن' روح کے لئے آلہ کی طرح ہے
اے بسا خامے کہ ظاہر خویش ریخت	لیک نفس زندہ آں جانب گریخت
بہت سے ناقص ہیں کہ انہوں نے اپنا ظاہر (جسم) بہا دیا	لیکن زندہ نفس اس جانب بھاگ گیا
آلتش بشکست و رہزن زندہ ماند	نفس زندہ است ارچہ مرکب خوں فشاند
اس کا آلہ ٹوٹا اور ڈاکو زندہ رہا	نفس زندہ ہے اگرچہ سواری نے خون چھڑک دیا
اسپ کشت و رہ نرفت آں خیرہ سر	ماند خام و زشت از حق بے خبر
گھوڑا مار ڈالا اور اس بیوقوف نے راستہ طے نہ کیا	اللہ (تعالیٰ) سے بے خبر کچا اور بھدا رہ گیا
گر بہر خونریزی گشتے شہید	کافر کشتہ بدے ہم بوسعید
اگر ہر خون بہانے سے شہید بن جایا کرتا	مقتول کافر بھی بوسعید ہوتا
اے بسا نفس شہید معتمد	مردہ در دنیا چو زندہ میرود
بہت سے بھروسے کے شہید نفس ہیں	مرے ہوئے' دنیا میں زندہ کی طرح چلتے پھرتے ہیں
روح رہزن مرد و تن کہ تیغ اوست	ہست باقی در کف آں غزو دوست
ڈاکو نفس مر گیا اور جسم جو کہ اس کی تلوار ہے	جہاد کے شائق کے ہاتھ میں باقی ہے
تیغ آں تیغست مرد آں مرد نیست	لیک ایں صورت ترا حیراں کنیست
تلوار وہی تلوار ہے مرد وہ مرد نہیں ہے	لیکن یہ صورت تجھے حیران کرنے والی ہے
نفس چوں مبدل شود ایں تیغ تن	باشد اندر دست صنع ذوالمنن
نفس جب بدل جاتا ہے' یہ جسم کی تلوار	اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے ہاتھ میں ہوتی ہے
آں یکے مردیست قوتش جملہ درد	ویں دگر مردے میاں تی ہمچو گرد
ایک وہ مرد ہے جس کی ساری خوراک درد ہے	اور یہ دوسرا مرد ہے جس کی کمر گرد کی طرح خالی ہے

شرح حبیبی

ابوبکر محمد بن احمد عیاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نوے مرتبہ جہاد میں تن برہنہ شریک ہوا تاکہ شاید میرے کوئی زخم کاری لگ جائے اور میں شہید ہو جاؤں اور بالکل ننگا تیر کے سامنے چلا جاتا تھا تاکہ کوئی تیر میرے کاری لگ جائے لیکن یہ امر مقدر نہ تھا کہ میرے گلے پر کسی ایسی جگہ تیر لگے جس سے میں مرجاؤں اس لئے کسی ایسی جگہ نہ لگا۔ بات یہ ہے کہ شہادت کسی صاحب اقبال شخص کو ہی ملتی ہے ہر ایک کو نہیں ملتی۔ چنانچہ میرے جسم میں ایک جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں تیر نہ لگا ہو اور یہ میرا جسم تیروں سے چھلنی ہو رہا ہے لیکن کسی ایسی جگہ تیر نہیں لگا جہاں لگنے سے میں مرجاتا۔

پس معلوم ہوا کہ شہادت قسمت سے ملتی ہے اور شجاعت دلیری سے نہیں ملتی۔

فائدہ:۔ جلدی جلادت سے ماخوذ ہے نہ کہ بمعنی عجلت واللہ اعلم) پس جبکہ شہادت مجھے میسر نہ ہوئی تو اس وقت میں نے یہ کیا کہ خلوت اور چلہ کشی اختیار کی اور میں نے جہاد اکبر میں مشغول ہو کر جسم کو مشقت ریاضت میں ڈال دیا اور اسے گھلانا شروع کیا اس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز غازیوں کے نقارہ کی آواز میرے کان میں آئی جس سے میں سمجھا کہ لشکر مجاہدین جہاد کے لئے جارہے ہیں اس وقت نفس نے میرے اندر سے مجھے آواز دی جس کو میں نے بوقت صبح اپنے گوش حس سے سنا۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ نفس کی آواز گوش حس سے محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے بگوش حس شنیدم محمول برمجاز ہوگا۔ یعنی وہ آواز اتنی صاف تھی کہ اگر میں اس کی نسبت یہ دعویٰ کروں کہ میں نے اس کو گوش حس سے سنا تو کر سکتا ہوں) اور یہ کہا کہ جہاد کا وقت آ گیا ہے۔ اٹھ اور چل اور اپنے کو جہاد میں محبوس کر۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ او بے وفا اور خبیث نفس کہاں تو اور کہاں رغبت جہاد۔ سچ بتا کہ اس میں تیری کیا شرارت ہے کیونکہ یقیناً اس میں تیری کوئی چال ہے۔

ورنہ نفس شہوت پرست کو اطاعت حق سے کیا علاقہ۔ دیکھ اگر تو سچ سچ نہ کہے گا تو میں تجھ پر حملہ کروں گا اور ریاضت میں تجھے خوب دباؤں گا۔ یہ سن کر نفس کے اندر سے بدوں منہ کے صاف الفاظ میں یہ جادو بھری بات کہی کہ تو مجھے ہر روز یہاں مارتا ہے اور میری جان کو کافروں کی طرح ہلاک کرتا ہے اور عالم میں میری حالت کی کسی کو خبر نہیں کہ تو مجھے بے خواب وخور کے مارتا ہے۔ پس میں نے سوچا کہ جہاد میں میرے لئے دو فائدہ ہیں۔ اول یہ کہ میں ہر روز کی مصیبت سے چھوٹ جاؤں گا اور صرف ایک زخم سے جسم سے الگ ہو جاؤں گا۔ اور دوسرے یہ کہ ایسا کرنے سے لوگ میری مردانگی اور میرا موت کو حیات پر ترجیح دینا دیکھیں گے جس سے میرا نام ہوگا۔

اس پر میں نے کہا کہ او پاجی نفس تو زندہ بھی رہا تو نفاق کی حالت میں اور مرتا بھی ہے تو نفاق میں۔ کم بخت تو کون بلا ہے۔ تو سراسر ذلیل اور خودرائے اور ریاکار ہے اور حالت حیات و حالت موت دونوں حالتوں میں تو اس قدر بیہودہ ہے اچھا اب میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک حیات جسمانی باقی ہے میں بلا ضرورت شرعیہ خلوت سے نہ نکلوں گا کیونکہ خلوت میں جو کچھ آدمی کرتا ہے وہ لوگوں کے دکھاوے کی وجہ سے نہیں کرتا۔ اور حرکت یا سکون خلوت میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس میں اس کی نیت بجز رضائے حق کے اور کچھ نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ جہاد اکبر ہے اور جہاد معروف جہاد اصغر۔ لیکن یہ دونوں کام ارباب ہمت عالیہ مثل رستم وحیدر سے تعلق رکھتے ہیں اور جہاد اصغر کا اصغر ہونا بہ نسبت جہاد اکبر کے ہے نہ یہ کہ وہ فی نفسہ کوئی معمولی چیز ہے) اور ان لوگوں کا کام نہیں ہے

جن کی عقل اور ہوش چوہے کی دم کی حرکت سے رفو چکر ہو جائے۔ اور یہ خیال و جوش ان لوگوں کا کام نہیں ہے جو چوہے کی حرکت سے حواس کھو بیٹھیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ معرکہ اور سنان و خنجر وغیرہ سے الگ رہیں۔

اس واقعہ سے تم سمجھو کہ ایک تو وہ نامرد صوفی تھا اور ایک یہ صوفی ہیں اور یہ تفاوت نہایت قابل افسوس ہے وہ تو سوئی سے مرگیا اور یہ تلواریں کھاتے ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ جسم صوفی تھا اور جان صوفی اس میں نہ تھی۔ ایسے ہی صوفیوں نے صوفیوں کو بدنام کیا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے سبب صوفی لوگ بدنام ہیں۔ تم کو واضح ہو کہ حق سبحانہ نے جسم خاکی کی دیواروں پر باقتضائے غیرت صوفیوں کے سینکڑوں تصویریں بنادی ہیں تاکہ وہ تصویریں جادو سے حرکت کریں اور عصائے موسوی مخفی ہو جائے۔ (یعنی غیرت خداوندی نے نہ چاہا کہ حقیقی صوفیوں کو بالکل ممتاز کر دیا جائے اس لئے اس نے بہت سے مصنوعی صوفی بنائے اور اصلی صوفیوں کو ان میں چھپا دیا۔ تاکہ ہر شخص بدوں طلب کے ان کو نہ پاسکے اور طالبین اور غیر طالبین میں امتیاز ہو جائے) یہ ضروری بات ہے کہ عصائے موسوی (حقیقی صوفی) ان جادو کے پتلوں (مصنوعی صوفیوں) میں مخفی ہے لیکن اس کا خفا تلبیس کی حد تک نہیں پہنچا۔ بلکہ اس کی اصلیت ظاہر ہے کیونکہ اس عصا کا صدق ان جادوں کے پتلوں کو کھا رہا ہے یعنی اہل اللہ کی حقانیت دھوکہ بازوں کے فریب کو ظاہر کر رہی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ پھر لوگوں کو ان کا صدق کیوں نہیں دکھلائی دیتا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ چشم فرعونی یعنی غیر طالب حق آنکھ رکھتے ہیں جو کہ تعصب و عناد و تقلید آبائی وغیرہ کی گرد اور کنکریوں سے پر ہے۔ اس لئے وہ آنکھ کھول کر دیکھتے ہی نہیں تاکہ انہیں ان کا صدق دکھلائی دے۔

اچھا اب اصلی صوفیوں کی ایک اور حکایت سنو۔ ایک اور صوفی بیس دفعہ صف جنگ میں بوقت حملہ ضرب کفار کے لئے مسلمانوں کے ساتھ گیا مگر واپسی کے وقت وہ ان کے ساتھ نہیں لوٹا بلکہ برابر لڑتا رہا اور جب کوئی زخم اس کے لگتا تھا تو وہ اسے باندھ کر پھر حملہ کرتا تھا۔

حاصل یہ ہے کہ وہ جنگ میں اپنے بچاؤ کے پہلو کو مدنظر نہ رکھتا تھا بلکہ خوب دل کھول کر لڑتا تھا اور مقصود اس کا یہ تھا کہ میں ایک زخم سے نہ مروں بلکہ مجھ پر بہت سے زخم لگیں اور اس وقت مروں کیونکہ اس نے اس امر کو قابل افسوس سمجھا کہ ایک زخم سے جان دے دے اور جان اس کے ہاتھ سے یوں آسان نکل جائے۔ ایک شخص کا قصہ ہے کہ اس کے پاس چالیس روپیہ تھے اور وہ رات کو ایک روپیہ کنوئیں میں ڈال دیتا تھا تاکہ نفس گرفتار مجاز پر اس توقف میں خوب سختی ہو اور اس کو جانکنی کی مصیبت خوب جھیلنی پڑے اس سے اس کا نفس فریاد کرتا تھا اور ہر رات پیچ و تاب میں گرفتار ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ ارے تو سب کو ایک مرتبہ ہی کیوں نہیں ڈال دیتا تو نے مجھے رنج اور تنگی سے مار ڈالا۔ خدا کے لئے تو ایک مرتبہ یہ ہی قرض اتار دے اور سب کو ایک دفعہ ہی کنوئیں میں ڈال دے کیونکہ میرے لئے ناامیدی بھی ایک راحت ہے۔ پس ایسا کرنے سے مجھے روپیوں سے ناامیدی ہو جائے گی اور راحت حاصل ہو جائے گی مگر وہ نفس کی بات نہ سنتا تھا اور یوں ہی اسے تکلیف سے مارتا تھا۔ پس یونہی وہ صوفی جنگ میں خدا کے لئے نفس پر سختی کر رہا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ یہ حملہ کے لئے آگے بڑھتا تھا لیکن واپسی کے وقت دشمن کی فوج سے جلدی نہ لوٹتا تھا اور جب کوئی اور زخم اس کے لگتا تھا تو اس کو بھی باندھ لیتا تھا۔

قصہ مختصر اس نے بیس مرتبہ نیزہ اور تیر توڑے اس کے بعد اس میں قوت نہ رہی اور آگے کی جانب گر گیا اور

اپنے عشق صادق کی بدولت مقصد صدق میں یعنی ایسی جگہ پہنچ گیا جو صدق کے لئے مخصوص ہے۔ جان نثاری اور جانبازی اگر اس کی تصدیق چاہتے ہو تو قرآن میں من المؤمنین رجال صدقوا ما عٰهدوا الله علیه فمنهم من قضیٰ نحبه و منهم من ینتظر پڑھو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اپنے اس عہد میں سچے اترے جو انہوں نے خدا سے کیا تھا یعنی خوب داد جانبازی دی۔

اب وہ دو قسم کے ہیں کچھ لوگ تو شہید ہو گئے اور کچھ منتظر شہادت ہیں۔ پس اس آیت میں حق سبحانہ نے جان بازی کو صدق اور وفا سے تعبیر فرمایا ہے اس سے صدق کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ پس لوگو تم جان بازی کی طرف سبقت کرو اور خدا کی راہ میں جان دے دو لیکن یہ یاد رہے کہ خدا کی راہ میں جان دینا اس کا نام نہیں ہے کہ اس کا جسم فنا ہو جائے جس کو مرگ صوری اور ظاہری کہنا چاہئے۔ کیونکہ اصل چیز تو روح ہے رہا بدن سو وہ تو اس کا آلہ ہے۔ پس بدن کا فنا ہونا مرنا نہیں ہوسکتا۔ مرنا تو روح کا ہے جب روح مر جائے یعنی خودی کو چھوڑ دے اس وقت کہا جائے گا کہ یہ شخص مر گیا پس بہت سے احمق تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے جسم کو فنا کر دیتے ہیں مگر ان کا نفس زندہ ہوتا ہے اور بچ کر نکل جاتا ہے اور راہزن کا آلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر اصل راہزن زندہ ہوتا ہے اور نفس زندہ ہوتا ہے مگر اس کی سواری یعنی جسم اپنا خون بہا دیتی ہے اور وہ اپنا گھوڑا تو مار دیتا ہے مگر منزل طے نہیں کرتا۔

یعنی وہ ناقص اور برا اور خدا سے بے خبر ہوتا ہے اور وہ آلہ جس سے وہ اپنی اصلاح کر سکتا تھا کھو بیٹھتا ہے سو اس سے زیادہ کیا حماقت ہوگی اور ایسے مرنے سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔ اگر ہر قتل ہونے میں آدمی شہید ہوا کرتا تو کافر مقتول بھی سعید ہوتا اور شقی نہ ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صرف جسم کا فنا کرنا شہادت نہیں ہے اور بہت سے شہید لوگ دنیا میں مر چکتے ہیں مگر زندوں کی طرح چلتے پھرتے ہیں یعنی ان کی روح راہزن مر جاتی ہے اور جسم جو کہ اس کی تلوار ہے وہ ایک غازی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ پس تلوار تو وہی ہوتی ہے لیکن آدمی وہ نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے گی اور اس کو سن کر تمہیں حیرت ہوگی اس لئے ہم اس کی توضیح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب آدمی کی صفات ذمیمہ فنا ہو جاتی ہے اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ شخص وہ نہیں رہتا جو پہلے تھا بلکہ اس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور اس وقت اس کا ہاتھ گویا کہ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے اور وہ تلوار (جسم) جو اس وقت اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہ گویا کہ خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس سے تم کو سمجھنا چاہئے کہ اصل شہادت ترک خودی اور فنا فی اللہ ہے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب ہم قصہ ہائے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صوفیوں کے قصوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ مرد تو ایسے ہوتے ہیں جس کی غذا راہ خدا میں تکلیف اٹھانا ہوتا ہے جیسے عیاضی وغیرہ اور کچھ مرد ایسے ہوتے ہیں دیکھنے میں مرد معلوم ہوتے ہیں مگر اندر سے خالی اور مثل گرد بے حقیقت ہوتے ہیں جیسے کہ وہ صوفی غازی جو بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا اس پر ہم کو قصہ یاد آ گیا سنو۔

صفت کردن مرد غماز و نمودن صورت کنیزک مصور در کاغذ و عاشق شدن خلیفۂ مصر بر نقش آں کاغذ و فرستادن خلیفہ امیرے با سپاہ گراں بدر موصل و قتل و ویرانی بسیار کردن بہر ایں غرض

ایک چغلخور کا خوبی بیان کرنا اور کاغذ پر بنی ہوئی ایک لونڈی کی تصویر دکھانا۔ تصویر دکھانا اور اس کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا عاشق ہو جانا اور خلیفہ کا ایک سردار کو بھاری لشکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیج دینا اور اس مقصد کیلئے بہت قتل اور تباہی کرنا

مر خلیفہ مصر را غماز گفت	کہ شہ موصل بحورے گشت جفت
چغلخور نے مصر کے خلیفہ سے کہا	کہ موصل کے بادشاہ کو ایک حور مل گئی ہے
یک کنیزک دارد او اندر کنار	کہ بعالم نیست مانندش نگار
وہ آغوش میں ایک کنیز رکھتا ہے	اس جیسی حسینہ دنیا میں نہیں ہے
در بیاں ناید کہ حسنش بیحد ست	نقش او اینست کاندر کاغذ ست
بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا حسن بیحد ہے	اس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے
نقش در کاغذ چو دید آں کیقباد	خیرہ گشت و جام از دستش فتاد
اس بادشاہ نے کاغذ پر اس کی تصویر دیکھی	حیران ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے جام گر گیا
پہلوانے را فرستاد آں زماں	سوی موصل با سپاہ بس گراں
فوراً ایک بہادر کو بھیج دیا	بہت بھاری لشکر کے ساتھ موصل کی جانب
گفت اگر ندہد بتو آں ماہ را	برکن از بن آں در و درگاہ را
کہا اگر وہ اس چاند کو تیرے حوالے نہ کرے	اس در اور درگاہ کو جڑ سے اکھاڑ ڈال
ور دہد ترکش کن و مہ را بیار	تا کشم من بر زمیں مہ در کنار
اور اگر دیدے اس کو چھوڑ اور چاند کو لے آ	تاکہ میں چاند کو زمین پر بغل میں لوں
پہلواں شد سوی موصل با حشم	با ہزاراں رستم و طبل و علم
بہادر خادموں کے ساتھ موصل کی جانب روانہ ہوا	ہزاروں بہادروں اور نقارے اور جھنڈے کے ساتھ
چوں ملخہا بے عدد بر گرد کشت	قاصد اہلاک اہل شہر گشت
کھیتی کے چاروں طرف کی ان گنت ٹڈیوں کی طرح	شہریوں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرنے والا بن گیا
ہر نواحے منجنیقے از نبرد	ہمچو کوہ قاف او برکار کرد
جنگ کے لئے ہر جانب ایک گوپھن	کوہ قاف جیسی اس نے کام پر لگا دی

زخم تیر و سنگہای منجنیق	تیغہا در گرد چوں برق از بریق
تیروں کے زخم اور گوپھن کے پتھر	غبار میں تلواریں چمک کی وجہ سے بجلی کی طرح
ہفتۂ کرد ایں چنیں خونریز گرم	برج سنگیں سست شد چوں موم نرم
ایک ہفتہ اس نے اسی طرح خونریزی گرم رکھی	پتھریلا برج، نرم موم کی طرح کمزور پڑ گیا
شاہ موصل دید پیکار مہول	پس فرستاد از دروں پیشش رسول
موصل کے بادشاہ نے خوفناک جنگ دیکھی	تو اندر سے اس کے پاس قاصد بھیجا
کہ چہ میخواہی زخون مومناں	کشتہ میگردند زیں حرب گراں
کہ مومنوں کی خونریزی سے تو کیا چاہتا ہے؟	جو اس بھاری جنگ سے مر رہے ہیں
گر مرادت ملک و شہر موصل ست	بے چنیں خونریز اینت حاصل ست
اگر تیرا مقصد، ملک اور موصل شہر ہے	بغیر خونریزی کے یہ تجھے حاصل ہے
من روم بیرون شہر اینک در آ	تا نگیرد خون مظلوماں ترا
میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں لے تو اندر آ جا	تاکہ مظلوموں کا خون تجھے نہ پکڑے
ور مرادت مال و زر و گوہر ست	ایں ز ملک و شہر خود آساں تر ست
اگر تیرا مقصد مال اور سونا اور جواہر ہیں	یہ سلطنت اور شہر سے خود آسان ہیں
ہرچہ می باید ترا از سیم و زر	میفرستم چیست ایں آشوب و شر
تجھے جو چاندی اور سونا چاہیے	میں بھیجتا ہوں یہ فتنہ اور شر کیا ہے؟

ایثار کردن صاحب موصل آں کنیزک خود را بخلیفہ مصر تا خوں ریزی مسلماناں زیادہ نہ شود

موصل کے حاکم کا اپنی لونڈی کو خلیفۂ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمانوں کی خونریزی زیادہ نہ ہو

چوں رسول آمد بہ پیش پہلواں	گفت پیغام ملک اندر زماں
جب قاصد، پہلوان کے سامنے آیا	اس نے فوراً بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا
گفت من نے ملک میخواہم نہ مال	لیک میجویم یکے صاحب جمال
اس نے کہا نہ میں ملک چاہتا ہوں نہ مال	لیکن ایک حسین کا جویاں ہوں
داد کاغذ اندر و نقش و نشاں	گفت پیشش بر بگو او را عیاں
اس نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور علامت تھی	کہا اس کے سامنے اس کو صاف بتا دے

کاندریں کاغذ نگر چہ صورتست	زود بفرستش کہ ملک و جانت رست
کہ اس کاغذ میں دیکھ کیا تصویر ہے	اس کو جلد بھیج دے تاکہ تیری سلطنت اور جان نجات پائے
بنگر اندر کاغذ ایں را طالبم	ہیں بدہ ورنہ کنوں من غالبم
کاغذ میں دیکھ لے میں اس کا طلبگار ہوں	خبردار! دیدے ورنہ میں غالب ہوں
چوں رسولش باز گشت و گفت ال	داد کاغذ را و بنمود آں مثال
جب اس کا کاغذ واپس ہوا اور حالت بتائی	اس نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی
گشت معلومش چہ گفت آں شاہ نر	صورتے کم گیرد زود ایں را ببر
اس کو معلوم ہو گیا تو اس بہادر شاہ نے کیا کہا؟	مان لے ایک (حسین) صورت نہ رہی اور جلد اس کو لے جا
من نیم در عہد ایماں بت پرست	بت بر آں بت پرست اولیٰ ترست
میں ایمان کے عہد میں بت پرست نہیں ہوں	بت اس بت پرست کی بغل میں زیادہ بہتر ہے
باتبرک داد دختر را و برد	سوی لشکر گاہ و در ساعت سپرد
اس نے لونڈی مع تحفہ کے دی، اور وہ لے گیا	لشکر گاہ کی جانب، اور فوراً سپرد کر دی
چونکہ آوردش رسول آں پہلواں	گشت عاشق بر جمالش آں زماں
جب قاصد اس کو لایا، وہ سردار	فوراً اس کے حسن پر عاشق ہو گیا
عشق بحرے آسماں بروے کفے	چوں زلیخا در ہوای یوسفؑ
عشق ایک سمندر ہے، آسمان اس پر ایک جھاگ ہے	جیسے کہ زلیخا، یوسف کے عشق میں تھی
دور گرد و نہا ز موج عشق داں	گر نبودے عشق بفسردے جہاں
آسمانوں کی گردش عشق کی موج سے سمجھ	اگر عشق نہ ہوتا تو جہان ٹھٹھر جاتا
کے جمادے محو گشتے در نبات	کے فدای روح گشتے نامیات
جماد نبات میں کب فنا ہوتا ہے؟	نمو پانے والیاں، روح پر کب فدا ہوتیں؟
روح کے گشتے فدای آں دمے	کز نسیمش حاملہ شد مریمے
روح اس دم پر کب فدا ہوتی؟	جس کی نسیم سے مریم حاملہ ہوئیں
ہر یکے برجا ترنجیدے چو یخ	کے بدے پراں و جویاں چوں ملخ
ہر ایک اپنی جگہ برف کی طرح سکڑ جاتا	ٹڈی کی طرح کب پرواز اور جستجو میں ہوتا؟

ذره ذره عاشقان آں جمال	می شتابد در علو ہمچوں نہال
ذره ذره اس حسن کا عاشق ہے	پودے کی طرح بلندی کی جانب دوڑتا ہے
سبح اللہ ہست آں اشتاب شاں	تنقیہ تن می کنند از بہر جاں
ان (ذروں) کی تیز روی' اللہ کی تسبیح ہے	جو جان کے لئے جسم کو صاف کرتے ہیں
پہلواں چہ را چوره پنداشتہ	شوره اش خوش آمد و حب کاشتہ
سردار نے جب کنویں کو راستہ سمجھ لیا	شوریلی زمین اس کو بھلی معلوم ہوئی اور دانہ بو دیا
چوں خیالے دید آں خفتہ بخواب	جمع شد با آں واز وے رفت آب
جیسا کہ سونے والے نے نیند میں ایک خیال دیکھا	اس کے ساتھ جماع کیا اور اس کی منی بہہ نکلی
چوں بجست از خواب وشد بیدار زود	دیدکاں لعبت بہ بیداری نبود
وہ جب نیند سے اٹھا اور جلد بیدار ہوگیا	دیکھا کہ وہ گڑیا بیداری میں (موجود) نہ تھی
گفت بر ہیچ آب خود بردم دریغ	عشوهٔ آں عشوه ده خوردم دریغ
اس نے کہا افسوس ہے میں نے معدوم پر اپنی منی بہائی	افسوس ہے اس فریب دینے والے کا میں نے فریب کھایا
پہلوان تن بدآں مردی نداشت	تخم مردی در چناں ریگے بکاشت
جسم کا پہلوان تھا انسانیت نہ رکھتا تھا	اس نے انسانیت کا بیج ایسے ریت میں بو دیا
مرکب عشقش دریدہ صد لگام	نعره میزد لا ابالے کالحمام
اس کے عشق کی سواری نے سو لگام توڑ دیئے	وہ نعرہ مارتا تھا' میں موت کی پروا نہیں کرتا ہوں
ایش ابالی بالخلیفۃ فی الھویٰ	استویٰ عندی و جودی والتویٰ
میں محبت کے معاملہ میں خلیفہ کی کیا پروا کرتا ہوں	میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت یکساں ہے
ایں چنیں سوزاں و گرم آخر مکار	مشورت کن با یکے دانستہ کار
ایسی سوزش اور گرمی سے بیج نہ بو	کسی جانکار سے مشورہ کر لے
مشورت کو عقل کو سیلاب آز	در خرابی کرد ناخنہا دراز
مشورہ کہاں عقل کہاں' حرص کے سیلاب نے	تباہی کے لئے ناخون دراز کر لئے ہیں
بین ایدی سد و سوئے خلف سد	پیش و پس کے بیند آں مفتون خد
سامنے دیوار ہے اور پیچھے کی جانب دیوار ہے	وہ رخسار کا عاشق آگے پیچھے کب دیکھتا ہے؟

آمده در قصد جاں سیل سیاہ	تا کہ روبہ افگند شیرے بچاہ
کالا سیلاب جان کے ارادہ سے آ چکا ہے	تاکہ لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دے
از چہے بنمود معدومے خیال	تادر اندازد اسوداً کالجبال
ایک معدوم خیال کنویں سے نمودار ہوا	تاکہ پہاڑ جیسے شیروں کو اندر گرا دے
ہیچ کس را بازناں محرم مدار	کہ مثال ایں دو پنبہ است و شرار
کسی کو عورتوں کا محرم نہ بنا	کہ ان دونوں کی مثال روئی اور چنگاری کی ہے
آتشے باید نشستہ زاب حق	ہمچو یوسفؑ معتصم اندر رہق
خدا کے پانی سے آگ بجھی ہوئی ہونی چاہئے	جیسے کہ معصوم یوسف جوانی میں
کز زلیخائے لطیف سر و قد	ہمچو شیراں خویشتن را واکشد
کہ حسین سروقد زلیخا سے	شیروں کی طرح ، اپنے آپ کو کھینچ لیا
نفس خودرا کے تواں کردن زبوں	جز بامداد عقول ذوفنوں
اپنے نفس کو مغلوب کب کیا جا سکتا ہے	اہل کمال کی عقلوں کی امداد کے بغیر
جانب اتمام قصہ باز راں	کایں سخن پایاں ندارد پہلواں
قصہ کو پورا کرنے کی جانب چل	اے پہلوان اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

مراجعت کردن پہلوان از موصل بجانب مصر وصحبت او در راہ با کنیزک

پہلوان کا موصل سے مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ میں اس کا لونڈی سے ہمبستر ہونا

باز گشت از موصل و میشد براہ	تا فرود آمد بہ بیشہ و مرجگاہ
وہ موصل سے لوٹا اور راستہ پر روانہ ہوا	یہاں تک کہ اس نے جنگل اور چراگاہ میں پڑاؤ کیا
آتش عشقش فروزاں آں چناں	کہ ندانست اوز میں از آسماں
اس کے عشق کی آگ اس طرح بھڑک رہی تھی	کہ وہ زمین اور آسمان میں فرق نہیں کر سکتا تھا
قصد آں مہ کرد اندر خیمہ او	عقل کو و از خلیفہ خوف کو
اس نے خیمہ میں چاند کا قصد کیا	عقل کہاں تھی (اور) خلیفہ کا ڈر کہاں؟
چوں زند شہوت دریں وادی شرار	عقل را سوزد دراں شعلہ چو خار
جب شہوت اس میدان میں آگ لگا دیتی ہے	عقل کو کانٹے کی طرح اس شعلے میں جلا دیتی ہے

چوں زند شہوت دریں وادی دہل	چیست عقل تو فجل ابن الفجل
جب شہوت اس میدان میں ڈھول بجا دیتی ہے	تو اے ذلیل، ذلیل کے بیٹے! تیری عقل کیا ہے؟
صد خلیفہ گشتہ کمتر از مگس	پیش چشم آتشینش آں نفس
سینکڑوں خلیفہ مکھی سے کم بن گئے	اس وقت اس کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے
چوں بروں انداخت شلوار و نشست	درمیان پائے زن، آں زن پرست
جب پاجامہ اتار دیا اور بیٹھ گیا	وہ عورت پرست، عورت کی ٹانگوں کے درمیان
چوں ذکر سوئے مقر میرفت راست	رستخیز و غلغل از لشکر بخاست
جب ذکر سیدھا ٹھکانے کی طرف گیا	قیامت اور شور و غل لشکر سے اٹھا
برجہید او کون برہنہ سوئے صف	ذوالفقار ہمچو آتش او بکف
وہ ننگا صف کی جانب دوڑا	آگ جیسی تلوار ہاتھ میں لئے
دید شیر نر سیہ از نیستاں	برزدہ بر قلب لشکر ناگہاں
اس نے دیکھا، کالے نر شیر نے جنگل سے	اچانک وسط لشکر پر حملہ کر دیا ہے
تازیاں چوں دیو در جوش آمدہ	صد طویلہ و خیمہ اندر ہمزدہ
عربی گھوڑے دیو کی طرح جوش میں آ گئے ہیں	سینکڑوں پچھاڑیاں اور خیمے درہم برہم کر دیئے
شیر نر گنبد ہمیکرد از لغز	در ہوا چوں موج دریا بیست گز
نر شیر گھسنے کے لئے جست لگا رہا تھا	فضا میں بیس گز دریا کی موج کی طرح
پہلواں مردانہ بود و بے حذر	پیش شیر آمد چو شیر مست نر
پہلوان بہادر تھا اور بغیر خوف	مست نر شیر کی طرح شیر کے سامنے آ گیا
زد بشمشیر و سرش رابر شگافت	زود سوئے خیمۂ مہر و شتافت
تلوار ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا	حسینہ کے خیمہ کی طرف جلد دوڑ گیا
چونکہ خود را او بداں حورا نمود	مردی او ہمچناں برپائے بود
جب اس نے اپنے آپ کو اس حور کو دکھایا	اس کی مردی اسی طرح قائم تھی
باچناں شیرے بچالش گشتہ جفت	مردی او ماند برپای و نخفت
ایسے شیر کے ساتھ مقابلہ میں شریک ہوا	اس کی مردی قائم رہی اور نہ سوئی

آں بت شیریں لقائے ماہر و	در عجب در ماند از مردی او
وہ بت شیریں دیدار چاند سے مکھڑے والی	اس کی مردی سے تعجب میں پڑ گئی
جفت شد با او بشہوت آں زماں	متحد گشتند حالی آں دو جاں
وہ فوراً شہوت سے اس سے جڑ گیا	فوراً وہ دو جانیں ایک ہوگئیں
زاتصال ایں دو جاں باہمدگر	میرسد از غیب شاں جان دگر
ان دونوں جانوں کے باہمی پیوست ہونے سے	غیب سے ایک دوسری جان پہنچ جاتی ہے
رونماید از طریق زادنے	گر نباشد از علوقش رہزنے
جننے کے طریق پر رونما ہوتی ہے	اگر حمل کے لئے کوئی رہزن نہ ہو
ہر کجا دو کس بمہرے یا بکیں	جمع آید ثالثے زاید یقیں
جب دو انسان محبت یا کینہ سے	جماع کرتے ہیں، یقیناً تیسرا پیدا ہوتا ہے
لیک اندر غیب زاید آں صور	چوں روی آں سو بہ بینی در نظر
لیکن (عالم) غیب میں وہ صورتیں جنتی ہیں	جب تو اس جانب جائے گا، آنکھ سے دیکھ لے گا
آں نتائج کز قرانات تو زاد	ہیں مگرد از ہر قرینے زود شاد
ان نتیجوں کو جو تیرے ملاپ سے پیدا ہوئے ہیں	خبردار! ہر ساتھی سے جلد خوش نہ ہو
منتظر میباش آں میقات را	صدق داں الحاق ذریات را
تو اس وعدہ گاہ کا منتظر رہ	ذریات کے ملا دینے کو سچا سمجھ
کز عمل زاینده اند و از علل	ہر یکے را صورت نطق و کلل
کہ وہ عمل اور علتوں سے پیدا ہوئے ہیں	ہر ایک کو گویائی اور گونگے پن کی (صورت) حاصل ہے
بانگ شاں درمیرسد زاں خوش جمال	کاے زما غافل ہلا زوتر تعال
ان حسینوں سے انہیں آواز آ رہی ہے	کہ اے ہم سے غافل! خبردار، جلد آجا
منتظر در غیب جان مرد و زن	مول مولت چیست زوتر گام زن
مرد و عورت کی جان (عالم) غیب میں منتظر ہے	تیرا آہستہ آہستہ چلنا کیوں ہے، جلد قدم اٹھا
راہ گم کرد او ازاں صبح دروغ	چوں مگس افتاد اندر دیگ دوغ
اس نے صبح کاذب کی وجہ سے راستہ گم کر دیا	مکھی کی طرح چھاچھ کی دیگ میں گر گیا

پشیماں شدن آں سرِ لشکر از خیانتے کہ کردہ بود و سوگند دادن او آں کنیزک را کہ بخلیفہ باز نگوید آنچہ رفت

اس لشکر کے سردار کا اس خیانت سے شرمندہ ہونا جو اس نے کی تھی اور اس کا اس لونڈی کو قسم دینا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ کہے

چند روزے ہم براں بد بعد ازاں	شد پشیماں او ازاں جرم گراں
وہ چند روز اسی (حالت) پر رہا اس کے بعد	وہ اس بھاری جرم سے شرمندہ ہوا
داد سوگندش کہ اے بدرِ منیر	کن حذر تا شہ نگردد زیں خبیر
اس نے اس کو قسم دی کہ اے روشن چودھویں کے چاند	احتیاط برت، تاکہ بادشاہ اس سے خبردار نہ ہو
داد سوگندش کہ اے خورشید رو	با خلیفہ زانچہ شد رمزے مگو
اس نے اس کو قسم دی کہ اے سورج جیسے چہرے والی	جو کچھ ہوا خلیفہ سے اس کا اشارہ نہ کرنا
مختصر گویم ببرد آں پہلواں	مر کنیزک را سوئے شاہِ جہاں
میں مختصر بتاتا ہوں وہ پہلوان لے گیا	شاہ جہان کی جانب لونڈی کو
چوں بدید او را خلیفہ مست گشت	پس زبام افتاد او را نیز طشت
جب خلیفہ نے اس کو دیکھا مست ہو گیا	تو اس کا طشت بھی بالا خانے سے گر گیا
دید صد چندانکہ وصف اشنیدہ بود	کے بود خود دیدہ مانند شنود
جو تعریف اس نے سنی تھی اس کو سو گنا دیکھا	دیکھا ہوا، سنے ہوئے کی برابر کب ہوتا ہے
وصف تصویر ست بہرِ چشمِ ہوش	صورت آں چشم داں نے آں گوش
تعریف، ہوش کی آنکھ کے لئے تصویر کھینچنا ہے	صورت آنکھ کی ملکیت سمجھ، نہ کہ کان کی
یک مثالے گویم اکنوں گوش دار	فہم کن امثال معنیٰ ہوش دار
میں ایک مثال کہتا ہوں، اب سن	مثالوں کا مطلب سمجھ، ہوش کر

حکایت

کرد مردے از سخندانے سوال	حق و باطل چیست اے نیکو مقال
ایک شخص نے ایک سخن دان سے دریافت کیا	اے خوش بیان! حق اور باطل کیا ہے؟
گوش را بگرفت و گفت ایں باطل ست	چشم حقست و یقینش حاصل ست
اس نے (اپنا) کان پکڑا اور کہا یہ باطل ہے	آنکھ حق ہے اور اس کو یقین حاصل ہے

آں بہ نسبت باطل آمد پیش ایں	نسبت ست اغلب سخنہا اے امیں
وہ (کان) اس (آنکھ) کے مقابلہ میں نسبت کے اعتبار سے باطل ہے	اے امین! اکثر باتوں میں نسبت ہے
ز آفتاب ار کرد خفاش احتجاب	نیست محجوب از خیالے آفتاب
اگر چمگادڑ نے سورج سے پردہ کر لیا ہے	سورج، خیال سے پردے میں نہیں ہے
خوف او را خود خیالش میدہد	آں خیالش سوئے ظلمت میکشد
(روشنی کا) ڈر اس کو خود اس (سورج) کا خیال دے رہا ہے	وہ خیال اس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے
آں خیال نور می ترساندش	برشب ظلمات می چفساندش
روشنی کا خیال اس کو ڈرا رہا ہے	تاریکیوں کی رات سے اس کو چمٹا رہا ہے
از خیال دشمن و تصویر اوست	کہ تو برچفسیدۂ بریار و دوست
دشمن کے خیال اور اس کی تصویر کی وجہ سے ہے	کہ تو یار اور دوست سے چمٹا ہوا ہے
موسیاؑ کشف لمع بر کہ فراشت	آں مخیل تاب تحقیق نداشت
اے موسیٰ! تجلی کا کشف پہاڑ پر پڑا	وہ خیال کرنے والا آپ کی تحقیق کی طاقت نہیں رکھتا ہے
ہیں مشو غرہ بداں کہ قابلی	مر خیالش را و زیں رہ واصلی
خبردار! تو اس میں دھوکہ نہ کھا کہ تو قبول کرنے والا ہے	اس کے خیال کو اور تو اس راہ سے واصل (بحق) ہے
از خیال حرب نہر اسید کس	لاشجاعۃ قبل حرب ایں داں و بس
جنگ کے خیال سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا	"جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے" اس کو سمجھ لے اور بس
بر خیال حرب، حیز اندر فکر	میکند چوں رستماں صد کر و فر
نامرد لڑائی کے خیال سے فکر میں	رستموں کی طرح سینکڑوں کروفر کرتا ہے
نقش رستم کاں بحمامے بود	قرن حملہ فکر ہر خامے بود
رستم کی تصویر جو کسی حمام میں ہوتی ہے	ہر ناقص کے فکر کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے
ایں خیال سمع چوں مبصر شود	حیز چہ بود رستمے مضطر شود
جب کان کا یہ خیال دیکھے ہوئے کی طرح ہو جائے	نامرد کیا ہوتا ہے، ایک رستم بھی مجبور ہو جاتا ہے
جہد کن کز گوش در چشمت رود	آنچہ آں باطل بدست آں حق شود
تو کوشش کر کہ وہ کان تیری آنکھ میں آ جائے	جو باطل (نظر آتا) تھا وہ حق ہو جائے

زاں سپس گوشت شود ہم طبع چشم	گوہرے گردد دو گوشت ہمچو یشم
اس کے بعد تیرا کان بھی آنکھ کا ہم مزاج بن جائے گا	تیرے یشم جیسے دونوں کان گوہر بن جائیں گے
بلکہ جملہ تن چو آئینہ شود	جملہ چشم و گوہر سینہ شود
بلکہ پورا جسم آئینہ کی طرح ہو جائے گا	سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہو جائے گا
گوش انگیزد خیال و آں خیال	ہست دلالہ وصال آں جمال
کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال	اس حسن کے وصال کی مشاطہ بن جاتا ہے
جہد کن تا ایں خیال افزوں شود	تا دلالہ رہبر مجنوں شود
کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑھے	تاکہ مجنوں کے لئے مشاطہ رہبر بن جائے
آں خلیفہ گول ہم یک چند نیز	ریش گاوی کرد خوش با آں کنیز
اس احمق خلیفہ نے بھی کچھ دن	اس لڑکی کے ساتھ حماقت برتی
ملک را تو ملک غرب و شرق گیر	چوں نمی ماند تو آں را برق گیر
تو سلطنت کو مغرب اور مشرق کی سلطنت فرض کر لے	جبکہ وہ باقی نہیں رہتی، تو اس کو بجلی (کی کوند) سمجھ
مملکت کاں می نماند جاوداں	اے دلت خفتہ تو آں را خواب داں
وہ سلطنت جو ہمیشہ نہ رہے	اے کہ تیرا دل سویا ہوا ہے تو اس کو خواب سمجھ
تاچہ خواہی کرد آں باد بروت	کہ بگیرد ہم چو جلادے گلوت
تو اس غرور کا کیا کرے گا؟	جو جلاد کی طرح تیرا گلا پکڑ لے
ہم دریں عالم بداں کہ مامنے ست	از منافق کم شنو کہ گفت نیست
اسی دنیا میں جان لے کہ امن کی جگہ ہے	منافق سے نہ سن جس نے کہا کہ نہیں ہے

حجت منکران آخرت و بیان ضعف آں حجت

آخرت کے منکروں کی دلیل اور اس کی کمزوری کا بیان

حجتش این ست و گوید ہر دمے	گر بدے چیزے دگر من دیدمے
اس کی یہ دلیل ہے اور ہر وقت کہتا ہے	اگر کوئی اور چیز ہوتی تو مجھے نظر آتی
گر نہ بیند کودکے احوال عقل	عاقلے ہرگز کند از عقل نقل
اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے	(تو) عقلمند کبھی عقل کو ترک کرے گا

ورنہ بیند عاقلے احوال عشق	کم نگردد ماہ نیکو فال عشق
اگر کوئی عقلمند عشق کے احوال نہیں دیکھتا ہے	(تو) عشق کا نیک فال چاند نہیں گھٹتا ہے
حسن یوسفؑ دیدۂ اخوان ندید	از دل یعقوبؑ کے شد ناپدید
یوسف کے حسن کو بھائیوں کی آنکھ نے نہ دیکھا	(حضرت) یعقوب کے دل سے کب مٹا؟
مر عصا را چشم موسیٰ چوب دید	چشم قبطی افعی و آشوب دید
(حضرت) موسیٰ کی آنکھ نے عصا کو لکڑی دیکھا	قبطی کی آنکھ نے (اس کو) اژدھا اور مصیبت دیکھا
چشم سر با چشم سر در جنگ بود	غالب آمد چشم سر حجت نمود
باطن کی آنکھ سر کی آنکھ سے جنگ میں تھی	باطن کی آنکھ غالب ہو گئی، ثبوت پیش کر دیا
چشم موسیٰ دست خود را دست دید	پیش چشم غیب نورے بد پدید
(حضرت) موسیٰ کی آنکھ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ دیکھا	غیب کی آنکھ کے سامنے ایک نور ظاہر تھا
ایں سخن پایاں ندارد ہر کمال	پیش ہر محروم باشد چوں خیال
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہر کمال	ہر محروم کے سامنے خیال کی طرح ہوتا ہے
چوں حقیقت پیش او فرج وگلوست	کم بیاں کن پیش او اسرار دوست
جبکہ اس کے سامنے حقیقت شرمگاہ اور حلق ہے	دوست کے راز اس کے سامنے بیان نہ کر
پیش ما فرج و گلو باشد خیال	لا جرم ہر دم نماید جاں جمال
ہمارے سامنے شرمگاہ اور حلق خیال ہے	لامحالہ جان ہر وقت جمال دکھاتی ہے
ہر کرا فرج و گلو آئین و خوست	آں لکم دین ولی دین بہر اوست
جس شخص کا طریقہ اور عادت شرمگاہ اور حلق ہے	"تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین" اس کیلئے ہے
با چناں انکار کوتہ کن سخن	احمدؐا کم گوے با گبر کہن
ایسے انکار کے ہوتے ہوئے بات مختصر کر	اے احمدؐ! پرانے کافر سے بات نہ کر

شرح حبیبی

خلیفہ مصر سے ایک غماز نے کہا کہ بادشاہ موصل ایک حور سے ہم آغوش ہے یعنی اس کے پہلو میں ایک کنیزک ہے جس کی نظیر عالم میں نہیں ملتی اور چونکہ وہ بے حد حسین ہے اس لئے اس کا حسن بیان سے باہر ہے۔ اگر آپ کو میرے بیان میں کچھ مبالغہ معلوم ہو تو لیجئے یہ اس کی تصویر ہے جو اس کاغذ میں موجود ہے۔ آپ اس سے میرے بیان کی تصدیق فرمائیں۔

جب خلیفہ نے کاغذ میں اس کی تصویر کا مطالعہ کیا تو مبہوت ہو گیا اور جام شراب اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ جب حواس درست ہوئے تو اس نے ایک نہایت بہادر افسر کو بہت بڑی فوج کے ساتھ شاہ موصل کی طرف روانہ کیا اور اس کو ہدایت کر دی کہ اگر وہ اس کنیزک کو دینے سے انکار کرے تو موصل کو تہس نہس کر دو اور اگر وہ اس کو تمہارے حوالہ کر دے تو اس سے کچھ تعرض نہ کرو اور صرف اس چاند کو لے آؤ تا کہ میں زمین پر ہی چاند کو بغل میں لینے کا فخر حاصل کروں۔

یہ ہدایت سن کر وہ پہلوان لاؤ لشکر اور ہزاروں شجاعان جنگی اور طبل و علم کے ساتھ موصل کو روانہ ہو گیا۔ اور جس طرح بہت بڑا ٹڈی دل کھیت کے گرد جمع ہو کر اس کو تباہ کرنا چاہتا ہے یوں ہی یہ ٹڈی دل سپاہ اہل موصل کے تباہ کرنے پر آمادہ ہو گئی اور ہر طرف کوہ قاف کی مانند بڑے بڑے منجنیق قائم کر کے ان سے کام لینا شروع کر دیا۔ اور یہ حالت تھی کہ تیر اور منجنیقوں سے پتھر برس رہے تھے اور لوگوں کو زخمی کر رہے تھے اور تلواریں اپنی چمک کے سبب گرد میں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے ابر میں بجلیاں کوند رہی ہوں۔

القصہ ایک ہفتہ تک انہوں نے یوں ہی خون ریزی کا بازار گرم رکھا اور قلعہ سنگین موم کی طرح نرم یعنی قابل تسخیر ہو گیا۔ پس جبکہ شاہ نے اس خوف ناک جنگ کا مشاہدہ کیا تو اس نے اپنے یہاں سے ایک قاصد روانہ کیا اور پوچھا کہ ان مسلمانوں کے خون سے جو کہ اس شدید جنگ کے سبب شہید ہو رہے ہیں۔ تمہارا کیا مقصد ہے اگر تمہارا مقصود ملک اور شہر پر قبضہ کرنا ہے تو میں یہ تم کو بدوں اس خونریزی کے دے سکتا ہوں۔ لو میں جاتا ہوں تم آ جاؤ اور جنگ کو چھوڑ دو تا کہ مظلوموں کا خون تمہارا دامن گیر نہ ہو۔ اور اگر مال اور دولت حاصل کرنا مقصود ہے تو یہ تو ملک اور شہر سے بھی زیادہ معمولی ہے جو کچھ اور جس قدر مال تم کو مطلوب ہو میں تمہارے پاس بھیج دوں۔ پھر یہ شور و شر کیوں ہے یہ پیغام لے کر قاصد روانہ ہو گیا اور جبکہ وہ اس افسر کے حضور میں حاضر ہوا تو اس نے پیغام شاہی اس سے بیان کر دیا۔ اس نے اس کے جواب میں کہا کہ نہ مجھے ملک مطلوب ہے اور نہ مال میں تو ایک حسین کا طالب ہوں یہ کہہ کر رقعہ اس کے حوالہ کر دیا جس میں اس کی تصویر تھی اور یہ کہہ دیا کہ اپنے بادشاہ سے میرا یہ پیغام صاف صاف کہہ دینا کہ غور سے دیکھ لو کہ کس کی صورت ہے اور جس کی یہ صورت ہے اس کو ہمارے حضور میں روانہ کر دو ہم نہ تمہیں کچھ کہیں گے نہ تمہارے ملک کو۔ میں مکرر کہتا ہوں کہ اس مرقع کو دیکھ لو۔ میں اس کا طالب ہوں اور اسے میرے حوالہ کر دو۔ ورنہ میں ملک پر قبضہ کرتا ہوں۔ جب قاصد شاہی یہ پیغام لے کر لوٹا تو اس نے اس کو بادشاہ کے حضور میں عرض کر دیا اور مرقع ان کے حوالہ کر دیا اور تصویر دکھلا دی اور بادشاہ نے پیغام کا مدعا سمجھ لیا۔ اب سنو کہ اس مرد بادشاہ نے اس کا کیا جواب دیا اس نے نہایت بے پرواہی کے ساتھ کہا کہ اچھا ایک تصویر نہ سہی اسے تم لے جاؤ۔ میں اپنے زمانہ ظہور اسلام میں بت پرست نہیں ہوں کہ بت پرستی کروں وہ بت پرست ہے اس لئے بت کا اسی کے پاس ہونا زیادہ مناسب ہے یہ کہہ کر اس نے لڑکی کو بڑے ساز و سامان کے ساتھ قاصد کے حوالہ کیا۔ اور قاصد اس کو لے کر لشکر گاہ کو روانہ ہو گیا اور افسر کے حوالہ کر دیا۔ جبکہ وہ قاصد کنیزک کو افسر کے پاس لے گیا تو وہ اسے دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا۔ یہاں تک اس واقعہ کو پہنچا کر آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق ایک سمندر ہے اور آسمان اس پر مثل خس و خاشاک کے ہے۔ یعنی گردش فلک کا منشاء عشق ہے جس طرح کہ گردش خس و خاشاک کا سبب طلاطلم سمندر ہے اور وہ زلیخا کی طرح ایک یوسف کی محبت میں سرگرداں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم گردش کا سبب موج عشق کو سمجھو۔

اور ایک آسمان ہی کی کیا تخصیص ہے ہم تو کہتے ہیں کہ نظام عالم ہی عشق پر مبنی ہے کیونکہ اگر عشق نہ ہوتا تو اجزائے عالم ایک دوسرے سے کشیدہ رہتے اور جماد نبات میں فنا نہ ہو سکتا۔ اور مٹی اور پانی نبات نہ بن سکتی اور نباتات حیوان پر قربان نہ ہو سکتی اور اغذیہ جزو حیوان ہو کر اس کی تربیت نہ کر سکتیں۔ اور روح اس صاحب نفخ (حق سبحانہ) پر قربان نہ ہوتی۔ جس کی نسیم فیض سے مریم بے شوہر کے حاملہ ہو گئی تھیں۔ بلکہ ہر چیز اپنی جگہ پر برف کی طرح اکڑ کر رہ جاتی۔ اور ملخ کی طرح دوسری چیز کی طالب اور جویاں نہ ہوتی۔ پس جو انسان وانتظام ان کی آپس کے تعلق سے مشاہد ہے وہ اتساق وانتظام ناممکن ہو جاتا۔ شاید کسی کو ہمارے بیان سے شبہ ہو کہ حق سبحانہ پر صرف روح ہی عاشق ہے اس لئے اس کا دفع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سنو یہ بات نہیں ہے بلکہ ہر ذرہ اصالۃً حق سبحانہ کے جمال پر عاشق ہے اور اس بناء پر وہ پودے کی طرح علو معنوی حاصل کر رہا ہے اس ترقی سے ہماری مراد وہ ترقی ہے جو ان کو تسبیح حق سبحانہ سے حاصل ہے (جس کو حق سبحانہ نے **سبح لله ما فی السموٰت وما فی الارض** سے بیان فرمایا ہے) اور اس طرح وہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے اپنے جسم کا تنقیہ کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ تسبیح کے معنی ہیں حق سبحانہ کی شوائب نقص سے پاک ہونے کا اظہار اور یہ اظہار دو طرح کا ہوتا ہے اول تکوینی اور دوسرے تشریعی۔ پس چونکہ ہر چیز سے حق سبحانہ کا کمال علم وقدرت و حکمت وغیرہ ظاہر ہوتا ہے اور ہر چیز مسخر امر الٰہی ہے اس لئے تسبیح تکوینی تو ہر چیز کے لئے ثابت ہوگئی اور تسبیح تشریعی سو اس کا تعلق صرف مکلفین سے ہوگا اور وہ دو قسم کی ہوگی۔ اول وہ جو موافق امر الٰہی ہو جیسے تسبیح طائعین۔ دوسری وہ جو خلاف امر الٰہی ہو جیسے تسبیح عاصین مثل کفار کہ ان کی تسبیح غیر اللہ بھی مآلاً تسبیح حق سبحانہ ہے کیونکہ وہ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں تو یا ان کمالات کی بناء پر کرتے ہیں جو کہ ان کے لئے ثابت نہیں ہیں بلکہ حق سبحانہ کے لئے ثابت ہیں جیسے ان کا بالذات نافع یا ضار ہونا یا ان کمالات کی بناء پر کرتے ہیں جو کہ ان کے لئے بعطاء حق ثابت ہیں جیسے آگ یا ستاروں کا روشن ہونا وغیرہ اور ہر صورت میں یہ تسبیح راجع بحق سبحانہ ہے گو مسبحین کا مقصود نہیں۔ تسبیح اول مقبول ہے اور تسبیح ثانی مردود اس سے ثابت ہوا کہ عالم میں ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے خواہ وہ تسبیح تکوینی ہو یا تشریعی اور مقبول حق سبحانہ ہو یا مردود حق سبحانہ۔ اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر چیز عاشق حق سبحانہ ہے کیونکہ اس مقام پر عشق سے مراد مطلق منشاء ومبداء تسبیح ہے۔ خواہ وہ عشق متعارف ہو یا غیر متعارف۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ مولانا نے تسبیح کی علت غائی تنقیہ تن فرمایا ہے۔ پس چونکہ تسبیح دو قسم کی تھی اس لئے تنقیہ بھی دو قسم کا ہوگا ایک عام جس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ ہر چیز تکوینی طور پر مسخر امر الٰہی ہے اور اطاعت حق کے لئے اس نے اپنے جسم کو مشقت طاعت میں ڈال رکھا ہے اس لئے کہ گویا کہ وہ اس طرح اپنے جسم کا تنقیہ کر رہے ہیں تاکہ مادۂ عصیان اس کی جان کو ہلاک نہ کر دے۔ یہ تنقیہ تو تکوینی ہوگا جو کہ تسبیح تکوینی سے متعلق ہوگا اور دوسرا تنقیہ خاص۔ یہ تنقیہ تسبیح تشریعی کی طرح صرف مکلفین کے ساتھ مخصوص ہوگا اور تسبیح تشریعی کی طرح وہ بھی دو قسم کا ہوگا۔ ایک واقعی اور دوسرا خیالی۔ تنقیہ واقعی طائعین کا ہے اور تنقیہ خیالی عاصین کا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر چیز خدا پر عاشق ہے خواہ بعشق تکوینی ہو یا بعشق تشریعی۔ اور ہر چیز کے لئے ہر قسم

کے عشق سے اس عشق کے مناسب ایک تسبیح ثابت ہوتی ہے اور ہر تسبیح پر اس کے مناسب ایک تسبیح ثابت ہوتی ہے اور ہر تسبیح پر اس کے مناسب تنقیہ تن مرتب ہوتا ہے۔ واللہ اعلم)

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ ہم نے اوپر کہا تھا کہ وہ افسر اس کنیزک پر عاشق ہو گیا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اس کو ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ بلکہ اس کو دیکھنا چاہئے تھا کہ یہ کمال اس میں کہاں سے آیا ہے اور اس کے مبداء پر عاشق ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں دیکھا۔ اس نے کنوئیں کو راستہ اور ایک مضر شے کو اپنے لئے مفید سمجھا۔ اس لئے وہ اس پر عاشق ہو گیا اور ایک زمین شور اور بے نتیجہ شے اسے پسند آ گئی۔ اور اسی میں اپنا تخم عشق بو دیا۔ اس لئے اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے ایک شخص سو رہا ہو اور اس کو خواب میں ایک خیالی صورت دکھلائی دے اور وہ اس سے ہمبستر ہو اور اپنی منی گرا دے اور جب ایسا شخص جب خواب سے بیدار ہوگا تو دیکھے گا کہ وہ معیت چین بیداری کے وقت نہیں ہے اس پر وہ افسوس کرے گا اور کہے گا کہ افسوس میں نے اپنی منی کو ایک بے حقیقت چیز پر ضائع کر دیا اور اس دھوکہ باز کا دھوکہ کیا گیا۔ پس یہی حالت اس افسر کی ہے اور اس کو بھی اپنے اس فعل پر ایک وقت میں ندامت ہوگی۔ اچھا اب سنو کہ اس بیہودگی کا منشاء کیا تھا جو اس افسر نے کی۔ سو بات یہ ہے کہ بس وہ جسم ہی کا پہلوان تھا اور حقیقت مردے (یعنی قوت و کمال ایمانی) اسے حاصل نہ تھی۔ اس لئے اس نے مردانگی کا بیج (یعنی عشق جو کہ جز ہے قوت و کمال ایمانی کی) ریت میں بو دیا۔ یعنی ایک فانی پر عاشق ہو کر یہ اپنے عشق کو بے نتیجہ بنا دیا۔ خیر اس کا تو عشق سرکش اور بے قابو ہو گیا تھا اور وہ جوش عشق سے فاختہ کی طرح نعرہ لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مجھے خلیفہ کی کچھ پرواہ نہیں ہے میں عشق میں بادشاہ کی کیا پرواہ کروں گا۔ میرے نزدیک تو زندگی اور موت دونوں برابر ہیں۔ پس مجھے خلیفہ سے کس بات کا خوف ہو سکتا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس بے باک افسر سے کوئی کہے کہ میاں تخم عشق کے بونے میں اس قدر جانفسانی نہ کرو ذرا اس معاملہ میں کسی جاننے والے سے بھی مشورہ کر لو تاکہ وہ اس کے نشیب و فراز سے تمہیں واقف کرے اور تمہارے فعل کی خرابی تم کو سمجھا دے مگر کجا صلاح و مشورہ اور کجا عقل۔ اس کے سیلاب حرص نے تو عقل کے پردے ادھیڑ دیئے ہیں پھر وہ صلاح و مشورہ کیونکر کرے گا اور اس کے تو آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی دیوار ہے پھر وہ مفتون رخسار آگا پیچھا کیسے دیکھے گا اور اس کی قصر جان میں تو عشق کا سیلاب عظیم آ چکا ہے۔ اب وہ کیونکر بچے گا اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ ایک لومڑی (کمزور عورت) ایک شیر (اتنے بڑے بہادر) کو تباہی کے کنوئیں میں گرا دے گی۔ اور اب تو کنوئیں سے ایک معدوم شے محسوس نظر آنے لگی ہے لہٰذا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خیالی شے پہاڑوں کی طرح غیر متزلزل شیروں کو اس میں گرا دے گی پھر وہ افسر کیسے بچ سکے گا۔

الحاصل وہ حسن فانی سے دھوکہ کھا کر عشق کے پنجہ میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اب اس کے نجات کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ خیر اس واقعہ کو تو ہم یہیں چھوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگو تم اس واقعہ سے عبرت پکڑو اور کسی شخص کو عورتوں کا محرم نہ بناؤ۔ کیونکہ عورت اور مرد کی مثال روئی اور آگ کی سی ہے۔ پس جبکہ ان میں اتصال اور اختلاط ہوگا تو نتیجہ بد کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ مرد کا عورت کے ساتھ اختلاط ہو اور معصیت سے ملوث نہ ہو اس کے لئے ضرورت ہے کہ آب رحمت حق سے آتش شہوت دبی ہوئی ہو۔ جیسے کہ حرام کاری کے مقابلہ میں حضرت یوسف

علیہ السلام معصوم تھے کہ وہ زلیخا سے خوبصورت اور سرو قد عورت سے اپنے کو شیروں کی طرح الگ کھینچتے ہیں اور باوجود اس کے خواہش اور اصرار شدید کے معصیت میں ملوث نہیں ہوتے۔

اچھا اب سمجھو کہ وہ آگ کیونکر دب سکتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کو کچل دیا جائے اور نفس کو بدوں امداد عقول کاملہ (اہل اللہ) کے نہیں کچلا جا سکتا۔ اس لئے اس آگ کو دبانے کے لئے ضرورت ہے امداد وتربیت اہل اللہ کاملین کی۔ پس اگر تم اس آگ کو دبانا چاہتے ہو تو ان سے مدد لو۔ اور اپنے کو ان کے سپرد کر کے ان سے تربیت حاصل کرو۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ مولانا کا مقصود یہ نہیں ہے کہ نفس کشی اور تہذیب اخلاق کے بعد آدمی کو اختلاط بازناں کی اجازت ہو جاتی ہے اور ایسا کرنا اس کے لئے مباح ہو جاتا ہے بلکہ مولانا کا مقصود صرف اس قدر ہے کہ اگر شخص مذکور کو کسی مجبوری سے عورتوں کے ساتھ اختلاط ہو جائے تو وہ خود اس کے ضرر سے محفوظ رہ سکتا ہے جیسے کہ یوسف علیہ السلام کو زلیخا کے ساتھ غیر اختیاری اختلاط ہو گیا تھا تو وہ بچ گئے تھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو با اختیار خود ایسا کرنا جائز ہو جائے راز اس کا یہ ہے کہ گو کسی کا نفس کتنا ہی مردہ ہو جائے مگر وہ اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا کہ اس کے اندر تقاضائے معصیت بالکل نہ رہے بلکہ فی الجملہ تقاضائے نفس سب میں ہوتا ہے۔ خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ جیسا کہ مولانا کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس شد فراق صدر جنت طوق نفس (اس کی شرح شروع دفتر دوم میں گزر چکی ہے اس کو دیکھ لو) مگر انبیاء اور غیر انبیاء میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ انبیاء کو تقاضائے نفس کو مغلوب کرنے کی پوری قوت حاصل ہوتی ہے اور حق سبحانہ کی جانب سے ان کی حفاظت کا وعدہ بھی ہوتا ہے اس لئے وہ تقاضائے نفس پر اس کو خلاف مرضی الٰہی سمجھ کر عمل نہیں کرتے اور صدور گناہ ان سے ناممکن ہوتا ہے۔

اور غیر انبیاء کو نہ تقاضائے نفس کے مغلوب کرنے پر وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو انبیاء کو ہوتی ہے اور نہ حق سبحانہ کی طرف سے ان کی حفاظت کا وعدہ ہوتا ہے اس لئے وہ نفس کو مخالف مرضی حق جان کر اس پر عمل کر سکتے ہیں یعنی ایسا کرنا ان کے لئے ناممکن نہیں ہے۔ اب غیر انبیاء کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو مغلوب نفس اور اس کے ہاتھ میں کھلونا ہوتے ہیں کہ وہ جدھر چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے۔ پس یہ لوگ تو اہل ہوئی کہلاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا نفس مغلوب ہوتا ہے اور وہ اس پر غالب ہوتے ہیں ایسے لوگ اہل اللہ کہلاتے ہیں۔ اور اس سے ان کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے اور بعض دوسرے بعض سے اکمل ہوتے ہیں۔ پس چونکہ غیر انبیاء معصوم نہیں ہیں اس لئے ان کو ہر وقت خطرہ ہے معصیت میں مبتلا ہو جانے کا۔ لہٰذا ان کو قصداً اختلاط بازناں کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کوئی اپنے کو اپنے نفس پر بالکل قابو یافتہ یا اس کو بالکل مردہ سمجھ کر عورتوں کے ساتھ اختلاط کو اپنے لئے مضر نہ سمجھے تو یہ اس کی غلطی ہے اور خود اس کا ایسا سمجھنا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا نفس زندہ ہے جو کہ اس کو اس دھوکہ میں ڈال کر اس سے اپنا کام نکالنا چاہتا ہے۔

اور مولانا کے الفاظ آتشی باید نشستہ زاب حق۔ اور نفس خود را کے تواں کردن زبوں میں ہمارے مضمون بالا کی صریح تائید ہے کیونکہ انہوں نے آتش کو نشستہ اور نفس کو زبوں کہا ہے اور مردہ نہیں کہا جس میں اشارہ ہے اس کے زندہ اور منکسر السورۃ ہونے اور معدوم محض نہ ہونے کی طرف۔ اور جہاں کہیں الفاظ مردہ وغیرہ لقا معشوق اس کی رجولیت کو دیکھ کر دب رہ گئی۔ اب وہ شہوت سے اس کے ساتھ ہمبستر ہوا وہ دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہو

کر ایک جان ہو گئے اور ان دونوں کے اتصال سے ان کو غیب سے ایک اور جان عطا ہو رہی تھی ان دونوں کو ایک بنا رہی تھی۔ اگر وہاں مانع حمل نہ موجود ہوتا تو طریق ولادت سے اس کا ظہور ہوتا۔ اب سمجھو کہ یہ کچھ انہیں کے اتصال کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ جب کبھی دو شخصوں کا محبت یا عداوت سے اجتماع ہوتا ہے تو یقیناً وہاں ایک تیسری شے پیدا ہوتی ہے لیکن وہ صورتیں عام طور پر دنیا میں ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ وہ عالم غیب میں پیدا ہوتی ہیں۔ جب تم وہاں جاؤ گے اس وقت وہ تمہیں دکھلائی دے گی۔ ہماری مراد ان صورتوں سے وہ نتائج ہیں جو کہ تمہارے اقترانات و اتصالات یا افعال و غیر افعال سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس تم کو چاہئے کہ ہر مقارن کے اقتران سے تم کو فوراً خوش نہ ہو جانا چاہئے کیونکہ تمہیں کیا معلوم کہ اس کے اقتران سے یہ کیسی صورت پیدا ہوگی۔ بلکہ خوب سوچ سمجھ کر کسی فعل یا غیر فعل کی مقارنت پیدا کرنی چاہئے تاکہ اس اقتران سے برے نتائج پیدا نہ ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ جو کام بھی تم کرو اور جس شخص کے ساتھ اختلاط کرو اس کے متعلق یہ سوچ لو کہ اس سے کوئی برا نتیجہ تو نہ پیدا ہوگا۔ اگر برا نتیجہ پیدا ہو تو اس کو چھوڑ دو اور اگر اچھا نتیجہ پیدا ہو تو اس کو اختیار کرو۔)

تم اس وقت کے منتظر رہو جبکہ وہ تم کو دکھلائی دیں گے اور ان ذریات کو کے الحاق کو حق سمجھو۔ جو کہ ہر ایک کے لئے اس کے اعمال سے جو کہ ان کے لئے علتیں ہیں یوں ہی پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ اپنی علتوں سے گویائی اور گونگا پن پیدا ہوتی ہیں۔ یا جیسے کہ گویائی اور گونگے پن سے ان کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ ان خوش جمال (نتائج اعمال) کی طرف سے لوگوں کو ہر دم یہ آواز پہنچ رہی ہے کہ ارے غافلو ہم سے جلدی آ کر ہم سے ملو۔ ہم کہ مردوں اور عورتوں کی جان اور ان کے بچے ہیں تمہارے منتظر ہیں۔ پس تم کو توقف کیوں ہے جلدی آؤ اور ہم سے ملو۔

فائدہ: نتائج اعمال کو باوجودیکہ ان میں اچھے اور برے دونوں ہیں استعمال کئے ہیں وہاں مردہ سے یہی معنی مراد ہیں۔ پس اس مضمون کو خوب سمجھ لینا چاہئے اور دھوکہ نہ کھانا چاہئے واللہ اعلم)

اچھا اب اس مضمون استطرادی کو ختم کر کے اتمام قصہ کی طرف لوٹنا چاہئے کیونکہ یہ گفتگو تمام نہیں ہو سکتی۔ اچھا سنو۔ افسر مذکور موصل سے روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے وہ ایک بن میں پہنچا۔ جہاں اس نے پڑاؤ ڈال دیا چونکہ اس کی آتش عشق اس قدر بھڑک رہی تھی اور وہ اس سے اس قدر بے خود ہو گیا تھا کہ زمین اور آسمان میں اس کو امتیاز نہ رہا تھا۔ اس لئے اس نے خیمہ کے اندر اس کنیزک سے ہمبستری کا قصد کیا۔ عقل کہاں اور خلیفہ کا خوف کہاں۔ جو اس کو ایسا کرنے سے باز رکھے کیونکہ جب شہوت آدمی کے اندر شعلہ زن ہوتی ہے تو عقل کو یونہی بھسم کر دیتی ہے جیسے شعلہ آتش کانٹوں کو۔ اور جبکہ وہ آدمی پر اپنا تسلط کرتی ہے تو پھر بے چارے عقل کی کیا حقیقت ہوتی ہے کہ اس کی مزاحم ہو۔ اس وقت اس کی دہکتی ہوئی آنکھوں کے سامنے سینکڑوں خلیفہ مکھی سے زیادہ بے وقعت ہوتے ہیں اس لئے وہ اس فعل پر آمادہ ہو گیا اور جبکہ وہ زن پرست پاجامہ اتار کر کنیزک کے پاؤں کے درمیان بیٹھا ہے اور جبکہ عضو تناسل اپنے مقام کی طرف سیدھا جا رہا تھا اس وقت لشکر میں ایک شور قیامت برپا ہوا اس شور کو سن کر وہ ننگا ہی صف لشکر کی طرف یوں دوڑا کہ شعلہ آتش کی طرح چمکتی ہوئی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور اس طرح وہ وہاں پہنچا اور جا کر دیکھا کہ ایک کالا شیر بن سے نکل کر دفعۃً قلب لشکر پر آ پڑا ہے اور گھوڑے جو شان و خردشاں ہیں اور انہوں نے طویلوں اور خیموں کو تہس نہس کر دیا ہے اور شیر ہوا میں موج دریا کی طرح بیس بیس گز اونچی اچھل رہا ہے۔ یہ افسر چونکہ نہایت بہادر اور نڈر تھا اس لئے وہ شیر مست اور نر کی

طرح اس کے سامنے آیا اور اس پر تلوار کا وار کیا اور سر کے دو ٹکڑے کر دیئے اس کا کام تمام کر کے فوراً خیمہ کی طرف چل دیا جبکہ وہ اس حوروش کے سامنے گیا ہے تو اس کا عضو تناسل اسی طرح کھڑا تھا اور باوجود یکہ اس نے ایسے خطرناک شیر سے مقابلہ کیا مگر اس کا عضو تناسل اسی طرح قائم رہا اور بیٹھا نہیں اور وہ شیریں مطلقاً خوش جمال کہنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کی برائی ذاتی نہیں ہے بلکہ ان میں جو کچھ برائی ہے وہ عکس ہے زشتی افعال اختیاریہ مکلفین کا۔ پس ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے آئینہ جو کہ اپنی ذات سے برا نہیں ہے بلکہ عکس روئے زشت سے برا معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔)

ہاں تو وہ افسر صبح کاذب کو دیکھ کر مغالطہ میں پڑ گیا اور مکھی کی طرح میٹھے کی ہانڈی میں گر گیا (یعنی وہ کنیزک کے حسن فانی کو حسن باقی اور اس کے حسن مستعار کو حسن ذاتی سمجھ کر اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ اس لئے اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے کوئی صبح کاذب کو صبح صادق سمجھ کر مغالطہ میں پڑ جائے یا مکھی لسی کو دودھ سمجھ کر اس میں گر جائے)

چند روز تک وہ افسر اسی تعیش و کامرانی پر قائم رہا لیکن اس کے بعد جبکہ نشہ شہوت اترا تو اسے اس بھاری جرم پر ندامت ہوئی اور اس نے خیال کیا کہ میں نے بڑی غلطی کی کہ بادشاہ کی محبوب پر دست اندازی کی۔ اس کے لئے اس نے یہ تدبیر کی کہ کنیزک کی قسم دیکر کہا کہ دیکھو۔ ان واقعات کی بادشاہ کو اطلاع نہ ہو اور اس نے اسے قسم دیدی کہ دیکھو جو معاملہ ہوا ہے بادشاہ کو اس کی ہوا بھی نہ دینا۔ خیر میں اس قصہ کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ افسر اس کنیزک کو بادشاہ کی حضوری میں لے گیا جب بادشاہ نے اس کو دیکھا تو مست ہو گیا اور اس طرح وہ بھی مبتلائے ذلت ہو گیا کیونکہ جس قدر اس نے اس کی تعریف سنی تھی اس کو اس سے سو گنا پایا پھر خود سننے اور دیکھنے میں بھی فرق ہے اور شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ معلوم ہے کیونکہ تعریف تو صرف چشم خیال کے لئے ایک نقشہ کھینچتی ہے اور آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور صورت حسیہ مبصرہ آنکھ کا حصہ ہے کان سے اسے علاقہ نہیں پس جبکہ یہ امر معلوم ہو گیا تو مشاہدہ کا سماع پر تفوق ظاہر ہو گیا کیونکہ مشاہدہ عین شے مدرک ہوتی ہے اور وصف میں اس کی تصویر اور ایک شے کا بلا واسطہ ادراک لامحالہ اس کے ادراک بواسطہ تصویر سے بڑھا ہوا ہوگا۔

اب ہم تم سے اس مضمون کی تائید کے لئے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں اس کو غور سے سنو۔ اور اس کا ہمیشہ لحاظ رکھو کہ جب کسی مقصود کو مثالوں کے ذریعہ سے بیان کیا جائے تو ان مثالوں کو خوب سمجھو تا کہ مقصود خوب ذہن نشین ہو جائے اور اس کے سمجھنے میں غلطی نہ ہو۔

ایک شخص نے کسی سخن دان سے سوال کیا کہ جناب حق کیا ہے اور باطل کیا اس کے جواب میں اس نے کان کو پکڑا اور کہا کہ یہ تو باطل ہے اور آنکھ کی نسبت کہا کہ یہ حق ہے اور اس کو یقین حاصل ہے یعنی سنی سنائی بات کا کچھ اعتبار نہیں ٹھیک اور سچی بات وہ ہے جو آنکھ سے دیکھ لی جائے اس سے معلوم ہو گیا کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی شے کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک تو مضمون بالا کی تائید تھی۔

اب ہم ایک غلطی کا ازالہ مناسب سمجھتے ہیں جو اس حکایت کے سننے سے پیدا ہو سکتی ہے اور کہتے ہیں کہ سنی ہوئی بات کو باطل کہنے سے یہ مطلب نہیں کہ وہ واقع میں غلط اور ناقابل اعتبار ہوتی ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ چونکہ سنی ہوئی بات دیکھے ہوئے کے برابر نہیں ہوتی اس لئے وہ اس کے مقابلہ میں باطل ہے خواہ وہ فی نفسہ ٹھیک ہو۔ چنانچہ اکثر باتوں میں نسبت کا لحاظ ہوتا ہے جن میں تم بھی نسبت کا اعتبار کرتے ہو۔ پس تم حق سبحانہ کے غیر

مبصر ہونے کی بناء پر اس کے علم سماعی کو بے حقیقت اور باطل محض نہ سمجھنا۔ کیونکہ حق سبحانہ واقع میں موجود ہے اور گو تم ان کا مشاہدہ نہیں کرتے مگر تم کو ان کے وجود کا جو علم ہے وہ واقعیت رکھتا ہے اس لئے حق سبحانہ کی اور تمہاری ایسی مثال ہے جیسے آفتاب اور خفاش کی کہ آفتاب واقع میں موجود ہے اور گو خفاش نے اس سے روپوشی اختیار کی ہے اور اس لئے وہ اس کو دکھلائی نہیں دیتا مگر جو اس کا علم ہے وہ واقعی ہے اور وہ اس کے خیال صحیح اور علم واقعی سے بے بہرہ نہیں ہے چنانچہ اس کا یہ خیال واقعی ہی اسے ڈراتا ہے اور وہ خیال واقعی ہے اس کو ظلمات کی طرف لے جاتا ہے اور اس کے نور کا خیال واقعی ہی اس کو خوف زدہ کرتا اور اس کو شب تاریک سے وابستہ کرتا ہے۔ نیز دوست اور دشمن کا جو علم خیالی تم کو حاصل ہے وہ بھی غیر واقعی نہیں ہے بلکہ ان کا وہ خیال واقعی اور علم صحیح ہی ہے جس کی بناء پر تم دوستوں سے تعلق دوستی اور دشمنوں سے علاقہ دشمنی رکھتے ہو پس ایسا ہی تم حق سبحانہ کو سمجھ لو۔ اور جان لو کہ گو وہ ہمیں دکھلائی نہیں دیتا مگر ہے ضرور اور ہم کو جو اس کا علم ہے وہ ٹھیک ہے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر آگے تحصیل مشاہدہ حق کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور اس کے لئے اول مشاہدہ حق اور اس کے علم خیالی کا فرق بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے موسیٰ گو کوہ طور پر حق سبحانہ کے نور کی ایک جھلک پڑی تھی مگر اس سے جو کوہ طور کو حق سبحانہ کا علم ہو سکا وہ تو اس قدر کمزور تھا جس کو آپ کے مشاہدہ قلبی کے مقابلہ میں مثل خیال کے کہا جائے اس لئے اس کا وہ علم تخیلی آپ کے علم تحقیقی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تخییل اور تحقیق میں جو تفاوت ہے وہ ظاہر ہے اس فرق کو بیان کر کے اب ترغیب تحصیل مشاہدہ شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو تم کو حق سبحانہ کا علم خیالی واقعی حاصل ہے مگر تم اس سے دھوکہ نہ کھانا اور یہ نہ سمجھنا کہ ہم صرف اس خیال کی بناء پر وصال حق سبحانہ کے قابل ہیں کیونکہ یہ ضرور نہیں ہے کہ جو کوئی کسی شے کے علم خیالی کے قابل ہو وہ اس تک وصول کے بھی قابل ہو۔

چنانچہ خیال جنگ سے کسی کو خوف نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے اس کا قابل جنگ ہونا بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جنگ سے پہلے کی شجاعت اور فوں فاں ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ جنگ سے پیشتر اور عالم خیال کے اندر نامرد بھی رستموں کی طرح فوں فاں کیا کرتے ہیں اور رستم کی تصویر جو حمام میں منقوش ہو اس کے مقابلہ کا خیال ہر نابکار پکا سکتا ہے لیکن جب یہ خیال مسموع مبصر ہوتا ہے اور جنگ یار ستم کا سامنا ہوتا ہے تو پھر کسی نامردی تو کیا مجال ہے۔ بڑے بڑے بہادر حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ پس تم حق سبحانہ کے علم خیالی پر قناعت نہ کرو۔ بلکہ کوشش کرو کہ جس کو تم اب تک کان سے سنتے ہو اس کو اپنی آنکھ (چشم قلب) سے دیکھ لو اور جو چیز کہ اب تک مشاہدہ کے اعتبار سے بے حقیقت ہے گو فی نفسہ بے حقیقت نہیں ہے۔ اب مشاہدہ قلبی کے سبب اس کی واقعیت یقینی طور پر حاصل ہو جائے جس وقت یہ بات تم کو حاصل ہو جائے گی اس وقت تمہارے کان ہی ہم طبع چشم ہو جائیں گے اور تم کو اس کی خبر سے بھی وہی اطمینان حاصل ہوگا جو دیکھنے سے ہوتا ہے اور اس وقت تمہارے کان یشب کی طرح بیش قیمت اور قابل قدر ہو جائیں گے اور صرف کانوں کی تخصیص نہیں۔ بلکہ حصول مشاہدہ کے بعد تمہارا سارا جسم مثل آئینہ کے ہو جائے گا اور سب کا سب وہی کام دے گا جو آنکھ اور گو ہر سینہ یعنی قلب دیتا ہے یعنی تم اپنے تمام جسم سے حق سبحانہ کے جمال کا یوں ہی مشاہدہ کرو گے جیسا کہ آنکھ یا دل سے کرتے ہو جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا۔

تو اب سمجھو کہ گو تمہارا علم سماعی بے کار ہے مگر بالکل بے کار نہیں کیونکہ سننے سے خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ خیال مشاہدہ جمال حق کا ذریعہ بنتا ہے پس تم اس کو بالکل بے حقیقت نہ سمجھو بلکہ اس سے کام لو اور کوشش کرو تا کہ تمہارا یہ خیال ترقی کرے اور پختہ ہو کر تم کو تمہارے مطلوب تک پہنچا دے۔

خیر یہ مضمون تو اسطرادی تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ اس افسر کی طرح بادشاہ نے بھی ایک عرصہ تک اس کنیز کے ساتھ احمقانہ برتاؤ یعنی تعیش و تلذذ کیا۔ لیکن جس طرح اس افسر کے لئے اس کا کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا تھا یوں ہی اس کو بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔ خیر وہ تو ایک کنیز تھی ہم تو کہتے ہیں اگر کتے کو مملکت شرق وغرب بھی حاصل ہو جائے اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں کیونکہ جب وہ باقی بھی نہیں ہے تو پھر اس میں اور برق خاطف میں کوئی معتد بہ فرق نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ برق دل لگانے کی چیز نہیں ہے پس یوں ہی ملک شرق وغرب سے بھی دل لگانے کی شے نہ ہو گی۔ پس جو سلطنت کہ ہمیشہ نہ رہے تم اس کو بمنزلہ خواب کے سمجھو اور اس سے دل نہ لگاؤ۔

بھلا تم اس جاہ کو کیا کرو گے جو آخرت میں جلاد کی طرح تمہاری گردن پکڑے گی۔ پس تم تلذذات دنیا کو چھوڑ و اور اسے عالم میں اس بات کو یقین کامل کے ساتھ جان لو کہ کوئی جائے امن ہے اور اپنے کو اس جائے امن کے قابل بناؤ اور دہری کی یہ بات نہ سنو کہ دنیا کے علاوہ کوئی جائے امن نہیں ہے کیونکہ اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس کی دلیل اور جو وہ کہتا ہے اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ اگر اور کوئی مامن ہوتا تو میں ضرور اسے دیکھتا لیکن یہ اسکی غلطی ہے کسی کی ایک شے کو نہ دیکھنے سے اس کا عدم لازم نہیں آتا۔ پس تم اس کی تلبیس سے دھوکہ میں نہ پڑو۔ اور مامن غیبی کا انکار نہ کرو کیونکہ اگر بیچارہ احوال عقل سے ناواقف ہو اور اس لئے وہ عقل کا انکار کرے تو عاقل آدمی اس کی بات پر اعتماد کر کے عقل سے دست بردار نہیں ہو جاتا اور اگر کوئی عاقل احوال عشق سے ناواقف ہو تو اس سے ماہ نیک فال عشق معدوم نہیں ہو جاتا۔ اور اگر حسن یوسف کو بھائیوں کی آنکھوں نے دیکھا تو وہ اس سے یعقوب علیہ السلام کے دل سے نہیں مٹ گیا۔ غرض کہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک شے ایک شخص کو دکھلائی نہیں دیتی اور دوسرے کو دکھلائی دیتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک شے کو کچھ دیکھتا ہے اور دوسرا کچھ اور چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو عصا ایک لکڑی معلوم ہوتی تھی یعنی وہ اس سے کچھ خوف نہ کرتے تھے لیکن فرعونیوں کو وہ ہی لاٹھی اژدھا اور ان کی پریشانی کا سبب دکھلائی دیتی ہے۔ اور اس لئے اس سے ان کا دم فنا ہوتا تھا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود ایک ہی شخص کے چشم قلب اور چشم ظاہر میں مخالفت ہوتی ہے مگر آخر کار چشم باطن کو غلبہ ہوتا ہے اور وہ چشم ظاہر کو مغلوب کر دیتی ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ظاہر آنکھ ان کے ہاتھ کو عام ہاتھوں کی طرح ایک ہاتھ دیکھتی تھی مگر ان کی غیب بیں آنکھ کے سامنے وہ کھلا ہوا نور تھا چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ **فاسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء** تو اس وقت اس کا نور ظاہر ہو گیا جس کو چشم ظاہری نے بھی دیکھ لیا اور اس طرح اس کو چشم باطن کے مقابلہ میں مغلوب ہونا پڑا۔

خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہو گی اس کو چھوڑو اور حاصل اتنا سمجھ لو کہ جو شخص جس کمال سے محروم ہوتا ہے وہ اس کے نظروں میں معدوم ہوتا ہے چونکہ یہ خطاب ایک محجوب کو تھا جو کہ اہل اسرار نہ تھا۔ اس لئے مولانا فرماتے ہیں کہ اجی اس کے نزدیک تو واقعی چیزیں کھانا پینا اور جماع وغیرہ تلذذات دنیویہ ہیں اور اس کے سوا جو کچھ بھی ہے سب

بے حقیقت اور باطل ومعدوم ہیں۔ پس تم اس سے اسرار خداوندی نہ بیان کرو کیونکہ وہ ان کا اہل نہیں اور ذرھم فی خوضھم یلعبون پر عمل کرو۔ اس کے نزدیک تلذذات نفسانیہ امور واقعیہ میں اور نعمائے روحانیہ بے حقیقت۔ اس لئے وہ لذات نفسانیہ سے متمتع اور لذات روحانیہ سے بے بہرہ ہیں۔

اور ہمارے نزدیک لذات دنیویہ بے حقیقت ہیں اس لئے ہم ان کی طرف التفات نہیں کرتے اور حق سبحانہ ہم کو اپنے جمال کے دیدار سے شرف فرماتے ہیں۔ پس جس کا دین وایمان لذات نفسانیہ ہوں اس کو اس کا دین مبارک رہے اور ہم کو ہمارا دین مبارک رہے اور ہم یوں ہی اس سے لکم دینکم ولی دین کہتے ہیں جیسا کہ حق سبحانہ نے اپنے رسول کو کفار سے کہنے کی ہدایت فرمائی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ معاندین مانتے ہی نہیں تو ان سے کچھ نہ کہئے اور فرما دیجئے۔

یایھا الکفرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عٰبدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عٰبدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین.

آمدن آں خلیفہ نزد آں خوبرو از برائے جماع

ہمبستری کے لئے خلیفہ کا اس حسینہ کے پاس آنا

آں خلیفہ کرد رای اجتماع	سوی آن زن رفت از بہر جماع
خلیفہ نے اکٹھا ہونے کی سوچی	ہمبستری کے لئے اس لونڈی کے پاس گیا
ذکر او کردو ذکر برپای کرد	قصد خفت و خیز مہر افزای کرد
اس کی یاد کی اور عضو تناسل کو کھڑا کیا	اس محبت بڑھانے والی کے ساتھ سونے اور جاگنے کا ارادہ کیا
چوں میان پای آں خاتوں نشست	پس قضا آمدہ رہ عیشش بہ بست
جب اس خاتون کے پیروں کے بیچ میں بیٹھا	تو تقدیر آ پہنچی اس کے عیش کا دروازہ بند کر دیا
خشت خشت موش در گوشش رسید	خفت کیرش شہوتش کلی رمید
اس کے کان میں چوہے کی کھٹ کھٹ آئی	اس کا آلۂ تناسل سو گیا اس کی شہوت بالکلیہ بھاگ گئی
وہم آں کزمار باشد ایں صریر	کہ ہمی جنبد بہ تندی از حصیر
یہ وہم ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہو گی	جو تیزی سے چٹائی میں سے حرکت کر رہا ہے

خندہ گرفتن آں کنیزک را از ضعف شہوت خلیفہ وقوت شہوت آں امیر وفہم کردن آں خلیفہ خندۂ کنیزک را

اس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری پر لونڈی کا ہنس پڑنا اور لونڈی کے ہنسنے کو خلیفہ کا سمجھ جانا

زن بدید آں سستی او از شگفت	آمد اندر قہقہہ خندش گرفت
عورت نے حیرانی سے اس کی سستی کو دیکھا	وہ قہقہہ مارنے لگی اس پر ہنسی طاری ہو گئی

یادش آمد مردی آں پہلواں	کہ بکشت او شیر و اندامش چناں
اس کو اس پہلوان کی مردانگی یاد آ گئی	کہ اس نے شیر کو مار ڈالا اور اس کا عضو اسی طرح رہا
غالب آمد خندۂ زن، شد دراز	جہد میکرد و نمی شد لب فراز
عورت کی ہنسی غالب آ گئی، لمبی ہو گئی	وہ کوشش کرتی تھی اور ہونٹ بند نہ ہوتا تھا
سخت می خندید ہمچوں بنگیاں	غالب آمد خندہ برسود و زیاں
وہ بھنگڑوں کی طرح بہت ہنسی	نفع اور نقصان پر ہنسی غالب آ گئی
ہرچہ اندیشید خندہ می فزود	ہمچو بند سیل ناگاہاں کشود
جتنا بھی سوچتی، ہنسی بڑھتی تھی	بہاؤ کے بند کی طرح جو اچانک کھل گیا ہو
گریہ و خندہ غم و شادی دل	ہر یکے را معدنے داں مستقل
رونا اور ہنسنا، دل کی خوشی اور غم	ہر ایک کو مستقل کان سمجھ
ہر یکے را مخزن و مفتاح آں	اے برادر در کف فتاح داں
ہر ایک کا خزانہ ہے اور اس کی کنجی	اے بھائی! کھولنے والے (خدا) کے ہاتھ میں سمجھ
ہیچ ساکن می نشد آں خندہ زو	پس خلیفہ تیرہ گشت و تند خو
اس کی ہنسی کسی طرح نہ تھمتی تھی	تو خلیفہ ناراض اور غضبناک ہو گیا
زود شمشیر از غلافش بر کشید	گفت سرخندہ واگو اے پلید
اس نے فوراً غلاف میں سے تلوار سونت لی	کہنے لگا اے ناپاک! ہنسی کا راز بتا
در دلم زیں خندہ ظنی او فتاد	راستی گو عشوہ نتوانیم داد
اس ہنسی سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی ہے	سچ بتا دے، تو مجھے فریب نہیں دے سکتی ہے
ور خلاف راستی بفریبیم	یا بہانہ چرب آری تو برم
اگر تو سچائی کے خلاف مجھے فریب دے گی	یا میرے سامنے چکنا چپڑا بہانہ لائے گی
من بدانم دردل من روشنی ست	بایدت گفتن ہر انچہ گفتنی ست
میں سمجھ جاؤں گا میرے دل میں روشنی ہے	تجھے کہنے کے لائق، بات کہہ دینی چاہئے
دردل شاہاں تو ماہے داں سطبر	گرچہ گہہ گہہ شدز غفلت زیر ابر
تو بادشاہوں کے دل میں ایک بڑا چاند سمجھ	اگرچہ وہ کبھی کبھی غفلت کی وجہ سے ابر کے نیچے آ جاتا ہے

یک چراغے ہست دردل وقت گشت	وقت خشم و حرص آید زیر طشت
چلنے پھرنے کے وقت دل میں ایک چراغ ہے	جو غصہ اور حرص کے وقت طشت کے نیچے ہو جاتا ہے
آں فراست ایں زماں یارمن ست	گرنگوئی آنچہ حق گفتن ست
اس وقت وہ شناخت میری دوست ہے	اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے
من بدیں شمشیر برم گردنت	سود نبود خود بہانہ کردنت
میں اس تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا	تیرا بہانہ کرنا کچھ مفید نہ ہو گا
ایں زماں بکشم ترا بے ہیچ شک	تیغ را کرد او حوالہ گفت تک
اب میں تجھے یقینا قتل کر دوں گا	اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا یہ ہے
ور بگوئی راست آزادت کنم	حق یزداں نشکنم شادت کنم
اگر تو سچ کہہ دے گی میں تجھے آزاد کر دوں گا	خدا کی قسم نہ توڑوں گا، تجھے خوش کر دوں گا
ہفت مصحف آں زماں برہم نہاد	خورد سوگند و چنیں تقریر داد
اس نے سات قرآن اوپر نیچے رکھے	قسم کھائی، پھر یوں عہد کیا

فاش کردن آں کنیزک آں راز را با خلیفہ از بیم زخم شمشیر و اکراہ خلیفہ کہ راست بگو سبب ایں خندہ را و گرنہ بکشمت

تلوار کے زخم سے ڈر کر اس لونڈی کا خلیفہ سے راز فاش کر دینا اور خلیفہ کا مجبور کرنا کہ اس ہنسی کا سبب سچ بتا ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا

زن چو عاجز شد بگفت احوال را	مردی آں رستم صد زال را
عورت جب عاجز آ گئی اس نے حالات بتا دیئے	سینکڑوں زال والے رستم کی مردانگی کے
شرح آں گردک کہ اندر راہ بود	یک بیک با آں خلیفہ وا نمود
اس خیمہ کی تفصیل جو راستہ میں تھا	وہ اس نے ایک ایک کر کے خلیفہ پر کھول دی
شیر کشتن سوی خیمہ آمدن	واں ذکر قائم چو شاخ کرگدن
شیر کا قتل کرنا خیمہ میں آنا	اور اس کے ذکر کا گینڈے کے سینگ کی طرح کھڑا رہنا
او بداں قوت کہ از شیر شکار	ہیچ تغیرش نشد بد برقرار
وہ اسی طاقت کے ساتھ کہ شکاری شیر سے	اس میں کوئی تغیر نہ ہوا برقرار تھا
تو بدیں سستی کہ چوں کردی بگوش	خشت خشت موشکے رفتی ز ہوش
تو اس سستی میں کہ جب تونے سنی	چوہیا کی کھٹ کھٹ بے ہوش ہو گیا

من چو دیدم از تو ایں واز وے آں	زاں سبب خندیدم اے شاہ جہاں
میں نے جب تجھے یہ دیکھا اور اس سے وہ	اے شاہجہاں! میں اس سبب سے ہنسی
رازہا را میکند حق آشکار	چوں بخواہد رست، تخم بد مکار
اللہ (تعالیٰ) بھیدوں کو ظاہر کر دیتا ہے	جبکہ اگ کر رہے گا، برا بیج نہ بو
آب وابر وآتش وایں آفتاب	راز ہا را می برارند از تراب
پانی اور ابر اور گرمی اور یہ سورج	مٹی سے بھیدوں کو برآمد کر دیتے ہیں
ایں بہار نو ز بعد برگ ریز	ہست برہان وجود رستخیز
یہ نئی بہار، پت جھڑ کے بعد	قیامت کے وجود پر دلیل ہے
در بہاراں سرہا پیدا شود	ہر چہ خوردست ایں زمیں رسوا شود
بہاروں میں راز ظاہر ہو جاتے ہیں	اس زمین نے جو کھایا ہے ظاہر ہو جاتا ہے
بروبد آں از دہان و از لبش	تا پدید آید ضمیر و مذہبش
اس کے ہونٹ اور منہ سے وہ اگ پڑتا ہے	یہاں تک کہ اس کا مذہب اور ضمیر کھل جاتا ہے
سر بیخ ہر درختے و خورش	جملگی پیدا شود آں برسرش
ہر درخت کی جڑ کا راز اور اس کی خوراک	سب اس کے سر پر پیدا ہو جاتا ہے
ہر غمے کز وے تو دل آزردۂ	از خمار مے بود کاں خوردۂ
ہر وہ غم جس سے تو دل آزردہ ہے	اس شراب کا خمار ہوتا ہے جو تونے پی ہے
لیک کے دانی کہ آں رنج خمار	از کدامیں مے برآمد آشکار
لیکن تو کب جان سکتا ہے کہ خمار کی تکلیف	کونسی شراب سے ظاہر ہوئی ہے؟
ایں خمار اشگوفۂ آں دانہ ست	آں شناسد کآگہ وفرزانہ است
یہ خمار اس دانہ کا شگوفہ ہے	وہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے
شاخ و اشگوفہ نماند دانہ را	نطفہ کے ماند تن مردانہ را
شاخ اور شگوفہ دانہ کے مشابہ نہیں ہوتے	نطفہ انسانی جسم کے مشابہ کب ہے؟
نیست مانند ہیولا بااثر	دانہ کے مانند آید با شجر
مادۂ نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے	دانۂ درخت کے مشابہ کب ہوا ہے؟

نطفه از نانست کے مانند بناں	مردم از نطفه است کے باشد چناں
نطفہ روٹی سے (بنا) ہے روٹی کے مشابہ کب ہے؟	انسان' نطفہ سے ہے ویسا کب ہوتا ہے؟
جنی از نارست کے مانند بنار	از بخارست ابرو نبود چوں بخار
جن آگ سے ہے' آگ سے مشابہ کب ہے	ابر' بخار سے ہے اور بخار جیسا نہیں ہوتا ہے
از دم جبریل عیسیٰؑ شد پدید	کے بصورت ہمچو او بد ناپدید
(حضرت) عیسیٰ جبرئیل کی پھونک سے پیدا ہوئے	صورت کے اعتبار سے ان کی طرح مخفی کب ہوئے؟
آدمؑ از خاکست کے مانند بخارک	ہیچ انگورے نمی ماند بتاک
(حضرت) آدم مٹی سے ہیں' مٹی کے مشابہ کب ہیں؟	کوئی انگور' انگور کے درخت کے مشابہ نہیں ہے
کے بود طاعت چو خلد پائیدار	کے بود وزدی بشکل پائیدار
عبادت مستقل جنت کی طرح کب ہے؟	چوری' سولی کے ستون کی شکل کی کب ہے؟
ہیچ اصلے نیست مانند اثر	پس ندانی اصل رنج و درد سر
کوئی اصل نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے	تو تو رنج اور درد سر کی اصل نہیں جان سکتا
لیک بے اصلے نباشد ایں جزا	بیگناہے کے بر نجاند خدا
لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے	خدا بے گناہ کو کب رنج دیتا ہے؟
آنچہ اصلست وکشندہ آں شئ ست	گر نمی ماند بوے ہم از وے ست
وہ جو اصل ہے اور اس چیز کا سبب ہے	اگرچہ وہ اس کے مشابہ نہیں ہے تاہم وہ اسی (کے سبب) سے ہے
پس بداں رنجت نتیجہ زلتے ست	آفت ایں ضربتت از شہوتیست
پس سمجھ لے کہ تیری تکلیف کسی لغزش کا نتیجہ ہے	تیری اس چوٹ کی آفت' کسی شہوت کی وجہ سے ہے
گر ندانی آں گنہ را ز اعتبار	زود زاری کن طلب کن اغتفار
اگر عبرت کے لئے تو اس گناہ کو نہ پہچان سکے	بہت جلد عاجزی کر اور معافی چاہ
سجدہ کن صدبار میگو اے خدا	نیست ایں غم غیر درخورد سزا
سو بار سجدہ کر اور کہہ اے خدا!	یہ غم سزا کی پاداش کے سوا نہیں ہے
اے تو سبحاں پاک از ظلم وستم	کے دہی بے جرم جانرا درد وغم
اے سبحان تو ظلم و ستم سے پاک ہے	تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کب دیتا ہے؟

من معین می ندانم جرم را	لیک ہم جرمے بباید کرم را
میں جرم کو معین کر کے نہیں جانتا ہوں	لیکن بخشش کے لئے جرم بھی چاہئے
چوں بپوشیدی سبب را ز اعتبار	دائما آں جرم را پوشیدہ دار
جبکہ تو نے سبب کو عبرت حاصل کرنے سے چھپا دیا ہے	اس خطا کو بھی ہمیشہ پوشیدہ رکھ
کہ جزا اظہار جرم من بود	کز سیاست دزدیم ظاہر شود
کیونکہ بدلہ میری خطا کا اظہار بن جائے گا	کیونکہ سزا سے میری چوری کھل جائے گی
باز گردم سوئے توبہ شاہ باز	تاشود معلوم اسرار نیاز
میں بادشاہ کی توبہ کی طرف پھر لوٹتا ہوں	تاکہ عاجزی کے اسرار معلوم ہو جائیں

عزم کردن شاہ چوں واقف شد براں خیانت کہ بپوشاند وعفو کند واورا باو دہد و دانست کہ آں فتنہ جزائے قصد او بود و ظلم او بر صاحب موصل کہ من اساء فعلیھا و ان ربک لبالمرصاد وترسید کہ اگر ایں انتقام کشد آں انتقام باز ہم بر سر او آید چنانکہ ایں ظلم وطمع بر سرش آمد

جب بادشاہ اس خیانت سے واقف ہوا تو اس کا ارادہ کرنا کہ وہ چشم پوشی کر لے اور معاف کر دے اور اس کو اس ہی کو دیدے اور سمجھ گیا کہ یہ فتنہ موصلے بادشاہ پر اس کے ظلم اور ارادہ کی سزا ہے کیونکہ جس شخص نے برائی کی تو وہ اس پر ہے اور بیشک تیرا رب گھات کی جگہ میں ہے اور وہ ڈرا کہ اگر یہ بدلہ لے گا تو یہ بدلہ بھی اسی کے سر پر آئے گا جیسا کہ یہ ظلم اور حرص اس کے سر پر آیا

شاہ باخود آمد استغفار کرد	یاد جرم و زلت و اصرار کرد
شاہ ہوش میں آیا' اس نے توبہ کی	جرم اور لغزش اور اصرار کی یاد کی
گفت باخود آنچہ کردم باکساں	شد جزائے آں بجائے من رساں
اپنے آپ سے بولا' میں نے جو کچھ لوگوں کے ساتھ کیا	اس کی سزا مجھ پر پہنچنے والی بن گئی
قصد جفت دیگراں کردم زجاہ	برمن آمد آن و افتادم بچاہ
میں نے رتبہ کی وجہ سے دوسروں کی بیویوں کا قصد کیا	وہی مجھے پیش آیا اور میں کنویں میں گر گیا
من درخانہ کس دیگر زدم	او در خانہ مر از دلا جرم
میں نے کسی دوسرے کے گھر کا دروازہ پیٹا	اس نے لامحالہ میرا دروازہ پیٹا

ہر کہ با اہل کساں شد فسق جو	اہل خود را داں کہ قوا دست او
جو شخص لوگوں کے اہل کے ساتھ فسق کا طلبگار بنا	سمجھ لے کہ وہ اپنے اہل کا دیوث ہے
زانکہ مثل آں جزای آں شود	چوں جزای سیئہ مثلش بود
کیونکہ اس کی جزا اس کی مثل ہوتی ہے	جبکہ برائی کا بدلہ اس جیسا ہوتا ہے
چوں سبب گردی کشیدی سوی خویش	مثل آں را پس تو دیوثی ز پیش
جب تو سبب بنا' تو نے اپنی جانب کھینچا	اس جیسا پس تو پہلے سے دیوث ہے
غصب کردم از شہ موصل کنیز	غصب کردند از من او را زود نیز
میں نے شاہ موصل کی لونڈی غصب کی	انہوں نے اس کو میرے پاس سے بھی فوراً غصب کر لیا
او امین من بدولا لائے من	خائنش کرد آں خیانتہائے من
وہ میرا امین تھا اور میرا غلام	اس کو میری خیانتوں نے خیانت کرنے والا بنا دیا
نیست وقت کیں گزاری و انتقام	من بدست خویش کردم کار خام
کینہ وری اور بدلہ کا وقت نہیں ہے	میں نے برا کام اپنے ہاتھ سے کیا
گر کشم کینہ ازاں میر و حرم	آں تعدی ہم بیاید برسرم
اگر میں اس لونڈی اور سردار سے بدلہ لوں	وہ ظلم بھی میرے سر پر آئے گا
ہمچناں کیں یک بیامد در جزا	آزمودم باز نزمائم و را
جیسا کہ یہ ایک ' بدلے میں آیا	میں نے آزما لیا پھر میں اس کو نہ آزماؤں گا
درد صاحب موصلم گردن شکست	من نیارم ایں دگر را نیز خست
موصل کے بادشاہ کے درد نے میری گردن توڑ دی	میں اس کو دوبارہ نہیں توڑ سکتا ہوں
داد حق ماں از مکافات آگہی	گفت ان عدتم بہ عدنا بہ
بدلے میں خدا نے ہمیں خبردار کر دیا	فرمایا اگر تم دوبارہ (یہ عمل) کرو گے ہم دوبارہ (یہ سزا) دینگے
چوں فزونی کردن اینجا سود نیست	غیر صبر و مرحمت محمود نیست
چونکہ اس جگہ زیادتی کرنا مفید نہیں ہے	سوائے صبر اور رحم کے کچھ اچھا نہیں ہے
ربنا انا ظلمنا سہو رفت	رحمتے کن اے رحیمیہات زفت
اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا' بھول ہوئی	رحمت کر اے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں؟

عفو کردم تو ہم از من عفو کن	از گناہان نو و جرم کہن
میں نے معاف کیا تو بھی مجھے معاف کر دے	نئے گناہوں اور پرانی خطاؤں کو
گفت اکنوں اے کنیزک وامگو	ایں سخن را کہ شنیدم من زتو
کہا اے لونڈی! اب نہ کہنا	یہ بات جو میں نے تجھ سے سنی
پاس دار و باکسے عرضہ مکن	آنچہ گفتی اے کنیزک زیں سخن
محفوظ رکھ اور کسی سے نہ کہہ	اے لونڈی! تو نے جو یہ بات کہی
با امیرت جفت خواہم کرد من	اللہ اللہ زیں حکایت دم مزن
میں امیر سے تیرا نکاح کردوں گا	خدا کے لئے اس قصہ کو نہ کہہ
تانگردد او ز رویم شرمسار	کو یکے بدکرد و نیکی صد ہزار
تاکہ وہ میرے سامنے شرمندہ نہ ہو	کیونکہ اس نے ایک برائی اور لاکھوں بھلائیاں کی ہیں
بارہا من امتحانش کردہ ام	خوب تر از تو بدو بسپردہ ام
میں نے اس کو بارہا آزمایا ہے	تجھ سے زیادہ حسین اس کے سپرد کئے ہیں
در امانت یافتم او را تمام	ایں قضائے بودہم از کرد ہام
میں نے اس کو امانت میں مکمل پایا ہے	یہ بھی میرے کاموں کی سزا تھی

کنیزک بخشیدن شاہ بحیلت بہ پہلوان

بادشاہ کا پہلوان کو ایک تدبیر سے لونڈی بخش دینا

پس بخود خواند آں امیر خویش را	کشت در خود خشم قہر اندیش را
پھر اس نے اس اپنے امیر کو بلایا	قہر ڈھانے والے غصہ کو اپنے اندر دبا دیا
کرد با او یک بہانہ دلپذیر	کہ شدستم زیں کنیزک بس نفیر
اس نے دل کو لگنے والا ایک بہانہ کیا	کہ میں اس لونڈی سے بہت متنفر ہو گیا ہوں
زاں سبب کز غیرت و رشک کنیز	مادر فرزند دارد صد ازیز
اس لئے کہ لونڈی کی غیرت اور رشک سے	لڑکے کی ماں بہت فریاد کر رہی ہے
زاں سبب کز غیرت او دائما	مادر فرزند ہست اندر عنا
اس لئے کہ اس کی غیرت سے مستقلاً	لڑکے کی ماں مصیبت میں ہے

مادر فرزند را بس حقہاست	او نہ درخورد چنیں جور و جفاست
لڑکے کی ماں کے بہت حقوق ہیں	وہ اس طرح کی ظلم و زیادتی کے لائق نہیں ہے
رشک و غیرت میبر دخوں میخورد	زیں کنیزک سخت تلخی می برد
رشک اور غیرت کرتی ہے خون پیتی ہے	اس لونڈی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتی ہے
چوں کسے را داد خواہم ایں کنیز	پس ترا اولیٰ ترست ایں اے عزیز
چونکہ یہ لونڈی میں کسی کو دوں گا	اے پیارے! تجھے دینا زیادہ بہتر ہے
کہ تو جانبازی نمودی بہر او	خوش نباشد دادن آں جز بتو
کیونکہ تونے اس کے لئے جانبازی دکھائی ہے	تیرے سوا کسی کو اس کا دینا اچھا نہ ہو گا
عقد کردش باامیر او را و داد	خشم را و حرص را یکسو نہاد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا اور اس کو دیدی	غصہ اور لالچ کو ایک طرف رکھ دیا
عقد کردش باامیر او را سپرد	کرد خشم و حرص را او خورد مرد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا' اس کو سپرد کر دی	اس نے غصہ اور لالچ کو ریزہ ریزہ کر دیا

بیان آنکہ نحن قسمنا کہ یکے را قوت و شہوت خراں دہد و یکے را کیاست و قوت انبیاؑ و فرشتگاں دہد

اس کا بیان کہ ہم نے تقسیم کیا ہے کہ وہ (تو) کسی کو گدھوں کی سی قوت اور شہوت
دے دیتا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی سی قوت اور ذہانت دیدیتا ہے

سر ز ہوا تافتن از سروریست	ترک ہوا قوت پیغمبری ست
خواہش نفسانی سے سرتابی کرنا سرداری سے ہے	خواہش نفسانی کو چھوڑ دینا پیغمبری طاقت ہے
تخمہائے کہ شہوتی نبود	بر او جز قیامتی نبود
وہ بیج جو شہوت والے نہ ہوں	ان کا پھل قیامت کے سوا (ظاہر) نہ ہو گا
گر بدش سستی زنری خراں	بود او را مردی پیغمبراں
اگر اس میں گدھوں کی سی شہوت سے سستی تھی	تو اس میں پیغمبروں کی سی مردانگی تھی
ترک خشم و شہوت و حرص آوری	ہست مردی و رگ پیغمبری
غصہ اور شہوت اور لالچ کرنے کو چھوڑنا	مردانگی اور پیغمبری رگ ہے

نری خرگومباش اندر رگش	حق ہمی خواند الغ بگلر بگش
گو اس کی رگ میں گدھے کا سا نر پنا نہ ہو	اللہ (تعالیٰ) اس کی امیرالامرائی کو چاہتا ہے
مردہٗ باشم بمن حق بنگرد	بہ ازاں زندہ کو باشم دور و رد
(اگر) میں مردہ ہوں (اور) حق (تعالیٰ) کی نظر ہو	اس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور) دور اور مردہ ہوں
مغز مردی ایں شناس و پوست آں	آں برد در دوزخ وایں در جناں
اس کو مردانگی کا مغز سمجھ اور وہ چھلکا ہے	وہ دوزخ میں لے جائے گی اور یہ جنتوں میں
حفت الجنۃ مکارہ را رسید	حفت النار از ہوا آمد پدید
جنت گھیر دی گئی ہے' ناپسندیدہ چیزوں کو ملا	"دوزخ گھیر دی گئی ہے" خواہش نفسانی سے ظاہر ہوا

شرح حبیبی

خیر جب وہ کنیز بادشاہ کے پاس پہنچ گئی تو اس نے اس کے ساتھ ہمبستری کا قصد کیا اور جماع کے لئے اس کے پاس گیا اس نے جماع کا خیال کیا اور عضو تناسل کو استادہ کیا اور روح افزا عیش ونشاط کا ارادہ کیا پس جبکہ وہ اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تو تقدیر الٰہی نے اس کے عیش ونشاط کا راستہ بند کر دیا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ چوہے کی حرکت کی آواز اس کے کانوں میں آئی اور اس سے اس کی شہوت بالکل منقطع ہوگئی اور اس کا ذکر استادہ بیٹھ گیا کیونکہ اسے خیال ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہے جو کہ تیزی کے ساتھ بوری کے نیچے سے گزرا ہے جب عورت نے اس کی کمزوری کا مشاہدہ کیا تو وہ تعجب سے قہقہہ مار کر ہنسنے لگی کیونکہ اس وقت اس کو اس افسر کی مردانگی یاد آ گئی۔ جس نے شیر کو مارا تھا اور باوجود اس نے اس کا عضو مخصوص اسی طرح استادہ تھا۔ اس خیال سے اس پر ہنسی کا غلبہ ہوا اور دیر تک ہنستی رہی۔ وہ کوشش بھی کرتی تھی کہ ہنسی بند ہو جائے مگر وہ رکتی تھی اور اس کا منہ بند نہ ہوتا تھا اور بھنگڑوں کی طرح بے خود ہو کر خوب ہنس رہی تھی اور وہ ہنسی نفع ونقصان کے خیال پر غالب آ رہی تھی اور جو کچھ بھی سوچتی تھی اس سے، بجائے اس کے کہ ہنسی رکے اور ہنسی آتی تھی۔

اس کی ہنسی کی یہ حالت تھی جیسے کہ سیلاب کا بند دفعۃً کاٹ دیا جائے اور اسی وقت وہ جاری ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ اس غیر اختیاری ہنسی کا راز کیا تھا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہنسی اور رونے اور رنج اور خوشی کا ایک مخفی اور مستقل معدن اور گودام ہے اور اس کی کنجی حق سبحانہ کے ہاتھ میں ہے۔ پس وہ جس وقت چاہتے ہیں اس وقت اس کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور رنج اور خوشی خندہ وگریہ آدمی پر ٹوٹ پڑتی ہیں جس کو وہ دفع نہیں کر سکتا۔

اس بناء پر اس کنیز کی ہنسی نہ رکتی تھی اور وہ برابر ہنس رہی تھی اس سے بادشاہ کی طبیعت مکدر ہوگئی اور اسے غصہ آ گیا اور اس نے فوراً میان سے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ او خبیثہ اس ہنسی کا راز بتلا۔ میرے دل میں تیری ہنسی سے شبہ پیدا ہو گیا ہے دیکھ سچ سچ کہنا اور دھوکہ نہ دینا۔ کیونکہ تو مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی۔ اور اگر تو جھوٹ بول کر مجھے دھوکہ دے گی یا کوئی دل خوش کن بہانہ پیش کرے گی تو میں تیرے فریب کو سمجھ لوں گا کیونکہ میرے دل میں روشنی اور نور فراست ہے پس جو کچھ کہنے کے لائق ہو وہ ہی کہنا اور جھوٹ نہ بولنا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کے دل میں فی الحقیقت ایک عظیم الشان چاند (نور فراست) ہوتا ہے جس سے وہ صحیح اور غلط اور جا اور بے جا میں تمیز کر لیتے ہیں لیکن کبھی وہ ابر حرص و خشم کے نیچے مستور ہو جاتا ہے اور ان کے دل میں تفریح کے وقت ایک چراغ ہوتا ہے اور غصہ اور حرص کے وقت وہ طشت کے نیچے مخفی ہو جاتا ہے اور روشنی نہیں دیتا۔

اب اس جملہ معترضہ کو تمام کر کے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ نے کہا کہ وہ فراست اس وقت میرے ساتھ ہے اور میں اس سے تیرے صدق اور کذب میں تمیز کر لوں گا۔ اس لئے سچ کہنا اگر تو سچ سچ نہ کہے گی تو میں اس تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا اور حیلہ بہانہ کرنے سے تجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور میں تجھے بھی مار ڈالوں گا۔ تجھے اس میں کچھ شبہ نہ کرنا چاہئے یہ کہہ کر تلوار اس کے حوالہ کر دے گی اور کہا کہ لے دیکھ لے یہ تلوار موجود ہے لیکن اگر تو سچ سچ کہہ دے گی تو میں تجھے چھوڑ دوں گا۔ اور خدا کی قسم میں تجھے نہ ماروں گا بلکہ خوش کر دوں گا۔

اس نے اسے یقین دلانے کے لئے اس وقت سات قرآن اوپر تلے رکھے اور قسم کھائی اور اس طرح اپنے عہد کو پختہ کر دیا۔ خیر جب عورت مجبور ہوگئی اور اسے کچھ بن نہ آیا تو واقعہ کہہ دیا اور اس بہادر کی مردانگی کو بیان کر دیا۔ اس نے اس واقعہ کی جو کہ راستہ میں واقع ہوا تھا پوری تفصیل بادشاہ سے بیان کر دی کہ یوں اس نے شیر مارا اور یوں واپس آیا اور جب واپس آیا تو اس کا ذکر گینڈے کے سینگ کی طرح کھڑا تھا غیرہ وغیرہ اور اس نے کہا کہ اس کی قوت کی تو یہ حالت تھی کہ شیر سے اس میں کچھ تغیر نہ آیا اور اسی طرح قائم رہی اور تمہاری کمزوری کی یہ حالت ہے کہ چوہے کی رفتار کی آواز سے تمہارے حواس جاتے رہے۔ پس جبکہ میں نے اس کی وہ حالت اور تمہاری یہ حالت دیکھی تو مجھے ہنسی آ گئی۔

اس واقعہ سے تم سبق حاصل کرو اور سمجھو کہ حق سبحانہ یوں اسرار کو ظاہر کر دیتے ہیں اور جبکہ تم نے سمجھ لیا کہ جو بیج بویا جائے وہ اگے گا تو تم کو احتیاط چاہئے اور برا بیج نہ بونا چاہئے ورنہ اس کے ظہور کے بعد تم کو رسوائی کا سامنا ہوگا۔ اب ہم تمہیں اس مضمون کو دوسرے نظائر حسیہ سے سمجھاتے ہیں اچھا سنو پانی اور ابر اور گرمی اور آفتاب سب کے سب مٹی سے امور مخفیہ کو ظاہر کرتے ہیں بس یونہی حق سبحانہ بھی آدمیوں کے اسرار مخفیہ کو ظاہر فرماتے ہیں۔

یہ پت جھڑ کے بعد درختوں کی سرسبزی قیامت کے وجود کی اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے یعنی قیامت کے متعلق جو استبعاد ہے جس کی بناء پر اس کا انکار کیا جاتا ہے اس کو بالکل دور کر رہی ہے۔ کیونکہ موسم بہار میں اسرار مخفیہ بداہۃً ظاہر ہوتے ہیں اور جو کچھ زمین نے کھایا ہے وہ ظاہر ہوتا ہے اور اس کے منہ سے نکلتا ہے تاآنکہ اس کی باطنی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور ہر درخت کی جڑ کی باطنی حالت اور اس کی غذا سب کی سب اس کے سر پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

جب یہ واقعات مشاہد اور ناقابل انکار ہیں تو قیامت کا وقوع مستبعد نہیں رہتا کیونکہ وہاں بھی یہی ہوگا کہ ہر شخص کی حالت مخفیہ ظاہر ہوگی۔ اور اس پر اس کے موافق نتیجہ مرتب ہوگا۔ واقعات مذکورہ سے تم کو یہ بھی نتیجہ نکالنا چاہئے کہ جو غم تم کو لاحق ہو اور تم اس سے پریشان ہو وہ اس شراب کا خمار ہے جو تم نے پی ہے اور ان افعال کا بد نتیجہ ہے جو تم نے کئے ہیں لیکن تم کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ رنج خمار کس شراب سے پیدا ہوا ہے اور تم کیا جان سکتے ہو کہ یہ خمار فلاں دانہ کا شگوفہ اور یہ رنج فلاں عمل کا اثر ہے۔ ہاں ایک حقائق شناس عارف اس کو سمجھتا ہے تمہارے نہ جاننے کا سبب یہ ہے کہ تم اشیاء اور ان کے نتائج میں مشابہت کو ضروری سمجھتے ہو اور افعال اور ان کے آثار میں مشابہت نہیں دیکھتے۔ اشیاء اور ان کے نتائج میں کسی ایسے مشابہت کا ہونا خود ضرور نہیں ہے جس کو ہر شخص سمجھ سکے دیکھو شاخیں اور شگوفے بیج سے پیدا ہوتے ہیں مگر ان میں ایسی مشابہت نہیں

ہوتی جس کو ہر شخص مان لے۔ علیٰ ہذا آدمی نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر نطفہ کو آدمی سے کون سی واضح مشابہت ہوتی ہے۔

غرض کہ تمام مادہ اپنے آثار کے ساتھ کھلی ہوئی مشابہت نہیں رکھتے۔ چنانچہ دانہ درختوں کے مشابہہ نہیں ہوتے اور منی روٹی سے پیدا ہوتی ہے مگر اس کو روٹی سے مشابہت نہیں ہوتی۔ آدمی نطفہ سے پیدا ہوتا ہے مگر نطفہ کے مشابہہ نہیں ہوتا۔ جنات آگ سے پیدا ہوتے ہیں مگر آگ کے مشابہ نہیں ہوتے۔ ابر بخار سے پیدا ہوتا ہے مگر بخار کے مشابہ نہیں ہوتا عیسیٰ علیہ السلام نفخہ جبریلی سے پیدا ہوئے مگر جس طرح نفخہ غیر محسوس تھا یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیر محسوس نہ تھے۔ نیز آدم علیہ السلام خاک سے پیدا ہوئے تھے مگر وہ خاک کے مشابہ نہ تھے۔ انگور اپنی بیل سے پیدا ہوتا ہے مگر وہ بیل سے مشابہ نہیں ہوتا۔ جنت نتیجہ اعمال حسنہ ہے (بایں معنی کہ جنت اعمال صالحہ کے بدلے میں ملے گی نہ بایں معنی کہ جنت اعمال صالحہ سے پیدا ہوئی ہے) مگر اعمال حسنہ سے اسے کیا مناسبت اور چوری کا نتیجہ سولی ہے مگر چوری کو اس سے کیا مشابہت ہے۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ عام طور پر اصل کو اپنے اثر سے مشابہت نہیں ہوتی اور چونکہ تم سمجھے ہوئے ہو کہ ہر اصل کو اس کے اثر کے مشابہ ہونا چاہئے اس لئے تم ان رنجوں اور تکلیفوں کا منشا نہیں سمجھ سکتے جو تم کو گناہ کے عوض میں دی جاتی ہے۔ واقع میں وہ سزا ابلا وجہ نہیں ہوتی کیونکہ حق سبحانہ بدوں گناہ کے تکلیف اور سزا نہیں دیتے۔ پس جو چیز کسی سزا کی اصل اور اس کو کھینچنے والی ہے گو وہ سزا اپنے اصل کے مشابہ نہ ہو مگر وہ پیدا اسی سے ہوئی ہے۔ اس سے تم سمجھ لو کہ تمہاری تکلیف ضرور تمہاری غلطی کا نتیجہ ہے اور اس سزا کا منشأ ضرور کوئی خواہش نفسانی ہو۔ اگر تم اس گناہ کو خصوصیت کے ساتھ نہ جان سکو تو عبرت سے فوراً حق سبحانہ کے سامنے تضرع کرو اور اس سے معافی چاہو اور سو دفعہ سجدہ کرو اور کہو کہ اے اللہ یہ غم اور سزا ضرور اسی لئے ہے کہ میں مستحق سزا ہوں کیونکہ اے سبحان اور اے ظلم وستم سے پاک تو بے قصور جان کو تکلیف اور سزا نہیں دیتا اور گو میں خصوصیت کے ساتھ اس جرم کو نہیں جانتا۔ مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ سزا کے لئے کسی جرم کی ضرورت ہے۔ پس ضرور مجھ سے کوئی قصور ہوا ہے۔ جس کی یہ سزا ہے اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جب آپ نے میرے جرم کو میرے علم سے مخفی کیا ہے تو اس کو آپ ہمیشہ کے لئے پوشیدہ رکھئے۔ یعنی مجھے سزا سے معافی دیجئے اس لئے کہ سزا دینا میرے جرم کا اظہار ہے۔ کیونکہ عقوبت سے میری چوری ظاہر ہوگی۔

فائدہ:۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایلام حق سبحانہ کی ضروری تفصیل کر دی جائے تا کہ مضمون مثنوی کی توضیح ہو جائے اور کسی کو مغالطہ نہ ہو۔ سو واضح ہو کہ حق سبحانہ کو اپنی مخلوق پر مختلف قسم کے حقوق حاصل ہیں وہ ان کا مالک بھی ہے اور مربی بھی اور بادشاہ حاکم بھی۔ پس اگر وہ کسی کو بحیثیت مالکانہ تکلیف پہنچا دے یا اس میں کوئی اور تصرف کرے تو چونکہ وہ اس حق کی بناء پر ہے جو اس کو حاصل ہے تو یہ تصرف کی حالت میں ظلم نہیں کہلا سکتا لیکن چونکہ وہ حکیم بھی ہیں اس لئے تصرف میں کسی حکمت کا ہونا ضروری ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ اس حکمت کا علم مخلوق کو بھی ہو۔ بلکہ اس حکمت کا خدا کو علم ہونا کافی ہے اور اگر وہ کسی کو مربیانہ حیثیت سے تکلیف پہنچا دے تو چونکہ وہ بنا بر مصالح مخلوق ہے خواہ بنا بر مصلحت ہو کم ہو یا بنا بر مصالح مخلوق دیگر۔ اس لئے اس کو بھی ظلم نہیں کہا جا سکتا۔

مثلاً ڈاکٹر کسی مریض کی مصلحت کا لحاظ رکھ کر اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالے یا کسی جگہ شگاف دے دے یا کوئی حاکم بنا بر رعایت مصلحت عامہ بشرائط مخصوصہ کوئی ایسا فعل کرے جو بعض رعایا کے لئے موجب تکلیف ہو تو اس ڈاکٹر یا حاکم

ے شرائط مخصوصہ کی قید ہم نے اس لئے بڑھائی ہے کہ ہر حاکم کو ہر مصلحت عامہ کا لحاظ کر کے ایسا فعل کرنا جو بعض رعایا کے لئے موجب تکلیف ہو جائز نہیں ہے بلکہ خاص شرائط کے ساتھ جائز ہے مثلاً یہ کہ وہ فعل کسی اور اہم مصلحت کے معارض نہ ہو۔ نیز اس میں کسی حاکم بالادست کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ ۱۲ منہ

کے فعل کو ظلم نہ کہا جائے گا اور اگر وہ کسی کو حاکمانہ حیثیت سے اور بطور سزا کے کوئی تکلیف دے تو اس کے لئے ضرورت ہے کہ مولم کسی جرم کا مرتکب ہوا ہو۔ کیونکہ سزا بلا جرم ظلم ہے اور حق سبحانہ ظلم سے منزہ ہیں۔ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ غیر مکلفین کو جو تکلیفیں ہوتی ہیں ان کا منشا یا حق مالکانہ ہوتا ہے یا حق مربیانہ۔ اور ان کے لئے کسی جرم کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو تکلیفیں کہ مکلفین کو ہوتی ہیں ان میں تینوں احتمال ہوتے ہیں یہ بھی کہ بحق مالکانہ ہوں اور یہ بھی کہ بحق مربیانہ ہوں اور یہ بھی کہ بحق حاکمانہ اور بطور سزا ہوں۔ تیسرے صورت میں تقدم جرم لازمی ہے اور پہلی دو صورتوں میں جرم کی ضرورت نہیں۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ جو تکلیف سزا کے طور پر ہو فقط۔ اس کے لئے تقدم جرم کی ضرورت ہے اور کسی تکلیف کے لئے تقدم جرم کی ضرورت نہیں لیکن چونکہ مکلف یہ نہیں جان سکتا کہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اس کا منشا کیا ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے کو متہم کرے اور سمجھے کہ یہ میرے کسی جرم کا نتیجہ ہے اور حق سبحانہ سے استغفار کرے کیونکہ اگر وہ کسی تکلیف کو اپنے گناہ کا اثر نہ سمجھے گا اور اس لئے استغفار نہ کرے گا اور واقع میں وہ اس کے گناہ کا نتیجہ ہوگی تو اس کے ایسا کرنے میں فرزند خور کا اندیشہ ہے۔

اس تفصیل سے مااصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم کا مطلب بھی واضح ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں مصیبت سے ہر تکلیف مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہ تکلیف مراد ہے جو سزا کے طور پر ہو اور جس طرح دلائل عقلیہ اس تخصیص پر دلالت کرتے ہیں یوں ہی دلائل نقلیہ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً خود حق سبحانہ فرماتے ہیں ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع الخ یہ آیت دلیل ہے اس امر کی کہ ہر تکلیف کا منشاء جرم نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت میں حق سبحانہ نے بعض تکالیف کا منشا محض امتحان قرار دیا ہے اور ان کو کسی جرم کا نتیجہ قرار نہیں دیا۔ نیز دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم و عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ ایک مصیبت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لوگوں کو اس مصیبت میں پھنسانا کسی جرم کا سبب نہیں ہے بلکہ اس کا منشا رحمت ہے جس کی طرف ھو خیر لکم میں اشارہ ہے۔ پس ضرور ہوا کہ آیہ مذکورہ بالا میں مصیبت سے مراد ہر مصیبت نہ ہو بلکہ خاص مصیبت ہو وھوالمعی۔ پس آریوں کا آیہ مذکورہ میں مصیبت سے ہر تکلیف مراد لینا مقصود متکلم کے خلاف ہے اور اس سے تناسخ پر استدلال صحیح نہیں)

اچھا اب ہم بادشاہ کی توبہ کی طرف لوٹتے ہیں تاکہ اس سے تم کو اس کی توبہ کے اسرار معلوم ہوں۔ اچھا سنو کنیزک کے منہ سے واقعہ خیانت افسر سن کر اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے فوراً توبہ کی اور اپنے جرم اور اپنی لغزش اور ضد کو یاد کیا اور اپنے دل میں کہا کہ جو کچھ میں نے دوسروں کے ساتھ کیا تھا وہ میرے آگے آیا۔ میں نے دوسروں کے محبوبوں پر ہاتھ ڈالا تھا اس کا وبال مجھ پر پڑا اور جو کنواں میں نے اوروں کے لئے کھودا تھا اس میں میں خود گر گیا۔ میں نے دوسروں کے دروازہ کو کھٹکھٹایا تھا میرے افسر نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جو کوئی دوسروں کی عورتوں کے ساتھ بدفعلی کا قصد کرتا ہے وہ گویا کہ اپنی بیوی کی بے حرمتی کرتا ہے کیونکہ جس جرم کا وہ ارتکاب کرتا ہے وہ بدلالت حال اس کی مثل سزا پر رضامند ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جیسا جرم ہوتا ہے اسی قسم کی اس کی سزا ہوتی ہے۔ پس جبکہ تم نے دوسروں کی عورتوں کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کیا تو حالاً تم نے ویسی ہی سزا کو قبول کر لیا۔ اس سے تمہارا دیوث ہونا خود ظاہر ہو گیا۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ بادشاہ نے کہا کہ میں نے شاہ موصل سے کنیز غصب کی تھی اوروں نے مجھ سے

چھین لیا۔ وہ افسر میرا معتمد اور غلام خاص تھا وہ ہرگز خیانت نہ کر سکتا تھا اس کو خائن خود میری خباثتوں نے بنایا ہے۔

اچھا اب اس کا وقت نہیں ہے کہ اس سے دشمنی نکالی جائے اور بدلہ لیا جائے بلکہ خاموشی اور عفو ہی مناسب ہے کیونکہ میں نے اپنا کام خود خراب کیا ہے اس کا کیا قصور ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں اس افسر اور کنیز سے انتقام لیتا ہوں تو اس ظلم کا وبال بھی مجھ ہی پر پڑے گا۔ جیسا کہ اس جرم کا وبال پڑا ہے۔ پس مجھے انتقام کا خیال نہ کرنا چاہئے۔ اور جب مجھے ایک بار تجربہ ہو چکا ہے تو پھر دوبارہ اس قسم کی حرکت کر کے دوسری دفعہ اس کا تجربہ نہ کرنا چاہئے۔ صاحب موصل کی تکلیف نے میری گردن توڑ دی ہے۔ اب مجھ میں ہمت نہیں ہے کہ دوسرے وبال کا طالب ہوں۔ حق سبحانہ نے ہم کو بدلے کی اطلاع کر دی ہے اور فرما دیا ہے کہ اگر تم پھر ویسی ہی حرکت کرو گے تو ہم پھر اسی قسم کی سزا دیں گے۔ اس بناء پر دوبارہ سزا ضرور ملے گی۔ پس جبکہ اس موقعہ پر زیادتی کرنا بے فاعدہ ہے تو اب صبر اور شفقت ہی بہتر ہے۔ اے اللہ ہم نے ظلم کیا اور ہم سے غلطی ہوئی پس اے بڑی رحمتوں والے تو ہم پر رحم کر۔ میں نے اپنے مجرموں کو معاف کیا تو مجھے معافی دے اور میرے نئے اور پرانے گناہ بخش دے۔ اس کے بعد اس نے کنیزک سے خطاب کیا اور کہا کہ اے کنیزک جو بات تو نے مجھ سے کہی ہے اس کو کسی اور سے نہ کہنا۔ دیکھ میں پھر کہتا ہوں کہ اس بات کا خیال رکھنا اور جو کچھ تو نے مجھ سے کہا ہے اس کو کسی اور کے سامنے بیان نہ کرنا۔ میں امیر سے تیری شادی کر دوں گا۔ مگر خدا کے لئے اس واقعہ کو اس سے بھی ذکر نہ کرنا۔ تاکہ وہ مجھ سے شرمندہ نہ ہو۔ کیونکہ اس نے اگر ایک برائی کی ہے تو لاکھوں بھلائیاں کی ہیں۔ ایسی حالت میں اسے شرمندہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں بارہا اس کا امتحان کر چکا ہوں اور تجھ سے بڑھ کر حسین حسین عورتیں اس کے سپرد کر چکا ہوں لیکن اس نے خیانت نہیں کی اور ہمیشہ میں نے اسے نہایت امین پایا ہے۔ یہ واقعہ محض بتقدیر الٰہی اور میرے افعال کی بدولت پیش آیا۔ بادشاہ نے کنیز کو ہدایت کر کے افسر کو طلب کیا اور غصہ جو کہ قہر کو مقتضی تھا اس کو اس نے دبایا اور اس سے ایک جی لگتا بہانہ کیا اور یہ کہا کہ مجھے اس لونڈی سے سخت نفرت ہوگئی ہے کیونکہ اس کے رشک سے بچی کی ماں بہت کڑھتی ہے اور اس کے رشک سے وہ ہمیشہ مبتلائے رنج رہتی ہے اور چونکہ وہ قدیم الصحبۃ ہے اس لئے اس کے حقوق مجھ پر بہت ہیں اور وہ اس قسم کی تکالیف کی مستحق نہیں ہے۔ پس چونکہ وہ نہایت رشک کرتی ہے اور اپنا خون جگر کھاتی ہے اور اس کنیزک سے اس کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس کو الگ کر دوں پھر خیال کرتا ہوں کہ جب الگ کروں گا تو آخر کسی کو دوں گا۔ ایسی حالت میں بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں کو دیدوں کیونکہ تم اس کے زیادہ مستحق ہو۔ اس لئے کہ تم اس کے لئے جان پر کھیل گئے ہو اور اس کو اپنی جان بیچ کر لائے ہو۔ پس مناسب نہیں ہے کہ تمہارے سوا کسی اور کو دی جائے۔

یہ کہہ کر اس کا امیر سے نکاح کر دیا اور اس کو امیر کے حوالہ کر دیا اور غضب اور حرص کو بالائے طاق رکھ دیا اور اس کا امیر سے نکاح کر کے اس کو امیر کے سپرد کر دیا اور اپنے غضب اور حرص کو چکنا چور کر دیا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو اس بادشاہ میں مستی حیوانی کی تھی مگر اس میں پیغمبروں کی مردانگی تھی کیونکہ اس نے اپنے غضب اور شہوت اور حرص کو چھوڑ دیا اور ان کا چھوڑ دینا پیغمبروں کی مردی اور رگ پیغمبری ہے۔ پس اگر اس میں گدھوں کی مستی نہ ہو نہ سہی خدا اسے عظیم الشان خان خاناں کہتا ہے اور یہی درکار بھی ہے کیونکہ اگر ہم

عورتوں کی نظر میں بالکل مردہ ہوں مگر ہم پر حق سبحانہ کی نظر عنایت ہو یہ ہزار درجہ بہتر ہے اس لئے کہ ہم لوگوں کی نظروں میں زندہ ہوں مگر حق سبحانہ سے دور اور اس کی درگاہ سے مردود ہوں۔ تم سمجھ لو کہ حقیقت مردی ترک غضب وشہوت وحرص ہے اور غلبہ شہوت مردی نہیں ہے بلکہ یہ محض بے وقعت چیز ہے۔

کیونکہ غلبہ شہوت تو دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے اور ترک شہوت وغیرہ جنت میں پہنچانے والا ہے کیونکہ غلبہ شہوت موجب تلذذ وتنعم ہے اور ترک خشم وغیرہ موجب اذیت اور نہایت ناگوار اور جنت ناگواریوں سے بھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشات نفسانیہ سے۔ پس ناگواریوں کے تحمل سے آدمی جنت میں پہنچتا ہے اور خواہشات نفسانیہ کے اتباع سے دوزخ میں۔ اس قصہ کو ختم کر کے پھر مولانا خطاب محمود کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

دیگر بار خطاب پادشاہ با ایاز وامتحان کردن ارکان دولت را ونمودن فرمانبرداری ایاز بایشاں

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ خطاب کرنا اور ارکان دولت کا امتحان لینا اور ایاز کی فرمانبرداری ان کو دکھانا

اے ایاز شیر نر دیو کش	مردی خر کم فزوں مردی ہش
اے ایاز! نر شیر دیو کو مار ڈالنے والے	گدھے کی مردانگی کم ہے ہوش کی مردانگی بڑھی ہوئی ہے
آنچہ چندیں صدر را دراکش نکرد	لعب کودک بود پیشت اینت مرد
جس چیز کو اتنے صدروں نے نہ سمجھا	تیرے سامنے بچوں کا کھیل تھا زہے مردانگی
اے بدیدہ لذت امر مرا	جاں سپردہ بہرا مرم در وفا
اے وہ! جس نے میرے حکم کا مزا چکھا ہے	وفاداری میں میرے حکم پر جان فدا کر دی
اے کہ از تعظیم امرش آگہی	ایں حکایت گوش کن تا وارہی
اے وہ! کہ تو اس (شاہ) کے حکم کی تعظیم سے واقف ہے	یہ حکایت سن لے تاکہ تو نجات پا جائے
داستان ذوق امر و چاشنیش	بشنو اکنوں در بیان معنویش
حکم کے ذوق اور اس کی چاشنی کی داستان	اب اس (حکایت) معنوی بیان کو سن لے

دادن شاہ گوہر را در میان دیوان ومجمع بدست وزیر ایں چند ارزد ومبالغہ کردن وزیر در قیمت وفرمودن شاہ کہ اکنوں ایں را بشکن وگفتن وزیر کہ ایں گوہر نفیس را چگونہ بشکنم

کچہری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو موتی دینا کہ یہ کس قیمت کا ہے؟ اور قیمت میں وزیر کا مبالغہ کرنا اور بادشاہ کا حکم دینا کہ اب اس کو توڑ دے اور وزیر کا کہنا کہ اس عمدہ موتی کو کیسے توڑوں؟

گفت روزی شاہ محمود غنی	آں شہ غزنی و سلطان سنی
کہا ہے کہ بے نیاز شاہ محمود نے ایک دن	جو غزنی کا بادشاہ اور بزرگ شاہ تھا

شاہ روزی جانب دیوان شتافت	جملہ ارکان را دراں دیوان بیافت
ایک دن بادشاہ کچہری کی جانب گیا	اس کچہری میں سب ارکان کو (موجود) پایا
گوہرے بیروں کشید او مستنیر	پس نہادش زود در کف وزیر
اس نے ایک روشن موتی باہر نکالا	پھر اس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا
گفت چوں ست و چہ ارزد ایں گہر	گفت بیش ارزد ز صد خروار زر
کہا کیسا ہے؟ اور یہ موتی کس قیمت کا ہے؟	اس نے کہا سونے کے سینکڑوں بوروں سے زیادہ قیمت کا ہے
گفت بشکن گفت چونش بشکنم	نیک خواہ مخزن و مالت منم
کہا توڑ دے اس نے کہا اس کو کیسے توڑوں؟	میں آپ کے مال اور خزانہ کا خیر خواہ ہوں
چوں روادارم کہ مثل ایں گہر	کہ نیاید در بہا گردد ہدر
میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی	جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا، رائیگاں ہو جائے
گفت شاباش و بدادش خلعتے	گوہر از وے بستد آں شاہ فتے
کہا شاباش ہے اور خلعت عطا کی	اس جوانمرد شاہ نے موتی اس سے لے لیا
کرد ایثار وزیر آں شاہ جود	ہر لباس و حلہ کو پوشیدہ بود
اس شاہ سخی نے وزیر کو عطا کر دیا	جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا
ساعتے شاں کرد مشغول سخن	از قضیہ تازۂ و راز کہن
ان کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا	نئے معاملہ اور پرانے راز میں
بعد ازاں دادش بدست حاجبے	کہ چہ ارزد ایں بہ پیش طالبے
اس کے بعد اس کو حاجب کے ہاتھ میں دیا	کہ خریدار کے لئے یہ کس قیمت کا ہے؟
گفت ارزد ایں بہ نیمہ مملکت	کش نگہدارد خدا از مہلکت
اس نے کہا، یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے	خدا اس کو بربادی سے بچائے
گفت بشکن گفت اے خورشید تیغ	بس دریغ ست ایں شکستن بس دریغ
کہا تو اس کو توڑ دے اس نے کہا اے سورج کی تلوار والے!	اس کا توڑنا بہت قابل افسوس ہے بہت قابل افسوس
قیمتش بگزار بیں تاب و لمع	کہ شدست ایں نور روز او را تبع
اس کی قیمت کو رہنے دیجئے چمک اور روشنی کو دیکھئے	کہ دن کی یہ روشنی اس کے تابع بن گئی ہے

دست کے جنبد مرا در کسر او	کہ خزینہ شاہ را باشم عدو
اس کے توڑنے میں میرا ہاتھ کب ہلے گا؟	میں بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟
شاہ خلعت دادوادرارش فزود	پس دہاں در مدح عقل او کشود
شاہ نے اس کو خلعت دی اس کی تنخواہ بڑھا دی	پھر اس کی عقل کی تعریف میں منہ کھولا
بعد یک ساعت بدست میر داد	در را آں امتحاں کن بازداد
تھوڑی دیر کے بعد ایک امیر کے ہاتھ میں دیا	اس امتحان کرنے والے نے، موتی پھر دیا
او ہمی گفت و ہمہ میراں ہمیں	ہر یکے را خلعتے داد او ثمیں
اس نے وہی کہا اور سب امیروں نے وہی	اس نے ہر ایک کو قیمتی خلعت عطا کی
جامگیہا شاں ہمی افزود شاہ	آں خسیساں را ببرد از رہ بچاہ
بادشاہ ان کے (کپڑوں کے) جوڑے بڑھا رہا تھا	ان کمینوں کو راستہ سے کنوئیں میں لے گیا
اینچنیں گفتند پنجہ شصت امیر	جملہ یک یک ہم بتقلید وزیر
پچاس ساٹھ امیروں نے یہی کہا	وزیر کی تقلید میں ایک ایک کر کے سب نے
گرچہ تقلیدست استون جہاں	ہست رسوا ہر مقلد ز امتحاں
اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے	آزمائش سے ہر مقلد رسوا ہوتا ہے
شاہ چوں کرد امتحان جملگاں	مال خلعت برد ہر یک بیکراں
شاہ نے جب سب کا امتحان لیا	ہر ایک نے لاتعداد مال اور خلعت حاصل کیا
ہمچنیں در دور گرداں شد گہر	تا بدست آں ایاز دیدہ ور
موتی اسی طرح گردش کے چکر میں رہا	یہاں تک دیدہ ور ایاز کے ہاتھ میں (آیا)
آخریں بنہاد در کف ایاز	گفت اوراکاے حریف دیدہ بار
بالآخر اس کو ایاز کی ہتھیلی پر رکھا	اس نے کہا، اے صاحب 'نظر' دوست!
یک بیک دیدند ایں گوہر تو ہم	در شعاعش در نگر اے محترم
انہوں نے ایک ایک کر کے اس موتی کو دیکھا تو بھی	اے محترم! اس کی چمک کو دیکھ لے

رسیدن گوہر از دست بدست آخر دور با یاز و کیاست ایاز و مقلد ناشدن او ایشاں را و مغرور ناشدن او بمال دادن شاہ و خلعتہا و جامگیہا افزوں کردن و مدح عقل ایشاں کردن

یمکن کہ نشاید مقلد را مسلمان دانستن، مسلمان باشد امانادر باشد کہ مقلد ثبات کند
براں اعتقاد و مقلد ازیں امتحانہا بسلامت بیروں آید کہ ثبات بینایاں ندارد

موتی کا دست بدست آخری دور میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچنا اور ایاز کی ذہانت اور اس کا ان کا مقلد نہ ہونا اور اس کا دھوکے میں نہ پڑنا بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے اور ان کی عقل کی تعریف کرنے سے بقدر امکان مقلد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہئے مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اس اعتقاد پر وہ جماؤ کرے اور مقلد ان امتحانات سے سلامتی کے ساتھ عہدہ برآ ہو کیونکہ وہ دوراندیشوں کی سی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

اے ایاز اکنوں بگوئی کایں گہر	چند می ارزد بدیں تاب و ہنر
اے ایاز! اب تو بتا کہ یہ موتی	اس چمک اور خوبی کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟
گفت افزوں زانچہ تانم گفت من	گفت اکنوں زود خردش در شکن
اس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اس سے بڑھا ہوا ہے	اس نے کہا اب اس کو فوراً ریزہ ریزہ کر دے
سنگہا در آستیں بودش شتاب	خرد کردش پیش او آں بدصواب
پتھر اس کی آستین میں تھے جلد	اس کو توڑ دیا اس کے نزدیک یہ درست تھا
زاتفاق طالع بادولتش	دست داد آں لحظہ نادر حکمتش
اس کے بااقبال نصیبہ کے اتفاق سے	اس وقت نادر حکمت اس کے ہاتھ آ گئی
یا بخواب ایں دیدہ بود آں پرصفا	کردہ بود اندر بغل دو سنگ را
یا اس روشن دل نے خواب میں یہ دیکھا تھا	اس نے دو پتھر بغل میں دبا لئے تھے
ہمچو یوسفؑ کاندروں قعرہ چاہ	کشف شد پایان کارش از آلہ
یوسف کی طرح کہ کنویں کی گہرائی میں	ان کے لئے انجام کار اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے کھل گیا تھا
ہر کرا فتح و ظفر پیغام داد	پیش او یک شد مراد و بے مراد
جس کو فتح اور کامیابی نے پیغام دیا	اس کے لئے مراد اور نامرد یکساں ہے
ہر کہ پایندان وے شد وصل یار	اوچہ ترسد از شکست کار زار
یار کا وصل جس کا ضامن ہو گیا	وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟
چوں یقیں گشتش کہ خواہد کرد مات	فوت اسپ و فیل پیشش ترہات
جب اس کو یقین ہو گیا کہ وہ مات دے گا	اسپ اور فیل کا مارا جانا اس کے لئے بکواس ہے

گر برد اسپش ہر آنکہ اسپ جوست	اسپ او گوئی کہ پیش آہنگ اوست
جو شخص اسپ کا طالب ہے اگر اس کا اسپ مار لے جائے	تو گویا اسپ اس کا پیشرو ہے
مرد راباا سپ کے خویشی بود	عشق اسپش از پئے پیشی بود
انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے؟	گھوڑے سے اس کا عشق آگے بڑھنے کے لئے ہوتا ہے
بہر صورتہا مکش چندیں زحیر	بے صدار صورتے معنیٰ بگیر
صورتوں کے لئے اس قدر پیچ و تاب نہ اٹھا	صورت کا درد سر اٹھائے بغیر معنی حاصل کر
ہست زاہد راغم پایان کار	تاچہ باشد حال او روز شمار
زاہد کو انجام کا غم ہے	کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہو گا؟
عارفاں ز آغاز گشتہ ہوشمند	از غم و احوال آخر فارغ اند
عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں	آخرت کے احوال اور غم سے بے نیاز ہیں
بود عارف را ہمیں خوف و رجا	سابقہ دانیش خورد آں ہر دورا
عارف کو یہی خوف اور امید تھی	اس کی پیشگی دانش نے ان دونوں کو ختم کر دیا ہے
دید کو سابق زراعت کرد ماش	او ہمی داند چہ خواہد بود چاش
وہ جانتا ہے جس نے پہلے سے اڑد کی کاشت کی ہے	وہ جانتا ہیکہ اس کی پیداوار کیا ہوگی
عارف ست او باز رست از خوف وبیم	ہائے و ہو را کرد تیغ حق دونیم
وہ عارف ہے وہ خوف اور ڈر سے چھوٹ گیا ہے	اللہ (تعالیٰ) کی تلوار نے شور وفغاں کے دوٹکڑے کر دیئے ہیں
بود او را بیم و امید از خدا	خوف فانی شد عیاں گشت آں رجا
اس کو خدا سے خوف اور امید تھی	خوف فنا ہو گیا وہ امید ظاہر ہو گئی
خوف طے شد جملگی امید شد	نور گشت و تابع خورشید شد
خوف لپٹ گیا، وہ مجسم امید ہو گیا	نور بن گیا اور سورج کے تابع ہو گیا
ز امتحان شاہ بود آگہ ایاز	وز فریب شہ نشد گمرہ ایاز
ایاز بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا	شاہ کے فریب سے ایاز گمراہ نہ ہوا
خلعت واد را راز راہش نبرد	کرد او گوہر ز امر شاہ خرد
خلعت اور وظیفہ نے اس کو گمراہ نہ کیا	اس نے بادشاہ کے حکم سے موتی توڑ ڈالا

چوں شکست او گوہر خاص آنزماں	زاں امیراں خاست صد بانگ وفغاں
جب اس نے خاص موتی توڑا اس وقت	امیروں سے بہت شور اور فریاد بلند ہوئی
کاینچہ بیباکیست واللہ کافر ست	ہر کہ ایں پرنور گوہر را شکست
کہ یہ کیا بے باکی ہے خدا کی قسم کافر ہے	جس نے اس منور موتی کو توڑا
واں جماعت جملہ از جہل و عمیٰ	در شکستہ در امر شاہ را
اور اس جماعت نے نادانی اور اندھے پن سے	بادشاہ کے حکم کے موتی کو توڑا تھا
قیمت گوہر نتیجہ مہر و ود	بر چناں خاطر چرا پوشیدہ شد
دوستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت	ایسی طبیعت پر کیوں پوشیدہ ہوئی؟

تشنیع زدن امرا برایاز کہ چرا شکستی وجواب دادن ایاز ایشاں را

امیروں کا ایاز کو ملامت کرنا کہ تو نے کیوں توڑا اوران کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز اے مہتران نامور	امر شہ بہتر بقیمت یا گہر
ایاز نے کہا اے نامور سردارو!	قیمت میں بادشاہ کا حکم بہتر ہے یا موتی
امر سلطاں بہ بود پیش شما	یا کہ ایں نیکو گہر بہر خدا
تمہارے نزدیک بادشاہ کا حکم بہتر ہے	یا یہ اچھا موتی! خدا کے لئے بتاؤ
اے نظرتاں بر گہر برشاہ نے	قبلہ تاں غولست جادہ راہ نے
ارے تمہاری نظر موتی پر ہے شاہ پر نہیں ہے	تمہارا قبلہ چھلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے
من زشہ برمی نگر دانم بصر	من چو مشرک روئے نارم در حجر
میں شاہ سے نظر نہیں پھیرتا ہوں	میں مشرک کی طرح پتھر کی جانب رخ نہیں کرتا ہوں
بے گہر جانے کہ رنگیں سنگ راہ	بر گزیند پس نہد او امر شاہ
وہ بے گوہر جان جو راستہ کے رنگین پتھر	پسند کرے وہ شاہ کا حکم پیچھے ڈال دے گی
پشت سوی لعبت گلرنگ کن	عقل در رنگ آورندہ دنگ کن
پھول جیسے رنگ کی گڑیا کی جانب پشت کر لے	عقل رنگ دینے والے میں حیران کر دے

اندر آدر جو سبو برسنگ زن	آتش اندر بو و اندر رنگ زن
نہر میں آ جا، ٹھلیا کو پتھر پر مار دے	بو اور رنگ میں آگ لگا دے
گرنۂ در راہ دیں از رہزنان	رنگ و بو مپرست مانند زناں
اگر تو دین کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہے	عورتوں کی طرح رنگ و بو کی پرستش نہ کر
گوہر امر شہ بود اے ناکساں	جملہ بشکستید گوہر را عیاں
اے نالائقو! موتی بادشاہ کا حکم ہوتا ہے	تم سب نے علانیہ موتی کو توڑا
چوں ایاز ایں راز بر صحرا فگند	جملہ ارکاں خوار گشتند و نژند
جب ایاز نے اس راز کو میدان میں ڈال دیا	سب ارکان خوار اور ذلیل ہو گئے
سرفرو انداختند آں سروراں	عذر گویاں گشتہ زاں نسیاں بجاں
ان سرداروں نے سر نیچے جھکا لئے	(دل و) جان سے اس بھول پر عذر خواہ بن گئے
از دل ہر یک دوصد آں آں زماں	ہمچو دودے میشدے تا آسماں
اس وقت سینکڑوں آہیں ہر ایک کے دل سے	دھوئیں کی طرح آسمان تک جاتی تھیں

شرح حبیبی

واضح ہو کہ اس قصہ میں محمود و ایاز محض روپوشی کے لئے ہیں اور اصل مقصود اس معاملہ کا بیان کرنا ہے جو اہل اللہ اور حق سبحانہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لئے اس قصہ میں بعض الفاظ و مضامین تو ایسے واقع ہوئے ہیں جن میں ظاہر قصہ کا لحاظ کیا گیا ہے جیسے ''ای تو سلطان و خلاہ امر کنی'' وغیرہ اور بعض ایسے جن میں مقصود کی رعایت کی گئی ہے۔ جیسے انچہ معلوم تو نبود چیست آں وغیرہ جیسا کہ مضامین آئندہ سے آپ کو معلوم ہوگا ان سے یہ امر صاف طور پر کھل جائے گا کہ مولانا نے ایاز سے عبد حقیقی مراد لیا ہے اور محمود سے شہنشاہ حقیقی۔ جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا تو اب مضمون اول سے آخر تک منسق و منظم ہو گیا اور انتشار کلام جو بادیالنظر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے دفع ہو گیا اور تکلف انتقالات کی ضروری نہ رہی۔ محشیں چونکہ اس دقیقہ سے غافل تھے اس لئے ان کو شرح کلام و تعیین انتقالات میں سخت دقت پیش آئی ہے۔ فتنبہ لہ۔ جب یہ مضمون تمہیدی معلوم ہو گیا تو اب حل اشعار سنو مولانا فرماتے ہیں کہ محمود نے ایاز کو پھر خطاب کیا اور کہا کہ اے مشبہ نر اور شیطان کش ایاز جس میں مردی حیوانی کم اور مردی عقلی زیادہ ہے۔ تیری کمال عقل کی یہ حالت ہے کہ جس امر کو اتنے امراء نہ سمجھ سکے وہ تیرے نزدیک ایک بچوں کا کھیل اور نہایت معمولی شے تھا اور اے وہ شخص جو میرے حکم کی لذت سے آشنا ہے اور جس باب وفا میں یہ حالت ہے کہ

میرے حکم کے لئے جان دینے میں بھی دریغ نہیں ہے تو نہایت ہی عجیب شخص ہے۔

فائدہ:۔ اس مضمون کے الفاظ بھی صاف پکار رہے ہیں کہ ایاز سے عبد حقیقی مراد ہے۔ محمود کے خطاب کو ختم کر کے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو کہ محمود کے ایاز کی اتنی تعریف کرے اور اس کے اتنے بڑھانے چڑھانے سے واقف ہے تو یہ حکایت سن تا کہ تو شک وشبہ سے چھوٹ جائے اور ایاز کو امر سلطانی میں جو مزہ آتا تھا اس کا بیان تو ایک پُر معنی بیان کے اندر سن۔ تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ تعریف بالکل صحیح اور بلا مبالغہ ہے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ غزنی اور عالیجاہ بادشاہ نے کہا کیا کہا اس کو تو ہم آگے بیان کریں گے پہلے یہ سن لو کہ ایک روز محمود اپنے دربار میں آیا اور ارا کین دولت کو اپنے حاضر دربار پایا۔ اس وقت اس نے ایک روشن موتی نکالا اور وزیر کے ہاتھ پر رکھا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سنو کہ اس نے کیا کہا اس نے کہا کہ اے وزیر یہ موتی کیسا ہے اور کس قیمت کا ہوگا وزیر نے جواب دیا کہ حضور والا یہ موتی اشرفیوں کے سوگونوں سے بھی زیادہ قیمت کا ہے۔ جب اس نے یہ کہا کہ تو محمود نے حکم دیا کہ اچھا اسے توڑ دو اس نے کہا کہ حضور بھلا میں کیسے توڑ دوں۔ میں خزانہ سلطانی اور دولت شاہی کا خیر خواہ ہوں ایسی حالت میں میں کیسے جائز رکھ سکتا ہوں کہ ایسا انمول موتی ضائع ہو جائے محمود نے اسے شاباش دی اور خلعت سے سرفراز کیا اور موتی اس کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ اس وقت جو کچھ پہنے ہوئے تھا اس نے وہ سب وزیر کو دیدیا۔

اس کے بعد اس نے لوگوں کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگایا تا کہ یہ واقعہ ان کے ذہنوں سے نکل جائے اس کے بعد اس کو دربار کے ہاتھ میں دیدیا اور کہا کہ خریدار کی نظر میں یہ کتنے کا ہوگا۔ اس نے جواب دیا کہ حضور والا کی سلطنت کا نصف اس کی قیمت ہوگی۔ یہ سن کر محمود نے کہا کہ اچھا اسے توڑ ڈالو اس نے عرض کیا کہ اے وہ بادشاہ جس کی تلوار آفتاب کی طرح چمکدار اور عالمگیر ہے اس کا توڑنا نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ اچھا آپ اس کی قیمت کو جانے دیجئے اس کی چمک دمک ہی دیکھ لیجئے کہ روز روشن کا نور اس کے تابع ہے۔ ایسی حالت میں میرا ہاتھ اس کے توڑنے کے لئے کیسے ہلے گا اور میں اسے کیسے توڑوں گا۔ میں خزانہ شاہی کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے اس کو خلعت دیا اور اس کا وظیفہ بڑھا دیا اور اس کے عقل کی بہت کچھ تعریف کی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کو داروغہ عدالت کے ہاتھ میں دیا اس نے بھی یہی جواب دیا جو اوروں نے دیا تھا اور دیگر امراء نے بھی۔ ایسا ہی کیا اس نے سب کو بیش بہا خلعتیں عطا کیں اور تنخواہیں بڑھا دیں اور اس طرح ان ذلیلوں کو راہ راست سے ہٹا کر کنوئیں میں گرا دیا۔

خیر خلاصہ یہ ہے کہ پچاس ساٹھ امراء نے وزیر کی تقلید میں موتی کو توڑنے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر استطر داً اتنا سمجھ لو کہ گو عالم تقلید سے پر ہے اور اس سے چارہ بھی نہیں ہے کیونکہ تحقیق کے لئے بھی اول تقلید کی ضرورت ہے اور اس لئے کہ گویا کہ عالم ستون تقلید ہی پر قائم ہے لیکن ہر مقلد کو امتحان میں ذلت اٹھانا پڑتی ہے۔ اس لئے تقلید پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کو تحقیق کا ذریعہ بنا کر درجہ تحقیق حاصل کرنا چاہئے۔

جب یہ مضمون استطر ادی ختم ہوا تو اب سمجھو کہ جب بادشاہ نے تمام ارا کین دولت کا امتحان کیا تو ہر ایک بہت کچھ مال و دولت اور خلعت لے گیا اور اس طرح وہ موتی تمام حلقہ ارا کین دولت میں گشت کر گیا۔ یہاں تک کہ وہ آخر میں حقیقت شناس ایاز کے ہاتھ میں آیا اور بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے صاحب بصیرت ندیم ان سب نے ایک ایک کر کے موتی دیکھ لیا۔ اب تم بھی اس کی شعاع دیکھ لو اور یہ بتلاؤ کہ یہ موتی اس چمک اور کمال

کے ساتھ کس قیمت کا ہوگا اس پر ایاز نے جواب دیا کہ میں جو کچھ بھی ہوں اس سے اس کی قیمت زائد ہوگی۔ جب اس نے یہ کہا تو بادشاہ نے کہا کہ اچھا اسے توڑ دو۔ اس کی آستین میں پتھر موجود تھے اس نے نکالتے ہی اس موتی کو وہیں چور چور کر دیا اور ایسا کرنا ہی ٹھیک بھی تھا اب یا یوں کہا جائے کہ اس کے بادولت طالع کے موافقت سے اس کو یہ نادر حکمت سوجھ گئی یا یوں کہا جائے کہ اس نے خواب میں یہ واقعہ دیکھ لیا تھا۔ غرض کچھ بھی ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ اس نے آستین میں دو پتھر چھپا رکھے تھے اور اس واقعہ میں اس کی حالت یوسف علیہ السلام کے مشابہ تھی جن کو اپنے معاملہ کا نتیجہ خدا کی طرف سے کنوئیں کے اندر ہی معلوم ہو گیا تھا۔ یہاں سے مولانا فضیلت مآل والے کا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حسن مآل کا علم ہو جانا نہایت عجیب چیز ہے کیونکہ جس کسی کو فتح وظفر پیغام دے دیتی ہے یعنی اس کو اپنی فتح کا علم ہو جاتا ہے اس کے نزدیک کامیابیاں اور عارضی ناکامیاں سب برابر ہو جاتی ہیں اور جس کو وصل یار کا اطمینان ہو چکا ہے اور گویا کہ اس طرح وصل یار اس کے پاس رہین ہو جاتا ہے اس کو اپنی عارضی ناکامیوں کا کچھ خوف نہیں ہوتا اور جس کو یہ اطمینان ہو جائے کہ بازی میں ہی جیتوں گا اس کے نزدیک گھوڑے یا خیل کا مارا جانا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر طالب اسپ اس کا گھوڑا لے جائے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ مقدمہ ہے اس کی فتح کا۔ کیونکہ اس سے اس کے لئے بازی کا راستہ کھلتا ہے جس سے وہ اپنے حریف کو شکست دے گا۔ ایسی حالت میں اس کو گھوڑے کے مرنے کا کیا رنج ہو سکتا ہے کیونکہ آدمی کو گھوڑے سے رشتہ داری کا تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو جو کچھ تعلق ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ اس کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ پس جبکہ ترقی اس کے مرنے کی صورت میں ہی حاصل ہے تو اس کا مرنا اس کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا سکتا۔

جب یہ مضمون معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہئے کہ تم صورتوں کے لئے زحمت نہ اٹھاؤ اور صورتوں کے لے، درد سر کئے بغیر معنی حاصل کرو کیونکہ مقصود صورتیں نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود حقیقت ہے جیسے کہ شطرنج میں اصل مقصود ہاتھی گھوڑا نہیں ہے بلکہ اصل مقصود مات دینا ہے۔ پس جس طرح شطرنج باز حصول فتح کے لئے ہاتھی گھوڑے کی پرواہ نہیں کرتا اور ان کو مروا دیتا ہے یونہی تم بھی حقیقت پر صورتوں کو قربان کر دو اور لذات روحانیہ کے لئے لذات جسمانیہ کو چھوڑ دو اور آخرت کے لئے دنیا کو وغیرہ وغیرہ ہاں تو ہم نے اوپر کہا تھا کہ مآل بین اپنی عارضی ناکامیوں کا کچھ خیال نہیں ہوتا اور اس مضمون کو ہم نے واقعات سے ثابت کیا تھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ زاہد خشک چونکہ مآل کار سے ناواقف ہوتا ہے اس لئے اسے نتیجہ کی فکر ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھئے کہ قیامت میں ہمارا انجام کیا ہوتا ہے مگر عارف آغاز سے واقف ہوتے ہیں اس لئے ان کو نتیجہ کے متعلق کوئی فکر نہیں ہوتی۔ یہ ضرور ہے کہ پہلے اہل عرفان بھی امید وبیم کی حالت میں ہوتے ہیں مگر اس کے آغاز دانی اس امید وبیم کو چٹ کر جاتی ہے دیکھ جو شخص ہوتا ہے وہ مآل کار کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ انبار غلہ کیا ہوتا ہے اس لئے اس کو اس کے متعلق کوئی فکری نہیں ہوتی۔ پس چونکہ عرفاء بھی آغاز دانی کے سبب مآل کار سے واقف ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی امید وبیم کے مخمصہ سے نجات پا جاتے ہیں اور تیغ حق کے اس شور وشغب اور ہائے وائے کا خاتمہ کر دیتی ہے اور گو ابتداء میں ان کو بھی خدا

سے امید وبیم دونوں ہوتے ہیں مگر آخر میں خوف فنا ہو جاتا ہے اور صرف امید ظاہر ہو جاتی ہے اور خوف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور وہ بتمامہ امید ہو جاتا ہے اور خوف سراپا نور بن کر تابع خورشید امید ہو جاتا ہے۔

فائدہ:۔ تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ جب تک آدمی محجوب ہوتا ہے اس وقت تک اس کو نجات وعدم نجات کے بارے میں خلجان رہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھئے نجات ہوگی یا نہیں لیکن جب وہ عارف ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کو نجات کی طرف سے اطمینان ہو جاتا ہے اور وہ خلجان جو پیشتر تھا دفع ہو جاتا ہے۔ اطمینان سے مراد ہماری یقین نہیں ہے بلکہ محض سکون قلب مراد ہے) اور وجہ اس اطمینان کی یہ ہوتی ہے کہ اس کو حق سبحانہ کے وعدہ پر اطمینان ہوتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ بدوں جرم کے سزا نہ دیں گے۔ پس وہ نجات کی طرف سے تو بےفکر ہو جاتا ہے اب جو کچھ فکر ہوتی ہے وہ اس کی ہوتی ہے کہ اعمال میں کوئی خرابی نہ آئے اور وہ اپنے اعمال کو درست رکھتا ہے اور ان کی درستی کی خود بھی کوشش کرتا ہے اور حق سبحانہ سے اس میں مدد لیتا ہے اور جبکہ وہ حق سبحانہ کی عنایات کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کی توفیق اور امداد کو اپنے شامل حال پاتا ہے تو اس کو اعمال کی طرف سے بھی اطمینان ہو جاتا ہے اور اب اس کو ناجت کے متعلق بالکل خلجان نہیں رہتا۔ لیکن چونکہ عقلاً وہ یہ جانتا ہے کہ نہ فی نفسہ مجھ سے صدور معصیت کفر وغیرہ ناممکن ہے اور نہ حق سبحانہ پر میری حفاظت واجب ہے اور نہ اس نے میری حفاظت کا قطعی طور پر وعدہ کیا ہے اس لئے عقل خوف اس کو ضرور ہوتا ہے۔ پس اس تقریر پر مولانا کا کلام خلاف حدیث الایمان بین الخوف و الرجاء نہ ہوگا۔ واللہ اعلم)

خیر ایاز امتحان شاہ سے واقف تھا اس لئے اس نے وہی کیا جو بادشاہ چاہتا تھا اور اس کے دھوکہ سے مغالطہ میں نہیں پڑا اور خلعت اور وظیفہ نے اسے گمراہ نہ کیا بلکہ اس نے بحکم شاہی موتی کو توڑ دیا۔ جب اس نے وہ خاص موتی توڑا تو امیروں نے چلانا شروع کیا کہ ارے یہ کیا بےباکی ہے کہ ایسا بیش بہا موتی توڑ دیا گیا۔ واللہ وہ شخص نہایت کافر نعمت شاہی ہے جس نے ایسے بیش بہا موتی کو توڑ دیا۔

اس پر مولانا فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ایاز کے خلاف شور وشر کرتے ہیں جس نے کہ حکم شاہی سے ایک موتی کو توڑ دیا تھا۔ حالانکہ خود انہوں نے اپنی جہالت اور اندھے پن سے امر سلطانی کے موتی کو توڑ دیا ہے یہ روش ان کی نہایت غلط ہے کیا مہر ومحبت اور خلوص ووفا کا نتیجہ فی الواقع قیمت گوہر ہے جس کی رعایت کو وہ اپنی محبت ووفا کا اور جس کا خیال نہ کرنے کو ایاز کے نمک حرامی کا شاہد بناتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے زیرک طبیعتوں پر اتنی کھلی ہوئی بات کیسے مخفی رہی۔

اس کو ختم کر کے مولانا ایاز کے جواب کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاز نے کہا کہ اے معزز سردارو تم بتلاؤ کہ کیا امر شاہی زیادہ قیمتی ہے یا موتی اور خدا کے لئے تم مجھے بتلاؤ کہ تمہارے نزدیک امر سلطانی اچھا ہے یا یہ عمدہ موتی۔ صاحبو تمہاری نظر موتی پر ہے اور بادشاہ پر نہیں ہے اور تمہارا قبلہ توجہ راہ راست نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو کہ تم کو راہ راست سے ہٹاتا ہے مگر میں تو بادشاہ ہی پر نظر رکھوں گا اور اس سے اپنی نظر نہ ہٹاؤں گا اور مشرکین کی طرح ایک پتھر کی طرف رخ نہ کروں گا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بے کمال ہے وہ شخص جو کہ رنگین پتھر (حطام دنیا) کو قبول کرے اور امر حق سبحانہ کو پس پشت ڈال دے۔ اس سے کوئی کہے کہ ارے بے وقوف تو حسین معشوقوں وغیرہ کی طرف سے منہ موڑ لے اور اپنے عقل کو رنگ پیدا کرنے والے کے مشاہدۂ جمال میں متحیر کر اور گھڑے کو توڑ کر ندی میں گھس جا یعنی مطلوبات حسیہ کے بو و رنگ کو آگ لگا اور ان کی معدن کو مطمح نظر بنا اور اگر تو راہ دین کا ڈاکو نہیں ہے تو مرد بن اور عورتوں کی طرح رنگ و بو کو مقصود نہ بنا۔ اس مضمون کو ختم کر کے پھر مقولہ ایاز کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاز نے کہا کہ اصل گوہر تو امر شاہ ہے لیکن تم نے کھلم کھلا اس موتی کو توڑ دیا اور تمہیں اس کا کچھ بھی خیال نہ ہوا۔ میں نے ایک پتھر کو توڑا وہ بھی حکم شاہی سے تو تم مجھ پر ملامت کرتے ہو کتنی ناانصافی کی بات ہے۔ پس جبکہ ایاز نے اس راز کو کھولا ہے تو تمام امیر ذلیل اور پریشان ہوگئے اور دل سے اپنی بھول کا عذر کرتے ہوئے سب نے مارے شرم کے سر جھکا لئے اور ہر شخص کے دل سے اس وقت مارے غم کے سینکڑوں آہیں دھوئیں کی طرح آسمان پر جاری تھیں۔

قصد کردن شاہ بقتل امراو شفاعت کردن ایاز پیش تخت کہ العفو اولےٰ

بادشاہ کا امیروں کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور تخت کے سامنے ایاز کا سفارش کرنا کہ معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کرد اشارت شہ بجلاد کہن	کہ ز صدرم ایں خساں را پاک کن
شاہ نے پرانے جلاد کو اشارہ کیا	کہ ان کمینوں کو میرے دربار سے صاف کر دے
ایں خساں چہ لائق صد منند	کز پئے سنگ امر مارا بشکنند
یہ کمینے کیا میرے دربار کے لائق ہیں؟	جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں
امر ما پیش چنیں اہل فساد	بہر رنگیں سنگ شد خوار و کساد
ایسے مفسدوں کے نزدیک ہمارا حکم	رنگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کھوٹا ہو گیا
پس ایاز مہر افزا بر جہید	پیش تخت آں الغ سلطاں دوید
پھر محبت بڑھانے والا ایاز اٹھا	سلطان اعظم کے تخت سامنے دوڑ کر گیا
سجدۂ کرد و گلوی خود گرفت	کاے قبادے کز تو چرخ آرد شگفت
سجدہ کیا اور اپنا گلا پکڑا	کہ اے شاہ! کہ تجھ سے آسمان تعجب میں ہے
اے ہمای کہ ہمایاں فرخی	از تو دارند و سخاوت ہر سخی
اے ہما! کہ سب ہما برکت	اور تمام سخی سخاوت تجھ سے حاصل کرتے ہیں
اے کریمے کہ کرمہائے جہات	محو گردد پیش ایثارت نہاں
اے وہ کریم! کہ جہان کے کرم	تیرے مخفی ایثار کے آگے محو ہو جاتے ہیں

اے لطیفے کہ گل سرخت چو دید	از خجالت پیرہن را بردرید
اے وہ صاحب لطف کہ جب گل سرخ نے تجھے دیکھا	شرمندگی سے لباس چاک کر ڈالا
از غفوری تو غفراں چشم سیر	روبہاں برشیر از عفو تو چیر
تیری مغفرت سے ' مغفرت سیر چشم ہے	تیری معافی سے ' لومڑیاں شیر پر غالب ہیں
جز کہ عفو تو کرادارد سند	ہر کہ باامر تو بیباکی کند
تیری معافی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے؟	جو شخص تیرے حکم پر بیباکی کرے
غفلت و گستاخی ایں مجرماں	از وفور عفوتست اے عفوراں
ان خطاواروں کی غفلت اور گستاخی	اے معافی دینے والے! تیری معافی کی کثرت کی وجہ سے ہے

شرح حبیبی

بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ ان نااہلوں کو میرے دربار سے صاف کردے۔ یہ نااہل میرے دربار کے کیا قابل ہو سکتے ہیں؟ کہ ایک پتھر کے لئے ہمارے حکم کو توڑتے ہیں اور ہمارا حکم ان خراب لوگوں کے نزدیک ایک رنگین پتھر کے لئے بے وقعت اور ناقابل قبول ہوگیا۔ جب بادشاہ نے یہ حکم دیا تو ایاز مشفق اپنی جگہ سے فوراً اٹھا۔ اور دوڑا ہوا اس عظیم الشان بادشاہ کے تخت کے سامنے آیا اور آداب شاہی بجالایا اور مطابق رسم دربار اپنے گلے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ اے وہ کیقباد جس کی رفعت وعلومرتبت سے آسمان بھی متعجب ہے اور اے وہ ہما جس سے اور ہما سعادت حاصل کرتے ہیں اور جس سے ہر سخی سخاوت حاصل کرتا ہے اور اے وہ کریم جس کی بخشش کے سامنے تمام عالم کے کرم محو اور مخفی ہو جاتے ہیں اور اے وہ پاکیزہ جس کو گل سرخ نے دیکھا تو شرمندگی سے اپنا پیراہن سرخ ولطیف پھاڑ ڈالا۔ آپ کی بخشش سے خود بخشش سیر چشم ہے کہ وہ کسی کے جرم کو خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو نظر میں نہیں لاتے۔

شیر پر غالب ہیں یعنی یہ مجرم خود حضور والا کے سامنے گستاخی کرتے ہیں آپ ان مجرموں کا قصور معاف فرما دیجئے اور ان کی جان بخشی کیجئے بھلا جو حضور کے حکم ساتھ گستاخانہ برتاؤ کرے گا وہ حضور کے عفو کے سوا کسی پر بھروسہ کر سکتا ہے کسی پر نہیں پس ان مجرموں کی غفلت اور گستاخی حضور ہی کے عفو سے ناشے ہے۔

فائدہ:۔ ان اشعار میں صورت قصہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

دائماً غفلت ز گستاخی دمد	کہ برد تعظیم از دیدہ رمد
غفلت' ہمیشہ گستاخی سے پیدا ہوتی ہے	کیونکہ آنکھیں دکھنا آنکھوں سے تعظیم کو ختم کر دیتا ہے
غفلت و نسیان بد آموختہ	ز آتش تعظیم گردد سوختہ
سیکھی ہوئی بری غفلت اور بھول	تعظیم کی آگ سے جل جاتی ہے

ہیبتش بیداری و فطنت دہد	سہو و نسیاں از دلش بیروں جہد
اس کی ہیبت بیداری اور سمجھ عطا کرتی ہے	بھول اور نسیان اس کے دل سے نکل جاتا ہے
وقت غارت خواب ناید خلق را	تا نبرباید کسے زو دلق را
لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی ہے	تاکہ کوئی اس کی گدڑی نہ لے اڑے
خواب چوں درمیرمد از بیم دلق	خواب و نسیاں کے بود با بیم حلق
جب گدڑی کے ڈر سے نیند بھاگ جاتی ہے	گلے کے ڈر سے نیند اور بھول کب ہوتی ہے؟
لاتؤاخذان نسینا شد گواہ	کہ بود نسیاں بوجہے ہم گناہ
''اگر ہم بھول گئے تو تو پکڑ نہ کر'' گواہ ہے	کہ بھول بھی ایک طرح سے گناہ ہے
زانکہ استکمال تعظیم او نہ کرد	ورنہ نسیاں در نیاوردے نبرد
کیونکہ اس نے تعظیم کی تکمیل نہ کی	ورنہ بھول، مصیبت نہ لاتی
گرچہ نسیاں لابدو ناچار بود	در سبب ور زیدن او مختار بود
اگرچہ بھول ضروری اور لاعلاج ہے	(لیکن) سبب اختیار کرنے میں وہ صاحب اختیار ہے
چوں تہاون کرد در تعظیمہا	تاکہ نسیاں زاد با سہو و خطا
جب اس نے عظمتوں میں سستی برتی	یہانتک کہ سہو اور غلطی سے نسیان پیدا ہوا
ہمچو مستے کو جنایتہا کند	گوید او معذور بودم من ز خود
اس مست کی طرح جو ظلم کرے	اور کہے، میں اپنے بارے میں معذور تھا
گویدش لیکن سبب اے زشت کار	از تو بد در رفتن آں اختیار
اس کو (حاکم) کہے گا، اے بدکار! لیکن سبب	تیری جانب سے تھا اس اختیار کے چلے جانے میں
بیخودی نامد بخودتش خواندی	اختیارت خود نشد تش راندی
''خودی خود نہیں آئی تونے خوداس کو بلایا	تیرا اختیار خود ختم نہ ہوا تونے اس کو بھگایا
گر رسیدے مستی بے جہد تو	حفظ کردے ساقی جاں عہد تو
اگر تیری کوشش کے بغیر مستی پیدا ہو جاتی	تو روح کا ساقی تیرے عہد کی حفاظت کرتا
پشت دارت او بدے عذر خواہ	من غلام زلت مست آلہ
وہ تیرا عذر خواہ ہوتا (اور) مددگار ہوتا	میں خدائی مست کی لغزش کا غلام ہوں

شرح حبیبی

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہمیشہ غفلت ترک تعظم سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ لحاظ عظمت کا خاصہ ہے کہ وہ آنکھ کی بیماری کو کھودیتا اور نظر کو تیز کردیتا ہے اور خوف آدمی کو بیداری اور سمجھ عطا کرتا ہے اور اس کے سبب سہو اور نسیان دل سے بالکل نکل جاتا ہے۔ دیکھو لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی بدیں خیال کہ کوئی ہماری گدڑی نہ اتار لے جائے۔ پس جبکہ گدڑی کے خوف سے نیند اڑ جاتی ہے تو جان کے خوف کے ساتھ نیند یا بھول کیسے ہوسکتی ہے۔ یہ دلیل تو عقلی تھی اب ہم اس کا ثبوت قرآن سے دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ **لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطاء نا** شاہد ہے اس بات کا کہ خطاونسیان ہی ایک حیثیت سے گناہ ہیں۔ ورنہ درخواست معافی کے کیا معنی اور راز اس کا یہ ہے کہ ناسی اور خاطی نے عظمت حق سبحانہ کا لحاظ کامل نہیں رکھا ورنہ خطاونسیان اس پر حملہ نہ کرتے۔

یہ ضرور ہے کہ خطاونسیان اضطراری ہیں مگر اختیار سبب یعنی ترک تعظیم میں تو وہ مختار تھا پھر اس نے تعظیم میں کیوں کوتاہی کی جس کا اثر یہ ہوا کہ نسیان یا سہو وخطا پیدا ہوئے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے وہ مست جو مستی میں جرائم کا ارتکاب کرے اور کہے کہ میں معذور تھا کیونکہ اس کا جواب صاحب حق یہ دے گا کہ ہم نے مانا کہ مستی کی حالت میں تو مجبور تھا لیکن اس اختیار کے زوال کا سبب تیری طرف سے تھا پھر تو نے اس کا ارتکاب کیوں کیا۔ بے خودی خود نہیں آتی تھی بلکہ تو نے خود اسے بلایا تھا اور تیرا اختیار خود نہ زائل ہوا تھا۔ بلکہ تو نے خود اسے زائل کیا تھا لہذا تو معذور نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر مستی بلا تیری کوشش کے طاری ہوتی تو حق سبحانہ جو کہ روح کو مست کرنے والے ہیں تیرے عہد کا لحاظ رکھتے۔ اور اس سے تجھ پر عہد شکنی کا الزام نہ لگاتے اور خود تیرے حامی اور تیری طرف سے معذرت کرنے والے ہوتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اس لئے تو معذور نہیں ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں مست حق کی لغزش کا قائل ہوں کہ اس کی خطا بھی صواب ہے۔

عفوہائے جملہ عالم ذرۂ	عکس عفوت اے ز تو ہر بہرۂ
تمام جہان کی معافیاں ایک ذرہ ہیں	اے وہ ذات! کہ ہر حصہ تیری معافی کا عکس ہے
عفو ہا گفتہ ثنای عفو تو	نیست کفوش ایھا الناس اتقوا
تمام معافیوں نے تیری معافی کی تعریف کی ہے	اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اے لوگو! ڈرو
جان شاں بخش وزخود شاں ہم مراں	کام شیرین تو اند اے کامراں
اس کی جان بخشدے اور اپنے آپ سے ان کو علیحدہ نہ کر	اے مراد مند! وہ تیرے شیریں مقاصد ہیں
رحم کن بروے کہ روئے تو بدید	فرقت تلخ تو چوں خواہد چشید
اس پر رحم کر جس نے تیرا دیدار کر لیا ہے	وہ تیری جدائی کی تلخی کیسے چکھے گا؟

از فراق و ہجر میگوئی سخن	ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
تو فراق اور جدائی کی بات کرتا ہے	جو چاہے کر' لیکن یہ نہ کر
در جہاں نبود بتر از ہجر یار	ایں سخن از عاشق خود گوشدار
دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے	اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ
صد ہزاراں مرگ تلخ شصت تو	نیست مانند فراق شست تو
ساٹھ درجے کی لاکھوں کڑوی موتیں	تیرے حلقہ (زلف) سے فراق کے مانند نہیں ہیں
تلخی ہجر از ذکور و از اناث	دور دار اے مجرماں را مستغاث
مردوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کو	اے خطاکاروں کے فریاد رس! دور رکھ
برامید وصل تو مردن خوش ست	تلخی ہجر تو فوق آتش ست
تیرے وصل کی امید پر مرنا بھلا ہے	تیری جدائی کی تلخی آگ سے زیادہ ہے

شرح حبیبی

یہاں سے پھر شفاعت ایاز کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاز نے کہا کہ تمام عالم کی معافیاں آپ کی عفو کے مقابلہ میں بالکل ہیچ اور آپ کی عفو کا عکس ہیں اور جو کچھ کسی کو ملا ہے وہ آپ ہی سے ملا ہے اور تمام عفو آپ کی عفو کے مداح ہیں۔ (پس لوگو چونکہ عالم میں اس کی عفو کا کوئی ہمسر نہیں ہے اس لئے تم اپنے عفو کو اس کے عفو کے برابر کہنے سے بچنا) آپ ان کی جان بخشی فرمائیں اور ان کو اپنے دربار سے نکالیں ہی نہیں کیونکہ یہ آپ کے ارکان دولت اور آپ کی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کا روئے مبارک دیکھا ہے آپ ان پر رحم فرمائیں اور آپ کو اپنے سے جدا نہ کریں۔ کیونکہ وہ آپ کی ناگوار جدائی کا مزہ کیسے چکھ سکیں گے۔ آپ مفارقت اور جدائی کا نام لیتے ہیں آپ ایسا نہ کریں اور اس کے سوا آپ جو کچھ چاہیں کریں مگر یہ نہ کریں۔ اور آپ اپنے عاشق کی اس بات کا خیال رکھیں کہ دنیا میں کوئی چیز دوستی جدائی سے بدتر نہیں ہے۔ لاکھوں نہایت ناگوار موتیں آپ کے پھندے سے جدائی کے برابر ناگوار نہیں ہوسکتیں۔ پس اے مجرموں کے فریادرس آپ مردوں اور عورتوں سے تلخی ہجر کو دور رکھئے اور ان کو اپنے وصال سے بہرہ مند رکھئے کیونکہ آپ کا وصل اتنا مرغوب اور محبوب ہے کہ اس کی امید میں مرجانا بھی بہتر ہے اور آپ کا فراق اتنا ناگوار ہے کہ اس کی ناگواری آتش دوزخ سے بڑھی ہوئی ہے۔

فائدہ:۔ ان اشعار میں مولانا نے ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو اشارہ کرتے ہیں اس طرف کہ اس قصہ میں محمود سے مراد حق سبحانہ ہیں اور ایاز سے عبد حقیقی اور اس قصہ سے مولانا کا مقصود یہ ہے کہ اہل اللہ اور حق سبحانہ کا آپس کا تعلق ظاہر ہو۔

گبر میگوید میان آں سقر	چہ غمم بودے گرم کردے نظر
دوزخ کے درمیان کافر کہہ رہا ہے	اگر وہ مجھ پر نظر کر لیتا' مجھے کیا غم ہوتا

کاں نظر شیریں کنندہ رنجہاست	سحراں را خونبہائے دست و پاست
کیونکہ وہ نظر غموں کو شیریں بنا دینے والی ہے	جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کا خونبہا ہے

تفسیر گفتن ساحراں فرعون را در وقت سیاست کہ لاضیر انا الیٰ ربنا منقلبون

سزا کے وقت فرعون سے ساحروں کے ''کوئی نقصان نہیں بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں'' کہنے کی تفسیر

نعرۂ لاضیر بشنید آسماں	چرخ گوئے شد پئے آں صولجاں
آسمان نے ''کوئی ضرر نہیں'' کا نعرہ سنا	اس بلے کے لئے آسمان گیند بن گیا
ضربت فرعون مارا نیست ضیر	لطف حق غالب بود بر قہر غیر
فرعون کی سزا ہمارے لئے نقصان نہیں ہے	دوسرے کے قہر پر اللہ (تعالیٰ) کا کرم غالب ہے
گر بدانی سر مارا اے مضل	میرہانی ماں زرنج اے کور دل
اے گمراہ کرنے والے! اگر تو ہمارا راز جان لے	اے دل کے اندھے! ہمیں تکلیف سے نجات دے دیتا
ہیں بیا ایں سو ببیں کایں ارغنوں	میزند یالیت قومی یعلمون
خبردار! ادھر آ دیکھ یہ باجا	''کاش میری قوم جان لیتی'' بجا رہا ہے
داد مارا فضل حق فرعونیے	نے چنیں فرعونیے بے عونیے
اللہ (تعالیٰ) کے فضل نے ہمیں فرعونی عطا کر دی ہے	وہ فرعونی نہیں' جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو
سر برآور ملک بیں زندہ و جلیل	اے شدہ غرہ بمصر و رود نیل
سر اٹھا' زندہ اور عالیشان سلطنت کو دیکھ	اے' مصر اور دریائے نیل پر مغرور
گر تو ترک ایں نجس خرقہ کنی	نیل را در نیل جاں غرقہ کنی
اگر تو اس ناپاک چیتھڑے کو چھوڑ دے	تو نیل کو' جان کے نیل میں ڈبو دے
ہیں بدار از مصر اے فرعون دست	درمیان مصر جاں صد مصر ہست
خبردار! اے فرعون! مصر سے ہاتھ اٹھا لے	جان کے مصر میں' سینکڑوں مصر ہیں
تو ''انا رب'' راہمی گوئی بعام	غافل از ماہیت ایں ہر دو نام
تو عوام سے ''میں خدا ہوں'' کہتا ہے	(حالانکہ) تو ان دونوں ناموں کی ماہیت سے غافل ہے
رب بر مربوب کے لرزاں بود	کے انا داں بند جسم و جاں بود
پروردگار زیرپرورش سے کب لرزتا ہے؟	''انا'' کو جاننے والا جسم اور جان کا پابند کب ہوتا ہے؟

نک انامائیم رستہ از انا	از انائے پربلائے پر عنا
دیکھ! ''انا'' ہم ہیں ''انا'' سے چھوٹے ہوئے	اس ''انا'' سے جو مصیبت (اور) مشقت سے پر ہیں
آں انائے برتو اے سگ شوم بود	در حق ما دولت محتوم بود
اے کتے! وہ ''انا'' تیرے لئے منحوس تھی	ہمارے حق میں یقینی دولت تھی
گر نبودت ایں انائے کینہ کش	کے زدے برما چنیں اقبال خوش
اگر یہ کینہ نکالنے والا ''انا'' تیرے اندر نہ ہوتا	تو ایسا اچھا نصیبہ ہمیں کب حاصل ہوتا؟
شکر آں کز دار فانی میرہیم	برسر ایں دار پندت میدہیم
اس کا شکر ہے کہ ہم دار فانی سے چھوٹ رہے ہیں	اس سولی پر ہم تجھے نصیحت کر رہے ہیں
دار قتل ما براق رحلت ست	دار ملک تو غرور و غفلت ست
ہمارے قتل کی سولی' سفر کا براق ہے	تیرا دارالسلطنت ' غرور اور غفلت ہے
ایں حیات خفیہ در نقش ممات	واں ممات خفیہ در قشر حیات
یہ خفیہ زندگی ہے' جو موت کی صورت میں ہے	وہ خفیہ موت ہے' جو زندگی کے چھلکے میں ہے
می نماید نور نار و نار نور	ورنہ دنیا کے بدے دارالغرور
نور' آگ اور آگ نور' نظر آتی ہے	ورنہ دنیا دارالغرور کب ہوتی؟
ہیں مکن تعجیل اول نیست شو	چوں غروب آری برار از شرق ضو
خبردار! جلدی نہ کر پہلے نیست بن	جب تو غروب کر گیا مشرق سے روشنی لا
آں انائے در ازل دل تنگ شد	زیں انا جاں بیخود و دل دنگ شد
وہ ''انا'' ازل میں دل تنگ ہے	اس ''انا'' سے جان بیخود اور دل حیران ہو گیا
آں انائے سرد گشت و تنگ شد	زیں انا خم دادہ ہمچو چنگ شد
وہ ''انا'' سرد اور تنگ ہے	یہ مست ''انا'' چنگ کی طرح ہے
زاں انائے بے انا خوش گشت جاں	شد جہان او از انائے ایں جہاں
اس بے ''انا'' کے ''انا'' کہنے سے جان خوش ہو گئی	وہ اس جہاں سے کود جانے والی ہو گئی
از انا چوں رست اکنوں شد انا	آفرینہا برانائے بے عنا
جب ''انا'' سے چھوٹ گئی اب ''انا'' ہو گئی	بے مشقت کی ''انا'' کو شاباش ہے

او گریزاں دانائے در پیش	می دود چوں دید وے را بے ویش
وہ بھاگ رہا ہے اور "انا" اس کے درپے ہے	وہ "انا" دوڑتی ہے جب وہ اس کو اپنے بغیر دیکھتی ہے
طالب اوئی نگردد طالبت	چوں بمردی طالبت شد مطلبت
تو اس کا طلبگار ہے، وہ تیری طلبگار نہ بنے گی	جب تو مر گیا تیرا مطلوب تیرا طالب بن گیا
زندۂ کے مردہ شو شوید ترا	طالبی کے مطلبیت جوید ترا
تو زندہ ہے، مردے کو نہلانے والا تجھے کب نہلائے گا؟	تو طلبگار ہے، مطلوب تجھے ڈھونڈے گا؟
اندریں بحث ار خرد رہ بیں بدے	فخر رازی راز دار دیں بدے
اس بحث میں اگر عقل راستہ دیکھنے والی ہوتی	(تو) فخر (الدین) رازی دین کے راز دار ہوتے
لیک چوں من لم یذق لم یدر بود	عقل و تخیلات او حیرت فزود
لیکن چونکہ "جس نے نہ چکھا اس نے نہ جانا" ہے	ان کی عقل اور تخیلات نے حیرت میں اضافہ کر دیا
کے شود کشف از تفکر ایں انا	ایں انا مکشوف شد بعد الفنا
غور کرنے سے یہ "انا" کب کھلتی ہے	یہ "انا" فنا کے بعد کھلی ہے
می فتد ایں عقلہا در افتقاد	در مغا کے وحلول و اتحاد
جستجو میں یہ عقلیں جا گرتی ہیں	گڑھے اور حلول و اتحاد میں

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا اپنے مقصود کی تصریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مضمون بالا سے کنایۃً تم کو حق سبحانہ کے فراق کی سختی معلوم ہوئی ہے اور اس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس کے ہجر کی سختی آتش دوزخ سے بڑھ کر ہے اب اس کنایہ کی توضیح اور اس دعویٰ کی دلیل سنو کفار دوزخ میں کہیں گے کہ اگر آپ ہم پر عنایت کرتے تو پھر ہمیں دوزخ کا بھی ملال نہ ہوتا وجہ اس کی یہ ہے کہ نظر عنایت تکالیف کو خوشگوار بنا دینے والی اور ساحروں کے ہاتھ پاؤں کا خون بہا ہے۔ چنانچہ جب فرعون نے جادوگروں کو سولی دینے اور پاؤں کاٹنے کی دھمکی دی تو انہوں نے آپ کی نظر کے شوق میں اس کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ اور لا ضیر کا اس قدر زور سے نعرہ لگایا کہ اس کو گوش فلک نے بھی سن لیا اور اس بلا کے سامنے آسمان بھی گیند ہو گیا (یعنی یہ نعرہ آسمان سے یوں ٹکرایا جیسے بلا گیند سے ٹکراتا ہے یا یہ کہ اس کو سن کر آسمان یوں رقص کرنے لگا جیسا کہ گیند بلے سے رقص کرتی ہو واللہ اعلم) اور انہوں نے نہایت زور سے کہا کہ فرعون کی مار سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ کی ہم پر عنایت ہے اور خدا کی عنایت دوسروں کے غصہ پر غالب ہے اس کے بعد انہوں نے فرعون کو خطاب کیا اور کہا کہ او گمراہ کرنے والے فرعون اگر تجھے ہماری باطنی

حالت معلوم ہوتو تو بھی یقین کر لے کہ تو ہم کو تکلیف نہیں دے رہا ہے۔ بلکہ ہم کو تکلیف سے نجات دے رہا ہے۔
دیکھ ادھر آ اور سن کہ ہماری ارواح کا ارگن یالیت قومی یعلمون کا راگ گا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ کاش لوگوں کو معلوم ہو کہ ہمیں اس تکلیف میں کس قدر راحت ہے خدا نے ہم کو اپنے فضل سے روحانی بادشاہت عطا کی ہے جو کہ اس سلطنت جسمانی سے بڑھ کر ہے جو تجھ کو عنایت ہوئی ہے کیونکہ ہماری سلطنت باقی ہے اور تیری سلطنت فانی نیز ہماری سلطنت رنج و غم سے پاک صاف ہے اور تیری سلطنت میں ان کی آمیزش ہے ارے مصر اور رود نیل سے دھوکا کھائے ہوئے تو ذرا ظلمات ناسوت سے سر تو باہر نکال اور دیکھ تو سہی کہ اقلیم روحانی کس قدر عظیم اور زندہ ہے اور پائیدار ہے۔ اس کے بعد تجھے اپنی بادشاہی کی حقیقت معلوم ہوگی اگر تو اس ناپاک لباس تن کو چھوڑ دے تو پھر تو رود نیل کو روح کے دریائے معرفت میں ڈبو دے یعنی اس دریا کے سامنے اس دریا کو بے قدر سمجھ کر چھوڑ دے۔
دیکھ فرعون کہنا مان اور ملک مصر کو چھوڑ کر سلطنت روحانی حاصل کر۔ اس لئے کہ اس سلطنت میں ایسی ایسی سینکڑوں سلطنتیں ہیں احمق تو لوگوں سے کہتا ہے کہ میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ یہ تیری کتنی بڑی حماقت ہے کیونکہ نہ تو آنا اور میں کے حقیقت جانتا ہے اور نہ رب کی۔ اس لئے کہ تجھے اپنی سلطنت کے متعلق اندیشہ ہے اور تو ڈرتا ہے کہ کہیں موسیٰ (علیہ السلام) اپنا اثر جما کر میری سلطنت نہ چھین لے اور لوگوں کو مجھ سے نہ توڑ لے حالانکہ جب تو رب اعلیٰ ہے تو ملک وغیرہ سب تیرے مربوب ہیں پھر تجھے کیا خوف ہے بھلا کبھی رب کو اپنے مربوب کے متعلق کوئی اندیشہ ہوتا ہے اور کیا وہ ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی میرا ملک نہ چھین لے وغیرہ وغیرہ ہرگز نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تو رب کی حقیقت نہیں جانتا۔
اچھا اب سن کہ تو انـــــا اور میں کی حقیقت بھی نہیں سمجھتا کیونکہ جو اپنے کو جانتا ہے وہ ہرگز تن پروری میں مشغول نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا خالق اور میرا مالک اور میرا حاکم اور مربی خدا ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ میں اس کے احکام بجالاؤں۔ پس ثابت ہوا کہ تو انـا کی حقیقت بھی نہیں سمجھتا۔ دیکھ انـا کے معنی جاننے والے ہم ہیں کہ ہم نے خودی یعنی تکلیف کی بھری ہوئی خودی کو چھوڑ دیا اور اپنے کو خدا کا مطیع بنا دیا یہ تیری انانیت گو تیرے لئے منحوس ثابت ہوئی۔ مگر ہمارے لئے اعلیٰ دولت ہوگئی کیونکہ اگر تیرے کینہ کش انانیت نہ ہوتی تو ہمیں یہ خوش قسمتی شہادت کیسے میسر ہوتی۔ خیر الحمدللہ! کہ اب ہم اس دار فانی سے رخصت ہوتے ہیں۔ مگر سولی پر چڑھے ہوئے محض خیر خواہی سے تجھے بھی نصیحت کرتے ہیں کہ تو اس جہالت کو چھوڑ اور طاعت و عبودیت حق کو اختیار کر۔ تو ہماری سولی کو حقیر اور اپنی سلطنت کو وقیع سمجھ کر ہماری نصیحت کو نظر انداز نہ کرنا۔ کیونکہ معاملہ بالعکس ہے۔ اس لئے کہ ہمارے قتل کی سولی ہمارے سفر آخرت کا براق ہے جو کہ ہم کو ہمارے محبوب اور بادشاہ تک پہنچائے گا اور تیرا دارالحکومت تیری غفلت اور تیرے غرور اور بعد عن الحق کا ذریعہ ہے اور گو ہم مردہ ہیں اور تو زندہ مگر تو اس سے مغالطہ میں نہ پڑنا کیونکہ ہماری حیات روحانی موت جسمانی کی صورت میں مخفی ہے اور تیری موت روحانی بے وقعت حیات جسمانی میں مستور ہے۔ اس لئے یوں کہہ سکتے ہیں کہ نور آگ اور آگ نور دکھلائی دیتی ہے یعنی موت حیات معلوم ہوتی ہے اور حیات موت۔

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں ہونا بھی یہی چاہئے ورنہ دنیا دھوکے کا گھر کہلاتا ہے یہ جملہ معترضہ ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ساحروں نے کہا کہ دیکھ ہم کہتے ہیں کہ تو دعویٰ انا میں جلدی نہ کر۔ بلکہ اول اپنی خودی کو فنا کر۔ پس جب تو مٹ جائے اور آفتاب کی طرح غروب ہو جائے اس وقت مشرق روحانی سے آفتاب کی طرح چمکتا ہوا اور شاندار ہو کر نکل۔ اس وقت اگر تو انا کہے گا تو یہ انا برمحل ہوگی کیونکہ اس وقت تجھے بقاباللہ حاصل ہو جائے گی اور تو خدا کے رنگ میں رنگ جائے گا۔ اور ایسی حالت میں تیرا انا کہنا ایسا ہوگا جیسا کہ لوہے کا آگ سے سرخ ہو کر انا النار کہنا وغیرہ وغیرہ اور تیرا یہ کہنا ایک حد تک صحیح ہوگا۔

اب مولانا انائے فرعون اور انائے فانین کا فرق دکھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انائے فرعونی تو ازل میں بھی دل تنگ ہے۔ اور اناء فانین کی جان بے خود اور دل دنگ ہے (مطلب یہ ہے کہ اشخاص مبتلائے خودی کے راحت کے لئے وسعت ازل بھی کافی نہیں اور انا ہی بے خودی نہایت آرام دہ اور راحت بخش ہے۔) اور وہ انا بالکل بے مزہ اور پھیکی اور موجب دل تنگی و تکلیف ہے اور یہ انا چنگ کی طرح خم دی ہوئی اور مبنی بر انکسار و فنا اور موجب لذت و راحت ہے۔

اور اس انا سے جو کہ خودی سے خالی ہے جان خوش ہوتی ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے اس انا ناسوتی جس کا منشاء خودی ہے چھوٹ جاتی ہے اور جب کہ وہ اس انائے مذموم سے چھوٹ جاتی ہے تو اس کو انا کہنے کا منصب حاصل ہو جاتا ہے۔ سو کیا کہنا ہے اس انا کا جو مصائب خودی سے خالی ہو۔

دیکھو جب آدمی اپنے کو مرضیات حق میں فنا کر دیتا ہے اس وقت اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ انا سے بھاگتا ہے لیکن جب اناء محمود اس کو فانی محض پاتی ہے تو وہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑتی ہے اور اسے نہیں چھوڑتی۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی ہستی کو فنا کرتا ہے اور حق سبحانہ اسی کو اپنی طرف سے ایک نئی ہستی جس کو بقاباللہ کہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔ لیکن جب کہ تم خود ہستی اور خودی کے طالب ہو تو اس وقت وہ تم سے بھاگتی ہے اور تمہاری طالب نہیں ہوتی۔ ہاں جب تم اپنے کو فنا کر دو اور اپنی خودی کو مٹا دو اس وقت وہ تمہاری مطلوب ہستی تمہاری طالب ہوتی ہے اور تم کو لپٹتی ہے کیونکہ اس کے طلب کی شرط فناء طالب ہے اور جبکہ شرط مفقود ہو گئی تو مشروط بھی مفقود ہو گئی۔ دیکھو جب تک تم نہ مرو اس وقت تک تمہیں مردہ شو کیسے نہلا سکتا ہے اور جبکہ تم خود طالب ہو اس وقت تک مطلوب تمہارا طالب کیونکر ہو سکتا ہے اور جبکہ نہیں ہو سکتا تو عدم فنا کی صورت میں ہستی بھی تمہاری طالب نہیں ہو سکتی۔

اس مقام پر چونکہ مولانا نے فنا اور بقا اور دعویٰ انا کے متعلق بحث فرمائی ہے اور چونکہ مسئلہ فنا و بقا ایک وجدانی مسئلہ ہے جس کو ارباب احوال ہی خوب سمجھ سکتے ہیں اور جو لوگ صاحب حال نہیں ہیں وہ اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے جس طرح کہ لذت جماع کو کماحقہ وہی سمجھ سکتا ہے جسے جماع کا اتفاق ہوا ہو اور جس کو اتفاق نہیں ہوا وہ نہیں سمجھ سکتا اور ایسی حالت میں کچھ بعید نہیں تھا کہ لوگ اس بیان کو جو کہ پورے طور پر حقیقت فنا و بقا کو ظاہر نہیں کرتا کافی سمجھ جائیں اور گمراہ ہو جائیں۔

اس لئے مولانا لوگوں کو متنبہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو بحث فنا و بقا عقل کے ادراک سے باہر ہے اور یہ ایک امر ذوقی ہے جس کو صاحب حال ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور غیر صاحب حال عقل سے اس کی

حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اگر مجرد عقل اس بحث کا پتہ چلا لیتی تو امام فخر الدین رازی کو دین کا راز دار اور حامل اسرار شریعت ہونا چاہئے تھا۔ لیکن چونکہ امام موصوف صاحب حال نہ تھے اور اس لئے وہ ان معاملات کی حقیقت کو نہ جانتے تھے۔ بنابریں وہ عقلی تکے چلاتے تھے اور ان کی عقلی اور تخیلات بجائے حل مشکل کے ان کو اور حیرت میں ڈالتی تھیں۔ پس اگر تمہیں اس ہستی اور بقا کی حقیقت معلوم کرنی ہے جو کہ فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے تو فنا حاصل کرو کیونکہ اس ہستی اور بقا کی حقیقت غور اور فکر سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کی حقیقت حصول فنا سے معلوم ہوتی ہے عقلیں جب اس بحث میں پڑتی ہیں تو راہ راست سے ہٹ کر گمراہی کے گڑھے اور حلول واتحاد کے شبہ میں پڑ جاتی ہیں۔ نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد۔

اے ایاز گشتہ فانی ز اقتراب	ہمچو اختر در شعاعِ آفتاب
اے ایاز! تو قرب میں فانی بن گیا ہے	جیسا کہ ستارہ سورج کی شعاع میں
بلکہ چوں نطفہ مبدل تو بتن	نز حلول و اتحاد مفتتن
بلکہ جیسا کہ تیرا نطفہ جسم میں تبدیل ہوا	نہ کہ حلول اور پرفتنہ اتحاد سے
عفو کن اے عفو در صندوق تو	سابق لطفی ہمہ مسبوق تو
معاف کردے، اے وہ کہ معافی تیرے صندوق میں ہے؟	تو مہربانی میں سابق ہے سب تیرے پیچھے ہیں

شرح حبیبی

بعض محشین نے ان ابیات کو سلطان محمود کا مقولہ قرار دیا ہے اور بعض نے مولانا کا۔ محمود کا مقولہ ہونے پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب محمود نے عفو کو ایاز کے سپرد کر دیا تو اب ایاز کی اس معذرت کا کوئی موقع نہیں رہتا جو وہ آئندہ اپنے مطاعت کے متعلق کرتا ہے۔ بلکہ اس کا موقعہ اس سے پہلے اور شفاعت کے ساتھ ہے اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ معذرت از شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ میرا تو شفاعت کرنا بھی گستاخی ہے۔ چہ جائیکہ خود عفو کرنا۔ مگر یہ توجیہ جی کو نہیں لگتی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کو مولانا کا مقولہ کہا جائے اور یوں کہا جائے کہ چونکہ مولانا ابھی فنا کی بحث کر چکے ہیں اس لئے وہ اس سے فنائے ایاز کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ایاز جو کہ قرب شاہی کے سبب یوں فنا ہو گیا ہے جیسے خورشید کے نور میں ستارہ بلکہ جس کی یوں کایا پلٹ ہو گئی ہے جیسے نطفہ کی جسم بن کر۔ مگر نہ اس میں حلول کو دخل ہے اور نہ اتحاد کو۔ تو شفاعت کیوں کرتا ہے اور محمود سے کیوں درخواست کرتا ہے تو خود معاف کردے اس لئے کہ عفو تیرے قبضہ میں ہے کیونکہ تو محمود سے جدا نہیں اور مہربانی میں اور سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اور دوسرے لوگ سب اس صفت میں تجھ سے پیچھے ہیں کیونکہ تجھ میں یہ صفت خود تیری نہیں ہے بلکہ محمود کی ہے جو کہ اس صفت میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

فائدہ:۔ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ مسئلہ بقا و فنا ایک ایسا مسئلہ ہے جو صرف عقل سے بخوبی سمجھ میں نہیں آتا۔ بلکہ

جس پر یہ حال طاری ہو کما حقہ اس کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ لہذا ارباب حال جب اس مسئلہ کو دوسروں کو سمجھانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے تقریبی مثالیں اختیار کرتے ہیں جو پورے طور پر تو ممثل لہٗ پر منطبق نہیں ہوتیں۔ ہاں کچھ کچھ اس سے مناسبت رکھتی ہیں۔ اس لئے کبھی وہ اس کو لوہے اور آگ سے تشبیہ دیتے ہیں اور کبھی ستارہ اور آفتاب سے اور کبھی سرکہ اور شہد سے اور کبھی نطفہ اور جسم سے وغیرہ وغیرہ لیکن چونکہ یہ مثالیں تقریب فہم کے ساتھ مغالطہ میں بھی ڈالنے والی بھی ہوتی ہیں اس لئے وہ مغالطہ سے بچانے کے لئے کہیں کہیں تنبیہ بھی کر دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ مثالیں تقریبی ہیں نہ کہ تحقیقی۔

چنانچہ مولانا نے ابیات سابقہ میں فرمادیا ہے کہ یہ مسئلہ ذوقی اور وجدانی ہے جو کہ کما حقہ ذوق سے سمجھ میں آ سکتا ہے نہ کہ عقل سے۔ چنانچہ فرمایا ہے اندریں بحث از خرد راہ بیں بدے۔ اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ جس قدر مثالیں اس مسئلہ کی بیان کی جاتی ہیں وہ تقریبی ہوتی ہیں نہ کہ تحقیقی۔ جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو گیا تو اب سمجھو کہ مولانا نے اس مقام پر مسئلہ فنا کو اولاً تمثیل ستارہ و آفتاب سے بیان فرمایا تھا۔ مگر چونکہ یہ مثال اس لئے ناقص تھی کہ اس میں بعد فنا عود الی الحالۃ الاولیٰ ہوتا ہے جیسا کہ غروب آفتاب کے بعد ہوتا ہے مگر ممثل لہٗ میں عود نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سے ترقی کی اور اس کی تمثیل نطفہ اور تن سے بیان فرمائی لیکن یہ مثال بھی ممثل لہٗ کے بالکل مطابق نہیں ہے کیونکہ اس مثال میں بعض باتیں ایسی ہیں جو ممثل لہٗ میں نہیں مثلاً مثال مذکور میں نطفہ کی صورت نوعیہ بدل جاتی ہے اور ممثل لہٗ میں ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان بعد فنا بھی انسان ہی رہتا ہے۔ نیز مثال مذکور میں مفنی فیہ یعنی جسم خود فانی سے پیدا ہوا ہے اور ممثل لہ میں مفنی فیہ کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ پہلے سے ہوتا ہے اس لئے یہ مثال بھی تقریبی ہے اور مقصود صرف یہ ہے کہ جیسے مثال مذکور میں نطفہ بلا حلول اور اتحاد کے فنا ہو جاتا ہے اور فنا کے بعد حالت اولیٰ کی طرف عود نہیں کرتا یونہی ایاز بھی عمود میں بلا حلول واتحاد اور بدوں عود الی الحالۃ الاولیٰ فنا ہو گیا واللہ اعلم)

مجرم داشتن ایاز خود را دریں شفاعت گری وعذر رایں جرم خواستن ودراں عذر گوئی ہم خود را مجرم داشتن وایں شکستگی از شناخت وعظمت شاہ خیز دوانا اعلمکم باللہ واخشاکم وقال اللہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

اس سفارش کرنے میں ایاز کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اس خطا کی معافی چاہنا اور اس عذر گوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دینا اور یہ کسر نفسی شاہ کی عظمت اور پہچان سے پیدا ہوتی ہے" اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کو جاننے والے ڈرتے ہیں

من کہ باشم کہ بگویم عفو کن	اے تو سلطان و خلاصہ امر کن
میں کون ہوتا ہوں جو کہوں کہ معاف کر دیجئے؟	اے وہ کہ آپ بادشاہ اور "کن" کے امر کے خلاصہ ہیں
من کہ باشم کہ بوم من با منت	اے گرفتہ جملہ منہا دامنت
میں کون ہوتا ہوں کہ میں تیری ہستی کے سامنے موجود رہوں؟	اے وہ کہ تمام ہستیوں نے تیرا دامن تھاما ہے

من کے آرم رحم خلم آلود را	رہ نمایم علم حلم اندود را
میں غضب آلود رحم کب کر سکتا ہوں؟	میں تو حلم سے بھرے ہوئے علم کی رہنمائی کرتا ہوں
صد ہزاراں صفع را ارزانیم	گر زبون صفعہا گردانیم
میں لاکھوں طمانچوں کے لائق ہوں	اگر آپ مجھے طمانچوں کا مغلوب بنا لیں
من کیم تا پیشت اعلامے کنم	یا کہ وا یادت دہم شرط کرم
میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟	یا کہ آپ کو کرم کی شرط یاد دلاؤں
آنچہ معلوم تو نبود چیست آں	وآنچہ یادت نیست کو اندر جہاں
جو تجھے معلوم نہیں وہ کیا ہے؟	جو تجھے یاد نہیں وہ جہاں میں کہاں ہے؟
اے تو پاک از جہل وعلمت پاک ازاں	کہ فراموشی کند ویرانہاں
اے وہ کہ تو نادانی سے پاک ہے اور تیرا علم اس سے پاک ہے	کہ بھول اس کو چھپا دے
ہیچکس را تو کسے انگاشتی	ہمچو خورشیدش بنور افراشتی
تو نے ناچیز کو چیز ٹھہرایا	تو نے اس کو سورج کی طرح نور سے بلند کر دیا
چوں کسی کردی اگر لابہ کنم	مستمع شولابہ ام را از کرم
جب تو نے مجھے کچھ بنا دیا، اگر میں عاجزی کروں	تو کرم کر کے میری خوشامد کو سن لے
زانکہ از نقشم چو بیروں بردۂ	آں شفاعت ہم تو خود را کردۂ
اس لئے کہ جب تو نے مجھے ہستی سے باہر نکال دیا ہے	تو وہ سفارش بھی تو نے خود ہی سے کی ہے
چوں زرخت من تہی گشت ایں وطن	تر و خشک خانہ نبود آن من
جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہو گیا	تو گھر کا تر اور خشک میرا نہیں ہے
ہم دعا از من رواں کردی چو آب	ہم ثباتش بخش و گرداں مستجاب
تو نے ہی دعا مجھ میں سے پانی کی طرح جاری کر دی	تو ہی اس کو جماؤ عطا کر اور قبول فرما
ہم تو بودی اول آرندہ دعا	ہم تو باش آخر اجابت را رجا
تو ہی ابتداء مجھ سے دعا کرانے والا ہے	تو ہی اخیر میں قبولیت کی امید بن
تازنم من لاف کاں شاہ جہاں	بہر بندہ عفو کرد از مجرماں
تاکہ میں شیخی بگھار سکوں کہ اس شاہجہاں نے	ان خطاکاروں کو غلام کی خاطر معاف کر دیا

درد بودم سر بسر من خود پسند	کرد شاہم داروی ہر دردمند
میں متکبر سراسر درد تھا	شاہ نے مجھے ہر دردمند کی دوا بنا دیا
دوزخے بودم پر از شور و شرے	کرد دست فضل اویم کوثرے
میں شور و شر سے پُر ایک دوزخ تھا	اس کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے کوثر بنا دیا
ہر کہ را سوزید دوزخ در قود	من برویانم دگر بار از جسد
جس شخص کو دوزخ نے سزا میں جلا دیا ہے	میں اس کے جسم کو دوبارہ اگا دیتا ہوں

شرح حبیبی

چونکہ محمود نے امراء کے قتل کا حکم دیا تھا اور ایاز نے امراء کی شفاعت کی تھی اور یہ شفاعت بادی النظر میں فنا تام کے منافی تھی۔ اس لئے ایاز اپنے اس فعل پر ندامت ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے بادشاہ اور خلاصہ مخلوقات میں کون ہوں کہ آپ سے کہوں کہ آپ معاف کر دیں اور اے مرجع جملہ ہستیہا میں کون ہوتا ہوں کہ آپ کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی ثابت کروں اور آپ کی خواہش کے خلاف اپنی خواہش پیش کروں اور اپنے غیر خالص اور خشم آلود رحم کو کام میں لاؤں اور آپ کے علم حلم آمیز کو مصلحت سمجھاؤں۔ پس میں نے جو کچھ کیا مجھ سے غلطی ہوئی۔

اب اگر آپ میرے چپت لگائیں تو میں لاکھوں چپتوں کا مستحق ہوں۔ کیونکہ میں نے سخت گستاخی کی۔ اس لئے کہ میری کیا مجال ہے کہ حضور والا کے سامنے کسی مصلحت کو ظاہر کروں یا کسی شرط کرم کو یاد دلاؤں۔ کیونکہ وہ کون سی بات ہے جو آپ کے علم سے باہر ہے اور ایسی چیز عالم میں کہاں ہے جو کہ آپ کو یاد نہ ہو۔ یہاں تک بیان تھا معذرت کا۔ جس کا منشاء نظر برظاہر حال تھی۔

اب ایاز کی نظر حقیقت حال تک پہنچتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ شفاعت میری ذاتی خواہش سے نہ تھی بلکہ پرتو تھی محمود کی خواہش کا۔ اس لئے وہ اب اپنے کو اس معذرت میں مجرم قرار دیتا ہے اور پھر شفاعت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے وہ بادشاہ جو کہ میل سے پاک اور جس کا علم اس سے منزہ ہے کہ نسیان اس پر پردہ ڈالے۔ آپ نے ایک نااہل (مجھ) کو اہل سمجھا۔ اور آفتاب کی طرح اس کو نور سے سرفراز فرمایا ہے۔ پس جبکہ آپ نے مجھے لائق کیا ہے تو اگر میں کوئی درخواست کروں تو آپ اپنی عنایت سے اسے قبول فرماویں۔ اس لئے کہ جب آپ نے مجھے میری ہستی سے خارج کر دیا ہے اور اپنی ہستی کا خلعت عنایت فرمایا ہے تو اب میں آپ کا غیر نہیں ہوں اور میری شفاعت جداگانہ نہیں ہے بلکہ میری شفاعت وہ شفاعت ہے جو کہ آپ خود اپنے سے کرتے ہیں کیونکہ جب میری ذاتی اوصاف سے میری روح خالی ہوگئی ہے تو اب اس میں جو صفت ہوگی وہ میری نہ ہوگی بلکہ آپ کی ہوگی۔

بنابریں یہ شفاعت بھی آپ کی ہوگی پس اس بنا پر میں عرض کرتا ہوں کہ جب یہ دعا آپ نے مجھ سے کرائی ہے تو آپ اس کو پروان چڑھایئے اور اسے قبول فرمایئے۔ تاکہ میں فخریہ یہ کہہ سکوں کہ حضور والا نے ایک غلام کی

خاطر مجرموں کا قصور معاف فرما دیا اور میں خود پسند سر بسر مرض تھا۔ مگر حضور والا نے مجھے ہر مریض کی دوا بنا دیا اور میں شور و شر سے پر دوزخ تھا مگر حضور کے دست فضل نے مجھے حوض کوثر بنا دیا۔ اس لئے اب اگر کسی کو دوزخ قہر سلطانی کسی جرم کے معاوضہ میں جلا دے تو میں دوبارہ اس کا جسم درست کر سکتا ہوں۔

کار کوثر چیست کہ ہر سوختہ	گرد داز وے نابت و اندوختہ
کوثر کا کام کیا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا	اس سے اگ جانے والا اور مجتمع ہو جائے
قطرہ قطرہ او منادی کرم	کانچہ دوزخ سوخت من باز آورم
اس کا قطرہ قطرہ کرم کا منادی ہے	کہ جو دوزخ نے جلایا ہے میں لوٹا دوں گا
ہمچو مرہم برسر زخم عفن	ینبت لحماً جدیداً خالصاً
جس طرح سڑے ہوئے زخم پر مرہم	خالص نیا گوشت اگا دیتا ہے
ہست دوزخ ہمچو سرمائے خزاں	ہست کوثر چوں بہار و گلستاں
دوزخ جاڑوں کی خزاں کی طرح ہے	کوثر بہار اور چمن کی طرح ہے
ہست دوزخ ہمچو مرگ و چوں فنا	ہست کوثر نفخ صور از کبریا
دوزخ، موت اور فنا کی طرح ہے	کوثر، اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے صور کا پھونکنا ہے
ہست دوزخ ہمچو مرگ و خاک گور	ہست کوثر بر مثال نفخ صور
دوزخ، موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے	کوثر، صور پھونکنے کی طرح ہے
اے ز دوزخ سوختہ اجسام تاں	سوئے کوثر میکشد اکرام تاں
اے وہ کہ تمہارے جسم دوزخ سے جل چکے ہیں	(اللہ کا) کرم تمہیں کوثر کی جانب کھینچتا ہے

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے ایاز کو کوثر سے تشبیہ دی تھی اور مقصود ایاز سے عبد حقیقی تھا۔ پس یہ تشبیہ بکوثر حقیقت میں عبد حقیقی کی تھی اس لئے اب اس کوثر یعنی عبد حقیقی کی کچھ تعریف کرتے ہیں اور لوگوں کو اس سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوثر (عبد حقیقی) کا کام کیا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ ہر سوختہ دوزخ (آتش حرص وہوا) اس سے تعلق پیدا کر کے صحیح الجسم اور مجتمع الاجزاء ہو جائے یعنی اس کی روحانی حالت درست کر دے اور اس کا قطرہ قطرہ (جزو جزو) وفور کرم سے ندا کر رہا ہے کہ جو کچھ اس دوزخ نے جلا دیا ہے۔ میں اس کو دوبارہ پیدا کر سکتا ہوں (جس قدر تم کو آتش حرص وہوا سے نقصان پہنچا ہے میں اس کی تلافی کر سکتا ہوں) جس طرح مرہم سڑے ہوئے زخم پر لگ کر نیا اور خالص گوشت پیدا کر دیتی ہے پس دوزخ (آتش حرص وہوا) کی ایسی مثال ہے جیسے سرمائے خزاں اور کوثر (عبد حقیقی) کی ایسی مثال ہے جیسے بہار گلستان اور دوزخ مذکور کی ایسی مثال ہے جیسے

مرگ اور فنا اور کوثر مذکور کی ایسی مثال ہے جیسے حق سبحانہ کا نفخ صور اور دوزخ مذکور کی ایسی مثال ہے جیسے مرگ اور خاک گور اور کوثر مذکور کی ایسی مثال ہے جیسے نفخ صور۔ پس اے وہ لوگو۔ جس کے اجسام دوزخ سے جل چکے ہیں اور جو کہ حرص و ہوا سے تباہ ہو چکے ہیں تم اس کوثر (عبد حقیقی) سے تعلق پیدا کرو اس کا تم پر کرم تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں مگر عنوان بدل دیا ہے کیونکہ مضمون سابق میں صورت قصہ کا لحاظ تھا گو اس بلسان ایاز معروف تھا اور یہ مضمون بلسان عبد حقیقی ہے اور اس میں مخاطب محمود تھا اور اس میں مخاطب حضرت جی ہیں۔

چوں خلقت الخلق کے یربح علی	لطف تو فرمود اے قیوم وحی
جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تا کہ مجھ سے نفع اٹھائے	اے حی قیوم تو نے مہربانی فرمائی ہے
لا لان اربح علیھم جودتست	کہ شود زو جملہ ناقصہا درست
"نہ یہ کہ میں ان سے نفع کماؤں" تیری عطا ہے	تا کہ اس سے سب ناقص مکمل بن جائیں
عفو کن زیں ناقصان تن پرست	عفو از دریائے عفو اولیٰ ترست
ان ناقص تن پرستوں کو معاف فرما دے	معافی کے سمندر کی جانب سے معاف کرنا ہی بہتر ہے
عفو خلقاں ہمچو جوی و ہمچو سیل	ہم بداں دریائے خود تازند خیل
مخلوق کی معافی ' نہر کی طرح اور بہاؤ کی طرح	اسی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑاتی ہے
عفوہا ہر شب ازیں دل پارہا	چوں کبوتر سوئے تو آید شہا
معافیاں' ہر شب کو ان دل کے ٹکڑوں سے	اے شاہ! آپ کی جانب کبوتر کی طرح آتی ہیں
بازشاں وقت صحر پراں کنی	تا بشب محبوس ایں ابداں کنی
تو ان کو پھر صبح کے وقت اڑا دیتا ہے	رات تک کے لئے ان جسموں میں قید کر دیتا ہے
پر زناں بار دگر در وقت شام	می پرند از عشق آں ایوان و بام
دوبارہ' شام کے وقت پر پھڑپھڑاتے ہوئے	عشق کی وجہ سے اس محل اور بالا خانے سے پرواز کرتی ہیں
تا کہ از تن تار وصلت بگسلند	پیش تو آیند کز تو مقبلند
یہاں تک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتی ہیں	آپ کے پاس آ جاتی ہیں کیونکہ وہ آپ کے پاس آنے والی ہیں
پرزناں ایمن ز رجع سرنگوں	در ہوا کانا الیہ راجعوں
سرنگوں (جماعت کی) واپسی سے مطمئن ہو کر اڑتی ہیں	ہوا میں کہ ہم اسی طرف لوٹنے والی ہیں
بانگ می آید تعالو ازاں کرم	بعد ازاں رجعت نماند درد و غم
اس کرم کی جانب سے "آجاؤ" کی آواز آتی ہے	اس واپسی کے بعد رنج اور غم باقی نہیں رہے گا

بس غریبیہا کشیدید از جہاں	قدر من دانستہ باشید اے مہاں
تم نے دنیا میں بہت سے پردیسی پن برداشت کئے	اے شریفو! تم نے میری قدر جان لی ہے
زیرسایہ ایں درختم مست ناز	ہیں بیند ازید پاہا را دراز
میرے اس درخت کے سایہ میں ناز سے مست ہو کر	آگاہ! پاؤں کو لمبا پھیلا دو
پایہائے پر عناں از راہ دیں	برکنار و دست حوراں خالدیں
وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں	ہمیشہ رہنے والی حوروں کی گود اور ہاتھوں میں
حوریاں گشتہ مغمز مہرباں	کز سفر باز آمدند ایں صوفیاں
غمزہ کرنے والی حوریں، مہربان ہو گئیں	کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں
صوفیان صافیاں چوں نور خور	مدتے افتادہ برخاک و قذر
ایسے صاف صوفی جیسا کہ سورج کا نور	جو ایک مدت تک مٹی اور پلیدی میں پڑے رہے
بے اثر پاک از قذر باز آمدند	ہمچو نور خور سوئے قرص بلند
بغیر کسی نشان کے پلیدی سے پاک واپس آئے ہیں	جس طرح کہ سورج کا نور بلند ٹکیہ کی جانب
ایں گروہ مجرماں ہم اے مجید	جملہ سرہاشاں بدیوارے رسید
اے بزرگ! خطاکاروں کا یہ گروہ بھی	ان سب کا منہ دیوار کی جانب میں پہنچ گیا
برخطا و جرم خود واقف شدند	گرچہ مات کعبتین شہ بدند
اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں	اگرچہ وہ شاہ کی کعبتین سے مات کھائے ہوئے تھے
روبتو کردند اکنوں آہ کناں	اے کہ لطفت مجرماں را رہ کناں
اب آہیں بھرتے ہوئے انہوں نے تیری جانب رخ کیا ہے	اے وہ کہ تیری مہربانی خطاکاروں کو راستہ دکھانے والی ہے
راہ دہ آلودگاں را العجل	در فرات عفو و عین مغتسل
آلودہ ہو جانے والوں کو بہت جلد راستہ عطا کر	معافی کی نہر اور نہانے کے چشمہ کا
تاکہ غسل آرند زاں جرم دراز	در صف پاکاں روند اندر نماز
تاکہ اس لمبی خطا سے غسل کر لیں	نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں
اندراں صفہا ز اندازہ بروں	غرقہ گان نور نحن الصافون
ان صفوں میں اندازے سے زیادہ	"ہم صف باندھنے والے ہیں" کے نور میں غرق ہیں

چوں سخن در وصف ایں حالت رسید	ہم قلم بشکست وہم کاغذ درید
جب بات اس حالت کے بیان میں پہنچی	قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا
بحر را پیمودہ ہیچ اسکرۂ	شیر را برداشت ہرگز برۂ
کسی سکورے نے سمندر کو ناپا ہے؟	کسی بکری کے بچہ نے شیر کو اٹھایا ہے؟
گر حجابستت بروں روز احتجاب	تابہ بینی بادشاہی عجاب
اگر تیرے لئے پردہ ہے، پردہ پوشی سے باہر نکل	تاکہ تو عجب بادشاہی دیکھے

شرح حبیبی

یعنی عبد حقیقی اپنے بادشاہ حقیقی سے بوقت سفارش مخلوق کہتا ہے کہ اے قیوم حی۔ جبکہ آپ نے مخلوق کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ آپ سے نفع حاصل کریں اور اس لئے پیدا نہیں کیا کہ آپ کو ان سے نفع ہو۔ چنانچہ آپ نے اپنی عنایت سے فرمایا ہے کہ خلقت الخلق کی یربح علی لالان اکربح علیھم اور یہ خلقت الخلق الخ آپ کی ایک ایسی سخاوت ہے جس سے تمام ناقصین کامل ہو سکتے ہیں تو آپ ان تن پرست ناقصین کا قصور معاف فرمایئے کیونکہ دریائے عفو سے عفو ہی زیادہ مناسب ہے۔ آپ دریائے عفو ہیں اور تمام مخلوق کی عفوندی نالوں کی طرح سب کی سب اپنے اپنے اسی دریا کی طرف لوٹ جاتے ہیں جس سے وہ نکلے ہیں۔ چنانچہ ہر رات کو جس وقت سب لوگ سو جاتے ہیں اور ان کے قلوب عفو سے خالی ہو جاتے ہیں اس وقت وہ آپ ہی کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور آپ ہی کے قبضہ میں آ جاتے ہیں لیکن جب صبح ہوتی ہے تو پھر آپ ان کو آزاد کر دیتے ہیں اور وہ پھر اپنی اپنی جگہ آ جاتے ہیں اور رات تک آپ ان کو ابدان میں محبوس رکھتے ہیں مگر پھر شام کے وقت اپنے مقر اصلی کے عشق میں پھڑ پھڑاتے ہوئے اڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ موت کے وقت جسم سے بالکل تعلق منقطع کر دیتے ہیں اس وقت وہ بالکل آپ کے پاس آ جاتے ہیں کیونکہ ان کو جو کچھ سعادت حاصل ہے آپ کی ہی جانب سے اور آپ کی ہی عطا کی ہوئی ہے۔ اس لئے ان کا ملجاو ماوی آپ ہی ہیں۔ یہ طائران گلشن قدس اور یہ اڑنے والے جو کہ رجعت نامحمود سے ایمن ہیں اور جن کی رجعت فساق کی طرح نامحمود نہیں ہے۔ یعنی اہل اللہ تو ہوا میں یہ کہتے ہوئے لوٹے ہیں کہ اب ہم اپنے مالک کی طرف لوٹتے ہیں اور ان کو آپ کے کرم سے آؤ آؤ کی آواز پہنچ رہی ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم کو دنیا میں بہت تکلیف اٹھانی پڑی لیکن وہ تکلیف بھی فائدہ سے خالی نہ تھی کیونکہ اس کے سبب اس وقت تمہیں میری قدر معلوم ہوئی ہوگی پس اگر وہ تکلیف نہ ہوتی تو تم کو اس راحت کی قدر نہ ہو سکتی تھی۔ خیر "گذشت آنچہ گذشت"

اب تم میرے ظل عاطفت میں چین سے پاؤں پھیلا کر سوؤ۔ اور ان کے وہ پاؤں جو سلوک راہ دینی سے چور چور ہو گئے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے حوروں کی بغل اور ان کے ہاتھوں میں ہیں اور وہ نہایت محبت سے آپ کے پاؤں دبا رہی ہیں اور کہہ

رہی ہیں کہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں۔ صوفی جو کہ نور آفتاب کی طرح پاک صاف ہیں ایک عرصہ تک خاک اور گندگی پر پڑ کر بلا اثر کدورت اور پاک از گندگی یوں واپس آئے ہیں جیسے نور خورشید قرص خورشید کی طرف واپس آتا ہے۔ لہذا ان کے پاؤں دبانا ضروری ہیں۔ لیکن اے شہنشاہ عالیجاہ! اس مجرم جماعت کی حالت بھی قابل رحم ہے کیونکہ اب یہ اپنے قصور پر نادم ہیں اور اپنے سروں کو دیواروں سے ٹکراتے ہیں اور گو آپ کے امتحان میں ان کو ناکامی ہوئی ہے لیکن اب یہ اپنی خطا پر مطلع ہو گئے ہیں اور رونے پیٹنے آپ کی طرف آئے ہیں۔ پس اے مجرموں کے لئے نجات کی سبیل پیدا کرنے والے بادشاہ آپ جلدی سے ان گندوں کو بھی فرات عفو اور چشمۂ غسل میں داخل ہونے کی اجازت دے دیجئے تاکہ یہ لوگ اس میں نہا کر اپنے بے حد گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں اور پاکوں کی صف میں داخل ہو کر ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائیں یعنی ان صفوں میں داخل ہو جائیں جو کہ حد قیاس سے باہر اور نور میں غرق اور انا لنحن الصافون' انا لنحن المسبحون کا مصداق ہیں۔ اب مولانا کی نظروں میں اس ہولناک حالت اور اس کا نقشہ کھینچ جاتا ہے اور وہ مرعوب ہو کر فرماتے ہیں کہ جب اس حالت کے بیان تک نوبت پہنچی تو قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی لپٹ گیا کیونکہ وہ تو ایک سمندر ہے اور کاغذ ایک سکورہ۔ پس بھلا سکورہ کہیں سمندر کو اپنے اندر سما سکتا ہے اور وہ ایک شیر ہے اور قلم بکرے کا بچہ۔ پھر کہیں بکرے کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے جب نہیں اٹھا سکتا تو قلم اس کا تحمل کیونکر کر سکتا ہے۔ پس تم خود اس کو دیکھ لو اور اگر تم محجوب ہو تو حجاب سے نکلو تاکہ تم اس عجیب بادشاہی کو دیکھ سکو۔ جس کا نقشہ ہم تمہارے سامنے کھینچ رہے ہیں مگر پورے طور پر کھینچنے سے قاصر ہیں۔

اس کے بعد مولانا پھر عنوان بیان کو بدلتے ہیں اور بیان میں صورت قصہ کی رعایت رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

گرچہ بشکستند جامت قوم مست	آنکہ مست از تو بود عذریش ہست
اگرچہ مست قوم نے تیرے جام کو توڑا ہے	جو تیرا مست ہو' اس کے لئے ایک عذر ہے
مستی ایشاں باقبال و بمال	نے زبادہ تست اے شیریں فعال
ان کی اقبال اور مال کی مستی	(کیا) اے شیریں کارناموں والے تیری شراب سے نہیں ہے؟
اے شہنشہ مست تخصیص تواند	عفو کن از مست خود اے عفو مند
اے شہنشاہ! وہ تیرے خاص کر دینے کی وجہ سے مست ہیں	اے معافی دینے والے! اپنے مست کو معاف کر دے
لذت تخصیص تو وقت خطاب	آں کند کہ ناید از صد خم شراب
خطاب کے وقت' تیرے خاص کرنے کی لذت	وہ کرتی ہے' جو شراب کے سینکڑوں مٹکوں سے نہیں ہوتا
چونکہ مستم کردۂ حدم مزن	شرع مستاں را نیارد حد زدن
جب تو نے مجھے مست کر دیا' مجھ پر حد جاری نہ کر	شریعت مستوں پر حد جاری نہیں کرتی ہے
چوں شوم ہشیار آنگاہم بزن	کہ نخواہم گشت خود ہشیار من
جب میں ہوشیار ہو جاؤں اس وقت مارنا	کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں گا

شرح حبیبی

یعنی ایاز نے کہا کہ اگرچہ اس قوم مست نے آپ کا جام امر توڑا ہے لیکن ان کو آپ نے مست کیا ہے اور جو آپ کے مست کرنے سے مست ہو وہ معذور ہے۔ پس یہ لوگ معذور ہیں آپ ان کا قصور معاف فرما دیجئے اگر یہ کہا جائے کہ ان کی مستی جاہ و مال سے ناشی ہے تو کیا وہ آپ کے شراب سے نہیں ہے ضرور ہے کیونکہ وہ بھی آپ کا ہی دیا ہوا ہے۔ پس یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کو آپ نے مست کیا ہے۔ خیر اگر اس کو بھی جانے دیجئے تب بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کو آپ نے مست کیا ہے کیونکہ وہ آپ کی تخصیص بالخطاب سے مست ہیں۔ یعنی آپ نے جو ہر ایک شخص کو خصوصیت کے ساتھ موتی دکھلایا اور کہا کہ اسے توڑ دو۔ اس تخصیص نے انہیں اس قدر خود رفتہ کر دیا کہ ان کو کچھ بھی ہوش نہ رہا اور ان سے قصور ہو گیا ایسی حالت میں آپ ان کو معاف کر دیجئے کیونکہ آپ کی تخصیص بوقت خطاب کے لذت وہ کام کرتی ہے جو سو مٹکے بھر شراب نہیں کر سکتی۔ نیز جبکہ آپ نے ان کو مست کیا ہے اور وہ مست ہیں تو اس حالت میں ان کو سزا نہ دیجئے کیونکہ شریعت بحالت مستی مستوں پر حد نہیں قائم کرتی ہاں جب وہ ہوش میں آ جائیں اس وقت شوق سے سزا دیجئے۔ لیکن وہ قیامت تک ہوشیار نہ ہوں گے۔ پس جبکہ سزا مقدر ہے تو معافی مناسب ہے۔

فائدہ:۔ ان اشعار میں یہ بھی احتمال ہے کہ بلسان عبد حقیقی ہوں اور خطاب سے مراد خطاب الست بربکم ہو۔ یا خطابات ہوں جو کہ احکام عامہ کے ضمن میں ہیں۔ جیسے اقیموا الصلوۃ وغیرہ والظاہر عندی ہوالاول۔ واللہ اعلم) اس مقام پر چونکہ مولانا نے محمود کے پردہ میں یا بلسان عبد حقیقی براہ راست حق سبحانہ کی تعریف کی تھی اس لئے اس سے مولانا پر وجد کا غلبہ ہوتا ہے اور فرماتے ہیں۔

ہر کہ از جام تو خورد اے ذوالمنن	تا ابد رست از ہش و از حد زدن
اے احسانوں والے! جس نے تیرے جام سے پی لی	وہ ہمیشہ کے لئے ہوش سے اور حد جاری کرنے سے نجات پا گیا
خالدین فی فناء سکرھم	من یفانی فی ھواکم لم یقم
وہ اپنے نشہ کی فنا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں	جو تمہاری محبت میں فنا ہوا وہ کھڑا نہیں ہوا
فضل تو گوید دل ما را کہ رو	اے شدہ در دوغ عشق ما گرو
تیری مہربانی، ہمارے دل سے کہتی ہے، کہ جا	اے وہ کہ ہمارے عشق کی چھاچھ میں گروی ہو گیا ہے
چوں مگس در دوغ ما افتادۂ	تو نۂ مست اے مگس تو بادۂ
تو مکھی کی طرح ہماری چھاچھ میں [illegible]ا ہے	اے مکھی! تو مست نہیں ہے تو ایسی شراب ہے
کرگسان مست از تو گردند اے مگس	چونکہ بر بحر عسل رانی فرس
اے مکھی! گدھ تجھ سے مست ہو جائیں گے	جب تو شہد کے سمندر پر گھوڑا [illegible]
کوہہا چوں ذرہا سر مست تو	نقطۂ و پرکار و خط در دست تو
ذروں کی طرح پہاڑ، تیرے مست ہیں	نقطہ اور [illegible] اور [illegible] تیرے ہاتھ میں ہیں
فتنہ کہ لرزند زو لرزان تست	ہر گراں قیمت گہر ارزان تست
وہ فتنہ جس سے لرزتے ہیں تجھ سے لرزتا ہے	ہر گراں قیمت موتی، تیرے لئے سستا ہے

گر خدادادے مرا پانصد دہاں	گفتمے شرح تو اے جان جہاں
اگر خدا مجھے پانچ سو منہ دیتا	تو اے جان جہاں! میں تیری شرح کرتا
یک زباں دارم من آنہم منکسر	در خجالت از تو اے دانائے سر
میں ایک زبان رکھتا ہوں وہ بھی ٹوٹی ہوئی	اے راز کو جاننے والے! تجھ سے شرمندگی میں
منکسر ترخود نباشم از عدم	کز دہانش آمد ستند ایں امم
میں خود عدم سے زیادہ ٹوٹا ہوا نہیں ہوں	جس کے منہ سے یہ امتیں آئی ہیں
صد ہزار آثار غیبی منتظر	کز عدم بیروں جہد با لطف و بر
لاکھوں غیبی آثار منتظر ہیں	کہ پاکیزگی اور بھلائی کیساتھ عدم سے باہر نکل آئیں
از تقاضائے تو میگردد سرم	اے بمردہ من بہ پیش آں کرم
تیرے ہی تقاضے سے میرا سر گردش کرتا ہے	اے وہ کہ میں اس کرم کے سامنے جان دے چکا ہوں
رغبت ما از تقاضائے تو است	جذبۂ حق ست ہر جا رہرو ست
ہمارا راغب ہونا تیرے تقاضے سے ہے	جہاں کہیں راہرو ہے اللہ (تعالیٰ) کا جذبہ ہے
خاک بے بادے بیالا کے جہد	کشتی بے بحر پا در رہ نہد
غبار بغیر ہوا کے اوپر کب جاتا ہے؟	بغیر دریا کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟
پیش آب زندگانی کس نمرد	پیش آبت آب حیوانست درد
آب حیات کے سامنے کوئی نہیں مرا	تیرے پانی کے سامنے آب حیات تلچھٹ ہے
آب حیواں قبلۂ جاں دوستاں	زاب باشد سبز و خنداں بوستاں
آب حیات جان سے دوستی رکھنے والوں کا قبلہ ہے	پانی سے باغ سبز و خنداں ہوتا ہے
مرگ آشاماں ز عشقش زندہ اند	دل ز جان و آب جاں برکندہ اند
موت کو پی جانے والے اس کے عشق سے زندہ ہوتے ہیں	جان اور آب حیات سے دل برداشتہ ہیں
آب عشق تو چو مارا دست داد	آب حیواں شد بہ پیش ما کساد
جب تیرے عشق کا پانی ہمارے ہاتھ آ گیا	ہمارے سامنے آب حیات بیکار ہو گیا
زاب حیواں ہست ہر جاں را نوی	لیک آب آب حیوانی توئی
آب حیات سے ہر جان کو تازگی ہے	لیکن آب حیات کی زندگی تو ہے
ہر دمے مرگے و حشرے دادیم	تا بدیدم دستبرد آن کرم
تو نے مجھے ہر لمحہ موت اور زندہ ہو جانا عطا کیا ہے	یہاں تک کہ میں نے اس کرم کا غلبہ دیکھ لیا ہے

ہمچو خفتن گشت ایں مردن مرا	زاعتماد بعث کردن اے خدا
یہ مرنا میرے لئے سونے کی طرح بن گیا ہے	اے خدا! حشر کے بھروسہ پر
ہفت دریا ہر دم ار گردد سراب	گوش گیری آوریش اے آب آب
ساتوں سمندر اگر ہر وقت ریت بنیں	تو ان کا کان پکڑ کر لے آئے گا' اے پانی کی جان!
عقل لرزاں از اجل واں عشق شوخ	سنگ کے ترسد زباراں چوں کلوخ
عقل' موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بے باک ہے	پتھر' ڈھیلے کی طرح بارش سے کب ڈرتا ہے؟

شرح حبیبی

اے اللہ جو کوئی آپ کا جام محبت پی لے وہ قیامت تک کے لئے عقل اور سزا سے نجات پا جاتا ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ آپ کے سکر کی بے خودی میں رہتے ہیں کیونکہ آپ کی محبت کا خاصہ ہے کہ جو ایک مرتبہ اس میں محو ہو گیا پھر اسے ہوش نہیں آتی۔ اور آپ کا کرم ہمارے دل سے کہتا ہے کہ اے ہمارے عشق کی بھٹی میں گرفتار دل چونکہ تو مکھی کی طرح ہمارے عشق کی بھٹی میں گر گیا ہے اور اس میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ اس لئے اب تیرا کمال بہت ترقی کر گیا ہے اور اس وقت تو مست ہی نہیں ہے بلکہ شراب یعنی دوسروں کو مست کرنے والا بھی ہے اور اے مکھی! جب تو دریائے شہد پر گھوڑا دوڑائے گی یعنی اسرار الٰہیہ بیان کرے گی تو کرگس یعنی صاحب دل تجھ سے مست ہوں گے۔ (ہکذا قیل۔ مگر میرے نزدیک مناسب تقریر یہ ہے کہ اے مکھی چونکہ تو بحر عسل پر گھوڑا دوڑاتی یعنی حق سبحانہ سے ملابست رکھتی ہے جو کہ معدن لذت ہیں اس لئے تیرے ذریعہ سے کرگس یعنی ناقصین جو کہ اس لذت سے آشنا نہیں ہیں اس سے آشنا ہوں گے اور اس سے آشنا ہو کر مست ہوں گے۔ پس تو سبب ہو گی ان کی مستی کا۔ وہذا ہو الحق ان شاء اللہ تعالیٰ)

اور اے اللہ ذروں کی طرح پہاڑ بھی۔ اور معمولی ہستیوں کی طرح عظیم الشان ہستیاں بھی تجھ پر عاشق اور تیرے تابع فرماں ہیں۔ اور نقطہ و پرکار اور خط غرضکہ اسباب و مسببات جس قدر بھی ہیں سب تیرے قبضہ میں ہیں اور تیری یہ شان ہے کہ جس فتنہ سے لوگ کانپتے ہیں وہ خود تجھ سے کانپتا ہے اور جو گراں قیمت موتی اور جو اعلیٰ درجہ کا کمال رکھنے والی مئے ہے وہ تیرے سامنے بالکل بے وقعت ہے۔ اگر میرے منہ میں پانسو زبانیں ہوتیں تو میں اپنے حوصلہ کے مطابق آپ کی تعریف کرتا اب تو میرے ایک منہ ہے اور وہ بھی آپ سے شرمندگی کے سبب شکستہ ہے۔ ایسی حالت میں میں آپ کی کیا تعریف کر سکتا ہوں۔ ارے میں یہ کیا کہہ رہا ہوں اور کس کی تعریف سے گریز کر رہا ہوں۔ ایسا کرنا ہرگز ٹھیک نہیں کیونکہ گو میں شکستہ دہن ہوں مگر عدم سے زیادہ شکستہ نہیں ہوں جس کے منہ سے اتنی مخلوق نکل چکی ہے اور لاکھوں آثار غیبی ہنوز اس کے منہ سے نکلنے کے لئے تیار ہیں پھر میں کیوں ہمت ہاروں اور گو شکستہ دہن ہوں مگر شکستہ ہمت کیوں بنوں۔ اس لئے مجھے برابر اس کی تعریف کرنی چاہئے۔ اور ہمت نہ ہارنی چاہئے۔

اس کے بعد پھر حق سبحانہ کو خطاب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ میں کیا اور میری ہمت کیا یہ جو کچھ میں کرتا ہوں یا کرنے کا حوصلہ کرتا ہوں یہ سب آپ کا کرم ہے کہ آپ نے میرے اندر تقاضائے حمد پیدا کیا اور یہ جو میرے خیالات گردش کرتے ہیں اور مجھے آپ کی تعریف کے متعلق خیالات پیدا ہوتے ہیں یہ سب آپ کے تقاضے کا اثر ہے اور میں تو آپ کے کرم کے سامنے مردہ ہوں کہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ جو کچھ کرتا ہوں آپ کے فضل و کرم سے کرتا ہوں۔ رغبت آپ کے تقاضے کا اثر ہے اور جو کوئی بھی کسی راہ پر چلتا ہے وہ آپ کا ہی جذب ہوتا ہے کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے خاک اور آپ کی مثال ایسی ہے جیسے ہوا۔ یا یوں کہئے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور آپ کی مثال ایسی ہے جیسے دریا۔ پس جس طرح خاک

بدوں ہوا کے نہیں اڑسکتی اور کشتی بدوں دریا کے حرکت نہیں کر سکتی یوں ہی کوئی سالک راہ بدوں آپ کے جذب کے نہیں چل سکتا۔

ارے میں نے غضب کیا کہ اپنے کو مردہ کہہ دیا۔ بھلا میں آپ سے تعلق رکھتے ہوئے مردہ کیسے ہوسکتا ہوں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ آب حیات کے ہوتے ہوئے کوئی نہیں مرتا پس میں آپ کے ہوتے ہوئے کیسے مرسکتا ہوں کیونکہ آپ کے آب حیات کے سامنے تو آب حیات معروف ایک بے حقیقت شے ہے۔ اس لئے کہ آب حیات معروف سے جان حیوانی حاصل ہوتی ہے اور اس لئے وہ مقصود ہے اہل دنیا کا جن کو جان پیاری ہے اور آپ کے آب حیوان سے گلشن سرسبز و شاداب ہوتا ہے۔ پس وہ مطلوب ہے اہل اللہ کا اور یہ مرگ آشام لوگ یعنی اہل اللہ اسی کے عشق سے زندہ ہیں اور اسی کے عشق میں نہ ان کو جان سے تعلق رہا ہے اور نہ آب حیوان سے اور اے اللہ جب سے کہ ہم کو آپ کے عشق کا آب حیات ملا ہے اس وقت سے آب حیات ہماری نظروں میں حقیر ہو گیا ہے کیونکہ یہ ضرور ہے کہ آب حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے مگر جس سے آب حیات کو یہ صفت حاصل ہوتی ہے وہ تو آپ ہی ہیں پھر آپ کے سامنے ہم آب حیات کو کیا خاطر میں لا سکتے ہیں۔ اور اے اللہ آپ نے ہر دم مجھے ایک تازہ موت اور ایک جدید حیات عطا کی ہے یہاں تک کہ مجھے آپ کے کرم کی سخاوت معلوم ہوگئی۔ اور اب مرنا میرے نزدیک بمنزلہ سونے کے ہوگیا کہ جس طرح آدمی کو سونے سے وحشت نہیں ہوتی یونہی اب مجھے موت سے وحشت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مجھے اعتماد ہے کہ اگر تو مجھے مارے گا تو پھر زندہ کردے گا کیونکہ تجھے زندہ کر دینا آپ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں اس لئے کہ آپ کی قدرت کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ساتوں سمندر معدوم ہو جائیں تو پھر آپ ان کو کان پکڑ کر لا سکتے ہیں اور موجود کر سکتے ہیں۔ نیز میں موت سے ڈر کیسے سکتا ہوں اس لئے کہ موت سے عقل ڈرتی ہے۔ رہا عشق سو وہ موت پر دلیر ہوتا ہے کیونکہ عشق کی مثال ایسی ہے جیسے پتھر اور عقل کی مثال ایسی ہے جیسے ڈھیلا۔ اور موت کی مثال ایسی ہے جیسے بارش۔ پس جس طرح کہ بارش سے پتھر نہیں ڈرتا مگر ڈھیلا ڈرتا ہے یوں موت سے عقل ڈرتی ہے اور عشق نہیں ڈرتا۔ اور میں عاشق ہوں نہ کہ عاقل۔ اس لئے مجھے موت سے کچھ خوف نہیں ہوتا۔

فائدہ:۔ ہر وے مرگے وحشرے دادیم میں مرگ وحشر سے روح کی حالت اولی کا زوال۔ اور اس میں نئی حالت بہتر از سابق کا پیدا ہونا ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ ہر وقت مجھے ترقی روحانی حاصل ہوتی ہے جس سے میری پہلی حالت زائل ہوتی اور جدید حالت اس سے بہتر حاصل ہوتی ہے) اور ممکن ہے کہ اس میں مسئلہ تجدد امثال کی طرف اشارہ ہو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عالم ہر دم فنا ہوتا ہے اور اس کے بعد فوراً ہی موجود ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

از صحاف مثنوی ایں پنجم ست	در بروج چرخ جاں چوں انجم ست
مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں ہے	جان کے آسمان کے برجوں میں ستاروں کی طرح ہے
رہ نیابد از ستارہ ہر حواس	جز کہ کشتیبان استارہ شناس
ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں پا سکتا ہے	ملاح ستارے کو پہچاننے والے کے سوا
جز نظارہ نیست قسم دیگراں	از سعودش غافل اند و از قراں
دوسروں کا حصہ سوائے نظارہ کے نہیں ہے	وہ اس کی نیک بختی اور میل سے غافل ہیں
آشنائی گیر شبہا تا بروز	با چنیں استارہائے دیو سوز
راتوں اور دنوں سے دوستی رکھ	اس طرح کے شیطان کو جلانے والے ستاروں سے
ہر یکے دردفع دیو بد گماں	ہست نفط انداز قلعہ آسماں
بدگمان شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک	آسمان کے قلعہ سے نفط پھینکنے والا ہے

اختر ار باد دیو ہمچوں عقرب ست	مشتری را او ولی الاقرب ست
ستارہ اگرچہ شیطان کے لئے بچھو کی طرح ہے	خریدار کے لئے وہ قریبی دوست ہے
قوس اگر از تیر دوزد دیو را	دلو پر آب ست زرع و میوہ را
کمان اگر شیطان کے تیر چھید دینے والی ہے	ڈول کھیتی اور میوے کے لئے پانی سے لبریز ہے
حوت اگرچہ کشتی غی بشکند	دوست را چوں ثور کشتے میکند
مچھلی اگرچہ گمراہی کی کشتی کو شکستہ کرتی ہے	دوست کے لئے بیل کی طرح کھیتی بوتا ہے
شمس اگر شب را بدرد چوں اسد	لعل را زو خلعت اطلس رسد
سورج اگر رات کو شیر کی طرح پھاڑ دیتا ہے	لعل کو اس سے اطلسی خلعت ملتی ہے
صورت خرچنگ اگرچہ کجروست	ہیئت میزاں ازو بیروں شوست
کیکڑے کی صورت اگرچہ ٹیڑھی چال کی ہے	ترازو کی ہیئت اس سے الگ ہے
پیشۂ مریخ اگر خونریزی ست	او زبون شمسی تبریزی ست
مریخ کا پیشہ اگرچہ خونریزی ہے	وہ تبریزی سورج سے مغلوب ہے
گرچہ در تاثیر نحس آمد زحل	دقت فکر آید ازوے در عمل
زحل اگرچہ تاثیر میں منحوس ثابت ہوا ہے	عمل میں اس سے فکر کی باریکی پیدا ہوتی ہے
ماہم از مہر اردو کف برہم زند	زہرہ نبود زہرہ را تا دم زند
میرا چاند سورج کی وجہ سے اگر دونوں ہتھیلیاں بجا رہا ہے	زہرہ کا پتہ نہیں ہے کہ دم مارے
بل عطارد خانۂ خود گم کند	وز جنوں او جوز جوزا بشکند
بلکہ عطارد اپنا گھر گم کر دیتا ہے	اور دیوانہ پن سے جوزا کا اخروٹ توڑ دیتا ہے
مشتری را دست لرزد دل طپد	برسر آب او فتدمہ چوں سبد
مشتری کا ہاتھ لرزتا ہے دل تڑپتا ہے	چاند ٹوکری کی طرح پانی پر پڑا ہے
نسر طائر رابریزد پرز شرم	وز طمع تنیں شود چوں موم نرم
نسر طائر کے شرم سے پر جھڑتے ہیں	اژدھا لالچ سے موم کی طرح نرم ہوجاتا ہے
دختران نعش آبستن شوند	مجتمع گردند و دستک زن شوند
بنات النعش حاملہ ہو جاتی ہیں	اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تالیاں بجاتی ہیں
درگزر زیں رمزہا بے گاہ شد	کہکشاں از سنبلہ پرکاہ شد
ان اشاروں سے درگزر کر بے وقت ہوگیا	کہکشاں سنبلہ کی وجہ سے تنکوں بھری ہو گئی

آفتاب از کوه سرزد اتقوا	لیک تلخ آمد ترا ایں گفتگو
سورج پہاڑ سے طلوع ہو گیا بچو	لیکن تجھے یہ گفتگو کڑوی لگی
تو عدوی وز عدو شہد و لبن	بے تکلف زہر گردد در بدن
تو دشمن ہے اور مخالف سے شہد اور دودھ	بے تکلف بدن میں زہر بن جاتا ہے
ہر وجودے کز عدم بنمود سر	بر یکے زہرست و بر دیگر شکر
جس وجود نے عدم سے سر ابھارا	ایک پر وہ زہر ہے اور دوسرے پر شکر ہے
دوست شو دز خوی ناخوش شو بری	تاز خمرہ زہر ہم شکر خوری
دوست بن جا اور بری عادت سے خالی ہو جا	تاکہ زہر کے مٹکے سے بھی تو شکر کھائے
زاں نشد فاروق را زہرے گزند	کہ بدآں تریاق فاروقیش قند
اسی لئے (خم) فاروق کے لئے زہر مضر نہ ہوا	کیونکہ ان کا فاروقی تریاق شکر تھا
ہیں بجو تریاق فاروق اے غلام	تاشوی شاروق دوراں والسلام
اے لڑکے! فاروقی تریاق تلاش کر لے	تاکہ تو فاروق دوراں بن جائے والسلام

شرح حبیبی

مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں دفتر ہے اور اگر روح کو آسمان فرض کیا جائے اور اس کے لئے برج مانے جائیں تو یہ ان برجوں میں بمنزلہ ستاروں کے ہے اور سماء روح کے لئے موجب زینت اور طالبین ہدایت کے لئے رہنما ہے لیکن اتنا خیال رہے کہ جس طرح ہر آنکھ والے کو ستاروں سے راستہ نہیں معلوم ہو سکتا بلکہ راستہ صرف اسی کشتیاں کو معلوم ہوتا ہے جو کہ ستاروں کے متعلق واقفیت رکھتا ہو یونہی مثنوی سے ہر شخص کو ہدایت نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے صرف اسی کو ہدایت ہو سکتی ہے جو کہ اس کو صحیح طور پر سمجھتا ہو۔ رہے ناواقف لوگ سو ان کے حصہ میں تو اس کا صرف دیدار ہے کیونکہ نہ وہ اس کی خوبی سے واقف ہیں اور نہ کمال سے۔ پس اگر تم کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی خواہش ہے تو تم کو چاہئے کہ اپنی ظلمت جہل کے زمانہ میں طلوع آفتاب معرفت تک ایک ایسا شخص ساتھ رکھو جو کہ ان شیطان سوز ستاروں یعنی مضامین مثنوی سے واقفیت رکھتا ہو یعنی تم کو مثنوی سے اس وقت فائدہ ہو سکتا ہے جبکہ تم کسی شیخ کامل اور محقق سے تعلق پیدا کر کے اس کے توسط سے اس سے فائدہ حاصل کرو۔ ورنہ اگر بطور خود اس کو دیکھو گے تو بجائے فائدہ کے ضرر کا اور بجائے ہدایت کے گمراہی کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ گو یہ کتاب فی نفسہ تو ہادی ہے اور اس کا ہر مضمون دفع شیطان کے بارہ میں ان فرشتوں کی خاصیت رکھتا ہے جو کہ قلعہ آسمان سے شیاطین پر فقط جھکتے اور انہیں بذریعہ شہاب ثاقبیہ کے آگ لگاتے ہیں مگر تفاوت طبائع و احوال کے سبب اس سے ناظرین ہر دونوں قسم کے اثر ہوتے ہیں۔ پس بعض کو اس سے ہدایت ہوتی ہے اور بعض اس سے گمراہ ہوتے ہیں اور یہ ستارہ (مثنوی) اگر شیطان کے لئے عقرب (بچھو) کی طرح ضرر رساں ہے تو مشتری (طالب صادق) کے لئے ولی اقرب (نہایت مشفق) ہے اور یہ قوس (مثنوی) اگر شیطان کو تیر سے چھید دیتی ہے تو کھیتی اور میوؤں کے لئے دلو پر آب ہے (یعنی اہل فساد کے لئے مضر اور اہل صلاح کے لئے نافع ہے) اور یہ حوت (مچھلی) اگر گمراہی کی کشتی توڑتی اور اس کو صدمہ پہنچاتی ہے تو دوستوں کے لئے ثور (بیل) کی طرح کشت روحانی بھی کرتی ہے اور

شمس (مثنوی) اگر شب (ظلمت جہل) کو اسد (شیر) کی طرح چیرتا پھاڑتا ہے تو لعل (ارباب صلاح) کو اطلس روحانی بھی پہناتا ہے اور یہ مثنوی اگرچہ سرطان (کیڑے) کی طرح بظاہر کج رو ہے یعنی اس کے بعض مضامین بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن در حقیقت میزان (ترازو) کی طرح کجی سے الگ ہیں اور اس کے تمام مضامین مطابق شریعت حقہ ہیں۔ اور اگر اس مریخ (مثنوی) تمام کام دشمنوں کا خون بہاتا ہے خواہ وہ مظہر عداوت ہوں جیسے منکرین یا مدعی محبت جیسے جاہل غیر محققین تو وہ شمس تبریز سے کاملین و محققین کے آگے پانی بھی بھرتی ہے اور اگرچہ اس زحل (مثنوی) کے بعض آثار نحس ہیں جیسے نااہلوں کو ضرر پہنچانا مگر اس کے بعض دوسرے آثار اہلوں کے لئے مفید بھی ہیں کہ اس سے وقت نظر اور شان تحقیق پیدا ہوتی ہے اور میرے اس چاند (مثنوی) کی طرب انگیزی کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ جوش محبت سے تالیاں بجائے تو زہرہ کی مجال نہیں ہے کہ اس کے سامنے دم مار سکے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ عطارد جو کہ دبیر فلک ہے شدت وجد میں اپنا گھر بھول جائے اور جوش جنون سے جوزا کو درہم برہم کر دے اور مشتری کے ہاتھوں میں رعشہ پڑ جائے اور اس کا دل بے قرار ہو جائے اور چاند پانی پر نوکر کی طرح گر پڑے اور اس کے مضامین کے عروج کی یہ حالت ہے کہ نسر طائر شرم سے اپنے پر گرا دے اور اس کی دلفریبی کی یہ کیفیت ہے کہ تنین فلک اس کی رغبت میں موم کی طرح نرم ہو جائے اور اس کے فیض کی یہ حالت ہے کہ نبات النعش بھی حاملہ ہو جائیں۔ اور اس کے مضامین کو سن کر سب اکٹھی ہو کر تالیاں بجانے لگیں۔

اچھا اب ان اشاروں کنایوں کو چھوڑو اس لئے کہ وقت ناوقت ہو گیا ہے اور کہکشاں سنبلہ سے پرکاہ ہو گیا ہے یعنی راہ فہم مقصود ان اشاروں کنایوں سے مخفی ہو گیا ہے۔ اچھا اب ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں لیکن آخر میں اتنا کہہ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ آفتاب معرفت کو حجاب سے برآمد ہو گیا ہے۔ دیکھنا تم اس کا انکار نہ کرنا۔ اور اس کے انکار سے بچتے رہنا۔ لیکن اے منکرین تمہیں میرا یہ کہنا ناگوار ہوگا۔ کیونکہ تم دشمن ہو اور مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہو اور قاعدہ ہے کہ دشمن کا خواہ وہ واقع میں دشمن نہ ہو۔ بلکہ اس کی دشمنی محض خیالی ہو۔ شہد اور دودھ بھی زہر معلوم ہوتا ہے اور منہ میں ایسا ہی کڑوا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ زہر گو وہ واقع میں ایسا نہیں ہوتا اور یہ کچھ دودھ اور شہد کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ جو وجود بھی عدم سے ظاہر ہوتا ہے اس کی یہی حالت ہے کہ وہ ایک کے لئے ناگوار ہے اور دوسرے کو مرغوب۔ اور یہ اختلاف احوال اشخاص سے پیدا ہوتا ہے چنانچہ جو دوست ہوتا ہے اس کو ناگوار بھی گوارا ہوتا ہے اور جو دشمن ہوتا ہے اس کو گوارا بھی ناگوار ہوتا ہے پس اگر تم چاہتے ہو کہ تم کو کسی چیز سے ناگواری نہ ہو تو تم حق سبحانہ کے دوست ہو جاؤ اور اس کی مخلوقات میں اس کے خیال کا مشاہدہ کرو اور اپنی خصلت بد کو چھوڑ دو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تم کو زہر میں بھی شکر کا مزہ آئے گا اور کوئی چیز تم کو ناگوار نہ معلوم ہوگی۔

ایسا کرنے سے روحانی ناگواری تو دور ہوتی ہے مگر بعض احوال میں اس سے جسمانی ضرر بھی دور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین عمر بن الخطاب کو زہر نے اسی لئے نقصان نہیں پہنچایا کہ ان کے پاس ایک تریاق فاروقی کی قند موجود تھی اور وہ اپنے اخلاق درست کر چکے تھے اور ان کو خدا اور رسول کے ساتھ محبت ہو گئی تھی اور اس لئے ان کو ان پر اور ان کی باتوں پر اعتماد ہو گیا تھا۔ پس تم بھی وہی تریاق فاروقی تلاش کرو تا کہ تم بھی اپنے زمانہ کے فاروق ہو جاؤ۔ اور تم کو بھی زہر سے ضرر نہ پہنچے والسلام۔

فائدہ:۔ مولانا نے جو مضمون از صحاف مثنوی ایں نجم رفت سے شروع کر کے گرچہ در تاثیر نحس آمد زحل پر ختم کیا ہے اس سے چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ مثنوی سے وہ شخص منتفع ہو سکتا ہے جو کہ خود عارف محقق ہو یا گر خود عارف نہ ہو تو مستقیم الطبع اور صاحب استعداد علمی ہو اور اس کو کسی شیخ سے سمجھے اور بدوں ان دونوں باتوں کے مثنوی کا مطالعہ کرنا موجب خطرہ ہے۔ پس لوگ آج کل سخت غلطی کرتے ہیں کہ بدوں شرائط مذکورہ کے مثنوی کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ جس سے ان کو بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے اور یہ نقصان کئی طرح سے ہوتا ہے یا تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مطالعہ کرنے والا متبع شریعت ہوتا ہے اور اپنے قصور فہم و عدم قابلیت کے سبب مثنوی کے مضامین کو شریعت پر منطبق نہیں کر سکتا اس لئے مولانا اور مثنوی سے بدظن ہو جاتا ہے اور ان کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے اور یا یہ صورت ہوتی ہے کہ وہ مولانا کا معتقد ہوتا ہے اور ان کو حامل اسرار شریعت سمجھتا ہے لیکن چونکہ وہ اہل نہیں ہوتا اس لئے اس کے مضامین کو غلط طور پر سمجھ جاتا ہے اور ان غلط مضامین کو جو کہ واقع میں مولانا سے تعلق نہیں رکھتے۔ مولانا کی طرف منسوب کرتا اور ان کو اسرار شریعت سمجھ کر یا ظاہر شریعت کا انکار کرتا ہے یا

اس میں تاویل کرتا ہے اور بعض مرتبہ گمراہی یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نفس شریعت مصطفویہ کا بھی انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ صوفیوں کے لئے کسی مذہب کی ضرورت نہیں ہے اس کی ضرورت صرف عوام کے لئے ہے اور عوام کو بھی خاص دین اسلام کی ضرورت نہیں۔ بلکہ دین کی ضرورت صرف تہذیب اخلاق کے لئے ہے۔ سووہ اگر کسی اور طریقہ سے حاصل ہو جائے تو کافی ہے۔ نعوذ بالله من فتنته سوء الفهم ۔ ایسی حالت میں لوگوں کو مثنوی کے مطالعہ میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہئے اور اس کے مضامین کے سمجھنے کے لئے ان لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے جو کہ جامع من الشریعت والطریقۃ ہیں۔ ورنہ الحاد اور زندقہ کا خطرہ ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

دوم یہ کہ مثنوی کے بعض مضامین بظاہر خلاف شریعت اور گمراہی میں ڈالتے ہیں مگر حقیقت میں وہ مضامین مطابق شریعت حقہ مصطفویہ ہیں ایسے مضامین جہاں کہیں مثنوی میں آئے ہیں ہم نے ان کی توضیح کر دی ہے اور توضیح میں حتی الامکان خود مولانا کے کلام سے مدد لی ہے کیونکہ ہم نے جہاں تک تتبع کیا ہے ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی موقع پر مولانا اپنے کلام اجمال سے کام لیتے ہیں تو دوسرے موقع پر خود ہی اس کی تشریح فرما دیتے ہیں۔ پس مثنوی کے مطالعہ کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اس کے تمام مضامین کو پیش نظر رکھ کر مولانا کے مقصود کو متعین کرے اور صرف ایک ہی مقام پر نظر کو مقصور نہ کرے ورنہ مغالطہ کا خطرہ ہے سوم یہ کہ مثنوی بعض کو نقصان پہنچاتی ہے بعض کو نفع۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کا نقصان اعدائے دین یا منکرین یا نااہل معتقدین کو ہوتا ہے اور نفع ان مخلصین کو ہوتا ہے جو کہ اس کے مضامین کے سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں خواہ بطور خود سمجھ سکتے ہوں یا بتوسط عارف محقق۔ پس منشاء ضرر کا خود دوسروں کی نا قابلیت ہے نہ کہ مثنوی کا نقصان کیونکہ وہ خود کامل اور سراسر نافع ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے بارش۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست   در باغ لالہ روید در شورہ بوم خس

فائدہ ۲:۔ زاں نشد فاروق راز ہرے گزند اخ میں ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بادشاہ نے تحفہ کے طور پر زہر ہلاہل کی شیشی بھیجی تھی اور یہ کہا تھا کہ آپ اس سے اپنے دشمنوں کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ اس کو آپ نے یہ کہہ کر نوش فرما لیا تھا کہ نفس سے زیادہ میرا کوئی دشمن نہیں ہے اس لئے میں اسے پلاتا ہوں اور اس سے آپ کو کچھ ضرر نہیں ہوا تھا اس واقعہ کی صحت کا علم نہیں ہے لیکن اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو اس پر اولاً شبہ یہ ہوتا ہے کہ امیر المومنین نے اول خودکشی کا اقدام کیا۔ اور ثانیاً یہ کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نفس کشی کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امیر المومنین کو اس واقعہ سے قاصد پر حقیت اسلام کو ظاہر کرنا تھا اور چونکہ آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کامل وثوق تھا کہ جو چیز **بسم الله الذى لايضر مع اسمه شیء فى الارض ولا فى السماء** پڑھ کر کھائی جائے گی وہ ضرر نہ پہنچائے گی۔ اس لئے آپ نے بے تکلف پی لیا۔

فائدہ ۳:۔ چونکہ مولانا نے مثنوی کو ستاروں سے تشبیہ دی تھی اس لئے آپ نے اس بیان میں ایسے الفاظ سے کام لیا ہے جو کہ فلکیات اور دیگر معانی میں مستعمل ہیں۔ اور کہیں ان الفاظ سے ستارہ اور برج مراد لئے ہیں اور کہیں دیگر معانی۔

فائدہ ۴:۔ عقرب، قوس، دلو، حوت، اسد، میزان، سنبلہ، ثور، سرطان، جوزا۔ برجوں کے نام ہیں اور شمس، مریخ، زہرہ، مشتری، قمر، عطارد، شیر، نسر طائر، بنات النعش، کہکشاں۔ ستاروں کے اور تنین سے مراد مابین عقدہ راس وذنب ہے۔ واللہ اعلم)

هـذا آخر مـا تيسـر لنا فى حل المثنوى المعنوى افاض الله علينا من بركاته آمين والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام علىٰ سيد المرسلين و آله و اصحابه اجمعين.

آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احقر نے جو کچھ حل مثنوی کے لکھا ہے وہ اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کا یا روحانی فیض ہے اور احقر اس میں بمنزلہ ایک آلہ کے ہے لیکن اگر اس میں کسی مقام پر کوئی لغزش ہو تو اس کو میرا قصور قابلیت خیال کیا جائے اور حضرت مولانا کے دامن کو اس سے پاک سمجھا جائے کیونکہ تلقی فیض میں قابلیت مستفیض کو بھی دخل ہے۔ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست   در باغ لالہ روید در شورہ بوم خس

والسلام

قدتم الدفتر الخامس الكتاب المثنوى المعنوى للمولوى المعنوى